



شرح مشکوٰۃ

تفسیر مختصر

عارف باللہ شیخ مخدوم حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن نقشبندی مدظلہ العالی

ناشر

اردو بازار
لاہور

فرید بک سٹال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صیروں
 اُسے لے لیا اور اسے منع کر دیں اس بازرہ (القرآن حکیم)

ارشادِ علیہ السلام

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیفہ

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خلیب جامع مسجد حضرت امام گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
 رکن پاکستان سنی رائٹر گروہ

ناشر

فریدیک سٹال، ہم اردو بازار © لاہور (پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 جو کہ نوال اللہ علی اللہ علیہ السلام نصیر ہیں
 اُسے لے لاؤ جس سے منع کریں اسے باز رہو (القرآن مجید)

جلد سوم ارشادِ علیہ السلام شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیفہ
 عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
 اردو ترجمہ حواشی
 حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی
 خلیفہ جامع مسجد حضرت امام گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
 رکن پاکستان نئی رائٹر گارڈ
 ناشر

فریدیک سٹال، ہم اردو بازار © لاہور (پاکستان)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب	اشعۃ اللمعات اردو جلد سوم
تصنیف مصنف	شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تقدیم و حواشی	مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خلیفہ جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
کتابت	محمد نعیم خوشنویس حضرت کیلیا لوالہ شریف
پروف ریڈنگ	مولانا محمد سعید احمد نقشبندی
ناشر	فرید بک سٹال ۴۸ اردو بازار لاہور
سال اشاعت	شعبان ۱۴۰۶ھ
	اپریل ۱۹۸۶ء
تعداد	ایک ہزار ۱۰۰۰
مطبع	آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس ۲۸ اردو بازار لاہور
تہذیب و تصحیح از	ڈاکٹر منیر احمد صاحب
قیمت	۱۰۰ روپے



کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ لغت میں بڑھنے اور پاک کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ زکوٰۃ مال کے بڑھنے یا اسے طیب پاک کرنے اور صاحب مال کے مال میں برکت اور اضافے کا موجب و ذریعہ ہے۔ انسان سے صاحب زکوٰۃ گناہوں سے بھی پاک ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کو صدقہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ صاحب زکوٰۃ کے دینی ایمان میں اس کے صدق کی دلیل ہے۔

جامع ہنک زکوٰۃ اور دیگر صدقات عشر و غیرہ اور ان کے احکام و حدود میں حکمتوں اور مصلحتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو الیٰ نبیہم بعیرت سے پرستیدہ نہیں۔ اسی طرح تمام احکام شرعیہ میں اس قدر با یک حکمتیں ہیں جو عدد شمار سے باہر ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مبارک تھی کہ آپ زکوٰۃ و صدقات میں فقر و مساکین کی رعایت اور ان کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ زکوٰۃ و صدقات پہنچانے میں دیانت، امانت، رغبت، بے محنت و شقت اور بے احسان جتلائے اور بے تکلیف دیئے ان تک پہنچانے کی حسیف کرتے اور ترفیع دیتے تھے۔ سادوں میں مادہ اونٹ بطور زکوٰۃ دینے کو لازم قرار دینا کہ اس میں سادوں کی نسبت فائدہ زیادہ ہے، بھی اسی باب سے ہے کہ اس میں فقراء کا نفع زیادہ ہے۔ اسی طرح آپ نے صاحب مال کی رعایت بھی ملحوظ رکھی ہے تاکہ قتل و حکام ہی سے زکوٰۃ وصول کرنے میں ظلم و تعدی نہ کریں۔ اور عیال و قتل سے تجاوز نہ کریں۔ اور عمدہ و اعلیٰ کا انتخاب نہ کریں۔ اور اندادہ فرض سے زیادہ دیں اور معافی لواذیل کی ضرورت میں ان سے حاصل نہ کریں۔ مال کے بڑھنے اور اس پر پورا سال گزرنے کی شرط بھی جو آسانی اور رفق کو ظاہر کرتی ہے۔ اس میں داخل ہے۔ پھر رعایت حکمت و عدالت کے لیے ہی زکوٰۃ کو مال کی چار قسموں میں لازم و واجب قرار دیا کہ یہ چار اقسام لوگوں میں عموماً ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو ان کی ضرورت و حاجت بھی زیادہ ہے تاکہ ان کی زکوٰۃ ادا کرنے میں آسانی ہے۔ اور ان سے زکوٰۃ ادا کرنا حاجت برآری کے لیے بھی زیادہ موثر ہے۔

قسم اول برکتی اور پل جیسے گندم، کھجور، انگور وغیرہ۔ نہ کہ وہ کھیتی جو تھوڑی دیر بعد فنا ہو جاتی ہے جیسے بنریل وغیرہ۔
قسم دوم برکتی، جیسے اونٹ، بکری، بھینس، اور بیڑ بکریاں۔ ان تفصیلی شرائط کے ساتھ جو فقہ میں مذکور ہیں۔

قسم سوم نہ سونا چاندی جس پر انسان کی معاش کا انحصار ہے اور تمام اشیاء کی قیمتوں کا نظام بھی اس سے متعلق ہے۔

قسم چارم :- مال تجارت کی ہر قسم اس میں سے سال میں ایک بار زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ فصلوں اور پھلوں سے ان کی کٹائی اور کامل ہونے پر۔ پھر یہ بھی عدل و انصاف کی رعایت کے تحت ہے کہ صاحب مال کی کوشش دسی اور اس میں سہولت و مشقت کے مطابق مقدار واجب میں فرق رکھا۔ اسی وجہ سے اس میں سے جو بے مشقت و تکلف حاصل ہوتا ہے جیسے خزانہ جوکان یا دینہ برآمد ہوا اس میں اس بات کا اعتبار نہیں کہ اس پر پورا سال گزرتا ہے بلکہ جوں ہی خزانہ یا دینہ برآمد ہو اس میں سے خمس نکالنا واجب ہے۔ اور وہ مال جس کے حاصل کرنے میں محنت و مشقت ہو اس میں خمس کا نصف یعنی دسواں حصہ فرض ہے۔ جیسے ان فصلوں اور پھلوں میں جو بارش کے پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ امدان فصلوں اور پھلوں میں بیسواں حصہ واجب ہے جن کے حاصل کرنے میں مشقت و محنت زیادہ ہے۔ جیسے ٹاپوٹ، حوض، نہر یا کنوئیں سے گلے امد گئے وغیرہ کے ذریعے سیراب کرنا پڑتا ہے۔ پھر بیسویں کا نصف یعنی چالیس میں سے ایک حصہ فرض ہے، ان چیزوں میں جن میں عمل اور مسلسل مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ جیسے سفر کی مشقت، سمندوں میں سے گزرتا اور قمتوں کے کم و زیادہ ہونے کا خطرہ وغیرہ مابین گیر رہتا ہے۔ پھر ان میں عدل و انصاف کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر نوع کے مال میں مال کی مصلحت و حکمت کے مطابق جس کا علم شارع علیہ السلام کو ہی ہے، الگ الگ نصاب متعین فرمایا ہے۔ چنانچہ پانڈی میں دو سو درہم ہونے میں میں شقال (۱۶، توے) بکریں میں چالیس۔ گائے بھینس میں تیس ادا دھڑ میں پانچ کا نصاب مقرر کیا۔ ان سے کم مقدار میں کچھ فرض نہ کیا۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سادہ بن ابی وقاصؓ کی طرف سلام کیا تو فرمایا بے شک تو ایسی قوم کے پاس ہاں ہے جو الکتب ہے۔ پہلے انیس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کا حرف بنا اگر وہ اس میں تیری اطاعت قبول کریں تو وہ شہادت پر عمل کریں اور مسلمان ہوجائیں، تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ملحدانہ میں پانچ غازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس میں فرمانبرداری اختیار کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) بھی فرض کیا ہے جو ان کے دو ہتھوڑوں سے کران کے فراق میں تقسیم کیا جائے گا پس اگر وہ

۱۰ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ قَاذَعُهُمْ إِلَى شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ قَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَايِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ

أَكَاغُوا لِذَلِكَ قَائِلًا وَ كَرَّآئِم
أَمْوَالِهِمْ وَآلِقِ دَعْوَا الْمَظْلُومِ
قَالَ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ
حِجَابٌ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صدقہ دینے کا بہت لمحہ میں لایا صدقہ دینا شروع کر دیں (تر)
ان سے ان کا غم (بطور زکوٰۃ) وصول کرنے سے پہلے
مظلوم کا بدلہ سے بھی پکنا کر پھر اس کے اسلئے تقاضا
کے وسیلہ کو پہلے اور رکاوٹ مائل نہیں ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو عین کا قاضی اور امیر بن کر مین بھیجا۔ روایات میں ہے
کہ انیس قلعہ کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس پہلے چلے گئے تھے مآد معاذ سوامی پر تھے۔ آپ نے
ان سے فرمایا شاید جب تو واپس آئے تو میں نہ پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
۱۸ اہل کتاب کے ذکر کا تخصیص ان کے مال کے اہتمام کے طور پر کی۔ ورنہ اس وقت عین میں مشرک اور ذمی بھی
کافی تعداد میں موجود تھے۔

۱۹ زکوٰۃ سے پہلے غار کا ذکر نماز کی فضیلت اس کے اہتمام کی بنا پر کیا۔ اس بنا پر عین کیا کہ غار کی اماگی زکوٰۃ کی
اماگی کرنے شرط ہے۔

۲۰ یعنی اس حد تک جتنا کہ ان پر لازم آتا ہے۔

۲۱ کہ کہ اپنے آپ سے اندر بہ جسم طے ہالہ تو چن کرے لے بلکہ جو ملک سے وہ لے بشرطیکہ وہ نقص سے
سالم و محفوظ ہو کر زکوٰۃ میں عیب طاری چیز دینا شرطاً جائز نہیں ہے۔

۲۲ کہ مظلوم کی دعا فرما بارگاہِ مہربان میں پہنچ کر قبول ہوتا ہے۔ اگرچہ مظلوم کافر ہی ہو جیسا کہ بعض روایات
میں ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے
چاندی والا نہیں جو اس کا حق امانیہ کرتا مگر جب
قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لیے اس کے سونے
چاندی کا دوزخ کی آگ پر تھیلیاں بنائی جائیں گی۔ پھر
انہیں دوزخ کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔

اس پر اس کے چلو، پشانی اور پشت کو داغا
جائے گا۔ جب وہ تھیلیاں اس پر سے پھری جائیں گی

۲۳ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
تَعْمَلُونَ اللَّهُ مَتَى اللَّهُ فَكَيْفَ وَتَسْلَمُ
مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ وَ لَا
فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا
إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ صُفِّحَتْ لَهُ
صَفَائِثُهُ مِنْ تَارٍ فَأُلْحِقَ عَلَيْهَا
فِي تَارٍ جَهَنَّمَ فَيَكْوَى بِهَا جَنْبُهُ
وَجَنْبُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا رَأَتْ

أَحْيَدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ
خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى
بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُزَى سَيِّئُهُ إِمَّا
إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قَالَ وَلَا
صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا
وَمَنْ حَقَّهَا حَبُّهَا يَوْمَ وَرَدَهَا
إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بُطِحَ
لَهَا بِقَاعٍ قَرَقِرَ أَوْ قَرَمَا كَانَتْ
لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا
نَطَّاءُ بِأَخْفَافِهَا وَ تَعَصُّهُ
بِأَفْوَهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُؤْلِفَهَا
رَدَّ عَلَيْهِ أُخْرَهَا فِي يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ
حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُزَى
سَيِّئُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِمَّا
إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ بَقَرٌ وَالْغَنَمُ قَالَ وَ لَا
صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا
يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ
قَرَقِرَ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا هَنِيئًا
لَيْسَ فِيهَا عَقَصَاءٌ وَلَا جُلَحَاءٌ
وَلَا عَضْبَاءٌ تَنْطَحُهُ بِعُرُودِهَا
وَقَطَّاءُ بِأَفْوَهِهَا كُلَّمَا مَرَّ

دوبارہ اس پر لوٹائی جائیں گی (یہ مذاب و سختی) اس پر
اس دن میں ہرگی جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر
ہے۔ مذاب کا یہ سلسلہ جاری رہے گا تا آنکہ لوگوں کے
درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر اسے جنت کی طرف
رستہ دکھایا جائے گا یا دوزخ کی طرف عرض کیا گیا
یا رسول اللہ! انٹوں کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا اور
نہ کوئی اونٹ والا جس نے ان کا حق ادا نہ کیا ہو گا۔
(انسان کے حق میں سے ہے ان کا دودھ دو ہنا
جس دن انہیں گھاٹ پر لائے) اگر جب قیامت کا
دن ہو گا، تو اونٹ دالے کو منہ کے بل چیل اور ہموار
زمین پر گرایا جائے گا اور وہ اونٹ خوب فریاد و ترمند
کے اس کے اوپر سے گزرے جائیں گے اس طرح
کہ وہ اپنے اونٹوں کا ایک بچہ بھی گم نہ پاسے گا۔ تو
وہ سب اونٹ اسے اپنے کول سے پامال
کریں گے۔ اس اپنے ماتن سے اسے چبائیں گے
پھر بھی اس کے اوپر سے اونٹوں کی اگلی جماعت
گھرائی جائے گی تو آخری جماعت پھر اس پر لوٹائی
جائے گی عرض کیا گیا گائے اور بکری کا کیا حکم ہے فرمایا
وہ نہ کوئی گائے والا اور نہ بکری والا جس نے اس کا
حق ادا نہ کیا ہو گا اگر جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک
ہموار میدان میں ڈالا جائے گا اس میں سے کسی گائے
بکری کو گم نہ پاسے گا ان میں کوئی ایسی دہرگی جس کے
سیک ٹرے ہوں اور نہ مٹی اور نہ سینگ ٹوٹ جائے کہ
اپنے سیکوں سے اریں گی اس اپنے کھرنک کے ساتھ
گھبیں گی۔ یہاں تک کہ اس پر پہلی جماعت گزرے گی

عَلَيْهَا أُولَٰئِكَ رَدَّ عَلَيْهِمْ أَخْرَسًا
 فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُ خَمْسِينَ
 أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُعْطَىٰ تَبَنٍ
 الْعِبَادِ قَتَرَىٰ سَبِيلَهُ إِنَّمَا إِلَى
 الْجَنَّةِ وَإِنَّمَا إِلَى النَّارِ رِجْلٌ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْتَمِيزُ قَالَ
 فَالْتَمِيزُ ثَلَاثَةٌ هِيَ رَجُلٌ وَثَرُّ
 وَهِيَ رَجُلٌ سَيَرُّ وَهِيَ رَجُلٌ
 أَجْرٌ فَأَمَّا تَبَنٍ هِيَ لَهُ وَثَرٌ
 فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءٌ وَفُتُوًا وَ
 يَوْمَآ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ
 لَهُ وَثَرٌ وَأَمَّا الْيَتَّى هِيَ لَهُ
 سَيَرُّ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ حَقِّ اللَّهِ
 فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِجَابَهَا فَهِيَ لَهُ
 سَيَرُّ وَأَمَّا الْيَتَّى هِيَ لَهُ أَجْرٌ
 فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ وَ
 رَوْضَةٍ فَتَمَّا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ
 التَّوْبِ أَوْ الرَّوْضَةِ مِنْ قَبْلِ
 إِنْ كُتِبَ لَهُ عَدَدٌ مَا أَكَلَتْ
 حَسَنَاتٍ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدٌ
 أَوْقَاتِهَا وَ أَبْوَالِهَا حَسَنَاتٍ وَ
 لَا تَقْطَعُ طَوْلَهَا فَاسْتَنْتَ هَرُكًا
 أَوْ هَرَفَتِي إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ

قریبی جامع اس پر لٹائی جائے گی ایسے دن میں جس
 کی مقدار پانچ ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے
 میان فیصلہ کیا جائے گا۔ اپنی راہ دیکھے یا جنت کی
 طرف یا دوزخ کی طرف۔ عرض کیا گیا۔ اسے اللہ کے رسل
 گھوڑوں کا حکم کیا ہے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں۔
 ایک وہ جو آدمی کے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں۔ دوسرے
 وہ جو انسان کے لیے پروردگار ہیں۔ تیسرے وہ جو آدمی کے لیے
 ثواب کا موجب بنتے ہیں۔ وہ گھوڑے جو انسان کے
 لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں، وہ ہیں جنہیں آدمی بیا دوزخ
 اسباب اسلام سے دشمنی کے لیے باندھتا ہے۔ یہ
 گھوڑے اس کے لیے گناہ کا باعث ہیں۔ اور وہ گھوڑے
 جو اس کے لیے پروردگار ہیں، وہ ہیں جنہیں اس نے خدا کی
 راہ میں باندھا ہے۔ پھر ان کی ٹھیکوں اور اس کی گردنوں میں
 وہ خدا کا حق نہیں سمجھتا۔ قرآن گھوڑے اس کے لیے
 پروردگار ہیں۔ اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ثواب
 کا موجب ہیں، وہ ہیں جو اس نے چراگاہ اور بزرگ زار
 میں اللہ کی راہ میں اہل اسلام کے لیے باندھے ہیں۔ وہ اس
 چراگاہ اور بزرگ زار میں کوئی چیز نہیں کھاتے مگر اس کے
 لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اتنی مقدار میں جو اس نے کھائی
 ہوتی ہے۔ اور اس کی بیدار پشیمانی کے مطابق اس
 کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور وہ گھوڑے اپنے
 رستے نہیں توڑتے۔ پھر ایک میلان یا دو میلان دیکھتے
 ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم کا گنتی اور ان
 کی بیدار پشیمانی کے مطابق نیکیاں لکھتا ہے اور
 ان کا ملک کسی نہر پر ہے۔ انہیں نہیں ٹوڑتا تو وہ گھوڑے

عَدَدَ اِثَارِهَا وَ اَزْوَاقِهَا حَسَنَاتٍ
وَلَا مَرَّتَبَتَا صَاحِبُهَا عَلَى كَهَرٍ
فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ اَنْ
يُسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهٗ
عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ
يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِحُمْرٍ قَالِ
مَا اُنْزِلَ عَلَيْكَ فِي الْحُمْرِ
شَيْءٌ اِلَّا هَذِهِ الْاَيَةُ الْفَاذَةُ
الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس میں سے پانی پیتے ہیں اسلک نے اس کے پانی
پانے کا ارادہ نہیں کیا ہوتا مگر جتنا پانی پیتے ہیں اس کی
مقدار اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ عرض کیا میں
اسے اللہ کے رسول کے رسول کا کیا حکم ہے۔ فرمایا
کہ رسول کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں
ہوا۔ مگر آیت جو انجیل ہی سب نیکیوں کو جمع کرنے
والی ہے یعنی جس نے ایک ذرہ کی مقدار
نیک عمل کیا وہ اسے دیکھے گا۔ اور جس
نے ایک ذرہ کی مقدار برا عمل کیا اسے
دیکھے گا۔

الشرین

۱۔ مریث میں واقع لفظ شفقت ناک شے سے ہے۔ یعنی اس سونا پانڈی کو گھٹ کر اس کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ مریث
میں واقع لفظ صنایع صغیرہ کی جمع ہے۔ یعنی ہوا ہوتا بنا جسے آگ میں رکھ کر نرم کیا جائے۔ صنایع الہاب یعنی مدد دے کے
تختے (کارڈ) صغیرہ شمیر یعنی چوٹی کی توار۔ اور چوڑے سے چمک رہی کہتے ہیں۔ یعنی الرجہ یعنی چمکے کا گھٹ پرست۔ مطلب یہ ہے
کہ اس نے پانڈی کو تختیوں کی شکل میں چوڑا کیا جائے گا۔ حدیث میں لفظ من نار یعنی آگ سے بنائی جائیں گی، اس بنا پر فرمایا کہ گویا
اسے اس قدر گرم کیا اور تپایا جائے گا کہ وہ آگ ہی بن جائیں گی چنانچہ فرمایا کہ انہیں آگ پر گرم کیا جائے گا۔
۲۔ ان تین اعضا کو مانعہ کی تخصیص اس بنا پر کی کہ مال جمع کرنا پھر اسے جہیز یا اللہ کے لیے دے جانے کا درجہ
کی طلب، لایز کمانوں سے لطف اندوز ہونے اور لغویب اور دل پسند لباس و تربت کرنے میں یہ اعضا نمایاں
ہیں اور اس بنا پر بھی کہ دو تہہ لوگ مانعہ مانعے غریبوں مسکینوں سے منہ پھیرتے۔ ان سے پہلے تو کہتے انسان کی طرف
پشت کر لیتے ہیں۔ اس لیے تین اعضا نظر ہری اعضا میں اشرف ماعلیٰ اعضا اور رئیسہ دل و دماغ و فکر پر مشتمل ہیں۔ ان وجوہات
کی بنا پر ان کی تخصیص کی گئی۔

۳۔ یعنی وہ تختیاں ان کے لیے بار بار واپس لائی جائیں گی یا انہیں مانعہ کے لیے بار بار ان کے جسموں پر پھیری جائیں
گی جس طرح کہ گرم ہے کہ بار بار بیٹی میں رکھا اور نکالا جاتا ہے۔

۴۔ یہ دلائل اس دن کی انتہائی درازی اور گناہ گاروں پر اس کی سختی سے کنایہ ہے مگر نیک لوگوں پر سے یہ دن

آنا جتنا گزے گا جتنا کہ دو کھنڈ نماز میں وقت صرف ہوتا ہے۔ یہاں فلسفہ اور عقل پر عقل کو بڑی حیرت لاحق ہوتا ہے، اور وہ بڑے ہیچ کتاب کھاتے ہیں۔ ان کے برعکس اہل ایمان کے باطن بڑے خوش اندکشاہ ہوتے ہیں۔ کہ کسی قسم کے شک و شبہ کا تاریکی ان کے قریب نہیں آتی۔ ماحول فرشتہ۔

۵۵ حدیث میں واقع لفظ یٰٰی یا کی پیش مذہب اور سبیلہ کی دو ہمیش دونوں طرح روایت ہے۔

۵۶ یعنی ان کا ذکرۃ کے تارک کا کیا حکم ہے اس سے کیا مطلب ہوگا۔

۵۷ یعنی اونٹ کا فرض حکم تو وہی ذکرۃ ہے۔ مگر ان کے حقوق میں ایک مستحب حکم اور شکر گزاری کا طریقہ جو گریہ واجب کی طرح ہے۔ یہ ہے کہ گھاٹ پر آنے کے دن ان کا دودھ دہریا جائے۔ یہاں حدیث میں واقع لفظ دُرود کی تفسیر اور را ساکن سے ہے یعنی اونٹوں کو گھاٹ پر پانی پلانے کے لیے آکرنا۔ ایسے مواقع میں چونکہ لوگ موجود ہوتے اور پیاسے میرا ہوتے ہیں۔ تو دودھ سے ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ حدیث کا ظاہر تو اس میں ہے کہ اس حق کے ترک سے بھی مذہب ہوگا۔

۵۸ حدیث میں واقع لفظ قَاتِع کا معنی ہے فراخ و کشادہ میدان جس میں پہاڑ اور ٹیلے نہ ہوں۔ اور لفظ قَرَر دلوں کا تفسیر اور پہلی لا ساکن کا معنی بھی فراخ و ہموار میدان ہے۔ یہ قاتع کی تاکید اور مفت کا شعبہ ہے۔

۵۹ یعنی اس کے اونٹوں کے پچھے بھی اسے پامال کرنے میں اونٹوں کے ساتھ ہوں گے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اونٹوں کے پچھے سے ہی اونٹ ہی مراد ہوں۔ کیونکہ ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ اور معنی یہ ہو کہ اونٹوں کے مالک اپنے اونٹوں کے ساتھ ایک اونٹ بھی لے جائیں گے۔ اس معنی کی تفسیر ہے۔ حدیث پاک کی وہ عبارت ہو گئی ہے اور بکریوں میں وارد ہوئی ہے۔ جو کہا گئے آ رہی ہے۔

۶۰ داغ ہو کہ اونٹ کے سموں کو مٹی میں خف کرتے ہیں۔ اور بکریوں کے کھروں کو ظلف۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۶۱ یعنی جن ہی جگہ سب اونٹ اس پر سے گزر جائیں گے تو پھر دوبارہ اس پر گزنا شروع کر دیں گے یعنی اسے بار بار پال لیں گے۔ حدیث کے الفاظ کَلَّمَاءٌ عَلَیْہِ اَوْ لِقَاءٌ عَلَیْہِ اَنْعَرَهَا کے معانی میں قیل وقال کا ہے۔ چنانچہ قوت سے اس ظاہر سے کہیں کہا جائے۔ کہ جب بھی آخری جماعت اس پر سے گزے گی پہلی اس پر رونامی جائے گی کیونکہ واپسی اور جمعہ ان کی جماعت میں واقع ہوگا۔ نہ کہ آخری گزے۔ مسلم شریف کی روایت میں بھی اسی طرح واقع ہوا ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ

۶۲ مگر یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اونٹوں کی آخری جماعت جب اس پر سے گزے گی تو وہی پہلے لوٹ کر دوبارہ اس پر سے گزنا شروع کرے گی۔ اس طرح آخری جماعت پہلے رجوع کرے گی اس طرح الفاظ حدیث کا معنی بالکل صاف اسطرح ہے۔ اور میری صاحب رحمہ۔ مترجم غفرلہ۔

کی حدیث میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور تو رشتہ الہی کے لئے کہا کہ کتب (مشکوٰۃ) میں جو واقع ہوا وہ ہر پر معنی ہے جو بعض راویوں سے واقع ہو گیا۔ اور صاحب معانی نے بے سوچے اسی طرح نقل کر دیا۔ تو رشتہ الہی کا کلام ختم ہوا۔ اور اگر یہ تکلف کیا جائے کہ واپسی سے گزرا ہوا دیا جائے۔ نہ کہ رجوع کرنا تو پھر کوئی اشکال باقی میں رہتا۔ اس میں غور کر۔

۱۲۱ عقیقہ عین کی زبر قات ساکن یعنی وہ گائے بکری جس کے سینگ مڑنے ہوئے ہوں۔ یعنی وہ مڑے ہوئے سینگوں والی نہ ہوں گی کہ وہ تکلیف پہنچانے میں پورا زور نہیں دے سکتیں۔ لفظ عقیقہ پہلے جیم زبر والا پھر حاء بے نقطہ۔ یعنی وہ گائے بکری جس کے سینگ ہی نہ ہوں عقیقہ یعنی مڑے ہوئے سینگوں والی گائے بکری۔

۱۲۲ حدیث میں واقع لفظ اظہات جمع ظلف (ظا نقطہ والی کی زیر سے) یعنی درمیان سے پٹا ہوا کمر جیسے گائے بکری وغیرہ کا۔ اور ٹٹے سم کو خف اور گھوڑے گردے کے سم کو ماحر کہتے ہیں۔

۱۲۳ اور ہر قسم کا ایک حکم ہے۔

۱۲۴ لفظ وذر، واو کی زیر زساکن یعنی گرائی اور بوجہ۔

۱۲۵ یعنی دوسری قسم وہ گھوڑے ہیں جو مرد کے مال کا پرہ بنتے ہیں۔ تاکہ لوگ یہ نہ جان سکیں کہ یہ شخص فقیر و محتاج ہے۔ اور اس بات کے اظہار کے آگے پردہ ہیں کہ اس آدمی کو لوگوں کے سامنے کوئی حاجت بیان کرنے دیں۔

۱۲۶ تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ یہ شخص مجاہد و غازی ہے۔

مجاہد و غازی نہیں ہوتا۔ اور لوگوں پر فخر کرنے اور شان ظاہر کرنے کے لیے ہاند سے ہوتے ہیں۔ مانع ہو کہ زیادہ فرد مالک الگ چیزیں ہیں کیونکہ یہ طاعت و عبادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی کرنے کے لیے رکھے ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کے خلاف بغاوت اور جنگ کرے تو ایسے گھوڑے اس کے لیے گناہ کا موجب ہیں۔

۱۲۷ یعنی بنگی طاعت میں باند صاحب معیت و نافرمانی کے لیے نہیں باندھا۔ جیسا کہ قسم اول میں تھا۔ مگر اس دوسری قسم سے بالخصوص وہ غلامیں جہاد کرنا مراد نہیں۔ جیسا کہ تیسری قسم میں آ رہا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنی سواری کے لیے باندھا رکھا ہے تاکہ ان پر سوار ہو کر اپنے جائز کام انجام دے اور جائز امور کے لیے اور مراد مر جائے آئے اور اپنی عزت و مقامی لوگوں سے پوشیدہ رکھے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں واقع ہوا ہے کہ زَلَّكَهَا تَشْتِي وَتَعْتَنُ۔ یعنی انہیں اپنے دو قطر اور تو نگر ہونے کے اظہار اور لوگوں سے اظہار محتاجی سے بچنے کے لیے باندھا ہو۔

۱۲۸ پھر ان گھوڑوں کی پشتوں میں اللہ تعالیٰ کے حق کو فراموش نہ کرے اور ان سے ٹراب حاصل کرنے کو مانع نہ کرے۔ بلکہ ان پر سوار ہو کر طاعت اور امور خیر کے لیے جائے۔ و دھڑل کو حلیہ بھی دے اور لوگوں کو بھی ازراہ یگی سوار ہونے کا موقع دے اور ان کی گردنوں میں اللہ کا حق فراموش نہ کرے بلکہ ان کی زکاة ادا کرے۔ شافعی المسک حضرت کہتے ہیں کہ

ان کا گردن کا حق یہ ہے کہ ان کے پٹے پاسے کا خیال رکھے۔ ان کا اصلاح کہے اسان سے ہر ضرورت تکلیف دہ دے کہ گھوڑوں کا گردنوں کی تفسیر میں اختلاف کا وجہ یہ ہے کہ اختلاف کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے جو باہر جنگل میں جا کر چریں۔ گھوڑا نہیں مانہ پارہ نہ ہے۔ گھوڑوں کے ہلکے کو اختیار ہے کہ ہر گھوڑے کے پیچھے ایک دینار دے یا ان کی قیمت لگائے اور دوسرے مدیم پر پانچ مدیم زکوٰۃ کے طور پر ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حاب ہے اور صاحبین (حضرت امام ابو یوسف امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) اسامام شافعی کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں صدقہ نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بآنک ہے کہ ہر اس گھوڑے کے سر کے موٹے کے موٹے ایک دینار ہے جو باہر جنگل میں جا کر چرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جو حدیث پیش کی ہے وہ غازی کے گھوڑے کے پاسے میں ہے جس پر وہ سوار کرتا ہوا اور غلام خدمت کے لیے ہوتا ہے۔ گھوڑے کی قیمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہاں کلام کافی دراز ہے۔ شرع سفر السعاده میں اس کا کچھ حصہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

۱۵۰ یعنی اجرو ثواب ظہیم کا اوصاف ہیں۔

۱۵۱ تاکان پر سوار ہو کر جہاد کرے اور دوسرے جاہلین کی امانت کرے اسان پر سوار کرے تاکہ وہ بھی جہاد کریں۔

۱۵۲ منظر شرعیم کہ در براسان آخر میں جیم بمعنی کھلی چڑا گاہ۔ زلفۃ وہ زمین جس میں پانی ادا کیا جاتا ہو۔

۱۵۳ یہ منظر طولی صلی ہے (طولی زیادہ کی نسبت بمعنی وہ مکان جسے ایک طرف سے میخ سے باندھتے ہیں دوسری طرف گھوڑے کے پاؤں یا تھوک تاکہ گھوڑے پھرے اور چلتا بھیکے۔

۱۵۴ یعنی ہلکے نے ان کے پانی پانے کی نیت نہیں کی ہوتی۔ بلکہ وہ گھوڑے اس کے امادہ و قصد کے بغیر ہی پانی پیتے ہیں۔ چہ جائے کہ انہیں پانی پانے کا قصد و امادہ کرے۔ کماں صورت میں تو اسے بہت زیادہ اجرو ثواب ملے گا۔

۱۵۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی نیک کام انجام دے اسان کے ضمن میں بے اختیار اور بہت سے کام انجام دے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے۔ کتاب کے ابتدائے میں حدیث انما الاعمال بالنیات کی شرح میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اسے ذہن نشین کیا جائے۔

۱۵۶ اسان کا حق ادا کرنے سے انہیں اس سے مستثنیٰ کرنے کے پاسے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے۔

۱۵۷ یعنی خصوصیت سے ان کے پاسے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا مگر تنہا یا ایک آیت جو افعال غیر شرع کے تمام احکام کا جامع ہے حیث میں واقع لفظ فاذہ (فادال کی شکل) وہ جامع آیت یہ ہے۔ جن لیل الی آخر صا۔ یعنی نیکی کی

جوابی پائے گا۔ اور بوائی کی جوابی۔ مگر کوئی مخصوص حکم اور مخصوص خبر یا بھڑکنا نہیں ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے مال سلاطین و املاک سے اس کی زکوٰۃ امانہ کی تو وہ مال قیامت کے دن اس کے لیے ڈھانچ کی شکل میں بنایا جائے گا جس کے سر پر بال نہ ہوں گے اور اس کی آنکھوں پر دو کالے نقطے ہوں گے۔ وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا پھر وہ اپنے دونوں جبروں سے اسے پکڑے گا پھر وہ کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وَلَا يَحْصِبَنَّ الَّذِينَ إِلَى آخِرِ الْأَيَّاتِ

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَتَمَّ يُؤَدِّ زَكَوَّتَهُ مُثْلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُعَّةٌ يَأْخُذُ بِبِهْزَمَتَيْنِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالِكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَدَا وَكَ لَا يَحْصِبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ الْآيَةَ.

تفہیم شریف

(رواۃ البخاری)

۱۔ حدیث میں واقع لفظ شجاعا دشمن کی پیش یا زبرد سے) کا معنی ہے نہ سانپ یا زنبور یا مطلق سانپ نہ ہوا مادہ۔ اقرع وہ سانپ جس کے سر پر بال نہ ہوں یہ اس کے سخت دہریے اور لمبی عمر والا ہونے کی علامت ہے۔ زببتان دو درمیان میں یا اور دوسری با کے بعد تاک کے ساتھ بھٹی دوسیاہ نقطے یعنی اس سانپ کی دونوں آنکھوں کے اوپر یا اس کی دو آنکھوں کے درمیان دوسیاہ نقطے ہوں گے یعنی نے کہا اس کے منہ کے ارد گرد یہ دو نقطے ہوں گے قیامت کے دن یہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈالا جائے گا۔

۲۔ لَنْزَمْتَيْنِ یعنی منہ کے دو کونے (جبر سے) ہنر چین (لام کی دبر یا ساکن ز کی دبر سے) یعنی کان کے نیچے جبروں کا دوا بھری ہوئی ہڈیاں۔ شرح فتح میں کہا ہنر تین یعنی منہ کی وہ دو ہڈیاں جن پر مارٹھی کے بال اگتھے ہیں چونکہ یہ ہڈیاں جبروں کے قریب ہوتی ہیں اس لیے جبروں سے اس کی تفسیر کر دی جاتی ہے۔ اس صحت میں لَنْزَمْتَيْنِ کی ضمیر لفظ اقرع یا شجاع کی طرف لڑتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اس مالدار شخص کی طرف لڑتی ہو۔ اور باننا ممدہ ہو یعنی وہ سانپ اس کے دونوں جبروں اور ان کی ہڈیوں کو ڈسے گا۔ پھر وہ مال اس سے دبا یا مال یا زبان قال سے کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو نے زکوٰۃ امانہ کی۔ اور میں تیرا وہ خزانہ جس سے تو نے زکوٰۃ جاکر کے ایک نہ رکھی۔ تَاْخِرُ یعنی بِنَا آتَاھُو اللہ مِنْ فَحْشِیْہِ هُوَ خَيْرٌ لِّهٖ وَبَلْ هُوَ شَرٌّ لِّهٖ سَيُطَوَّقَنَّ مَا يَبْغُلُوْا بِہٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یعنی زکوٰۃ نہ دینے والے مالدار گمان

ذکر کریں کہ اللہ نے پہلے نفل سے ہمالہ میں ملایا ہے وہاں کے کچھ پتھر اور خیر ہے بلکہ وہاں کے پلے بڑا ہے جس کے ساتھ یہ رگ بخل کرتے تھے۔ حقوق یہ مال قیامت کے دن ان کی گردنوں میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا
مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ
بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا
إِلَّا أَتَى بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ
أَعْظَمَ مَا يَكُونُ وَاسْمُهُ
تَطَاهٌ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطِحُهُ
بِقُرُونِهَا كُلَّمَا جَاوَزَتْ أَخْرَافَهَا
مَرَّكَتْ عَلَيْهِ أَوْلَاهَا حَتَّى يُقْضَى
بَيْنَ النَّاسِ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نہیں ہے کوئی
انسان جس کی ملک میں اونٹ، گائے، بکریاں ہوں اور
وہ ان کا حق ادا نہ کرے مگر انہیں قیامت کے دن لایا جائیگا
بہت عظیم الجثہ اور سبزہ کر کے تو وہ اسے اپنے
سحوں اور کھروں سے ادا اپنے بیگوں سے روہ میں
اور پامال کریں گے جب بھی ان کی آخری جماعت اس
کے اوپر ہے گزرے گی پہلی جماعت کو پھر اس پر
لوٹایا جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان
فیصلہ کر دیا جائے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۵۔ یہ جماعت اپنے ظاہر و ہی واقع ہے۔ بخلاف حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کی بدلت کے جو گذشتہ معصنات میں
ذکر ہوئی۔ جیسا کہ ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ
فَلْيَصُدُّوا عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ
تَأْجِلُ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے تو تم
سے خوش خوش واپس لوٹو۔

(دَوَاةٌ مُسْلِمٌ)

اسلم شریف

۱۶۔ آپ شاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ نہایت خوبصورت، جلیل القدر اور اپنی قوم میں بزرگ شخصیت تھے۔
۱۷۔ یعنی جو امام داکم وقت کا طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آئے اسے سامی اور عامل کہتے ہیں۔ قاموس
میں کہا مصدق برندن ٹھیک یعنی صدقہ وصول کرنے والا اور متصدق تا سے صدقہ دینے والا۔
۱۸۔ کہ اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ اور کامل اور پورے طور پر صدقہ ادا کرو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
أَوْفَى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ
بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَى آلِ فُلَانٍ فَإِنَّهُ آتَى
بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا آتَى الرَّجُلُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِصَدَقَتِهِ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَيْهِ.

۱۔ یعنی آپ کا دستور یہ تھا کہ جب لوگ صدقات و زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتے تو آپ انہیں ان کے مصارف
میں صرف فرماتے تھے۔

۲۔ یعنی جو صدقہ و زکوٰۃ لے کر آیا ہے اس پر اس کی قوم پر۔

۳۔ حکم خداوندی بھی یہی تھا کہ آپ ان سے صدقہ قبول کریں۔ اور ان کے لیے دمانے رحمت کریں۔ جیسا کہ
قرآن مجید میں صراحت وارد ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُقَبِّلُ عَلَيْهِمْ۔ آپ ان کے اموال سے صدقہ وصول کریں
انہیں ان کے لیے دمانے رحمت کریں۔

۴۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آل فلاں سے خود فلاں مراد ہے۔ اور عطاء آل زائد ہے جیسا کہ آل فرعون امثال طائد
کہ اس سے ان کی آل مراد نہیں بلکہ خود ان کی اپنی ذلت مراد میں۔ پھر یہ دو کار تالیف ہونے کا بنا پر اس میں داخل ہوتے ہیں
جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں اس جانب اشارہ کیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ
فَقِيلَ مَنْعَ ابْنِ جَبْرِيلَ وَخَالِدُ بْنُ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک
تھا کہ جب کوئی قوم صدقہ لے کر آپ کی خدمت اللہ
میں حاضر ہوتی تو آپ فرماتے۔ اے اللہ ان فلاں پر اپنی
رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرا باپ اپنی زکوٰۃ لے کر آپ کی
خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے اللہ آل
ابی اوفی پر رحمت نازل فرما۔

(بخاری و مسلم)

اس ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جب
کوئی آدمی اپنا صدقہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں آتا تو آپ فرماتے اے اللہ تو اس پر
رحمت نازل کر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا
تو خدمت اللہ میں عرض کیا گیا کہ ابن جبیل

الْوَلِيدُ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
 يَنْقَعُ ابْنُ جَبِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ
 فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
 وَ أَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَغْلِبُونَهُ
 خَالِدًا قَدْ اخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ وَ
 اعْتَدَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ أَمَّا
 الْعَبَّاسُ فَهُوَ عَلَى وَ مِثْلَهَا مَعَهَا لَكُمْ
 قَالَ يَا عَمْرُؤُ أَمَّا شَعْرَتُكَ أَنْ
 عَمَّ الرَّجُلُ صِنُوْ أَبِيهِ
 (مُسْتَقْبَلُ هَلِيهِ)

اصف اللہ بن الولید اور حضرت عباسؓ نے زکوٰۃ نہیں
 دی بلکہ روک لی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ابن جبیل جو سخت غلام ہے اس وجہ
 سے کہ وہ فقیر رنگ دست تھا اللہ اور اس
 کے رسول نے اسے فنی کر دیا اور خالد تو تم اس پر
 ظم کرتے ہو بے شک اس نے تو اپنے
 ہتھیار ادا اپنے سریشی فی سبیل اللہ وقف کر رکھے
 ہیں۔ بالی سبب عباسؓ تو ان کا ساتھ میرے ذمہ
 اور اس کی مثل اور بھی ہے پھر آپ نے فرمایا اے
 عورتیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے آپ کی
 طرح برقی ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۵ ابن جبیل (ہم کی ذمہ سے) یہ شخص منافق تھا۔ اس پہلے تک دست تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اسے دولت مند کر دیا۔
 فتح ابارکی میں لکھا کہ میں کتب حدیث میں اس کے نام سے واقف نہیں ہو سکا۔ بعض نے کہا اس کا نام مہد اللہ تھا۔ بعض نے
 کہا اس کا نام حید تھا۔ طاء نے کہا ہے ابن جبیل پہلے منافق تھا پھر اس نے نفاق سے توبہ کر لی۔ قاضی حسین نے کہا۔
 ابن جبیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا۔ وَ مِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ
 لَنَقُصَّ قِصَّةً أَلَدَ۔ یعنی ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کر رکھا ہے کہ اگر اللہ نے انہیں اپنے فضل
 سے عطا فرمایا تو ضرور ہم قصہ کریں گے۔

۱۶ آپ شہر صلابی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۷ میں عباسؓ بن عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ یعنی ان تین حضرات نے زکوٰۃ نہیں دی باقی
 سب نے دی ہے۔

۱۸ حدیث میں لفظ یتم آیا ہے جو غنم سے نکالے جس کا معنی ہے کسی چیز سے ایسی نفرت و کراہت جو ناراضگی اور
 کراہت کی حد تک پہنچ جائے لفظ اتمام یعنی نرا دینے میں حصے سے تجاوز کرنا، بھی اسی باب سے ہے۔ یعنی ابن جبیل کس قدر
 ناپسند فعل کرتا اور نعمت کا ناشکری کرتا ہے۔ اس کے ایسا کرنے کی وجہ کوئی نہیں۔ ماسوائے اس کے کہ وہ پہلے فقیر تھا اس
 کے پاس کچھ نہ تھا پھر اس کے عطا اور رسول نے دولت مند کر دیا اس کی بدولت و سرکشی کا باعث بن گئی

اور اسے کفرانِ نعمت میں مبتلا کر دیا۔ حقیقت میں غنی کرنا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اس بنا پر ہے کہ آپ جناب حق سبحانہ کی طرف سے فیض پہنچانے (خیالت عطا ہونے اور نعمتوں کے پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ آیہ مبارکہ وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونُ مِنَ الصَّادِقِينَ) دآیہ ہذا کا ترجمہ حاشیہ علیٰ میں گزرا، کی تفسیر میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غنی اور مالدار ہونے کی دعا کی تھی اور اس نے عہد کیا تھا کہ وہ نعمتِ مال کی شکر گزاری کرے گا۔

۱۵ یعنی خالد بن ولید جس کے متعلق تم کہہ رہے ہو کہ اس نے بھی زکوٰۃ نہیں دی تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ تم اس کے ساتھ زیادتی کرتے ہو۔ کیونکہ اس کا حال قویہ ہے کہ اس نے تو اپنی تمام ذریعیں اور سارا سامان جنگ اور چارپائے غازیوں کے لیے راہِ خدا میں وقف کر دیے ہیں۔ اور جس کا یہ مال ہو کہ نفلِ غیرت اس دوست سے کرتا ہو وہ زکوٰۃ کیسے نہ دے گا جو کہ فرض ہے، ہو سکتا ہے اس کا تمیں زکوٰۃ دینا تمہارے اس پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہو، اور بہادر انسان کی یہ صفت ہے کہ وہ ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔ یا مراد یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ مال و متاع نہیں تاکہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ اور جو مال از قسمِ اسلحہ جنگ اس کے پاس تھا وہ اسے راہِ خدا میں وقف کر کے فقیر و تنیدیت ہو چکا ہے۔ حدیث میں واقع لفظ اَعْتَدَ ہمزہ کی زبر عین ساکن تا کی پیش سے جمع متاد بفتح عین) بمعنی ساز و سامان اور تیار شدہ چیزیں۔ واللہ اعلم۔

۱۷ اور ان کی زکوٰۃ کا میں خاص ہوں۔ ان کے زکوٰۃ نہ دینے کا سبب جیسا کہ علماء نے کہا ہے یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دو سال کی پیشگی زکوٰۃ لے لی تھی۔ ایک تو اس سال کی جس کو وہ مانگ رہے تھے دوسری مانگے آنے والے سال کی۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کی مثل اتنی زکوٰۃ اور بھی بیٹھنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مصلحت دے رکھی تھی اور آپ نے حضرت عباس کے احماس کرنے کی وجہ سے انہیں دو سال تک ڈھیل دی ہوئی تھی ان کی کسی ضرورت و حاجت کی بنا پر اور امام کہتے ہیں جائز ہے کہ وہ کسی کو مصلحت کو بنا پر مصلحت اور ڈھیل دے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

کہ یعنی اسے علم تجھے علم نہیں اور تو نہیں سمجھتا کہ باپ کا بھائی اس کے بے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ لفظ حضرت عباس کو میرے باپ کی طرح خیال کریں اور باپ کی طرح اس کی تعظیم بجالائیں اور اسے کسی قسم کا ایذا نہ پہنچائیں۔ حدیث میں طاع نفلہ صُنُوْ (اصل میں عباد کی زیر نون ساکن سے) بکھور کے ان دو تین درختوں کو کہتے ہیں۔ جن کی جڑ ایک ہو۔ پھر اس میں سے ٹکٹے ڈالے ہر تنے کو صُنُوْ کہتے ہیں۔ اور دو درختوں کو مِثْلَان۔ لغت کی مشورہ کتاب صراح میں کہا صُنُوْ دریر سے بھٹی ایک جڑ سے اگنے والے چند درختوں میں سے ایک تہہ۔ اور باپ کا بھائی۔

حضرت ابو حمزہ الثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ آذر

وَعَنْ أَبِي حَبِيبٍ السَّاعِدِيِّ ر
قَالَ اسْتَغْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَزْدِ
يَقَالُ لَهُ ابْنُ الْكُثَيْبَةِ عَلَى
الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هَذَا
لَكُمْ وَهَذَا أَهْدَىٰ رِيٍّ فَخَطَبَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَى عَلَيْهِ لَكُمْ
قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَأَيُّ اسْتَعْمِلُ
رَجُلًا مِّنْكُمْ عَلَى أُمُورٍ مِّمَّا
وَلَّيْنِي اللَّهُ فَيَأْتِي أَحَدُهُمْ
فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذِهِ
هَدِيَّتُهُ أَهْدَيْتُ رِيٍّ لَمَلَأَ جَنَسَ
فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ
فَيَنْظُرُ أَيُّهُمَا لَهُ أَمٌّ لَا وَ
الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْخُذُ
أَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ
إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ مَوْنَاءٌ أَوْ
بَقَرًا لَهُ خَوَاءٌ أَوْ شَاةٌ يَتَعَرَّ
لَهُ رَقَمٌ يَدِيهِ حَتَّى يَأْتِيَنَا
عَذَرًا إِبْطِيهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ
هَلْ بَلَغْتَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتَ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قَالَ الْخَطَّابُ وَفِي قَوْلِهِ هَلَّا
جَنَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ

کے ایک آدمی کو جسے ابن کثیبہ کہتے تھے، صدقہ وصول
کرنے پر عامل مقرر کیا جب یہ شخص اس طرح واپس
آیا تو مسلمانوں سے کہا یہ مال تمہارے لیے ہے اور یہ
مال میرے لیے ہے اور میرے لیے دیا گیا ہے (اس پر) آپ نے خطبہ
کے لیے باہر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی
پھر فرمایا اے بعد میں تم میں سے کچھ لوگوں کو ان کاموں
پر عامل مقرر کرتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے
حاکم و مالی بنایا ہے۔ قرآن میں سے ایک آیت اور
کتاب سے یہ مال تو تمہارے لیے ہے اور یہ میرے
لیے ہے اور تمہارے لیے۔ یہ مرد اپنے باپ یا اپنی ماں
کے گھر کیوں نہیں بیٹھا رہتا پھر دیکھتا کہ اس کے
باس کوئی میرے تحفہ آتا ہے یا نہیں۔ اس ذات کی قسم
جس کے قبضہ قدرت میں میری ذات ہے۔ اس
مال زکوٰۃ میں سے کوئی شخص نہ لے گا مگر قیامت
کے دن اس کے ساتھ آئے گا جسے اس نے
اپنی گھٹن پر اٹھایا ہوگا۔ اگر فٹ ہوگا تو وہ اونٹ
کی آواز نکالتا ہوگا۔ اگر گائے ہوگی تو وہ چیختی ہوگی
اگر بکری ہوگی تو وہ میاں کی برگی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ
ہم نے آپ کی بغل مبارک کی سفیدی دیکھ لی پھر فرمایا
اے اللہ کیا میں نے تیرا حکم مخلوق تک پہنچا دیا۔
اے اللہ کیا میں نے تیرا حکم مخلوق تک پہنچا دیا۔
(بخاری و مسلم)

خطاب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول
هَلَّا جَنَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ يَنْظُرُ أَيُّهُمَا

لوہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر وہ
دیکھتا کہ اسے ہر یہ تحفہ پیش کیا جاتا ہے یا نہیں،
میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو کسی ممنوع
کام کا ذریعہ بنے وہ بھی ممنوع ہوتا ہے۔ اسی طرح
ہر چیز جو عقود میں داخل ہو اس کے بارے
میں دیکھا جائے گا کہ اس کا الگ حکم دیا ہی ہے
جیسا کہ بہت سے عقود میں شامل ہو کر ہوتا ہے
یا نہیں۔

فَيَنْظُرَ أَيُّهُدَىٰ إِلَيْهِ أَمْ لَا
دَلِيلٌ عَلَىٰ أَنَّ كُلَّ أَمْرٍ يُتَذَدَّرُ
بِهِ إِلَىٰ مَحْظُورٍ فَهُوَ مَحْظُورٌ
وَكُلُّ دَخِيلٍ فِي التُّعُودِ يُنْظَرُ
هَذَا يَكُونُ حُكْمُهُ عِنْدَ
الْإِنْفِرَادِ كَحُكْمِهِ عِنْدَ الْإِقْتِرَانِ
أَمْ لَا هَكَذَا فِي شَرْحِ
الْمُبْتَدِئَةِ

۱۔ محمد۔ ماکہ پیش میم کا زیر الساعی بنی ساعدہ کی طرف منسوب ہے جو انصار میں ایک قبیلہ ہے۔ حضرت ابو حمید
رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جنہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مانظ میں جیسا کہ باب صفة الصلوة میں گزرا۔
۲۔ اذہمزہ کا زیر زاساکن۔ یہ بلادین کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اور اسے ثنوة بھی کہتے ہیں۔
۳۔ اس مرد کا نام ابن اللبتہ بتایا گیا ہے۔ لام کی پیش و زیر ہما کی زیر و سکون اور با کی زیر، اسے نسبت مشدود۔
یہ اس کی ماں کی نسبت ہے جو بنی لبتہ کی طرف منسوب ہے (لبتہ زاساکن سے) یہ ایک مشہور قبیلہ ہے ابن اللبتہ
کا نام عبد اللہ ہے۔

۴۔ جب اس کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ ناغوش ہوئے۔ چنانچہ آپ نے خطبہ ارشاد
فرمایا اس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جیسا کہ خطبہ میں ہوتا ہے۔
۵۔ یہ مادی کا شک ہے۔ یا بیان نزع کے لیے ہے۔

۶۔ یعنی یہ مشکش کہ یہ مال ہدیہ اور تحفہ اسے دیا گیا ہے۔ درحقیقت اس کے مال ہونے کا وجہ اسے دیا گیا
ہے۔ اگر وہ مال نہ ہوتا بلکہ اپنے گھر میں ہی بیٹھا ہوتا تو ہدیہ اور تحفہ کے نام سے اسے کون دیتا۔ مثلا اس مال کے ملنے
کی اصل وجہ وہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کا دوست یا عزیز ہمیشہ سے اسے تحفے دینے کا مادی تھا۔ اس
کے مال ہونے کا وجہ اسے نہیں بھیجتا تھا۔ تو اس کا مال اسے لینا جائز ہے۔ جیسا کہ قاضی کے ہدیہ اور ضیافت
میں کہا گیا ہے۔

۷۔ حدیث میں لفظ زغارہ کی پیش غین نقطہ والا کی مہم یعنی اونٹ ابھیرے، بجھو اور ستر مرغ کی آواز اور سپکے
کے رونے اور اس کے سخت گریے کی آواز۔ اور گائے کی آواز کو عرل میں خوار کہتے ہیں۔ غا کی پیش یعنی گائے کی آواز
تاکوس میں کہا خوار گائے بجری اور ہرن کی آواز اور بھیر کی آواز کو قعر کہتے ہیں۔ چنانچہ یہاں حدیث میں لفظ یعرین کی زیر

یا زبردین یغریب اینتہ اور یغریب کی پیش سے بھی آیا ہے یعنی بھڑک اُٹار۔

۵۷ حدیث میں لفظ عفرۃ بردن عفرۃ یعنی سفیدی، عفرۃ یعنی سفید جس طرح احمر راہین یعنی سفید آتا ہے۔

۵۹ یعنی حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک هَذَا حَبْلِي اِلی آخرہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ جو کام کسی دوسرے حرام رہا یا جائز کام کا ذریعہ اور وسیلہ بنے وہ بھی حرام ہو جاتا ہے کیونکہ مسائل مقاصد کے حکم میں ہیں۔ پس جو چیز حرام کا ذریعہ اور وسیلہ بنے وہ چیز بھی حرام ہو جاتی ہے۔ میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ جس فرض پر نفع حاصل کیا جائے وہ فرض سود بن جاتا ہے۔ جو حرام ہے۔ پھر اس عبارت سے اگلی عبارت یعنی دخیل فی العقود ایہ فاعل خطاب کی عبارت ہے یعنی جو چیز دوسرے مقصد میں شامل ہو کر کسی حکم کو اختیار کرے اس کے متعلق خود کیا جائے گا کہ اس کا ایسے بھی حکم دی ہے جو دوسرے مقصد کے ساتھ مل کر ہوتا ہے۔ یا ایسے اور حکم دوسروں کے ساتھ مل کر اور حکم شرح سنتہ میں ایسا ہی ہے۔ یہ دوسرا کلیہ اس شخص کے مذہب کے لائق ہے جو جیلہ کو جائز قرار نہیں دیتا۔ جیسے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیکن امام ابو حنیفہ امام شافعی اور دوسرے بہت سے ائمہ جو جیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس قاعدہ کو اختیار نہیں کرتے۔ جیسا کہ شرح شیخ میں مذکور ہے۔

حضرت علیؓ بن میر و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم
میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں۔ پھر وہ ہم سے
سُلی یا اس سے زیادہ کوئی چیز چھپائے گا تو یہ بھی
خیانت ہے جسے وہ قیامت کے دن سے کرائے گا
(مسلم شریف)

وَعَنْ عِدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ
كَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَنْعَمَ كُنَّا
مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكُنْتُمْ مَخِيْطًا فَاَفْوَقًا
كَانَ عَمَلًا يَأْتِيْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
(إِسْنَادُهُ مُسْتَدْرِكًا)

۱۷ نمبرہ دھین کی پیش میں کا زبر یا ساکن، آپ صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

۱۸ حدیث میں واقع لفظ غیظ میں کا زیر غا ساکن، اور یا کی زیر یعنی سُلی۔

۱۹ یا اس سے زیادہ یعنی کسی میں سُلی سے بڑی ہونے میں زیادہ۔

۲۰ عَمَلٌ غِن کی پیش یعنی غنیمت میں خیانت۔ مطلق خیانت کے لیے بھی آتا ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى السُّلَمِيِّينَ فَقَالَ عُمَرُ أَنَا أَفَرَجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّهُ كَبُرَ عَلَى أَصْحَابِكَ هَذِهِ الْآيَةُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ وَ إِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ وَ ذَكَرَ كَلِمَةً لَتَكُونَنَّ يَمُنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبُرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ لَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرٍ مِمَّا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْءُ آثَرُ الصَّالِحَةِ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتُهُ وَ إِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَ إِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

نزلتے ہیں جب یہ آیت فالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى السُّلَمِيِّينَ اور چاندی جمع کرتے ہیں مسلمانوں کو یہ بات بڑی بھاری محسوس ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بوسے تمہاری اس نگلی کو میں کھولتا اور دوسکتا ہوں۔ آپ چل پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کے صحابہ پر بھاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لیے فرض کی ہے کہ تمہارے باقی مالوں کو پاک و طیب کر دے۔ اور اس نے دلائل میں فرض کیا اور ایک بات ارشاد فرمائی۔ تاکہ وہ پاک و طیب مال تمہارے بعد والوں کے لیے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بکیر کبھی۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمیں وہ عمدہ چیز نہ بتاؤں جسے آدمی جمع کرتا ہے۔ وہ اچھی اور نیک بیوی ہے جب اسے دیکھے تو وہ اسے سرت و خوشی سے بھر دے جب اسے کوئی حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے اور جب موگھرے غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے

(ابو داؤد)

۱۔ اس آیت کا مہمل بیان دھون یہ ہے جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اسے ملہ خدایں خرچ نہیں کرتے وہ سونا چاندی آتش و درخ میں گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں، ان کے چلوؤں اور پشتوں داغا جائے گا۔ جیسا کہ فصل اول میں گزرا۔
۲۔ یعنی تمہاری اس نگلی اور شکل کو میں دوسکتا ہوں۔ حدیث میں واقع لفظ اُفْرِجَ تفرج سے بنا ہے وجم وراشدو سے، یعنی کھولنا۔ یہ فرج بمعنی کشادگی سے نکلا ہے۔

۳۔ یعنی جب تم نے زکوٰۃ ادا کر دی تو باقی ماندہ مال کو اگر تم جمع کرو۔ اور اس کا خزانہ بناؤ تو کوئی حرج اور گناہ کی بات نہیں۔ اور مذکورہ آیت قرآن میں مال کو خزانہ بنانے پر جو وعید اور ڈانٹ آئی ہے۔ وہ اس صورت میں ہے جب کہ تم

اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرو۔ اگر اس کی زکوٰۃ دے دو اور خزانہ بناؤ تو عمارتیں و عمارتوں میں داخل نہیں۔

۴۵ یہ راوی کا قول ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ انما اخرج الماریف کے بعد ایک بات اور ارشاد فرمائی جو مجھے یاد ہے یہی ہے جو میں نے بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میراث فرض کی وہ اس لیے فرض کی تاکہ وہ مال تمہارے بعد واصل کے لیے رہے۔ جو تمہارے واسط میں یعنی وراثت کا حکم ہی ہے جاسی فرمایا تاکہ مال جمع کرنے کا جواز ظاہر ہو اگر مال جمع نہ ہوگا۔ تو میراث کہاں سے آئے گی۔

۴۶ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر بطور خوشی تعجب کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بکیر کی اداس عقدہ کشائی اور جمع مال کی اجانت سننے پر اللہ تعالیٰ کا حمد ثنا کی۔

۴۷ جو خدا تعالیٰ کے احکام و ارشادات پر عمل کرے اور شہرہ کی فراہم راسی کرے اداس کی رضا و خوشنودی میں کو شاک رہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب مرد اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے۔ اداس اپنے حسن صورت و سیرت اور عمدہ اخلاق و عادات سے سرور و شادمان کر دے۔ اداس اپنے مرد کی اطاعت میں چست ہو۔ اور جب مرد ملنے نہ ہو تو مرد کے مال کا سبب اور اپنے جسم کی پوری طرح خالصت کرے۔

حضرت جابر بن عتیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریب تمہارے پاس ناپسندیدہ شہر لوگ آئیں گے۔ وہ جب آئیں تو انہیں مرجا کٹنا۔ اور جو وہ چاہیں اسے ان کے سامنے مان کر کرنا۔ پھر اگر وہ انصاف کریں تو اس میں ان کا فائدہ ہے۔ سادہ اگر ظلم کریں تو ان کے لیے نقصان وہ ہے۔ تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل ان کا راضی ہونا ہے اور چاہیے کہ وہ تمہارے لیے معاف کریں۔

(البدائع)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيَكُمْ مُكَيِّبٌ مُبْتَغَمُونَ فَإِذَا جَاءُواكُمْ فَارْحَبُوا بِهِمْ وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ فَإِنْ عَدَلُوا فَلَا تُقْسِمُ لَهُمْ وَإِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْهِمْ أَرْضَوْهُمْ فَإِنْ نَتَمَّامَ زَكَاةُكُمْ وَمَنَاهُمْ وَلْيَدْعُوا لَكُمْ.

(رواہ ابوداؤد)

۴۸ حضرت جابر بن عتیق (میں کی ذیرتا کی زیر یا ساکن) آپ نہایت بزرگ انصاری صحابی ہیں ان کے جنگ بعد کافرکت میں اختلاف ہے اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۴۹ رُغَبِ نَاكِبُ کا تصغیر ہے۔ انہیں ناپسندیدہ اس لیے کہا کہ لوگ تعادلے بیعت کے تحت انہیں پسند نہ کریں گے کیونکہ وہ لوگوں سے مال زکوٰۃ وصول کرنے آئیں گے۔ یا وہ سوار بد خلقی اور سخت مزاجی سے پیش آئیں گے۔ مراد

اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرو۔ اگر اس کی زکوٰۃ دے دو اور خزانہ بناؤ تو عمارتیں و عمارتوں میں داخل ہیں۔

۴۵ یہ راوی کا قول ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ انما اخرج الماریف کے بعد ایک بات اور ارشاد فرمائی جو مجھے یاد ہے یہی ہے جو میں نے بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میراث فرض کی وہ اس لیے فرض کی تاکہ وہ مال تمہارے بعد واصل کے لیے رہے۔ جو تمہارے واسط میں یعنی وراثت کا حکم ہی ہے جاسی فرمایا تاکہ مال جمع کرنے کا جواز ظاہر ہو اگر مال جمع نہ ہوگا۔ تو میراث کہاں سے آئے گی۔

۴۶ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر بطور خوشی تعجب کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بکیر کہی اور اس عقیدہ کشائی اور جمع مال کی اجانت سننے پر اللہ تعالیٰ کا حمد ثنا کی۔

۴۷ جو خدا تعالیٰ کے احکام و ارشادات پر عمل کرے اور شہرہ کی فراہم راسی کرے اور اس کی رضا و خوشنودی میں کوشاں رہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب مرد اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے۔ اور اسے اپنے حسن صورت و سیرت اور عمدہ اخلاق و عادات سے سرور و شادمان کر دے۔ اور اپنے مرد کی اطاعت میں چست ہو۔ اور جب مرد ملنے نہ ہو تو مرد کے مال کا سبب اور اپنے جسم کی پوری طرح خالصت کرے۔

حضرت جابر بن عتیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریب تمہارے پاس ناپسندیدہ شہر لوگ آئیں گے۔ وہ جب آئیں تو انہیں مرجا کتنا۔ اور جو وہ چاہیں اسے ان کے سامنے مان کر لے۔ پھر اگر وہ انصاف کریں تو اس میں ان کا فائدہ ہے۔ سادہ اگر ظلم کریں تو ان کے لیے نقصان وہ ہے۔ تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل ان کا راضی ہونا ہے اور چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيَكُمْ مُكَيِّبٌ مُبْتَغُونَ فَإِذَا جَاءَ وَكُمْ فَرَحِبُّوْهُمْ وَ خَلُّوا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ فَإِنْ عَدَلُوا فَلَا تُقْسِمُ لَهُمْ وَ إِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْهِمْ أَرْضَوْهُمْ فَإِنْ نَتَمَّامَ زَكَاةَكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوا لَكُمْ.

(رواہ ابوداؤد)

(ابوداؤد)

۴۸ حضرت جابر بن عتیق (میں کی ذیرتا کی زیر یا ساکن) آپ نہایت بزرگ انصاری صحابی ہیں ان کے جنگ بدر کافرکت میں اختلاف ہے اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۴۹ رُغِيبُ رَاكِبٌ کا تصغیر ہے۔ انہیں ناپسندیدہ اس لیے کہا کہ لوگ تعادلے بیعت کے تحت انہیں پسند نہ کریں گے کیونکہ وہ لوگوں سے مال زکوٰۃ وصول کرنے آئیں گے۔ یا وہ سوار بد خلقی اور سخت مزاجی سے پیش آئیں گے۔ مراد

یہ ہے کہ تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والے آئیں گے۔

۳۷ یعنی ان کے لیے فراغ و کشادہ جگہ مہیا کرنا اور انہیں مرجھا کرنا۔

۳۸ اس میں کسی قسم کی رکاوٹ اور عائق نہ کرنا۔ پھر اگر یہ ملک صل و انصاف سے کام لیں گے تو اپنے لیے کریں گے اور اس کا ثواب خود انہیں ملے گا اور اگر وہ تمہارے خیال و عقیدہ میں ظلم کریں گے یا بالفرض و التقدير ظلم سے کام لیں گے پھر جو شخص فی الحقیقت ظلم و ستم کرے اسے راضی و خوش کرنے کا کیا معنی۔

۳۹ یعنی اگرچہ اصل فرض ادا ہے زکوٰۃ ہے لیکن اگر عاملین زکوٰۃ تم سے خوش اور راضی جائیں تو یہ بہت اتم و اکمل بات ہے۔

۴۰ یعنی عاملین زکوٰۃ کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں تمہارے لیے دعائے خیر کریں کہ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد ان کے لیے دعا کیا کریں۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں: کچھ دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اللہ اس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے
والے ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم پر ظلم و ستم کرتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے زکوٰۃ وصول
کرنے والوں کو راضی کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول
اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو
اگرچہ تم پر ظلم ہی کیا جائے۔

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ
قَالَ جَاءَ نَاسٌ يَغْنُو مِنَ الْأَعْوَابِ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالُوا إِنَّ نَاسًا مِّنَ
الْمُصَدِّقِينَ يَأْتُونَ فَيُظْلِمُونَ
فَقَالَ أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ قَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ ظَلَمُونَا
قَالَ أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ وَإِنْ
ظَلَمْتُمْ.

(ابن ماجہ و ترمذی)

(رواہ ابو داؤد)

۱۷ آپ صحابی ہیں اور حسن صوفی دیرت میں مشہور ہیں۔

۱۸ مگر اس ظلم کا وہی تشریح و توضیح ہے جو گزشتہ حدیث میں بیان ہو چکی ہے۔

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم
پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ملک ان کی زیادتی کی مقلد
اپنے مال ان سے چھپایا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ بَشِيرِ بْنِ الْخَصَّاصِيِّ
قَالَ قُلْنَا إِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ
يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا أَفْنَكُم مِّنْ
أَمْوَالِنَا بِقَدْرٍ مَا يَعْتَدُونَ

قَالَ ۴۔

نے فرمایا میں نے۔ (اپنے مال ان سے بچاؤ)

(ابوداؤد شریف)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

اسے بشیر دبا کی برہنہ کی دیر یا خاصیتہ ناکا در بر صا د مخف یا کی شد یا بنیر شد یہ ان کی مل کا نام ہے۔ حضرت بشیر مہابی میں

ابو حضور علیہ السلام کے اندر کردہ ظلم۔

اسے کہ یہ رگ مد انسان سے تجاوز کرتے اور ہم پر ظلم و تعدی کرتے ہیں۔

اسے انسان کی زیادتی اور ظلم پر صبر کرنا۔

وَعَنْ زَائِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ
بِالْحَقِّ كَالْفَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ
حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اسے خدیج بن خدیج: غاکر زبردال کی زیر آپ انصاری مہابی میں۔ رضی اللہ عنہ۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
جَنْبَ وَلَا جَنْبَ وَلَا تُؤْخَذُ
صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے والد وہ دادا سے
روایت کرتے ہیں۔ وہ حضور علیہ وسلم سے راوی
ہیں کہ آپ نے فرمایا نہ مال ایک جگہ سے لگوانا جائز ہے
اور نہ مال کو دوسرے جانا اور لوگوں سے ان کے صدقات
نہیے جائیں۔ مگر ان کے گھروں میں ہی۔

(ابوداؤد شریف)

اسے حدیث میں مانع نقطہ جلب و جب (دو دن) حیم اور میانہ حرف مال میں لام دوسرے میں زن کا زبر سے) جلب
سے یہ مراد ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دوسرا گھر سے اور مریشیں والوں سے کہے کہ اپنے مریشی و ماں لاؤ جہاں وہ ٹھہرےاسے دیہاتوں سے حضور علیہ وسلم کا یہ فرمانا محض ان کی دلجوئی کے لیے تھا کہ یہ رگ دیہاتی ہونے اور ذرائع معاش
کے تنگ ہونے کی بنا پر غل سے کام لیتے تھے۔ ورنہ آپ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے حضرات علماء اور شریعت کو جاننے
والے ہوتے تھے۔ ان سے ظلم و زیادتی کرنے کا امکان نہ تھا۔ مرقوم مغلزہ۔

اور جنب سے یہ مراد ہے کہ مرثیوں علاوہ زکوٰۃ دہندہ کسی اور جگہ چلا جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کو مشقت میں ڈالے کہ وہ وہاں چل کر آئے۔ یہ دونوں صورتیں منوع ہیں کیونکہ اس میں تکلیف و مشقت ہے۔ پہلی صورت میں زکوٰۃ دینے والے کے لیے دوسری میں زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے۔

۱۷۔ یہ کلام سابق کا تمہ اور تاکید ہے اور طلب و جنب دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَيْفَادَ مَالًا فَلَا ذَكْوَةَ فِيهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مال حاصل کیا (مالدار بنا)، اس پر زکوٰۃ (ذوق) نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزرے۔

(ترمذی شریف)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ أَنَّهُمْ وَفَّقُوهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ.

اور ترمذی نے ایک جماعت کا ذکر کیا جس نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا۔

۱۸۔ یعنی یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔ حدیث موقوف صحابی کے قول کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مرفوعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کو۔ مگر ایسی موقوف حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر معلوم نہ ہو کہ ہر نوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ فَدَخَلَ لَهُ فِي ذَلِكَ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ (زمن) ہونے سے پہلے اس کے ادا کرنے کے متعلق دریافت کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

(ابو داؤد ترمذی۔ ابن ماجہ و دارمی)

۱۹۔ یہاں حدیث میں لفظ "أَنْ" محل آیا ہے۔ ماکا زیر سے۔ یہ حلول دین سے بنا ہے۔ اور حلول در مکان کے لیے ماکا زیر اور پیش دونوں طرح آتا ہے۔

۲۰۔ اخاف رحمہم اللہ کا مذہب یہی ہے اور دوسرے اکثر ائمہ بھی اسی پر ہیں کہ سبب وجود زکوٰۃ یعنی نصاب مرجع ہوتا ہے یہ حدیث فصل اول میں مذکور حضرت ابو ہریرہ کا حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَيُحْيِي عَلَى"

کا ایک کتا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ
فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ مَنْ دَلِّي يَتِيماً لَهُ
مَالٌ فَلَيْتَ جَرُّهُ فِيهِ وَلَا يَتْرُكُهُ
حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَعْقَالٌ
لِأَنَّ الْمُخْتَلِ بْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ.
لہ یعنی اس کے مال کو کم کر دے اور اسے ناکر دے۔

۱۱ صباح باکاش ہے۔ جو کہ حدیث کے راویوں میں سے ہے۔ اگرچہ یہ صاحب صلح اور نیک ہیں اور عبادت میں مضبوط
دینی ہیں مگر ان کی حدیث میں زری اور کمزوری پائی جاتی ہے۔ یہ صاحب ۱۲۹۹ھ میں فوت ہوئے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَمَّ ثَوْبِي
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
اسْتَخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَ كَفَرَ
مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ لِرَأْيِي بِكَرٍّ كَيْفَ تَقَاتِلُ
النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ
أَنْ أَكْفِلَ النَّاسَ حَتَّى يَحْمِلُوا
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالُهُ

حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد
ابو شعیبہ عمار سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا کہ منہ جو کسی
تیم کا مال بنا جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجماع کرے
اسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکاة ہی اس کا مال کھا جائے۔

اسے ترک کرنے۔ روایت کیا

اور کہا اس کے اسناد میں اعتراض ہے کیونکہ معقالی
بن صباح ضعیف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائے فراموشی اور
آپ کے بعد سیدنا ابو بکر خلیفہ بنائے گئے اور اہل
دیانت میں سے جو کافر ہوئے وہ اپنے تئیں حضرت عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے
عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے لوگوں سے
جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہیں لا
الہ الا اللہ تو جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ
سے اپنے جان و مال بچا لیے۔ مگر حق اسلام کے تحت

وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ
عَلَى اللَّهِ فَبِئْسَ الْاَبُو بَكْرِ وَ اللَّهِ
رَقَاتِي مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ
الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ
حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ كَوْنُ مَنْعُونِي
عَنَّا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَقَدْ تَلَّيْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا قَالَ عَمَرَ
فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا رَأَيْتُ أَنَّ
اللَّهُ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ
فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

احسان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنه نے فرمایا اب تمناؤں کی قسم میں اس کے خلاف
ضرر جہاد کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے گا کہ
بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ تمناؤں کی قسم اگر وہ
مجھے بکری کا بچہ نہ دیتے مگر جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیا کرتے تھے تو میں اس شیخ کرنے پر ان کے خلاف
ضرر جہاد کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں۔ خدا کی قسم میرا یہ مال ہوا کہ میں نے یقین سے
یہ جان لیا کہ اس جہاد کے لیے ابو بکر کا سینہ
اللہ تمناؤں نے کھول دیا ہے اور میں پہچان گیا کہ یہ
جہاد برحق ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر کے اور مسلمیتہ الکذاب (اللہ اس پر لعنت کرے) کے ساتھ مل جانے کی بنا پر اس
صورت میں کفر سے حقیقت کفر مراد ہوگا۔ کیونکہ فرضیت زکوٰۃ ایک قطعی امر ہے تو پھر اس کا انکار یقیناً کفر ہوگا۔ جس طرح فساد
کا انکار یا یہ کفر زکوٰۃ دینے سے رکسنے کے طور پر تھا۔ اس صورت میں اسے کفر قرار دینا تغلیظ و تشدید کے طور پر ہوگا۔ اور
مراکز ان نعمت ہوگا۔ جس طرح ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ (جس نے
جان بوجہ کر نماز کو چھوڑا اس نے کفر والا کام کیا) یہ علماء نے کلمہ ہے۔ شرع شیخ میں کہا کہ ہر کتاب ہے بعض فرضیت زکوٰۃ کے منکر
ہوتے ہیں۔ اور بعض نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا ہو۔ اس صورت میں اطلاق کفر اور کفر کی نفی دونوں اپنے اپنے اعتبار
سے درست ہوں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولاً ظاہری مفہوم کو لیا ہو۔ اور بالآخر جب آپ پر حقیقت مل چکی ہو گئی تو
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے موافق ہو گئے اور اس امر کا اعتراف کر لیا کہ حق وہی ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ جیسا
کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کَيْفَ تُفَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ ۱۱

۱۲۔ اس ایک روایت میں صراحتہً إِلَّا بِحَقِّهِ إِلَّا بِحَقِّهِ الْإِسْلَامُ کا لفظ آیا ہے۔ حق اسلام جیسے آیت قصاص وغیرہ۔

۱۳۔ یعنی اس کا حکم ظاہر شرح میں یہ ہے اور اس کے باطن کا معاملہ آخرت میں علم الہی میں ہے۔ جیسا کہ منافق کا حکم ہے اور
اس کا حکم بھی جو زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے صدق دل سے نہیں کتا۔

۱۴۔ کہ نادر کی فرضیت کا تو قائل ہو مگر وجوب زکوٰۃ کا منکر ہو۔ یا اول ایمان پر تو عمل کرے مگر زکوٰۃ دینے سے سزا الی کرے

۱۵۵ اسناد نفس کا حق ہے۔ اس مطلق کو واجب کرنے والا اسلام ہے۔

۱۵۶ حدیث میں لفظ مطلق آیا ہے (میں کی ذرا یعنی بکری کا مادہ چھپہ ہر ایک سال کا نہ ہر ایک روایت میں لفظ قال آیا ہے یعنی اونٹ کی سار کی سی۔ یہ مطلق طلب حق میں مبالغہ ہے۔ قاکوس میں کما حقہ میں کی زیر سے۔ یعنی اونٹ یا بکری کی ایک سال کی زکوٰۃ۔

۱۵۷ کہ میں ان کے زکوٰۃ نہ دینے پر ان سے جہاد کروں گا۔ ان کے کفر و استمداد کی بنا پر اگر شکر ہوں۔ یا ان سے جہاد کروں گا۔ شعائر اسلام کی حفاظت اور تقضے کا مدعا زہ بند کرنے کے لیے اگر وہ زکوٰۃ نہ دیں۔ مگر اس کے حکم نہ ہوں۔ اسے بھرو۔

۱۵۸ ایک روایت میں آیا ہے کہ بعض مدرسے صحابہ کرام حتیٰ کہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس جہاد سے منع کیا اور عرض کیا کہ یہ خلافت کا بالکل ابتداء دور ہے۔ مخالفین تعداد میں زیادہ ہیں ایسا نہ ہو کہ کارخانہ اسلام میں فصل و قوت و حق ہر جائے اس لیے توقف و تاخیر سے کام لینا بہتر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر سب لوگ ایک جانب ہر جائے مدرسہ اکیلا رہ جائیں تو میں تنہا ان سے جہاد قتال کروں گا۔ یہ بات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کمال شجاعت پر دلالت کرتی ہے۔

انہی حضرات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجانا پلٹنے کا جس سے اس کا ملک بھاگے گا اور وہ اسے تلاش کرے گا حتیٰ کہ اپنی انگلیوں کو اس کا لقمہ بنائے گا۔

(مسند احمد)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كُنْهًا أَفْرَعًا يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُطْلِبُهُ حَتَّى يُلْقِمَهُ أَصَابِعَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

اس جیسا کہ فصل اول میں گوارا۔

۱۵۹ یعنی صاحب خزانہ اپنی انگلیاں سانپ کے منہ میں ڈالے گا جیسا کہ حدیث ہے کہ سانپ دھیرے ڈر کے وقت اپنے منہ کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی چیز دینے یا دے کئے کا اثر یا تعداد انگلیوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ (رایہ کہ وہ سانپ اس کی انگلیوں کو اپنا قمر بنائے گا مرثاۃ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص نہیں چاہئے بل کی زکوٰۃ نہیں دیتا اگر قیامت کے

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ دَجَلٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاةَ مَالِهِ

لَا جَعَلَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي
عُنُقِهِ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا
مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَلَا
يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا
أَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

(الْأَيَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ جو آپ کے قول مبارک کی تصدیق کرتی اور اس کے راق ہے۔
۲۔ یعنی پوری آیت تلاوت فرمائی۔ جیسا کہ نفل اول میں مذکور ہوا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَا خَالَطَتِ الزَّكَاةُ مَالًا
قَطُّ إِلَّا أَفَدَنَتْهُ

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ خَرِشٍ)

فِي تَارِيخِهِ وَالْحَمِيدِيُّ وَزَادَ
قَالَ يَكُونُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْكَ
صَدَقَتُهُ فَلَا تُخْرِجُهَا فِيمُكٍ
الْحَرَامِ الْحَلَالِ وَقَدْ اخْتَبَرَهُ
بِهِ مَنْ تَرَى تَعْلُقُ الزَّكَاةَ بِالْعَيْنِ
هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى وَمَرَدَى الْبَيْهَقِيِّ
فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ أَحْمَدَ بْنَ
حَنْبَلٍ بِإِسْنَادٍ إِلَى عَائِشَةَ وَقَالَ
أَحْمَدُ فِي خَالَطَتْ تَفْسِيرُهُ أَنَّ
الرَّجُلَ يَأْخُذُ الزَّكَاةَ وَهُوَ مُوسِرٌ
أَوْ غَنِيٌّ وَإِنَّمَا هِيَ لِلْفَقْرِ آءٍ

وَلَا تَقَالُ اس کے گھٹے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے
گا۔ پھر آپ نے ہم پر اس کی دلیل میں قرآن پاک کی یہ آیت
پڑھی۔ وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ
بِمَا أَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

(ترمذی بن سانی۔ ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سنا کہ زکوٰۃ کسی مال میں نہ ملے گی مگر اسے ہلاک
کر دے گی۔

(مشافعی)

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کا اور حمیدی
نے یہ زیادتی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ اگر پر زکوٰۃ خرچ
ہو اور تم نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کر دے گا۔ اس
حدیث سے انہوں نے حساستہ لال کیا ہے جو زکوٰۃ کو زمین
مال سے متعلق سمجھتے ہیں۔ یہی ہی کتاب سنتی میں ہے
احمد بن حنبل نے شعب الایمان میں امام احمد بن حنبل سے
روایت کیا ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے
اور امام احمد نے غلط ہونے کی تفسیر یہ کی کہ
کوئی شخص زکوٰۃ دے۔ حالانکہ وہ خود مالدار ہو
اور بے شک زکوٰۃ تو غریبوں کے لیے
ہے۔

۱۷ کہ اس مال سے زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے وہ مال ضائع ہو جائے گا یا اس مال کو حرام کر دے گی اور حرام شے سے چونکہ نفع حاصل کرنا منوع ہے اس لیے وہ مال گنہگارک اور ضائع ہو گیا۔

۱۸ یعنی اسے امام شافعی نے سعایت کیا۔

۱۹ اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں نہیں بلکہ اپنی تاریخ میں ردایع کیا۔

۲۰ یعنی مولانا حمیدی نے دوسرے مال کو ہلاک کرنے والی زکوٰۃ کے دوسرے مال میں مل جانے کی تفسیر میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وجہ ایک صدقہ الی آخر۔

۲۱ کہ زکوٰۃ جب دوسرے مال میں رمل مل جائے گی تو پھر اسے مال سے نفع اٹھانا جائز نہ رہے گا۔ یا اسے ہلاک نہ ضائع کر دے گی۔

۲۲ یعنی اس حدیث کی اس تفسیر کے مطابق ان لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ زکوٰۃ میں مال سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسے امام شافعی اور دوسرے ائمہ ان سے اظہر روایات کے مطابق یہ حضرات زکوٰۃ کی جگہ اس کی قیمت ادا کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص محل و مقام سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا خود اس کے ادا کرنے کے بغیر اس کی ادائیگی نہ ہوگی۔ جیسے حج کی قربانیاں اور عید بقر کی قربانیاں۔ ان حضرات کے نزدیک مال سے زکوٰۃ کا تعلق شرکت کا تعلق ہے کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ میں بطور زکوٰۃ بکری دینے کی نص وارد ہے۔ تو شارع علیہ السلام نے ایک معین و مخصوص چیز کی ادائیگی کو خاص کیا ہے۔ تو اس ترک واجب کی گنہائش نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر زکوٰۃ کا مال سے تعلق ذمہ داری کی حیثیت سے ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے تو پھر زکوٰۃ کے دوسرے مال کے ساتھ رمل مل جانے کی صورت متصور نہ ہوگی اس بار پر کہ زکوٰۃ کا تعلق مال سے ذمہ داری کے لحاظ سے ہے، منفعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا دلیل یہ ہے کہ فقیر تک مال زکوٰۃ پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ اس تک اس کا رزق پہنچایا جائے جس کا وعدہ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنا اس قل میں کہا ہے۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَرِزْقُهَا دَرْمِیْنِ پچھنے والی کوئی چیز نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور رزق وہ چیز ہے جس سے فقیر کی حاجات کی کفایت ہو۔ اور یہ حاجات فقیر کی ضروریات کے مطابق مختلف ہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کریم جل جلالہ کے لیے انبیاء پر مال معین کی صورت میں زکوٰۃ فرض کی اور اس امر کا حکم دیا کہ اس معین مال میں سے فقرہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں کو پورا کریں۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ معین مال گائے بکری اونٹ وغیرہ ان کی حاجات و ضروریات اور وعدوں کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں کیونکہ ان کی حاجات وعدوں سے مختلف نوعیت کے ہیں۔ لہذا ان وعدوں کو پورا کرنے کے حکم میں دراصل مال معین کو قیمت کے ساتھ تبدیل کرنے کی بات شامل ہے۔ اور معین بکری ادا کرنے کا حکم درست نہ ہوگا بلکہ باطل اور غیر مفید ہوگا۔ جس طرح بادشاہ وقت غازیوں کو آلات حرب خریدنے کی اجازت اور آزادی دیتا ہے اور سال معین میں سے جو مسلمان ان کے سپرد کیا ہوتا ہے اسے ان کے

حسب منشا خرچ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ تو سلطان کی طرف سے اس مال میں رد و بدل کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ باقی رہیں حج اور عید بقرہ کی قربانیاں تو اس میں اس وجہ سے تبدیلی جائز نہیں کہ ان میں عبادت غنہ بہا تلبہ ہے۔ اس کے برعکس اس متنازع فیہ صورت میں مسکین و فقیر کی حاجت برآ رہا ہے۔ صاحب زکوٰۃ کے ذمہ زکوٰۃ لازم کرنے میں اگرچہ صورت مل زکوٰۃ دوسرے مال سے مخلوط نہیں ہوتا مگر معنی اور حکم اس سے ملا ہوا ہے۔ اور فی الحقیقت قیمت وہ مال ہی ہے۔ اسے کچھو کتاب منقہ میں ایسا ہی ہے۔ جو امام ابن عبد البر نے بیان کیا ہے۔

۷۵ یہاں حدیث میں لفظ مؤثر اور غنی ہے لفظ اوسے لانا راوی کا شک ہے۔ اور اگر لفظ مؤثر اور غنی میں فرق کیا جائے تو وہ اس طرح ہوگا کہ لفظ مؤثر بے معنی سہولت مند عسے شتق ہے۔ اور غنی غنا سے معنی عدم فقر سے شتق ہے۔ اس صورت میں دونوں کی الگ الگ نوع بیان کرنے کی ضرورت ہوگی۔

۷۶ یعنی زکوٰۃ تو صرف فقراد کے لیے ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کو دوسرے مال سے ملانا اور حرام سے ملا کر اسے ہلاک و برباد کرنے کا معنی یہی ہے کہ فقیر کے بجائے غنی کو دے دی جائے تو اس معنی کے مطابق زکوٰۃ کو مال سے ملا دینے کا معنی یہ ہوگا کہ فقیر کے بجائے مالدار آدمی زکوٰۃ وصول کرے۔ اور معنی اول کے مطابق مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ اور فقراد کو نہ دی جائے۔ اور یہ دونوں معنی درست ہیں۔ اور مذکورہ ضرورت و حاجت معنی اول پر مبنی ہے۔

بَابُ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ

ان چیزوں کا باب جن میں زکوٰۃ فرض ہے

تمام ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ موشیوں، سونے چاندی نقد روپے، سامان اور ہر قسم کے مال تجارت میں فرض ہے۔ مگر تر چیزوں۔ بنزیروں اور سودوں میں جو دیر پائیں ہوتے اور پورا سال باقی نہیں رہ سکتے، میں اختلاف ہے کہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور خشک و تر کھجوریں اس وقت فرض ہے جب کہ پانچ دین و وزن کو پہنچ جائے اس سے کم میں نہیں۔ دسٹی کا معنی حدیث کی شرح میں آ رہا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ان چیزوں میں عشر فرض ہے۔ جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں کم ہوں یا زیادہ گربانس کڑی اور گھاس میں نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَنِيْلُهُ الْعُشْرُ جس چیز کو بھی زمین پیدا کرتی ہے اس میں عشر فرض ہے اس باب کی تفصیلات کتب فقہ سے معلوم کرنی چاہیں۔

الفصل الأول

فصل اول

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيهَا دُونَ خَمْسَةِ
أَوْسُقٍ مِنَ الشَّعْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ
فِيهَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ
النَّوْبَاقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيهَا
دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ
صَدَقَةٌ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 اُرا حے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ
 دین سے کم کجیوں میں صدقہ (فرض) نہیں اور پانچ
 اونگہ سے کم پانڈی میں صدقہ واجب نہیں۔ اور
 پانچ صدے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں۔

(بخاری و مسلم)

۱۵۔ دُھن کا دسین کی زبردستی ساٹھ صاع، اور صاع چار گند کا اندھا ایک دھن اور تھائی رطل کا مراد ہے (ہمارے
 اہل مروج چیمائے وزن کے مطابق ایک دھن قریباً ۲۲ من ۲۰ سیر کا ہوتا ہے، اور ایک صاع قریباً ساڑھے چار سیر کا، ان
 اوزان کی تحقیق پیران کی ہمارے علاقے (ہندوستان و پاکستان) کے اوزان مروجہ ہے تطبیق شرع سفر و سماعت میں تفصیل
 سے بیان ہو چکی ہے۔ وہاں دیکھ لی جائے۔

۵۲۔ حدیث میں لفظ اَدَاق آیا ہے۔ اَدَاقِیہ کی جمع۔ ہنزہ کی پیش واو ساکن کاف کی زیر اور شد بمعنی چالیس درہم اس طرح پانچ ادیتھ دو درہم ہوئے۔ اور حدیث میں واقع لفظ دَرِیْق واو کی زیر برا کی زیر سے۔ بمعنی چاندی (ہمارے ملک کے مرد و برادران کے مطابق دس درہم سات مثقال کے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا۔ اس حساب سے دو سو درہم ۵۲ تہہ چھ ماشے برابر پھر دسہم کی قیمت کا اعتبار نہیں۔ وزن کا اعتبار ہے)

۱۲۔ حدیث میں لفظ تعدد آیا ہے (ذلل و طوا و معال) یہ لفظ تین سے دو تک اور تین کے لیے آتا ہے اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور پانی اور صافش کی نزولۃ کے سوا کسی اور چیز کا ذکر نہ فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔
 فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔
 کہ مسلمان پاس کے غلام اور گھوڑے میں صدقہ
 نہیں ۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہاں کے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ مَدَقَةٌ فِي
عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ وَفِي رِوَايَةٍ

سلام میں زکوٰۃ میں مگر صدقہ فطر واجب ہے

(بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین روانہ کیا تو
انہیں یہ خط لکھ کر دیا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فریضہ زکوٰۃ
ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض
کیا ہے۔ اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم
کو حکم دیا تو جس مسلمان سے اس کے حساب کے مطابق
مانگا جائے وہ دے دے اور جس سے زیادہ کا
مطالبہ کیا جائے وہ دے دے۔ چوبیس اور اس
سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ
میں ایک بکری ہے۔ پھر جب یہ اونٹ پچیس کی
تعداد کو پہنچیں تو پچیس تک ایک سالہ مادہ اونٹنی
ہے۔ پھر جب پچیس ہو جائیں پچیس تک دو
سالہ مادہ اونٹنی ہے۔ پھر چالیس کو پہنچیں تو ساڑھے
تک میں چار سالہ اونٹنی ہے۔ یعنی اونٹ کی جست
کے لائق عمر والی۔ پھر جب اکتھ کو پہنچیں تو پچھتر
تک میں ایک پانچ سالہ اونٹنی۔ پھر جب پچھتر کو
پہنچیں تو دسے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں
پھر جب اکیانوے کو پہنچیں تو ایک سو میں تک
میں چار سالہ دو اونٹنیاں اور اونٹ کی جست کے
لائق عمر والی۔ جب ایک سو میں سے زیادہ ہوں
تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے۔ اور
ہر پچاس پر چار سالہ اونٹنی۔ اور جس کے پاس

قَالَ لَيْسَ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ
إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ
كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ كِتَابًا
وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ
الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا
رَسُولُهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنْ
الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطَهَا
وَمَنْ سُئِلَ قَوْلَهَا فَلَا يُعْطِ
فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ
فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ
كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ
خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ
وَكُلْثَيْنِ فَعِثْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ
أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَكُلْثَيْنِ
إِلَى خَمْسٍ وَارْبَعِينَ فَعِثْهَا
بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ
سِتًّا وَارْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ
فَعِثْهَا حَقَّةً طَرِيقَةً الْجَبَدِ
فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ
وَسَبْعِينَ فَعِثْهَا جَذَعَةً فَإِذَا

بَلَغَتْ سِتًّا وَ سِتِّينَ إِلَى
 سِتِّينَ فَنِيهَا مِثْلًا لِّبَوْنٍ فَإِذَا
 بَلَغَتْ إِحْدَى وَ سِتِّينَ إِلَى
 عِشْرِينَ وَ يَأْتِي فَنِيهَا مِثْلًا
 كَرُّو قَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا رَأَتْ
 عَلَى عِشْرِينَ وَ يَأْتِي فَنِي كُلِّ
 أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَ فِي كُلِّ
 خَمْسِينَ حَقَّةٌ وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ
 مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ
 فَلَيْسَ فِيهَا مَدَقَّةٌ إِلَّا أَنْ
 يَفَاءَ رِبْلًا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا
 فَنِيهَا مِثْلًا وَ مَنْ بَلَغَتْ عِندَهُ
 مِنَ الْإِبِلِ مَدَقَّةٌ الْجَدَّةُ وَ
 لَيْسَتْ عِنْدَهُ جَدَّةٌ وَ عِنْدَهُ
 حَقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحَقَّةُ
 وَ يَجْعَلُ مَعَهَا مِثْلَتَيْنِ إِنْ
 اسْتَيْسَرَ تَالَهُ أَوْ عِشْرَتَيْنِ
 وَ رَهْمًا وَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ
 مَدَقَّةٌ الْحَقَّةُ وَ لَيْسَتْ عِنْدَهُ
 الْحَقَّةُ وَ عِنْدَهُ الْجَدَّةُ فَإِنَّهَا
 تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَدَّةُ وَ يُعْطِيهِ
 الْمَصْدُوقُ عِشْرَتَيْنِ وَ رَهْمًا أَوْ
 مِثْلَتَيْنِ وَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ
 مَدَقَّةٌ الْحَقَّةُ وَ لَيْسَتْ
 عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا

صرف چار ہی اونٹوں میں۔ قیاس میں زکوٰۃ
 نہیں۔ ان اگر ایک چارہ ہے۔ جب پانچ کی
 تعداد کو پہنچیں قیاس میں ایک بکری ہے
 اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ پانچ سالہ اونٹنی
 تک پہنچے اور اس کے پاس پانچ سالہ
 نہ ہو بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ
 ہی لی جائے۔ اور اس کے ساتھ دو بکریاں
 اگر میر ہوں۔ یا میں مدیم اور جس کے اونٹوں
 کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس
 چار سالہ نہیں ہے بلکہ پانچ سالہ ہے تو چار سالہ
 ہی وصول کر لی جائے۔ اور زکوٰۃ وصول کرنے
 والا اسے میں مدیم یا دو بکریاں واپس کرے
 اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ اونٹنی کو
 پہنچے مگر اس کے پاس دو سالہ ہی ہو تو
 اس سے دو سالہ ہی وصول کی جائے اور
 ایک دو بکریاں یا میں مدیم بھی ساتھ سے
 اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ اونٹنی کو پہنچے مگر
 ایک کے پاس چار سالہ ہو تو اس سے
 چار سالہ وصول کی جائے۔ اور زکوٰۃ وصول
 کرنے والا اسے میں مدیم یا دو بکریاں واپس
 کرے۔ اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے مگر
 دو سالہ اس کے پاس نہیں بلکہ آٹھ کے پاس
 یک سالہ ہو تو وہی اس سے لی جائے اور
 اس کے ساتھ ایک میں مدیم یا دو بکریاں سے
 اور جس کی زکوٰۃ یک سالہ کو پہنچے مگر اس کے

پاس یک سالہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اس سے وہی دو سالہ لے جائے۔ اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے میں دہم یا دو بکریاں واپس کرے۔ اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یک سالہ ادہ نہیں بلکہ ایک سالہ نہ ہو تو وہی اس سے لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں۔ اور بکریوں کی زکوٰۃ میں یعنی جنگل میں چرنے والوں میں جب تعداد میں پالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے۔ جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں۔ جب تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے۔ اور اگر کسی کی جنگل میں چرنے والی بکریاں پالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں۔ ہاں اگر مالک چاہے تو حیرات دے دے اور زکوٰۃ میں حد تو بڑھی دے نہ لان اور نہ بکرا مگر یہ کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا لے لے۔ اور نہ متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ جمع مال

تَقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ بَنِي لَبُونٍ وَ يُعْطَى شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرَيْنِ دِرْهَمًا وَ مَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَ عِنْدَكَ حَقَّةٌ فَلَا تَهَا تَقْبَلُ مِنْهُ الْحَقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَ مَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَ لَيْسَتْ عِنْدَكَ وَ عِنْدَكَ بِنْتُ مَخَاضٍ فَلَا تَهَا تَقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَ يُعْطَى مَعَهَا عِشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَ مَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَ لَيْسَتْ عِنْدَكَ وَ عِنْدَكَ بِنْتُ لَبُونٍ فَلَا تَهَا تَقْبَلُ مِنْهُ وَ يُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَكَ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَ عِنْدَكَ ابْنُ لَبُونٍ فَلَا تَهَا تَقْبَلُ مِنْهُ وَ لَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ وَ فِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ كَشَاءٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَعِيَّهَا كَسَائِمَانِ فَلَا إِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِينَ

کو متفرق کیا جائے اور جو نصاب دو
شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس
میں برابر برابر ایک دوسرے سے
لے میں۔ اور چاندی میں چالیسواں حصہ
زکوٰۃ ہے۔ اور اگر صرف ایک مرد سے
درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں
مگر یہ کہ ایک چاہے تو دے
سے۔

(نفس لاری شریف)

فِيهَا ثَلَاثُ فَيَا ذَا زَادَتْ عَلَى
كُلِّ مِائَةٍ فَنِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ
فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً
مِّنْ أَرْبَعِينَ كِشَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ
فِيهِ صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبُّهَا
وَلَا تَخْرُجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرَمَةٌ
وَلَا ذَاتُ عَوَإٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا
شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ
مُتَفَرِّقٍ وَلَا يَفْرَقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ
خَشِيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ
خِدْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا
بِالشُّوْبَةِ وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعَشْرِ
فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً
فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ
رَبُّهَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ یعنی خرچ کے مطابق جس طرح صدقہ ادا کرنا چاہیے ادا کرے۔

۲۔ اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تحریر کردہ خط میں ہر قسم کے مال زکوٰۃ کا نصاب
بیان فرمایا۔

۳۔ حدیث میں جامع لفظ ہینا لغت (شاة) بھی کہیں ہے جو تاکید کے لیے ہے۔

۴۔ بنت خاص اس انوشی کہتے ہیں جو پورے سال کی ہو چکی ہو۔ اسے بنت خاص اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی
ماں دوبارہ حاملہ ہو چکی ہو گی ہے۔ خاص ان انوشیوں کو کہتے ہیں جو حاملہ ہو چکی ہوں۔ یہ ایسی جمع ہے جس کا واحد نہیں۔
۵۔ بنت بولہ نام کی زبیرے۔ وہ انوشی جو پورے دو سال کی ہو چکی ہو کیونکہ اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ
پلا رہی ہوتی ہے۔ جو اس نے نہ جاتا ہے۔

۶۔ حقہ مال زبیرات کی قدر ہے۔

۷۔ یعنی وہ انوشی جو جوان ہونے کی وجہ سے دوشتر کے اس پر گدنے کے لائق ہو چکی ہو۔ اور وہ ہوتی ہے جو چار سال

کا عمر کو پہنچ جائے۔

۱۵۸ جَدِّ عَمِّ جِیمِ دَفَال کی زبرد سے وہ اونٹ جو پانچویں سال میں داخل ہو چکا ہو۔

۱۵۹ یعنی نفل و تطوع کے طور پر دینا چاہئے تو دے سکتا ہے۔

۱۶۰ جو کہ اکتھڑے پچھتر تک ہوتے ہیں۔

۱۶۱ یعنی جَدِّ عَمِّ جو عمر میں حق سے بڑا ہوتا ہے۔

۱۶۲ جس طرح گزشتہ صورت میں مالک پر لازم ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو دے۔

۱۶۳ اس کے برعکس جو وہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو دیتا تھا۔

۱۶۴ اس کا حاصل و غلام یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ وصول کرنے والے کو قدر نصاب واجب سے کم دیا تو پورا کرنے کے لیے اس کے ساتھ احوال ملتے۔ اور اگر مقدار فرض سے زیادہ دے تو حامل سے واپس لے۔

۱۶۵ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ میں اونٹنی دینا افضل ہے اور یہ فضیلت عمر بڑھانے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھے گی۔

۱۶۶ یہ قید اس لیے بیان کی وہ موشی جو عمر میں بند سے ہوئے چارہ کھائیں ان میں زکوٰۃ نہیں۔ ہاں اگر چالیس سے بڑھ کر ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو پھر ان میں ایک بکری ہے۔

۱۶۷ یعنی اگرچہ ایک بکری ہی کم ہو۔

۱۶۸ کہ بطور نقل کوئی چیز مدد کرے تو اس کی مرضی ہے۔

۱۶۹ حدیث میں واقع لفظ بَعْرٌ کہ کا معنی ہے بہت بوڑھا اونٹ یا بکری یا گائے۔

۱۷۰ حدیث کا لفظ غارِ عین کی زبرد یا پیش سے معنی ظاہر و کھائی لینے والا عیب و نقص جو اس کی قیمت کم کر دے۔

۱۷۱ عربی میں لفظ تیس ہے۔ تاکہ زبرد یا ساکن آخر میں سین پہلے مراد بکرا کہ اسے تکہ بھی کہتے ہیں۔ دیا دس ہے تکہ ترکی زبان کا لفظ ہے)۔

۱۷۲ کہ کسی فرض و مطلب کیلئے زکوٰۃ لینے والا بکرا ہی وصول کرنے تو ٹھیک ہے۔ یہ لفظ تیس و بکرا اسے استثناء ہے یا تمام چیزیں جو مذکور ہوئیں ان سب سے استثناء ہے۔

۱۷۳ اس میں دونوں معنوں کا احتمال ہے کہ صاحب مال کے لیے بھی منع ہے۔ اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے بھی۔ اول کا مثال یہ ہے کہ ایک شخص جو چالیس بکریوں کا مالک ہو۔ اس پر چالیس بکریوں میں ایک بکری دینا فرض ہے۔ دوا ایک پوری بکری دینے سے بچنے کے لیے اپنی بکریاں دوسرے ایسے شخص کی بکریوں سے ملا دے جو چالیس

بکریوں کا ایک ہر تاکہ ایک بکری دینے کے بجائے نصف بکری دینا چاہئے اس کے پاس میں بکریاں ہوں اور دوسری میں بکریوں سے دس تاکہ نصف کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ دوسرے کی مثال یہ ہے ایک آدمی کے پاس چالیس متفرق بکریاں ہوں۔ زکوٰۃ وصول کرنے والا ان سب کو جمع کرے۔ تاکہ اس میں ایک پر زکوٰۃ فرض ہو جائے۔ یا ایک ایسا شخص ہو جس کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہوں۔ ان میں ایک بکری بطور زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے نے چالیس چالیس کر ایک ایک شمار کیا تاکہ تین بکریاں اس پر فرض ہو جائیں۔

۲۴۔ یعنی جمع و تفریق صدقہ ادا کرنے کے خوف کی بنا پر جو تاکہ کم ہو جائیں یا سب سے زکوٰۃ ہی ذمہ سے ساقط ہو جائے یا زیادہ زکوٰۃ فرض ہو جیسے کہ بیان کردہ گذشتہ دو مثالوں سے واضح ہوا۔

۲۵۔ اس کا بیان یہ ہے کہ مثلاً دو مرد جو بکریوں میں شریک ہوں۔ ان میں سے ایک کی چالیس ہوں اور دوسرے کی ایک سو ساٹھ۔ اس صورت میں پہلے شخص پر ایک بکری فرض ہوگی اور دوسرے پر بھی ایک ہی فرض ہوگی۔ دیکھ پہلے پر ایک بکری کا پانچواں حصہ اور باقی دوسرے پر فرض ہوں۔

۲۶۔ حیث میں مائع لفظ برقعہ راکی زیر ثلث مختلف اسی طرح وفاق بمعنی ڈھالا ہوا چاندی کا سکہ مگر یہاں مطلق چاندی مراد ہے۔

۲۷۔ یعنی دوسروں سے اگر ایک دوسرے بھی کم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ مگر یہ صاحب مال اس میں سے بطور نفل کچھ دینا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وہ زمین جسے بارش یا پانی سے زمین سے نیلہ و ناسخ ہو۔ اس میں دسواں حصہ ہے۔ اور جسے پانی کیلے کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ فرض ہے۔

(بخاری شریف)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّكَاةُ وَالْعَيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَ مَا سَقَى بِالنَّضْرِ نِصْفُ الْعُشْرِ.

(رد المحتار ج ۱)

۱۔ یہاں حیث میں لفظ عثریٰ آیا ہے۔ جین مملہ کی زیر بعد میں ثانی نقطوں والی تمارس میں کہا عثریٰ وہ زمین ہے جسے آسمان کا پانی سیراب کرے۔ اس معنی کے مطابق عبارت حدیث میں تکرار لازم آتا ہے۔ اس لیے درست معنی وہ ہے جو بعض خاصین حدیث نے ذکر کیا ہے کہ عثریٰ وہ زمین ہے جسے مائع سے پانی دیا جائے۔ مائع وہ گڑھا یا تالاب جس میں زمین کے قریب ہو اور زمین کی فصل کی جڑیں ان سے پانی کشید کر کے سیراب ہو۔ تو ایسے پانی سے جس میں زمین کی بنیادی ترکاری، کھجور کے دھت اور دوسری فصلیں سیراب ہوتی ہوں۔ اس کی آمدن میں بھی عثریٰ ہے۔ علامہ انہیں اس کو بھی عثریٰ کہتے ہیں جو

دنیا اس کے کام کاج سے فاسخ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک دشمن ترین عشری شخص ہے۔ یعنی وہ مرد جو دنیا و آخرت کے کام کاج سے فاسخ البال ہو۔ اور کجور وغیرہ کے وہ درخت جو سیراب ہونے میں کنویں وغیرہ سے پانی کھینچنے سے بے نیاز ہوں۔ انیس بھی عشری کہتے ہیں۔ کیونکہ انسان انیس سیراب کرنے کی محنت و مشقت سے فارغ ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ زمین جبارش کے پانی یا چشمہ جو نہر وغیرہ کھودنے کی مشقت کے بغیر سیراب ہوتی ہو، اس کی آمدن کا دسواں حصہ بطور عشار اگر نافرمن ہے۔

۱۲ یعنی وہ زمین جو کنویں وغیرہ اور اونٹ گائے وغیرہ کے ذریعے سیراب ہو اس کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ فرض ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مویشی کے زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں۔ کنویں میں کوئی تاوان نہیں مگر طرح کاٹن میں بھی کوئی تاوان نہیں۔ اور دھیت جاہلیت میں پانچواں حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْمَاءُ جَرْحًا جَبَارًا وَالْبُتْرُ جَبَارًا وَالْمَعْدِنُ جَبَارًا وَرَفِي الزَّكَازِ الْخُمْسُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۳ حدیث میں واقع لفظ الجبار مردن مراد یعنی چار پایہ جیسے گھوڑا اور بیل وغیرہ اور جرح جیم کی پیش بستی خستہ اور زخمی ہونا۔ جیم کی زبردستی کسی کو زخمی کرنا۔ یہاں حدیث میں جیم کی پیش سے اور لفظ جبار جیم کی پیش یا محض یعنی ضائع اور باطل مراد یہ ہے کہ مویشی اگر کسی کو زخمی یا ہلاک کر دے اور اسے صانکھنا یا کھینچنے والا ساتھ نہ ہو اور دن کا وقت ہو تو اس کے کسی کو زخمی یا ہلاک کر دینے سے ایک مویشی پر کوئی تاوان لازم نہیں۔ بلکہ مویشی کا یہ فعل ضائع اور باطل جائے گا۔ اور اگر اسے چلانے یا ہانکنے والا اس کے ساتھ ہو تو پھر وہ ضامی ہوگا کیونکہ اس کا زخمی یا ہلاک کرنا اس کی کوتاہی کا وجہ سے ہے۔ یوں ہی اگر ملت کے وقت مویشی نے ایسا کیا کیونکہ مویشی دالے نے اسے باندھنے اور اس کی نگہداشت کرنے میں کوتاہی کی۔ کہ عامت و دستر یہی ہے کہ رات کے وقت مویشیوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ اور نگہداشت کا جاتی ہے۔ اگرچہ یہاں حدیث کا لفظ ان مذکورہ قیود و شرائط سے عام و مطلق ہے۔ مگر دلائل اور دوسری امارت کے پیش نظر ان قیود و شرائط سے مخصوص ہے۔

۱۴ یعنی اگر کسی نے کوئی مزدور رکھا دیا تاکہ اس کے لیے کھوے اور اسے چاک و کھانا اس پر گر پڑا تو مزدوری پر لگانے والے کے ذمہ کوئی تاوان نہیں۔ یوں ہی اگر کسی نے اپنی زمین یا صحرا میں جہاں سے راہ گیر نہ گزرتے ہوں کھوے کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا تو کھوے کوئی تاوان نہیں ہے۔

۱۵ حدیث میں واقع لفظ مَعْدِن دال کی زیر زمین سے شتق ہے یعنی قیام پذیر ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو کان

کھودنے کے لیے دوسری پر لگا یا وہ مزید کاوش کر پڑا اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے یا لاک ہو گیا تو کھودانے والے پر کوئی تادم لازم نہیں آتا۔

لکھ حدیث میں واقع لفظ میں کما ذال میں را آخر میں نا۔ ضعیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رکاز سے معدن ہی مراد ہے اور اہل ہلہ کے نزدیک اہل جاہلیت کا دھینہ مراد ہے۔ پہلا معنی سیاق حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ رکاز کیا چیز ہے آپ نے فرمایا رکاز وہ سونا چاندی ہے جو اللہ تعالیٰ نے زمین کی پیدائش کے دن سے اس میں پیدا کیا ہوا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک معدن کان میں زکوٰۃ نہیں۔ لہذا اس کا حکم شکار کا حکم ہے مگر جبکہ زمین سے نکلنے والا سونا چاندی ہو۔ مگر ضعیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے جب کہ اس پر سال گزر جائے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے شک میں نے گھڑے اور غلام
کی زکوٰۃ معات کر دی ہے البتہ چاندی کی زکوٰۃ
تو وہ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم ہے اور
ایک سولہ درہم میں کچھ نہیں جب دو
سو کر پہنچیں تو ان میں پانچ درہم
ہیں۔

(ترمذی۔ ابوداؤد)

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے
حضرت عمارؓ الاموی سے مروی ہے وہ
حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر
نے کہا مجھے خیال ہے کہ حضرت علی نے
ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ
آپ نے فرمایا چالیسواں حصہ دو۔ ہر چالیس درہم

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ
عَفَوْتُ مِنَ الْخَيْلِ وَالزَّيْتِ
فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَّةِ مِنْ كُلِّ
أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا وَدُرْهَمًا وَكَيْسَ
فِي تِسْعِينَ وَبِأَشْيَ شَيْءٍ فَإِذَا
بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَبَيْنَهَا خَمْسَةً
دَرَاهِمَ.

(رواۃ الترمذی و ابوداؤد)

وَفِي رِوَايَةٍ لِابْنِ دَاوُدَ عَنْ
الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ
ذَهَبُ أَحْسَبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ هَاتُوا
رُبْعَ الْعُشْرِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا
وَدُرْهَمًا وَكَيْسَ فَكَيْسُكُمْ شَيْءٌ حَتَّى

تَتَبَّ مِائَتِي دُرْهَمٍ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتِي
دُرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةٌ دَرَاهِمٌ فَتَمَّا
زَادَ فَفَلَى حِسَابِ ذَلِكَ وَفِي الْغَنَمِ
فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةً إِلَى
عَشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ
فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ شَاةً
فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعٌ وَتَلْشُونَ
فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ
فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ نَبِيْءٌ وَفِي الْأَرْبَعِينَ
مِائَةٌ وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ

میں ایک درہم ہے۔ اور تم پر کچھ نہیں یہاں تک کہ دو سو
درہم پورے ہو جائیں۔ تو ان میں پانچ درہم ہیں۔ جو اس
سے زیادہ ہو تو اسی حساب سے زیادہ دی جائے گی۔
اور بکریوں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری شے
ایک سو میں تک اور اگر زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں
دو سو تک اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک
پھر اگر تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر سو
پر ایک بکری۔ اور گائوں میں ہر تیس
میں ایک سہ ماہی کا بچہ شے ہے۔ اور کام کاج
کے جانوروں میں کچھ نہیں۔

۱۔ اس سے ساری کا گھوٹا اور خدمت کرنے والا غلام مراد ہے۔ اور مفرد معانی کے لفظ میں اس جانب اشارہ
ہے کہ مال روک رکھنا اور اسے ماہِ خدا میں خرچ نہ کرنا گناہ ہے لیکن بندوں کے مال پر شفقت کے تقاضا کے تحت
معافی دی گئی ہے۔

۲۔ جب کہ مد نصاب کو پہنچ جائیں اور وہ دوسو درہم ہیں۔

۳۔ حضرت عائشہ بن اُمّ رضی اللہ عنہا تابعی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہات میں سے ہیں۔ اور ائمہ
مدیث نے اس میں کلام کیا ہے۔

۴۔ یعنی زمین پر اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک موقوف کیا گیا تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا قول قرار نہ پائے اور حضور کی حدیث نہ ہو۔

۵۔ یعنی کم ہو یا زیادہ اور سونے چاندی میں اس طرح نہیں کہ نصاب پر حد میں زیادہ ہو تو اس میں زکاة ہوگی۔ جیسا
کہ احکام اور بکری وغیرہ میں گزرا۔

۶۔ یعنی چالیس بکریوں سے زیادہ میں اس وقت تک زکاة نہیں جب تک وہ ایک سو میں تک پہنچ جائیں۔
۷۔ یعنی چلے ایک بکری ہی زیادہ ہو۔

۸۔ یہاں حدیث میں لفظ شیاہ آیا ہے یعنی آفریں صا۔ اس کا ماہر شاة ہے۔ اور شاة کا اصل شرفہ ہے کیونکہ اس کی
تصنیف شربہ آلی ہے اور شیاہ جس طرح شفتہ و شاة۔

۹۔ یعنی جب کہ چار کی تعداد کو پہنچ جائیں۔ یہ مطلب نہیں کہ تین سو سے کچھ ہی زیادہ ہو جائیں۔

۱۔ اس طرح چار سو میں چار بکریاں فرض ہوں گی۔ اور پانچ سو میں پانچ بکریاں۔ اسی طرح بقینے سر بڑھتی جائیں گی۔ اور سو سے کم میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔

۲۔ حدیث میں لفظ تبع آیا ہے بمع گائے کا وہ زیادہ بچہ ہے۔ جو ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں پڑ چکا ہو۔ گائے میں زرد مادہ برابر ہے۔ اور جب گائیں چالیس کی تعداد کو پہنچ جائیں تو پھر ان میں ایک سُنَّہ فرض ہے۔ بسنہ گائے کا وہ زیادہ بچہ ہے جو دس سال پورے کر کے تیسرے سال میں پڑ چکا ہو۔ اسی حدیث میں اونٹ کی زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ فصل اول کی ایک حدیث میں گزرا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں سے متعلق ہے جن کے پاس اونٹ نہ تھے گائے بکریاں تھیں۔

۳۔ جیسے کھیتی باڑی اور گزریں سے پانی کھینچنے وغیرہ کے لیے جس طرح سواری کے گھوڑے اور خدمت کے لیے غلاموں میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حکم نمن آئمہ کے نزدیک ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک ان میں بھی زکوٰۃ فرض ہے

حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مین کی جانب روانہ کیا تو انہیں حکم دیا کہ تمیں گزریں میں سے ایک بیع یا تمبیہ وصول کریں۔ اور ہر چالیس میں سے ایک سُنَّہ

(المواد۔ ترمذی۔ سنائی)

(دارمی)

وَعَنْ مُعَاذٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى
الْيَمَنِ امْرَأَةً أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْبَعْرِ
مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَمِيمًا أَوْ
تَيْبَعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مَسِيَّةً
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَ
الْهَيْثَمِيُّ وَالتَّائِبِيُّ)

۴۔ تبع میں مذکر اونٹ دونوں کا ذکر فرمایا۔ مگر سنہ میں صرف اونٹ کا ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تبع پر قیاس کرتے ہوئے یہاں صرف اونٹ کا ذکر کر دیا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تبع ایک سالہ بچہ گائے میں زرد مادہ دونوں برابر ہیں۔ مگر سنہ (دو سالہ بچہ) میں مادہ صین ہے۔ واللہ اعلم۔ ضعیف کے نزدیک دونوں میں زرد مادہ برابر اور دونوں جائز ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ زکوٰۃ میں سے تھانہ کرنے والا اسے روکنے والے کی طرف ہے

(المعاد و ترمذی)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ
كَمَا نِعِمَّا.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۵۔ گذشتہ حدیث میں تبع اور سنہ کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ ترجمہ

۱۷ یعنی صدقہ قبول کرنے والا اگر ظلم و زیادتی کرے تو وہ زکوٰۃ دینے والے کا طرہ گناہگار ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ ادا کرنے والا احد سے تجاوز کرے یا اس صورت کہ مستحق کو نہ دے۔ اور جائز طریقہ کے مطابق ادا نہ کرے۔ تو وہ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کی طرح خطا کار ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَيْسَ فِي حَبٍ وَلَا شَرْبٍ
صَدَقَةٌ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ
(دَوَاۓ النَّسَائِيِّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اناج
اور کھجور میں زکوٰۃ نہیں یہاں تک کہ وہ پانچ
وسق کو پہنچ جائے۔

(نسائی شریف)

۱۸ یہ تین آئمہ کرام امام شافعی، امام مالک، امام احمد کا مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک زمین سے
ہر پیدا ہونے والی چیز میں عشر فرض ہے۔ وہ چیز زیادہ ہو یا تھوڑی۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

وَعَنْ مُوسَى ابْنِ طَلْحَةَ قَالَ
عِنْدَنَا كِتَابٌ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا أَمْرُكَ
أَنْ تَأْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ
الْحِنْطَةِ وَ الشَّعِيرِ وَ الزَّيْتِ
وَ الشَّمْرِ مُرْسَلٌ.

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فراستے میں ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی
اللہ عنہ کا خط ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے مروی ہے کہ طلحہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں حکم دیا کہ صرف گندم، جو، غنم،
اور کھجور میں سے زکوٰۃ (عشر) وصول کریں۔

(شرح مسند مرسل)

(دَوَاۓ فِي تَرْجُومَةِ الشُّنَّةِ)

۱۹ حضرت موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ تابعی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات میں پیدا ہوئے۔ ان کا یہ نام خود
حضور علیہ السلام نے رکھا۔

۲۰ ظاہر یہ ہے کہ اس علاقہ میں یہی چیزیں پائی جاتی تھیں یا کثیر الوقوع تھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ زکوٰۃ صرف انہی
اشیاء میں فرض ہے۔

۲۱ یعنی اس حدیث کو امام بخاری نے شرح السنۃ میں بطریق ارسال روایت کیا۔ مگر اس حدیث کے مرسل ہونے
میں کلام ہے۔ اس کی وجہ شرح لا عزلی میں مذکور ہے۔

وَعَنْ عَقَّابِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ
حَضْرَتَ عَقَّابِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رِوَايَةَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ فِي زَكَاةِ الْكُرْدِ رُومَ إِنْتَهَا
تُخْرَضُ كَمَا تُخْرَضُ النَّخْلُ
فَمَنْ تَوَدَّى زَكَاةَ تَرْبِيهَا كَمَا
تَوَدَّى زَكَاةَ النَّخْلِ تَرَى ۱۰

فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوڑی کی زکوٰۃ
کے متعلق فرمایا کہ اس کا اندازہ کیا جائے جس طرح
کجور کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ پھر انگوڑی کی زکوٰۃ متنا
کی شکل میں دی جائے جس طرح کجور کی زکوٰۃ
خشک کجور کی صورت میں دی جاتی ہے۔

(ترمذی - ابوداؤد)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ)

۱۰۔ کتاب میں کی زبردست حدیث ہے۔ انسید ہنزہ کی زبردست حدیثیں ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہہ کا مال مقرر کیا۔ آپ کے بعد سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اس عہدہ
پر برقرار رکھا۔ آپ میں اس دن فوت ہوئے جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر
پچیس سال تھی۔ سادات قریش میں سے تھے نہایت نیک و صالح شخصیت تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

۱۱۔ یعنی جب انگوڑی وغیرہ میں مٹھا اس پیل ہو جائے تو ان کا ہر شخص یہ اندازہ لگائے کہ خشک ہونے پر ان
کا وزن کتنا ہوگا۔ پھر اس کے اندازے کے مطابق نصاب زکوٰۃ (پانچ دس) اکہ بیچ جائیں تو ان کی زکوٰۃ دسے درہم
ہوے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَكِيمَةَ
حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
إِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوا وَ
دَعُوا الْخُلُقَ فَإِنْ لَمْ تَدْعُوا
الْخُلُقَ فَتَدْعُوا الزُّبْعَ ۱۲
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت سہل بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کرتے تھے۔ جب تم اندازہ لگاؤ تو زکوٰۃ
یتے وقت اس کا تیسرا حصہ چھوڑ دیا کرو
اگر تیسرا حصہ چھوڑو تو چوتھا چھوڑ دیا
کرو۔

(ترمذی - ابوداؤد)

(نسائی)

۱۲۔ خمر مال کی زبردست حدیثیں ہیں۔ سیدہ میں پیدا ہوئے۔

۱۳۔ مراد یہ ہے کہ انگوڑی وغیرہ میں مقدار زکوٰۃ کا تعین کرو۔ اور جو زکوٰۃ بنے اس کا تیسرا حصہ ملک کے پاس ہی رہنے
دعاور اس پر احسان کرو۔ تاکہ وہ اپنے ہماریں کو بھی کھائے۔ رہ گئے کو دے۔ اور دقتا دقتا جو بھی اس کے پاس آئے
اسے بھی دے اور اس پر احسان کرے۔ تیسرا حصہ اس کے لیے اس لیے چھوڑ دے کہ اسے اپنی ملک میں سے خریدا نہ کرنا پڑے

یہ مدلل زکوٰۃ وصول کرنے والے حکام وغیرہ سے خطاب اور پھیلوں وغیرہ کی زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے کشادگی و وسعت ہے کہ پھیل فروٹ فروج کرنے کا چیز ہے۔
 ۳۔ اس سے کم نہ کرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَرْوَاهُ
إِلَى يَهُودَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ
يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يَتَوَكَّلَ مِنْهُ.
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
 فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن
 رواۃ رضی اللہ عنہ کو یہود کے پاس بھیجا کرتے تھے
 آپ جا کر کھجوروں کا اندازہ لگاتے جب کہ ان میں
 ٹھاس پیدا ہو جاتا۔ پیش اس کے کہ وہ کھانے کے
 قابل ہوں۔ (ابوداؤد)

۱۔ حضرت عبداللہ بن رواۃ مشہور صحابی اور شاعر ہیں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہود
 خیبر کے پاس بھیجتے تھے۔

۲۔ یہ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب میں اندازہ کافی ہے۔ عام علمائے حدیث اکی پر ہیں۔ اور یہ
 امام شافعی کا قول قدیم ہے لیکن فقہا فرماتے ہیں کہ صرت اندازے پر کفایت کرنے میں سود کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام
 فرماتے ہیں۔ یہ احادیث حرمت سود سے پہلے کی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ واضح ہو کہ یہ احادیث باب صدقہ سے متعلق ہیں۔ اور
 شارع علیہ السلام نے یہاں اندازے پر کفایت کا ذکر کیا ہے۔ یہاں مال کا مال سے تبادلہ نہیں ہے۔ تاکہ سود لازم آئے اور
 فقہاء کا قول باب بیع سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ احادیث بیع سے متعلق نہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ اور اگر عام ہیں تو پھر بیع
 کماں سے خاص کر لیا جائے گا۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ
عَشْرَةٍ أَرْبُقُ بَرَقُ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی زکوٰۃ
 میں فرمایا کہ شہد کی دس مشکوں میں ایک
 مشک ہے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا۔
 اور کہا اس کے اسناد میں کلام ہے۔ اس
 باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی باتیں
 ثابت نہیں ہیں۔

وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَا
يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ كَثِيرٌ مِنْهُ

۱۷ کہ اس کے بعض مادی ملحوظ ہیں۔

۱۸ اور طحاوی کا بھی اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کا کہ میں نے اسل زکوٰۃ۔ یعنی شہد میں زکوٰۃ نہیں۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر وہ مشری زمین سے حاصل ہوا ہے تو اس میں شر ہے۔ زیادہ ہو یا کم۔ اس میں کسی نصاب معین کا اعتبار نہیں جس طرح زمین سے پیدا ہونے والی بنریاں اور پھلوں میں شر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے۔ مَا أَشْجَوْجَتْهُ الْأَرْضُ فَيُفِيهِ الْعَشْرُ۔ یعنی جس چیز کو بھی زمین اگائے اس میں عشر ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق قیمت کا اعتبار ہے۔ اس ایک دوسری روایت میں دس قریب (شک) کا ذکر آیا ہے جیسا کہ حدیث ترمذی میں مذکور ہے جو کہ مشکوٰۃ کی یہ حدیث ہے۔ اور وہ شہد جو پھاڑوں سے حاصل ہوتا ہے اس میں بھی امام صاحب کے نزدیک شر ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس میں کچھ واجب نہیں۔ علامہ نے کتاب جامع مغیر سے نقل کیا ہے کہ وہ شہد جو پھاڑوں، جنگلوں اور غیر آباد زمینوں سے حاصل ہوا اگر وہ محفوظ کر لیا گیا تھا تو اس میں شر ہے۔ ورنہ وہ شکار کی طرح ہے کہ اس میں کچھ نہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی حضرت زینب سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں خطبہ اشاد فرمایا۔ چنانچہ فرمایا اے گروہ زن صدقہ کیا کرو اگر چہ اپنے دیوانے سے ہی ہو۔ کیونکہ قیامت کے دن تم میں اکثر جہنم میں برسیں گی۔

(ترمذی شریف)

وَعَنْ حَائِثَةَ الْمَرْأَةِ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا
مَعْشَرَ النِّسَاءِ قَصِدْنَ وَلَوْ
مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّ لِكُنَّ أَكْثَرَ
أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ.
(دَوَاهُ التَّرمذی)

۱۹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ اور بعض سے صحابہ کرام نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

۲۰ صیغہ میں غلطی آئی ہے۔ ماکہ میں امام کی زیر پاکی شہد بعض روایتوں میں جیسی کہ آئی ہے ماکہ کی روایات میں
اسی کے بعد تا)

۲۱ مگر قتل کے ذریعہ کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ان میں زکوٰۃ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ان روایات میں زکوٰۃ نہیں جن کا استعمال مباح ہے۔ اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ قائل ہیں کہ دو قتل ہیں۔ ظاہر تر یہی قتل ہے۔ اور امام احمد کا قتل مذہب بھی یہی ہے۔ اور وہ زیورات جو پہنے کے لیے نہ ہوں یا کرایہ پر دینے اور تجارت کے لیے ہوں یا ان کا پستانا حرام ہو یا کسی ضرورت کے وقت خرچ کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہوں۔

تو ان سب میں باتفاق ائمہ کرام زکوٰۃ فرض ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے موطا میں کہا کہ جواہرات و موتیوں کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس بارے میں ائمہ کی دلیل و حجت یہ ہے کہ یہ ایک مباح چیز کا استعمال ہے۔ لہذا یہ پہننے کے کپڑوں، خدمت کے لیے غلاموں اور ذاتی رہائشی مکانات کی طرح ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کا عموم ہے۔ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ إِلَىٰ آخِرِهِ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا عموم ہے۔ فِي الْوَقْتِ رُبْعُ الْعَشْرِ۔ چاندی میں دسویں حصے کا چوتھائی ہے۔ امام ادریس و ترمذی دونوں جانب وارد ہیں۔ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے حضرات میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا زیورات کی زکوٰۃ سے مراد انہیں عاریت پر دینا ہے۔ یہ تاویل حضرت سعید بن المسیب اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے۔ مگر عید اور ڈانٹ کا وارد ہونا جانب وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی ان میں زکوٰۃ فرض ہے (طائفة المصنفین)۔

حضرت عمرو بن شیب سے وہ اپنے باپ و دادا سے عاریت کرتے ہیں کہ دو مرد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئیں جبکہ ان دونوں کے ہاتھوں میں سونے کے انگلیں تھے۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا تم اللہ کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ آگ کے دو انگلیں پہنائے۔ انہوں نے عرض کی نہ۔ فرمایا تو ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔

(اسے ترمذی نے روایت کیا)

ابو کماہ وہ صحیفہ ہے کہ عثمان بن مباح نے حضرت عمرو بن شیب سے اس کی مانند حدیث روایت کی۔ اور عثمان بن مباح و ابن ابی حنیفہ میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں۔ اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں صحیح روایت

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أُمَّرَأَتَيْنِ أَتَتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي أَيْدِيهِمَا سَوَاحِرَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا تَوَدَّيَاكِ زَكَاةٌ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّحَبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللَّهُ بِسَوَاحِرَيْنِ مِنْ تَاوَرٍ قَالَتَا لَا فَقَالَ قَاوَدِيَا زَكَاةٌ۔ (رواہ المصنفین)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ قَدْ رَوَى الْمُتَّقِيُّ ابْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هَذَا وَابْنُ الْمُثَنَّى ابْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ كَهْمَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ لَا يَصِحُّ فِي هَذَا الْبَابِ عَنْ

الَّتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَتْلًا ۚ

۱۷ یعنی حدوں کے دیہات میں۔

وَعَنْ أُمِّ سَكَمَةَ ۖ قَالَتْ
كُنْتُ الْبَسُ أَوْ ضَاخًا مِّنْ
ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَكْثَرُ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَدٌ أَن
تَوْذَى تَكُونُهُ فَزُرْكِ فَكَيْسَ
يَكْنَزُ ۚ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
میں سمنے کے ڈیڑھ پہنا کرتی تھی۔ میں نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ کیا یہ کنز (خزانہ) ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو چیز اس محلہ کی پہنچ جائے جس کی زکوٰۃ ادا
کی جاتی ہے اور بندھنے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی تو وہ
کنز نہیں ہے۔ (کنز کنز کی بنا پر جمع کیا ہوا سونا چاندی)

(امام مالک و ابوداؤد)

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَابْنُ دَاوُدَ)

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ انصاح آیا ہے جو جمع کی جمع ہے (نقلہ والا فساد اور ماہیہ نقلہ والی) یہ ایک قسم کا
زیور ہے جو اصل میں چاندی سے بنایا جاتا ہے۔ اور سونے کا بھی بنتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں واقع ہے۔ اسے واقع
یاد منوع اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس میں سینی اور چمک دکھ ہوتی ہے۔ لغت کی کتاب منوع میں کماؤنغ یعنی وہ
درم جو صاف اور پیکار ہوا اور بھیڑی و سفیدی۔

۱۹ یعنی وہ خزانہ جس کے پاس رکھنے پر ڈانٹ اور وعید آتی ہے۔

۲۰ یعنی حد نصاب کو پہنچ جائے۔

۲۱ جس کے جمع کر کے رکھنے پر ڈانٹ اور وعید آتی ہے۔ اسی طرح وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ وہ ڈانٹ
اور وعید کے دائرہ سے خارج ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم لوگ تجارت
کے لیے رکھے ہوئے مال کی زکوٰۃ ادا کریں۔

(ابوداؤد و شریف)

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ
مِنَ الَّذِي لَحْدٌ لِلْبَيْعِ ۚ

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۷ عمرہ (سین کی درہیم کا پیش) جناب دمال کی پیش اسذبر۔
۱۸ یعنی کھانے پینے اور خدمت و ساری کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں۔

وَعَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَقْطَعَ لِبَلَالِ بْنِ الْعَارِثِ
الْمُزَنِي مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ وَهِيَ
مِنْ نَاحِيَةِ الْمُدْعِ قِتْلِكَ السَّعَادُونَ
لَا تُوْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكْوَةُ
إِلَى الْيَوْمِ.

حضرت ربیعہ بن ابوجہر الرضی رضی اللہ عنہ بہت سے
صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن العارث
المنزی رضی اللہ عنہ کو مقام قبلیہ کی کانیں بطور مالگیر
عطا کیں۔ یہ مقام قبلیہ اطراف فرج میں واقع ہے
قرآن کا درس آج تک صرف زکوٰۃ
ہی وصول کی جاتی ہے۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد شریف)

۱۰ حضرت ربیعہ تابعی ہیں ان کی جلالت شان علماء میں متفق علیہ ہے۔ انہیں ربیعہ الراوی بھی کہتے ہیں۔
۱۱ آپ صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آپ وفد مدینہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔
حدیث میں اقطاع ایسا ہے جس کا معنی ہے امام اور حاکم کا کسی کو کوئی چیز ملک کے دینا۔ اور کسی فوجی کو قطعہ زمین عطا کرنا تاکہ
اسے اپنا ذریعہ معاش بنائے۔ یہ علیہ کسی بطور تمیک ہوتا ہے اور کسی بغیر تمیک۔
۱۲ قبلیہ قات اور یا کی زبریرہ ساحل سندھ کے کنارے ایک جگہ کا نام ہے۔ اس کے اور مدینہ طیبہ کے درمیان
پانچ دن کی مسافت ہے۔

۱۳ یعنی یہ مقام قبیلہ جانب فرج میں واقع ہے فرج (فاکی پیش لاسکن) یہ عربین شریین کے درمیان مدینہ منورہ
سے بلندی پر ایک جگہ کا نام ہے۔

۱۴ یعنی اس کا چالیسواں حصہ لیا جاتا ہے۔ اس سے خمس (پانچواں حصہ) نہیں لیا جاتا جیسا کہ مدبری کا قول ہے خمس
لیا جاتا ہے۔ یہ امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دوسرے
قول کے مطابق اس میں خمس لازم ہے۔ امام شافعی کا تیسرا قول یہ ہے کہ اگر ان کا قول سے آمدن شقت و محنت سے حاصل ہو
تو چالیسواں حصہ ہے۔ ورنہ پانچواں حصہ۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنزیروں میں صدقہ نہیں

اسد صنعت پر لگی ہوئی تر کجوروں میں خشک
کجور کے اٹلانے سے صنعت سے اور نہ پانچ
دوس سے کم میں صنعت ہے۔ نہ کام کا ج کرنے
والے ہاتھوں میں صنعت ہے۔ اور پیشانی میں
صنعت ہے۔

مقررادی کتاب ہے کہ پیشانی سے کجورے پھر
اور غلام مراد ہیں۔

فِي الْخَطَرَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا
فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي
أَقْلٍ مِنْ خَشْيَةِ أَوْسُقِ صَدَقَةٌ
وَلَا فِي الْعَوَائِلِ صَدَقَةٌ وَلَا
فِي الْجُبْنَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الْقَتَرُ
الْجُبْنَةُ النُّعْلُ وَالْبَغَالُ وَالْغَبِيكُ.

(مارتظنی)

ادواۃ الدائمۃ قطنی

اسے یہ تین آئمہ کرام کا مذہب ہے کہ ان پھولوں اور سبزیوں میں جو دیر پائیں ہوتیں اور پورے سال باقی نہیں رہتیں، میں کچھ
صنعت نہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہر چیز میں جسے زمین اگائے کم ہر یا زیادہ دھماں حصہ بطور مشرما کرنا فرض ہے
مگر گھاس اگلانے اور کجوروں میں کچھ نہیں۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا
مذہب ہے کہ کل ما اخرجتہ الارض نفیہ العشر جس چیز کو بھی زمین اگلے اس میں عشر ہے۔ جیسا کہ باب اول کے ترجمہ کی شرح
میں مذکور ہوا۔

اسے یہاں صریح میں لفظ عسرا آیا ہے یعنی عرایا مرثیہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے درخت پر کھڑی تر کجور خشک
کجور کے عوض بطور امانہ فروخت کرنا۔ اگرچہ درختوں پر کھڑے تر کجور کی فروخت توڑے ہوئے خشک ہونے کے عوض
جسے بیع منازعہ کہتے ہیں (زنا اور زنا سے پہلے بائے) منع کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب البیوع میں ناشا ما لہ تعالیٰ آئے گا۔ لیکن
کچھ مفلس اور محتاج لوگوں کے لیے جو ترمیمہ کھانا چاہتے ہیں مگر ہاتھ میں نقد پیسے نہیں ہوتے کہ خرید سکیں۔ اذنان کے
پسپاس پھل دار درخت بھی نہیں ہوتے کہ اپنے خیال کرکھ سکیں۔ ان کے گھر میں اہل و عیال کی زندگی کے لیے کچھ خشک
کجوریں چڑی ہوتی ہیں۔ جو ضرورت سے قدر سے زیادہ ہوتا ہیں۔ اس میں سے کجور کے درختوں کے مالک کو کچھ دیتے ہیں اور
اس سے اس کے عوض اٹلانے سے کچھ کجوریں ہوتے ہیں۔ یہ ایک محنت ایسی ہے کہ ان پر شفقت امدان کی حاجت برآی
کے لیے پانچ دوس سے کم مقدار کا کجوروں میں ایسا کرنے کی اجازت دیا گیا ہے۔ اور جب کہ وہ پانچ دوس سے کم ہوتی ہیں
تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آگے حدیث میں فرمایا۔

اسے یعنی جو پادپائے کام کاج کے لیے ہوں تجارت کے لیے دھول ان میں بھی زکوٰۃ نہیں۔

اسے یعنی مقرر نے (کاف سے) جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہے۔ کہا کہ پیشانی سے مراد الی آخر۔

وَعَنْ طَاوِثٍ أَنَّ مَعَاذُ بْنُ

حضرت طاوٹس سے روایت ہے بے خشک حضرت

جَبَلٌ اُتِيَ بِوَقْفِ الْبَقَرِ فَقَالَ
لَمْ يَأْمُرْنِي فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ -

(رَوَاهُ الدَّارُ الْقُطَيْبِيُّ وَ الشَّافِعِيُّ)
وَقَالَ الْوَقْفُ مَا لَمْ يَبْلُغِ
الْفَرِیضَةَ -

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس
گایوں کی تیس سے کم مقدار لائی گئی تو آپ نے
فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس میں کچھ
حکم نہیں دیا۔ (دارقطنی و شافعی)

امام شافعی نے فرمایا حدیث میں واقع لفظ
وقف گایوں کی اس مقدار و تعداد کو کہتے ہیں
جو حد نصاب کو نہ پہنچی ہو۔

۱۔ یعنی حضرت طاؤس یمان رضی اللہ عنہ جو مشہور تابعین سے ہیں، نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبل جنہیں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے یمن پر مال مقرر کیا تھا، کے پاس وقف گائیں لائی گئیں تاکہ آپ اس سے زکوٰۃ وصول کریں۔
۲۔ یعنی وقف کا معنی ہے وہ چیز یا مال جو حد نصاب سے کم ہو۔ خواہ ابتداء ہی کم ہو خواہ دو فریضوں کے درمیان ہو
امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہاں اس سے شق اول مراد ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ کے پاس جو گائیں لائی گئیں تھیں وہ مقدار
میں تیس عدد سے کم تھیں۔ واللہ اعلم۔ وقف کا معنی لغت میں ٹٹنے اور کم ہونے کا آتا ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کا باب

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔ اسی طرح امام احمد کے نزدیک بھی ان کے ظاہر مذہب کے مطابق
امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنت ہو کر رہا ہے۔ اور ہم احناف کے نزدیک واجب ہے۔ یہاں واجب فرض کے
مقابل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو آیا ہے، صدقہ فطر پر فرض کا اطلاق آیا ہے۔ امام شافعی اور احمد سے
ظاہر معنی پر عمل کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہاں فرض سے اندازہ کرنا مراد ہے۔ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ
دوسری حدیث میں فرض کے بجائے صیغہ امر آیا ہے اور وہ امر جو دلیل ظنی سے ثابت و وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔

پھر صدقہ فطر کے وجوب کی شرط امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حاجت ضروریہ سے لازم نصاب ہے اور اس میں
یہ شرط نہیں کہ وہ نصاب بڑھنے والا بھی ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر اس مسلمان پر صدقہ فطر فرض ہے جو
اپنے لیے اور جن کا خرچہ اس کے ذمے ہے کے یومیہ معاش پر قادر ہو۔ لباس، خادم، رہائش اور قرضہ نکال کر اس
کے لیے کسی نصاب کی حد شرط نہیں ہے۔

واضح ہو کہ صدقہ فطر کا مستلزم گندم کا نصف صاع اور کھجور جو کا ایک صاع ہے۔ بعض روایات میں گندم کا بھی ایک صاع آیا ہے۔ بعض روایات میں طعام کا ایک صاع آیا ہے۔ اور بعض روایات میں صاع مطلق واقع ہوا ہے۔ گندم یا جو وغیرہ سے مقید ہو کر نہیں آیا۔ علماء نے فرمایا ہے زائد نوبت میں نصف صاع ہی واجب تھا۔ نصف صاع سے زائد بطور نقل و تطوع ہے نہ کہ وجوب کے طور پر۔ بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں گندم یا جو یا کھجور کا ایک صاع ہی مقرر تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے کھجور اور جو کے صاع کی قیمت لگا کر اس کے برابر نصف صاع مقرر کر لیا۔ اسے کھجور۔ پھر منتقا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک گندم کے حکم میں ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جو کے حکم میں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا گندم سے صدقہ فطر نصف صاع ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمیں رزق میں وسعت و کثافت عطا فرمادی ہے۔ قراب گندم وغیرہ سے صدقہ فطر لپڑا صاع دیا کر۔ اس رعایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نصف صاع سے زیادہ ادائیگی نقل و تطوع کے طور پر ہے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ صدقہ کھجور سے ایک صاع یا جو سے ایک صاع فرض کیا۔ یہ صدقہ فطر غلام، آزاد، مرد اور عورت بھرنے بڑے سب پر فرض ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کے غناز مید کے بے جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَرَأْتُ رَسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَ الْكُفَّيْرِ وَ الْكَبِيرِ وَ الْمُسْلِمِينَ وَ أَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اس حدیث میں گندم کا ذکر نہیں ہے اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ گندم سے نصف صاع صدقہ فطر دینا لوگوں نے زائد نوبت کے بعد شروع کیا ایک صاع کھجور یا جو کی قیمت کے برابر۔ مگر درست اور صحیح یہی ہے کہ گندم سے نصف صاع ہی واجب ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس حدیث میں صرف کھجور اور جو کا ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جنس ہیں غالباً موجود ہوتی

تیس۔ علامہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کجور میں صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔ اور جب مدینہ طیبہ میں کجور اور جو کی پیداوار کم ہو گئی۔ تو آپ نے صدقہ فطر جو میں سے ادا کیا۔ اور صرف ایک بار ہوا۔

۵۲۔ غلام جب کہ خود کسی شخصے کا مالک نہیں ہوتا تو اس پر صدقہ کا وجوب دراصل اس کے مالک پر لازم ہوگا جو غلام کی طرف سے شمار ہوگا۔ اسی طرح چھوٹے بچے کے اس صدقے کا وجوب اس کے والد پر ہوگا۔ اگر بچہ مال کا مالک ہو۔ صدقہ بچہ کے مال سے لازم و واجب ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں نابالغ بچے کے پاس مال ہونے کے باوجود اس کا صدقہ فطر اس کے باپ پر واجب ہے۔

۵۳۔ حدیث کا ظاہر معنی یہ واضح کرتا ہے کہ نماز کے بعد ادا کرنے سے صدقہ فطر امانہ ہوگا۔ لیکن چاروں آئمہ اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نماز سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اور یہاں امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔ یہاں کافی تفصیل ہے جسے ہم نے شرح سفر السعادت میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى
قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ نَكَوَّةَ الْفِطْرِ صَاعًا
مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ
أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا
مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ طعام سے ایک صاع صدقہ فطر دیتے تھے۔ یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع کجور سے یا ایک صاع چیر سے یا ایک صاع منقائے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ بعض نے کہا طعام سے گندم مراد ہے کیونکہ سب درجہ میں لفظ طعام سے متعارف و غالب یہی ہے۔ لیکن نے کہا اس سے جو مراد ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اہل حجاز میں جو مراد متعارف ہو گیا کی یہی خالص ہوتی تھی۔

۲۔ حدیث میں لفظ اقیط دہنہ کی زبر قات کی زیرہ آخر میں طالعہ ہلکے مضر بھی کہتے ہیں۔ یہ دراصل فرش دودھ ہے جو خشک ہو کر پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔

۳۔ یعنی خشک شدہ اگر۔

دوسری فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے آخر رمضان میں فرمایا لوگو اپنے روزے کا صدقہ نکالو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

الفصل الثانی

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ فِي آخِرِ
رَمَضَانَ أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ
فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

یہ صدقہ فرض کیا ہے۔ ایک صاع کھجور یا جوے
اور نصف صاع گندم ہے۔ یہ صدقہ ہر آزاد
نظام مرد و عورت چھوٹے بڑے پر ہے۔

(ابوداؤد و ترمذی)

وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا
مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ نِصْفَ صَاعٍ
مِنْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ
ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى صَوْنِيٍّ أَوْ كَبِيرٍ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۱۔ اس صدقہ سے صدقہ نظر مراد ہے۔ اور حقیقت یہ مدد ہے کہ روز مال کے ادا کیے بغیر آسمان و زمین
کے درمیان معنی رہتا ہے جب اس کا صدقہ ادا کیا جاتا ہے تو روزہ مقام قبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث
میں آیا ہے۔

۲۔ حدیث میں لفظ قمح آیا ہے (قاف کی دو ہریم ساکن) بمعنی گندم۔

حدیث میں جو اس معنی اللہ سے ہی روایت ہے۔
رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ نظر
مدد کو پک کرنے کے ہے۔ یعنی نگوں میں اس
طرح ہے کہ یہ صدقہ مدد کو خود ہے یا کلبت سے
پک کرنے کے ہے اور ساکن کے ہے تو (غلام)

وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَوًا
الْفِطْرَ طَهَرَ الصِّيَامَ مِنَ الْمَقْرِ
وَالرَّاحِثِ وَطَعْنَهُ يَلْتَسَاكِينِ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

۱۔ یعنی بے ہمد اور یعنی باتیں کرنا۔ حدیث میں واقع لفظ تَرَكَوًا (رواغا کی زیر معنی جماع و فحش کلام۔ اوروہ باتیں
جو حالت میں غافل ہو کر کہتے ہیں۔ اوروہ فحش باتیں جو مرد و عورت آپس میں کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ ہر جمع کلام
کے لیے استعمال ہونے لگا اس سے ہر مدخل تصویریں ادا کئے ہیں جو روزہ کی حالت میں بندہ سے سرزد ہو جاتے ہیں۔
۲۔ یعنی صدقہ نظر اس لیے واجب کیلئے ہے کہ ساکن کے لیے خوراک دیا ہو۔ اور عید کے دن وہ کسی سے
انگھنے اور ملل کرنے سے بے نیاز ہو جائیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حدیث میں جوین شیب سے وہ اپنے آپ دعا دعا
سے روایت کرتے ہیں بے شک نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہہ کے راستوں میں ایک نماز کرنے والے

عَنْ عَمْرِو بْنِ هُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي

وَجَارِ مَكَّةَ أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ
الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ
صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ مُتَدَانٍ مِنْ قَتَنِجٍ
أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کو بھیجا کہ وہ اس طرح نکالے کہ اگر صدقہ فطر مسلمان
مرد و عورت، آزاد غلام چھوٹے بڑے پر
واجب ہے۔ دودھ گندم۔ یا اس کے سوا
انگور وغیرہ جسے اور ایک صاع طعام ہے۔

(ترمذی شریف)

۱۔ دودھ یعنی نصف صاع کیونکہ چار مد کا صاع ہوتا ہے۔

۲۔ جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

۳۔ اگر طعام سے گندم مراد ہے تو پھر فقط یا رادی کے شک کی وجہ سے ہے اور اگر اس سے گندم مراد نہ ہو تو پھر
لفظ یا بیان نوع کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبداللہ ابی سعید خدری
رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک صاع گندم دو
ادیوں کا طرف سے ہے۔ چھوٹے یا بڑے
انار یا غلام مرد و عورت کا طرف
سے۔ تھوڑے تم میں مالطیں اس صدقہ
کے حصہ اللہ انہیں پاک کرے گا۔ اور
جو کھائے فقیر ہیں تو اللہ انہیں اس سے
بھلا دے گا۔

(ابوداؤد شریف)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ
ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ
أَوْ قَتَنِجٍ عَنْ كُلِّ امْرِئٍ صَغِيرٍ
أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ
أُنْثَى أَمَّا غَلِيظُكُمْ فَيَزَكِّيهِ اللَّهُ
وَأَمَّا فَعِزُّكُمْ فَيَزِدُّكُمْ عَلَيْهِ
أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطَاكُمْ

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ صاؤں میں سے کچھ

۲۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ایسا ہی آیا ہے مگر درست جیسا کہ اس طرح ہے۔ عبداللہ بن ثعلبہ بن سعید
یا ابن ابی سعید ہے۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ان سے یہ ایک حدیث مروی ہے جسے صدقہ فطر کے باب میں ہے۔
کاشف میں کہا ثعلبہ بن سعید بعض نے کہا ابن ابی سعید انہیں خرف محبت حاصل ہے۔ اس سے اس کے بیٹے عبداللہ
روایت کرتے ہیں

۱۵ یہاں حدیث میں دینے پر آئی ہے۔ یہ لڑکی کا شک ہے۔ اور بزرگ جمع دونوں کا معنی گندم ہے کہ ہر ایک سے نصف صاع صدقہ نظر ادا ہوگا۔

۱۶ کہ صدقہ نظر ادا کرنے والے فقیر کو اس صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ غنی کر دے گا۔ اور اسے کئی گنا زیادہ ثواب عطا کرے گا۔ یہ معنی غنی میں بھی موجود ہے۔ فقیر کی تخصیص اسے تسلی دینے اور رحمت دلانے کے لیے ہے۔

بَابُ مَنْ لَا يَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

ان لوگوں کے بیان میں جن میں صدقہ لینا حلال نہیں

یعنی یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جن کے لیے صدقہ کھانا اور مال زکوٰۃ لینا حلال نہیں۔ محدثین کرام بھی اس باب کا عنوان اسی طرح قائم کرتے ہیں بَابُ مَنْ لَا يَجُوزُ لَهُ الصَّدَقَةُ اِلَيْهِ۔ یعنی یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جن میں صدقہ دینا جائز نہیں۔ مگر دونوں عبارتوں کے معنی کا مال ایک ہی ہے۔ ان کافر میں دونوں عبارتوں میں فرق ظاہر ہوگا۔ کہ دوسرا عنوان اس پر صادق آتا ہے کہ کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اسلئے اسے دینے سے زکوٰۃ ذمہ سے ساقط ہوگی۔ کافر کو زکوٰۃ دینے میں بھٹ و ختیق کا کوئی ضرورت نہیں۔ اور بنی ہاشم میں دونوں معنی درست ظاہر ہیں مختصر یہ کہ کافر کو زکوٰۃ میں دی جا سکتی۔ بھٹ دوسرے صدقات کے۔ جیسے صدقہ نظر اور کفار سے وغیرہ۔ اہم مسلمان فقراء کو دینا زیادہ محبوب اور افضل ہے۔ اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہ دینا ظاہر برکات سے ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کے مطابق اس زمانہ میں جائز ہے۔ ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد میں منوع تھا۔ ایک روایت کے مطابق امام صاحب امام ابو یوسف کے نزدیک بنی ہاشم کے لیے آپس میں ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اس شخص کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں جو ملک نصاب ہو۔ ان ایک روایت کے مطابق ملک نصاب علماء کو دینا جائز ہے کہ ان کی ضروریات مخصوصا کتاب میں جمع کرنا ہیں۔ مگر ادا اس کی ضرورت ان میں زیادہ ہوتا ہے اور اسے زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں جس کے اور زکوٰۃ دینے والے کے درمیان رشتہ ولایت ہو۔ بھٹ دوسرے اقرباء کے۔ جیسے چچے، پھر بھائی اور مامل خالائیں اور سان کی ادا۔ کیونکہ صلہ رحمی اور صدقہ دونوں کو جمع کرنا اولیٰ و افضل ہے اور اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں جس کے ساتھ نسبت درجیت قائم ہو۔ اسی طرح اپنے مکاتب نظام، ائمہ براہ راست اپنی ام والدہ کو بھی زکوٰۃ نہ دے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَرُّ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَنَّ مِنَ الصَّدَقَةِ لَا كَلْتُمْهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں پڑی ہوئی ایک کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا اگر مجھے ڈرنے ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں اسے کھاتا۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی حضور علیہ السلام اس کے پاس سے گزرے اور آپ کی اس پر نگاہ پڑی تو فرمایا الی آخر۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ میں اسے نہیں کھا سکتا۔ کہہ ما یہ صدقہ کی ہواں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور آپ کے جوہر فطرت کی پاکیزگی اور لطافت کی وجہ سے آپ کے لیے صدقہ کی چیز کھانا جائز نہ تھا۔ ایک دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ تمام اولاد ہاشم اور بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں و لونڈیوں پر صدقہ کی چیز لینا اور کھانا حرام ہے علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ہر طرح کا صدقہ (واجب بویا نفل) حرام ہے اور باقی بنی ہاشم پر صدقہ واجب حرام ہے۔ جیسا کہ طبری نے کہا۔

اور فقہ حنفیہ کی بعض کتابوں میں بنی ہاشم کے لیے محمد اکرام الہیوسف اور امام محمد کے نزدیک صدقہ نفل حرام ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت کے مطابق حرام ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین پر پڑی ہوئی کھانے کی چیز کو اٹھالینا اگرچہ اولیٰ چیز ہوا سنت ہے، اور اگر اسے کھایا جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ اس میں نعمت الہی کی اگرچہ وہ قلیل ہی ہو، تعظیم و تراضع کا کمال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں سے صدقہ کے حرام ہونے کا شبہ ہو وہاں احتیاط ضروری ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ شَرَةً مِنْ تَمَرٍ الصَّدَقَةِ فَبَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَغَرٍ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ أَمَا شَرَرْتُ أَتَا لَا تَأْكُلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ راستے میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی ایک کھجور اٹھائی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں نہ باز نہ۔ تاکہ وہ اسے پھینک دیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور

الصدقة فتنہ

پتہ نہیں کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے ہیں

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۵ حدیث میں فقط کُفَّ کُفَّ آیا ہے (کاف کی دو بار تکرار) جزم یا زید اور نون تنوین کے ساتھ) یہ ایک کلمہ ہے جو بچے کو اس کام سے روکنے اور منع کرنے کے لیے آتا ہے جو وہ کر رہا ہوتا ہے۔ بچہ بچہ دنیا سے پرہیز اور بچنے کے لیے بھی آتا ہے۔

۱۶ یعنی تاکہ اس کھجور کو منہ سے پھینک دیں اور اسے نہ کھائیں یعنی نے کہا ہے کہ یہ بھی (غیر عزلی) کلمہ ہے۔ امام بخاری اسے بابُ نَنْ تَعْلَمُ بِالْفَارِسِيَّةِ میں لائے۔

۱۷ یعنی ہم بنی ہاشم اور اہل بیت طہارت صدقہ نہیں کھاتے۔ اس عبارت کا ظاہر اس امر کو واضح کرتا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے اس حکم کو جانتے تھے۔ اور یہ کوئی بیحد بات نہیں جب کہ چھوٹا بچہ سمجھا رہا ہو اور بے شک ان دونوں امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہما نے چھوٹی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث لی ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی عمر شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت آٹھ سال تھی۔ کیونکہ ان کی با ولادت باسعادت سلمہ میں ہوئی تھی۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ صدقات بلاشبہ لوگوں کی میل کچیل میں۔ اور بے شک یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اور آل محمد کے لیے حلال نہیں ہیں۔

(مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ رُبَيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۸ عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن ہاشم قرشی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سن بلوغت کو پہنچ گئے تھے۔

۱۹ جن سے لوگ اپنے مال پاک کرتے ہیں۔

۲۰ یعنی یہ صدقات یا یہ میل کچیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے حلال نہیں۔ واضح ہو کہ یہاں آل محمد سے بنی ہاشم مراد ہیں۔ کہ ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور لفظ آل کے کئی معنی ہیں جن کی تحقیق اپنے مقام میں کر دی گئی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ
عَنْهُ أَهْدِيَهُ أَمْ صَدَقَهُ فَإِنْ
قِيلَ صَدَقَهُ قَالَ لِأَصْحَابِهِ
كُلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ وَإِنْ قِيلَ
هَدِيَهُ ضَرَبَ بِيَدِهِ فَأَكَلَ
مَعَهُمْ.

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی
کہ جب کوئی کھانے کا چیز آپ کی خدمت میں
لائی جاتی تو آپ دریافت کرتے کہ یہ صدقہ ہے یا
صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب
سے فرماتے تم کھاؤ۔ ابد آپ خود نہ کھاتے اور اگر
کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو اپنے ہاتھ دھو کر فرماتے
اور صحابہ کے ساتھ کھاتے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ صدقہ اور ہدیہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ وہ چیز ہے جو فقراء و مساکین کو بطور شفقت و مہربانی دی جائے اور اس سے
ثواب آخرت کا ارادہ کیا جائے۔ صدقہ میں اس کے لینے والے کے لیے قدرے غمخواری اور ذلت پائی جاتی ہے۔ اس کے
برعکس ہدیہ وہ چیز کہلاتی ہے جو تعظیم و اعزاز کے ارادہ سے انبیاء و کوئی جائے اس میں مبالغہ و بدلہ مقصود ہوتا ہے
صدقہ میں یہ بات نہیں ہوتی۔

۲۔ حدیث میں ضرب بیدہ کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے راستہ میں جلدی جلدی چلنا۔ اور رزق کی تلاش
میں لکنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صدقہ قبول نہ فرماتے تھے۔ اور نہ اسے کھاتے تھے اور ہدیہ قبول فرماتے اور
شرق و رغبت سے اسے کھاتے تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ
فِي بَرِيْرَةٍ كَلْبٌ سَنَّ إِيَّاهُ
السَّنَّ أَتَاهَا عَتِقَتْ فَخَبَرَتْ فِي
زَوْجِهَا وَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ يَمْنُ
أَعْتَقَ وَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْبُرْمَةُ تَقُورُ
بِلَحْمٍ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ خَبْرٌ وَ
أَذْمُ مِنْ أَذْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ
أَلَمْ أَرَا بُرْمَةً فِيهَا لَحْمٌ قَالُوا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
زمان میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا میں تین
سین تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیشک
اسے آزاد کیا گیا تو اسے اس کے غلام
کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاد اس کے یہ
ہے جس نے اسے آزاد کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے جبکہ انہی
گوشت سے ابل رہی ہے گوشت پک رہا تھا ان کی
خدمت میں روٹی اور وہ سنان پیش کیا گیا جو گھر

بَلَىٰ وَلَٰكِنَّ ذَٰلِكَ لَحَمٌّ تَصَدَّقَ
بِهِ عَلَىٰ بَرِيْرَةٍ وَاَنْتَ لَا تَأْكُلُ
الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ
وَلَنَا هَدِيَّةٌ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

میں تھا (اس گوشت کے علاوہ) آپ نے فرمایا کیا
میں نے ہانڈی میں گوشت نہیں دیکھا۔ مگر والوں نے عرض کیا
ہاں لیکن وہ مسقے کا گوشت ہے جو ہریرہ کو دیا گیا ہے
اور آپ صدقہ تناول نہیں فراتے (اس پر) آپ نے
فرمایا وہ ہریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے
(بخاری و مسلم)

۱۵۱ ہریرہ (باکی زبر را امل کی دیر) آپ حضرت عائشہ کی آزاد کردہ لڑکی ہیں۔

۱۵۲ یعنی حضرت ہریرہ کی وجہ سے تین شرعی حکم نازل اور ثابت ہوئے۔

۱۵۳ ان کے خاندان کا نام مغیث تھا۔ حضرت ہریرہ کا اختیار دیا گیا کہ وہ انادی کے بعد اس کی زوجیت میں رہیں۔ یا اس
سے بھائی اختیار کر لیں۔ یہ خیانت حق ہے جسے علماء نے اس عورت کے لیے ثابت کیا ہے۔ جسے غلامی سے آزادی ملی ہو۔ کہ
جب وہ آزاد ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے اس شوہر کو ہی پسند کرے یا اس سے بھائی پسند کرے۔ امام شافعی
کے ہاں خیانت حق میں یہ قید ملحوظ ہے کہ اس کا خاندان بھی کسی کا غلام ہو۔ اخلاف کے نزدیک مطلق خیانت حق حاصل ہوتا ہے۔
خواہ خاندان آباد ہو یا غلام۔ یہ مغیث حضرت ہریرہ کے شوہر تھے۔ حضرت ہریرہ نے آزادی کے بعد انہیں پسند نہ کیا وہ
اس کے عشق و فراق میں حیران و پریشان پھر کرتے، آہ و فریاد کرتے اور روتے تھے۔

۱۵۴ یہ دوسری سنت ہے جو حضرت ہریرہ کی وجہ سے عطا ہوئی۔ اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت ہریرہ ایک یہودی کی لڑکی
تھیں جس نے انہیں مکاتبہ بنایا ہوا تھا۔ (یعنی وہ یہودی ان سے عقد کتابت کر چکا تھا کہ اتنی رقم ادا کر دو تو تم آزاد ہو) جب
حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آگئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں آئیں تاکہ
آپ اسے کوئی چیز عطا کریں جو وہ اپنے مالک کو بطور بدل کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے فرمایا اگر تو اپنے مالکوں سے کہے کہ وہ تجھے میرے پاس فروخت کر دیں تو میں تجھے خرید لوں گی۔ وہ اپنے مالکوں کے
پاس گئی اور ان سے وہ بات کہی جو حضرت عائشہ نے اس سے کہی تھی۔ انہوں نے کہا ہم فروخت کر دیتے ہیں مگر ہماری شرط
یہ ہے کہ تیرا والد یعنی تیری میراث ہماری قرار پائے۔ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یہودیہ
شرط عائد کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں۔ اِلَوْلَاؤُ لِمَنْ اَنْعَتِ۔ یعنی میراث اس کی ہوتی ہے۔
جس نے اسے آزاد کیا ہوتا ہے۔ اسے عائشہ قاسمے خرید کر آزاد کر دے اس کی میراث کی حق دار تو ہوگی۔ یہودیوں کی یہ
شرط باطل ہے۔

۱۵۵ یعنی تیسری سنت یہ ہے جو حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت عائشہ

کے گھراس وقت تشریف لائے جب کہ گھر میں ہانڈی پک رہی تھی اور اس میں گوشت ابل رہا تھا۔ حدیث میں وارد لفظ بڑتہ (باکی پیش) یا ساکن (بمعنی پتھر کی بنی ہوئی دیگ جو بلاد حجاز وین میں مشہور ہے۔ ادواب حرمین شریفین میں بھی مشہور ہو چکی ہے۔

۱۴ حدیث میں وارد لفظ اؤم (ہمزہ کی پیش وال ساکن اور مال کی پیش) بمعنی سالن۔ یہ لفظ مفرد جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح لفظ فلک (کشتی) بعض نے کہا مال ساکن کی صورت میں مفرد ہے۔ اور مال کی پیش سے جمع ہے۔

۱۵ یعنی اگر کوئی شخص فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ کوئی چیز دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کسی ایسے شخص کو دے جس سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں تو اس صورت میں یہ چیز اس کے لیے حلال ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ چیز فقیر کی ملک ہو گئی۔ اب وہ جس سے جائز ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قبول فرمایا کرتے اور اس کے بدلے میں بھی کوئی چیز عطا فرماتے تھے۔ (بخاری شریف)

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۶ اس طرح آپ اس کی مکافات کرتے تھے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِمَاعٌ لَقَبِلْتُ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے بکری وغیرہ کے گھر کی دعوت بھی کی جائے تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اور اگر مجھے بکری کا ایک باند بھی حدیث دیا جائے گا تو میں اسے لے لوں گا۔

(بخاری)

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ کُرَاع آیا ہے (کاف کی پیش سے) یعنی بکری وغیرہ کے پائے۔ جو ایک حیر اور معمولی چیز خیال کی جاتی ہے۔ بعض نے کہا کُرَاع سے کُرَاع النعیم (ایک جگہ) ملا ہے جو کہ اردینہ کے درمیان واقع ہے۔ مگر پہلا معنی زیادہ ظاہر اور حدیث کے اگلے قول کے زیادہ مناسب ہے۔ یعنی لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِمَاعٌ درحقیقت اس میں خلوٰۃ سے بہت زیادہ قانع کرنے اور ان پر غایت درجہ شفقت و مہربانی کی طرف اشارہ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔

صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ
الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطْوِفُ عَلَى
النَّاسِ تَرَدُّدًا الْقُتْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ
وَالشَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَكِنَّ
الْمُسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ عِنْدَ
يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطِنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ
عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ
نہیں جو گداگری کے لیے لوگوں کا طواف کرتا ہے کہ اسے
ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں واپس
لوٹاتی ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس دو تہذیبی
کی کوئی چیز نہیں ہوتی جو اسے لوگوں سے بے نیاز
کر دے اور اس کی اس تلک دستی کا کسی کو پتہ
بھی نہیں ہوتا کہ اس پر صدقہ حیرت کیا جائے اور نہ وہ
لوگوں کے سامنے گداگری کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔
(بخاری و مسلم)

۱۵۔ اس کے مانگنے اور سوال کرنے سے گریز کا وجہ ہے۔

۱۶۔ یعنی اپنے گھر کے کرنے اور زیادہ غرت سے باہر ہی نہیں نکلتا تاکہ لوگوں سے باکرہ مانگے اور حدیث میں واقع
لفظ فلانت بمعنی زیر کی دین فہم سے اس جانب اشارہ ہے کہ وہ اپنی غرت و تلک دستی اس قدر پوشیدہ رکھتا ہے
کہ آسانی سے کوئی شخص اس کے مال سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي تَرَافٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ
رَجُلًا مِنْ بَنِي مَحْزُومٍ عَلَى
الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِأَبِي تَرَافٍ
أَصْبَحَنِي كَيْ مَا تُصِيبُ مِنْهَا
فَقَالَ لَا حَتَّىٰ آتِيَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلَهُ
فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنَّ
الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَإِنَّ

حضرت ابو تراف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولی کے
لیے ایک شخص کو قبیلہ بنی محزوم کی طرف بھیجا۔ اس
نے حضرت ابو تراف سے کہا آپ بھی میرے ساتھ
چلیں تاکہ آپ کو بھی اس میں سے کچھ مل جائے
آپ نے فرمایا میں تیرے ساتھ اس وقت تک
نہیں جا سکتا جب تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ
سے پوچھ نہ لوں۔ تو حضرت ابو تراف نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے اور پوچھا رسول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ ہمارے
لیے حلال نہیں۔ اور بے شک قوم کے آزاد
غلام اس قوم میں سے شمار ہوتے ہیں۔

(ترمذی۔ ابوداؤد، نسائی)

التَّوَالِي الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ -
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ)

۱۔ حضرت ابودافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۲۔ کہ مجھے اس مرد کے ساتھ ملنے اور کچھ لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔

۳۔ اور ان کے حکم میں ہیں۔ تو جس طرح ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہمارے مولیٰ (آزاد کردہ غلاموں) کے لیے
بھی حلال دروانہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا غنی کو صدقہ لینا حلال نہیں اور نہ اس
شخص کو جو تندرست اور قوی ہو۔

ترمذی، ابوداؤد، ہاربی اور امام احمد
نسائی دابین ماجہ نے اسے
حضرت ابوہریرہ سے روایت
کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ
لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ -
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ
السَّائِبِيُّ وَابُو إِسْحَاقَ وَ
النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ)

۱۔ حدیث میں یہاں لفظ مِرَّة آیا ہے۔ میم کی زیر، لاک کی شد، یہ لفظ چند معنوں میں آتا ہے۔ قوت، سختی، عقل، مضبوطی
و پائیداری اور جسمانی قوت۔ اور اگر ایک شخص بظاہر قوی الجسم ہو لیکن عقل و فہم اور روزی کمانے کا سلیقہ نہ رکھتا ہو تو اسے زکوٰۃ
دینا جائز و روا ہے۔

اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جو محنت مزدوری کو کر کے کمانے
کے قابل ہوں۔ اس کے برعکس ہم اخاف کے نزدیک ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جو مالک نصاب (دوسو درہم) کا ہو
اگرچہ قوی الجسم اور محنت مزدوری کی قدرت رکھتا ہو۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے صحابہ کو زکوٰۃ دیتے تھے۔
جو فقیر ہوتے تھے حالانکہ وہ جسمانی لحاظ سے قوی اور تندرست ہوتے تھے۔ زندگی کے آخری ایام تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ایسا کرتے تھے۔ لہذا اخاف کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کسب رزق کی قدرت و
طاقت رکھتا ہو اسے زب نہیں دیتا کہ اس ذلت و کیسلی کو پسند کرے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ
ابْنِ الْخَيْارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ
أَنْهَمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي حَاجَةِ الْوَدَاعِ
وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَنَسَّالَا
مِنْهَا فَرَفَعَهُ فِينَا النَّظَرُ وَخَفَضَهُ
فَرَأَيْنَا جُلْدَيْنِ فَقَالَ إِنَّ شِئْنَكُمْ
أَعْطَيْتُكُمْ وَلَا حَظَّ فِيهَا لِقَبِي
وَلَا لِقَوِي مُكْتَسِبٍ
(ابو داؤد، التَّسَائُلِ)

حضرت عبداللہ بن عبدی بن الخیار رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں دو آدمیوں نے بتایا
کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت آدس میں حاضر ہوئے جب
حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ تقسیم فرما رہے تھے
ان دونوں نے بھی آپ سے صدقہ کا سوال کیا۔ تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا
پھر ہمارے پاؤں تک ہم پر نگاہ ڈالی اور فرمایا اگر تم
چاہتے ہو تو میں تمہیں دیتا ہوں۔ تاہم اس صدقہ میں
مخفی اور کسبِ رزق کی قدرت رکھنے والے کیلئے
کوئی حصہ نہیں ہے۔

(ابو داؤد، نسائی)

۱۵۔ خیال غلط نقطے والی کی ریاضیاً محنت کی زبردستی آپ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ زمانہ نبوت میں پیدا ہو چکے تھے۔
۱۶۔ حجۃ الوداع اس ج سے عبارت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے بہت سے احکام بیان فرمائے
اساں کے بعد ظاہری زندگی کو الوداع کہی۔

۱۷۔ کمان و دھڑوں نے آپ سے صدقہ کا سوال کیا۔

۱۸۔ یعنی جب ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ مانگا تو آپ نے ہم پر اوپر سے نیچے تک نگاہ ڈالی اور ہمیں
سے پاؤں تک دیکھا۔

۱۹۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم دونوں کے لیے صدقہ کھانا
حرام ہے۔ اگر تم حرام غذا کھانے کو تیار ہو تو میں تمہیں سے دیتا ہوں تو آپ کا یہ انداز گفتگو زبرد و ڈانٹ کے لیے تھا، انہیں
کھانے میں اختیار دینے کے لیے نہ تھا۔ یہ حدیث کا معنی ہے کہ بظاہر تو تم قوی و دانا دکھائی دیتے ہو۔ اگر فی الواقع تم قوی
و توانا اور مالدار ہو تو پھر تمہارے لیے صدقہ کھانا حلال نہیں۔ ورنہ میں تمہیں صدقہ دے دیتا۔ ہم اخاف کے مذہب کے
موافق حدیث کا معنی ہو گا۔ صدقہ کھانے میں رسالت و خلافت کی کمی ہے۔ اگر تم اس پر راضی ہو تو میں تمہیں دیتا ہوں۔
اس میں بھی درحقیقت صدقہ کا سوال کرتے پر انہیں زبرد و ڈانٹ پلائی گئی ہے۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَافٍ مُوسَلًا حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ إِلَّا بِخَمْسَةِ لَفَافٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ لِغَائِمٍ أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَائِرٌ مُسْكِينٌ فَتَصَدَّقَ عَلَى الْمُسْكِينِ فَأَهْدَى الْمُسْكِينُ لِلْغَنِيِّ.

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَ أَبُو دَاوُدَ)

و فِي رِوَايَةٍ لِابْنِ دَاوُدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَوْ ابْنِ التَّبَّيْلِ.

فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی زکوٰۃ صرف پانچ شخصوں کے لیے حلال ہے (چاہے وہ بھی غنی ہوں) راہ خدا میں جہاد کرنے والے کے لیے۔ اور اس کے لیے جو زکوٰۃ جمع کرنے پر مقرر کیا گیا ہو۔ یا مقروض چوتھا وہ شخص جو صدقے کی چیز قیمت دے کر خریدے۔ یا اس شخص کے لیے جس کے پڑوں میں کوئی مسکین رہتا ہو اس مسکین کو کوئی صدقے کی چیز دے اور یہ مسکین آگے بطور مدد اپنے دولت مند پڑوی کو دے دے۔ اسے مالک و ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت میں جو ابو سعید سے مروی ہے۔ چھٹا ابن السبیل (مسافر) کا ذکر بھی آیا ہے۔

۱۷ آپ اکابر تابعین اور علماء میں سے ہوئے ہیں۔ آپ ثقہ شخصیت اور امام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۸ اور اسے سلطان وقت نے اس کام کے لیے مقرر کیا ہو۔

۱۹ اور اس کے پاس اتنی رقم نہ ہو جس سے قرض کی ادائیگی کر سکے۔

۲۰ جیسے مسکین کے پاس صدقہ کی کوئی چیز ہو اور غنی آدمی اسے قیمت دے کر وہ چیز خرید لے۔ اب غنی کے لیے وہ چیز حلال و جائز ہے۔ کیونکہ اب وہ چیز اس غنی کے لیے صدقہ نہیں ہے۔

۲۱ جیسا کہ حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا سے بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اور یہ بات کہ دولت مند غازی اور جاہل زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے، امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔ ہم اخلاف کے نزدیک زکوٰۃ جمع کرنے والے اور مقروض کے لیے زکوٰۃ میں سے لینا جائز ہے کیونکہ عامل (زکوٰۃ جمع کرنے والا) تو اپنے مل اور کام کی اجرت لے رہا ہے۔ اور اجرت وصول کرنے میں غنی اور فقیر برابر ہیں۔ مقروض شخص کے مستحق زکوٰۃ ہونے کا سبب اس کے ذمہ قرضہ ہے۔ تو جس قدر قرضہ ہوا اتنی مقدار زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ مگر غازی جب کہ دولت مند ہو تو وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے۔ اس میں غازی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ کہ اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ زکوٰۃ غنیوں سے وصول کرنا اور فقراء پر خرچ کرنا اور اس وجہ سے بھی دولت مند غازی کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں کہ ایک

اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی کے لیے صدقہ لینا حلال و روا نہیں ہے۔

۱۷ یعنی ابو داؤد رحمۃ اللہ کی ایک روایت میں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابن السبیل کا لفظ بھی آیا ہے۔ ابن السبیل سے مسافر مراد ہے جو اپنے وطن سے جلا پڑا ہو کہ سفر کی وجہ سے اس کا مال اس کے قبضہ میں نہیں ہے۔ یہ فقیر کے حکم میں ہے۔ اس کی طرف قرآن کریم کی آیت **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ** (ان فقرہ کے لیے جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا) میں اشارہ موجود ہے۔

حضرت زیاد بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کی بیعت کی اور حضرت زیاد نے ایک لمبی حدیث بیان کی۔ اتنے میں ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی مجھے صدقہ... میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ صدقات دینے میں کسی نبی اور غیر نبی کے حکم و فیصلے پر راضی نہیں ہوا۔ کہ کہے دیا جائے اور کہے نہ دیا جائے، یہاں تک کہ تقسیم صدقات کے بارے میں اس نے خود حکم نازل فرمایا اور صدقہ لینے والوں کو آٹھ قسموں میں تقسیم کیا تو اگر تو ان لوگوں میں سے ہے تو میں تجھے صدقہ دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ
الصَّدَاقُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَذَكَرَ
حَدِيثًا طَوِيلًا فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ
أَعْطِنِي مِنْ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ اللَّهَ لَمْ يُرِضْ بِحُكْمِ نَبِيٍّ
وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتَّى
يُحْكَمَ فِيهَا فَهُوَ فَجَزَاهَا ثَمَانِيَةَ
أَجْزَاءٍ فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ
الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ
(دَوَاكُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۸ الحدائق معانی پیش۔ دال مخفف پر دوہرہ یہ صلاہ نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔ حضرت زیاد بن الحارث رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان کہی۔ جیسا کہ باب الاذان میں گزرا۔

۱۹ اور مسلمان ہونے کا عند کرتے ہوئے آپ کے دست اقدس میں اپنا ہاتھ دیا۔

۲۰ یعنی علماء و مجتہدین امت میں سے بھی کسی کو تقسیم صدقات کا مفارغ نہ بنایا۔

۲۱ یعنی قرآن کریم میں۔ ادا نہیں آئے گردہوں میں تقسیم کیا۔ کہ ان کے سوا کسی کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آیہ کریمہ **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ** الی آخر میں ان آئمہ گردہوں کا واضح ذکر کیا۔ اور فقہ کی کتابوں میں سات

گرمیوں کا ذکر کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے فقراء اور مساکین میں فرق نہ کرتے ہوئے دودھ کو ایک ہی گروہ شمار کیا۔
۵۵ اس شخص کا ظاہر مال معلوم نہ تھا کہ یہ غنی ہے یا فقیر بلکہ اس کے بارے میں تردد و اشتباہ تھا اس وجہ سے آپ
نے اسے یہ جواب دیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش
فرمایا جو کچھ اچھا لگا تو اپنے اس شخص سے جس نے آپ کو یہ دودھ
پلایا تھا، دریافت کیا یہ دودھ کہاں سے لائے ہو اس
نے بتلایا کہ وہ ایک چشمے پر وارد ہوا جس کا اس نے نام
بھی لیا۔ تو پاک و ہاں مدرتے کے چند اونٹ موجود
تھے۔ اونٹوں مالل نے اونٹوں کو پانی پلایا پھر ان
کا دودھ نکالا تو میں نے اس میں سے کچھ اپنی مشک
میں ڈال لیا۔ تو یہ وہ دودھ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی
اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور دودھ نکلتے
سے اس دودھ کا قے کر دی۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ
شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا
فَاعْجَبَهُ فَسَأَلَ الَّذِي سَقَاهُ
مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ فَأَخْبَرَكَ
أَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مَاءٍ قَدْ سَقَاهُ
فَإِذَا نَعْمٌ مِّنْ نَّعَمِ الصَّدَاقَةِ
وَهُمْ يَسْقُونَ فَحَكَبُوا مِنْ
الْبَآنِيهَا فَجَعَلْتُكَ فِي سَقَائِي
فَهُوَ هَذَا فَأَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهُ
فَاسْتَقَاءَ.

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ)

(مالک و معنی شعب الایمان میں)

۱۷ حضرت زید بن اسلم نقیب عمری ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ نہایت ثقہ، عالم، نقیب و
عبادت گزار بزرگ تھے۔ آپ کے حلقہ درس میں چالیس سے زیادہ فقہاء شریک ہوا کرتے تھے۔ حضرت امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس آتے اور آپ سے علم کی باتیں سنتے تھے۔

۱۸ حدیث میں لفظ سقائی آیا ہے۔ سقائی من کی زیرالت کی مراد ہے یعنی دودھ یا پانی کی مشک۔

۱۹ یہ آپ کا انتہائی تقویٰ اور درجہ ہے۔ ورنہ اگر فقیر صدقہ میں سے ہبہ یا ہبہ کے طور پر کچھ دے تو اس کا کھانا روا
اور جائز ہے۔ اور حضرت برید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ بیان جواز کے لیے رحمت
کے طور پر تھا۔ جیسا کہ شارحین حدیث نے فرمایا ہے۔

بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ وَمَنْ تَحِلُّ لَهُ

اس شخص کا بیان جسے صدقہ لینا حلال نہیں اور جسے لینا جائز ہے

یعنی اس شخص کا بیان جسے سوال کرنا اور مانگنا حلال نہیں اور اس کا بیان جسے سوال کرنا حلال و جائز ہے۔ علماء نے کہا ہے جس آدمی کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو اسے سوال نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام ہے۔ اور اگر ایک دن کی خوراک بھی اس کے پاس نہ ہو، تو چھپانے کے لیے کوئی کپڑا نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں سوال جائز ہے اور وہ فقیر و تنگ دست جس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو یا کسب حلال پر قدرت رکھتا ہو اسے سوال کرنا اور زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ اور اگر کوئی مسکین اپنے پاس کچھ نہ رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ اس کے پاس ایک دن کا خرچہ بھی نہ ہو۔ اور نہ ہی کسب حلال کی قدرت و طاقت رکھتا ہو تو اس کے لیے سوال کرنا روا ہے۔

پھر علماء کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ بے ضرورت سوال کرنا حرام و ناجائز ہے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سوال کرنا بالکل حرام ہے یا حلال تو ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ پھر اس میں بھی تین شرطوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ سوال کے لیے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ تیغچھے ہی نہ پڑ جائے۔ تیسرے یہ کہ جس سے سوال کر رہا ہے اسے ایذا نہ دے اور اسے تنگ نہ کرے۔ اگر ان تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی موجود نہ ہوگی تو اس کے لیے سوال کرنا بالاتفاق حرام ہوگا۔

حضرت ابن المبارک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ سوال کرنے والا جب اس طرح سوال کرے کہ مجھے اللہ کے لیے کچھ دے تو اسے دیا جائے۔ کیونکہ دنیا خسیس اور کمینتی ہے اور جب مسکین نے اللہ کے واسطے سے طلب کیا تو گویا اس نے اس چیز کی تعظیم کی جسے اللہ تعالیٰ نے حقیر قرار دیا ہے۔ لہذا ایسے فقیر و گداگر کو زبرد اور ڈانٹ کے طور پر کچھ نہ دینا چاہیے۔ اور اگر کسی فقیر کے لیے سوال کیا کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول کے حق کی بنا پر کچھ دے تو بھی دینے والے پر اسے کوئی چیز دینا لازم نہیں آتا۔ اور اگر کسی نے جھوٹا اظہار حاجت کر کے کسی سے کچھ لیا تو وہ اس کا مالک متصور نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے جھوٹ بولا اور کہا کہ میں علوی خاندان سے ہوں اور تنگ دست ہوں مجھے کچھ درودہ بھی اس کا مالک نہ بنے گا۔ اور اگر کسی کو نیکی کا نیت سے کچھ دیا اور لینے والے نے درحقیقت اسے معصیت و گناہ میں صرف کیا اگر دینے والا اس حقیقت سے واقف نہ تھا تو لینے والا اس چیز کا مالک نہ بنا۔ اور اس نے جو کچھ اس سے لیا وہ اس کے لیے حرام ہے۔ اور اس پر لازم ہے کہ اسے مالک کو واپس کرے۔

یوں ہی اگر کسی کی بد زبانی سے پہنچنے یا اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اسے کچھ دیا تو اس کا لینا اس کے لیے حرام ہے اور اگر کوئی فقیر سوال کے لیے آئے اور یہ چاہے کہ دینے والے کی دست برداری کرے۔ تاکہ وہ اسے کچھ دے تو اس بنا پر اسے کچھ دینا مکروہ ہے۔ افضل یہ ہے کہ ٹانٹ و زجر کے طور پر اسے اپنے ہاتھوں کے قریب نہ آنے دے اور اسے ہاتھ چومنے کی اجازت نہ دے۔ اور ایسے گداگر کو نہ دینا چاہیے جو لوگوں کے دروازوں پر دھسول بکاتا پھرے۔ اسی طرح گویے اور سارنگی وغیرہ بجانے والے کو بھی نہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ سب غلات شریعہ اور فحش ترین حرکات ہیں۔ یہ مسائل کتاب مطالب المؤمنین میں مذکور ہیں جو اس میں دوسری کتب فقہ سے منقول ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں ایک عمرے کا ضامن اور کفیل بنا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے اس قرعہ کی ادائیگی کے لیے صدقہ کا سوال کروں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہاری بیان کیا کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آجائے۔ اور ہم تیرے لیے صدقہ کا حکم دیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قبیصہ بے شک سوال کرنا مال نہیں مگر تین شخصوں کے لیے۔ ایک اس کے لیے جو کسی کے قرضے کا ضمان بنانا کہ اسے اس کا ادائیگی کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ پھر اس سے زیادہ مال سمجھے سوال نہ کرے۔ بلکہ سوال کرنے سے باز رہے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی سختی اور مارنے کا شکار ہوا جس نے اس کا مال تباہ و برباد کر دیا۔ تو اسے شخص کے لیے سوال روا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بقرار رکھ سکے۔ یا ایسی چیز جس سے وہ اپنی زندگی بچا سکے۔ تیسرا وہ شخص جو غناۃ کا ذریعہ کر پٹیا چکا ہو۔ پھر وہ

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَلَّلْتُ حِمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِيهَا فَقَالَ أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدٍ تَلَاكَ رَجُلٌ تَحَلَّلَ حِمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا لَمْ يَمْسِكْ وَ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِعَةٌ بِإِحْتِاجَتِ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قَوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ وَ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ قَائِقَةٌ حَتَّى يَتَوَمَّ قَلْبُهُ مِنْ ذَوِي الْحِجْبِ مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ قُلُوبَنَا قَائِقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ

حَتَّىٰ يُصِيبَ قَوْمًا مِّنْ عَشِيرَتِ
أَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَشِيرَتِ قَوْمٍ
سَوَاهِقٍ مِّنَ الْمَسْكَلَةِ يَأْتِيهِمْ
سُحُوتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سَمُومًا
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بھی ہر وقت جبکہ اسکی قوم کے تین صاحب عقل و فہم آدمی کھڑے
ہو کر کہیں کہ بے شک فلاں فاقہ زدہ ہے۔ تو اسے بھی اس قدر
سوال کرنا جائز ہے کہ وہ زندگی برقرار رکھ سکے اور اپنی
ضروری حاجت پوری کر سکے۔ ان تین ضرورتوں کے ماسوا
اسے قبضہ سوال کرنا حرام ہے۔ اور اسے کھانے والا
حرام کھائے گا۔ (مسلم شریف)

۱۷۔ قبضہ ق کی زبر بانی زیر اور صا ہلہ۔ مخارج یم کی بیش فال نقطہ والی۔ را کی زیر آخر میں قاف۔ یہ حضرت قبضہ
رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اہل بصرہ میں شمار ہوتے ہیں۔

۱۸۔ یعنی میں ایک قرضے کا ضامن و گنیل بنا جو کسی پردیت کی وجہ سے لازم تھا۔ یہاں حدیث کے عربی الفاظ میں لفظ
تھا۔ (صا ہلہ کی زبر بانی سے یعنی ادیت وغیرہ کا وہ مال جو کوئی شخص قوم کی طرف سے اپنے ذمہ لے لے۔ اور دو مخالف
گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اس کا ضامن بن جائے یعنی مسلمانوں کی ایک جماعت آپس میں طرہ جگڑ رہی
اور غوریزی کر رہی ہوں میں ایک تیسرا شخص بغرض اصلاح اس شامل ہو۔ اور جن پردیت کی رقم لازم آتی تھی ان کی طرف
سے وہ دیت اپنے ذمے ڈالے اور اس کا ضامن بن جائے۔ اس طرح اس کا قرضہ اس کے ذمہ آجائے۔ تو یہ
شخص بھی مقروض کی طرح مصارف زکوٰۃ میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو یہ صحابی (حضرت قبضہ رضی اللہ عنہ) کی خدمت
میں حاضر ہوئے تاکہ آپ مال زکوٰۃ میں سے اسے کچھ عطا کریں۔ جیسا کہ یہ صحابی خود فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا الخ۔

۱۹۔ یعنی اس ضمانت و کفالت کا قرضہ

۲۰۔ یعنی ہم تیرے بارے میں حکم دیں کہ تمہارے آنا مقدمہ دے دیں۔ جس سے تو اس قرضے سے نجسات
پا جائے۔

۲۱۔ یعنی وہ مال انا کرے جس کا وہ ضامن بنا ہے۔

۲۲۔ یعنی بقدر حاجت و ضرورت سے زیادہ کے لیے سوال نہ کرے۔

۲۳۔ یہاں حدیث میں لفظ اِجْتَاخُصَّ آیا ہے۔ یہ جوڑج سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے تباہ کر دینا اور جڑ سے
اکھاڑ پھینکنا۔ یا نحو الہی شدت اور سختی کو کہتے ہیں جو مال کو برباد و تباہ کر دے۔ جیسے قحط اور قسہ۔

۲۴۔ یعنی تاکہ ایسی چیز پائے جو اسے بے نیاز کرے۔ اور اس کی زندگی کی ضروری حاجت پوری
کرے۔

۵۹ یا آپ نے یہ دوسرا لفظ (قواما کی جگہ سدا) استعمال فرمایا یعنی اتنا مال جس سے وہ اپنی زندگی بچا سکے۔ قوام قات کی زیر سے یعنی ایسی چیز جس سے وہ اپنی حاجت پوری کر سکے۔ قوام غنی کا معنی ایسی چیز کا بھی آتا ہے جس سے انسان اپنا ضروری انتظام کر سکے۔ اور وہ چیز جس پر انسان بھروسہ کر سکے اور اپنی بھوری کو دود کر سکے۔ یہ بھی پہلے معنی کے قریب ہے۔ اور قوام یعنی قات کی زیر سے تو اس کا معنی عدل و انصاف ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ وَكَانَ يَتَّقِي ذَٰلِكَ قَوَّامًا یعنی کبھی اور فضول خرچی کے درمیان کا راستہ عدل و انصاف اور میانہ روی کا راستہ ہے۔ سدا (سین کی زیر سے) کا معنی ہے۔ وہ چیز جو انسان کی زندگی کو بچا دے۔ ہر ایسی چیز جو انسان کی زندگی کے بچاؤ کا ذریعہ بنے اسے سدا کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بوتل کا ڈھکنا کہ بوتل میں جو کچھ ہوتا ہے ڈھکنا اسے گرنے سے روکتا ہے۔ اور سدا دین کی زیر سے بمعنی قول و عمل میں ملاستی اور میانہ روی۔ پھر قوام سدا کا لفظ ذکر کرنے میں سوال کرنے سے روکنے میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے والے کو اس لیے پس و مجبور و مضطر انسان سے تشبیہ کی جس کے لیے جان بچانے اور زندگی باقی رکھنے کی خاطر مردار کھانا ہائز و حلال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ سوال کرنے کے جواز کے لیے اس حد تک مجبوری و لاچارگی ضروری نہیں بلکہ اگر ایک دن کی روزی اور خوراک موجود نہ ہو تو جواز سوال کے لیے کافی ہے۔ یہ تو گویا مسکین کے مال کا بیان ہے اور فقیر کا مال وہ ہے حضور علیہ السلام اگلے اس فقرے میں بیان فرماتے ہیں۔ وَتَجَلَّ أَصَابَةُ نَاقَةٍ فَأَقْبَرُ۔

۱۰ ناقہ بمعنی حاجت۔ امتیاق بمعنی حاجت مندر کرنا۔

۱۱ یعنی یہاں تک کہ اس کی قوم میں سے تین ایسے شخص کھڑے ہوں جو عقل و فہم والے ہوں خبر دیں اور کہیں (کیوں کہ وہ اس کی حقیقت حال سے واقف ہیں) محض تخمینے اور تیس اس سے خبر دیں۔ حدیث میں واقع لفظ جلی ما صمد کی ویرا و جیم نقطہ والا کی زیر سے۔ بمعنی عقل۔

۱۲ واضح ہو کہ ظاہر یہ ہے کہ لفظ یقوم سے شہادت اور گواہی مراد ہے۔ علامہ کہتے ہیں کہ اس سے شہادت و گواہی مراد نہیں بلکہ صرف قول اور خبر دینا مراد ہے۔ اور اجماعاً و کسایت میں یقوم کے بدلے لفظ اقامہ۔ لفظ یقوم کے ذکر کرنے میں مبالغہ پایا جاتا ہے کہ اس کے بارے میں ایسے یقین سے خبر دیں کہ گویا وہ گواہی دے رہے ہیں اور لفظ یقوم میں لام کا ذکر بھی تاکید کے لیے ہے پھر تین کا لفظ احتیاط کے لیے ہے اسی طرح اصحاب عقل و فہم کا لفظ بھی تاکید کے طور پر ہے یہ سب الفاظ راصل سوال کرنے سے روکنے اور ڈانٹنے کے لیے بطور مبالغہ استعمال فرمائے۔

۱۳ سخت سین کی پیش ماسکن بمعنی حرام۔ اصل میں صحت و اسماحت کا معنی ہے کسی کو ہلاک کرنا اور اس کا نام و نشان مٹا دینا۔

حضرت ابومریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكْثُرًا
فَانْتَهَمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلَيْسَتْ قِلَّةٌ
أَوْ لَيْسَتْ كَثْرَةٌ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جس شخص نے لوگوں سے اپنا مال زیادہ کرنے کے لیے
سوال کیا (گداگری کی) تو وہ حققت میں آگ کے انگارے
کا سوال کرتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ آگ کے انگارے
تھوڑے سے یا زیادہ۔ (مسلم)

۱۵ یعنی اپنا مال بڑھانے کی غرض سے گداگری اور سوال کرے۔ نہ کہ فقر و محتاجی کو رفع کرنے کے لیے۔
۱۶ یعنی دونوں صورتوں میں سوال و گداگری کرنا نقصان و ضرر کا باعث ہے کم ہر یا زیادہ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ
النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مَرْعَةٌ لَخِيمٍ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
انسان مسلسل گداگری کا پیشہ اختیار کیے رکھتا ہے یہاں
تک کہ قیامت کے دن اس مال میں آئے گا کہ اس
کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔
(بخاری و مسلم)

۱۷ یہ دراصل اس کی دولت و خجاری اور بے پردگی سے کہتا ہے۔ یا اس سے چھوٹے کی بے گوشت ہڈیاں مل رہی ہیں
قیامت کے دن صورتیں مالی اور اعمال کے تابع ہوں گی۔ اور حدیث میں واقع لفظ مَرْعَةٌ میم کی پیش زاساکن اور عین بمعنی گوشت
کا ٹکڑا۔ بعض اہل لغت نے مَرْعَةٌ میم اور زاک کی وجہ سے نقل کیا ہے۔ مگر محدثین کے نزدیک مَرْعَةٌ میم کی پیش اور زاساکن سے
یہی محفوظ و مکرر ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تُلْجِفُوا فِي الْمَسْئَلَةِ فَوَاللَّهِ
لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُهُ
لَهُ مَسْئَلَتُهُ مِثِّي شَيْئًا وَ أَكَالَكَ
كَأَيَّاهُ فَيَبَارَكَ لَهُ فِيمَا أُعْطِيَتْهُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرنے میں
پیش نہ جاؤ کہ اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص مجھ سے
کوئی چیز نہیں مانگا تا مجھ سے اسے کوئی چیز دلا دیتا ہے
اور مجھے اس کا مانگنا ناپسند ہوتا ہے اس طرح جو چیز میں
اسے دیتا ہوں اس میں اس کے لیے کوئی خیر و برکت
ہو یعنی اس چیز میں کوئی خیر و برکت نہیں ہوتی۔

(مسلم)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَآنَ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ
حَبْلَهُ فَيَأْتِي بِحُزْمَةٍ حَطَبٍ عَلَى
ظَهْرِهِ فَيَبِيعُهَا فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا
وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ
النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ .

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

قراتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ تم میں سے
کسی کا رسی سے کرکڑی کا گٹھ کاٹنا پھر اسے اپنی پشت
پر اٹھا کر لانا اور اسے بیچنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ اس کی
عزت و آبرو محفوظ رکھے اس سے بہتر ہے کہ
لوگوں کے سامنے دست گردائی دراز کرے۔ لوگ
اسے دیں یا نہ دیں۔

(بخاری شریف)

۱۵ حضرت زبیر بن العوام (رضی عنہ) کی زبرد اور پر شہر مشہور صحابی ہیں مشرہ مشرہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

۱۶ حدیث میں لفظ عزتہ آیا ہے۔ ماکہ پیش زاسکن سے بمعنی کڑیوں کا گٹھ۔

۱۷ اس عبارت میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندے کی آبرو محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کی نعمت اور
اس پر اس کا لطف و احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شقت میں ڈال کر اسے ثواب آخرت عطا کرتا کسب حلال کی ہمت دیتا
اور دست سوال دراز کرنے سے بچاتا ہے۔

۱۸ اگر نہ دیں گے تو اس کی عزت و آبرو بھی گئی اور محروم بھی رہا اور اگر کچھ دیں گے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کا احسان
مندہ تار اسان کی غلامی اور اس کے احسان کا پھندا اپنے گمے میں ڈالتا ہے۔ اور طمع و گداگری کی برداشت میں مبتلا ہوتا ہے

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی
اپنے و چیز مجھے عطا فرمادی میں نے پھر سوال کیا تو آپ
نے مجھے عطا فرمایا پھر مجھے فرمایا۔ اے حکیم یہ مال بے
دول پسند اور میٹھا ہوتا ہے جسے سماعت کے
ساتھ لیتا ہے اسے اس میں برکت دی جاتی ہے اور
جسے انتظار کے انداز میں لیتا ہے تو اس کے لیے
اس میں کوئی برکت نہیں ہوتی۔ اور اس کی مثال
اس شخص کی سی ہوتی ہے جو کھاتا جاتا ہے مگر سیر نہیں
ہوتا۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے دے ہاتھ سے بہرہ منا ہے

وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ
سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي
ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيمُ إِنَّ هَذَا
الْمَالَ خَصِرٌ حُلُوٌّ فَتَنْ أَخَذَكَ
بَسَخَاوَةٍ تَفْسٍ بُؤْرِكَ لَهُ فِيهِ
وَمَنْ أَخَذَكَ بِأَشْرَافِ تَفْسٍ لَمْ
يُبَارِكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي
يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا
خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى قَالَ حَكِيمٌ

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرَدُّ أَحَدًا
بَعْدَكَ تَشِيًّا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے
آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ کے بعد
اپنی موت تک کسی سے سوال نہ کروں گا۔

(بخاری و مسلم)

۱۷ حضرت حکیم بن حزام (ماکی زریاس کے بعد زنا) رضی اللہ عنہ صحابی ہیں امام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں
آپ فائزہ کعبہ میں پیدا ہوئے، آپ کی عمر شریف ایک سو بیس سال ہوئی۔ ساٹھ سال جاہلیت کا دورہ دیکھا۔ اور آخری ساٹھ برس
اسلام کی برکات حاصل کرنے میں گزارے۔

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ خضر (خاک کی زبر میں کی زبر سے) آیا ہے۔ محلو (ماکی پیش لام ساکن سے) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا دنیا کا سارا دوساں بڑا دل پسند دشمن محسوس ہوتا ہے۔ اور بڑا دشمن و دیدہ زیب دکھائی دیتا اور دل کو لذت لگتا ہے۔
۱۹ یعنی جو شخص مال کی حرص، اسے جھانک جھانک کر دیکھنے اور اس کے ساتھ لپٹ جانے کے ارادے کے بغیر کسی سے
سوال کرتا ہے تو اس کے مال میں برکت ڈالی جاتی ہے۔

۲۰ یعنی جو شخص مال کی حرص اس کی انتلا و طمع اور اس کی محبت میں گرفتاری کی ذمہ سے مانگتا اور سوال کرتا ہے تو اس کے
مال میں برکت نہیں دی جاتی۔ لغت کی کتاب مزاج میں ہے کہ اشرف کا معنی کسی چیز کی اطلاع حاصل کرنا اور بندی سے نیچے
دیکھنا ہے۔

۲۱ اوپر والے ہاتھ سے دینے والا ہاتھ مراد ہے۔ اور نیچے والے ہاتھ سے لینے والا ہاتھ۔ یا اوپر والے ہاتھ سے نہ
لینے والا اور سوال نہ کرنے والا ہاتھ مراد ہے۔ جیسا کہ آئندہ صریح سے معلوم ہوگا۔ بہر صورت اس جملے میں سوال کرنے سے
روکنا پایا جاتا ہے۔ اور ترک سوال کی فضیلت کا بیان ہے۔ اسی وجہ سے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے اپنی اگلی بابت (قُلْتُ
الِیْ آخِرِهِ) اس پر متفرع کی۔

۲۲ یعنی میں آپ کے بعد یا آپ سے اس سوال کے بعد کبھی کسی سے سوال نہ کروں گا۔ بعض نے کہا یہاں بعد یعنی بغیر ہے
یعنی میں آپ کے سوا کسی سے کبھی سوال نہ کروں گا۔

۲۳ یعنی موت تک کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔ یہاں حدیث میں لفظ اَرَزُّ (رَزُّ) مقدم کی زبر زاساکن آخر میں حمزہ سے
مشتق ہے ال کا معنی ہے کسی سے کوئی چیز مانا اور نقص دہی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چونکہ کسی سے کوئی چیز مانگنا بندے
کے لیے کبھی عزت کا سبب ہے، اس لیے یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف رکھتے ہوئے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
اللَّهُ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

وَهُوَ عَلَى الْيُسْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ
الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ
الْبَيْدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْبَيْدِ
السُّفْلَى وَالْبَيْدُ الْعُلْيَا هِيَ
الْمُنِيفَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ الشَّائِلَةُ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا جب کہ آپ صدقہ اور مانگنے کا
ذکر کر رہے تھے، اور پر والا ہاتھ پیچے والے ہاتھ
سے افضل ہے۔ اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے
والا ہاتھ ہے۔ اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا
ہاتھ ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی پھر آپ نے خود دونوں ہاتھوں کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ متفقہ آیا ہے۔ ان وقت کے ساتھ اتفاق سے یعنی خرچ کرنا اور دینا۔

۳۔ حدیث کے یہ الفاظ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔ امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ نے بھی یہی الفاظ روایت کیے
اور انہیں الفاظ کے ساتھ اکثر روایات میں یہ حدیث مروی ہے۔ البتہ ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں آیا ہے والید العلیا صی
المتفقہ بین وتادفا کے ساتھ از عفت یعنی سوال سے بچنا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔
جو فرمایا کہ (ہوید کر الصدقۃ والتعفف عن المسئله) کہ آپ صدقہ کرنے اور سوال سے پرہیز کرنے کا ذکر رہے تھے، اور یہ دونوں
معنی صحیح اور درست ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ پہلا معنی زیادہ بہتر ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
قَالَ إِنَّ أُنَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ
سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ
سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ
مَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا يَكُونُ جَنَدِي
مِنْ خَيْرٍ فَلَئِنْ آذَيْتُمْ عَنْكُمْ
وَمَنْ يَسْتَعِثَّ بِعِفَّةِ اللَّهِ وَ
مَنْ يَسْتَعِثَّ بِغِنِيهِ اللَّهُ وَ مَنْ
يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ وَ مَا أُعْطِيَ
أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَ أَوْسَمُ
مِنَ الصَّبْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا جو آپ نے ان کو دے دیا
پھر انہوں نے آپ سے کچھ مانگا وہ بھی آپ نے ان کو
دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا
اس پر آپ نے فرمایا میرے پاس جو مال ہوتا ہے
میں اسے تمہیں دینے کے بجائے اس کا ذخیرہ بنا کر رکھو
نہ رکھو گا۔ اور جو شخص سوال کرنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ
اسے محتاج ہونے سے بچائے گا۔ اور جو شخص سوال
کرنے سے بے نیاز رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز
کر دے گا۔ اور جو شخص صابر رہنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ
اسے صبر عطا کرے گا۔ اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز عطا

نہیں کی گئی۔ (بخاری و مسلم)

۱۱ یعنی جانوروں نے مالکاتھا وہ آپ نے ان کو عطا کر دیا۔
 ۱۲ یعنی وہ چیز جس سے آپ نے پہلے ان کو دیا تھا وہ ختم ہو گئی۔
 ۱۳ یعنی صبر اللہ تعالیٰ کی طلب ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ
 كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ
 أَفَقَرًا إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ
 فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ فَمَا
 جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَ أَنْتَ
 عِنْدَ مُشْرِبٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ
 وَمَا لَكَ فَلَا تُتْبِعُهُ نَفْسَكَ.
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ دیا کرتے تھے
 میں عرض کرتا تھا آپ یہ چیز مجھ سے محتاج تر انسان کو دیں
 آپ نے فرمایا اس کو سے اور اسے اپنا مال بنا
 اور اسے آگے صدقہ کر دے کہ دنیا کے اس مال میں
 سے جو کچھ تیرے پاس آئے اور تو اس کا طالب نہ ہو
 نہ اس کا سوال کرنے والا تو اسے سے لیا کر۔ اور جو
 مال ایسا نہ ہو اس کا پیچھا نہ کیا کر۔
 (بخاری و مسلم)

۱۱ یعنی اس کے پیچھے نہ ہوا کر اور نہ اس کا طمع کر۔ اور نہ اس کی انتظار کر۔ جیسا کہ لوگوں میں یہ محاورہ مشہور ہے۔ لَا
 رَدَّ دَلْدَلْ۔ یعنی نہ رو کر دے اور نہ پیچھا کر۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ الْمَسَائِلُ كَدُورٌ تَكْدَحُ بِهَا
 الرَّجُلُ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى
 عَلَى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ
 إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ فَا سُلْطَانٍ
 أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا.
 (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ
 النَّسَائِيُّ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال
 کرنا ناگدگری کرنا، درحقیقت زخم ہیں جن سے انسان اپنا چہرہ
 دھخی کرتا ہے۔ تو جو چاہے اپنا چہرہ زخموں سے محفوظ
 رکھے۔ اور جو چاہے کہ محفوظ نہ رکھے تو نہ رکھے۔
 مگر یہ کہ انسان کسی صاحب حیثیت اور مکران سے کچھ
 مانگے یا ایسے کام میں جس کے بغیر چارہ کار نہ
 ہو۔ کسی سے کچھ سوال کرے اور مانگے۔
 (ترمذی۔ ابوداؤد، نسائی)

۱۵ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور انصار کے حلیف ہیں۔ اور ان حضرات میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث کے راوی اور حافظ ہیں۔ آپ سے حضرت امام حسن بصری، ابن میسرین اور شعبی نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے بصرہ میں ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۶ بعض نسخوں میں ابقی دجھ کے بجائے ابقی علی دجھہ آیا ہے۔ اور بعض نسخوں میں ابقی علی دجھہ ماء آیا ہے۔

۱۷ یہ دراصل سوال دگر گری پر ڈانٹ اور اظہار ناراضگی ہے۔ لہذا مانگنے اور دگر گری سے گریز کرنا چاہیے۔

۱۸ جیسے سخت محتاجی اور بھوک اور ایک دن کی خوراک کا سامان بھی میاں نہ ہو۔ جیسا کہ ترجمہ باب کی شرح میں گزرا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

ایسی حالت میں کسی سے سوال کیا کہ اس کے پاس ایسی چیز

موجود تھی جو اسے سال سے بے نیاز کرتی تھی تو وہ قیامت

کے دن ایسے مال میں آئے گا کہ اس کا سوال اس کے

چہرہ پر زخموں کی صورت میں نمایاں ہوگا۔ آپ سے

کہا گیا یا رسول اللہ کس مقدار کی چیز بندے کو سوال اور

مانگنے سے بے نیاز کرتی ہے۔ فرمایا پچاس درہم یا

اس کی قیمت کے برابر سونا۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور

(دارقطنی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ

وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

وَمَسْئَلَتُهُ فِي وَجْهِهِ خُمُوشٌ

أَوْ خُدُوشٌ أَوْ كُدُوحٌ قِيلَ يَا

رَسُولَ اللَّهِ مَا يُغْنِيهِ قَالَ

خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيَمَتُهَا مِنَ

الذَّهَبِ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ

النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِقُطِيُّ)

۱۹ یہاں حدیث میں تین لفظ آئے ہیں یعنی خموشش اور کدوشش اور کدوشش بعض نے کہا یہ تینوں الفاظ قریب المعانی ہیں

یا راوی کے شک کے باعث یہ تین الفاظ آئے ہیں۔ بعض نے کہا یہ الفاظ مختلف المعانی ہیں کہ خموشش کا معنی ہے لکڑی ہے چڑھ

اکھڑنا۔ کدوشش کا معنی ہے ناخن سے چڑھ اداھڑنا اور کدوشش کا معنی ہے دانتر سے چڑھ اداھڑنا۔ اس طرح ان الفاظ کا مختلف

المعنی ہوتا قلت یا کثرت سوال یا میانہ روی کی بنا پر مانگنے والوں کے اعتلات حالات کے باعث ہے۔

۲۰ یعنی سوال سے بے نیاز ہونے کی حد تک جس کو بنا پر سوال کرنا حرام ہے

حضرت سہل بن الخنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس کے پاس اتنا اثاثہ موجود تھا جو اسے مانگنے سے بے نیاز

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْخَنْظَلِيَّةِ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا

يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ
قَالَ الثَّقَلَيْنِ وَهُوَ أَحَدُ دَاوِيَهُ
فِي مَوْجِعٍ آخَرَ وَ أَمَا الثَّقَلَيْنِ
الَّذِي لَا تَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ
قَالَ قَدْ رَأَى مَا يُغْدِيهِ وَيُعْشِيهِ
وَقَالَ فِي مَوْجِعٍ آخَرَ أَنْ يَكُونَ
لَهُ مِثْبَعُ يَوْمٍ أَوْ كَيْلَةُ يَوْمٍ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

کرتا ہے پھر بھی لگتا اور سوال کرتا ہے تو وہ اپنے لیے
کافی مقدار میں آگ مٹا کرتا ہے۔ ثقلین نے جو اس
حدیث کے راویوں میں ایک ہے، دوسری جگہ کہا کہ کتنی
مقدار ہے جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا نامناسب ہے
فرمایا اتنا اندازہ جو اس کی صبح اور شام کی خوراک کے لیے
کافی ہو۔ پھر اس ثقلین نے دوسری جگہ کہا کہ اتنی مقدار
جس سے ایک دن کا گزارا ہو سکے یا ایک رات اور
دن کا گزارا ہو سکے (ابوداؤد)

۱۷ حضرت سہل بن الحنظلہ (حاکم زبر لون ساکن ظا کی زبر سے) حنظلہ آپ کی ماں یا آپ کی قوم کی کسی ماں کا
نام ہے۔

۱۸ یعنی عبداللہ بن محمد نقی (ثقلین لون کی پیش خاکی زبر سے) یہ صاحب حضرت ابوداؤد و سبکتانی کے شیخ
ہیں۔

۱۹ یعنی جس کے پاس ایک رات دن کی خوراک موجود ہو جو اس کے بدن کے لیے و برقیانے اور کفایت کرے تو
اس کے لیے سوال کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ ترجمہ باب میں مذکور ہوا۔

۲۰ یعنی بے نیاز ہونے کی حد مقدار جس کے سبب سوال کرنا حرام ہو جاتا ہے، یہ ہے کہ اس کے پاس کھانے
کے لیے اتنا کچھ ہو کہ اس سے ایک دن یا ایک رات اور دن کا گزارا مل سکے۔ حدیث میں واقع ثلث بمعنی سیر ہوتا ہے۔
اور ثلثین کی زبر یا زبر آمد با ساکن سے یعنی وہ چیز جس سے بندہ سیر ہو جائے۔

۲۱ مانع ہو کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مذکور ہوئی، اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سوال سے بے نیازی
کی حد مقدار پچاس درہم یا اس کی مقدار قیمت کا مالک ہوتا ہے۔ اور آئندہ حدیث میں جو حضرت عطاء سے مروی ہے، ایک
اوقیہ کا مالک ہونا ایسا ہے یعنی پچاس درہم کا مالک ہونا۔ اس حدیث میں صبح و شام کی خوراک کی موجودگی یا ایک دن و رات کے سیر
ہو جانے کی مقدار بیان کی گئی ہے۔ تو اس اختلاف کے باعث امام شافعی رحمۃ اللہ نے پہلی حدیث کو لیا ہے۔ احمد و ابن المبارک
اور اسحاق نے تیسری حدیث کو اختیار کیا۔ بعض دوسرے علماء نے دوسری حدیث کو لیا اور اختیار کیا۔ مگر امام ابو حنیفہ اور ان کے
صحاب حنفیہ رضی اللہ عنہم نے دوسرے درہم کا مالک ہونا قرار دیا اگرچہ وہ مال بڑھتے حالانکہ ہمارا اس باب میں بھی ایک حدیث
وارد ہے۔ جسے کتاب کافی میں ذکر کیا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص پانچ اوقیہ چاندی کا مالک ہوتے ہوئے سوال کرے
الی اطراف، پانچ اوقیہ کے دوسرے درہم ہوتے ہیں۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ نے کہا یہ مقدار لوگوں کے لیے آسان تر ہے اور کتاب کافی

میں کما یہ حدیث دوسری احادیث کی ناسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک تو زکوٰۃ لینے کی ممانعت دوسرے سوال کرنے کی ممانعت۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسروں کا مالک ہونا زکوٰۃ لینے کی ممانعت سے متعلق ہے۔ اندماج و شام کی غلامی کی موجودگی سوال کرنے کی ممانعت سے تعلق رکھتی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ
تَجَلٍّ مِّنْ بَنِي إِسْدٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ
أَوْقِيَّةٌ أَوْ عَدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ
الْحَقَّ.

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
وہ بنی اسد کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ
اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے تم میں سے سوال کیا مالاںکہ اس کے پاس ایک اوقیہ
چاندی یا اس کے برابر قیمت کی کوئی چیز موجود تھی تو اس کے
یہ سوال کرنا حرام اور جائز نہ تھا۔
(مالک مابوداؤد، نسائی)

(دَوَاءُ مَا يَكُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّحَاثُ)

۱۔ اوقیہ یعنی چالیس درہم، یا اوقیہ کے برابر قیمت کی چیز۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ الحاث آیا ہے یعنی اس طرح مانگنا کہ دینے والے کے لیے پھیا چھڑانا مشکل ہو جائے۔
اس طرح کا سوال مذہم و منکر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نعرہ کی طرح کرتے ہوئے فرمایا۔ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ
الْحَقَّ کہ وہ لوگوں سے پٹ کر سوال نہیں کرتے۔

حضرت حبیب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال
کرنا فحش کے لیے حلال نہیں اس لیے جس شخص کے لیے جو
تقی الجشہ اور سلیم الامضاء ہو۔ اس کے لیے حلال ہے
جس کی حاجی نے اسے خاک میں ملا دیا ہو یا اس مقررین
کے لیے جسے قرضے نے رسوا کر دیا ہو۔ اور جو شخص اسی
مقصد کے لیے گداگری کرتا ہے کہ اس کا مال زیادہ ہو تو
وہ گداگری قیام کے بعد اس کے چہرے پر زخموں کی
صورت میں نمودار ہوگی۔ اس کا گداگری سے حاصل کیا
ہوا مال آتش دوزخ میں گرم کیا ہوا پتھر بن کر اس کے منہ

وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ جُنَادَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ
لَا تَحِلُّ لِعَبْدٍ وَلَا لِبَدْنٍ مَرَّةً
سَوِيَّةً إِلَّا لِبَدْنٍ قَبْلَ مُدْقِرٍ أَوْ
عَرْمٍ مُقْطِعٍ وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ
لِيُثَرِّقَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوشًا
فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَرَضْفًا
يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ
فَلْيُفْعَلْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْتَرْ.

میں ڈالا جائے گا تو جس کا جی چاہے وہ اپنے سے یہ مطلب
کم کرے یا نہ زیادہ سمیاد کرے۔ (ترمذی)

(دَوَاءُ الْبَرْدِ مِذْقًا)

۱۷ حبشی ماکہ پیش باسکن اور یا سے پہلے شین۔ جنادہ جیم کی پیش اور نون مخف

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ مَرَقَ آیا ہے معنی خاک میں ڈالنے والا۔ یہ دقواء دال کی زبر تاف ساکن سے مشتق ہے۔
اس سے ماضی مطلق کا صیغہ رَقَعَ یعنی اسے خاک میں ملا دیا۔ مَرَقَ ریم کی پیش دال ساکن تاف کی زیر سے، یعنی خاک اور کرنے
والی چیز۔ دراصل یہ شدت حاجت و فقر سے کنایہ ہے۔ یعنی ایسی محتاجی اور مالی خستہ حالی جو اسے خاک پر ڈال دے۔ کہ
اب وہ اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سکیں کہ بھی اسی وجہ سے سکیں کہتے ہیں۔ کہ وہ بھوک سے نڈھال ہونے کی وجہ سے
حرکت کی طاقت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ اَذْمِشْكُنَا ذَا مَتْوَبَةٍ۔ یعنی خاک ماسکیں۔

۱۹ یہاں حدیث کے عربی الفاظ اسْعَدَمُ مُعْظِمُ اُسے میں یزعم شین کی پیش بمعنی قرعہ اور تادان۔ مغلطہ ذیل درسا
کرنے والا۔

۲۰ حدیث میں واقع لفظ رَضَعًا (را کی زبر نادر ساکن) بمعنی پالنے ہوئے پھر۔ جن پر رکھ کر دودھ گرم کرتے ہیں۔
رَضَعًا یعنی اسے آگ پر تپایا اور گرم کیا۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ
الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ أَمَا
فِي بَيْتِكَ مَنِيٌّ فَقَالَ بَلَىٰ يَجْلِسُ
تَلْبَسُ بَعْضُهُ وَتَبْسُطُ بَعْضُهُ
وَقَبَّ يُشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ
قَالَ اثْنَيْنِ يَهُمَا

قَانَا يَهُمَا فَآخَذَهُمَا تَمَسُّوهُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِيَدَيْهِ وَقَالَ مَن كَيْشَرِي هَذَيْنِ
كَانَ رَجُلٌ أَنَا أَخَذَهُمَا بِإِدْرَاهِمٍ
قَالَ مَن يَزِيدُ عَلَيَّ دِرْهَمًا
مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انصار میں ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ
مانگنے آیا۔ آپ نے اسے فرمایا تیرے گھر کچھ نہیں
اس نے عرض کی ہمارے گھر میں ایک مٹا گڑی ہے جس کا
ایک حصہ ہم پیتے ہیں اور ایک حصہ نیچے بچاتے ہیں۔
اور ایک چھوٹا پیالہ ہے جس میں ہم دُک پانی پیتے ہیں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے
پاس لے آ۔ وہ دونوں چیزیں اٹھا کر آپ کی خدمت میں
لے آیا۔ آپ نے یہ دونوں چیزیں اپنے ہاتھ مبارک
میں پکڑیں اور فرمایا یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے ایک
شخص نے کہا میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم سے خریدتا
ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک درہم سے
زیادہ کون دیتا ہے یہ بات آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ

اِخْذْهُمَا بِيَدَيْهِمَا فَاعْطَاهُمَا
 اِيَّاهُ فَاخَذَ الْيَتَامَىٰ فَاعْطَاهُمَا
 الْاَنْصَارِيَّ وَ قَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا
 طَعَامًا قَانِبْدًا اِلَىٰ اَهْلِكَ
 وَ اشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا قَاتِيَنِي
 بِهٖ فَاتَّكَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ
 عُوْدًا بِبِيْدِهِ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ
 فَاحْتَطِبْ وَ رِبْعٌ وَّلَا اَرَيْتَكَ
 خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ
 الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ وَجَاءَ
 وَقَدْ اَصَابَ عَشْرَةً دَرَاهِمًا
 وَ اشْتَرَى بِبَعْضِهَا كُتُوْبًا وَ
 بِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ هَذَا كَحَيْرُ
 لَكَ مِنْ اَنْ تَبِيْعَ الْمَسْكُوْمَةَ
 نَكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
 اِنَّ الْمَسْكُوْمَةَ لَا تَصْلَحُ اِلَّا
 لِثَلَاثَةٍ لِّذِي كَفَرٍ مُّذْقِعٍ اَوْ لِّذِي
 غُرْمٍ مُّظْلَمٍ اَوْ لِّذِي دَمٍ مُّجَوِّعٍ
 رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَ تَرَاوَاهُ ابْنُ
 مَاجَةَ اِلَى قَوْلِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

فرمائی۔ اس پر ایک اور شخص نے کہا میں ان کو دو درہم
 سے خریدتا ہوں۔ تو آپ نے وہ دو دن چیزیں اس شخص
 کو دے دیں اور دو درہم وصول کر کے اس انصاری کو
 دے دیے۔ اس فرمایا ان میں سے ایک سے کھانا خرید کر
 اپنے گھر والوں کو دے دے۔ اور دوسرے سے ایک
 کھانا خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دے۔ اس سے میرے پاس لا۔ وہ انصاری
 کھانا خرید کر آپ کے پاس لایا تو آپ نے اپنے
 دست مبارک سے اس میں دستہ ڈالا پھر فرمایا جا اور
 کڑیاں کاٹ اور درخت کر۔ اور میں پندرہ دن تک تجھے
 بالکل نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا وہ روزانہ کڑیاں کاٹتا
 اور انہیں فروخت کرتا۔ پھر وہ ماحرِ حرمت آمد اس ہوا
 جب کہ دس درہم جمع کر چکا تھا۔ ان میں کچھ سے کپڑے
 خریدے اور کچھ آٹا دانہ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے لیے اگ سے بہتر ہے کہ تیرے
 کے دن تیرا سوال کرنا اس حالت میں سامنے آئے کہ تیرے
 چہرے پر نکتہ سیاہ پڑا ہو۔ بیشک سوال کرنا درست
 نہیں مگر تین آدمیوں کے لیے خاک میں ملے ہوئے نقر
 کے لیے۔ ذیل مدح و ملامت کے لیے مقرر ہے۔
 رنجِ دالم میں ڈالنے والے خون کی دیت ادا
 کرنے والے کے لیے۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔ اس ابن ماجہ نے
 نظم اہم اہم کے لفظ تک روایت کیا۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ عیس (ماں کریمہ) آیا ہے یعنی وہ مٹی کی گڑی جہاں لٹ کے کھامے کے بچے رہتے ہیں
 اور گھروں میں عمدہ تالینوں وغیرہ کے نیچے بچھاتے ہیں۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ عیب آیا ہے (قات کا نہ برین ساکن) یعنی کڑی کا بنا ہوا چھٹا پایا۔

۳۳ یعنی آپ نے تاکید و اہتمام کی طرف سے یہ لفظ دوسرا تین مرتبہ فرمایا۔

۳۴ جس سے وہ چند دگرگزا کریں۔

۳۵ یہاں حدیث میں لفظ قدوم آیا ہے (فات کی زیر) اور مال مختلف یا مشدود بمعنی کلمہ اثری یا تشبیہ اور وہ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی حدیث میں آیا ہے کہ انقش بالقدم کہ آپ کے قدم سے ختم کیا تو اس قدم سے بعض کے نزدیک تشبیہ مراد ہے اور بعض نے کہا قدم ملک شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یعنی آپ نے مقام قدم میں اپنا ختم کیا۔

۳۶ حدیث میں فاتح ان الفاظ کا ترجمہ گزشتہ حدیث کے ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۳۷ اس سخن سے دیت مراد ہے جو خون کے بدلے دی جاتی ہے اپنی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے۔ جیسا کہ لفظ تحمل محالہ کی تفسیر سے معلوم ہوا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَصَابَتْهُ فَاؤُهُ فَاتَوَلَّاهَا
بِالْمَنَاسِ لَمْ تَسُدَّ فَاؤُهُ وَمَنْ
أَتَوَلَّاهَا بِاللَّهِ أَوْ بِشَيْءٍ لَّهُ
بِالْغِنَاءِ إِمَّا يَمُوتُ عَاجِلًا
أَوْ خَيْرًا أَجَلًا

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
کو فائدہ پہنچا اس نے اس کا اظہار لوگوں سے کیا تو اس کا
فائدہ ختم ہو گا۔ اور جس نے اس کا اظہار اللہ تعالیٰ سے
کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کرے
اور وہ اس طرح کہ یا تو اسے جلدی موت دے گا
یا اسے کچھ وقت کے بعد کفایت عطا کرے گا۔

(ابوداؤد۔ ترمذی)

۳۸ یعنی اس کی حاجی کا دروازہ بند نہ ہو گا۔ اس کی حاجت برائی نہ کی جائے گی۔

۳۹ یہاں حدیث میں لفظ غنا آیا ہے (غین کی زیر) بمعنی فائدہ و کفایت۔ یہ غنا غین کی زیر سے نہیں جس کا معنی تو گری
اور اللہ کا ہے کیونکہ حدیث کے اگلے الفاظ إِمَّا يَمُوتُ عَاجِلًا اس معنی کے مناسب نہیں ہیں کہ موت سے دو تہذیبی
حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ معنی اس کی تفصیل نہیں بن سکتا۔ البتہ موت سے بندے کو کفایت ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر شکرۃ کے
اکثر نسخوں میں غنی عاملی یعنی ہمزہ مدودہ کے بجائے عین معلک سے آیا ہے۔ مگر ثین نے کہا ہے کہ معاینع اور جامع الاصول
کے اکثر نسخوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ تاہم نسخ ابو داؤد اور جامع ترمذی میں غناء آبل کا لفظ آیا ہے۔ یعنی ہمزہ مدودہ کے ساتھ
یہ ساری روایات زیادہ صحیح ہے جیسا کہ حاشیہ میں بھی ذکر ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت ابن القزازی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک فراہی نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا بوقت حاجت میں لوگوں سے کچھ مانگ لیا کروں۔ فرمایا نہ۔ اور اگر مانگنے کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو نیک و صالح لوگوں سے مانگے۔

عَنِ ابْنِ الْقَزَازِيِّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِينَ .

(دَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَانِيُ)

۱۔ فراہی ناک زیر اور سطح مختلف ہے فراہی بن نعم کی طرف نسبت ہے۔ یعنی ابن فراہی اپنے باپ فراہی سے روایت کرتے ہیں۔

۲۔ کہ کرم لازمی کے طور پر مجھے ضرور کچھ دیکھ دیں گے ماسواں کا مذاق بھی ملال ہوتا ہے۔

حضرت ابن السامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت عمرؓ نے صدقہ جمع کرنے پر مقرر فرمایا (مائل بنایا) جب میں اس عمل سے فارغ ہوا اور جمع کردہ صدقہ و زکوٰۃ انہیں دے دیا تو آپ نے مجھے اپنے عمل کی اجرت دینا کرنے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے قرینہ عمل اللہ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ فرمایا جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اسے لے کر بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زکوٰۃ میں زکوٰۃ و صدقہ جمع کرنے کا حکم کیا تو آپ نے اس کی حاجت مجھے نکال دیں نے بھی تیری بات کی طرح بات کی تھی اس پر آپ نے فرمایا تھا جب میں تجھے مانگنے کے بغیر کوئی چیز دے دوں تو اسے کھا اور صدقہ کر۔

وَعَنِ ابْنِ السَّامِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَرَعْتُ مِنْهَا وَادَّيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَنِي بِعَمَالَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ وَ أَجْرِي عَلَى اللَّهِ قَالَ خُذْ مَا أُعْطِيتَ فَإِنَّ قَدْ عَمِلْتَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلْتَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ خَيْرٍ أَنْ تَسْأَلَهُ فَعَلْتُ وَتَصَدَّقْتُ .

(دَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابن الدائم طرہٹ)

۱۔ آپ کو ابن السدی بھی کہتے ہیں آپ صحابی ہیں ایک شام میں سٹھہ میں دولت پائی۔
 ۲۔ یہاں حدیث میں لفظ عمامہ آیا ہے (عین کی پیش میم ساکن خف) یعنی مزدور کی مزدوری۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ يَوْمَ
 عَرَفَةَ رَجُلًا يَسْأَلُ النَّاسَ فَقَالَ
 آفِي هَذَا الْيَوْمِ وَفِي هَذَا
 الْمَكَانِ تَسْأَلُ مِنْ غَيْرِ اللَّهِ
 فَخَفَقَهُ بِالذَّارِيَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے
 عرفہ کے دن (لوگوں کو دعا لیتے) ایک شخص کو لوگوں سے مانگتے
 دیکھا تو فرمایا آج کے دن اس جگہ تو فیروز اللہ سے مانگتا
 ہے۔ پھر حضرت علی نے وارہ سے اس شخص
 کو مارا۔

(ردا کا ردین)

(ردین)

۱۔ کہ یہ دن خاص اللہ کی فرمانبرداری، اس کی عبادت اور اس سے دعا کرنے کا دن ہے۔ پھر یہ مکان کہ مکان عرفات ہے
 مقام دعا اور اللہ تعالیٰ کے آثار و مغفرت اور نزول انوار رحمت کی جگہ ہے یہاں لوگوں سے مانگتا ہے؛
 ۲۔ یہاں حدیث میں واقع لفظ وارہ ہے (مال کی دیر یا مشد) دوسرا لفظ (خفق) غاصقات سے، یعنی وارہ سے
 مارنا۔ اور کھارک چڑائی سے کسی کو مارنا جیسا کہ سراج میں ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا خفق کا معنی ہے کسی چوڑی چیز (تختی
 وغیرہ) سے مارنا۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ تَعْلَمُونَ
 أَيُّهَا النَّاسُ أَنَّ الظُّلْمَ قَتْلٌ
 وَ أَنَّ الْيَأْسَ غِنًى وَ أَنَّ
 التَّمَرُّؤَ إِذَا يَكْتَسِبُ مِنْ شَيْءٍ
 اسْتَبَغْنِي عَنْهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدایع ہے کہ آپ نے
 فرمایا لوگوں! بات کو جان لو کہ ظلم اور لالچ قتل ہے۔
 اور لوگوں سے بے نیاز ہونا مدد طلبی ہے۔ اور
 بیشک بندہ جب ایک چیز سے مایوس ہو جاتا ہے
 تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(ردا کا ردین)

(ردین)

۱۔ یعنی لوگوں کے مال کی امید رکھنا زیادہ نفع و محتاجی کا باعث ہے۔ بیان حدیث میں إِنَّ الْيَأْسَ میں ان کا ہمزہ
 کمزور ہے۔

۲۔ ظلم کا معنی ہے لوگوں کے مال کی امید رکھنا جس کا لٹا مشکوک ہو۔ یعنی یہ شخص مجھے دے گا یا نہیں دے گا۔
 ہاں اگر کسی کا دوسرے کے ذمہ حق ہو یا اس کا وظیفہ مقرر ہو یا اس کے محبت و کرم کے باعث یقین ہو کہ وہ دے گا تو ایسی جگہ
 ظلم کا معنی نہیں پایا جاتا۔ ایسے مقام پر مانگ لینا جائز اور درست ہے۔ اس میں غم نہ کرو۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ تَكْفُلُ فِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ
شَيْئًا فَاتَّكُفُّ لَهُ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ
كُوبَانُ أَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا
شَيْئًا.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے کون خاص
بننا ہے کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگے گا۔ تاکہ میں اس کے
لیے جنت کا خاص بن جاؤں۔ حضرت کوبان نے عرض کیا
میں خاص بننا اور وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے کبھی کچھ نہ مانگوں
گا۔ تو حضرت کوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

۱۔ حضرت کوبان رضی اللہ عنہ حضور کے آنا و کردہ غلام ہیں جو ہر وقت درگاہ اقدس میں حاضر رہتے اور وقت بے وقت
آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں موجود رہتے تھے۔

۲۔ ان الفاظ میں درحقیقت اس امر کی انتہائی تاکید و توثیق ہے کہ اُسے جنت فرزدل کر رہے گی کہ اللہ کا حکم ایسا ہی ہے
اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ صادق ہے اور انبیاء علیہم السلام کسی وقت کسی شخص میں طاعت پر باقوان الہی خاص بن جایا
کرتے ہیں اور خدا کفل کہ انبیاء میں سے ایک نبی ہیں، اسی وجہ سے ان کو خدا کفل کہا گیا کہ وہ اپنی امت کے لیے بہشت کے خاص
بن گئے تھے۔ یہاں کہہ دیا گیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْرُطُ عَلَى أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ إِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذَ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے
ایں بے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کا پابند
کرتے کے لیے بلایا کہ تم کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔
میں نے عرض کیا ہاں میں نے یہ شرط تسلیم کی کہ کسی
سے کچھ نہ مانگوں گا۔ آپ نے فرمایا جب تیرے ہاتھ
سے چابک گر جائے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگنا بلکہ خود
سواری سے اتر کر اسے پکڑنا۔

(امام احمد)

۱۔ یہ کسی سے ترک سوال ترک طلب میں کمال مبالغہ کا بیان ہے۔

بَابُ الْإِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الرِّمْسَاكِ

مال خرچ کرنے اور بخل کے ناپسند ہونے کا باب

لفظ انفاق کا معنی ہے مال دینا اور خرچ کرنا۔ اساک کا معنی ہے مال محفوظ رکھنا اور اس کے خرچ کرنے میں کنجوسی کرنا جسک بمعنی بخل ظاہر ہے کہ یہاں انفاق و اساک سے غیر زکوٰۃ میں سے مراد ہے اسی لیے لفظ کراہیت استعمال فرمایا اور زکوٰۃ اور اس کے احکام گزشتہ صفحات میں ذکر فرمائے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مطلقاً صفت انفاق کی مدح اور بخل و اساک کی مذمت مراد ہو بخلاف فرض ہو یا نقل۔ اس باب میں مذکورہ احادیث کا سیاق، سماعت و انفاق مال اور کچھ باقی نہ رکھنے کی مدح کو ظاہر کرتا ہے۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پھاڑ جتنا سونا ہوتا تو یہ بات میرے لیے غوثی اور مسرت کا باعث ہوتی کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزرتیں، اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی پڑتا ہوتا۔ مگر اتنا مال مجھ میں ادا نیکی قرعہ کے لیے رکھ چھوڑتا۔ (بخاری شریف)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّتْنِي أَنَّ لَا يَمَرُّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَ عِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَوْ صِدْقٌ لِذَيْنِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت سخاوت اور امت کو سخاوت کی ترغیب و تحریش کا بیان ہے۔

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن نہیں جس میں لوگ مسیح کرتے ہیں مگر روزِ شتہ اترتے ہیں ان میں سے ایک کتاب ہے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کی جگہ اور سے اور زیادہ سے۔ اور دوسرا کتاب ہے یا اللہ بخل کے مال کو ہلاک و برباد کر۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَكَانٌ يَنْزِلَانِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ أَعْطِ مُتْسِكًا تَلَفًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ أَسْمَاءَ ۖ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَقْ
وَلَا تُحِصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ
وَلَا تُؤْرَعِي فَيُؤْرَعِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ أَوْ حِصِّي
مَا سَتَّطَعْتَ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اسماء خرچ کر اور
شمارہ کر کہ کتنا دے اور کیا دے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ بھی
تجھے گن کر نہ دے اور مال کو بچا کر نہ رکھ کہ اللہ تعالیٰ
بھی تجھے بچا بچا کر دے بکہ جو کچھ دے سکتی ہے دیا کر۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ
مطہرہ ہیں آپ صحابیات میں سے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے گن کرینے سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اس سے برکت اٹھالینا اور اس میں اضافہ اور زیادتی کا دروازہ بند
کر دینا۔ یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا حساب لے گا۔ ہم پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ تؤرعی آیا ہے جو میاں سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے کسی چیز کو بتن میں ڈال کر اس کی حفاظت کرنا
یہاں بخل کرنا اور خرچ نہ کرنا مراد ہے۔

۴۔ حدیث میں واقع لفظ رشح (ضاد و غس) یعنی تھوڑی سی چیز دینا مراد ہے کہ اگر تھوڑی سی چیز بھی ہو تو وہ بھی ملالہ نہ لیں
مے دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں حضرت اسماء کی حالت و قدت بھی متحضر تھی کہ خادمہ کے مال سے بلا اجازت
تھوڑی چیز ہی دے سکتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۖ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْفَقْ يَا بَنَ آدَمَ
أَنْفِقْ عَلَيْكَ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے خرچ کر آدم کے بیٹے تاکہ میں تجھ پر
خرچ کر سکوں۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی تاکہ میں تجھ پر اخلاصاً سالام کر دوں کیونکہ اتفاقِ زلزلہ (میں خرچ کرنا) نعمتِ مال کا شکر ہے۔ اور شکرِ مزید نعمت
منے کا سبب و دریدہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ ۖ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا ابْنَ آدَمَ تَبْذُلُ الْفَضْلَ خَيْرٌ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے اگر تو زائمال خرچ کر دے

لَكَ وَ أَنَّ تُنْسِغَهُ فَمَوْ لَكَ وَ
لَا تُلَامُ عَلَى كَفَاٍ وَ اَبْدًا
يَمْنُ تَعُولُ

(رَوَا لَا مُسْلِمًا)

تو وہ تیرے سے بترسے۔ اماں اس میں بخل و کنوسی
کر گیا تو تیرے سے بڑا ہے۔ اور بقدر ضرورت پاس
رکھنے پر تیری کوئی کامت نہ کی جائے گی۔ اور خرچ
کا ابتداء اپنے خیال سے کرے

(مسلم شریف)

۱۵ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بھی حدیث مذکورہ ہے۔ اگرچہ اس میں لفظ حدیث صریحہ وارد نہیں ہے۔ مگر یہ بات
اس کو مستلزم نہیں کہ یہ حدیث مذکورہ ہی ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لفظ کے ساتھ خطاب کرنے کے اہل ہیں۔ چنانچہ
فرمایا اے بندے تیرا ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنا تیرے لیے بترسے۔ بذل کا معنی ہے مال لٹا دینا اور اسے محفوظ کر کے
نہ رکھ چھوڑنا۔

۱۶ یعنی اگر بقدر ضرورت مال اپنے پاس رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں یعنی اتنی مقدار شے جو بھوک اور سوال سے بچائے
رکھے۔ اور یہ چیز اشغال و انفراد کے اخراجات کے مطابق مختلف ہوتی ہے۔ اور زمانہ و حالات کے اعتبار سے بھی ان میں فرق
ہوتا ہے۔

۱۷ یعنی بقدر ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کی ابتداء اپنے خیال سے کر۔ کہ نفقہ واجب سے زیادہ اور فراغ دلی
سے ان پر خرچ کر۔ اماں ان سے بھی بچ جائے تو پھر اس میں سے بے گانوں کو بھی دے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَ الْمُتَصَدِّقِ
كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُجَّتَانِ مِنْ
حَدِيدٍ قَدْ اضْطَرَّتْ أَيْدِيهِمَا
إِلَى شُدِّيهِمَا أَوْ تَرَاقِيهِمَا فَجَعَلَ
الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا نَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ
وَاتَبَسَّتْ عَنْهُ وَ جَعَلَ الْبَخِيلُ
كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَ
أَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور
صدقہ کرنے والے کا حال و قصہ ان دو شخصوں کی طرح
ہے۔ جن پر لوہے کی دو زنجیریں ہوں۔ جنہوں نے ان
کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گھٹے کی ہڈیوں
کے ساتھ باندھ رکھے ہوں۔ ان میں سے ایک نے
صدقہ کرنا شروع کیا جیسے جیسے وہ صدقہ کرتا گیا اسی قدر
اس کی زنجیر ڈھیلی اور فراخ ہوتی گئی۔ اور بخیل نے جب
صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ زنجیر اس پر اور تنگ ہوتی گئی اور
اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ اور مضبوط ہوتا گیا۔
(بخاری و مسلم)

۱۵ یہاں حدیث میں لفظ فُتَّان آیا ہے۔ اس کا مفرد جُتَّان ہے وجم کی پیش نون مشدود بمعنی زرع اور ایک روایت جبتان بھی آئی ہے (یعنی جم اور با کے ساتھ) مگر روایت اور دروایت نون والی روایت زیادہ صحیح ہے، کیونکہ جہر وہ ہے کا نہیں ہوتا۔
 ۱۶ یعنی ان زرعوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے۔ حدیث میں واقع لفظ اضطرار دلائل احتیاج اور بے اختیار ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ان کا متصل ہونا اور چٹنا مراد ہے۔ پھر حدیث میں واقع لفظ شُدَّی ثا کی زبر دال ساکن بمعنی پستان ہے اور یہ مرد و عورت دونوں کے ہوتے ہیں اور شہرتی (ثا کی پیش دال کی زیر یا کی شد سے) اس کی جمع ہے۔ یہاں جمع اور مفرد دونوں طرح مروی ہے۔ مگر جمع کی روایت اکثر و زیادہ ظاہر ہے۔ اور لفظ تَرَاتِی تَرْقُؤَہ کی جمع ہے۔ (ثا کی زبر دال ساکن قاف کی پیش) بمعنی گلے اور کندھے کے درمیان کی ہڈیاں۔ اور یہ دونوں طرف صرف دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ یہاں جمع کا صیغہ ان کے اطراف و جوانب کا اعتبار کرنے کی بنا پر ہے۔

۱۷ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ کئی اور حواد انسان جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اس کا سینہ فرائض و کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کی موافقت و طاعت اختیار کرتے ہوئے عطا و سخاوت کرنے کی طرف دراز ہو جاتے ہیں اس کے برعکس بخیل کا سینہ صدقہ کے ارادے سے ہی تنگ ہو جاتا ہے، اور اس کے ہاتھ دراز ہونے کے بجائے تنگ ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا یہاں حدیث میں انسان کو زرع پھینکے کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی تاکہ اس جانب اشارہ ہو جائے بخل و کنوس گویا انسان کی جبلت و فطرت میں داخل ہو چکی ہے اسے سے خوب سمجھو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ روز قیامت ظلم تاریکیاں بن کر سامنے آئے گا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک و تباہ کیا۔ کنجوسی نے انہیں لوگوں کی غریزہ پر آمادہ کیا اس اسی وجہ سے اللہ کا حرام کردہ چیزوں کو انہوں نے حلال گردان لیا۔

وَقَدْ جَاءَ بِكُمْ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّجُّوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَ اتَّجُّوا الشُّعْرَ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ.

(نَوَاۃ مُسْلِم)

(مسلم شریف)

۱۸ ظلم کا لفظ گناہوں کی تمام اقسام و انواع کو شامل ہے۔ اسی وجہ سے اس کے جملے میں لفظ ظلمات جمع آیا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ ایک ظلم بھی قیامت کے دن بہت سی تہہ بہ تہہ ہولناک تاریکیوں اور شدتوں کا سبب بنے گا۔ لہٰذا ظلم کا معنی ہے وضع اشئی فی غیر محلہ یعنی شی کو اس کی غیر مناسب جگہ میں رکھنا۔ مگر اس کا غالب استعمال مخلوق پر زیادتی و شرارت میں ہوتا ہے۔

۲۷ شیخ یعنی شہت بخل و حرص۔ اس سے پچنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ بھی ظلم کے اقسام اور اس کی شدید ترین انواع میں سے ہے۔ کیونکہ حب دنیا اور نفسانی شہوات کا نتیجہ یہی ظلم ہے۔

۲۸ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ یعنی معاصی اور خطائیں، انہیں حلال ٹھہرانے والا بھی یہی بخل ہی ہے۔ یہ بخل خوریزی اور حرام کو حلال کرنے کا باعث اس وجہ سے ہے کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنا اور دوسروں سے ہمدردی و شفقت ذریعہ نجات اور ایک دوسرے سے بہتر تعلقات استوار کرنے کا موجب ہے اس کے برعکس بخل و کنجوسی ایک دوسرے سے دور رہنے اور قطع تعلق کا سبب ہے اور یہ چیز آپس میں دشمنی اور عداوت کا باعث ہے۔ جس سے انجام کار آپس میں لڑائی جھگڑا اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ علماء نے شیخ کی تفسیر بخل سے کہا ہے۔ بعض نے کہا شیخ اس بخل کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حرص بھی پائی جاتی ہو بعض نے کہا بخل اس کنجوسی کہتے ہیں جو افراد و امور میں پائی جاتی ہے۔ اور شیخ وہ کنجوسی ہے جو عام ہو اور تمام امور میں پائی جاتی ہو یعنی بخل وہ کنجوسی ہے جو بعض چیزوں میں پائی ہے اور شیخ وہ کنجوسی جس کا مظاہرہ ہر چیز میں کیا جائے۔ بعض نے کہا بخل کا تعلق مال سے ہوتا ہے اور شیخ وہ کنجوسی جو مال میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور دوسری چیزوں میں بھی۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ شیخ ایک جہلی چیز ہے جو انسان کی سرشت میں پائی جاتی ہے اور یہ وصف لازم کی طرح ہے اور اس کا مرکز انسان کا نفس امارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا **وَاسْخَفَتْ الْاَنْفُسُ الشَّمَّ** (نفوس امارہ کی سرشت میں بخل و کنجوسی رکھ دی گئی ہے) اس بارے میں مفسر یہ ہے کہ بندہ اس مرض کو اپنے عرش صفت قلب پر غالب نہ آنے دے اور احکام ایمان سے اسے روکنے کا ذریعہ نہ بننے دے کیونکہ اس صورت میں انسان طاعت و فرمانبرداری میں کنجوسی سے کام لیتا ہے۔ چشم پوشی اختیار نہیں کرتا۔ اور حکم خداوندی کے لیے اپنے آپ کو مطیع و متقاد نہیں کرتا۔ اور یہ شیخ و کنجوسی حرص و شہوت کی طرح نفوس کی سرشت میں پائی جاتی ہے۔ تاکہ بندہ کو آزمائش میں ڈالا جائے۔ پھر نظام عالم کی مصلحت اور تعمیر و آبادی بھی اس میں مضمر ہے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بُری ہے کہ یہ حرص و کنجوسی اس کے عرش قلب پر غالب آجائے اور اس پر قبضہ کرے۔ اور دل اس کا مطیع ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک شیخ مُکانت (یہ حالت بہت بُری ہے کہ بندہ بخل و کنجوسی کے تابع و مطیع ہو جائے) سے بھی مراد ہے۔ یہ امام تدریستی کے کلام کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو صدقہ کرو

کیونکہ تم ایک ایسا ناسانہ آنے والا ہے کہ ایک آدمی

صدقہ لے کر دینے کے لیے چلے گا تو وہ ایسا شخص

(مسکین و فقیر) نہ پائے گا جو اسے قبول کرے اور

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوا فَإِنَّهُ يَأْتِي

عَلَيْكُمْ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ

فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُولُ

وہ صدقہ نہ قبول کرنے والا کہے گا اگر تو کل یہ صدقہ لے کر
آتا میں قبول کر لیتا لیکن آج مجھے اس کی کوئی ضرورت
و حاجت نہیں۔

الرَّجُلُ لَوْ جِئَتْ بِهَا يَآلَا مَسِيسَ
لَقَبَلَتْهَا فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ
لِيَ بِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۵ حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ماں کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہ کے
بھائی ہیں۔ کوفیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے احادیث
روایت کرتے ہیں۔

۱۶ یہ حالت آخر زمانہ (زمانہ امام مدنی علیہ السلام) میں ہوگی۔ جیسا کہ باب اشراط الساعة میں آ رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ بڑا
اجہ و ثواب والا صدقہ کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا
اس مال میں صدقہ کرنا کہ تو صبح و شام دعا کرتا ہے
اور مال کی حرص موجود ہو۔ اور دو تہذیبیہ کا امیدوار
ہو اور تجھے فقر و محتاجی کا ڈر ہو۔ صدقہ کرنے میں
اس حالت تک دیر و توقف نہ کر میاں تک تیری
جان لگے میں آپ سے۔ اس وقت تو کہنے لگے فلاں کے لیے
اتنا مال فلاں کے اتنا مال کہ اب تو وہ فلاں کے لیے
ہو گیا۔

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ
أَعْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ
وَأَنْتَ صَاحِبٌ شَحِيحٌ تَخْشَى
الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَ لَا
تُزِيلُ حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ الْخُلُقُومَ
قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَ لِفُلَانٍ كَذَا
وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷ حدیث میں واقع لفظ تصدق تا اور مال کی زیر سے۔ اصل میں تَتَصَدَّقُ تھا۔

۱۸ یعنی کہ تو صحت و تندرستی کی حالت میں صدقہ کرے۔ تجھے اپنی صحت کی بنا پر زندہ رہنے اور دروازہ عمر پانے
کی امید ہو۔ اس حالت کی موجودگی کی وجہ سے انسان بخل سے کام لیتا ہے کہ اگر مال براہ خدا میں سے دیا تو محتاج و فقیر
نہ ہو جائوں۔

۱۹ ذکاوت بھل لام کی زبرد اور جزم دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یعنی تاخیر و توقف نہ کرنا یا تاخیر و توقف نہ کر۔

۲۰ شارحین کرام نے کہا کہ فلاں اول اور فلاں ثانی سے مراد وہ شخص ہے جن کے لیے مرنے والا وصیت کرتا ہے
اور فلاں اخیر سے وارث مراد ہے۔ یعنی مرنے کے وقت تو وہ مال وارث کا ہو جاتا ہے کہ جب وصیت کا تعلق وارث

کے مال سے ہو تو وراثت کو حق پہنچا ہے کہ میت کی وصیت کو جائز قرار دے یا اسے باطل کر دے۔ یعنی انسان بخل کرتا ہے تا آنکہ موت کو آجھا کتا ہے۔ اس وقت مسئلہ کرتا ہے اس مال کو جس سے وراثت کا حق متعلق ہوتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تینوں جگہ لفظ فلاں سے مراد وہی شخص ہے اس لیے وصیت کی گئی ہو مراد ہو۔ اور لفظ کَانَ لانے سے جو مفید ثبوت و قرار ہے، اس جانب اشارہ ہو کہ اب جو مال جس کے لیے مقدر ہو چکا ہے اسے مل کر رہے گا۔ علامہ کرمانی علیہ الرحمۃ نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ کچھ مال وصیت کے طور پر دینا چاہے اور کچھ بشکل اقرار۔ اس میں غور کرو۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ
انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي
ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَأَى أَنِّي
مِنْ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ
فَعَلْتُ فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي مِنْ
هُمْ قَالَ هُمْ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا
إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَ هَكَذَا
وَ هَكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
خَلْفِهِ وَ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ
شِمَالِهِ وَ قَلِيلٌ مَّا هُمْ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا جب کہ آپ کعبہ معظمہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے جب مجھے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب کعبہ کی قسم وہی لوگ سخت نقصان میں ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فلا کن لوگ۔ فرمایا جو بہت مالدار ہیں۔ مگر وہ جو اس طرح کرے تین بار فرمایا اپنے سامنے اپنے پیچھے کی طرف دائیں اور اپنے بائیں۔ اور ایسا کرنے والے تھوڑے ہوتے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی جو مال خرچ کرے۔ اور اپنا مال اس طرح دوسروں کی طرف پہنچ کر دے۔ یعنی ہر طرف اور ہر جانب جیسا کہ آپ نے خدا کی تفسیر اپنے قول مبارک من بین یدیه ومن خلفہ وعن یمنہ وعن شمالہ سے کی۔ یعنی اپنے سامنے کے لوگوں کو دیتا ہے اور اپنے پیچھے کے لوگوں کو دیتا ہے اسی طرح اپنے دائیں اور بائیں رہنے والے لوگوں کو دیتا ہے۔

۲۔ یعنی اس طرح دینے اور کرنے والے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں۔ یہاں حدیث کا لفظ قال فعل کے معنی میں ہے، اور عرب لفظ قول کا اطلاق تمام افعال پر کرتے ہیں۔ جیسے قال بیدہ اس نے اپنے ہاتھ سے کیا یعنی پکڑا۔ قال برجلہ یعنی وہ اپنے پاؤں سے چلا۔ اس طرح کے اطلاقات حدیث میں بہت آئے ہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِّنَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِّنَ النَّارِ وَ الْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللَّهِ بَعِيدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِّنَ النَّارِ وَ لَجَ أَهْلُ سَخِيٍّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۱۔ اللہ کے قریب ہے یعنی اس کی رحمت اور رضا کے قریب ہے۔

۲۔ جنت کے قریب ہے کہ اس میں داخل ہوگا۔

۳۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے۔

۴۔ یعنی جب کہ وہ جنت سے قریب ہے تو اہل عالمہ دوزخ سے دور ہوگا۔

۵۔ اس حدیث میں سخاوت کی بہت درجہ اور بخل کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ سخاوت و بخل

اواسے زکوٰۃ میں مراد ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ مطلق انسان ان دو صفتوں میں سے کسی ایک صفت سے موصوف ہوتا ہے۔

۶۔ جاہل سخی اور عابد بخیل کا مقابلہ ظاہر اس امر کا مطالبہ کرتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ جاہل سخی بخیل عابد سخی عابد

کو زیادہ پیارا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ غیر عابد سخی عابد بخیل سے محبوب تر ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس طریقہ پر چنانچہ اختصار

عبارت کے ساتھ دونوں معنوں کو شامل ہے۔ اس میں غور کرو۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَآنَ يَتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِي

حَيَاتِهِ يَدْرُ هَجْرٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ

حضرت ابو سعید خدی رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا بندے کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ

کرنا موت کے وقت سو درہم صدقہ کرنے

يَتَصَدَّقُ بِمَا هُوَ عِنْدَ مَوْتِهِ . . . سے بتر ہے۔

(دَوَاۤءُ اَبُو دَاوُد)

(ابوداؤد شریف)

لہذا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ أَبِي الدَّردَاءِ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَتَصَدَّقُ عِنْدَ

مَوْتِهِ أَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِي يُهْدِي

إِذَا شِيعَ .

(دَوَاۤءُ أَحْمَدَ وَالتَّسَانِيُ وَالدَّارِمِيُّ

وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔

لہذا اب کھانے کی غور و اجرت نہ رہی تھی (یعنی اس صفت میں ثواب کم ہے)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ

الْبُخْلُ وَسُوءُ الْخُلُقِ .

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا دو عادتیں ایسی ہیں کہ مومن میں بیک وقت

جمع نہیں ہوتیں۔ بخل اور بد خلقی۔

(دَوَاۤءُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی شریف)

لہذا ان دو صفتوں کے جمع ہونے کی نفی سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ایک صفت مومن میں موجود ہو سکتی

ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا بیک وقت جمع ہونا مراد ہے۔ یا ان دو کا اتنا ہی درجہ تک پہنچنا مراد ہے۔ اس حد تک

کہ وہاں جگہ ہو سکیں۔ اور ان سے مراد انسان ان پر راضی اور خوش بھی ہو۔ اور اگر کبھی بد خلقی کا مظاہرہ کرے اور

بخل اختیار کرے اور نادار اور بے کم پھر ایسا ہونے پر پشیمان اور نام بھی ہو اور اپنے نفس کو ملامت اور اس پر کفوس سے

جھکا کرے تو یہ حالت مسلمان کے خلاف نہیں کہ کئی ایسے مسلمان ہوتے ہیں کہ اس بری حالت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

الایہ کہ نکرہ (مومن) کے مقام نفی میں واقع ہونے کا بنا پر جو مفید غور ہے، مومن کامل مراد ہے کہ یہ دونوں عادتیں مومن کامل

کی اسلامی کے منافی ہیں۔ اگرچہ اس جہاں سے یہ معنی مراد لینا قدرے بعید ہے۔ یا اس معنی کی حقیقت یہ ہے کہ ان دو

صفات کے افعال و آثار کا صدور مومن سے نہ ہونا چاہیے اور ایک مسلمان کو ریاضت و مجاہدہ سے انہیں دور کرنے کی سعی

کرنی چاہیے اور ان کو باقی رکھنے اور ان پر راضی ہونے سے باز رہنا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ صفات مذمومہ میں کی شان کے خلاف ہیں اس میں مجبوری نہیں ہونی چاہیے۔ پھر بدخلی سے مراد وہ برائیاں ہیں جو دین و شریعت کے خلاف ہیں اس میں مجبوری نہیں ہونی چاہیے۔

وہ بدخلی مراد نہیں جو لوگوں میں مشورہ و معارف ہے۔ یعنی معاملات زندگی میں نرم مزاجی اور چشم پوشی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے بغض رکھنا اور سختی سے پیش آنا تو مسلمان کے اتوری امران میں سے ہے۔ اس میں خود کو رو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں نہ داخل ہوگا فری اور بخل اور احسان جملہ نے والا۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَلَا بَخِيلٌ وَلَا مَتَّانٌ.

(ترمذی شریف)

(رواہ الترمذی)

اسے یعنی تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے ایک فری۔ دوسرا بخل۔ تیسرا احسان جملہ نے والا۔ یہاں حدیث میں لفظ حبش آیا ہے۔ خاک لری اور زہر سے۔ یعنی قریب و دہر کا دینے والا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ المناقی خب لیم۔ کہ منافق فری اور منحوس ہوتا ہے۔ دوسرا بخل جو خدا تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور فقر اور مساکین سے ہمدردی و شفقت کرنے میں کوتاہی کرتا ہے۔ تیسرا شخص نشان دن کی شب سے یعنی عطا کرنے کے بعد احسان جملہ نے والا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حق سے کاٹنا اور ترڑنا مراد ہو یعنی حق کو کاٹنے والا اور اسے خیانت کے ذریعے توڑنے اور برباد کرنے والا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کاٹنے سے اپنے رشتہ داروں اور عام مسلمانوں سے رشتہ محبت و دوستی کو کاٹنا اور ان سے قطع تعلق کرنا مراد ہو کہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ رشتہ دوستی و محبت استمرار رکھنا لازم و ضروری ہے۔ اس طرح کی احادیث کی وضاحت و تاویل اُن دلائل کی روشنی میں جو گناہ کاروں کے مومن ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اصول کلام میں ہو چکی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیب اور خوف باقی رکھنے کی غرض سے ایسے مواقع میں قول بخل پر کفایت فرمائی ہے۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں بُری مادات اختیار کرنے اور گناہوں کے مزاج کا بے کاڑر موجود نہ رہے۔ اور وہ ایسی غلطیوں میں نہ پڑیں جو ان کے لیے نقص و عیب کا سبب بنتی ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے علماء و محدثین کے ہم دبعیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اجمال سے کام لیا ہے آپ کو پتہ تھا کہ میری امت کے علماء و محققین میرے اشارات کا اصول دین کی روشنی میں صحیح مطلب و معنی لوگوں کو بتا دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد میں بدترین عادتیں جو ہو سکتی ہیں یہ ہیں۔ امتناع

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي التَّوَجُّلِ شُتُّ هَالَةٍ وَ

جُبْنُ حَيَابٍ وَ سَنَذُكُو حَدِيثُ
أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَجْتَنِبُ الْقَتْلَ وَ
الْإِيمَانَ فِي كِتَابِ الْجَهَادِ إِنْ
شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔

بے مہری میں مبتلا کرنے والا بخل اور بخل لکال لینے والی
بزدلی۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث لا یجتنب القتل والایمان کتاب الجہاد
میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

۱۔ یعنی خرچ کرنے کے وقت اتنا درجے کا بخل رہیاں حدیث میں لفظ مالع زیادہ ہے جو جمع سے نکلا ہے جس کا معنی ہے
تکلیف پہنچنے پر سخت شور مچانا اور دوا دیا کرنا اور لفظ جمع کا ترجمہ و معنی حدیث گزشتہ میں مذکور ہو گیا ہے۔ حدیث میں واقع
دوسرا لفظ جن مالع ہے جس کا معنی ہے ایسی بزدلی اور بزدلی جو شدت سخت کی بنا پر بدن سے جان ہی کھینچ لے۔ مطلب
یہ کہ بخل شدید اور سخت بزدلی یہ دونوں بدترین عادتیں ہیں۔

۲۔ یعنی جس حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں کہ لا یجتنب القتل والایمان مالع۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
وَسَلَّمَ آيَاتُنَا أَسَدُكَ بِكَ لِحُوقًا
قَالَ أَطُولُكُمْ يَدًا فَآخِذُوا
قَصَبَةً تَذَرُ عُتُونَهَا وَ كَانَتْ
سُودَةً أَطُولُكُمْ يَدًا فَعَلِمْنَا
بَعْدَ آتِنَا كَانَ كُلُّ يَدٍ هَا
الْمُتَدَفِّقَةِ وَ كَانَتْ أَسْرَعَنَا
لِحُوقًا بِمِ زَيْنَبَ وَ كَانَتْ
تُحِبُّ الْمُتَدَفِّقَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں
نے حضور سے عرض کیا ہم میں سب سے جلدی کون آپ
سے اگر کٹے گی دس کا دس سال سب سے پہلے ہو گا
آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ تم میں سب سے زیادہ لمبا
ہے تو انہوں نے ہاتھوں کی پیمائش کی یہ ایک
کانٹا تھا حضرت سوردہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان سب
سے لمبا اور سب سے تیز تھے۔ مگر بعد میں میں معلوم ہوا کہ ہاتھ
کی درازی سے حد قہر مراد ہے اور آپ کے ساتھ ہونے
میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں
اس آپ سے حد قہر و خیرات کرنا پسند کرتی تھیں۔

اسے بخاری نے روایت کیا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
عنا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ قَالَتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَسْرَعُكَ لِحُوقًا رِيًّا
أَطُولُكَ يَدًا قَالَتْ وَكَانَتْ
يَتَطَاوَلُنَّ أَيُّهُنَّ أَطُولُ يَدًا
قَالَتْ فَكَانَتْ أَطُولَنَا يَدًا
ذِيئَبُ لَا تَهَا كَانَتْ تَحْمَلُ
بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ

میں سے میرے ساتھ ملنے میں سب سے زیادہ جلدی
کرنے والی وہ ہے جس کے ہاتھ تم سب سے زیادہ دراز
ہیں اور ازواج مطہرات آپس میں ایک دوسری کے ساتھ جھگڑا
کرتی تھیں کہ ان میں کس کے ہاتھ زیادہ دراز ہیں۔ حضرت عائشہ
فرماتی ہیں کہ حضرت زینب کے ہاتھ ہم میں سب سے زیادہ دراز
تھے۔ کیونکہ آپ اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتی اور وہ
ذخیرات کرتی تھیں۔

۱۔ یعنی حضرت عائشہ جو ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ کہ بعض ازواج نے آپ سے کہا اور دریافت کیا۔
۲۔ یعنی یا رسول اللہ آپ کی وفات کے بعد ہم میں پہلے کونسی بیوی وصال کرے گی۔

۳۔ یعنی تم میں سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی وہ ہوگی جس کے ہاتھ تم سب سے زیادہ لمبے ہیں۔
۴۔ یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہ ان کے ہاتھ سب ازواج مطہرات سے زیادہ دراز تھے۔

۵۔ یعنی بعد میں ہمیں علم ہو گیا کہ ہاتھوں کے دراز ہونے سے جن کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور فرمایا کہ دراز ہاتھوں
والی بیوی سب سے پہلے مجھے آکر ملے گی، صدقہ و خیرات مراہمے یعنی اگرچہ پہلے ہم نے ہاتھ کی لمبائی سے ظاہری ہاتھ کی لمبائی سمجھی
تھی۔ مگر پھر غور و فکر کرنے اور قرینہ واقعہ سے ہمیں پتہ چل گیا کہ درازی ہاتھ سے کثرت صدقہ و انعام مراہمے کہ یہ نعمت کے
معنی میں بھی آتا ہے۔

۶۔ یعنی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کہ آپ نے سلمہ با سلمہ ہجری مقدمہ میں حضرت فاروق اعظم رضی
اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرمایا۔

۷۔ کہ آپ اپنے دست مبارک سے بہت کام کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کرتی تھیں اس سبب سے مراہمہ بہ معلوم
نہیں ہوتا کہ پہلے ازواج مطہرات نے ہاتھوں کی ظاہری درازی خیال کی تھی۔ پھر نہیں پتہ چلا کہ اس سے کثرت ملل صدقہ مراہمہ۔
شاید کہ انہوں نے اول اول یہی معنی سمجھا جو اس کے بعد تحقیق کی ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح تھیں۔

واضح ہو کہ حدیث مشکوٰۃ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے جس زوجہ مطہرہ نے سب سے پہلے
وصال فرمایا اور آپ سے جا کر ملیں وہ حضرت زینب تھیں اور یہی بات صحیح اور اہل علم کے ہاں مشہور و معروف اور اہل تاریخ کے
ہاں متفق علیہ ہے۔ بعض نے کہا وہ حضرت زینب نہیں بلکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ صحیح بخاری کی عہدیت سے بھی یہی
دہم ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی تاریخ صغیر میں انہوں نے اس کی تصریح کر دی۔ علامہ نے کہا کہ یہ امام بخاری کی خطا ہے کیونکہ حضرت
سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۴ھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا شرح عزیزی میں یہ بیان زیادہ تفصیل سے

مذکور ہو چکا ہے۔ اس میں غور سے کام لو۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَائِرٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ اللَّيْلَةَ عَلَى سَائِرٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَائِرٍ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ اللَّيْلَةَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَائِرٍ وَ زَانِيَةٍ وَ غَنِيٍّ فَأَتَى فَقِيلَ لَهُ أَمَا صَدَقَتَكَ عَلَى سَائِرٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَوْفَ عَنْ سَرَقَتِهِ وَ أَمَا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ زَنَاهَا وَ أَمَا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَغْتَبِرُ فَيُتَّقِي مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا البتہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ تو وہ صدقہ لے کر نکلا ایک چور کے ہاتھ پر جا کر رکھ دیا لوگوں نے باتیں کرنا شروع کیں کہ آج رات ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا ہے اس شخص نے ان کی باتیں سن کر کہا اللہم لک الحمد علی سائر سے اللہ تیرے لیے ہی حمد و ثنا ہے چور کے ہاتھ میں صدقہ نہیں پر۔ پھر اس نے کہا البتہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور صدقہ کی چیز ایک زانیہ عورت کے ہاتھ پر رکھ دی۔ لوگوں نے صبح کو یہ باتیں شروع کر دیں کہ آج رات ایک زانیہ عورت کو صدقہ دے دیا گیا ہے اس نے کہا اللہم لک الحمد علی زانیۃ سے اللہ تعالیٰ تیرے لیے ہی حمد و ثنا ہے ایک زانیہ عورت کو صدقہ مل جائے پر اس نے پھر کہا البتہ میں ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ پھر صدقہ لے کر گھر سے نکلا۔ اور ایک غنی کے ہاتھ پر جا کر رکھ دیا۔ لوگوں نے صبح کو پھر باتیں شروع کر دیں کہ آج رات ایک غنی انسان کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس صدقہ کرنے والے نے کہا اللہم لک الحمد علی سائر و زانیۃ و غنی پھر اس صدقہ کرنے والے کو ایک خواب آیا جس میں اسے کہلایا کہ تیرا چور کو صدقہ دینا تو شاید وہ اس وجہ سے ہے کہ آجندہ کے لیے وہ چور کی سے بچ جائے۔ اور زانیہ عورت کو تیرا صدقہ دینا تو شاید وہ اس کی وجہ سے ہے کہ آجندہ کے لیے وہ زانیہ عورت کی سے بچ جائے۔ اور غنی کو تیرے صدقہ سے فائدہ ہو سکتا ہے کہ شاید وہ بھی عبرت گیر ہو کہ راہ خدا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَكَفَّظَهُ لِلْبُخَارِيِّ)

میں سے خرچ کرنا شروع کرے اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے
اسے دیا ہے۔ متفق علیہ۔ اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

۱۔ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھے۔

۲۔ اس نے یہ الفاظ نذر یا تم کے طور پر کہے۔

۳۔ لوگوں نے یہ باتیں ایک چود کو صدقہ دینے پر تعجب انکاری کے طور پر کہیں۔

۴۔ اس شخص نے یہ کلمہ شکر کے طور پر کہا کہ چلو کچھ بھی ہوا اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے کی توفیق تو دیدی۔ یا اس نے یہ کلمہ تعجب کے طور پر کہا۔ یا اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے کہا۔

۵۔ یعنی اس سے نفع ہوگا۔ یہ صدقہ بے فائدہ نہیں۔

۶۔ یعنی کم از کم اس دن تو شاید چوری کرنے سے بچا رہے گا کیونکہ اسے دن کی روزی تو مل گئی۔ لہذا آج چوری چکاری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

۷۔ اور میرے صدقہ پر قیاس کہے وہ بھی راہ خدا میں صدقہ کرنا شروع کر دے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَنَا رَجُلٌ
يَغْلَاظُ مِنَ الْآبَاءِ مَنْ سَمِعَ صَوْتًا
فِي سَعَابَةِ اسْتَوَى حَذِيقَةً فَلَا يَنْ
فَتَنْتَنِي ذَلِكَ الشَّعَابُ فَأَنْدَرُ
مَاءَهُ فِي حَذِيقَةٍ فَإِذَا شَرِبَهُ
مِنْ تِلْكَ الشَّرَابِ قَدْ اسْتَوَعَبَتْ
ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَكْتَبُ الْمَاءَ
فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَذِيقَتِهِ
يَحْوِلُ الْمَاءَ بِسَعَابَتِهِ فَقَالَ
لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ قَالَ
فُلَانٌ الْإِسْمُ الَّذِي سَمِعَ فِي
الشَّعَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ
لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اس انسا میں کہ
ایک شخص نکل میں کھڑا تھا کہ اس نے ابر میں آواز سنی کہ فلاں
آؤی کے باغ کو سیراب کر۔ اس آواز پر وہ ابر ایک طرف کو ہوا
اور اپنا پانی ایک تھمڑی زمین پر اٹیل دیا۔ پھر اچانک پانی کے
لاسنوں میں سے ایک سانس نے اس سانس پانی کو جمع کیا تو وہ
شخص اس پانی کے پیچھے چل پڑا (اگے جا کر) کیا دیکھتا ہے
کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہے اور پانی کو اپنے پیچھے
کے ساتھ ادھر ادھر پھیر رہا ہے۔ پانی کے ساتھ ساتھ جانے
والے شخص نے کہا اسے اللہ کے بندے تیرا کیا ہے اس
نے کیا میرا وہی نام ہے جو تو نے ابر کے اندر سنا ہے میرا
پانی کے ساتھ جانے والے شخص سے پوچھا اسے اللہ کے بندے
تو مجھ سے میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے۔ تو اس شخص نے
کہا میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے، سنا کہ کہنے والا
کہ رہا ہے کہ فلاں آؤی تیرا نام لے کر کے باغ کو سیراب

إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ
الَّذِي هَذَا مَاءُهُ يَقُولُ اسْتَقِ
حَدِيثَةً فَلَا يَلِيسُكَ فَمَا قَسَمْتُ
فِيهَا قَالَ أَمَّا إِذَا قُلْتَ هَذَا
فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُبُ مِنْهَا
فَأَتَصَدَّقُ بِثَلَاثَةٍ وَ أَكُلُ أَنَا
وَعِيَايَ ثَلَاثًا وَ أَرُدُّ فِيهَا ثَلَاثَةً
رَوَاهُ مُسْلِمٌ

کر۔ تو اپنے باغ میں کیا کرتا ہے اس آدمی
نے کہا جب تو نے مجھ سے پوچھا ہی ہے تو
(بات یہ ہے) کہ جو کچھ اس باغ سے برآمد ہوتا ہے
میں اسے نگاہ رکھتا ہوں۔ پھر اس آمدن کا تیسرا
حصہ فقرا میں صدقہ کرتا ہوں۔ ایک حصہ میں اور
میرا خیال کھاتا ہے۔ اور ایک حصہ پھر اس باغ کی طرف
وٹاتا ہوں۔

مسلم شریف

۱۔ یعنی ایک شخص صحرا اور کشادہ جنگل میں کھڑا ہے۔

۲۔ حدیث میں لفظ حدیقہ آیا ہے یعنی سبزہ زار یا درخت اور کھجوریں وغیرہ

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ حرمۃ آیا ہے (حاصلہ کی زبرد اور شد کے ساتھ) اس حدیث میں دوسرا لفظ شریعت آیا ہے۔
(شیں کی زبرد اور رجم)۔ یعنی پانی کا وہ راستہ جو پتھری زمین میں سے گزر کر نرم زمین میں پہنچتا ہو۔ اس کی فتح شراج و شروج آتی ہے
۴۔ یعنی وہ شخص جس سے بادل میں آواز سنی تھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چل چڑیا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ پانی کدھر جاتا
ہے اور یہ بات معلوم کرنے کے لیے کہ وہ آدمی جس باغ میں یہ پانی بھیجا گیا ہے، کون ہے اور کہاں ہے۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ صحاۃ آیا ہے (مجم کی زیر سین ساکن اور حاصلہ) یعنی لوہے کا پہلو۔

۶۔ یعنی اس شخص نے جو باغ میں کھڑا تھا اس شخص سے کہا جس نے اس کا نام دریافت کیا تھا اور ابر میں اس
کے نام کی آواز سنی تھی۔

۷۔ جس کی وجہ سے تجھے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ عالم غیب میں تیرا نام لیا جا رہا ہے اور بادلوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ
جاؤ اور اہل کے باغ کو پانی دو۔

۸۔ یعنی ان خود حقیقت حال ظاہر نہیں کرنا چاہتا اور نہ تجھے بتانا چاہتا ہوں مگر جب کہ تو نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں اس حقیقت
کو واضح کرتا ہوں۔

۹۔ یعنی میں باغ کی آمدنی کے تین حصے کرتا ہوں ایک حصہ فقرا کو دیتا ہوں۔ دوسرا حصہ اپنے اور خیال کی ضروریات میں
خرچ کرتا ہوں۔ اور تیسرا حصہ پھر اس باغ کی ضروریات میں صرف کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیشک انہوں
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے

وَعَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ

ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ أَبْرَصَ
وَ أَقْرَعَ وَأَعْمَىٰ فَأَرَادَ اللَّهُ
أَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَّكَاءَ
فَاقِي الْأَبْرَصِ فَقَالَ آتِنِي شَيْءًا
أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْ نِ لَوْ نَحْسَنُ
وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَ يَذْهَبُ عَنِّي
الَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ قَالَ
فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَدْرُهُ
وَ أُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَ جِلْدًا
حَسَنًا قَالَ فَآتِنِي الْمَالَ أَحَبُّ
إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ أَوْ قَالَ الْبَقَرُ
مِثْلَهُ اسْتَحَقُّ إِلَّا أَنْ الْأَبْرَصِ
أَوْ الْأَقْرَعَ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ
وَ قَالَ الْآخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَأُعْطِيَ
ثَاقَةً عَشْرَ آءٍ فَقَالَ بَارَكَ اللَّهُ
لَكَ فِيهَا قَالَ فَآتِنِي الْاَقْرَعَ
فَقَالَ آتِنِي شَيْءًا أَحَبُّ إِلَيْكَ
قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَ يَذْهَبُ عَنِّي
هَذَا الَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ
قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ
وَ أُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَآتِنِي
الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ
فَأُعْطِيَ بَقْرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ
اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَآتِنِي الْأَعْمَى
فَقَالَ آتِنِي شَيْءًا أَحَبُّ إِلَيْكَ

کہ بیشک بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ ایک کوڑھی۔ دوسرا
گنجا اور تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنا چاہی۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ فرشتہ
کوڑھی کے پاس آیا اور کہا تجھے کوئی چیز زیادہ پیاری لگتی ہے اس
نے کہا اچھا رنگ اور خوبصورت چمڑا اور یہ کہ وہ چیز مجھ سے
دور ہو جائے (کوڑھی) جس کے باعث لوگ مجھے پیار اور
ناپسند خیال کرتے اور مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر فرشتے نے اس کے اعضاء
پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کے جسم پر سے پیلہ اور نفرت دلانے
والی چیز (کوڑھی) دور ہو گئی اور اسے اچھا رنگ اور جسم کی
خوبصورتی۔ عطا کر دی گئی پھر اس فرشتے نے کہا تجھے کونا
مال زیادہ پسند ہے۔ اس نے جواب دیا اونٹ یا گائے یہ
اسحاق کا شک ہے مگر کوڑھی یا گائے میں سے ہی ایک نے
کہا مجھے اونٹ اور دوسرے نے کہا مجھے گائیں پسند ہیں
تو اونٹ مانگنے والے کو ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹ دیدی گئی
اور کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا کرے پھر وہ فرشتہ گائے
کے پاس آیا اور کہا تجھے کوئی چیز زیادہ پسند ہے۔ اس
نے کہا خوبصورت بال۔ اور یہ کہ مجھ سے وہ چیز لے گئے ہیں کی
بیماری (دور ہو جائے) جس کی وجہ سے لوگ مجھے نفرت کی نگاہ
دیکھتے اور مکروہ جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تو فرشتہ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس سے گھنے پن
کی چھائی مکمل طور پر دور ہو گئی۔ فرمایا کہ اسے خوبصورت بال
عطا کر دیتے گے۔ فرشتے نے کہا تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے
اس نے کہا گائے تو ایک حاملہ گائے دیدی گئی (ساتھ
ہی) فرشتے نے دعا کی اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا کرے

قَالَ اَنْ يَرُدَّ اللهُ اِلَيَّ بِعَصِيَّتِي
فَاَبْصُرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ
فَرَدَّ اللهُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ
فَاتَى الْمَالَ احَبَّ اِلَيْكَ قَالَ
الْغَنَمُ فَاُعْطِيَ شَاةً وَاِلِدًا فَاَنْتَجَرَ
هَذَانِ وَوَلَدَ هَذَا فَكَانَ
يَهْدَا وَاِدٍ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ
اِنَّهُ اَتَى الْاَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ
وَهَيَاتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مَسْكِيْنٌ
قَدْ انْقَطَعَتْ رِيَّ الْحَبَالُ فِي
سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِي الْيَوْمَ اِلَّا
بِاللهِ ثُمَّ بِكَ اَسْأَلُكَ يَا اَلَدِي
اَعْطَاكَ الْكُوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِدَدَ
الْحَسَنَ وَ الْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبْلُغُ
بِهِ فِي سَفَرِي فَقَالَ الْحَقُوْقُ
كَثِيْرَةٌ فَقَالَ اِنَّهُ كَمَا قَدْ اَعْرِفَكَ
اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْدِرُكَ النَّاسُ
فَعَمِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللهُ فَقَالَ اِنَّمَا
وَدِدْتُ هَذَا الْكَلَّ كَاِبْرًا عَنْ
كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتُ كَاَذِبًا
فَصَيِّرْكَ اللهُ اِلَى مَا قَالَ وَ
اَتَى الْاَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ
لَهُ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيَّ هَذَا وَ
رَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيَّ
هَذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتُ كَاَذِبًا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا تجھے کوئی چیز زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی واپس کر دے کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ حضور نے فرمایا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس کر دی۔ فرشتے نے کہا تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے اس نے کہا بکریاں۔ تو اسے بچہ جھننے والی بھری دیدی گئی۔ اونٹ اور گائے والے دونوں حضرات کے ہاں بچہ پیدا ہوئے۔ اور بھری والے ہاں بھری نے بچہ دیا۔ چنانچہ اونٹ والے کے پاس اونٹوں کی ایک دہلی بھر گئی۔ گائے والے کے لیے گایوں کی وادی بھر گئی اور بھری والے لیے بھریوں کی وادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس اپنی پہلی صورت دھیت میں آیا اور کہا میں ایک مسکین و فقیر انسان ہوں۔ میرے سفر میں معاش کے اسباب ختم ہو چکے ہیں اس لیے (اپنی منزل تک) پہنچنے کی سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق و فضل کے کوئی صورت نہیں پھر تیسری امداد اعانت کے ساتھ۔ لہذا میں اس ذات کے نام سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ بھی کمال اور بہت سمال عطا کیا۔ کہ مجھے ایک اونٹ دیدے جس کے ذریعے میں اپنا سفر طے کر سکوں۔ اس نے جواب دیا میرے ذمے اور بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا بیشک امروا قح یوں ہے کہ گویا میں تجھے جانتا ہوں۔ کیا تو پہلے کوڑھی نہ تھا لوگ تجھے پیدا جانتے اور تجھ سے نفرت کرتے تھے تو فقیر اور محتاج تھا اللہ تعالیٰ تجھے صحت اور مال عطا کیا۔ اس نے کہا میں تو اپنے مال کا اباؤ واجد و کی طرف سے وارث بنتا چلا آ رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا تو جھوٹا اور

فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ
قَالَ وَ آتَى الْأَعْنَى فِي صَوْرَتِهِ
و هَيَاتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مَسْكِينٌ
و ابْنٌ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ رِجْلِي
الْحَبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِي
الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ
يَا لَذِي رَدُّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاءَ
أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ
كُنْتُ أَعْلَى فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ
بَصِرِي فَخَذُّ مَا شِئْتُ وَ دَعُ
مَا شِئْتُ فَوَاللَّهِ لَا أَجْهَدُكَ
الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ يَلُو فَقَالَ
أَمْسِكَ مَا لَكَ فَإِنَّمَا ابْتَلَيْتُمُ
فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَ مَخِطٌ
عَلَى صَاحِبَيْكَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کاف ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پہلے کی طرح بنا دے۔ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لو پھر فرشتہ گئے کے پاس آیا اپنی
پہلی شکل و صورت میں۔ اور گئے سے بھی اسی طرح کی بات
کی جس طرح کی کوڑھی سے کی تھی۔ اور اسے بھی اسی طرح کا
جواب دیا اور اس کی بات کو رد کیا جس طرح اس کوڑھی کو
جواب دیا اور اس کی بات کا رد کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں پھر وہ فرشتہ آئے اسی کے پاس اپنی پہلی صورت
و ہیئت میں آیا اور کہا میں ایک مسکین اور مسافر شخص ہوں۔
سفر کے اندر میرے اسباب معیشت اور مصارف سفر ختم
ہو چکے ہیں اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا مگر اللہ کی توفیق
و مدد سے پھر تیری مدد و اعانت سے میں اس ذات کا
واسطہ دے کر جس نے تیری بینائی تجھے واپس کی ایک بکری
لاکھا ہوں جس کے ذریعے میں اپنا سفری طے کر سکوں۔ تو
میں ناچار شخص نے بطور شکوہ اظہار نعمت کرتے ہوئے
کہا ایک میں ناپیدا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بینائی واپس کی
تو لینا چاہتا رہے اور جو چھوڑنا چاہتا تھا چھوڑنا
اللہ کی قسم آج تو نے مجھے خدا کے لیے یاہر میں اس میں
تجھے مشقت میں نہ ڈالوں گا (تجھے نہ روکوں گا) فرشتہ نے کہا
ہاں مال اپنے پاس روک رکھ کر ایک تہیں تو ابڑا نفل میں
ڈالا گیا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہی گیا۔ چلو
تیرے دونوں ساتھیوں سے فارغ ہو رہے۔ (بخاری مسلم)

۱۔ کہ یہ لوگ میری نعمت کا شکوہ ادا کرتے ہیں یا نہیں۔

۲۔ یعنی یہ بھاری مجھ سے دور ہو جائے اور میں تندرست اور پاک و صاف ہو جاؤں یہاں حدیث میں لفظ مذہب ہے
لا کی زیر اور پیش سے۔ اور لفظ قَدَرَنِي ذال کی زیر باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے ہے۔

۳۔ یعنی حضرت اسحاق راہبہ رحمہ اللہ آپ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہم عمر اور مجتہدین امت میں سے ہیں

۱۷ یعنی شک یقین میں ہے پھر ایک کے اونٹ کہنے اور دوسرے کے گائے کا نام لینے میں اس امر کی وجہ حاجت ہے کہ ان دو کے علاوہ انہیں کوئی اور چیز پسند نہ تھی اور چونکہ اصل میں اونٹ کی روایت زیادہ مضبوط ہے اس لیے آگے فرمایا۔
فَاعْطِیْ نَاقَتَهُ عَشْرًا ۚ کہ اسے دس ماہ کی حاملہ اونٹ دیدی گئی۔

۱۸ لغت کی کتاب تماموں میں ہے عشر اربعین کی پیش کشین کی زیر آخر میں مذکور ہے وہ اونٹ جسے حاملہ ہوئے اکٹھ یا دس ماہ گزر چکے ہوں۔ اس کا زیادہ تر اطلاق اونٹ اور گھوڑے پر ہوتا ہے۔

۱۹ کہ اللہ تعالیٰ تجھے پچھے نتائج و ثمرات سے بہرہ ور کرے۔

۲۰ یہاں گائے کے لیے لفظ حامل استعمال کیا حاملۃ نہ کہا کیونکہ یہ لفظ مونث کے لیے ہی آتا ہے اس لیے اس میں مذکور مونث دونوں طرح جائز ہے۔

۲۱ یعنی ان دونوں کے اونٹ اور گائے نے بچے دیئے یہاں حدیث میں جو آتیج آیا ہے اس کی تحقیق دوسرے مقام میں کر دی گئی ہے۔

۲۲ یاد رہے کہ عربی میں لفظ نتائج و تولید کا ایک ہی معنی ہے۔ مگر نتائج کا زیادہ تر استعمال اونٹوں کے لیے ہوتا ہے اور تولید کا بکریوں میں۔ پھر نالج اور مولد کا معنی ہے جننے والا۔ یعنی بچہ جننے کے کام کو سمجھانے والا جس طرح انسان کے لیے دایہ۔ اور اس میں کیا شک ہے مالک اپنے حیوانات و مویشیوں کے بچہ جننے کے کام کی دیکھ بھال کرتا ہے۔
۲۳ یعنی اس کی بکریاں بہت ہو گئیں جن سے وادیاں بھر گئیں۔

۲۴ اس فرشتے کا ایک مسکین اور خستہ حال مسافر کی صورت میں آنا صدقہ کرنے سے انکار و منع کی مذمت و برائی کو زیادہ واضح کرتا ہے۔

۲۵ یہاں حدیث میں لفظ خیال یا موجدہ کے ساتھ آیا ہے (خیل کی جمع)۔ بمعنی اسی اس سے مراد اسباب و ذرائع معیشت میں ایک روایت میں خیال یعنی باسے بھی آیا ہے۔ یہ جملہ کی جمع ہے۔ بمعنی جیلے اور کوششیں۔ اور وہ روایت خطا اور تحریف ہے جو ہم اور بار سے ہے۔ یعنی خیال۔

۲۶ یہ کلام بہت و مجاز کے طور پر علی سبیل التضرل ہے۔ اور اس طرح کہنا جائز ہے کہ میں نے اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی ہے اس کے بعد تیرے سامنے البتہ اس طرح کہنا جائز نہیں کہ یہ حاجت میں خدا کے آگے اور تیرے آگے پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ علامہ نے کیا ہے۔

۲۷ یہاں نے صاحب مال کے مہربان ہونے کے لیے کیا حقیقتہ خبر دینے کے لیے نہیں کیا کیونکہ اصل واقعہ تو اس طرح ہے کہ اس صاحب مال نے کہا کہ حقوق بہت ہیں جن کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

۲۸ یعنی ایک جماعت کثیر کے حقوق میرے ذمہ ہیں۔ تجھے دینے کی باری کہاں آسکتی ہے۔

۱۴ یہاں حدیث میں لفظ سَحِط ماضی مجہول کی صورت میں بھی مروی ہے۔

وَعَنْ أُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُسْكِينَ لَيَقِفُ
عَلَى بَابِي حَتَّى أَسْتَحْيَ فَلَا أَجِدُ
فِي بَيْتِي مَا أَدْفَعُ فِي يَدِهِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دُعِي فِي يَدِهِ وَلَوْ ظَلَقَا مُحَرَّقًا
(دَوَاكُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

حضرت ام بجد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مسکین میرے دروازے پر اگر
کھڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ مجھے شرم آجاتی ہے۔ اور میرے
گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو میں اس کے ہاتھ میں دے
دیا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ
میں کچھ نہ کچھ دیدیا کر اگرچہ گائے بکری کا جلا ہوا کھڑی کرے
نہ ہو۔ احمد، ابو داؤد و ترمذی۔ اور کیا یہ حدیث حسن
صحیح ہے۔

۱۵ ام بجد (باکی پیش ماہیم پر زبر) آپ کا نام خواہے۔ آپ صحابیہ انصاریہ ہیں۔ پورا نام اس طرح ہے۔ ام بجد
بنت یزید بن اسکن آپ اسامہ بنت یزید بن اسکن کی ہم شیر ہیں۔
۱۶ یہاں حدیث میں لفظ ظَلَق ظا کی ذمہ سے ہے بمعنی چرا ہوا کھڑا گائے یا بکری۔ وغیرہ کا۔ مراد حقیر اور معمولی
چیز ہے۔ جس کا کچھ نفع نہ ہو۔ مقصود مبالغہ ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ دیدیا کر۔

وَعَنْ قَوْلِي لِعُمَيَّانَ قَالَ
أَهْدِي إِيَّامَ سَكَنَةِ بَضْعَةٍ رِقْمٍ
لَحْمٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَكَانَتْ
لِلْخَادِمِ ضِعْفُهُ فِي الْبَيْتِ أَمَّا
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ
فَوَضَعَتْهُ فِي كُوَّةِ الْبَيْتِ وَ
جَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ
فَقَالَ كَصَدَقُوا بَارَكَ اللَّهُ فِيكُمْ
فَقَالُوا بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ فَذَهَبَ
السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُمَّ سَكَنَةَ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو گوشت
کا ایک ٹکڑا ہدیہ دیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت
پسند تھا۔ اس لیے مائی صاحبہ نے خادمہ سے فرمایا
گھر میں رکھو۔ شاید اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
تناول فرمائیں۔ تو خادمہ نے گھر کے ایک طاق میں رکھ دیا
(اسٹے میں) مانگے والے ایک سائل اور دروازے پر کھڑے
ہو کہنے لگا صدقہ کرو اللہ تمہیں برکت دے گھر والوں
نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا کرے۔ وہ سائل چلا گیا
(ادھر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور
اور فرمایا ام سلمہ تمہارے پاس میرے کھانے کے
یہ کوئی چیز ہے؟ مائی صاحبہ نے عرض کی ہاں۔

عِنْدَكُمْ شَيْءٌ اطْعَمْتُمْ فَأَلْثَمْتُمْ تَعَمُّ قَالَتْ
لِيَخَادِمَ إِذْ هِيَ قَاتِي رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ
اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَكَمْ تَجِدُ
فِي الْكُوفَةِ إِلَّا قِطْعَةً مَرُوءَةٍ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ
ذَلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرُوءَةً لِمَا لَمْ
تُعْطُوهُ الشَّاطِلَ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ الشُّبُوحِ)

۱۔ صراح میں سے خادم یعنی نوکر مراد ہوا عورت۔ یہاں عورت مراد ہے۔

۲۔ یہ دراصل خادم کو نہایت نرمی سے جواب دینے کا ایک انداز ہے جس طرح آج کل بابرک اللہ کی جگہ بفتح اللہ کہتے ہیں۔
یعنی اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے کھول دے۔

۳۔ مَرُوءَةٌ چکنے والے سفید پتھر کو کہتے ہیں بعض نے کہا اس پتھر کو مروہ کہتے ہیں جس میں سے رگڑنے پر آگ نکلے۔ یعنی
سنگ چمکان۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا
قِيلَ تَعَمُّ قَالَ الَّذِي يُسْئَلُ بِأَمَلِهِ
وَلَا يُعْطِي بِهِ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں نہ بتاؤں
وہ شخص کہ تیرے اعتبار سے بہت بُرا ہے۔ کہا گیا ہاں
(بتائیں) آپ نے فرمایا وہ شخص جس سے اللہ کے نام پر
سوال کیا جائے۔

مگر وہ اس کے نام پر بھی کچھ نہ دے۔

۱۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا یہ مشکل جملہ ہے۔ اس مشکل کا حل اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ صدقہ دینے والا شخص
سائل کے بارے میں یہ گمان رکھتا ہو کہ یہ صدقہ لینے کا مستحق نہیں۔ اس مطلب سے نہ دے تو معذور ہے اس مشکل کے جواب میں،
علامہ عبدالحق (یہ جواب دیتا ہوں کہ جس سے سوال کیا گیا ہو وہ خود محتاج اور ضرورت مند ہو۔ یا صدقہ دینے والے کے پاس ہاتھ میں ہو
کچھ ہو اس کے سوا کچھ نہ ہو اس بنا پر سائل کو کچھ نہ دے تو بھی معذور ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ
حَضْرَتَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَوَيْتُ عَنْ كُرَيْشٍ ابْنِ

عَلَى عَثْمَانَ فَأَذِنَ لَهُ وَبَيَّحَ
عَصَاةً فَقَالَ عَثْمَانُ يَا كَعْبُ
إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ تَوَقَّى وَتَرَكَ
مَا لَا تَرَى فِيهِ فَقَالَ إِنْ
كَانَ يَصِلُ فِيهِ حَقُّ اللَّهِ فَلَا
بَأْسَ عَلَيْهِ فَزَادَ أَبُو ذَرٍّ عَصَاةً
فَضْرَبَ كَعْبًا وَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَا أَحَبُّ لَوْ أَنَّ لِي هَذَا الْجَبَلُ
ذَهَبًا أُنْفِقُهُ وَ يَتَقَبَّلُ مِنِّي
أَذْرٌ خَلِفِي مِنْهُ سِتَّ أَوَاقٍ
أَشْذُلَكَ يَا اللَّهُ يَا عَثْمَانُ أَسَمِعْتَهُ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ
(رماد الا احمد)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت چاہی
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دیدی۔ اس وقت
حضرت ابو ذر کے ہاتھ میں اپنا عصا مبارک تھا۔ پھر حضرت عثمان
نے کہا اے کعب بیشک بدرالرحمن وصال کر گیا ہے۔ اور
اپنے پیچھے مال چھوڑ گیا ہے۔ تیرا اس مال کے بارے میں کیا
خیال ہے حضرت کعب نے کہا اگر وہ اس مال میں سے اللہ تعالیٰ
کا حق ادا کرتا تھا تو پھر اس پر کوئی حرج گناہ نہیں۔ اس پر حضرت
ابو ذر نے اپنا عصا اٹھایا اور کعب کو مارا۔ اور کہا میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ میں اس بات کو
پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس اس پہاڑ کی مقدار سونا ہو میں اسے
راہ خدا میں خرچ کر دوں اور وہ قبولیت کا مقام بھی پائے۔
ابھی اس میں سے صرف چھ اوقیہ سونا اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں بے
عثمان میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تو نے بھی یہ بات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت ابو ذر نے یہ
لفظ تین بار فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں

میں نے سنا ہے۔ (احمد)

۱۔ یعنی امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔

۲۔ اس وقت حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔

۳۔ یعنی بہت سا مال۔

۴۔ یعنی تیرا کیا خیال عقیدہ ہے اس کے بارے میں کہ وہ جو بہت سا مال اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ اس کا وہاں ان
پر پڑے گا؟

۵۔ اس میں مبالغہ ہے یعنی باوجودیکہ وہ خرچہ کردہ مال درگاہ خداوندی میں درجہ قبولیت بھی حاصل کر لے پھر بھی میں نہیں
چاہتا کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں اور اپنے پیچھے چھ اوقیہ (دو سو چالیس درہم) بھی چھوڑ کر جاؤں بلکہ چاہتا ہوں کہ سب
اپنی زندگی میں ہی خرچ کر جاؤں۔

۶۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فخر صحابہ اور ان کے نیاؤں میں سے ہیں آپ کا مذہب ترک کل، تجرید کو اختیار کرنا اور

کسی چیز کا ذخیرہ بننا ناگوار تھا۔ اس بارے میں مسئلہ شرعی یہ ہے کہ ہر چیز و مال جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ قابل خدمت انداختہ اور ذخیرہ و خزانہ نہیں ہے۔ نہ اس کے ذخیرہ بنانے پر کوئی زجر و دواںٹ ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اس میں صدقات نافلہ کی صورت میں حقوق کی ادائیگی اور صلہ رحمی کرتا ہو۔ اس مسئلہ میں حضرت ابو قزحہ کا حضرت معاویہ سے ملک شام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جھگڑا اور نزاع بڑا مشہور و معروف ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ
قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ
فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى
رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ
نِسَائِهِمْ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ
فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ
عَجَبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ قَالَ ذَكُرْتُ
شَيْئًا مِنْ بَرٍّ عِنْدَنَا فَكِرْهُتُ
أَنْ تَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِعَسْمَتِهِ
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مدینہ
منورہ کے اندر نماز عصر ادا کی۔ تو آپ نے نماز سے سلام پھیرا
اور بہت جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں
پھلانگتے ہوئے اپنی بعض ازواج مطہرات کے حجرہ میں تشریف
لے گئے۔ لوگ اس طرح جلدی تشریف لے جانے پر گھبرا
گئے پھر آپ گھر سے نکل کر لوگوں کے اندر تشریف لائے۔ اور
اپنے کہا کہ لوگ آپ کی اس جلدی کرنے سے تعجب میں ہیں۔
تو آپ نے فرمایا مجھے کچھ سونا یاد آیا ہے جو ہمارے پاس پڑا تھا
تو میں نے ناپسند جانا کہ وہ مجھے روک لے تو میں نے اس کے
تقیم کرنے کا حکم دیا اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور بخاری کی
ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں اپنے گھر میں صدقے کا
کچھ سونا چھوڑ آیا تھا میں نے رات کے آٹے تک اس کے اپنے
پاس رہنے کو ناپسند جانا۔ (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهِ قَالَ كُنْتُ
خَلَفْتُ فِي الْبَيْتِ تَبْرًا مِنْ
الصَّدَقَةِ فَكِرْهُتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ
لَهُ أَهْلٌ صَحَابِي قَرِشٌ زُفْلٌ فِي قَحِّ مَكَّةَ وَدَنَ اسْلَامَ لَلَّ

ملہ کہ پتہ نہیں کیا واقعہ پیش آیا ہے کہ آپ اس قدر جلدی تشریف لے گئے ہیں۔

ملہ حدیث میں لفظ تبر آیا ہے۔ تاکہ زیر باماسکن۔ یعنی خالص سونا جس پر ابھی مہر دلی ہو۔
ملہ یعنی مقام قرب سے روک لے ماسوا اللہ کے ساتھ مصروف و مشغول کر دے۔

ملہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقربین حق تعالیٰ کو ماسوا اللہ کی جانب التفات سے بھی مشغولیت ہو جاتی ہے۔ اور انہیں بلند
مقام سے نیچے لے آتی ہے یا یہ سب کچھ امت کی تعلیم و تنبیہ کے لیے ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ
حَضْرَتُ مَالِئُہُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے۔ بیک وہ فرماتی

لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي فِي مَرَضِهِ سِتَّةٌ دَنَانِيرَ أَوْ سَبْعَةً فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَفْرِقَهَا فَتَغْنِيَنِي وَجَعُ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَنِي عَنْهَا مَا فَعَلْتِ السِّتَّةَ أَوْ السَّبْعَةَ قَالَتْ لَا وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ شَغْلِي وَجَعُكَ فَدَعَا بِهَا ثُمَّ وَضَعَهَا فِي كَفِّهِ فَقَالَ مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللَّهِ كَوَلِّفَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهَذَا عِنْدَكَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں جو آپ میرے پاس رکھا رہے تھے، چھ یا سات دینار پڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں بانٹ دوں تو بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی تکلیف نے مجھے ان کے بانٹنے سے معذور رکھا (میں تقسیم نہ کر سکی) پھر آپ نے سوال کیا تو نے ان چھ یا سات دیناروں کا کیا ہے؟ حضرت عائشہ نے عرض کیا میں انہیں تقسیم نہیں کر سکی۔ اللہ کی قسم آپ کی بیماری اور درد نے اس کے تقسیم کرنے سے مشغول رکھا آپ نے وہ دینار منگوائے پھر انہیں اپنے دست مبارک پر رکھا۔ تو فرمایا اللہ کے نبی کا گمان کیا ہے اگر وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرے اور یہ دینار اس کے پاس پڑے ہوں۔

(احمد)

۱۔ حدیث میں لفظ اُفْرِق آیا ہے جس کا معنی ہے جدا کرنا اور ہر جگہ دینا اور تقسیم کرنا۔

۲۔ یعنی تو نے انہیں مساکین میں بانٹ دیا ہے یا نہیں؟

۳۔ یعنی ان دیناروں کا ہاتھ میں ہونا مقام نبوت کے منافی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى بِلَالٍ وَعِنْدَهُ صَبْرَةٌ مِنْ تَبَرٍّ فَقَالَ مَا هَذَا يَا بِلَالُ قَالَ مَنِيٌّ أَذْخَرْتَهُ يَغْنِي فَقَالَ أَمَا تَخْشَى أَنْ تَرَى لَهُ عَذَابًا بُخَارًا فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَنْفِقُ بِلَالُ وَلَا تَخْشَى مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس کچھ روٹی کا ڈھیر بچا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے بلال یہ کیا ہے عرض کیا یہ شہرہ کا کال نہ کال کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تو کل قیامت کو دوزخ کی آگ میں دھواں ہو گئے اسے بلال خرچ کر اور عرش والے (رب تعالیٰ) سے کم ہونے سے نہ ڈرے۔

✽

۱۔ یعنی خشک کھوروں کا ڈھیر بڑا ہوا ہے۔

۲۔ یعنی میں نے کل کے لیے ان کا ذخیرہ کر رکھا ہے۔

۳۔ یعنی تجھے ان کا اثر پہنچے۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں کو اس کا دھواں پہنچا ہے۔ یعنی اس کا اثر پہنچا ہے۔

۴۔ یعنی اسے خرچ کر۔ اور تنگ دست ہونے سے نہ ڈر۔ کیونکہ وہ قادر ذات جس نے عرش عظیم کو پیدا کیا ہے۔ اور تیری روزی رساں ہے، تجھے ضرور روزی عطا فرمائے گی یہ دراصل مقام توکل اور خدا تعالیٰ سبحانہ پر اعتماد کرنے کی تلقین و ارشاد ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

السَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ مَنْ

كَانَ سَخِيًّا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا

فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتَّى

يُدْخِلَهُ لَجَنَّتَهُ وَالشَّرُّ شَجَرَةٌ

فِي النَّارِ مَنْ كَانَ شَحِيحًا

أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ

الْغُصْنُ حَتَّى يُدْخِلَهُ النَّارَ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

۱۔ یعنی ایک درخت کی طرح ہے۔ بس کی شاخیں ہوں۔ سخی انسان ان میں سے کسی ایک کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو وہ اسے بہشت لے آتی ہے جیسا کہ آگے فرمایا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوا

بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا

يَتَخَطَّاهَا۔

(رَوَاهُ رِذْوِي)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ

جلدی کرو۔ کہ بلاؤ مصیبت صدقہ سے آگے

نہیں بڑھ سکتی ہے۔

اسے رزین نے روایت کیا۔

۱۔ کہ وہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی بلکہ وہیں رک جاتی اور دفع ہو جاتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ

صدقہ کی فضیلت کا باب

یہاں بھی یہ احتمال موجود ہے کہ صدقہ سے صدقات نافذہ مراد لیے جائیں کہ صدقہ کا غالب و اکثر اطلاق صدقات نافذہ پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرض و نقل دونوں قسم کے صدقات کو شامل ہو۔ پھر صدقہ کو لفظ صدقہ سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ صدقہ کرنے والے انسان کے دلو کی ایمان کے سچا ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے لفظ زکوٰۃ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو پاک کرتی ہے اور اس کے صحیح اور کامل الایمان ہونے کی گواہی دیتی ہے۔ اس بارے میں کچھ دوسری وجوہ بھی بیان ہو چکی ہیں۔

پہلی فصل

الفصل الاول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے نے کب حلال میں سے ایک کجور کے برابر چیز کی تعداد صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ حلال پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ سے اسے قبول کرتا ہے پھر اس صدقہ کو جو آثار ہوتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔

(بخاری مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا يَبْسُطُهَا ثُمَّ يُرَبِّئُهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّئُ أَحَدَكُمْ فَلَوْ كَا حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ عدل آیا ہے۔ میں کی ذہن سے ہو تو اس کا معنی ہے قیمت میں ایک چیز کا دوسری کی مثل ہونا۔ اور میں کی ذہن سے ہو اس کا معنی ہے دیکھنے میں ایک شے کا دوسری کی مثل ہونا۔ بعض نے کہا میں کی ذہن سے ہو تو معنی ہوگا کسی غیر جنس چیز کا دوسری سے برابر ہونا۔ اور اگر میں کی ذہن سے ہو تو معنی ہے ہم جنس چیز کا برابر اور مثل ہونا۔ بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو بندہ کجور کے برابر چیز کا صدقہ کرتا ہے۔ الی آخر۔

۲۔ جب کہ ایک دوسری حدیث میں فرمایا إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا الطَّيِّبَ۔ اللہ تعالیٰ طیب ہے و طیب

چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔

اسے حدیث میں واقع لفظ فلان روزن مدد و سہو یعنی فاکہ زیر سے یعنی گھوڑے کا بچہ جب کہ اسے دودھ پھڑا دیا جائے یہاں تک کہ وہ ایک سال کا ہو جائے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
تَقَصَّصْتُ صَدَقَةً مِنْ مَالٍ
وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا
عِزًّا وَمَا تَوَاضَعُ أَحَدٌ لِلَّهِ
إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دینے سے
مال کم نہیں ہوتا ہے۔ اور معاف کر دینے سے بندے کی عزت
میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے
سے تواضع و انکساری اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ بندے
عطا کرتا ہے۔

(مسلم شریف)

اسے یعنی صدقہ کرنے سے بظاہر مال کم ہوتا ہے مگر حقیقتہً اس میں کمال و اضافہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالتا،
آفات و مصائب دور کرتا اور اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔

اسے یعنی جس بندہ خدا کے کسی کرم و برائی کو معاف کیا جو وہ اس کے لیے سوچ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی
عزت و بڑھاتا ہے۔ یعنی عفو اور ترک انتقام اگرچہ بظاہر خوارگی اور بد حالی ہے مگر حقیقت میں عزت و عظیمیہ کا موجب و ذریعہ
ہے ایک بزدل نے فرمایا کہ معاف کر دینے کے برابر کوئی انتقام نہیں۔

اسے اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ اعتبار حقیقت کا ہے ظاہر کا نہیں۔ اور معتبر معنی ہے صورت نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنْ
الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دُعِيَ
مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَ لِلْجَنَّةِ
أَبْوَابُ قَتَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ
الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الصَّلَاةِ
وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ
مِنْ أَبْوَابِ الْجِهَادِ وَ مَنْ كَانَ مِنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص نے چیزوں میں سے دو چیزیں اللہ کی راہ میں
خرچ کیں اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا
اور بہشت کے بہت سے دروازے ہیں۔ تو جو شخص نماز پڑھے
میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔
اور جو اہل جہاد سے ہوگا اسے باب جہاد سے بلایا جائے گا
اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازے
سے بلایا جائے گا۔ اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا

أَهْلُ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ
الصَّدَقَةِ وَ مَنْ كَانَ مِنْ
أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ
الرَّيَّانِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا
عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ يَتْلُو الْأَبْوَابَ
مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ
مِنْ يَتْلُو الْأَبْوَابَ كُلِّهَا قَالَ
نَعَمْ وَ أَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا
مِنْهُمْ۔

اسے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جسے ان
دروازوں سے بلایا جائے اسے کوئی ضرورت
و حاجت نہیں۔ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا
جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا
آپ فرمایا ہاں۔ اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں
سے ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری مسلم)

۱۔ جیسے دو درہم، یا دو دینار یا دو کپڑے۔ اور دو گھوڑے۔ بعض نے کہا دو چیزوں سے دو جنسوں کی چیزیں مراد ہیں
جیسے ایک درہم ایک دینار یا ایک درہم اور ایک کپڑا۔ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو تیسری فصل میں آرہی ہے
معنی اول صراحۃً مذکور ہے۔ بعض نے کہا دو چیزوں سے تکرار صدقہ مراد ہے۔ کیونکہ جب اس نے ایک بار ایک درہم خرچ
کیا پھر دوبارہ خرچ کیا تو اس نے دو چیزیں خرچ کر دیں۔ مگر یہ معنی قلم سے بچتا ہے۔

۲۔ اعمال خیر کے مطابق جنت کے دروازے بھی بہت ہیں

۳۔ یعنی جس میں نماز کا کمال غالب و اکثر ہوگا۔ اسے اس دروازے سے بلایا جائے گا جو اہل نماز کے لیے خاص ہے۔
۴۔ بیان راکی زیر یا کی تشدید۔ یہ لفظ رتی راکی زیر سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے سیرابی۔ یہ بہشت کے دروازوں
میں سے ایک دروازہ ہے جو روزہ داروں کے اندر آنے کے لیے مخصوص ہے۔

۵۔ یعنی کوئی ضرورت نہیں کہ کسی کو تمام دروازوں سے بلایا جائے۔ کیونکہ اگر ایک دروازے سے بھی بہشت کے اندر گیا
تو اس کی مراد حاصل ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود کہ تمام دروازوں سے کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں کوئی ایسا بھی ہوگا جسے تمام
دروازوں سے بلایا جائے گا۔

۶۔ کہ تو انواع خیرات و برکات و حسنات کا جامع ہے (سبحان اللہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایات ہیں کہ
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج کس
نے روزہ کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ
مِنْكُمْ الْيَوْمَ صَائِعًا قَالَ أَبُو

بِكْرِ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمْ
الْيَوْمَ جَنَانًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ
اَنَا قَالَ فَمَنْ اطْعَمَ مِنْكُمْ
الْيَوْمَ مِسْكِينًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ
اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ
مَرِيضًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ اَنَا فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرَأَةٍ اِلَّا دَخَلَ
الْجَنَّةَ۔

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج کون جنانے
کے ساتھ چلا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج کس
نے بیمار پر کسی کی ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے عرض کیا میں نے اس پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جمع ہوتیں یہ تمام
بھلائیوں کسی میں مگر وہ جنت میں داخل ہوگا

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ میں کہنا اور بقصد طلب و امید ثواب اور اپنے لیے فضیلت ثابت کرنا منع
نہیں ہے۔ اور وہ جو بعض صوفیہ کرام نے کلمہ انا (میں) نے کہا انا (میں) پر لانے سے روکا ہے تو وہ اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ
بارادہ تکبر و دلوی ہستی و انانیت کہے ورنہ کلمہ انا (میں) کا صدور وقوع کتاب و سنت اور آثار میں اس کثرت سے آچکا ہے
کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔ لہذا مطلقاً اس سے ممانعت کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک
اَنَا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے ثابت و قائم رکھنا اس کے جواز کے لیے کافی ادبس ہے۔ حضرت شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ نے
یہاں بسوط کلام کیا ہے جسے علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا
بَنِيَّ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ
نَجَارَةً لِحَاجَتِهَا وَكُوْ فِرْسَنَ
شَاةٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمان عورتو تم میں
سے کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ جانے۔ اگرچہ
بحری کا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری مسلم)

۲۔ یعنی مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ ہدیہ و صدقہ کرنے میں اپنی ہمسایہ عورت کو حقیر اور چھوٹی خیال نہ کریں۔ بلکہ ہدیہ
و صدقہ وغیرہ کے ذریعہ ان کی ہمدردی اور خاطر و مدارات کیا کریں۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ فرسن (فاکی زیر راسا کن سین کی زیر آخر میں نوں۔ بروزن زیر برج) آیا ہے۔ اس کا معنی ہے

اونٹ کا پاؤں۔ کبھی بکری کے پاؤں پر بھی اس کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ بکری کے پائے کے لیے اکثر عربی میں لفظ ظلف آتا ہے۔ جیسے گھوڑے اور گدھے کے پاؤں کے لیے حافر آتا ہے۔ یہ اتنی معمولی چیز ہے کہ عموماً اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا نہ اس میں ہدیہ اور صدقہ دینے کا رواج ہے۔ لہذا یہاں اس کا ذکر مبالغہ کے طور پر ہے۔ یعنی اپنی پڑوسن کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا کرے۔ ایک دوسری حدیث میں وَلَوْ بَطِطُ كَحَوْتِي آیا ہے۔ یعنی اگرچہ بکری کا جلا ہوا پایا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ نہی اس امر کا احتمال رکھتی ہے کہ ایک عورت کو چاہیے کہ کم از کم اپنی ہمسائی کو اتنی مقدار کی چیز تو ہدیہ دے دیا کرے۔ یا یہ اس عورت کے لیے ہو جسے اس کی ہمسایہ عورت نے معمولی سی چیز ہدیہ دی ہو تو فرمایا کہ عورتوں کو نہ چاہیے کہ وہ اپنی ہمسایہ عورت کو اتنا حقیر و معمولی خیال کریں پھر یہاں مردوں کے بجائے عورتوں کی تخصیص اس لیے کی کہ عورتوں کے مزاج میں ناشکری اور غصہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ایک ہمسایہ عورت نے اتنی سی چیز ہدیہ بھیجی ہو تو لینے والی کو چاہیے کہ اسے حقیر و معمولی شے خیال نہ کرے۔

حضرت جابر و حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے۔

(بخاری مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ وَحَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سہ یعنی ہر کار خیر جس سے درگاہ خداوندی میں تقرب مقصود ہو، اور وہ نگاہ شرع میں معروف اور اچھی چیز ہو منکر اور بُری نہ ہو چاہیے وہ عطا مال ہو یا نرم بات یا خندہ پیشانی سے ملنا جس سے دل کو آرام پہنچے اور دل خوش و شاد ہو کہ یہ سب صدقہ ہے اور صدقہ کا لفظ مال کے ساتھ خاص نہیں ہے

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی نیک کام کو معمولی و حقیر خیال نہ کرنا اگرچہ تو اپنے مسلمان کو خندہ پیشانی سے ہی ملے (کہ یہ بھی صدقہ اور کار خیر ہے)۔

(مسلم شریف)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَكَوَأَنْ تُلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهِهِ طَبِيقٍ۔

(دَوَاكِلُ مُسْلِمٍ)

سہ یہاں حدیث میں لفظ لا تحقرن آیا ہے (تا کی زبرد اور تاسا کن)۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ
قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِمَنْدِيهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ
وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ
يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِينُ
ذَا الْحَاجَّةِ الْمَلْمُومَاتِ قَالُوا فَإِنْ
لَمْ يَفْعَلْهُ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْعَيْرِ
قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ
فَيُسِيكُ عَنِ الْقَرْفَاتِ لَهُ
صَدَقَةٌ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ ضرورت سے زائد مال کا صدقہ کرے۔

۲۔ یہ راوی کا شک ہے معنی اس کا بھی وہی ہے کہ اگر نہ کر سکے۔

۳۔ یہاں بعض نسخوں میں فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ آیا ہے۔ یعنی اگر ایسا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

۴۔ حضورؐ صاحب کہ برائی اور شر پھیلانے کی قدرت و طاقت رکھتا ہو۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَهُ رَوَيْتُ عَنْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كُلُّ سَلَامِي مِنَ النَّاسِ
عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُمُ
فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ
الْإِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَ يُعِينُ
الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ
عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ
صَدَقَةٌ وَ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ
صَدَقَةٌ وَ كُلُّ خُطْوَةٍ تَحْطُوهَا

ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو۔ فرمایا وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اس سے اپنے آپ کو نفع دے اور صدقہ کرے۔ لوگوں نے کہا اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو یا وہ اس طرح نہ کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ غنناک۔ حاجت کی مدد کرے لوگوں نے کہا اگر وہ یہ کام نہ کر سکے۔ فرمایا پھر نیک کام کا ہی حکم دے۔ لوگوں نے کہا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے۔ فرمایا تو برائی اور شر پھیلانے سے رکا رہے۔ کہ اس کے یہ وہی صدقہ ہے

(بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ان

کے ہر جوش کے بدلے صدقہ لازم ہے۔ ہر دن جس

میں سورج طلوع کرتا ہے۔ دو انسانوں کے درمیان

عدل و انصاف کرنا صدقہ ہے (اسی طرح) سولی پر

بٹھانے میں دوسرے کی مدد کرنا یا اس کے سامان

کو اس کی سواری پر رکھوانا بھی صدقہ ہے

اور پاک و نیک کلمہ صدقہ ہے اور ہر قدم

جو وہ اٹھا کر مسجد کو جاتا ہے، صدقہ

ہے۔ نیز راستے میں تکلیف دہ چیز

إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَ يُبَيِّطُ
الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ۔

(بخاری مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ سَلَامُ آیا ہے (سین کی پیش لام ساکن) بمعنی عضو دھڑی۔ اور اس کا معنی جوڑ بھی کیا گیا ہے۔ آخری معنی زیادہ پسندیدہ ہے۔ انسان کے بدن میں تین سوساٹھ جوڑ ہیں جس طرح کہ دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔ اور جب کہ ان جوڑوں کی پیدائش میں کامل کھمتیں اور عظیم نعمتیں مضمحل ہوں تو ان کا شکر انہی بندے کے ذمہ لازم ہے۔

۲۔ ان الفاظ سے اس امر کو واضح فرمایا کہ لفظ صدقہ مال خرچ کرنے سے خاص نہیں ہے۔

۳۔ یعنی مظلوم کو ظلم سے بچانا اور ظالم کو ظلم سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

۴۔ یا نرمی اور حلیمی سے گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ خُطْرُہ آیا ہے اگر غائبہ زیر ہو تو اس کا معنی قدم ہے اور زیر ہو تو اس کا معنی ہے ایک بار قدم اٹھانا۔

۶۔ جیسے کانٹا۔ پتھر اور نجاست وغیرہ کو راستے سے دور کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیؐ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کا بیٹا ہر انسان تین سوساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے تو جس نے اللہ اکبر کہا اور الحمد للہ کہا۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کہا اور سبحان اللہ اور استغفر اللہ یا اللہم اغفر لی کہا لوگوں کے راستے سے پتھر دور کیا۔ یا کاتا یا ہڈی مٹا کی۔ اور نیکی کا حکم دیا برائی سے روکا یہ کام اس نے تین سوساٹھ مرتبہ کیے تو ایک وہ زمی پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس دن اس نے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے دور کر لیا ہوتا ہے۔

(مسلم شریف)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَ ثَلَاثِينَ مَفْصِلٍ فَمَنْ حَبَّرَ اللَّهُ وَ حَمِدَ اللَّهُ وَ هَلَّلَ اللَّهُ وَ سَبَّحَ اللَّهُ وَ اسْتَغْفَرَ اللَّهُ وَ عَزَلَ حَبْرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ عَدَدَ السِّتِّينَ وَ الثَّلَاثِ مِائَةٍ فَإِنَّهُ يَمُتُّهُ يَوْمَئِذٍ وَ قَدْ تَرَحَّزَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ وَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

سے یا اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

۲۔ یعنی اس نے یہ کلمات کہے یا یہ افعال سرانجام دیئے سب یا ان میں سے بعض کیسے تین سو ساٹھ جوڑوں کی مقدار کے مطابق خصوصاً امر معروف اور نہی منکر کہ باقی تمام افعال و اقوال ایک طرف اور یہ دو کام ایک طرف کہ ان کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

۳۔ یہاں ایک روایت مثنوی کے بجائے مُسیٰ آیا ہے یا کی پیش میم ساکن اور سین مہملہ۔ یعنی وہ بندہ اس حال میں شام کرتا ہے کہ اس دن الی آخر۔

۴۔ پھر اس دن میں اس جانب اشارہ ہے کہ روزانہ اسے یہ کام انجام دینے چاہئیں تاکہ بدن کے جوڑوں کی نعمت کا شکرانہ قرار پائیں۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَ بِكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَ نَهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَ فِي بَعْضِ أَحَادِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَاتِي أَحَدًا شَهَوْتَهُ وَ يَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ كَوَدَّصَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وَرْدٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَصَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ۔

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تسبیح پر صدقہ کا ثواب ہے۔ اور ہر تہلیل پر صدقہ ہے یعنی اس کا ثواب ہے ہر الحمد اللہ پر صدقہ ہے۔ اور ہر لا الا اللہ کہنے پر ثواب صدقہ ہے۔ اور ہر امر معروف پر صدقہ کا ثواب ہے ہر نہی منکر پر بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اور تمہاری ہر شر گاہ پر صدقہ کا ثواب ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے ایک شخص جب اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اسے اس بھی اجر و ثواب ملتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام جگہ رکھے تو کیا اس کے ذمہ گناہ لازم آئے گا۔ یعنی بیشک گناہ لازم آئے گا۔ تو اسی طرح جب وہ اپنی شہوت حلال جگہ رکھے اور استعمال کرے تو وہ اس کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (مسلم شریف)

۵۔ یعنی جماعت جو وہ اپنی بیوی یا لونڈی سے کرتا ہے۔ تو یہ صدقہ ہے یعنی صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اور چونکہ اپنی بیوی یا لونڈی سے جماعت پر ثواب حاصل ہونا ایک بے حد سی بات ہے اس لیے صحابہ کرام نے استفسار کرتے ہوئے عرض کیا۔ قالوا یا رسول اللہ باقی احسن الی آخر۔

۶۔ یعنی اگرچہ جماعت فی نفسہ صدقہ و عبادت نہیں ہے لیکن جب کہ اس کے ضمن میں بیوی کے حق کی ادائیگی اور اپنے نفس کو

کو حرام سے پکاتا ہے کہ نفس کو گناہ سے بچانا اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اسی لیے یہاں فی لایا گیا اور کہا گیا فی بعتی احدکم صدقہ مگر تسبیح و تحمید وغیرہ میں لفظی نہیں آیا کیونکہ یہ عین عبادت ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللَّيْثَةُ الصَّيْفُ مَنَحَةٌ وَاشَاءُ الصَّيْفُ مَنَحَةٌ تَعْدُوا يَا نَارَ وَتَزِدْ بَاخَرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ بہت دودھ دینے والی اونٹنی کا عطیہ ہے۔ نیز بہت دودھ دینے والی بکری بھی اچھا عطیہ ہے جو صبح بھی دودھ کا ایک برتن بھرے اور شام کو بھی ایک برتن بھرے۔

(بخاری مسلم)

۱۔ یہاں حدیث کے عربی الفاظ میں چند الفاظ قابل وضاحت ہیں۔ چنانچہ لقمہ (لام کی زیر وزیر) دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اسے لقوح (بفتح لام) بھی کہتے ہیں۔ پھر وہ اونٹنی جسے بچہ دیتے ہوئے دو تین ماہ گزرے ہوں اسے لقوح۔ اس کے بعد ہوں کہتے ہیں دوسرا لفظ صنفی ہے۔ بر وزن فنی۔ بمعنی بہت دودھ دینے والی اونٹنی۔ تیسرا لفظ منخوہ ہے (میم کی زیر نون ساکن) اصل میں عطیہ کے معنی میں آتا ہے۔ پھر اس کا غالب و اکثر استعمال اس اونٹنی اور بکری کے لیے آتا ہے۔ جو کسی محتاج کو دودھ کا نفع حاصل کرنے کے لیے ماریتہ دی جائے اور وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد مالک کو واپسی کرے۔ یہ عادت مالدار عربوں میں متعارف و مشہور تھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بدعت ثاب فرمائی۔

۲۔ یعنی وقت بے وقت خوب دودھ دیتی ہو اور بکری ڈالے اس سے خوب نفع اٹھاتے ہوں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَخْرِسُ غَرَسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جو درخت لگتا ہے یا کھیتی کاشت کرتا ہے پھر اس سے کوئی انسان یا پرندہ یا حیوان کھاتا ہے مگر وہ اس کے لیے صدقہ ٹھوکتا ہے۔ بخاری مسلم۔ اور مسلم کی ایک روایت میں جو حضرت جابر سے مروی ہے یہ لفظ بھی آیا ہے کہ جو اس میں سے چوری کر لیا جاتا ہے۔ وہ بھی صدقہ ہے۔

(متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ يَسْلُبُ عَنْ جَابِرٍ وَ مَا سُرِّي مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ

(بخاری مسلم)

اس حدیث میں واقع لفظ صدقہ پیش اور زیر دونوں طرح مروی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِفْرًا لِمَوَاةَ مُوسَى مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِي يَلْمُهُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَتَزَحَّتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَتَرَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغَفِرَ لَهَا بِذَلِكَ قِيلَ إِنَّ كَنَّا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِي كُلِّ ذَاتٍ كَبِدٌ رَطْبَةٌ أَجْرٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بدکار عورت حرف میں نیکی سے بخش گئی کہ ایک کنوئیں کے اوپر ایک کتے کے پاس سے گزری جس نے پیاس سے زبان دراز کی ہوئی تھی اور قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک کر دے۔ (اس عورت نے کتے کی یہ حالت دیکھ کر) اپنا موزہ اتار اور اپنے دوپٹے سے باندھا اور کنوئیں سے پانی نکال کر اسے پلایا۔ تو اس نیکی کے عوض اسے بخش دیا گیا۔ آپ سے کیا گیا موبیشیوں کی خاطر مددگار میں بھی ہمارے لیے اجر و ثواب ہے آپ نے فرمایا ہر جگر تر شے رکھنے والی چیز میں اجر و ثواب ہے۔

(بخاری مسلم)

(امتنع عنک)

اسے یہاں حدیث میں لفظ موسیٰ آیا ہے (میم اول کی پیش دوسری میم کی زیر) بمعنی زانیہ اور بدکار عورت۔ یہ لفظ وٹس سے مشتق ہے بمعنی ایک چیز کو گرہنا۔ یعنی ایک چیز کو دوسری میں بننا۔ یہاں حدیث میں دوسرا لفظ کی بروزن زکی آیا ہے۔ بمعنی کنواں۔ اسے یہاں لفظ خمار آیا ہے (خا کی کی زیر) بمعنی عورتوں کا سروپوش۔ اسے یعنی جب ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے عمل سے وہ عورت بخش گئی۔ تو انسان خصوصاً ایک انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کا ثواب تو بہت ہی زیادہ ہے۔

اسے یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بطور استہمام عرض کیا۔

شہ جگر تر سے زندہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ رطوبت اور تری لازمہ زندگی ہے۔ بعض نے کہا جگر جب پیاسا ہوتا ہے تو تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب اسے آگ پر رکھا جائے۔ بعض نے کہا کہ جگر کو تر اس کے سیراب ہونے کے اعتبار سے کہا۔ اور ایک روایت میں کبد قرأ آیا ہے یعنی گرم جگر والا۔ علماء نے یہ بھی کہا کہ لفظ کبد رطوبہ میں مبالغہ ہے کہ جب جگر تر میں اجر و ثواب ہے تو جگر گرم میں زیادہ اجر و ثواب ہوگا۔ مگر حیوانات وغیرہ کے ساتھ یہ نیک سلوک غیر موزیلوں میں ہے کہ موزی حیوانات جیسے سانپ اور بچھرو وغیرہ میں اجر نہیں ہے۔

حضرت عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَذِيبَتِ امْرَأَةٍ فِي
هَرَّةٍ اَمْسَكَتَهَا حَتَّى مَاتَتْ مِنْ
الْجُوعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا
تُوسِدُهَا فَتَأْكُلُ مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بلی کی وجہ سے عذاب میں ڈالا گیا جس نے اسے باندھے رکھا
یہاں تک کہ بھوک سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ نہ تو اس نے
خود اسے کھانے کے لیے کوئی چیز دی اور نہ اسے کھولا کہ خود
زمین سے کھڑے وغیرہ کھاتی۔ (بخاری مسلم)

اسے یہاں حدیث میں لفظ خشاش آیا ہے۔ (خالقہ والی کی زیر) بمعنی حشرات الارض (زمین کے کھڑے کوڑے) جو دماغ نہیں
رکھتے۔ اور خاکی پیش وزیر و زیرتینوں حرکتوں کے ساتھ بمعنی زمین کے حشرات یعنی چڑیاں وغیرہ۔

و عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنٍ شَجَرَةٍ
عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ لَا نَحِيثَ
هَذَا عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ لَا
يُؤْذِيهِمْ فَإِذَا خِلَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کا گزیر درخت کی ایک
ایسی شاخ کے پاس سے ہو جو عین گزرگاہ کے اوپر تھی۔ اس
شخص نے کہا میں ضرور اس کے رستے سے دور کر دوں گا تاکہ
وہ اذیت نہ دے۔ تو اس عمل کی وجہ سے اسے جنت میں داخل
کر دیا گیا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری مسلم)

اسے یعنی وہ شاخ راستے کی پشت پر پھیلی ہوئی تھی۔

اسے یہاں حدیث لا نَحِيثَ آیا ہے (ہمسزہ کی پیش نوں کی زیر حاشیہ کی زیر سے) تنجیم سے مشتق ہے۔ اور نوں ساکن
حافظ یا کی زیر اور نوں ثقیلہ انجا سے بھی مشتق قرار دیا گیا ہے۔

اسے یعنی یا تو صرف یہ نیت کر لے ہی بخشا گیا۔ یا اس نے راستہ سے اس شاخ کو دور بھی کر دیا تاکہ اسے عمل سے
اس کی بخشش ہو گئی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ
رَأَيْتُ رَجُلًا تَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ
فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ
الطَّرِيقِ كَأَنَّهُ تُؤْذَى النَّاسَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص
کو جنت میں چلتے اور سیر کرتے دیکھا ہے جس نے اس کی وجہ
سے کہ اس نے راستے سے ایک درخت کو کاٹ کر دور
کر دیا جس سے گزرنے والے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔

(دَوَاةٌ مُسْلِمَةٌ)

(مسلم شریف)

اسے کہ وہ جنت میں گھوم رہا اور اس کی نعمتوں سے سرفراز ہو رہا ہے۔

۱۷ اس حدیث کا مضمون بھی پہلی حدیث کی طرح ہے۔ مگر اس میں تاکید و مبالغہ زیادہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چشم مبارک سے اسے جنت میں ہر سوزناز نعمت میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ گذشتہ حدیث میں بھی قدسے مبالغہ تھا۔ کہ گذرگاہ سے صرف ایک شاخ دور کرنے سے اسے جنت عطا کر دی گئی۔ چہ جائے کہ سارا دشت ہی راستے سے دور کر دیا جائے کہ اس شخص کو بطریق اولیٰ جنت کا مستحق قرار پائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے ایسی چیز سکھائیے جس سے میں نفع پاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستے سے تکلیف و اذیت کی چیز دور کر دے مسلم شریف اور ہم حضرت عدی بن حاتم کی حدیث اتقوا النار۔ باب علامات النبوة میں ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ذکر کریں گے۔ (مسلم شریف)

۱۸ بزرہ راہ کی زبر را ساکن اور نا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ غزوات اسلامیہ میں ہمیشہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے فتح مکہ کے دن عبد اللہ بن خطل (خاوطا کی زبر) کافر کو قتل کرنے والے یہی صحابی ہیں۔

۱۹ جیسے کانٹا، پتھر وغیرہ۔ اشیاء کو راستہ سے ہٹا دے اور اپنے معنی کے عموم کی تاویل سے ہر قسم اور ہر جنس کی تکلیف وہ چیز کو شامل ہے۔

۲۰ یعنی حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر کے بعد حاضر ہوئے اور سلام قبول کر لیا۔ کہ ان کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ اتقوا النار۔ اور یہ ایک لمبی حدیث ہے جو اس کے زیادہ مناسب ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ۱۷ تشریف لائے تو میں حاضر خدمت ہوا۔ جب میں نے آپ کے چہرہ انور کو اچھی طرح دیکھا تو میں پہچان گیا کہ آپ کا چہرہ انور معاذ اللہ مجھ سے اور کاذب کا چہرہ نہیں ہے۔ آپ نے پہلی گفتگو جو فرمائی، یہ تھی۔ اے لوگو سلام

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ أَوَّلُ مَا قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقْسَمُوا

کو عام کرو سکیں اور محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو۔ اور رات کو اس وقت نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ عذاب سے محفوظ رہتے ہوئے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔
ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔

السَّلَامَ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صِلُوا
الْأَرْحَامَ وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ
نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ يَسْلَامٌ
(مَدَاةُ التَّرْمِذِيِّ وَ ابْنُ مَاجَةَ
وَ الدَّارِمِيُّ)

۱۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بکرا صلیب میں سے تھے۔ پہلے آپ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔

۲۔ یعنی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

۳۔ یعنی تحقیق حال اور آپ کی رسالت کی صحت معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوا۔

۴۔ اچھی طرح دیکھنے کا مطلب ہے کہ غور و خوض سے دیکھا یا نور فرست سے مجھے معلوم ہو گیا۔ یا تورات میں مذکور

علامت نبوت کے ذریعہ میں نے پہچان لیا۔ حدیث بیان معنی اول کی جاب ہی اشارہ کرتا ہے۔ (بیت)

در دل ہر امتی کز حق مزہ است روئے داد از ہر پیغمبر معجز است

ترجمہ۔ چونکہ ہر امتی کے دل میں حق و صدق کا ذائقہ موجود ہے۔ اس لیے ہر نبی کے واقعات اس کے لیے معجزہ کا کام دیتے ہیں چنانچہ آپ اسی مجلس میں ایمان لائے۔ یہودیوں نے آپ پر بڑا حسد کیا اور بڑے بغض و عناد سے آپ سے پیش آنے لگے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہے۔

۵۔ یعنی لوگوں کو نصیحت و دعوت اسلام کے طور پر سب سے اول جو گفتگو فرمائی وہ یہ تھی۔ جو حدیث میں مذکور ہے۔

۶۔ یہاں حدیث میں لفظ افشوا آیا ہے یعنی بالکل کھلے گئے ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔ یا علی الاعلان اور ظاہر بلند آواز سے سلام کیا کرو تاکہ جس کو سلام کر رہے ہو وہ سن لے۔ یا اس کا معنی ہے سلام کو آپس میں عام کرو۔ واقع حال اور بے گمانی کی تمیز نہ کرو۔ بلکہ مسلمانوں میں سے جو بھی سامنے آئے اسے سلام کہا کرو۔ کیونکہ سلام کہنا حقوق اسلام میں سے ہے۔ حقوق صحبت میں سے نہیں۔

۷۔ یعنی مہمانوں، مسکینوں اور محتاج لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔

۸۔ رحموں کے رشتہ کو جوڑ دینی ان پر احسان کرو۔ ان سے میل جول رکھو۔ اور رشتہ داری میں ان کے نزدیک یا دور ہونے کے مطابق ان سے حسن سلوک کرو۔ صلہ رحمی دراصل وہ رشتہ ہے جو رحم سے بواسطہ پیدائش قائم ہوتا ہے۔ رحم کا اصل معنی پیر واتی ہے۔

۹۔ کیونکہ یہ وقت اخلاص، حضور قلب اور جمعیت خاطر کے لیے زیادہ مؤثر ہے۔

۱۰۔ یعنی عذاب دوزخ خدا تعالیٰ سے دوری اور جہاب سے محفوظ رہتے ہوئے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس حدیث

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن میں تین صفات کے جمع ہونے کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ صفت تواضع۔ صفت جود و سخا اور صفت عبادت و بندگی اور یہ تین صفات بدنی و مال نیز اپنی ذات تک محدود رہنے والے اور دوسروں پر اثر انداز ہونے والے اصولی اور بنیادی کالات ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ وَاطِيعُوا
الطَّعَامَ وَافْتَشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لوگو خدا سے رحمن کی عبادت کرو۔ حاکمتمندوں کو کھانا
کھلاؤ۔ سلام کو عام کرو۔ تو سلامتی کے ساتھ جنت
میں داخل ہو جاؤ گے۔

(دَوَاكَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَه)

(ترمذی ابن ماجہ)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق عبادت کا ذکر کیا نماز ہو یا کوئی اور عبادت کھانا کھلانے کا ذکر اس حدیث میں سلام پہنچانے کا اس کا نفع زیادہ ہے گزشتہ حدیث میں سلام کا ذکر کھانے سے پہلے کیا اگلا اشارہ کرنے کے لیے کہ وہ آپس میں محبت و الفت پیدا کرنے میں زیادہ قریب ہے۔ پھر گزشتہ حدیث میں صلہ رحمی اور رات کو لوگوں کے سونے کے وقت نماز کا ذکر ان کا اہتمام اور اہمیت واضح کرنے کے لیے کیا۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئَ غَضَبَ الرَّبِّ
وَتَذْفِئَ مِثْنَةَ السُّوءِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا بیشک صدقہ اللہ کے غضب کو بجھاتا
اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

(ترمذی شریف)

(دَوَاكَ التِّرْمِذِيُّ)

اس یعنی صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کی آگ کو بجھاتا دیتا ہے۔

اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ صدقہ کی برکت سے دنیا و آخرت اور مبداء مآل میں بندے کو سلامتی اور عافیت نصیب ہوتی ہے اور لفظ مِثْنَةَ رُحْم کی زیر یا ساکن) یعنی موت کی حالت۔ اور مِثْنَةَ اسود سے بوقت موت بری حالت مراد ہے۔ جو بندے کو کفر اور ناشکری تک پہنچائے۔ جیسے اسلام و مصائب۔ طرح طرح کے درد بے ہر ذکر موت سے غفلت کلمہ شہادت کا زبان پر جاری نہ ہونا۔ ذات رحمن سے بعد و حجاب شیطانی و موسول میں گرفتار ہونا وغیرہ ذالک کہ یہ سب اور سود خاتمہ اور برے انجام تک پہنچانے والے ہیں۔ (نحو ذالک من ذالک) پھر غیر محمود حالت میں اچانک موت کا آنا بھی اسی قبیلہ میں سے ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کُنْ
مَعْرُوفٍ صَدَقَہٗ ۖ وَ اِنْ
الْمَعْرُوفِ اَنْ تَلْقٰ اَخَاکَ یُوَجِّہُ
طَرِیقَ ۚ وَ اَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلِیْکَ
فِیْ اِنَاۃِ اَخِیْکَ ۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کار
خیر صدقہ ہے۔ اور بیشک کار خیر میں سے ہے یہ
کہ تو اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے۔
اور یہ کہ تو اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول
میں کچھ ڈالے

(رَدَاۃُ الْاَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ)

(احمد ترمذی)

اسے یعنی امورات خیر و احسان میں یہ بھی ہے کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے۔ یہاں حدیث میں لفظ طلق آیا ہے (طا کی
زیر لام ساکن) بمعنی خندہ روئی جیسا کہ حضرت ابو ذر کی حدیث میں فصل اول میں گزرا۔

اسکے یعنی جو پانی تیری ضرورت سے زائد ہو۔ اس کا ظاہری معنی تو یہ ہے مگر فضل و احسان کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔
یعنی دوسروں کو اپنے فضل و احسان سے نواز ہے۔

وَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
تَبَشِّرُکَ فِیْ وَجْہِ اَخِیْکَ صَدَقَہٗ
وَ اَمْرُکَ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَہٗ ۖ وَ
نَهْیْکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَہٗ ۖ وَ
اِنْشَاؤُکَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ
لَکَ صَدَقَہٗ ۖ وَ نَصْرُکَ الرَّجُلَ
الرَّوْمِیَّ الْبَصِیْرَ لَکَ صَدَقَہٗ ۖ وَ
اِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَالشُّوْکَ وَالْعَظَمَ
عَنِ الطَّرِیْقِ لَکَ صَدَقَہٗ ۖ وَ فِرَاغُکَ
مِنْ دَلِیْکَ فِیْ دَلِیْ اَخِیْکَ لَکَ
صَدَقَہٗ ۖ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا تیرا تبسم چہرے سے اپنے بھائی
سے ملنا صدقہ اور تیرا ایک کام کا حکم
دینا صدقہ ہے۔ اور بڑے کام سے روکنا
صدقہ ہے۔ اور تیرا کسی بھولے ہوئے کو
راستہ دکھانا صدقہ ہے اور غلیظ انسان
کی مدد کرنا صدقہ ہے۔ اور تیرا راستہ سے
پتھر، کانٹے اور ہڈی وغیرہ دور کرنا صدقہ
ہے۔ اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی
کے ڈول میں ڈالنا بھی صدقہ ہے۔ اسے
ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ

حدیث غریبہ ہے۔

ترمذی شریف

رَدَاۃُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هَذَا
حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

اسے یعنی ایسی زمین میں جہاں لوگ راستہ بھولتے ہوں، راستہ دکھانا صدقہ ہے۔

۱۷ جن سے گندنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہو۔
وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ
فَأَتَى الصَّدَقَةَ أَفْضَلَ قَالَ
الْمَاءُ فَحَقَرَ يَتْرًا وَ قَالَ هَذِهِ
لِأُمِّ سَعْدٍ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ بیشک سعد کی ماں فوت
پاگئی ہے تو کون سا صدقہ بہتر و افضل ہے فرمایا
پانی (اس پر) حضرت سعد نے ایک کنواں کھنڈا۔ اور کہا یہ
سعد کی ماں کے لیے ہے

(ابو داؤد - نسائی)

۱۸ حضرت سعد بن عبادہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ اور مقبولان بارگاہ نبوت میں سے ہے۔
۱۹ تمام صدقات سے بہتر و افضل صدقہ یہ ہے کہ تو اس کے لیے کنواں کھنڈے۔ اور پیاسوں کو پانی پلا دے۔
۲۰ تاکہ خیر و ثواب اس کے لیے جاری رہے۔

۲۱ تاکہ اس کا ثواب اسے پہنچتا رہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَيُّهَا مُسْلِمُ كَسَا مُسْلِمًا
ثَوْبًا عَلَى عُرَى كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ
خُضِرِ الْجَنَّةِ وَ أَيُّهَا مُسْلِمُ
أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ
اللَّهُ مِنْ شَمَائِرِ الْجَنَّةِ وَ أَيُّهَا
مُسْلِمُ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَاءٍ
سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ رَحِيْقِ الْمُخْتَوِمِ -
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے نیک مسلمان
کو کپڑا پہنایا اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے
گا۔ اور جس نے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ
اسے جنت کا پھل کھلائے گا۔ اور جس
مسلمان نے پیاسے مسلمان کو پانی پلایا
اللہ تعالیٰ اسے شراب خالص و پاکیزہ سے
سیراب کرے گا۔

(ابو داؤد - ترمذی)

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ عری (عین کی پیش راساکن) بمعنی برہنگی۔ بُنس کی صند (لام کی پیش) دوسرا لفظ خُضِرَ ہے
خاک کی پیش (عین کی پیش) جمع۔ یہ اللہ عزوجل کے قول مبارک عَلَیْہُمْ قِیَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ کی طرف اشارہ
ہے۔ یعنی ریشمی سبز لباس پہنے ہونگے۔

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ ظمًا آیا ہے صراح میں ہے ظاؤمیم کی زبر آخر میں ہمزہ بمعنی پیاسا ہونا۔ حدیث میں واقع ہے

لفظین مضموم کا معنی ہے پاک خالص اور صاف شرب جس کے برتنوں پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔ ان کی نقاست کی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا۔ یُسْتَقُونَ مِنْ رَحِیقٍ مَحْتُمٍ خِتَامُهُ مِسْکٌ یعنی مٹی کی بجائے اس پر کستوری خالص کی مہر لگی ہوگی اور یہ اس کی غایت نقاست کی طرف اشارہ ہے۔ یا اس کے پینے کے بعد کستوری خالص کی خوشبو آئے گی۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مال
میں زکوۃ کے سوا اور بھی حق ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیت پڑھی۔

وَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ
قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا
سِوَى الزَّكَاةِ ثُمَّ تَلَا كَيْسَ الْبَرِّ
أَنْ تَوَلَّوْا دُجُوْهُكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ الْآيَةَ۔

رَمَادَا لَا التَّرْمِيزُ مِيزًا وَ ابْنُ مَاجَةَ
وَالذَّارِقِيُّ

(ترمذی ابن ماجہ - دارمی)

۱۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قریشی خاندان کی ہشتم و چراغ اودان خواتین اسلام سے ہیں۔ جنہوں نے سب
سے پہلے اسلام کی خاطر ہجرت اختیار کی۔

۲۔ یعنی مال کی زکوۃ تو فرض ہے ہی مگر اس کے ساتھ صدقہ نفل بھی مستحب ہے جس طرح نماز روزہ حج فرض بھی ہیں
اور نفل بھی پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مطلب کے اثبات اور تائید کے لیے آیت لیس البر ان تولوا الی اخرہ
تلاوت فرمائی۔ اس آیت سے وجہ استدلال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی اہل ایمان کی مدح اس بنا پر کی کہ وہ مال کی محبت کے
ہوتے ہوئے اپنے خویشوں، رشتہ داروں اور مسکینوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی مدح دینا اس بنا پر کی کہ وہ مال
قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ دینا مال خرچ کرنے کے علاوہ ہے۔ اور وہ صدقہ نفل ہے۔

وَ عَنْ بُهَيْسَةَ عَنْ أَبِيهَا قَالَتْ
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الشَّيْءُ
الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنَعُهُ قَالَ الْمَاءُ
قَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي
لَا يَحِلُّ مَنَعُهُ قَالَ الْبِلَدُ قَالَ
مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنَعُهُ قَالَ
أَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ بِخَيْرٍ لَكَ۔

حضرت بھیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ اپنے
باپ سے روایت کرتی ہے چنانچہ بھیسہ کہتی ہیں کہ ان کے
باپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز کوئی ہے
جس کا روکنا حلال نہیں۔ فرمایا پانی۔ انہوں نے پھر عرض کیا یا
اللہ وہ کوئی چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں۔ فرمایا ملک
انہوں نے پھر عرض کیا یا نبی اللہ وہ کوئی چیز ہے جس
سے منع کرنا حلال نہیں فرمایا تیرا ہر نیک کام تیرے لیے بہتر ہے

(رَوَاہُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد شریف)

۱۔ ہسبہ باکی پیش حال کی زیر پاسا کن اور میں محلہ آپ صحابیات میں سے ہیں ان کی حدیث اہل بعروہ میں شمار ہوتی ہے۔
 ۲۔ جیسے کسی کا کواں یا نہر ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی کو اس سے پانی لینے سے منع کرے۔ یا کسی کو اپنے نمکدان سے نمک لینے سے روکے۔ پھر پانی کے مسئلہ میں قدرے تفصیل ہے جس کا ذکر باب احياء الموات والشراب میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ اور چوبیس سے آگے لینے سے منع کرنے کو بھی ناجائز قرار دیا۔

۳۔ یہ جامع کلمہ ہے جو تمام خیرات کو شامل ہے۔ یعنی تو جو کچھ دے سکتا ہے وہ تیرے ہاتھ میں جو کچھ ہو اس سے کسی کو نہ روک۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سرودہ (بخیر زمین آباد کی تو اس کے لیے اس میں اجر و ثواب ہے اور اس میں سے کھانے والی جو چیز بھی کھائے گی وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ نسائی و دارمی۔ اور بعض نسخوں میں رافلا ملامی

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْیَا أَرْضًا مَمِیَّتَةً فَلَهُ رِیْثُهَا أَجْرٌ وَ مَا أَكَلَتْ الْعَافِیَةُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَہٌ۔

آیا ہے یعنی اسے دارمی نے روایت کیا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

۱۔ یعنی جو زمین زراعت اور کھیتی باڑی کے لیے قابل نہ تھی جس نے محنت کر کے اسے آباد کیا تو اس کے لیے اجر و ثواب ثابت و موجود ہے۔ اس کا حکم باب احياء الموات میں آ رہا ہے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ عافیتہ آیا ہے۔ عافیتہ ہر طالب رزق کو کہتے ہیں انسان ہو یا چار پایہ یا پرندہ۔ مافی ایک فرد طالب رزق عافیتہ جماعت جو رزق و خوراک کی مشاشی و طلبگار رہے۔ اور ایک روایت میں بصورت صیغہ جمع العوائی بھی آیا ہے۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عطا کیا عطیہ دو کا یا عطا کیا عطیہ چاندی کا یا کسی بھولے ہوئے کو راستہ دکھایا تو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَعَ مِنْحَةً لِّبَنٍ أَوْ دَرَقٍ أَوْ هَدًی زُقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلُ عِشْقِ رَقَبَةٍ۔

(ترمذی)

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

۱۔ یعنی جس شخص نے کسی فقیر و محتاج انسان کو دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری عطا کی تاکہ وہ اس کے دودھ پیئے۔ پھر اسے واپس کر دے۔

۲۔ حدیث میں لفظ دَرَق آیا ہے واؤ کی زبر را کی زیر یعنی مہر شدہ درہم یعنی جاری رکھ۔ مراد بطور قرض درہم دینا دینا ہے۔ قرضہ کی رقم کو بھی مسنۃ اعطیہ) اسی جیسے قرار دیا کہ انہیں بھی واپس کرنا پڑے گا۔ لفظ مسنۃ مطلق عطیہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۳۔ یعنی کسی راہ بھولے ہوئے یا اندھے کو راستہ دکھایا۔ حدیث میں لفظ ہدٰی ہدایت سے نکلا ہے۔ بمعنی راستہ بنانا کرنا۔ زُفَاق ز کی پیش بمعنی گلی جو کسی مکان یا گھر کو جاتی ہو۔ زفاق رستہ کے معنی میں بھی آتا ہے جو کہ باغات کے اندر ہوتا ہے اس صورت میں ہدی ہدیہ سے مشتق ہوگا۔ یعنی رستہ درختان کھجور کسی کو عطا کرے۔ اور صدقہ کرے۔ جو معنی بھی ہو ہدیٰ وال مخفف سے ہے ایک روایت میں وال کی شد سے بھی آیا ہے مبالغہ کا معنی دینے کے لیے۔ واللہ اعلم معنی یہ ہوگا کہ جو شخص یہ چیزیں خیرات کرتا ہے۔

حضرت ابو جہری (جابر بن سلیم) سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مدینہ آیا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کہتا مگر لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں میں نے کہا یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جابر بن سلیم کہتے ہیں میں گیا اور عرض کیا ایک اسلام یا رسول اللہ۔ آپ پر سلام ہو یا رسول اللہ میں نے یہ کلمہ دوبارہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اسلام نہ کہ کہ یہ میت کا سلام ہے (بلکہ اس طرح) کہ اسلام علیک۔ میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں اس اللہ کا رسول ہوں جو مژدہ تکلیف پہنچنے پر جب تو اسے پکارتا ہے تو تیرے دکہ کو دور کرتا ہے اور اگر تجھے قحط سال پہنچتی ہے اور تو اسے پکارتا ہے تو وہ تیرے لیے فصل اگاتا ہے۔ اور جب تو کسی ہلاک کرنے والے جنگل میں ہوتا ہے اور تیری سواری گم ہو جاتی ہے تو تیرے پکار سن کر وہ تیری سواری تجھے واپس کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت کریں فرمایا کسی کو گال نہ دینا۔ تو میں نے اس کے بعد نہ کسی آزاد انسان کو گال دی نہ غلام کو

وَعَنْ أَبِي جُرَيْجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ قَوَائِمٌ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ لَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ رَحِمَهِ الْمَيِّتِ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ الَّذِي إِنْ أَصَابَكَ ضَرْفُ دَعْوَتِهِ كَشَفَهُ عَنْكَ وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعْوَتُهُ أَنْبَتَهَا لَكَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ فَقِفْ أَوْ فَلَا فَضَلَّتْ رَاِحَتُكَ فَدَعْوَتُهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اعْهَدْ إِلَيَّ قَالَ لَا تَسْبِقَ أَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبُ بَعْدَهُ حُرًّا

وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا مَسَاغًا
قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِّنَ الْمَعْرُوفِ
وَإِنْ تَكَلَّمَ أَحَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ
إِلَيْهِ وَجْهَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنَ
الْمَعْرُوفِ وَارْقُمْ إِذَا مَلَكَ إِلَى
نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ آبَيْتَ فَإِنَّ
الْكَيْبِينَ وَإِيَّاكَ وَاسْبَالُ الْإِزَارِ
فَإِنَّهَا مِنَ الْخَيْلَةِ وَإِنْ اللَّهُ لَا
يُحِبُّ الْخَيْلَةَ وَإِنْ أَمْسَوْ
سَتَمَكَ أَوْ عَتِيرَكَ بِمَا يَعْلَمُ
فِيكَ فَلَا تُعَيِّرُهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ
فَإِنَّهَا وَبَالَ ذَلِكَ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

وَمَوْقَى التَّمِيذِي مِنْهُ حَدِيثُ
السَّلَامِ وَفِي رِوَايَةٍ فَيَكُونُ لَكَ
أَجْرُ ذَلِكَ وَوَبَالَ عَلَيْهِ۔

اسے جبرئیل رحیم کی پیش راکی زیر یا مشدوم آپ کا نام جابر بن سلیم ہے (مسلم سین کی پیش لام کی زیر سے) بعض نے
سلیم بن جابر کہا ہے۔ مگر اول زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے۔ آپ صحابی ہیں قلیل الروایۃ ہیں ان سے حضرت
محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں۔

اسے یعنی لوگوں کو جو معاملہ بھی پیش آتا ہے اسے لے کر آپ کے پاس آتے اور عرض کرتے ہیں۔ پھر جو کچھ آپ فرماتے ہیں
اس عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آگے فرمایا لا یقول شیءا الی آخرہ۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ صدور آیا ہے جس کا اصل لغوی معنی پانی سے واپس آنے کا ہے یعنی پیا سے آدمی کا پانی سے
سیراب ہو کر واپس لوٹنا یہ لفظ ورد کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے۔ پانی پر اترنا۔ اور صدور کا لفظ کبھی مطلق واپس آنے کے
لیے بھی آتا ہے۔

یہ یعنی مخلوق کی ہدایت کے لیے اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے۔

نہ اونٹ کو نہ بھری کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور نہ کسی
نیک و معروف کام کو حقیر خیال کرنا۔ اور میں سمجھے اس بات کی بھی
وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائی سے گفتگو کے وقت خندہ پیشانی
سے نہ چنا۔ کہ یہ بھی نیکی میں سے ہے اور اپنا نہ بند نصف پنڈلی
تک بلند رکھنا اور اگر اس طرح نہ کرے تو ٹخنوں کے اوپر
مزور رکھنا اور اپنے آپ کو تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے
سے دور رکھنا۔ کیونکہ یہ بکرمی سے ہے اور بیشک اللہ
تعالیٰ بکرم کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی شخص تجھے کالی ہے
یا اس عیب کی بنا پر تیری سرزنش کرے جو تجھ میں موجود ہو۔
اور اسے اس کا علم بھی ہو تو تو اس کے اس عیب کی وجہ سے
اس کی سرزنش نہ کرنا جسے تو جانتا ہو۔ کیونکہ اس کا گناہ اس
کے ذمہ ہے۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے
اسے حدیث اسلام تک روایت کیا۔ اور ایک روایت میں
فَانَا جَال ذَاكَ عَلَيَّ كَمَا بَلَغْتُ يَه لَفْظَ آسَ فِي۔ فَيَكُونُ
لَكَ أَجْرُ ذَاكَ وَوَبَالَ عَلَيْهِ۔ یعنی ایسا کرنے سے اس کا
اجرت مجھے ملے گا اور اس کا وبال اس پر ہوگا۔

۱۱۔ کہ اس سے مردہ کو سلام کرتے ہیں۔

۱۲۔ اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب مردہ کی دیانت کو جائیں تو کہیں علیک السلام جس طرح کہ زندہ کو السلام علیک کہتے ہیں۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ میت کو بھی السلام علیک ہی کہا جاتے۔ یعنی اسلام کا لفظ علیک سے پہلے لایا جائے کیونکہ یہ بات یا یہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی زیارت کرتے فرماتے تھے اسلام علیک۔ تو وہ جہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے یہ لوگوں کی اغلب و اکثر حالت کے اعتبار سے فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندہ انسان سلام کا جواب دیتا ہے رہا علیک السلام تو اگر سلام کہنے والا بھی علیک السلام کہے تو اس طرح تکرار لازم آئے گا۔ بخلاف میت کو سلام کے کہ سلام کا جواب اس کی طرف سے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سلام کا حکم اس لیے ہے کہ سلام کہنے والا جس کو سلام کہہ رہا ہے اس کے لیے امن و سلامتی کی دعا کرنے میں جلدی کرے اور علیک مقدم لانا ضرور و نقصان کے لیے آتا ہے۔ جو اس مفہوم کے منافی اور غیر مناسب ہے جیسا کہ آیا ہے اسے سمجھو۔ آگے پھر حضرت جابر بن سلیم فرماتے ہیں قلت انت الی آخرہ۔

۱۳۔ یہاں حدیث میں لفظ دعوتہ میں تا پر زبر ہے۔ اور صیغہ مخاطب ہے ایک روایت کے مطابق دعوتہ برائے واحد متکلم بھی آیا ہے۔ یعنی اگر تجھے کوئی نقصان و تکلیف پہنچے اور میں اس کے لیے دعا کروں کہ میں اس کا رسول ہوں تو اللہ تعالیٰ تیری اس تکلیف و پریشانی کو دور کر دے گا۔ اسی طرح بعد کی عبارت میں بھی صیغہ مخاطب و متکلم دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔

۱۴۔ یہاں حدیث میں لفظ ارض قفرا یا قلاۃ آیا ہے قفر بمعنی خوں ناک جنگل و صحرا۔ اور لفظ اور یا لانا ماوی کے تنگ کی وجہ سے ہے۔ لفظ قفر (قاف مفتوح مقدم بعد میں فا) کا اصل معنی ہے ایسی زمیں جس میں گھاس اور پانی دستیاب نہ ہو۔ اور لفظ قلاۃ فا کے ساتھ بمعنی جنگل اور کشادہ صحرا پھر حضور علیہ السلام کے قول مبارک میں کہ میں اس کا رسول ہوں جس کی یہ صفتیں ہیں“ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ پروردگار عالم کی طرف سے نبی مبعوث ہوں جو سب کا حاجت ردا اور مشکلات کا آسان کرنے والا ہے۔ اور یہ کہ میں اس کی جانب سے وسیلہ رحمت اور ہر طرح کی خیر و برکت پہنچنے کا ذریعہ ہوں۔

۱۵۔ یعنی انسان تو انسان میں نے اس کے بعد حیوان کو بھی گالی نہ دی۔ جس طرح کہ عوام عرب کی عادت ہے۔

۱۶۔ یعنی ہر نیک اور اچھا کام جو کوئی تیرے لیے کرے یا تو کسی کے لیے کرے۔ بلکہ جو بھی تیرے ساتھ بھلائی کرے اس کی نیکی کو بڑا خیال کر۔ اور اس کا شکر ادا کر۔ اور تجھ سے بھی جو نیک کام ہو سکے وہ کرا دے عنایت جان۔

۱۷۔ یعنی اگر تہ بند نصف پنڈلی تک رکھنے کو تیرا نفس اور طبیعت نہ مانے تو پھر ٹخنوں سے اوپر ضرور رکھنا اس سے نیچے نہ کر۔

۱۸۔ یہاں حدیث میں لفظ قیلہ آیا ہے میم کی زبر خاکی زیر یا ساکن سے۔ بمعنی تکبر۔ اسی طرح لفظ خال و فیلاً خاکی پیش یا کی زبر بمعنی تکبر ہے۔ یہ مسئلہ اپنے لطافت کے ساتھ کتاب اللباس میں انشاء اللہ تعالیٰ آ رہا ہے۔

۳۱۔ کہ تجھ اس کے وبال میں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے اور تو اسے بدی کا بدلہ بدی کی صورت میں کیوں دیتا ہے۔۔۔ بیت۔

بدی راہ بدی سہل باشد جزا اگر مردی آخسن الی من اساء۔

برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں دینا آسان ہے۔ اگر تو مرد ہے تو جس نے تجھ سے برائی کی ہے اس کے ساتھ نیکی اور احسان کر ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص میں ان صفات مذکورہ کی مخالفت بری صفات محسوس کی تھیں۔ اس لیے آپ نے اسے ان صفات کی وصیت فرمائی۔

۳۲۔ یعنی اس حدیث کو ان پورے الفاظ کے ساتھ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ نے روایت کیا۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کے الفاظ سلام تک روایت کیئے کہ حضرت ابو جری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فلیک اسلام کے الفاظ سے سلام عرض کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ ان الفاظ سے آگے الفاظ کو امام ترمذی نے حدیث کے آخر الفاظ تک روایت نہ کیا۔ بعض حواشی میں مذکور ہے کہ امام ترمذی نے بھی مکمل حدیث روایت کی۔ مگر دوسرے الفاظ میں جو ابو داؤد کی روایت کے علاوہ ہیں۔ اور کتاب میں جو الفاظ مذکور ہیں وہ ابو داؤد کے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت (گھر والوں) نے ایک بکری زینج کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اس بکری سے کیا بچا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا اس کے ایک کندے کے سوا باقی کچھ نہیں بچا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کندے کے علاوہ ساری بکری باقی بچ گئی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ أُمِّهِمْ دَبَحُوا شَاةً. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

۳۳۔ یعنی اس کے شلنے اور کندے کے سوا باقی ساری بکری صدقہ کے طور پر فقیروں اور یتیموں کے گھر بھیج دی ہے۔ صرف ایک کندہ گھر میں باقی رہ گیا ہے۔

۳۴۔ یعنی باقی رہنے والا بکری کا وہ حصہ ہے جو تم نے لوگوں میں بانٹ دیا ہے کہ اس کا ثواب روز بقا میں ثابت و قائم ہو چکا ہے اور جو حصہ گھر میں رہ گیا ہے وہ فانی اور ختم ہو جانے والا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہمیشہ باقی رہے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا
ثَوْبًا إِلَّا كَانَ فِي حِفْظِ مَنَ اللَّهِ
مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۱۔ اکثر روایتوں میں یہاں فی حفظ من اللہ آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت رہتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ
تَجُلُّ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوا كِتَابَ
اللَّهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ
بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا أَرَاكَ قَالَ مِنْ
شِمَالِهِ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سِرِّيَّةٍ
فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ
أَحَدُ رَوَاتِهِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَيَّاشٍ
كَثِيرُ الْغَلَطِ -

۲۔ یعنی قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ نماز میں یا غیر نماز میں۔ ظاہر معنی اول ہے۔

۳۔ یہ اس کے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے میں مبالغہ ہے۔

۴۔ اور جہاد میں مصروف رہا یہاں تک کہ اسے فتح حاصل ہو گئی۔

۵۔ غیر محفوظ کا معنی مقدمہ کتاب میں بیان ہو چکا ہے۔

۶۔ عیاش یا اورشین کے ساتھ اس راوی سے بہت دفعہ غلطی واقع ہو جاتی ہے امام ترمذی کا یہ کلام راہ اعتراض ہے اس

خاص اسناد میں سے ہے۔ البتہ دوسرے الفاظ کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے اللہ
تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور تین آدمیوں سے بغض رکھتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ وَ مَلَائِكَةُ

يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمْ
اللَّهُ فَرَجُلٌ آتَى قَوْمًا قَسَاتِهِمْ
يَاللَّهُ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقْرَابَةٍ
بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنْعُوهُ فَتَخَلَّفَ
رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا
لَا يَعْلَمُ بِعِطِيَّتِهِ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِي
أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا لَيْلَتَهُمْ حَقًّا
إِذَا كَانَ التَّوَمُّ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا
يُعْدَلُ بِهِ قَوْضَعُوا رُءُوسَهُمْ
فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتَلَوَّأُ أَيْتَانِ وَ
رَجُلٌ كَانَ فِي سِرِّيَةِ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ
فَهَزَمُوا فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى
يُقْتَلَ أَوْ يُقْتَلَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ
الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ الشَّيْخُ الثَّاقِفُ
وَالْفَقِيرُ الْمُنْعَتَالُ وَالْعَبْدُ الظُّلْمُ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ مِثْلَهُ
وَلَمْ يَذْكُرْ وَالثَّلَاثَةُ يُبْغِضُهُمُ)

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی پر۔

۲۔ یعنی جو کہ اس نے ان سے مانگا وہ انہوں نے اسے نہ دیا۔

۳۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ نے اس عبارت کی شرح میں فرمایا کہ اس شخص نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ یا قوم کے مخصوص افراد کو جنہوں نے دینے سے انکار کیا، الگ چھوڑ دیا اور خود آگے بڑھا۔ اور اسے کچھ نہ کچھ دیا۔ یا ان سے آگے بڑھ کر کوئی چیز اسے دیدی اور انہیں پیچھے چھوڑ دیا۔

کچھ یہاں طبرانی کی روایت میں ہیں انہیں کمال لفظ ہی آیا ہے۔ طبرانی کی یہ روایت ”پیچھے چھوڑنے“ کے لفظ کے زیادہ مشابہ اور زیادہ مناسب ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں غلام شخص غلامی ساتھ میں پیچھے رہ گیا یعنی ساتھ نہ گیا۔ مطلب یہ ہو کہ وہ شخص اپنی قوم کے لوگوں سے جدا ہو گیا۔ اور سائل کو اپنے ساتھ خلوت و علیحدگی میں لے گیا اور اسے پوشیدہ طور پر کوئی چیر عطا کر دی جیسا

وہ عین شخص جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان میں سے
ایک وہ آدمی ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور ان سے اللہ
کے نام پر مانگا۔ ان کے درمیان باہمی قربت و رشتہ داری کی
کی بنا پر نہ مانگا۔ انہوں نے اسے کچھ نہ دیا۔ تو ان میں سے
ایک شخص پیچھے رہ گیا۔ اور اسے پوشیدہ طور پر کچھ دے دید
کہ اس عطیہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا پھر وہ شخص جس
نے وہ عطیہ دیا ہوتا ہے دوسرا وہ شخص جو ایک قوم میں تھا جو رات
کو سفر کر رہی تھی تو انہیں نیند زیادہ
محبوب ہو گئی تو انہوں نے اپنے سر رکھ دیئے تو وہ شخص
کھڑا ہو گیا اور میری آیتیں پڑھنا شروع کر دیں۔ اور اس
نے مجھ سے ہا پلو سی شروع کر دی۔ اور ایک وہ شخص جو کسی
شکر میں تھا اور دشمن سے ٹکرایا باقی لشکر بھاگ کھڑا
ہوا۔ مگر یہ سینہ تلے آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ شہید کر دیا
گیا یا اس کی وجہ سے فتح حاصل ہو گئی اور وہ افراد جن
سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے تو ان میں سے ایک بڑھا
زانی ہے۔ دوسرا متکبر فقیر ہے تیسرا ظالم و دہمندانہ
۴۔ ترمذی دنائی بگرناسائی نے ثلاثہ یبغضہم اللہ کا ذکر نہ کیا۔ ۵۔

ترجمہ - تبکری بڑی صفت ہے پھر گدگدوں میں اس صفت بدکا پایا جاتا اور بھی بڑا ہے - جیسے برف باری کے دن اور وقت سرد اور ٹھیکے کپڑوں کے باوجود کوئی شخص اتڑاتا پھرے -

ہاں فقیہ کی وہ بے نیازی اور سوال سے گریز و پرہیز جو عزت نفس، تقدیر خداوندی پر مدھنا مندی اور دنیا و اہل دنیا کو خاطر میں نہ لانے کی صفت و خوبی تو ایک دوسری چیز ہے۔ حضرت بشیر بن حارث نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا دو تہمند لوگوں کا فقراء کے حال پر مہربانی کرنا کتنا اچھا فعل ہے خصوصاً اجر و ثواب کی نیت سے ایسا کرنا۔ مگر اس سے بہتر و اعلیٰ درجہ ان فقراء کا ہے جو اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے دولت مندوں کے ساتھ بے نیازی سے پیش آئیں۔

۱۱۔ یعنی تیسرا شخص جس سے اللہ تعالیٰ بغض و دشمنی رکھتا ہے، ظالم دولت مند ہے۔ جو اپنے نفس و مخلوق پر ظلم کرتا ہے۔ کہ نہایت دولت کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اور دیر دستوں اور اہل حاجت پر مہربانی نہیں کرتا۔ بعض علماء نے کیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جو دولت مند اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ اور یا بواقرض واپس نہیں کرتا۔ اس کا ایسا کرنا ظلم و زیادتی ہے۔

۱۲۔ کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے عبارت ثلاثہ یغفم اللہ ذکرہ کی۔ یعنی امام نسائی نے ان تین افراد کا ذکر کیا جنہیں اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے۔ انہوں نے صرف محبوبان حق تعالیٰ کے ذکر پر کفایت کی۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا

خَلَقَ اللَّهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ نَعِيمًا

فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ يٰهَا عَالِمَيَّ

فَأَسْتَقَرَّتْ فَعَجِبْتَ الْمَلَكُكُ

مِنْ مَلِكِي الْجِبَالِ فَقَالُوا يٰ

رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ

مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعِيمَ الْحَدِيدُ

فَقَالُوا يٰ رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ

شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيدِ قَالَ

نَعِيمَ النَّارِ فَقَالُوا يٰ رَبِّ هَلْ

مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ

تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی تو اللہ تعالیٰ

نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور انہیں زمین میں گاڑ دیا۔ جس

سے زمین ٹھہر گئی۔ (اس پر) فرشتوں نے پہاڑوں کی جڑوں

پر تعجب کیا چنانچہ فرشتوں نے عرض کی یا اہی

تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ

سخت ہے۔ فرمایا ہاں وصل ہے۔ انہوں نے عرض کی

یا اہی تیری مخلوق میں وہ ہے سے بھی زیادہ سخت

کوئی چیز ہے۔ فرمایا ہاں آگ ہے۔ انہوں نے

پھر عرض کی یا اہی تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ

قَالَ تَعِمِ الْمَاءُ فَقَالُوا يَا رَبِّ
هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ
الْمَاءِ قَالَ تَعِمِ الرِّيحُ فَقَالُوا
يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ
أَشَدُّ مِنَ الرِّيحِ قَالَ تَعِمِ ابْنُ
آدَمَ تَصَدَّقْ صَدَقَةً يَمِينِهِ
يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ
ذِكْرُ حَدِيثٍ مُعَاذٍ الْعَصَدَقَةُ
تُطْفِئُ النَّخِيطَةَ فِي كِتَابِ
الْإِيمَانِ -

۱۔ لفظ قال بات کرنے اور سامنے کے معنی میں آتا ہے ۔

۲۔ یعنی پہاڑوں کے زمین پر گارٹھنے سے زمین مضبوط اور قرار پذیر ہوگئی ۔ سعدی فرماتے ہیں ۔

زمین از تپ لرزه آند سئوہ فرو کوفت بردامتش میخ کوہ

زمین تپ لرزہ سے کانپتی تھی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دامن پر پہاڑوں کی میخیں گارٹھ دیں ۔

۳۔ کہ وہ پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیتا ہے ۔

۴۔ کہ آگ لپے پر غالب و قاهر ہے کہ اسے پگلا کر دیتی ہے ۔

۵۔ کہانی آگ کو بجھا دیتا اور ٹھنڈا کر دیتا ہے ۔

۶۔ کہ وہ پانی میں جنبش پیدا کر دیتی اور اسے متزلزل متحرک کر دیتی ہے ۔

۷۔ کہ یہ انسان ان تمام اشیاء سے سخت تر ہے کیونکہ صدقہ کرنے میں مخالفت نفس، طبیعت پر قہر، اور شیطان سے مقابلہ

اور اس کی مدافعت ہے ۔ اور یہ چیزیں مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتیں ۔ اور انسان ، نظری و طبعی صفات پر

بیدار کیا گیا ہے ۔ جن کا قلع قمع ممکن نہیں مگر ریاضت و مجاہدہ اور کمال توفیق و تائید خداوندی سبب سے کہ انسان کے مزاج

و سرزشت میں سمعہ، بیا، عجب، حُب مدح و ثنا اور اپنے ساتھیوں اور ہم عمروں پر بندگی و فوقیت چاہنا پایا جاتا ہے ۔

اس لیے جب بندہ کوئی چیز راہ خدا میں خرچ کرتا ہے تو ریا کے طور پر چاہتا ہے کہ اس کا اظہار ادا اس کی نمائش ہو ۔ اور جب بندہ

(ترجمہ)

اور کہا یہ حدیث غریب ہے ۔ اور حضرت

معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں ہٹا دیتا

ہے ، کتاب الایمان میں ذکر کر دی گئی ہے ۔

نفس و خواہشات کو بھانا اور ٹھنڈا کرنا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ کے غضب کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی چاہے وہ کتنی بھی سخت اور قوی ہو۔ اگر فرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہوا کی صورت میں اپنا عذاب نازل کرے اور کوئی بندہ پوشیدہ طریقہ سے صدقہ ادا کرے تو وہ صدقہ مذکور عذاب کو دور کر دے گا اور وہ عذاب آنا آنا رک جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ پوشیدہ صدقہ ہوا سے بھی زیادہ سخت و قوی ہے۔ بعض نے کہا صدقہ سیرا پوشیدہ (اس وجہ سے سخت و قوی ہے کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ بعض نے کہا اس وجہ سے کہ اس سے رضائے الہی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا بھی بہت زیادہ ہے و رضوان من اللہ اکبر۔

الفصل الثالث

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُتَّقِيَ مِنْ كُلِّ
مَالٍ لَهُ مَرَدَّ جَنِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
إِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَبَابَةُ الْجَنَّةِ
وَهُمْ يَدْعُوهُ إِلَى مَا عِنْدَهُ قُلْتُ
وَكَيْفَ ذَلِكَ قَالَ إِنْ كَانَتْ
إِبْدًا فَبِعَيْنَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ بَقَرَةً
فَبِعَمَلَيْنِ

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(نسائی)

اے جیسے دو گھوڑے۔ یا دو اونٹ۔ یا دو جنس میں سے ہم مثل جیسے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ۔ یا ایک درہم اور ایک دینار۔

۱۳۴ یعنی وہ ناز و نعمت کی چیزیں کہ زبان ان کی شرح کرنے سے قاصر ہے۔

۱۳۵ اور جب کہ خود حدیث میں زمین کی تفسیر بیان ہو گئی ہے تو یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد یہی ہے۔ ہاں محض احتمال لفظ کی بنا پر دو جملوں کے ساتھ بھی تفسیر کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ شاید کسی دوسری جگہ سے بھی یہ دوسری تفسیر سمجھ آ جائے واللہ اعلم۔

حضرت عمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت

وَعَنْ مَوْثِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ كَمَا

حَدَّثَنِي بَعْضُ اصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هَذَا النُّمُومِ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَدَقَّتُهُ .

سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے سنا
قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اس کا
صدقہ ہوگا۔

(احمد)

(رواہ أحمد)

سے مرشد مہم کی زیر براساکن ثنا کی زبر سے . حضرت مرشد بن عبد اللہ ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ اپنے وقت میں
مصر کے منتقل تھے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ الی سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔
سے یعنی قیامت کے روز مومن کی جائے پناہ اور اس کا سایہ اور اس کے آرام کا سبب اور اس کی نجات کا ذریعہ اس
کا وہ صدقہ ہوگا جو اس نے راہ خدا میں ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صدقہ کو قیامت کے دن ساٹھان کی شکل میں اس کے اوپر پھیلا یا جائے
گا کہ روز عرش کی گرمی سے اس کے سر پر سایہ کرے گا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ وَشَعَ عَلَى عِيَالِهِ فِي النَّفَقَةِ
يَوْمَ عَالَشُورَاءَ وَشَعَ اللَّهُ عَلَيْهِ
سَائِرَ سَنَتِهِ قَالَ سُفْيَانُ إِنَّمَا
قَدْ جَرَّبْنَاكَ فَوَجَدْنَاكَ كَذَلِكَ
رَمَاهُ رَزِينٌ وَتَمَوَّى الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعْبِ الْإِسْمَانِ عَنْهُ وَعَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ وَآبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ
وَصَنْعَقَةَ .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دسویں محرم شریف
کے دن اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ سارا
سال اس کو فراخی عطا کرے گا۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں
ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا۔ (رزین) اور بھتی
نے شعب الایمان میں ابھی عبد اللہ بن مسعود ابو ہریرہ
اور ابوسعید و جابر کے روایت کیا اور اسے ضعیف
قرار دیا۔

(ضعیف)

سے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ۔

سے یعنی اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضرت رزین عبدری نے روایت کیا۔ جو اکابر
علمائے حدیث میں سے ہیں۔

سے یعنی امام بیہقی نے اسے ابن مسعود ابو ہریرہ و ابوسعید خدری اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔ اور اسے ضعیف

کہ تو پرستی رحمت اللہ نے کہا۔ تو اللہ جس مرد سے پیا کرتا ہے وہ یہ مرد ہے جو اپنی قوم کے لوگوں سے الگ اور جدا ہوا اور سائل کو چپکے سے کچھ دیا۔ اس سے وہ مرد مزد نہیں جو ایک قوم کے پاس مانگنے کے لیے آیا جیسا کہ ظاہر عبارت سے مفہوم رہتا ہے۔

۵۵ یعنی جس چیز کو نیند کے برابر قرار دیا جاسکتا ہے اس سے بھی زیادہ انہیں نیند محبوب ہو گئی۔

۵۶ بعض نسخوں میں نقام احدیم آیا ہے۔ یعنی ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا۔

۵۷ چاہلوسی سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے مناجات کرنے لگے۔ اور نایت تضرع و عاجزی میں ڈوب جائے۔ پھر حدیث کے الفاظ تیلو آتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول مبارک کو نقل کیا۔ لغت کی کتاب حلال میں ہے تعلق بمعنی چاہلوسی کردن اور تعلق بمعنی اس نے دوستی و نرمی کی۔ اور تعلق میں اس ناز و نیاز کا بیان ہے جو محب و محبوب کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اور اس میں ان اسرار و رموز کی جانب اشارہ ہے جو زبان حال وقت سے ہی بیان ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ زبان مجاز سے اس جانب اشارہ کیا گیا ہے ہے۔ مگر حقیقی حال میں اس سے بہت بلند ہے۔

اے عاشق ناز ارجمندال معشوق نیاز مستندان

چشم کرم تو عین ناز است نازی کہ مدد صد نیاز است

اے ارجمند و خوش قسمت، لوگوں کے ناز و لوا کے عاشق۔ اور محتاج لوگوں کے نیاز کے معشوق۔

نیری چشم کرم عین ناز ہے۔ تیرا یہ ناز ایسا ناز ہے کہ کل میں مدد و مدد سے نیاز پایا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ہی بلند شان والا ہے۔ جو پاک و عزت و جبرگی والا ہے۔ مشائخ طریقت قدس اسرار ہم فرماتے ہیں۔ بہشت کے نشانک میں سے جو اس دنیا میں رکھا گیا ہے ذوق چاہلوسی ہے جو محبوبوں اور عاشقوں کو وقت سحر کی مناجات میں نصیب ہوتا ہے۔ یہ دراصل مشاہد قلبی کا جانب اشارہ ہے جو اس عالم آخرت میں دیدار بصری کی صورت میں نصیب و عطا ہو گا اے اللہ ہمیں مشاہدہ قلبی اور دیدار بصری عطا فرما۔

۵۸ یعنی اس نے جگ و جہاد کی طرف رخ کیا۔ سینہ تانے آگے ہوا میں اس کے ٹرنے اور بہادری میں مبالغہ کیا ہے۔

یعنی سینہ کھولے بے تحاشا جرات و دلیری سے آگے بڑھا۔

۵۹ کہ اسے شرم نہیں آتی کہ ضعف آہ اور عدم قدرت کے باوجود محض جہت باطن اور گرفتاری ہمت کے تحت اپنے آپ کو اس گھٹانے گناہ سے آلودہ کرتا ہے۔

۶۰ یعنی وہ درپیش دگدگ رہے جس میں تبحر و سرکشی پائی جاتی ہو کہ اسباب غیبت و اماردی اور خستہ و شکستہ حال کے باوجود نفس و شیطان کے بہکانے سے غرور و سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

برزنت است از گدایان نشت تر دزبف و وقت سرو و جامہ تر۔

قرار دیا ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگرچہ اس حدیث کے طرق ضعیف ہیں۔ لیکن بعض کو بعض سے ملایا جائے تو ضعیف ختم ہو کر اس میں قوت آجاتی ہے۔

واضح ہو کہ محترم مہم اللہ تعالیٰ سے یوم عاشورہ کے بارے میں جو اعمال پایہ ثنوت کو پہنچے ہیں۔ وہ ایک تو روزے میں دوسرے طعام و کھانے کی وسعت و کشادگی روزوں کی حدیث تو صحیح ہے مگر طعام کی حدیث ضعیف مگر طرق کی کثرت تعداد سے یہ حدیث مرتبہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب ما ثبت بالسنن فی یام السنۃ میں روزہ عاشورہ میں وارد صحیح۔ حسان، اور ضعیف و موضوع احادیث سب تفصیل سے بیان کی ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمانے ہیں حضرت ابو ذر نے عرض کیا یا نبی اللہ فرمائیے صدقہ کا درجہ و مرتبہ کیا ہے۔ فرمایا وہ چہرہ در چہرہ ہے (یعنی دینا دون) اور اللہ کے ہاں نیادتی اس کے علاوہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ
أَبُو ذَرٍّ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَمَا آيَةُ
الْصَّدَقَةِ مَاذَا هِيَ قَالَ آصْعَاتُ
مُتَصَاعِفَةٍ وَعِنْدَ اللَّهِ التَّزْيِيدُ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(احمد)

اے حضرت ابولہامہ مشہور صحابی ہیں۔ ایک ابوامامہ تابعین میں سے بھی ہیں۔ مگر اس کیفیت کے ساتھ مذکور صحابی زیادہ مشہور ہیں۔

اے یعنی صدقہ کا ثواب دینا دون ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دس سے سات سو تک ہے اور آیتہ کریمہ۔
كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَيْتُ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كَعْبَةٍ سُبُلَةٍ مِائَةِ حَبَّةٍ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔
(ترجمہ آیت) اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال اس ایک دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگانے ہر خوشے میں سولہ لے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ کے پاس سات سو سے بھی زیادہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے قول میں فرمایا۔ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ
يَشَاءُ اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ اس آیت کریمہ کے آخر میں اس جانب اشارہ موجود ہے۔ لفظ ضعیف
ضاد کی زیر کے ساتھ یعنی چیز کی مثل جیسے ایک پر ایک زیادہ کریں تو اس کا دو گنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جتنا آگے چلتے جاؤ۔

بَابُ أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ

افضل صدقہ کا بیان

صدقہ کی فضیلت (اس کا بہترین ہونا) اس اعتبار سے کہ صدقہ اپنی حدقات میں نفع مند نفل ہے۔ لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر جس قدر اس کی ضرورت و حاجت ہوگی اس بقدر صدقہ کی افیضیت ہوگی۔ جس طرح پانی۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس کی کسی وقت یا حالت یا کسی قوم کی حاجت و ضرورت کے لحاظ سے ضرورت و حاجت ہوتی ہے۔ یا ہر وہ صدقہ کرنے والے کی اچھی حالت کے اعتبار سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جیسے تنگدستی کی حالت میں صدقہ کرنے یا اس کے غنی کی پشت سے ہونا جیسا کہ احادیث کی شرح میں اس کا معنی معلوم ہوگا۔ یوں ہی صدقہ کا نہایت اخلاص، صدق نیت اور شرح صدر کے ساتھ بغیر احسان جٹلانے اور تکلیف دینے کے مسکین کے ہاتھ میں پہنچنا۔ اس کے علاوہ اور اچھائیوں کا موجود ہونا یا جس کو صدقہ دیا جا رہا ہے اس میں کسی عمدہ صفت کا موجود ہونا۔ اس سے سوال کرنا اسی طرح کی اور باتیں۔ اور اس باب میں اکثر احادیث جو مذکور ہوئی وہ اسی قسم اخیر سے نفل رکتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان مذکورہ وجوہات کے تحت جو صدقہ دیا جائے گا ان کی وجوہات کی اہمیت کے مطابق بہتر سے بہتر قرار پائے گا۔

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت ابوہریرہ اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو قوت غنا سے ہو۔ اور غریب کی ابتداء ان سے کہ جن کی تو پرورش کرتا ہے۔

اسے بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے اسے صرف حکیم سے روایت کیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ عَيْشٍ وَابْتِدَاءُ يَمْنٍ تَعُولُ

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ حَكِيمٍ وَحَدَّثَنَا

سے حزام حاکمی زیر بعد میں نا۔ آپ مشہور صحابی ہیں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر زادہ ہیں۔ اشرف قریش میں سے ہیں۔ ایک سو بیس برس عمر پائی ساٹھ برس دوجاہلیت میں گزرے اور ساٹھ برس اسلام کا رزق و درو کھنا نصیب ہوا۔

۳۔ یعنی وہ صدقہ بہترین صدقہ ہے جو غنی کی قوت سے صادر اور وقوف پذیر ہوا۔ یعنی وہ دولت مند کی جس پر صدقہ کرنے والے کو اعتماد ہوتا ہے۔ یعنی اپنی دولت مند کی کو باقی رکھتے ہوئے صدقہ کرنے والا۔ کہ وہ صدقہ خود اسے محتاج و فقیر نہ کرے مطلب یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کے لیے خرچہ اور روزی رکھ کر زائد مال صدقہ کرنے والا۔ ایسا نہ کرے کہ سب مال صدقہ کر دے اور اپنے اہل و عیال کو بھوکا مارے۔ چنانچہ حدیث کے آخری جملہ وابدء بمن تعول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ چیز بیان فرمادی۔ بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ لفظ ماکان عن ظہر غنی کہ صدقہ غنا اور سخاوت نفس سے ہو۔ خدا تعالیٰ پر توکل بھروسہ کرتے ہوئے۔ اور یہ کہ صدقہ کرنے میں فقر و محتاجی سے نہ ڈرے۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح و ثنا کی جب کہ آپ نے سارا مال صدقہ کر دیا اور گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا اپنے عیال کے لیے تو نے کیا باقی رکھا ہے۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا افضل الصدقہ جہد المقتل یعنی افضل صدقہ وہ ہے جس سے شگستگی لاحق ہو جائے۔ جیسا کہ دوسری فصل میں آ رہا ہے مگر معنی اول کے بلے میں بہت حدیثیں وارد ہیں۔ اور تحقیق مقام یہ ہے کہ توکل صحیح اور اہل و عیال بھی موافقت کرے سب کچھ دیدے ورنہ اہل و عیال کی رعایت کرے۔ اور جانب نفس و عیال کا لحاظ کرے۔ پھر صدقہ جہد المقتل میں بھی اپنے عیال کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔

۴۔ یعنی اس حدیث کو مسلم نے صرف حضرت حکیم سے روایت کیا اور امام بخاری نے حضرت حکیم و ابو ہریرہ دونوں سے روایت کی تو حکیم کے اعتبار سے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور صرف ابو ہریرہ سے بخاری کے افراد میں سے ہو گئے۔ (قتال فیہ)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی طلب میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ كَهْفَةً
هَلَىٰ أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ
لَهُ صَدَقَةً.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری مسلم)

۵۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ ان کو بدی صحابی کہا گیا ہے۔ مگر جمہور علماء اس پر ہیں کہ ان کی بدر کی طرف نسبت ان کے بدر میں سکونت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ آپ بدر میں رہتے تھے۔ اس وجہ سے بدری نہیں کہتے کہ آپ غزوہ بدر میں حاضر و موجود تھے۔ واللہ اعلم۔

۶۔ یعنی اگرچہ فقراء و مساکین کو نہ دے بلکہ ثواب کی نیت سے صرف اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو یہ بھی اس

کطرف سے صدقہ شمار ہوگا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مَسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَغْظَمَهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دینار وہ ہوتا ہے جو تو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور ایک وہ دینار جو تو گروں آزاد کرنے میں خرچ کرتا ہے۔ اور ایک وہ دینار جو تو مسکین پر صدقہ کرتا ہے۔ اور ایک دینار جو تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔

(مسلم شریف)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دینار جو انسان خرچ کرتا ہے۔ وہ ہے جسے انسان اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ اور دوسرا وہ دینار جسے انسان اللہ تعالیٰ کے لیے گھوڑے پر خرچ کرے۔ اور وہ دینار جسے بندہ اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى آبَتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

۱۔ بال بچوں سے مراد بیوی بچے اور ہر وہ فرد ہے جس کی پرورش اس کے ذمہ ہے۔
۲۔ یعنی ایسے گھوڑے پر جو راہ خدا (جہاد فی سبیل اللہ) کے لیے ہو اس پر خرچ کرنا بھی کارِ ثواب ہے۔ البتہ وہ گھوڑا جو اپنی سواری کے لیے ہو تو گھریلو سامان کی طرح ہے۔

۳۔ کہ یہ تین مقامات صدقہ کے افضل مصارف ہیں۔ باقی رہی بات کہ ان تین میں سے فضیلت کس عمل کو حاصل ہے۔ تو اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتی۔ الا یہ کہ اس مقام پر یہاں پہلے ذکر کیا گیا ہے (یعنی بال بچوں پر خرچ کرنا) اس کا پہلے ذکر ہی اس بنا پر کیا گیا ہو کہ وہ سب سے افضل ہے۔ اور دوسری کئی حدیث اس امر کی مراحات بھی کرتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ آيَ أَجْرٍ أَنْ أُنْفِقَ

ابو سلمہ کے بچوں پر خرچ جو میرے ہی بچے ہیں، خرچ
کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا۔ فرمایا ان پر خرچ کرو
تہیں ان پر خرچ کا ثواب ہے۔

(مسلم بخاری)

عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ
بَنِي فَقَالَ أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ فَلَا
أَجْرَ مَا أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

۲۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ام سلمہ کے شوہر تھے۔ اور اکابر صحابہ میں سے تھے۔
جب ان کا دجال ہو گیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آگئیں حضرت ابو سلمہ کے بچے رہ گئے
تھے۔ جن پر حضرت ام سلمہ خرچ کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھے ان پر خرچ کرنے
میں ثواب ملے گا؟ کیونکہ جب وہ میرے خاوند کے بچے ہیں تو گویا میرے ہی بچے ہیں۔ یاد ہے کہ ابو سلمہ کے بچوں سے وہ
بچے مراد نہیں جو حضرت ام سلمہ کے بطن مبارک سے تھے کہ وہ تو حقیقتہً حضرت ام سلمہ ہی کے بچے تھے۔ ان بچوں کی نسبت
صرت ابو سلمہ کی طرف کرنا چندان فائدہ نہیں رکھتی۔ اور وہ بچے عمر درخیز تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ یعنی
جن کی پرورش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوتی تھی۔ اس میں شور کرو۔

وَعَنْ نَوَافِلٍ امْرَأَةٍ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مَسْعُودٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ
يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَ لَوْ مِنْ
حَبِيَّتِكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ إِلَى
عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ تَرَجُلُ
بَخِيلٌ ذَاتَ الْيَدِ وَإِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ
أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّهُ فَاسْتَلَّهُ
فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ يُجْزِي عَنِّي وَ
إِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ قَالَتْ
فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بَلِ اثْنَيْهِ أَنْتِ
قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنْ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ
زینبؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کے گروہ
صدقہ کیا کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو۔ فرماتی
ہیں میں عبداللہ کی طرف لوٹ کر آئی اور ان سے
کہا تم کچھ مسکین اور تنگدست انسان ہو
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا
ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ۔ اگر
تم کو میرا صدقہ درست ہے۔ تو خیر
ورنہ میں آپ لوگوں کے سوا کسی اور جگہ
خرچ کروں۔ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضرت
عبداللہ نے کہا تم ہی وہاں جاؤ میں صلی
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر

الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتَهَا
قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ
عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ قَالَتْ فَخَدَجَ
عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ أَنْتَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاخْبِرْنَا أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالبَابِ
تَسْأَلَانِكَ أَنْتَجِزِي الصَّدَقَةَ عَنْهُمَا
عَلَى أَنْ وَاجِهِيَهُمَا وَعَلَى آيَتَانِ
فِي حُجُوبِهِمَا وَتُخْبِرُكَ مَنْ
تَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا قَالَ
امْرَأَتَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ وَتَرْتِيبُ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتِي الزَّيَّانِيبَ قَالَ
امْرَأَتَا عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَهُمَا أَجْرَانِ أَحْرُ الْقَرَابَةِ وَ
أَحْرُ الصَّدَقَةِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَالتَّفْظُ لِمُسْلِمٍ)

ایک اور انصاری عورت بھی موجود تھی جسے میرے چچا
ہی کام تھا حضرت زینب فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو قدرت کی طرف سے ہیبت عطا
کی گئی تھی۔ فرماتی ہیں ہمارے پاس حضرت
بلال آئے۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں
جاؤ۔ اور عرض کرو کہ دروازے پر دو
عورتیں حاضر ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے دریافت کرتی ہیں۔ کہ کیا ان کا
اپنے خاوندوں اور ان یتیموں پر خرچ
کرنا جو ان کی پردہش میں ہوں، صدقہ
بن جائے گا اور یہ نہ جانا کہ ہم کون ہیں۔
فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور مسئلہ پوچھا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے پوچھا وہ کون ہیں عرض کیا کہ
ایک انصاری عورت اور حضرت زینب ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسی زینب
عرض کیا عبداللہ کی زوجہ اسی پر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دھڑ
ٹا بے ہے۔ ایک فرات کا ثواب دوسرا اجر
صدقہ۔

(مسلم بخاری اور الفاظ مسلم کے ہیں)

اے آپ صحابیہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم و عنایت خاص سے ہر روز تمہیں ان سے ان کے خاوند حضرت
ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں۔

۲۔ یعنی عورتوں کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دیتے ہوئے۔

۳۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے یہ کلمہ سن کر میں اپنے خاوند عبد اللہ کی طرف واپس آئی۔

۴۔ یعنی تم فقیر اور تنگ دست انسان ہو زیادہ مال نہیں رکھتے۔

۵۔ یعنی کیا یہ بات کفایت کرے گی آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقہ کروں حالانکہ ازدواجی زندگی کے اعتبار سے میرا ہر چیز میں آپ کے ساتھ اشتراک و اختلاط پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود میرا آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقہ کرنا ثواب کیلئے کفایت کرے گا۔

۶۔ یعنی اگر میرا تم پر تمہاری اولاد پر صدقہ کرنا کفایت کرنا ہے تو میں اسے ادا کرتی ہوں اور تم پر صرف کر دیتی ہوں اور اگر کفایت نہ کرے تو میں دوسرے لوگوں پر صرف کر دیتی ہوں یہاں حدیث میں الی غیر کم اور علی غیر کم دونوں طرح روایت ہے۔

۷۔ یعنی حضرت عبد اللہ نے فرمایا بلکہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا اور آپ سے یہ مسئلہ دریافت کر۔ مجھے جانے کی تکلیف نہ دے گویا حضرت عبد اللہ یہ دریافت کرنے سے شرم کھا گئے۔ کیونکہ بہ حیا و حجاب کا مقام تھا۔ ۸۔ یعنی اس نے بھی یہ مسئلہ دریافت کرنا تھا کہ شوہر اور اس کے متعلقین پر عورت کا خرچ درست ہے یا نہیں۔

۹۔ بظاہر یہ دونوں عورتیں اپنے خاوند پر مال خرچ کرنے کا مسئلہ دریافت کرنے آئی تھیں مگر ان کے دل میں یتیموں پر مال خرچ کرنے کا مسئلہ بھی موجود تھا۔ یا عین اس وقت ان کے دل میں یہ مسئلہ پوچھنے کا خیال پیدا ہوا۔

۱۰۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمارا نام نہ لینا تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ ہمیں اپنے پاس بلانے میں تکلیف محسوس نہ کریں میں اور آپ کا وقت ضائع ہو۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ نام لینے کی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔

۱۱۔ کیونکہ بہت سی صحابیات کے نام زینب تھے۔ اس لیے آپ نے دریافت فرمایا کونسی زینب۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر کہ مشہور زینب ہی ہیں، مطلق زینب کا نام لے لیا ان کے خاوند کا نام نہ لیا۔ یا حضرت بلال نے مگر اس عورت کا نام سنا تھا دوسری کا نام نہ سنا تھا۔

۱۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بوی کو کفایت کرتا ہے کہ اپنے شوہر اور اس کے یتیم تعلق داروں پر خرچ کرے۔ بعض نسخوں میں لفظ نعم نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے صرف استقدر فرمایا لہذا اجران اجر القربۃ و اجر الصدقۃ یعنی ان دونوں عورتوں کو دو اجر ملیں گے ایک اجر قربت اور دوسرا اجر صدقہ۔ لہذا ان پر خرچ و صدقہ کرنا ان کے غیر و صدقہ و خرچ کرنے سے افضل و اکمل ہوگا۔

حضرت میمونہ بنت حارث سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک لونڈی آزاد کی

وَعَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ
أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلَبِدًا فِي ذِمَّانِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَوْ أَعْطَيْتَهَا
أَحْوَالِكَ كَانَ أَعْظَمَ أَجْرِكَ
لَهُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت ميمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا -

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ
نے فرمایا اگر تو لونڈی اپنے ماموؤں کو دیدیتی تو
مجھے بڑا ثواب ملتا۔

(بخاری مسلم)

سے جنہیں خادم کی ضرورت تھی۔ تو تجھے بہت زیادہ ثواب ملتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے غلام آزاد کرنے سے صدقہ کی

درجہ و ثواب زیادہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي بَعَادَيْنِ قَالَى
أَيُّهُمَا أَهْدَى قَالَ إِلَى أَقْرَبِيهِمَا
مِنْكَ بَابًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے
عرض کی یا رسول اللہ بیشک میرے دو پردے ہیں میں ان میں سے
کسے ہدیہ دیا کروں۔ فرمایا جس کا دروازہ تم سے
زیادہ قریب ہے

(بخاری شریف)

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سے اس بارے میں معتبر مسائل کے دروائے کی نزدیک ہے۔ اس کے گھر سے منقل یا قریب ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔
وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا
وَلَعَاكَ حَيْرَانَكَ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شورہ
پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کرو اور اپنے پروسیوں کا
چال رکھو۔

(بخاری شریف)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سے کہ کچھ شورہ ان کے گھر بھی بیجو۔ حدیث میں لفظ مرق میم درا کی زبر سے بمعنی شورہ۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے
عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا صدقہ سب سے
افضل ہے فرمایا افضل صدقہ وہ جو کم مال والا انسان اپنے
کو مشقت میں ڈال کر کرے۔ اور پرورش و خفا کی ابتدا اپنے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلَ
قَالَ جُهْدُ السُّعْيِ وَابْتِدَاءُ يَمَنِ
تَعْمَلُ

عیال سے کر۔

(رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ)

اسے یعنی کم مال والا بندہ اپنے آپ کو مشقت و تکلیف میں ڈال کر جو صدقہ کرتا اور اپنی وسعت و طاقت کے مطابق دیتا ہے یہ افضل صدقہ ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ ہند چیم کی پیش و زبر دونوں لغت میں۔ بعض نے کہا چیم پر زبر کی صوت میں اس کا معنی مشقت ہے۔ اور چیم پر پیش پر صیں تو اس کا معنی وسعت و طاقت ہے۔ مگر یاد رہے یہ اس وقت افضل صدقہ قرار پاتا ہے جب کہ صبح توکل اور قوت یقین سے ہو۔ اور بندے کے بال بچے بھی اس سے موافقت کریں۔ اور اگر وہ سب کچھ دینے پر راضی نہ ہوں تو پھر جائز نہیں ہے۔ اسی لیے آگے فرمایا ابتداء اپنے اہل و عیال سے کر۔

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا ایک درجہ ثواب رکھتا ہے۔ اور وہی صدقہ ذی رحم رشتہ داروں پر کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی احمد۔ ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ۔

اور داری۔

وَعَنْ سَلِيمَانَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى
الْمَسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى
ذِي الرَّحِمِ ثَمْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ
رَعَاكَ اللَّهُ مِذًى وَالنَّسَائِيُّ وَ ابْنُ
مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ

شعۃ مشکوٰۃ کے نسخوں میں ایسا ہی ہے یعنی سلیمان سین کی پیش اور یا کے ساتھ۔ علماء نے کہا ہے کہ درست سلیمان ہے یعنی سین کی زبر اور بغیر یا کے سلیمان یا تو کاتب کا ہو ہے یا صاحب کتابت کا۔ کتاب مغنی میں فرمایا کہ ہر جگہ سلیمان یا کے ساتھ ہے ماسوائے سلمان فارسی و سلمان بن عامر و سلمان اعز و عبد الرحمن بن سلمان کہ یہ یا کے بغیر ہیں اور سلیمان بن عامر صحابی ہیں ان کا شمار بعروں میں ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرے پاس ایک دینا ہے فرمایا اسے اپنی ذات پر خرچ کر۔ اس نے کہا میرے پاس ایک درہم اور ہے فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کر اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے۔ فرمایا اسے اپنے خادم پر خرچ کر اس نے عرض کیا میرے پاس اور دینار بھی ہے۔ فرمایا تو بہتر جائز ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ
رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِي دِينَارٌ قَالَ
الْبَيْعَةُ عَلَى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِي
اِخْرُ قَالَ الْبَيْعَةُ عَلَى وَلَدِكَ قَالَ
عِنْدِي اِخْرُ قَالَ الْبَيْعَةُ عَلَى اَهْلِكَ
قَالَ عِنْدِي اِخْرُ قَالَ الْبَيْعَةُ عَلَى
خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِي اِخْرُ قَالَ

أَنْتَ أَعْلَمُ .

(دَوَاہُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَانِیُّ)

ابوداؤد نسائی

اے یا سواری کے جانور کو بھی خادم کے حکم میں داخل کیا۔

اے یعنی تو مستحق انسان کا حال بہتر جانتا ہے۔ تو جسے تو مستحق جانتا ہے اسے دیدے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ .

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ

رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَمُوتُ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا أُخْبِرُكُمْ بِأَلَدِي

تَبْلُوهُ رَجُلٌ مُّعْتَزِلٌ فِي غَنِيمَةٍ

لَهُ يُوَدِّقُ حَقَّ اللَّهِ فِيهَا ۖ لَا

أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ

يَسْأَلُ بِاللَّهِ وَ لَا يُعْطَى بِهِ .

(مَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَانِیُّ وَ

التَّأْرِیْضُ)

اے یعنی سوار ہو کر کفار کے ساتھ جنگ کے لیے تیار کھڑا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ انسان بہترین لوگوں میں سے ہے ورنہ

وہ شخص جو علم الہی زیادہ رکھتا ہو۔ بہت متقی اور بہت دُر نے والا اور دنیا سے بہت بے رغبت ہو اور اس پر جہاد بھی فرض نہ ہو

تو وہ اس شخص سے بھی بہتر ہے۔ جیسا کہ علامہ نے کیا ہے۔

اے کہ فقراء پر بھی صدقہ کرتا ہے۔

اے اس ترجمہ کے مطابق یُسَال صیغہ مضارع مجہول ہوگا اور لَا یُعْطَى مضارع معروف۔ اور یہ مسئلہ غنہ کا حال ہے بعض

نے یُسَال معروف اور لَا یُعْطَى بہ مجہول پڑھا ہے یعنی جو خدا کے نام سوال کرے مانگے اھو وہ نہ فے کا کسی طرح انکار ہے اللہ

تعالیٰ کے اسم مبارک کی ہرک لازم آتی ہے۔

وَعَنْ أُمِّ بَحْبِیْدٍ قَالَتْ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَا دَامَ النَّاسُ وَلَوْ بَطَلَتْ

حضرت امّ بھیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سائل کو کچھ ویکر واپس کیا کرو اگرچہ بکری کی جلی ہوئی

مُحْرِقٌ

(مَا أَهَّ مَالِكٌ وَ النَّسَائِيُّ وَ التِّرْمِذِيُّ

وَ أَبُو دَاوُدَ مَعْنَاهُ)

کھڑکی ہی کیوں نہ ہو۔

اسے مالک، نسائی نے روایت کیا اور ترمذی و ابو داؤد نے
اس کا معنی روایت کیا۔

اسے بجید با کی پیش، جیم کی زیر اور یا آخر میں وال۔ آپ انصاریہ صحابیہ ہیں۔

اسے حدیث میں واقع لفظ ظلف ظامیہ کی زیر لام ساکن سے بمعنی گائے بکری کا پھٹا ہوا کھڑ۔ اور یہ مبالغہ ہے۔

پھر محرق جلا ہوا میں زیادہ مبالغہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَعَاذَ بِكَ بِاللَّهِ

فَاعِيذُوكَ وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ

فَاعْطُوكَ وَمَنْ دَعَاكَ فَاجِيبُوهُ

وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَافْعَلُوا

فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكْفِيهِمْ فَادْعُوا

لَهُ حَتَّى تَمُوتُوا أَنْ قَدْ كَفَّيْتُمُوهُ

(نَعَاةٌ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ)

اسے یعنی تمہارے شریا کسی اور کے شر سے۔

اسے جب کہ اس میں کوئی حسی یا شرعی مانع اور رکاوٹ نہ ہو۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ صُنِعَ آیا ہے جو صُنِعَ سے مشتق ہے۔ یعنی صادر کی پیش سے۔ اس کا معنی ہے نیکی کرنا جس طرح

معروف کا معنی بھی نیکی ہے۔ پھر وہاں لفظ صُنِعَ فعل کے معنی میں ہے۔

اسے بمعنی دعا کرنے میں اتنا مبالغہ اور تکرار کرو کہ اس کا بدلہ بن جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کی مکافات کے لیے

جو اک اللہ خیر کہنا کفایت کرتا ہے اور فرماتے تھے کہ مکافات میں مبالغہ یہ ہے کہ مکافات کی پوری کوشش کے باوجود اپنے نفس کو اس

کا بدلہ جہنم میں عاجز محسوس کرتے ہوئے۔ اس کے بدلے کو خدا سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اللہ کے نام پر نہیں مانگی جاتی مگر جنت

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

يُسْأَلُ بِرُوحِهِ اللَّهُ إِلَّا الْجَنَّةُ

(رَوَاہُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

یعنی اس کی ذات اور اس کے نام سے جنت ہی مانگی جاتی ہے۔ اس کے اور معنی ہیں ایک لوگوں کو منع کرنا کہ وہ اللہ کے نام نہ مانگا کریں۔ کیونکہ جب آپ نے فرمایا سوال نہ کیا جائے اللہ کے نام سے مگر جنت اور بہشت کا کہ یہ سوال لوگوں سے کیا نہیں جاسکتا۔ اس سے خود بخود لازم آگیا کہ لوگوں سے اللہ کے نام پر کوئی چیز نہ مانگی جائے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگی جائیں دنیا کی چیزیں اور سامان کیونکہ دنیا بہت حقیر و فانی چیز ہے۔ اگر خدا سے سوال کرو تو جنت کا سوال کرو کہ وہ عظیم التزیہ اور باقی رہنے والی ہے۔ مقصود اس عبادت سے بھی مبالغہ ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ
أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا
مِمَّنْ تَخْذِلُ وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ
بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيشْرِبُ
مِنْ مَائِهَا فِيمَا طَيِّبَ قَالَ
أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْأَيَّةُ
لَنْ تَنَالُوا الْيَتْرَ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا
تُحِبُّونَ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ لَنْ تَنَالُوا الْيَتْرَ
حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَ
إِنَّ أَحَبَّ مَا لِي إِلَى بَيْرُحَاءَ
وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ يَلِيهِ تَعَالَى أَهْلًا
بِوَحَا وَدُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ فَضَحَمَهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں
تمام انصار سے زیادہ باغات کے مالک تھے اور
انہیں زیادہ پیارا مال باغ میرحہ تھا۔ جو مسجد
نبوی شریف کے سامنے تھا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے
جاتے۔ اور وہاں کا بہترین پانی پیتے
تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ جب لن تنالوا البیتر حتی تنفقوا
مما تحبون۔ نازل ہوئی حضرت ابو طلحہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
کہہ رہے ہو کہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ فرمائیے لن تنالوا البیتر یعنی تم لوگ اپنی
وقت تک بھلائی نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنا
پسندیدہ مال خرچ نہ کرو۔ اور میرا پسندیدہ
مال باغ میرحہ ہے۔ اب وہ اللہ کے
یہ صدقہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس

يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَتَاكَ
 اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْرُ بَعْرٍ ذَلِكَ
 مَالٌ رَابِعٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا
 قُلْتُ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا
 فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ
 أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمَهَا
 أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَ
 بَنِي عَيْتِهِ -

کھا ثوب اور اس کا ذخیرہ چاہتا ہوں۔ یا رسول اللہ
 آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالیٰ آپ کی
 رائے قائم فرمائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے۔ جو تم
 نے کہا میں نے سنا یا۔ میری رائے یہ ہے کہ اسے
 اپنے رشتہ داروں میں وقف کرو۔ ابو طلحہ بولے
 یا رسول اللہ میں یہی چاہتا ہوں۔ پھر اسے
 ابو طلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچا زادوں میں تقسیم
 کر دیا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم بخاری)

۱۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں۔
 ۲۔ میر حارثیک باغ کا نام ہے۔ اس لفظ کی تحقیق میں اختلاف ہے۔ مشہور تلفظ باکی زیر حالف مقصورہ یا ممدو
 کے ساتھ۔ جیسا کہ اول کتاب میں گذرا۔ یہ باغ مسجد نبوی شریف کے سامنے تھا۔ حضور علیہ السلام اس میں موجود عہدہ اور
 شریف پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

۳۔ یعنی جس کو آپ دینا چاہتے ہیں دیں اور جو جگہ آپ مناسب جانتے ہیں وہاں صرف کریں۔
 ۴۔ بخ بخ بمعنی خوب خوب۔ بخ بخ دراصل ایسا کلمہ ہے جو فخر مدح اور کسی چیز پر راضی و خوش ہونے پر بولا جاتا ہے
 فارسی میں لفظ خہ خہ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی میر حارث بہت نفع مند مال ہے اسے خرچ کرو۔ تکرار مبا بخ کے لیے ہے
 اس کا آخر ساکن ہے اور جب دوسرے سے ملتا ہے تو مجرور اور نون تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ مخفف ہے
 کسی شے سے بھی پڑھتے ہیں۔

۵۔ میں نے سنا یا اور قبول کیا جو تو نے کہا اور نیت خیر کی۔

۶۔ تاکہ صدقہ اور صلہ بھی دونوں کا ثواب سمجھ لے۔ حضرت ابو طلحہ نے کہا میں ایسا ہی کرتا ہوں جیسا آپ نے فرمایا
 ہے۔ اور میں اسے اپنے خویش و اقارب میں خرچ کرتا ہوں۔

۷۔ یہ اقارب کا بیان ہے یا اقارب ان کے علاوہ ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے
 اپنے دو دربارت میں حضرت ابو طلحہ کے اقارب سے یہ باغ خرید لیا اور اس جگہ بلند محل تعمیر کیے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
افضل الصدقة ان تضيع كيدا
جائعا۔
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو
بھوکے جگر کو سیر کرے۔

رماداً البیہق فی شعب الایمان
اسے بھتی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔
اے علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا بھوکے جگر والا مومن ہو یا کافر انسان ہو یا غیر انسان۔

بَابُ مَا تَنْفِقُهُ الْمَرْأَةُ مِنْ مَّالِ زَوْجِهَا

اس امر کا بیان کہ عورت اپنے خاوند کے مال میں سے کیا خرچ کر سکتی ہے

مؤلف رحمۃ اللہ کی عادت شریف ہے کہ کبھی باب کو بے ترجمہ ذکر کرتے ہیں اور اس باب میں باب سابق کے مہمات و
لمعات بیان کرتے ہیں۔ اور بعض نسخوں میں باب صدقہ المرأة من مال الزوج آیا ہے۔ اور بعض میں باب نفقة المرأة
من مال زوجها آیا ہے۔ اس باب کی احادیث عورت کے نفقہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ بلکہ غازی اور خادم کو بھی
شامل ہیں۔

فصل اول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے
کلانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ نقصان
پہنچانے کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کوئے
کا ثواب ملے گا۔ اور اس کے خاوند کو کھانے
کا ثواب۔ اور خزانچی کو بھی اس کے برابر
جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ
کم نہ کرے گا۔

(بخاری مسلم)

الفصل الأول

عَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا انْفَقَتِ الْمَرْأَةُ
مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ
كَانَ لَهَا أَجْرُهَا يَمَّا انْفَقَتْ
وَلِزَوْجِهَا أَجْرٌ يَمَّا كَسَبَ
وَلِلْغَايِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا
يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ
شَيْئًا۔

(متفق علیہ)

۱۔ سب کو کامل ثواب ملے گا۔ کسی کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ پھر یہ حدیث اس بات سے مطلق اور عام ہے کہ عورت نے اس کھانے میں سے خرچ کرنے کی خاوند سے اجازت لی ہو یا نہ لی ہو بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت کے لیے اپنے مرد کے مال سے بلا اس کی اجازت کے کچھ بھی خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ اہل حجاز کی عادت پر مبنی ہے کہ گھر والوں اور خدام کو انہوں نے اجازت دی ہوتی ہے۔ کہ گھر میں جو کچھ ہوتا ہے اس میں سائلوں اور ضعیفوں کو صدقہ کرتے ہیں۔ مگر آئندہ حدیث اس امر میں صریح ہے کہ مرد کی اجازت کے بغیر صرف کرنا جائز ہے۔ شاید کہ علماء کی مذکورہ جماعت اسے امر جدید پر چل کرتی ہو۔ اسے سمجھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بیوی نے مرد کی کمانی سے بلا اجازت اس کے حکم کے خرچ کیا تو اس کو نصف ثواب ملے گا۔

(بخاری مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ نَأْوِجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهَا فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ مگر عورت کو اپنے خاوند کی رضا مندی کا پتہ یا تو میرٹھا یا دلالت ہونا ہے اور چیز بھی معمولی ہو جیسا کہ حواشی میں مذکور ہے۔ علامہ ترمذی نے کہا کہ مرد کا امر و حکم لوگوں کی عادت سے متعلق ہے۔ خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ اور بخاری و مسلم میں یہ قول بھی ہے۔

۲۔ یعنی وہ ثواب دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان امانت دار خزانچی کو جو اسے حکم دیا جائے وہ پورا اور مکمل خوشدلی سے خیرات کو دے اور اس کو دے جسے دینے کو کہا گیا تو وہ بھی دو میں سے ایک صدقہ دینے والا ہے۔

(بخاری مسلم)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَائِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُعْطَى مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُؤَقَّتًا طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی خوشدلی سے دے بوجھ محسوس نہ کرے۔ اور دل تنگ ہو کر نہ دے۔

۲۔ دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک تو خود وہ مالک ہے کہ حقیقتہً صدقہ کرنے والا وہی ہے۔ دوسرا یہ خازن ہے

جوان صفات مذکورہ سے موصوف ہو وہ بھی صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔ یہ عبارت دراصل اس قید میں سے ہے جو کہتے ہیں کہ القلم احد اللسانین کہ قلم دو زبانوں سے ایک زبان ہے والخال احد الابوین کہ ماموں دو باپوں میں سے ایک باپ سے۔ مراد یہ ہے کہ وہ بھی ثواب و اجر میں شریک ہے۔ اور لفظ متصدقین قاف کی ذیل سے بھی پڑ گیا ہے۔ یعنی جمع مذکر کی شکل میں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُتِيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَ أَفْلُتُهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ نَصَدَقْتُ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ نَصَدَقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا بیشک میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ اگر بولتی تو خیر کتنی تو کیا اسے ثواب ہوگا اگر میں اس کی طرف خیرات کروں فرمایا ہاں

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم بخاری)

اس حدیث میں لفظ افلتت آیا ہے جو قلم سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے اچانک موت کا حادثہ پیش آجانا افلتات کا معنی ہے جانے کا بھی آتا ہے۔

اسے یعنی اگر وہ ہوشیار ہو تب اور بول سکتی تو کسی چیز کا صدقہ کرتی اور صدقہ کرنے کی وصیت کرتی۔ اسے ہاں اسے اجر و ثواب ملے گا اگر تو اس کی طرف سے صدقہ کرے۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح دعا و استغفار کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔ اہل حق (اہل سنت و جماعت) کا مذہب یہی ہے۔ ہاں بدنی عبادات میں اختلاف ہے۔ مثلاً نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ۔ اس میں ہی پسندیدہ قول یہی ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روحۃ الراحین میں فرمایا کہ شیخ اجل اکرم مرزا علیہ رحمۃ اللہ السلام رحمۃ اللہ کر لوگوں نے بعد وفات خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا ہم دنیا میں یہ کہا کرتے تھے کہ تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا مگر اس عالم برزخ میں اگر ہم نے اس کے خلاف پایا ہے۔ اور اللہ چھ دعاؤں کو سننے والا ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ أَبِي إِمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کے خرچ نہ کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کھانا بھی نہیں ہے۔ فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ هَامَ حَاجَةُ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ نَرُوجَهَا إِلَّا بِإِذْنِ نَرُوجَهَا قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا التَّلَاعَامَ قَالَ ذَلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی)

۱۔ یعنی کیا کھانے سے بھی کچھ بے اجازت خاوند نہیں لے سکتی باوجود کہ اس کی مالیت اور قدر و قیمت درہم و دینار کی طرح نہیں ہوتی۔

۲۔ آپ نے فرمایا وہ بھی نہیں دے سکتی کیونکہ وہ سب مالوں سے بہتر و افضل مال ہے کہ اس سے تو فی الفور روزی کی حاجت برآر کی ہوتی ہے اور انسان کی بقائے زندگی بھی اس پر ہے۔ یہاں کھانے سے مراد غلہ اور کھجوریں ہیں پکا ہوا کھانا مراد نہیں۔ اور ہو سکتا ہے کھانے کا لفظ عام ہو۔ اور پکے ہوئے کھانے کو بھی شامل ہو۔ بعض نسخوں میں افضل اموال الناس آیا ہے یعنی لوگوں کا افضل ترین مال۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک معزز عورت جو گویا قبیلہ مضر کی عورتوں میں تھی، اٹھی اور بولی۔ یا نبی اللہ ہم تو اپنے باپ دادوں، اولاد اور خاوندوں پر بوجھ ہیں۔ ہمیں ان کے مالوں میں سے کس قدر حلال و درست ہے فرمایا تر کھانا جسے تم کھا لو۔ اور ہیرے دے سکو۔

(ابوداؤد)

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَامَتِ امْرَأَةٌ جَبِيلَةٌ كَانَتْهَا مِنْ نِسَاءِ مِصْرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا عَلَى آبَائِنَا وَآثَرِاجِنَا قَتْمًا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَالَ التَّطْبُ نَأْكُلْنَهُ وَنَهْدِيْنَهُ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

۲۔ مضر مہم کی پیش ضاد کی زبیرہ قبائل عرب میں مشہور قبیلہ ہے۔ اور مضر بن نزار کی اولاد ہے۔
۳۔ یہاں حدیث میں لفظ کل آیا ہے۔ کاف کی زبر لام مثد کے ساتھ۔ یعنی بوجھ اور عیال۔ اور وہ شخص جو اپنے

مستقل اور آزاد حیثیت نہ رکھتا ہو۔

لحم جس کے جلدی خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جیسے شوربا۔ دودھ۔ میوہ اور سبزی وغیرہ۔ کہ اس کے کھانے کی نہیں اجازت ہے۔ اور اس میں سے تم کسی کو ہدیہ بھی دے سکتی ہو جیسے دینا چاہتی ہو۔ ان چیزوں میں سے کھانے میں خاوند سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کے کھانے میں عرف و عادت یہی ہے۔ کہ اجازت نہیں لی جاتی بلکہ چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے۔ مگر خشک خوراک میں مرد کے اذن اور اس کی رضا مندی ضروری ہے۔ علامہ طیبی نے کہا یہ اجازت ہاپوں۔ پیٹوں اور ماؤں سے تعلق رکھتی ہے۔ خاوندوں بیویوں کے مسئلہ میں بلا اذن اجازت نہیں ہے مگر یہ حدیث اس امر میں صریح ہے کہ بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔ مگر حقیقۃً دار و مدار عرف و عادت پر ہے جیسا کہ کہا گیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ اللَّحْمِ
قَالَ أَمَرَنِي مَوْلَايَ أَنْ أَقْتَدَ
لَحْمًا فَجَاءَنِي مَشْكِينٌ فَأَطَعْتُهُ
مِنْهُ فَعَلِمَ بِذَلِكَ مَوْلَايَ فَغَضَبَنِي
فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ
فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ غَضَبْتَهُ قَالَ
يُعِينُ لَمَّا يَفْعَلُ أَنْ أَمَرَكَ فَقَالَ
الْأَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِي رِوَايَةٍ
قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا فَسَأَلْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوْلَايَ
بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَالْأَجْرُ بَيْنَكُمَا
يُضْفَانِ.

حضرت عمرؓ سے روایت ہے جو ابی اللحم کے غلام ہیں
فرماتے ہیں مجھے میرے مولیٰ نے گوشت کھانے کا حکم دیا
کہ اتنے میں ایک مسکین آگیا۔ جسے میں نے اس میں سے
کچھ دیدیا۔ اس کی خبر میرے مولیٰ کو ہوئی تو اس نے مجھے
مارا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں
حاضر ہوا۔ اذیہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا تم نے اسے
کیوں مارا عرض کیا کہ یہ میرا کھانا میری بغیر اجازت سے
دیتا ہے۔ فرمایا ثواب تم دونوں کو ہے ایک روایت میں
یوں ہے کہ فرماتے ہیں میں غلام تھا میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنے مولیٰ کے مال سے
کچھ خیرات کر دیا کروں۔ فرمایا ہاں۔ اور
ثواب تم دونوں کو آدھا آدھا ہو

گ۔

(مسلم شریف)

(رواہ مسلم)

۱۔ عمر بن الخطاب کی پیش میم پر زبر ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ جنگ خیبر میں حاضر ہوئے۔ اپنے مولیٰ حضرت ابی اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابی اللہ قداماد مشہور صحابی ہیں جو غزوہ بدر میں موجود تھے۔ غزوہ خیبر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ابی اللہ (گوشت سے انکار کرنے والا) ان کا لقب ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ مطلق گوشت نہ کھاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ دور جاہلیت میں بتوں کے لیے پیغمبر کا گوشت نہ کھاتے تھے۔

۲۔ اس کا ثواب تم دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس سے یہ نہیں کہ غلام کو ملک مولیٰ میں علی الاطلاق تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ بلکہ مقصود مالک کو تسلی دینا ہے۔ اور یہ کہ اس فعل پر غلام کو نہ مارنا چاہیے کہ اس کا ثواب مالک اور غلام دونوں کے درمیان مشترک ہے اور ثواب کو غنیمت جانتا چاہیے۔ نہ کہ ایسے فعل پر غلام کو مار پیٹا جائے۔

۳۔ بعض نسخوں میں بلفظ جمع موالی آیا ہے۔

بَابُ مَنْ لَا يَعُودُ فِي الصَّدَقَةِ

باب اس شخص کے بیان میں جو صدقہ سے واپس نہ پھرے

یعنی یہ نہ چاہیے کہ صدقہ کرنے کے بعد صدقہ کی چیز واپس لے لے۔ اور دینے کے بعد شیمان ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اسے خرید کر بھی واپس اپنے قبضہ میں نہ لائے۔ اس میں درحقیقت صدقہ واپس لینے سے نفی و ممانعت میں مبالغہ ہے اور ایسا کرنے سے بچنے کی ترغیب ہے۔ ورنہ خریدنا حقیقت میں واپس کرنا نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اللہ کی راہ میں کسی کو گھوڑا دیا۔ جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے ضائع کر دیا میں نے چاہا کہ وہ گھوڑا خرید لوں۔ میرا خیال تھا کہ سستا بیچ ڈالے گا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے فرمایا اسے نہ خرید اور اپنا صدقہ واپس نہ لے۔ اگرچہ تجھے ایک درہم میں دے کیونکہ اپنا صدقہ واپس نہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ
حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَأَصْنَعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَكَ فَأَرَدْتُ
أَنْ أَشْتَرِيهِ وَظَنَنْتُ أَنَّ يَبِيعَهُ
بِذَخِصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ
وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ

یعنی والا اس کتے کی طرح ہے جو کتے کے چاٹ لے۔
 ایک روایت میں ہے صدقہ واپس نہ لے کر اپنے صدقہ میں
 کرنے والا ویسا ہے جیسے اپنی تے دوبارہ کھا لینے والا۔

(مسلم بخاری رحمہ)

أَعْطَاكَ يَدِيهِمْ كَانَ الْعَائِدَ
 فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي صَدَقَتِهِ وَفِي
 رَوَايَةٍ وَلَا تَعُدُّ فِي صَدَقَتِكَ فَإِنَّ الْعَائِدَ
 فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اسے یعنی اس نے اس کی اچھی طرح نگہداشت نہ کی۔ اور اس سے اچھا برتاؤ نہ کیا۔ اور اس کی دیکھ بھال میں خبردار نہ رہا تو
 گویا اس نے اسے ہلاک مضائع کر دیا۔ ضیاع کا معنی ہے ہلاک ہونا۔ اضاعت کا معنی ہے ہلاک کرنا۔
 لے یہاں حدیث میں لفظ رخص آیا ہے۔ راکہ پیش سے بمعنی ارزانی اور ارزان جاننا۔
 لے کہ اسے خرید لوں یا نہ خریدوں۔

لے کلام کے چلاؤ۔ اور نظریہ ظاہر عبادت یوں معلوم ہوتی ہے کہ اگر وہ ایک درہم سے بھی فروخت کرے تو نہ لے۔ علامہ طبری
 رحمۃ اللہ نے کہا کہ اس کے سستا ہونے اور شریا اس بیع کی جائز و درست ہونے کو نہ دیکھ بلکہ اس امر کو دیکھ کہ یہ ہبہ اور صدقہ
 بظاہر معنوی طور پر اسے واپس لوٹانے کے مترادف ہے۔ اسے سمجھو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی
 وجہ بیان بیان فرمائی اور واپس لوٹانے کی قباحت ارشاد فرمائی یعنی فان العائد فی صدقہ میں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
 میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا
 تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی یا رسول
 اللہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی
 ماں فوت ہو گئی۔ فرمایا تمہارا ثواب پوچھو گیا۔ اور میراث
 نے تمہیں لونڈی واپس کر دی۔ عرض کیا یا رسول
 اللہ میری ماں پر ایک مہینہ کے روئے تھے کیا
 میں اس کی طرف سے روئے رکھ دوں۔
 فرمایا رکھو۔ عرض کی اس نے حج نہ کیا تھا
 کیا میں اس طرف سے حج کروں۔ فرمایا ہاں اس
 کی طرف سے حج کر رکھو

(مسلم)

وَعَنْ بُرَيْدٍ قَالَ
 كُنْتُ رَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَصَدَقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ
 وَ إِنَّمَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ أَجْرُكَ
 وَ رَدَّهَا عَلَيْكَ الْبَيْرُاثُ قَالَتْ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهِمَا
 صَوْمٌ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ
 صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا لَمْ
 تَحْبِرْ قَطُّ أَفَأَحْبِرُ عَنْهَا قَالَتْ
 نَعَمْ حَتَّى عَنْهَا.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اسے یعنی وہ لونڈی ماں کے فوت ہونے کے بعد بطور وراثت میری ملک میں آرہی ہے۔ تو آپ اس بارے کیا فرماتے

ہیں۔ یہ بھی صدقہ دیکر واپس لینے کے قبیلہ میں سے تو نہیں۔

لے یعنی ملک وراثت ایک بدیہی امر ہے اور بندے کے اختیار کے بغیر ثابت ہے۔ بخلاف صدقہ دیکر اسے خریدنا کہ وہ اپنے اختیار سے واپس کرنے کے حکم میں ہے۔

لے جو اس نے بیماری یا سفر یا خون خیمین آنے کی وجہ سے نہ رکھے تھے۔

۳۔ واضح ہو کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ولی کے لیے جائز ہے کہ میت کی طرف سے ادا کرے جو اس کے ذمہ تھا جیسے قضاے رمضان کے روزے یا نذر یا کفارہ۔ اس حدیث کی رو سے اسی جانب امام احمد لگے ہیں۔ مگر دوسرے ائمہ ثلاثہ نے اسے جائز قرار نہیں دیا جیسا علامہ طہی نے کہا۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ ولی میت کی طرف سے روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کی جانب سے روزہ نہ رکھے۔ اور نہ نماز ادا کرے۔ بلکہ کھانا کھلائے اور فدیہ دے اگر میت وصیت کر گیا ہے۔ پھر یہ فدیہ تیسرا حصہ ترکہ سے واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے وصیت نہ کی تو پھر فدیہ استحساناً دیا جائز ہے۔ لازم نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وصیت کی بھی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ ہدایہ میں ذکر کیا گیا ہے تفصیل کلام اس طرح ہے کہ عبادات کی چند قسمیں ہیں۔ ایک محض مالی عبادت جیسے زکوٰۃ دوسری محض بدنی عبادت جیسے نماز تیسری وہ عبادت جو بدنی و مالی سے مرکب ہے جیسے حج بیت اللہ اول قسم عبادت میں حالت اختیار و ضرورت میں نیابت درست و جائز ہے۔ کیونکہ مقصود نفل کا وجود میں آنے سے جو غائب سے بھی وجود میں آجاتا ہے۔ دوسری قسم عبادت میں نیابت کسی بھی حالت میں جائز و روا نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے مقصود نفس کو مشقت میں ڈالنا ہے اور وہ نائب کے فعل سے حاصل نہیں ہوتا۔ تیسری قسم میں حالت عجز و مجبوری میں نیابت درست و جائز ہے دوسری وجہ کے اعتبار سے کہ انسان مال خرچ کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرے۔ اور قدرت و طاقت ہونے کی صورت میں نیابت جاری نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں نفس کو مشقت میں ڈالنے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ البتہ حج نفل میں حالت اختیار و قدرت میں بھی کسی کو نائب بنانا جائز و روا ہے۔ کیونکہ نفل میں وسعت و کشادگی ہے۔ حدیث کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ یہ حج نفل تھا۔ اے سمجھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتاب الزکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے مکمل ہو گئی۔ اس کے پیچھے کتاب الصوم ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے اتمام کا سوال کرتے ہیں۔



کِتَابُ الصَّوْمِ

روزے کا بیان

لغت میں صوم و صیام کا لفظ اساک روکنے کے معنی میں آتا ہے۔ شرع میں صوم عبارت ہے۔ نفس کو کھانے پینے اور جماع سے باز رکھنے سے اس میں اختلاف ہے کہ روزہ افضل ہے یا نماز۔ جمہور کے نزدیک نماز باقی تمام اعمال سے افضل ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے اَعْلَمُوا اَنْ خَيْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ یعنی جان لو کہ تمہارے اعمال میں بہتر نماز ہے۔ بعض نے کہا روزہ افضل ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے عَلَیْكَ بِالصَّوْمِ فَانَّهُ لَا عَدَلَ لَهٗ یعنی روزے کو لازم جان کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ روزے کی افضلیت خاص مخاطب کے لیے تھی اسے سمجھو۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ فِي رِوَايَةٍ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ تُغْلَقُ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ تُكْسَلُ الشَّيَاطِينُ وَ فِي رِوَايَةٍ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان شریف آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں (مسلم، بخاری)

۱۔ رمضانِ مرض سے مشتق ہے بمعنی ریت یا زمین وغیرہ کا سورج کی سخت تپش سے خوب گرم ہونا اور قدموں کا جلنا۔ اور بھیڑ بکریوں کا سخت تپش میں چرنا۔ اور اندر کا جلنا اور تپش کی وجہ سے اندرونِ جسم کا مریض پڑ جانا۔ علماء فرماتے ہیں جب لغت قدیم میں مہینوں کے ناموں کو نقل کیا گیا تو اس وقت جس قسم کا موسم تھا اس کے مطابق مہینوں کے نام رکھ دیے گئے اتفاق سے اس وقت یہ مہینہ سخت گرمیوں میں آیا تھا۔ واللہ اعلم۔

پھر یہاں حدیث میں واضح لفظ قیحت مخفف و مشدود دونوں طرح آیا ہے۔ آسمانوں کے دروازوں کو کھول دینا کتنا ہے لگاتار رحمت نازل کرنے اور بے روک ٹوک اعمال کے آسمانوں پر جانے دعاؤں کے قبول ہونے اور بہشتوں کے دروازوں کے کھلنے سے کہ بندہ کو اللہ کی طرف سے مال خرچ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اور اس کے اعمال کو حسن قبولیت میسر آتی ہے۔ اور دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا کتنا ہے۔ روزہ داروں کے فواحش کی آلودگی، گناہوں پر ابھارنے والے اسباب سے خلاصی پانے اور شہوات و خواہشات نفسانی کو نفس سے اکٹھے کرنے سے۔ اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑنا کتنا ہے۔ شیاطین کے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے اور دوسو سو اندازی میں ڈالنے سے روکنے سے۔ آخری روایت جس میں فرمایا کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں ان سب کی تفسیر اور ان تمام معانی مذکور کا خلاصہ اور بیان ہے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ نہ داخل ہوں گے اس دروازے سے مگر روزہ دار۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرِّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ ریان راکی زبردی شد سے بہ رشتی سے مشتق ہے بمعنی سیرابی۔

۲۔ اس کا بیان باب فضل الصدقہ میں گذر چکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کا روزہ رکھا ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے اس کے گناہ گزشتہ بخش دیے جاتے ہیں اور جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے اور جس نے لیلة القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے (مسلم، بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ لَهُ مِنْ ذَنْبِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے احکام و فرامین کی بجا آوری کے جذبہ کے تحت اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرنے ہوئے۔ نیز اس کے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے۔

۱۷ یعنی رمضان شریف کی راتوں میں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يَضَعُ
الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ امْتِنَالِهَا إِلَى
سَبْعِ مِائَةٍ ضَعِيفٍ قَالَ اللَّهُ
تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي
وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدْعُ شَهْوَتَهُ
وَطَعَامَهُ مِنْ أَجَلِي لِلصَّائِمِ
فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ
وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَائِي بِرَبِّهِ
وَلَخُلُوفٌ فِيهِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ
عِنْدَ اللَّهِ مِنْ زَيْعِ الْبَشِكِ وَ
الصَّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ
صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَوْمُتْ وَلَا
يَصْحَبْ فَإِنْ سَابَتْهُ أَحَدًا أَوْ
قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ابن آدم کا ہر عمل دو گنا ہوتا ہے ایک
نیکی کے ثل دس نیکیاں ملتی ہیں سات سو درجہ تک
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزہ کہ وہ بے شک
میرے لیے ہوتا ہے۔ اور میں ہی اس کی
جزا دوں گا وہ اپنا کھانا اور شہوت میرے لیے
چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں
میں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری
خوشی اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کے وقت
اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکِ خالص
کی خوشبو سے بہتر ہے۔ اور روزے ڈھال
ہیں۔ اور جب تم پیسے کسی کے روزے کا
دن ہو تو نہ بری بات کہے نہ شور مچائے
اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے
تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں

(مسلم، بخاری)

۱۸ یہ اضافہ شدت ریاضت، صدق نیت، اللہ سبحانہ کے لیے اخلاص اور اس کے فضل و کرم سے ہوتا ہے۔

۱۹ یعنی اس کی جزا اور بدلے کا اثر بے حد بے اندازہ ہوتا ہے۔

۲۰ جس کو دینی چاہتا ہوں اور عینی دینی چاہتا ہوں حد و شمار سے زیادہ۔ کیونکہ روزہ خالص میرے لیے ہی ہوتا ہے۔
اگرچہ ہر چیز اور تمام عبادتیں اللہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس کے لیے ہوتی ہیں مگر روزے کو ان سب میں خصوصیت حاصل ہے اور
روزے کو خاص عزت اور بزرگی عطا فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جو ریاضت سے دور اور لوگوں کی نگاہوں
سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ بخلاف دوسری عبادتوں کے کہ ان میں ریا کو راستہ مل جاتا ہے۔ اسی لیے اس بات سے منع کیا گیا
ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں مگر فرض روزہ میں کہ وہ تو متعین و معلوم ہی ہوتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ روزہ میں

نفس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اگے فرمایا ”یدرغ شہوتہ و طعامہ“ کہ بندہ خواہش نفس کو چھوڑ دیتا ہے۔ خصوصاً کھانے پینے کو حالانکہ اس کی ضرورت و حاجت بہت زیادہ ہے مگر وہ میرے لیے اور مجھ سے طلبِ ثواب اور میری رضا کے حصول کے لیے ایسا کرتا ہے اور ایک روایت میں طعامہ و شرابہ کا لفظ آیا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کے ساتھ صرف حق سبحانہ و تعالیٰ کی پوجا کی گئی ہے۔ کفار نے کسی بھی زمانے میں اپنے معبودوں کی تعظیم و تکریم روزہ کی عبادت کے ساتھ نہیں کی۔ اگرچہ نماز و سجدہ کے ساتھ ان کی عبادت و پوجا کی گئی ہے۔

علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ کھانے پینے اور دوسری شہوات سے بے نیازی خدا نے پروردگار کی صفات میں سے ہے اور جب بندے نے اس کی بلند و بزرگ درگاہ میں ایسی چیز کے ساتھ قرب چاہا جو اس کی صفات اور اس کے مشابہ و موافق ہو تو اس کی نسبت اپنی ذات کی طرف کروی اور سیاق حدیث کے موافق یہ بات ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مقدارِ ثواب کا عالم ہے اور اس کے دوگنا کرنے پر قادر اور ایسا کرنے میں مقدر و یکتا ہے۔

۴۵ یہ فرحت و خوشی یا تو اس وجہ سے ہے کہ بھوکا اور پیاسا رہنے کے بعد جب بندہ روزہ افطار کرتا ہے تو سیر و میرابی کے ساتھ اس کی طبیعت میں سرور و سرمد کی لہر اٹھتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ نورانیت عبادت اور شکر بھی مل جاتا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ سرور و شیریں پانی پینے سے اندرون دل سے شکرانے کے جذبات ابھرتے ہیں یا بندے کو اس وجہ سے مسرت و خوش نصیب ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت و توفیق پر اس کا شکر ادا کرتا ہے۔

۴۶ دوسری مسرت و خوشی آخرت میں خدا تعالیٰ سے ملاقات و دیدار کے وقت حاصل ہوگی۔

۴۷ یہ دراصل ایک عقلی چیز ہے جس کے ساتھ مثال اور اس کی تصویر کشی ہوتی ہے۔ پھر یہاں حدیث میں غلوف خاکی ٹیٹی سے ہے۔ اور زبر سے بھی پڑھا گیا ہے بوئے دین اور اخلاف کا معنی ہے منہ کی بو کا تبدیل ہو جانا۔

۴۸ یعنی روزہ شتر شیطان اور شتر دنیا سے ڈھال اور پناہ کا کام دیتا ہے۔ یا آخرت میں آتش دوزخ سے بچاؤ اور نجات کا ذریعہ بنے گا۔

۴۹ تو چاہیے کہ زبان سے قبیح اور فحش کلمات نہ نکالے۔

۵۰ یہاں حدیث میں لفظ یغیب آیا ہے۔ خاکی زبر سے معنی یہ ہے کہ بکواس اور جھگڑے کی باتوں سے آواز بلند نہ کرے اور شور و غوغا کرنے سے بچے۔

۵۱ یہ بات وہ دل سے کہے یا زبان سے کہ میں روزے سے ہوں مجھے نہ چاہیے کہ کسی کو گالی دوں یا جھگڑوں۔ بعض نے کہا کہ اگر فرض روزہ رکھا تو زبان سے کہے اور اگر نفلی روزہ ہو تو دل سے کہے تاکہ ریا سے دور رہے قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا کہ اس بارے میں اختلاف کا مقام نفلی روزہ ہے کہ فرض روزے میں تو زبان سے ہی کہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ آدُلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ وَ عُلِقَتِ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَ يَنَادِي مَنَادٌ يَا غِيَّ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَ يَا بَاغِي الشَّرِّ أَقْصِرْ وَ لِلَّهِ عِتْقَانُ مِنَ النَّارِ وَ ذَلِكَ كُلُّهُ لَيْلَةٌ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ زُجَلٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تو ان میں سے کسی کو نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پس کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے اے خیر کے طالب آگے آ اور اے شر و برائی کے طالب رک جا اور اللہ کی طرف سے گناہ گار بندے آزاد کیے جاتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے یہ کام رمضان کی ہر رات میں جاری رہتا ہے۔

(شب قدر کے ساتھ خاص نہیں)

(ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے ایک شخص سے یہ حدیث روایت کی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ "صفت" آیا ہے۔ جو مفاد سے نکلا ہے۔ (صاد کی زیر اور وال) بمعنی ہند و طوق اور وہ زنجیر جس سے قید وغیرہ کرتے ہیں یہ لفظ صفت فاکی شد کے ساتھ بھی ایک روایت ہے حدیث میں دوسرا لفظ مَرَّةً ہے میم و را و د کی زبر سے یہ نادر کی جمع ہے جس طرح طلبہ و طالب۔

۲۔ کہ یہ تیرے آگے بڑھ کر خیر و نیکی حاصل کرنے کا وقت ہے۔

۳۔ یعنی گناہوں سے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور انہیں چھوڑ دینے کا وقت ہے۔

۴۔ یعنی رمضان شریف میں

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تَفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغْلَقُ فِيهِ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ إِلَيْهِ فِيهِ كَيْلَةُ خَيْرٍ مِنْ أَلْفِ قَهْرٍ مَنْ حُرِمَ نَحْوَهَا فَقَدْ حُرِمَ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّسَائِيُّ)

۱۰ یعنی شب قدر

۱۰۔ بلکہ ہر چیز سے محروم ہو گیا جیسا کہ یہ مضمون حضرت انسؓ کی حدیث میں آ رہا ہے۔ یہ مبالغہ ہے یا غیر سے مراد وہ غیر ہے جو ماہ رمضان سے متعلق ہے ظاہر یہ ہے کہ ایسا شخص حقیقت خیر سے محروم کر دیا گیا قطع نظر اس کے تعلقات کے

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يُشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصَّيَامُ أَيْ رَبِّ إِنِّي مَتَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَتَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ فَيُشَفِّعَانِ - (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آیا ہے جو مبارک مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس میں دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور اس میں سرکش جنوں کو طوق و زنجیر ڈال دیے جاتے ہیں اس ماہ مبارک کی ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے افضل و بہتر ہے جو اس رات کی خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا وہ غیر کثیر سے محروم کر دیا گیا

(ترمذی و نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب بے شک میں نے اس بندے کو کھانے اور شہوت کی چیزوں سے دن کو روک رکھا تو میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما قرآن پاک کہے گا میں نے اسے رات کو نیند سے روک رکھا میری شفاعت بھی اس کے حق میں قبول کر تو دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (اسے بیہقی نے شعب ایمان میں روایت کیا)

۱۵ جیسے دن کے وقت پانی پینے اور اپنی عورت سے جماع کرنے سے۔ ظاہر یہ ہے (واللہ اعلم) کہ تمام نفسانی شہوات مراد ہیں جیسے حواس کو لذت عطا کرنے والی چیزیں اور روزہ کامل جوابی طریقت کا ہوتا ہے وہ ہے جو تمام اعضاء اور حواس کو ریاضت میں ڈالتا اور نہ کرنے والی چیزوں سے باز رکھتا ہے۔ رحمت الہی کے کرم نے بندے سے صرف کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرنے پر کفایت کر دی۔ تاکہ سب انسان اس سے بہرہ ور ہو جائیں۔ حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ غیبت روزے کو توڑ دیتی ہے۔

۱۶ شفاعت کا معنی ہے کسی کا کسی کے گناہ کی معافی کی خواہش و درخواست کرنا اس خواہش کرنے والے کو شفیع اور شافع کہتے ہیں اور تشفیج کا معنی ہے شفاعت قبول کرنا۔ مشفع وہ شخص جس کی شفاعت قبول کر لی گئی۔

۱۷ اور احمد و طبرانی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔ بیہقی کے رجال صحت کے لیے حجت ہیں۔ حاکم نے کہا صحیح مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رمضان شریف آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے افضل ہے جو اس سے محروم رہا بے شک وہ تمام خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا اور اس کی غیر مصلحتی سے محروم نہیں رہنا۔ مگر محروم انسان۔

(ابن ماجہ شریف)

۱۸ جو سعادت سے محروم اور محرومی کے نام سے موسوم ہے اللہ جس پر محرومی کی مہر لگ چکی ہوتی ہے یہ عبارت اس معنی اخیر کو ظاہر کرتی ہے۔ جو ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

”لوگو! تم پر ایک عظیم المرتبت مہینہ سایہ فگن ہوا وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کی ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكَمْ فِيهِ لَيْلَةُ
خَيْرٍ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حَرَمَهَا
فَقَدْ حَرَمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَ لَا
يَحْرُمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُومٍ
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ
خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ
فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظْلَكَكُمْ
شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ
فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ

جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَمَنْ قَامَ كَيْلَهُ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِحَصَلَةٍ مِّنَ الْغَيْرِ كَانَ كَمَنْ آذَى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ آذَى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ آذَى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّيْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ التَّوَّاسَةِ وَشَهْرُ مُيزَادٍ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَن قَطَرَ فِيهِ صَبَاحًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوبِهِ وَعِتْقٌ رَّحْمَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ آخِرَةٍ مِّنْ غَيْرِ أَنَّ يَنْتَقِصَ مِنْ آخِرِهِ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نَغْطِرُ بِهِ الصَّائِتِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطَى اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَن فَطَرَ صَائِتًا عَلَى مَدَقَّةِ لَبَنٍ أَوْ كَمَرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَن أَشْبَعَ صَائِتًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةٍ لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرُ آوَلَةٍ رَّحْمَةٍ وَآدُسُطَةٍ مَّغْفِرَةٍ وَآخِرَةٍ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَن خَلَّفَ

فرض کیے ہیں اور اس کی رات کا قیام نفل و سنت ٹھہرایا ہے۔ جو بندہ اس میں نیکی کے ذریعہ اللہ کی درگاہ میں قرب (نزدیکی) چاہے گا (نفل ادا کرے گا) وہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے رمضان کے دوسرے مہینوں میں فرض ادا کیا ہو۔ اور جس نے اس مہینہ میں فرض ادا کیا وہ اس کی طرح ہے جس نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے۔ اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب وہی ہے جنت ہے۔ اور یہ غم خوار مہینہ ہے اور یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص اس میں روزہ دار کو روزہ افطار کراتا ہے وہ اس کے لیے گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ اور اس کی گردن کیلئے آتش دوزخ سے نجات و آزادی کا سبب بنتا ہے۔ اور اس افطار کرانے والے کو بھی اس روزہ دار جتنا ثواب ملتا ہے۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر و ثواب سے کچھ کمی ہویم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کبیر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے ہم روزہ دار کا روزہ افطار کر سکتے (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ افطار روزہ کا یہ ثواب اس کو بھی عطا کر دیتا ہے جو کچھ کسی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کراتا ہے یا ایک کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے۔ اور جس نے روزہ دار کو سیر کیا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا کہ اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہ لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اور یہ وہ مہینہ ہے جس کے اقل حصہ میں رحمت درمیانی حصہ میں بخشش اور آخری حصہ میں دوزخ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام کو

عَنْ مَمْلُوكِهِ فِيهِ عَقَرَهُ اللَّهُ لَهُ
وَاعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ -
تخفیف و آسانی دے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا
اور اسے آتش دوزخ سے آزادی عطا کرے گا۔

۱۷۔ نفسانی خواہشات سے رکنے کا مہینہ

۱۸۔ یعنی فقراء اور مہجور کے لوگوں سے ہمدردی اور دل جوئی کرنے کا مہینہ ہے۔ مواسات (غمخواری) کا معنی ہے
مال یا اپنے بدن سے کسی کی غمخواری کرنا۔

۱۹۔ اور اس کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ جب اس ماہ مبارک میں اہل حاجت
کے ساتھ ہمدردی اور ان کے لیے رزق میں فراخی کا حکم دیا گیا ہے۔ تو یہ حکم فقراء اور حاجت مندوں کے لیے رزق میں وسعت
و کشادگی کا سبب و ذریعہ بن جاتا ہے۔

۲۰۔ اکثر نسخوں میں بخدنون سے صیغہ جمع متکلم ہے۔ بعض نسخوں میں یا سے آیا ہے۔ اور یہ قاعدہ عربیت کے مطابق
زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ اپنی جگہ میں یہ ایک طے شدہ دستور و قاعدہ ہے۔

۲۱۔ یہاں حدیث میں مذکور کالفظ آیا ہے جس کا معنی ہے پانی میں ملا ہوا دودھ۔ عرب لوگ مذہبی اس دودھ کو کہتے ہیں
جس میں پانی ملا یا گیا ہو عربوں کی عادت ہے کہ دودھ میں پانی کو ملا کر پیتے ہیں۔

۲۲۔ یعنی حرم کوثر سے۔

۲۳۔ جس میں تمام نعمتیں ماحصل ہو موجود ہوں گی۔

۲۴۔ کہ اس کے اول حصہ میں جناب حق تعالیٰ سے رحمت کا انعام ہوتا ہے جس کی بدولت انسان اللہ تعالیٰ کے انوار و اسرار کے
ظہور کے قابل و مستعد ہو جاتا ہے اور گناہوں کی تاریکیوں اور معصیت کی کثافت سے باہر نکل آتا ہے۔

۲۵۔ یعنی گناہوں سے مغفرت و بخشش۔

۲۶۔ کیونکہ جب طاعات و عبادات میرا آئیں، گناہ بخش دیے گئے تو آتش دوزخ سے آزادی مل گئی۔ اور بندہ جنت
میں داخل ہونے کے لیے مستعد و تیار ہو گیا۔

۲۷۔ جو روزہ رکھتا ہے تاکہ وہ تکلیف و مشقت میں نہ پڑے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے فرماتے ہیں جب رمضان شریف کا مہینہ داخل

ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قیدی

کو آزاد کر دیتے تھے۔ اور ہر سائل کو

عطا کرتے تھے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ

أُطْلِقَ كُلُّ أَسِيرٍ وَ أُعْطِيَ كُلُّ

سَائِلٍ -

۱۔ ممکن ہے یہاں کوئی یہ سوال کرے کہ ہر اسیر و قیدی کو رہا کرنا کس طرح درست و روا ہو سکتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ کسی قیدی پر کسی دوسرے کا حق لازم ہو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیدی نہ ہوتے تھے مگر کفار جو غزوات میں گرفتار ہو کر آتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار عطا کر دیا گیا تھا کہ کسی قیدی پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیں یا اس سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ یا کسی کو کسی مسلمان کا غلام بنادیں۔ یہ تو اکثر ائمہ کے نزدیک ہے اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک دو میں سے ایک بات متعین و مقرر ہے یا قتل کر دیا جائے یا غلام بنالیا جائے مگر یہ اس شخص کے بارے میں ہے جس پر لوگوں کے حقوق مثل قرض وغیرہ نہ ہوں اور جس کے ذمہ قرض وغیرہ کوئی بندوں کا حق نہ ہوتا تھا شاید حضور علیہ السلام اس کو اس وجہ سے آزاد کرتے تھے کہ اہل حقوق کو راضی کرالیتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخَّرُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلِ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَاقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْخُورِ الْعَيْنِ فَيُقْلَنَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَ تَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جنت کو رمضان کے لیے آراستہ کیا جاتا سال کے ایک سرے سے آئندہ سال تک۔ فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے حوریں پر ایک ہوا چلتی ہے تو وہ کہتی ہیں اے ہمارے رب ہمارے لیے اپنے بندوں میں سے ایسے خاوند بنا جن کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

بَنَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فِي شُعَبِ الْإِسْمَاعِيلِ۔

ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ تَزَخَّرُ آیا ہے جو زُخْرُف سے نکلا ہے زاکا پیش کے ساتھ بمعنی سونا اور ہر وہ چیز جو کیلی ہو اور آراستگی کے لیے استعمال ہوتی ہو۔ مزخرف وہ چیز ہے جو دنیا کی آرائشوں میں سے ہو۔ ۳۔ حدیث میں لفظ حورین آیا ہے جس کا معنی ہے گورے رنگ والی چاندی کے بدن والی۔ جن کی آنکھوں کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ اور دراز آنکھوں والی، حمد، حمراء کی جمع ہے اور عیناء کی جمع ہے۔

۴۔ حدیث میں ”تَقَرُّ“ آیا ہے۔ قاف کی زبر اور ذرینے سے یا یہ قر سے بنا ہے قاف کی پیش سے بمعنی ٹھنڈک اور یہ دستور ہے کہ محبوب کے دیدار و مشاہدہ سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح دشمن کو دیکھنے سے آنکھیں

سوزش اور گرمی محسوس کرتی ہیں یا یہ لفظ قرآن کی زبردستی نکلا ہے۔ معنی چہین و قرار جب انسان کی آنکھ محبوب پر پڑتی ہے۔ تو سکون اور قرار پذیر ہو جاتی ہے۔ اور دائیں بائیں نہیں پھرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ یعنی میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اولاد کو جو قرۃ العین کہتے ہیں اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اسے دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ آپ کی امت کی رمضان شریف کی آخری رات میں مغفرت کدی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا یہ بیلۃ القدر میں ہوتا ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ کام کرنے والے کو جب وہ کام مکمل لیتا ہے تو اس کی پوری اجرت دی جاتی ہے (احمد)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُغْفَرُ لِأُمَّتِهِ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

اسے ایک روایت میں یہاں لامتہ کے لفظ کی بجائے لامتی آیا ہے۔

اسے یعنی صوابہ کرام نے عرض کیا

اسے کیونکہ خواص و عوام کے لیے آفات سے سلامتی نصیب ہونا اس رات کے لوازمات میں سے ہے۔

بلکہ یعنی یہ شب شب قدر نہیں ہے۔

شہ اور عمل و کام کا مکمل ہونا، رمضان شریف کی آخری شب میں ہوتا ہے۔ یعنی یہ مغفرت و بخشش کام سے فراغت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ شب قدر کی وجہ سے نہیں۔

بَابُ رُؤْيَا الْهِلَالِ

چاند دیکھنے کا باب

غرہ قمر کا نام ہلال ہے بعض نے کہا دو رات تک اسے ہلال کہتے ہیں۔ بعض نے کہا تین رات تک، بعض کے نزدیک سات رات تک ہلال کہلاتا ہے۔ پھر علماء نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ مہینہ کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں دو راتوں اور اس کے بعد کی راتوں میں وہ قمر کہلاتا ہے جیسا کہ قاموس میں آیا ہے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ جب کہ وہ

دکھائی دیتا ہے یعنی رمضان کی پہلی شب یا شوال کی شب اول جس کی صبح کو روزہ رکھنا یا افطار کرنا فرض ہوتا ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ وَ لَا تَفْطَرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَثَرَ عَلَيْكُمْ فَأَقْدِرُوا لَهُ وَ فِي رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَ عِشْرُونَ كَيْلَهُ فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَثَرَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھو اور افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھو۔ پھر اگر بادل کی وجہ سے چاند چھپا رہے (دکھائی نہ دے) تو مہینے کا اندازہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے۔ کہ مہینہ انتیس رات کا ہوتا ہے۔ تو روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھو۔ اور اگر بادل کی وجہ سے چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

(بخاری، مسلم)

اس یعنی اس صورت میں مہینے کا اندازہ کرو کہ اس کے روزوں کو شمار کرو۔ اور تیس دن پورے کرو۔ اس طرح اس مہینے کے دنوں کا عدد تمام و کامل کرو جس میں بادل کی وجہ سے انتیس کو چاند نظر نہ آئے۔ مواہب لدنیہ میں کہا یہی مذہب امام مالک، امام ابو حنیفہ اور جمہور سلف و خلف علماء کا ہے۔ بعض نے کہا اندازہ کرنے کا مطلب ہے منازل قمر اور نجوم کا حساب کرو تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ مہینہ تیس کا ہے یا انتیس کا۔ مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ نجومیوں کا قول نامقبول و غیر معتبر ہے۔ شرع میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ لہذا اس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ و تابعین، سلف و خلف رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کا اعتبار کیا ہے اور عربوں کی عادت کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے جس میں فرمایا نحن أمة لا نكتب ولا نحسب ہم عرب نہ لکھنے پڑھنے والی امت ہیں۔ ہم نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

اس سے یہ روایت اس امر میں صریح ہے۔ کہ اندازہ سے تیس روز مراد ہیں۔ نجوم کا حساب اور منازل قمر وغیرہ مراد نہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَمَّ صَوْمُوا لِرُؤْيَيْهِ وَافْطَرُوا
لِرُؤْيَيْهِ فَإِنْ عُمَّ عَلَيْكُمْ فَالْغِيلُوا
عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّا أُمَّةٌ أَمِينَةٌ لَّا نَكْتُبُ وَلَا
نَحْسِبُ الشَّهْرَ هَكَذَا وَهَكَذَا
وَ هَكَذَا وَ عَقَدَ إِلَيْنَاهُمْ فِي
الثَّلَاثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هَكَذَا
وَ هَكَذَا وَ هَكَذَا يَعْنِي نَتَامُ
الثَّلَاثِينَ يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَ
عِشْرِينَ وَ مَرَّةً ثَلَاثِينَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی تین بار دونوں ہاتھوں کی ساری انگلیاں اشارے کی صورت میں دکھائیں۔
۲۔ یعنی تیسری بار انگوٹھا مبارک بند کر لیا۔ انیس کا عدد متعین کرنے کے لیے۔

حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے یعنی رمضان
اور ذوالحجہ کا مہینہ

(مسلم، بخاری)

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
شَهْرًا عِيدٌ لَّا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ
وَذُو الْحِجَّةِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ حجۃ باکی زبر کاف ساکن آخر میں ة آپ مشہور صحابی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت
پسندیدہ اور نیکو کار اصحاب میں سے ہیں۔ آپ کا اصل اسم مبارک تَغَنُّع (ن کی پیش، عین کی زبر) آپ نے طائف کے
دن اپنے آپ کو کنویں کے رہٹ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک دیا۔ اس لیے آپ کی کنیت ابو بکرؓ پڑ
گئی۔ بکرہ ہاکی زبر اور کاف ساکن بمعنی کنویں کا رہٹ۔

۱۷ یعنی حکم شریعت اور ثواب آخرت میں کم نہیں ہوتے۔ اگرچہ عدد میں کم ہوں اور تیس کے بجائے انیس کے آجائیں۔ اور یہ رمضان اور عید بقر کا مہینہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُومْ ذَلِكَ الْيَوْمَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ مگر وہ شخص جو پہلے سے روزہ رکھتا ہو۔ کہ وہ اس دن روزہ رکھے۔

(مسلم، بخاری)

۱۸ یعنی مگر وہ شخص جس کی عادت تھی کہ وہ معین دن میں روزہ رکھا کرتا تھا۔ جیسے پیر یا جمعرات کا روزہ رکھتا تھا پھر اتفاق سے رمضان سے پہلے یہ دن آگیا۔

۱۹ بعض نے کہا یہ مخالفت ضعیف اور کمزور لوگوں کے لیے تھی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شعبان اور رمضان کے روزے جمع کیے ہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُومُوا (مَوَاكِبَ أَبَوَدَاوَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان ہو جائے تو روزہ نہ رکھو۔

(ابوداؤد، ترمذی)

(ابن ماجہ، دارمی)

۱۷۰ حکم بھی اس شخص کے لیے ہے جو لگاتار روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْصُوا هَلَالَ شَعْبَانَ يَرْمَضَانِ.

انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کی تحقیق کیلئے شعبان کی گنتی کیا کرو۔

(ترمذی شریف)

(مَوَاكِبُ التِّرْمِذِيِّ)

۱۷ تاکہ ایام رمضان کی تشخیص ہو جائے اور تہہ چل جائے کہ انتیس دن کا ہوتا ہے یا تیس دن کا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھتے ہوں، مگر شعبان اور رمضان کے روزے

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ)

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يَشْكُ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جس نے شک کے دن (تیس شعبان کو) روزہ رکھا تو بے شک اس نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی

(ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ دارمی)

۱۸ واضح ہو کہ شک کا دن اس دن سے عبارت ہے جس کے بارے میں شک ہوتا ہے۔ کہ یہ رمضان کا دن ہے یا رمضان کا دن نہیں۔ بوجہ اس کے کہ انتیسویں شب رمضان کو آسمان ابراؤد ہو یا کسی اور وجہ سے۔ پھر علمائے کرام کا شک کے دن کے روزہ میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ اور اکثر ائمہ کے نزدیک شک کے دن روزہ نہ رکھیں۔ کہ اس دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اگر رکھیں تو نفل کی نیت سے رکھیں۔ کیونکہ اگر کچھ وقت گزرنے پر یہ ثابت ہو گیا کہ آج رمضان ہے تو وہ رمضان کا روزہ قرار پائے گا۔

احناف کے نزدیک اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جس کی عادت کا روزہ اس دن میں آجائے اسی طرح خواص کے لیے بھی اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے حکم یہ ہے کہ دوپہر کے بعد یہ روزہ توڑ دیں۔ امام احمد اور علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس دن اگر آسمان پر کوئی علت (ابروغیرہ) ہو تو یہ شک کا دن نہیں ہے۔ اور اس دن کا روزہ رمضان کا مقصور ہو گا۔

حضرت ابن عمر اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ جب شعبان کے انتیس دن پورے ہوتے تو چاند تلاش کرتے تھے۔ پھر اگر چاند دیکھ لیتے یا چاند ہونے کی اطلاع انہیں پہنچ جاتی۔ تو روزہ رکھتے ورنہ اگر مطلع صاف ہوتا اور آسمان پر کوئی علت نہ ہوتی تو افطار کرتے۔ اور اگر آسمان پر کوئی علت ہوتی مطلع صاف نہ ہوتا تو بھی روزہ

رکھتے اور اس روزے کو نفلی روزہ قرار دیتے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت کر کے رکھیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
جَاءَ أَغْرَابُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي
رَأَيْتُ أَهْلَ لَيْلٍ يَحْيَى هِلَالَ
رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ
قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ أَذِنَ
فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا عَدَا
وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَالْقَاسِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ
الدَّارِمِيُّ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے آج ہلال
یعنی ہلال رمضان دیکھا ہے۔ اس پر آپ
نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں اس نے عرض کی ہاں۔ پھر آپ
نے فرمایا کیا تو کوئی گواہی دیتا ہے کہ بے شک حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں
آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کر دے کہ روزہ
رکھیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ
دارمی)

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ایک مستور الحال (جس کا فاسق ہونا معلوم نہ ہو) کی خبر بھی رمضان کے بارے
میں مقبول و مقبر ہے اور اس میں لفظ شہادت استعمال کرنا شرط نہیں ہے۔

یہاں تفصیل مذاہب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور امام شافعی کا صحیح مذہب نیز امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے
کہ ہلال رمضان کا ثبوت ایک عادل شخص کی خبر سے ہو جاتا ہے۔ اور یہاں لفظ شہادت کی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ ایک
دینی کام ہے جس کے ساتھ روزے کا وجوب متعلق ہے۔ تو یہ خبر ان احادیث و اخبار کے مشابہ ہو گئی جو ایک عادل راوی
کی روایت سے مروی ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک اور ایک قول میں شافعی کے نزدیک اور احمد سے ایک روایت کے
مطابق اور اسحاق کے نزدیک دو آدمیوں کی شہادت ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسری شہادتوں میں ضروری ہے۔ لیکن خبر دینے
والے کا عادل ہونا سب کے نزدیک ضروری اور شرط ہے۔ امام طحاوی نے کہا اس بارے میں عادل اور غیر عادل دونوں کی
خبر مقبول ہے۔ گویا غیر عادل سے مستور الحال شخص مراد ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک عورت
اور غلام کی خبر بھی مقبول ہے۔ یہ اس روزے میں ہے کہ آسمان پر بادل چھائے ہوں۔ اور آسمان پر بادلوں کی صورت میں روزہ
نہ رکھنے کے لیے، عدد، شہادت، عدالت اور آزاد ہونا شرط لازم ہے اور اگر آسمان پر بادل نہ ہوں تو پھر روزہ رکھنے اور نہ رکھنے

کے لیے (تیس رمضان) ایک جماعت کثیرہ کی شہادت ضروری ہے۔ کثرت سے مراد عدد تو اتر ہے۔ اور بعض کے نزدیک اہل محلہ کی شہادت ضروری ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت کے مطابق پچاس مردوں کی شہادت ضروری ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَسَرَ قَالَ

تَرَأَى النَّاسُ الْهَلَالَ فَاخْبَرْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَآمَرَ النَّاسَ
بِصِيَامِهِ.

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّارِخِيُّ

۱۷ یعنی لوگ میدان میں چاند دیکھنے کے لیے جمع تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں لوگ ایک دوسرے کو ہال دکھانے میں
مصرف تھے سہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا

(ابوداؤد، دارمی)

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کی ایسی
حفاظت کرتے تھے کہ اور کسی کی نہ کرتے تھے۔
پھر رمضان کا چاند ہونے پر روزہ رکھتے۔ اور
اگر آپ پر مطلع ہوا تو تیس دن کی گنتی پوری
کرتے پھر روزہ رکھتے۔

(ابوداؤد شریف)

۱۸ یعنی شعبان کے دن یاد رکھتے اور ان کی نگہداشت کرتے یعنی آپ شعبان کے ایام کی گنتی میں تکلف اور مبالغہ سے
کام لیتے۔ تاکہ رمضان کے دنوں کی ٹھیک گنتی ہو سکے۔ یہاں حدیث میں لفظ تحفظ آیا ہے۔ جس کا معنی اسے ہشیار ہونا، میلہ
ہونا اور ایک ایک کر کے یاد کرنا۔

وَعَنِ ابْنِ أَبِي خَتَّابٍ قَالَ

خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا تَزَلْنَا
بَطْنَ نَخْلَةٍ تَرَأَيْنَا الْهَلَالَ

حضرت ابو بختری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں ہم لوگ عمرہ کرنے کیلئے روانہ ہوئے جب ہم لوگ
بطن نخلہ میں اترے تو چاند دیکھنے کے لیے جمع ہوئے

فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ
ثَلَاثٍ وَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ
هُوَ ابْنُ كِلْتَيْنِ فَلَقِينَا ابْنَ
عَبَّاسٍ فَقُلْنَا إِنَّا رَأَيْنَا إِهْلَالَ
فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ
ثَلَاثٍ وَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ
ابْنُ كِلْتَيْنِ فَقَالَ آتَى كَيْلَكَ
رَأَيْتُمُوهُ قُلْنَا كَيْلَهُ كَذَا وَ
كَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّ
لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ كَيْلَهُ رَأَيْتُمُوهُ
وَ فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَهْلَكْنَا
رَمَضَانَ وَ نَحْنُ بِذَاتِ عِزِّي
فَارْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ
لَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَمَدَّ
الرُّؤْيَةَ فَإِنْ أَحْيَى عَلَيْكُمْ
فَاكْمِلُوا الصَّيْدَةَ

(رَدِّ الْأَسْلَمِ)

۱۔ بختری ہاشمی زبر "خا" ساکن "تا" کی زبر۔ حضرت ابوالختری تابعین میں سے ہیں۔ ان کا نام
سعید بن فیروز کوئی ہے۔

۲۔ یہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

۳۔ یعنی انھوں نے اس رات کا تعین کیا جس رات میں انھوں نے چاند دیکھا تھا۔

۴۔ یعنی رمضان کی مدت چاند دیکھنے کے وقت کو قرار دیا۔ یعنی جب تم چاند دیکھو تو رمضان کے روزے رکھنے

بعض لوگوں نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے۔
بعض نے کہا یہ دوسری رات کا چاند
ہے۔ پھر ہم لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
ملے ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا ہے
تو بعض نے کہا۔ یہ تیسری رات کا چاند ہے
بعض کہتے ہیں دوسری رات کا ہے۔ اس
پر آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا؟
ہم نے عرض کیا منساں رات۔ آپ نے
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی
مدت دیکھنے تک رکھی۔ وہ اسی رات
کا ہے جب تم نے دیکھا۔ انہی سے
ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند
دیکھا جب ہم مقام ذات عرق میں تھے۔ ہم
نے حضرت عباس کے پاس ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے
بجایا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند
کی مدت دیکھنے تک رکھی ہے۔ تو اگر تم
پر مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی
پوری کرو۔

(مسلم شریف)

شروع کرو۔

۵۱ اہل ادا استہلال کا معنی ہے چاند دیکھنا اور چاند دیکھنے کے وقت آواز بلند کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔

۵۲ ذاتِ عرق "عین" کی زیر "را" ساکن۔ یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔
۵۳ یعنی تیس دن پورے کرو اور روزے رکھو۔

بَابُ

سحری اور روزے کے مختلف مقاصد کا بیان

الفصل الأول

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"

(بخاری، مسلم)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحْرِ بَرَكَهً.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۵۴ حدیث میں لفظ سحرا آیا ہے۔ "سین" کی زبر اور پیش (و) دونوں طرح ہائز ہے اگر زبر (و) سے ہو تو اس کا معنی ہے سحری کھانا اور پیش (و) سے ہو تو اس کا معنی ہے سحری کا کھانا کھانا۔ اکثر محدثین کے نزدیک فتح کی روایت زیادہ محفوظ ہے مگر معوی لحاظ سے پیش کی روایت زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ برکت سحری کے کھانے میں ہے کہ اس میں سنت کی متابعت ہے نہ کہ محض تیار شدہ کھانے میں جیسا کہ کہا گیا ہے

حضرت جبریل القاضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق و امتیاز سحری کا کھانا ہے

(مسلم شریف)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَّلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَ صِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحْرِ زَوَاةٌ مُسْلِمَةٌ

۱۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بہت سی ایسی چیزیں مباح کی ہیں جو ان کے لیے حرام تھیں تو ہمارا ان کی مخالفت کرنا اس نعمت کی شکر گزاری ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ اکلہ آیا ہے۔ ”ہمزہ“ کی زبر ”کاف“ ساکن بمعنی ایک بار کھانا اور ”ہمزہ“ کی پیش سے بمعنی لقمہ۔ اور ”سموہ“ فتح سین کی روایت کے موافق ہے۔ تاہم یہاں ”ہمزہ“ کی زبر سے مروی ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ قَالٍ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا
الْفِطْرَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہلؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لوگ
اس وقت تک خیر و نیکی پر رہیں گے جب تک روزہ
انظار کرنے میں عجلہ کرتے رہیں گے یہ
(بخاری، مسلم)

۲۔ یعنی حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں اور یہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

۳۔ یہ خیر و نیکی بھی اہل کتاب سے مخالفت کی بنا پر ہے۔ کیونکہ اہل کتاب ستاروں کے چمکنے تک روزہ انظار کرنے میں دیر کرتے ہیں۔ ہماری ملت اسلام میں بھی بعض اہل بدعت کا یہ شعار و دستور ہے کہ انظار میں دیر کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ تاہم عجلہ سے وقت انظار کی تحقیق و یقین اور اس میں احتیاط کے بعد عجلہ کرنا مراد ہے وقت کا صرف شک یا گمان ہونے پر عجلہ کرنا مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض ارباب تکلف سنت کا پیرو ہونے کے اظہار میں کرتے ہیں۔

امام توریشٹی نے کہا اگر دیر کرنے سے مقصود تادیب نفس، اس کی سرکشی کو دور کرنا اور اسے مطیع فرمان کرنا ہو یا دونوں عشاؤں کو غفلتوں کے ساتھ ملانا مطلوب ہو۔ دیر کرنے کو ضروری نہ جانتا ہو تو پھر تاخیر میں حرج نہیں۔ اس تادیب و معنی کی موید ہے وہ حدیث صحیح جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ”کہ وصال نہ کرو (ایک روزے کو دوسرے روزے سے بغیر کچھ کھائے پیئے نہ ملاؤ۔) اور جو شخص تم میں سے وصال کرنا چاہے اسے کہو کہ سحری تک وصال کرے۔ اور اس بنا پر انظار میں تاخیر کرنا کہ نفس کی اصلاح ہو اور نفسانی شہوات کو کاٹا جائے تو بہت سے علماء و بائیین اور ارباب احوال و معاملات و طریقت نے ایسا کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں ہم پر فرمائے آمین۔ قدیشتی کا کلام ختم ہوا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ قَالٍ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ الْكَلِيلُ مِنْ
هَهْنًا وَادْيَرَ السَّهَاءَ مِنْ هَهْنًا
وَعَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ
الصَّائِمُ.

جب ادھر (مشرق) سے رات آجائے اور اس
طرف سے دن پشت دے کر چلا جائے اور سورج غروب
ہو جائے تو بے شک روزہ دار نے روزہ افطار
کر لیا ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۷۔ یعنی جانب مشرق سے رات کی تاریکی سامنے آجائے اور جانب مغرب سے دن رخصت ہو جائے، اور
سورج غروب ہو جائے، رات کا آنا اور دن کا جانا سورج کے غروب ہونے سے ہی ہوتا ہے تو غروب آفتاب کا لفظ
اکی بات کی تاکید و تحقیق کے لیے ہے کہ رات داخل ہو جائے۔

۱۸۔ یعنی روزے کی افطاری کا وقت ہو گیا اب چاہیے کہ روزہ دار روزہ افطار کرے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ فِي الصَّوْمِ
فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّكَ تَوَاصِلُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَآيُكُمْ
مِنْهُ لِيْ أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي
رَبِّيْ وَكَسُوْتُنِيْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
روزہ وصال سے منع فرمایا۔ ایک آدمی نے آپ
سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کے
روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا اور میری مثل تم میں
کون ہے؟ بیشک میں ایسی حالت میں رات بسر کرتا ہوں
کہ میرا رب مجھے کھانا پلاتا ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم، بخاری)

۱۹۔ روزہ وصال یہ ہے کہ بندہ دو یا دو سے زیادہ روزے اسی طرح رکھے کہ ان کے درمیان کچھ نہ کھائے نہ پئے
۲۰۔ اور ہمیں آپ اپنی اتباع و فرمانبرداری کا حکم دیتے ہیں۔

۲۱۔ واضح ہو کہ اس کھانے پینے میں چند اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ کھانے اور پینے سے حسی کھانا پینا مراد ہو جو حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر شب آتا تھا آپ وہ کھاتے اور پیتے تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی تھی۔ جو آپ کے ساتھ خاص تھی۔ اور آپ کا کھانا پینا روزہ کے وصال کے
منافی اور روزہ کے باطل ہونے کا موجب نہ تھا۔ اگرچہ یہ کھانا پینا دن کے وقت بھی فرض کر لیا جائے جیسا کہ ایک روایت
میں آیا ہے اظہر عند ربی یطعمنی ویسقینی یعنی میں دن کو اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوتا ہوں وہ مجھے کھاتا
اور پلاتا ہے کیونکہ جس کھانے سے روزہ شرعاً ٹوٹتا ہے وہ یہ مادی کھانا پینا ہے۔ وہ کھانا جو فرق عادت (معجزہ) کے طور پر

بہشت سے خدا تعالیٰ بھیجتا ہے اس کے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بعض نے کہا یہاں کھانے پینے سے قوت و طاقت مراد ہے جو طراک سے حاصل ہوتی ہے تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا مجھے میرا پروردگار کھانے پینے والے انسان کی طرح قوت و طاقت عطا کرتا ہے۔ اور وہ چیز جو کھانے پینے کے قائم مقام ہے وہ مجھے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے عبادت و طاعت کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ یا کھانے پینے سے سیری اور میرابی مراد ہے۔ جو آپ کو کھانے پینے کے بغیر حاصل ہوتی ہے۔ اور آپ کو بھوک پیاس کی تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی۔ یہ معنی اس مذکورہ قوت کے علاوہ ہے کیونکہ اس صورت میں یہ ممکن ہے، کہ بھوک پیاس کے باوجود آپ کے اندر یہ قوت و طاقت موجود رہتی ہو اس معنی میں وہ قوت سیری اور میرابی کے اندر موجود رہتی تھی۔ کہا گیا ہے کہ معنی اول زیادہ رائج ہے کیونکہ سیر و میراب ہونا روزے دار کے حال کے منافی ہے۔ اور روزہ وصال کے مقصد کو فوت کرتا ہے کیونکہ روزہ کے عمل کی روح بھوک اور پیاس ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عموماً بھوک کی حالت میں رہتے تھے۔ چنانچہ آپ شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ مختار و پندیدہ بات یہ ہے کہ اس کھانے پینے سے محسوس کھانا پینا مراد نہیں ہے۔ اور اس کا لازم مراد ہے جو کہ قوت د میرابی ہے بلکہ اس سے غذائے روحانی مراد ہے۔ جو آپ کے قلب مبارک پر معارف، لذات و مناجات اور فیضان لطائف الہیہ کی صورت میں وارد ہوتی تھی۔ اور اس کی بدولت آپ جسمانی غذا اور اس کے لوازمات سے بے نیاز رہتے تھے۔ یہ چیز مجازی محبتوں و مسرتوں میں ایک تجربہ شدہ چیز ہے۔ تو محبت حقیقی اور مسرت معنوی کا کیا عالم ہو گا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت حاصل رہتی تھی۔

تنبیہ ۱۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے وصال کے روزے رکھنے جائز ہیں یا حرام یا مکروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اس شخص کے لیے یہ روزے جائز ہیں جو ان کی قدرت و طاقت رکھتا ہو۔ اور مخالفت رحمت و شفقت اور آسانی کے طور پر ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں اس کی تصریح آچکی ہے۔ اور بعض صحابہ کرام مثل عبداللہ بن زبیر وغیرہ اور تابعین مثل عبداللہ بن ابی معمر و عامر بن عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابراہیم تیمی سے منقول ہے مگر اکثر علماء اس پر ہیں کہ وصال کے روزے حضور علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے پھر اس میں اختلاف کیا ہے کہ یہ کراہت تحریمی یا تنزیہی ہے۔ اول زیادہ صحیح ہے امام احمد نے کہا سحری تک وصال صحیح ہے۔ اور یہ درحقیقت تاخیر افطار ہے وصال نہیں ہے جبور علماء اس پر ہیں۔ کہ یہ حضرت نبوت کے خصائص میں سے ہے۔ ظاہر حدیث بھی اسی پر ہے اور اہل سلوک و تصوف میں سے جو حضرات ریاضت نفس اور اسے گھلانے کا بہت شوق رکھتے ہیں وہ پانی کے ایک چلو سے روزہ افطار کرتے ہیں تاکہ اصل وصال سے باہر نکل آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يُجِمِّعِ الصِّيَامَ
قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ قَالَ أَبُو
دَاوُدَ وَوَقَّعَهُ عَلَى حَفْصَةَ
مَعْمَرٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ
عُيَيْنَةَ وَيُونُسُ الْإِزْبِيُّ كُلُّهُمْ
عَنِ الثَّاهِرِيِّ -

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو فجر سے پہلے روزے کا ارادہ (نیت) نہ کرے
اس کے روزے نہیں ہوتے۔

ترمذی، ابو داؤد، نسائی، دارمی،
اور ابو داؤد نے فرمایا اسے معمر، زبیدی
ابن عیینہ اور یونس ایلی نے حضرت حفصہ
پر موقوف کیا۔ یہ سب حضرات زہری
سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ یہاں حدیث میں جمع آیا ہے۔ یا کی پیش جیم ساکن میم کی زیر۔ اجماع سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے عزم
کی درستی اور کسی کام پر ثابت عزم والا ہونا۔

۲۔ میم کی زیر دوسری میم پر بھی زبر دونوں کے درمیان عین بے نقطہ آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ ثوری، ابن
عیینہ اور عبدالرزاق ان سے روایت کرتے ہیں۔ زبیدی۔ ”زاک کی پیش“ با کی زیر یا ساکن زبیدی کی طرف منسوب ہے
ان کا نام منہ بن صعب ہے۔ یہ زہری کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ دس سال ان کے ساتھ رہے۔ اور ان سے حدیث کا
سماع کیا ابن عیینہ بھی تبع تابعین سے ہیں اور مشہور شخصیت ہیں۔

۳۔ یونس ایلی۔ ایلی ہمزہ کی زیر یا ساکن یہ ایلیہ کی طرف نسبت ہے۔ ولایت شام میں مشہور شہر کا نام ہے
ان کے باپ کا نام زید ہے۔

۴۔ یعنی حضرت معمر، زبیدی، سفیان، ابن عیینہ اور یونس امام زہری سے روایت کرتے ہیں اور اس حدیث
کو حضرت حفصہ پر موقوف کرتے ہیں۔ حدیث موقوف کا معنی مقدمہ کتاب میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ وہ صحابی کا قول
ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک مرفوع نہیں ہوتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے بخاری کے سوا پانچ
کتابوں کے اصحاب نے اسے روایت کیا ہے دارقطنی نے بھی روایت کی۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کی اسناد
کے رجال سب ثقہ ہیں۔

اس حدیث کا ظاہر معنی تو یہ ہے رات کے وقت نیت کے بغیر روزہ درست نہیں ہوتا۔ وہ روزہ چاہے فرض ہو جیسے رمضان کا روزہ یا قضا اور نذر و کفارہ کا روزہ یا نفلی روزہ۔ مگر یہاں مختلف مذہب ہیں۔ امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ روزہ کے لیے رات کو نیت کرنا شرط ہے۔ جو روزہ بھی ہو۔ اس حدیث کے عموم پر نظر کرتے ہوئے۔ اور غیر نفلی میں امام احمد و امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ مگر نفلی روزہ امام شافعی کے نزدیک زوال سے پہلے نیت کرنے اور بعد زوال نیت کرنے سے درست ہو جاتا ہے اور روزہ قضا اور نذر و کفارہ اور نذر مطلق کے روزہ کے لیے رات کو نیت کرنا شرط ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے دلائل شرح (عربی) میں مذکور ہیں۔ اس میں غور کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ماتھ میں ہو تو اسے اپنی حاجت پوری کرنے سے پہلے نہ رکے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ الْإِذَاءَ أَحَدُكُمْ وَ الْإِذَاءُ فِي يَدِهِ فَلَا يَضَعُهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ

(لئے ابو داؤد نے روایت کیا)

(رَوَاةُ أَبِي دَاوُدَ)

اس یعنی پانی پی لے۔ یہاں احتمال ہے کہ اس سے مراد مغرب کی اذان ہو۔ تو اس میں روزہ افطار کرنے میں جلدی کی تاکید ہے۔ اگرچہ اذان کے وقت کھانا پینا ترک کر دینا مسنون ہے اس سے صبح کی اذان بھی مراد ہو سکتی ہے۔ یعنی صبح ہونے کا دار و مدار اذان پر نہیں بلکہ حقیقتاً صبح ہونے پر ہے۔ اگر اسے یقین ہو گیا کہ صبح ہو گئی ہے تو کھانا پینا بند کر دے۔ خشک کی صورت میں غرض و تامل سے کام لے اگر رات کا ظن غالب ہو تو کھاپی لے۔ ورنہ نہ کھائے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس سے حضرت بلال کی اذان مراد ہے۔ جیسا کہ باب اذان میں گنوا۔ اور برتن کے ماتھ میں ہونے کی قید اتفاقی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بندوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ وہ بندہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا

(رَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ)

(ترمذی)

✽ ✽

۱۷ کیونکہ اس میں متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پانے کا شرف ہے نیز اس میں آسانی اور نعمت کو عنایت جانے پر شکر گزاری ہے۔ اور اپنی بندگی اور محتاجی کا اظہار ہے۔ بعض نے کہا اس سے سارے مسلمان مراد ہیں۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار روزہ میں دیر کرتے تھے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور پر افطار کرے کیونکہ وہ برکت ہے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے کرے کیونکہ پانی بھی بندے کو پاک کرنے والا ہے یتھ

احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی اور فائدہ برکت کا لفظ سوائے ترمذی کے کسی نے ذکر نہ کیا

وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْطَرَ أَحَدُكُمْ فَيُقِطِّدُ عَلَى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَيُقِطِّدُ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَكَهْ يَذْكُرُ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ عَنِ التِّرْمِذِيِّ۔

۱۸ آپ صحابی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں سلیمان یا کے ساتھ آیا ہے۔ مگر یہ کاتب کی خطا ہے یا مؤلف کتاب کی جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

۱۹ کہ کھجور برکت اور زیادتی ثواب کا موجب و سبب ہے۔

۲۰ یا پانی سے افطار کرنا معدے کو الٹشوں سے پاک و صاف کرنے کا ذریعہ ہے اور خوراک کی اشتہاء کا موجب ہے۔ بعض علماء نے کہا معدہ جب خالی ہوتا ہے اور اس میں کھانے کی طلب اور اشتہاء پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ پوری غربت سے کھانے کو قبول کرتا ہے۔ پھر جب سب سے پہلے اس میں کوئی میٹھی چیز پہنچتی ہے تو اس سے معدہ کو بہت نفع پہنچتا ہے۔ اور بدن اس سے غایت درجہ فائدہ حاصل کرتا ہے۔ خصوصاً نظر کہ میٹھی چیز سے اسے زیادہ قوت و طاقت پہنچتی ہے اور جب کہ اہل حجاز کے ہاں میٹھی چیز کھجور ہے تو ان کی طبیعت اسی کی طرف راغب ہوتی ہے۔ اور ان کے ابدان و اجسام اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں باقی رہا پانی تو جب جگر روزہ کی وجہ سے خشک ہو چکا ہوتا ہے۔ تو پانی سے غذا کامل کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے پیا سے اور معجو کے انسان کے حال کے زیادہ مناسب و اعلیٰ یہ چیز ہے کہ تھوڑا سا پانی پی کر کھانا کھائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَسَرَّ أَنَسٌ قَالَ كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى
رُطَبَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ
فَتَمِيرَاتٌ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَمِيرَاتٌ
حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

حَسَنٌ غَرِيبٌ.

فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے
پہلے چند ترکھوروں پر افطار کرتے تھے۔ اگر تر
کھوریں موجود نہ ہوتی تھیں تو خشک کھجوروں سے
روزہ افطار کرتے اور خشک کھجوریں بھی موجود نہ ہوتیں تو پھر
پانی کے چند گھونٹ پیتے۔

اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث

حسن غریب ہے۔

۱۸ بعض روایتوں میں تین ترکھوریں اور تین خشک کھجوریں واقع ہوئی ہیں۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا غازی کو
سامان جہاد فراہم کیا تو اسے ان جیسا ثواب ملتا ہے
اسے بہتقی نے شعب الایمان میں روایت کیا اور
محمی السنہ نے شرح سنہ میں اور کہا یہ
حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُطِرَ صَائِمًا أَوْ
جَاهِدًا غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ
وَمَنْحَى الشُّعْبَةِ فِي شَرْحِ السُّنَنِ
وَقَالَ صَحِيحٌ).

۱۹ حضرت زید بن خالد مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

۲۰ اور ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن خزمیہ

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَأُ
وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۲۱ افطار کے وقت

۲۲ یہاں حدیث میں لفظ ظمًا آیا ہے ہمزہ کے ساتھ پھر ہمزہ ممدودہ اور مقصورہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

(ابو داؤد شریف)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ
قَالَ إِنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَتَلَ
اللَّهُمَّ لَكَ سَمْتُ وَ عَلَى
رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ .

حضرت معاذ بن زہرہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار
کرتے تو کہتے تھے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ
رکھا اور تیرے رزق پر میں نے افطار کیا۔

(رداۃ آیو داؤد مرسلاً)

اسے ابو داؤد نے مرسل روایت کیا

سہ زہر "زا" کی پیش "ما" کی ساکن۔ آپ ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا
مَا عَجَلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِأَنَّ
الْيَهُودَ وَ النَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ .
(نَوَاۤءُ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَهَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ دین اس وقت تک ظاہر و غالب ہے
گا جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں گے
کہ بے شک یہود و نصاریٰ دیر کرتے ہیں

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

سہ تو ان کے خلاف اور ان کے عمل کی بنا گرانے میں دین اسلام کا غلبہ اور شوکت ہے اس میں اس جانب
اشارہ ہے کہ دین کی مضبوطی اور اس کا غلبہ دشمنان دین کی مخالفت میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ قَالَ
دَخَلْتُ أَنَا وَ مَسْرُوقٌ عَلَى
عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ
رَجَلَانِ مِنَ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا
يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَ يُعَجِّلُ الصَّلَاةَ
وَ الْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ وَ
يُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ قَالَتْ أَيُّهُمَا

حضرت ابی عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں میں میں ام سرورق حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور عرض کیا اے ام المؤمنین
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں
دو شخص ایسے ہیں کہ ایک ان میں سے افطار میں بھی
جلدی کرتا ہے اور نماز میں بھی دوسرا افطار میں بھی
دیر کرتا ہے اور نماز میں بھی۔ آپ
نے فرمایا افطار اور نماز میں کون جلدی

يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَ يُعَجِّلُ
الصَّلَاةَ قُلْنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ
مَسْعُودٍ قَالَتْ هَكَذَا صَنَعَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْآخَرُ أَبُو مُوسَى .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کرتا ہے۔ ہم نے کہا عبد اللہ
بن مسعود۔ حضرت عائشہ نے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی
کرتے تھے۔ اور دوسرے مرد حضرت
ابو موسیٰؓ تھے۔

(مسلم شریف)

۱۷ آپ تابعی ہیں اور حضرت سروق کے ہم عمر لوگوں میں سے ہیں۔
۱۸ یعنی نمازِ مغرب میں

۱۹ پس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عزیمت پر عمل کرتے تھے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رخصت پر
اور حضرت ابن مسعود احکام کے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ ہیں۔ اور اسلام کی اتباع میں ان سے آگے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ بھی
اکابر صحابہ میں سے ہیں شاید انھوں نے کسی سند یا عند کی وجہ سے ایسے کیا ہو اور وہ بھی کبھی کبھار۔ واللہ اعلم۔
حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے

وَعَنِ الْعُرْبَاءِ بْنِ سَارِيَةَ
قَالَ دَخَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّحُورِ فِي
رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ
الْبَارِكِ .

روایت ہے فرماتے ہیں مجھے رمضان میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے
کھانے کی طرف بلایا اور فرمایا اس مبارک کھانے کی
طرف۔ بے شک سحری کھانے میں برکت ہے

(ابوداؤد، نسائی)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ)

۱۷ آپ صحابی ہیں۔ اہل صفہ میں سے ہیں۔ اور ان کہنے والوں میں سے ہیں جن کے بارے میں یہ آیت
نازل ہوئی۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَوْكُلْتُمْ لَتَعْلَمَهُمْ (ترجمہ) نہ ان پر حرج ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں
کتاب انھیں سواری فراہم کریں۔ اِلَىٰ أَغْرَ الْأَيْتَةِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ”مومنوں کی بہترین
سحری کھجور ہے۔“

(ابوداؤد شریف)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نِعْمَ سُحُورٌ الْمُؤْمِنِ
الَّتِي .

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ ایک تو خود سحری ہی بابرکت چیز ہے پھر کھجور برکت میں اضافہ کا موجب ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ روزہ افطار کرنے میں برکت ہے تو اسے سحری میں کھانے سے روزے کے اول و آخر دونوں میں برکت ہی برکت ہو جائے گی۔

بَابُ تَنْزِيهِ الصَّوْمِ

روزے کو پاک رکھنا

یعنی روزے کو ان چیزوں سے دور رکھنا جن سے وہ ٹوٹتا یا مکروہ ہو جاتا ہے۔ تنزہ کا معنی ہے دور ہونا۔ تنزیہ باری تعالیٰ کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں سے دور رکھنا جو اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں ہیں۔ جیسے عیوب و نقائص۔ ایک حدیث میں آیا ہے "الایمان تنزہ" یعنی ایمان گناہوں سے دھوونے کا نام ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ "الجایہ نزہتہ" یعنی جایہ و بادغیرہ سے دور ہے۔ جایہ دمشق میں ایک جگہ کا نام ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولے اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

(بخاری شریف)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمَّ يَدَاعُ قَوْلِ التَّوْبِ وَالْعَمَلِ بِهِ فَلَيْسَ يَلَهُ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَتَدَاعَ طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ زور آیا ہے اس کا اطلاق باطل اور بہتان پر بھی ہوتا ہے۔ زور (جھوٹ) کلام کی بھی ایک قسم ہے یہاں جھوٹ کا وہ معنی مراد ہے۔ جو قول و فعل سب کو شامل ہے۔ یہ عمومیت اس لیے ملحوظ رکھی گئی ہے تاکہ والعمل بہ یعنی (جھوٹ پر عمل) کو بھی شامل ہو جائے۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بات کی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ انسان صرف کھانے پینے کو ترک کرے اس میں اس کے روزے کے نہ قبول ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ یعنی روزہ کے لازم و مشروع کرنے سے مقصود بھوکا پیاسا رکھنا نہیں

بلکہ شہوت توڑنا اور نفسانیت کی آگ بجھانا ہے تاکہ نفس آمارگی سے باہر ہو کر مطمئن بن جائے۔
 مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ روزہ تین قسم ہے۔ حرام کا روزہ، کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا علوم سارے جہان کے لیے یہ ہے کہ بندہ کھانے پینے اور جماع سے باز رہے۔ دوسرا خواص کا روزہ۔ وہ یہ ہے کہ بندہ تمام اعصاب، حواس، لذتوں اور حرام و مکروہ شہوتوں سے رُکاو رہے۔ بلکہ مباح چیز کے اندر انہماک سے بھی گریز کرے۔ جو نفس کو توڑنے اور اس کی خواہشات کی بنیاد اکھیرنے کے منافی ہیں۔ تیسرا روزہ انھیں خواص کا ہے اور وہ ہر ماسوا اللہ سے دور ہونے اور اس کے ماسوا کی طرف توجہ و التفات نہ کر کے اور ماسوا سے تعلق نہ رکھنے سے عبارت ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكُكُمْ لِرَبِّهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چومٹتے تھے، مباشرت کرتے تھے حالانکہ آپ نے روزہ رکھا ہوتا تھا اور آپ اپنی شہوت و حاجت پر تم سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے تھے (مسلم، بخاری)

۱۷ بوسہ دیتے تھے۔

۱۸ یعنی جسم مبارک کی کھال کو مردتوں کی کھال کے ساتھ لگاتے تھے۔

۱۹ یہاں حدیث میں لفظ ارب آیا ہے بمعنی حاجت و شہوات۔ ایک روایت میں لاریہ کی جگہ لفسہ آیا ہے یعنی ہمزہ را کی زیر سے بمعنی حاجت، محدثین کے نزدیک مشہور روایت میں ایسا ہی ہے۔ اور کبھی ہمزہ کی زیر اور راساکن سے بھی روایت کرتے ہیں یہ لغت بھی حاجت کے معنی میں ہے۔ پھر یہ لفظ معنوی مخصوص اور فرج کے معنی میں بھی آتا ہے معنوی مراد لینے کی صحت میں معنوی مخصوص مراد ہوگا۔ تو دلچسپی نے کہا یہاں اس سے معنوی مخصوص مراد لینا طریقہ ادب و ثواب سے خارج اور بدور ہے۔ لہذا احسن یہی ہے کہ یہاں حاجت کا معنی لیا جائے۔

ترمذی نے کہا کہ اس باب میں حدیث حضرت عمر بن الخطاب، حضرت حفصہ، حضرت ابن عباس، حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی آئی ہے۔ حضرت عائشہ کی حدیث، حسن و صحیح ہے۔ پھر اس بارے میں علماء کا غیر یکم اختلاف ہے۔ کہ روزہ دار کے لیے بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ بعض نے بوسے مرد کو اجازت دی ہے۔ حمان کو اجازت نہیں دی اور مباشرت اس سے بھی سخت اور نامناسب عمل ہے یعنی مرد کا اپنے جسم کو عورت کے جسم سے لگانا۔ بعض نے کہا بوسہ سے ثواب کم ہوتا ہے روزہ ٹوٹتا نہیں ترمذی کا کلام ختم ہوا۔

ہم احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر جماع کے مرتکب ہونے یا انزال کا اندیشہ نہ ہو تو بوسہ لینے میں حرج نہیں اور اگر اس کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ بوسہ فی ذاتہ روزے کو نہیں توڑتا۔ لیکن ممکن ہے مجامعت تک پہنچا دے

اس لیے حالت امن میں تو بوسہ کی ذات کا اعتبار کیا گیا۔ اور غیر امن کی حالت میں اس کے انجام کا لحاظ کیا گیا ہے امام محمد رحمۃ اللہ نے موطا میں کہا کہ اپنے آپ کو بوسہ سے باز رکھنا افضل ہے۔ اور یہ امام ابو حنیفہ اور اکثر علماء کا قول ہے۔ جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اور مباشرت بوسہ کے حکم میں ہے۔ ظاہر رعایت میں۔ اور مباشرت فاحشہ مکروہ ہے، کہ خوف فتنہ ہے۔ اور موطا میں کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بوسہ اور مباشرت دونوں سے روکتے تھے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بوسہ سے بھی منع کرتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی اور فرد کو عصمت و حفاظت حاصل نہ تھی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُذِرُكَهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ

وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ غَيْرِ حُلُمٍ

فَلْيَغْتَسِلْ وَ يَصُومْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

صبح آلتی تھی جب کہ آپ بغیر احتلام

کے جنبی ہوتے تھے۔ تو آپ غسل کرتے

اور روزہ رکھتے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم، بخاری)

۱۰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کی مثل ایک روایت آئی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا کرتے تھے کہ جو جنبی حالت میں صبح کرتا ہے اس کا روزہ نہیں جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی حدیث پہنچی تو حضرت ابو ہریرہ نے اس سے رجوع کر لیا۔ اور کہا کہ وہ دونوں اس بارے میں مجھ سے زیادہ دانا اور عالم ہیں۔ یہاں ایک قیقہ ہے جسے میں نے شرح مغر السعادت میں ذکر کیا ہے۔ اور اکثر علماء اسی پر ہیں۔ طیبی نے غنی سے نقل کیا کہ نفلی روزہ ایسا ہونا درست ہے مگر فرض روزہ کی قضا کرے۔

ترمذی نے کہا کہ تابعین کی ایک جماعت اس پر ہے کہ جب ایک شخص جنبی حالت میں صبح کرے تو اس روزے کی قضا کرے تاہم قول صحیح تر پہلا قول ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ کبھی حضرت عائشہ کے قول "بغیر احتلام کے" سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احتلام ہونا جائز ہے۔ ورنہ اس قید کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ لیکن علماء نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے احتلام ہونا جائز نہیں۔ کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے صاحب لدنیہ میں قرطبی سے نقل کیا کہ صحیح بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے احتلام جائز نہیں۔

حدیث میں احتلام سے مراد غراب میں صرف احتلام ہونے دیکھنا ہے اور یہ شیطان کی طرف سے نہیں ہے یا قیامی بنا احتلام کے عدم جواز پر ہے۔ یعنی آپ کا غسل جامع سے ہوتا تھا احتلام سے نہ ہوتا تھا کیونکہ آپ کے لیے احتلام جائز نہیں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَ
إِخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے فرماتے ہیں بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
سینگھی لگوائی حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے اور
آپ نے سینگھی لگوائی حالانکہ آپ روزہ دار تھے

(بخاری، مسلم)

۱۔ یعنی ایک آلے سے اپنا خون کشید کیا حالانکہ آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ محرم کے لیے
ایسا کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی بال نہ اکھڑے اور اگر کوئی بال اکھڑ جائے تو اس کا بدلہ دے جیسا کہ اس مسئلہ
کی وضاحت باب احرام میں آرہی ہے۔

۲۔ اس سے ظاہر ہوا کہ سینگھی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فعل کرنا مکروہ
مبہی نہیں اور کوئی قضاء و کفارہ لازم نہیں آتا۔ یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے مگر امام احمد کے نزدیک سینگھی لگوانے اور لگانے
والے دونوں کا روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور ان پر قضا واجب ہو جاتی ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ اور عطا کے نزدیک
سینگھی لگانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ طیبی نے کہا روزہ دار شخص کے سینگھی لگوانے
میں مزید کلام حدیث افطوا العاجم والمجموع میں آ رہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ وَهُوَ
صَائِمٌ فَكَأَنَّ أَدْ شَرِبَ قَلْبِي
صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَ
سَقَاهُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا تو وہ
اپنا روزہ پورا کرے کہ بے شک اسے
اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے

(بخاری، مسلم)

۱۔ کہ اس کا روزہ باطل نہ ہوا۔

۲۔ یہ حکم سب ائمہ کے تشکیک پر روزہ کے لیے عام ہے۔ فرض روزہ ہو یا نفل۔ مگر امام مالک کے ہاں کہ ان
کے نزدیک اس صورت میں روزہ رمضان کی قضا لازم ہو جاتی ہے۔ اور قیاس بھی یہی ہے امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر لوگوں کے اقوال نہ ہوتے تو میں بھی قضا کا قائل ہوتا یعنی اگر
ائمہ کرام نے اس حدیث کو روایت نہ کیا ہوتا تو میں یقیناً اس کی قضا کا قائل ہوتا۔ بجا یہ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم کھانے پینے کی

چیزوں میں ثابت ہو گیا تو رکنیت میں برابر ہونے کی وجہ سے جماع کے اند بھی یہ حکم ثابت ہو گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی

روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا

آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے اپنی عورت سے روزہ کی حالت میں جماعت کر لی ہے اس پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو گردن (غلام) پاتا ہے جسے تو آزاد کرے اس

نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو طاعت رکھتا ہے کہ لگاتار دو مہینے روزے رکھے؟ اس نے کہا

نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو ساتھ مسکینوں کو کھانا کھا سکتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا بیڑ جا

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انتظار کرنے لگے۔ ہم لوگ اسی اثنا میں سنے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمبوروں کی ایک ٹوکری پیش کی گئی۔ ٹوکری ایک

بڑے پیمانے کو رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا

یہ لے اور اسے فقر اور بصدقہ کر اس شخص نے عرض کیا کیا اپنے سے زیادہ محتاج انسان بصدقہ کروں یا رسول اللہ؟ تو

اللہ کی قسم! مدینہ طیبہ کے دو سنگستانوں کے درمیان میں مدینہ طیبہ کی زمین کے دو چلے ہوئے کالے پتھروں کے درمیان

کوئی گھروالا غیر گھروالوں سے زیادہ محتاج نہیں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آب کے

وَعَثُّهُ قَالَ بَيْنَهُمَا نَحْنُ

جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ

قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى

امْرَأَتِي وَآنَا صَائِمٌ فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ نَفْسَةً تُعْتِقُهَا

قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ

تَصُومَ مَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ

لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ

مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ

وَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَبِيلًا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ

أَيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَعْرِقُ فِيهِ شَرٌّ وَالْعَرَقُ

الْمَسْتَدِرُّ الضَّخْمُ قَالَ آيُنَ

السَّائِلِ قَالَ آنَا قَالَ خُذْ

هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ

أَعَلَى أَفْطَرٍ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ

كَرَّمَ اللَّهُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ

الْحَرَتَيْنِ أَهْلَ بَيْتِ أَفْطَرٍ

مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ فَصَحَّكَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَدَتْ

أَنِّيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمُهُ أَهْلَكَ.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اگلے دانت ظاہر ہوئے پھر آپ نے فرمایا یہ کھجوریں اپنے
بال بچوں کو کھلا دیجئے (مسلم، بخاری)

۱۔ ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے "اور میں نے اپنی بیوی کو بھی ہلاک کر دیا کہ میں نے اسے
بھی گناہ میں مبتلا کر دیا۔"

۲۔ اور تو نے کیا کیا کہ ایسی بات کر رہا ہے۔

۳۔ ایک روایت میں "انا صائم" کے بجائے "فی ہذا رمضان" واقع ہوا ہے یعنی رمضان شریف کے دن میں نے
اپنی بیوی سے جماعت کر لی ہے۔

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ مکث "کاف" کی پیش اور میم و کاف کی زبردنیوں طرح جائز ہے یہ کھانا اس لیے
دے تاکہ اس کا کفارہ بن جائے۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ "عَرَق" آیا ہے "عین" اور "زا" کی زبرد اور "را" ساکن سے بھی آیا ہے
اس کا معنی زنبیل کا ہے۔ یعنی بڑی زنبیل جس میں پندرہ سے بیس صاع تک جنس آتی ہے۔ اور پندرہ صاع
ساتھ سیر ہوتے ہیں۔

۶۔ ایناب، ناب کی جمع ہے ناب اگلے دانتوں کو کہتے ہیں اور دندوں میں بڑے دندوں کے دانتوں کو بھی
ناب کہتے ہیں۔ اور یہ بچے والے دو دانتوں کے ساتھ والے دانت ہیں۔ روایات میں "بَدَتْ نَوَاجِدُهُ" کے الفاظ
بھی آئے ہیں۔ نواجذ سب سے پہلے دانتوں کو کہتے ہیں جنہیں عقل و انائی کے دانت بھی کہتے ہیں یہ عقل و بلوغت کے وقت
اگلے ہیں۔ ان دانتوں کا مہننے کے وقت نمایاں ہونا ناممکن ہے۔ اس لیے علماء و فرماتے ہیں کہ یہاں ان سے مطلقاً دانت
مراد ہیں۔ اس کی مزید تحقیق اپنی جگہ کر دی گئی ہے۔

۷۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ شخص نہایت محتاجی اور تنگدستی میں مبتلا ہے تو فرمایا خود ہی
کھالے اور کفارہ طاقبت و قدرت ہونے پر دوسرے وقت ادا کر دینا کہ اکثر علماء کے نزدیک اپنے ہی گھر والوں کا کھالینا
کفارہ میں کافی نہیں ہے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے ساتھ خاص تھا بعض نے کہا یہ حکم منسوخ ہو چکا
ہے۔ اور قول قدیم وہی ہے جو کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بوسہ لیا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُقْبَلُهَا وَ هُوَ صَاحِبُهَا وَ يَمُضُ
لِسَانُهَا۔

کرتے تھے۔ حالانکہ آپ اللہ سے ہوتے تھے اور
آپ حضرت عائشہ کی زبان مبارک چوسا کرتے تھے

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد شریف)

اس حدیث میں لفظ "میں" معنی سے نکلا ہے اس کا معنی ہے چوسنا یہ بھی کہا گیا ہے کہ مصممہ، مصممہ
کی طرح ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ اگر صا کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے زبان کے کنارے سے چوسنا اور غرض سے ہوتو
معنی ہے پورے منہ سے چوسنا۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا کرنا اس صورت میں جائز ہے جب کہ منہ کا لعاب گلے سے نیچے
نہ اترے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی محمد بن دینار الحامی
البصری اور دوسرا سعید بن انس ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبَاِ شَرِّهِ
لِلصَّغَائِمِ فَرَخَّصَ لَهُ وَ أَجَاءُ
أَخْرَ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَإِذَا الَّذِي
رَخَّصَ لَهُ شَيْئًا وَ إِذَا الَّذِي
نَهَاهُ شَيْئًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ بے شک ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
روزے دار کی حدت سے مباشرت کے بارے میں سوال
کیا آپ نے اجازت دے دی پھر ایک دوسرا شخص آیا اور
اس نے بھی یہی سوال کیا آپ نے اسے اجازت نہ دی تحقیق
کرنے پر یہ پہلا کہ میں کو آپ نے اجازت دی تھی وہ پہلا
اوی تھا اور جسے آپ نے اجازت نہ دی تھی وہ دوسرا تھا

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد شریف)

اس میں بالباشرت سے مرد و عورت کا ایک دوسرے کے جسم سے مس کرنا مراد ہے ایک دوسرے کی شرمگاہ
کا ایک دوسرے سے ملنا مراد نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بڑے کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے لہذا ان کے لیے نہیں۔ اس کا مال امن اور طواف ہے
کہ لڑھاپے میں غالباً خوف فتنہ نہیں ہوتا جوانی میں ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيُّمُ وَ هُوَ صَاحِبُ
فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَ مِنْ
اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلَيْقُصْ۔

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس شخص پر قے غالب آگئی اور وہ روزہ دار تھا
تو اس پر روزے کی قضا نہیں اور جس نے دانہ قے
لائی وہ روزہ قضا کرے

اسے ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ اور
دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے
کہا یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے نہیں
بچاتے مگر عیسیٰ بن یونس سے
اور محمد یعنی بخاری نے کہا میں اس حدیث
کو محفوظ گمان نہیں کرتا بلکہ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ
وَابْنُ مَاجَهَ وَالدَّارِمِيُّ وَ
قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ
حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ وَ
قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنُ خَالِزٍ لَا
أَرَاهُ مَحْفُوظًا.

سہ کہ وہ روزہ کو نہیں توڑتی

سہ کہ ایسی ہے روزے کو توڑ دیتی ہے۔ مگر اکثر علماء کے نزدیک اس صورت میں بھی کفارہ لازم نہیں اور یہ دونوں
صورتیں مطلقاً ہیں یعنی دونوں صورتوں میں قے منہ بھر کر آئے یا منہ بھر کر نہ آئے تینوں ائمہ کا یہی مذہب ہے باقی رہا
ہمارے اصحاب حنفیہ کا مذہب تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مطلق قے کی صورت میں تینوں ائمہ کے موافق ہیں۔ کیونکہ حدیث
پاک مطلق ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث کو دانستہ قے کیساتھ مقید کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ قے
منہ بھر کر آئے پس اگر قے منہ بھر کر نہ آئے بلکہ قلیل ہو تو قضا نہ کرے گا۔ جبکہ حدیث میں قضا کا ذکر نہیں ہے۔ اور ہادیہ
میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ذکر نہ کیا۔ اور ہادیہ کی بعض شروح میں مذکور ہے کہ امام محمد کا قول حضرت امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ سے ایک قول پر مبنی ہے میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے موطا
میں کہا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

سہ محفوظ شافعی کے مقابل حدیث کو کہتے ہیں ان الفاظ کے معانی مقدمہ کتاب میں مذکور ہو چکے ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بے شک ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس
حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے قے کی قورنہ افطار کر دیا معاذ کہتے ہیں کہ پھر
میری ملاقات دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان سے
ہوئی وہیں نے ان سے کہا کہ ابوالدرداء نے مجھ سے حدیث
بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے
کی قورنہ افطار کر دیا ثوبان نے فرمایا ابوالدرداء نے

وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ
أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءَ حَدَّثَهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالِ فَلَقِيتُ ثُوبَانَ
فِي مَسْجِدٍ مِشْقٍ فَقُلْتُ إِنَّ
أَبَا الدَّرْدَاءَ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالَ صَدَقَ وَ

اَنَا صَبَّيْتُ لَهُ وَضُوءًا .
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَالتَّائِبِيُّ)

سچ کہا ہے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے وضو کا پانی ڈالا تھا۔ (اسے ابو داؤد
ترمذی اور دارمی نے روایت کیا)

۱۔ معاذ بن مہم کی زبیر بن ساکن سے یعنی حضرت معاذ بن طلحہ آپ تابعی ثقہ میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت
ابو الدرداء اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔
۲۔ حضرت ثوبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
۳۔ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ قے وضو توڑ دیتی ہے اور حدیث سابق جس میں استسقاء کا
لفظ آیا ہے کہ قرنیہ سے دانستہ قے مراد ہوگی۔ مگر راوی تمیز نہ کر سکا جیسا کہ علماء نے کہا ہے اور اس حدیث سے امام
ابو حنیفہ، امام احمد، امام اسحاق وابن المبارک اور ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا ہے کہ قے وضو کو توڑ دیتی ہے اور
جو حضرات جیسے امام شافعی کہ قے ان کے نزدیک وضو نہیں توڑتی وہ وضو سے منہ دھونا مراد لیتے ہیں اور وضو کرنا
مستحب قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ حَامِدِ بْنِ زَيْبَعَةَ
قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي
يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ .
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ)

حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ولاتعداد مرتبہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ مسواک
کرتے تھے حالانکہ آپ روزہ دار ہوتے تھے۔
(اسے ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا)

۱۔ حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ یہ راوی دو سر سے تمام غزوات
میں شریک ہوئے۔

۲۔ یہ حدیث روزہ دار کے مسواک کرنے کے حوازی میں مطلق ہے۔ اور علماء کا اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ
اور امام مالک مسواک کرنا جائز قرار دیتے ہیں خواہ مسواک خشک ہو یا پانی سے ترکی ہوئی ہو۔ نیز بخلاف زوال سے قبل ہو یا
بعد زوال۔ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ بہری مسواک اور پانی سے ترکی ہوئی مسواک مکروہ ہے اور امام شافعی کے
نزدیک زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔ کہ بعد زوال مسواک کرنے سے منہ کی وہ بو ختم ہو جاتی ہے جو روزہ سے
پیدا ہوتی ہے حالانکہ یہ بواللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہے اور امام احمد و اسحاق کے نزدیک دن کے آخر حصے میں مسواک کرنا
مکروہ ہے پس وہ حضرات جو مسواک کرنے کو مکروہ قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک مسواک سنت یا مستحب ہے جیسا کہ فیہما
میں ہے۔ علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ
رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَكْبَيْتُ عَيْنِي
أَفَا لَنَحْدُ وَ أَنَا صَائِمٌ قَالَ
نَعَمْ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ
لَيْسَ لَهُ إِسْنَادٌ بِالْقَوِيِّ وَ
أَبُو عَاتِكَةَ الزَّادِيُّ يَضَعُفُ

۱۔ یعنی میری دونوں آنکھیں درد کرتی ہیں چنانچہ کہتے ہیں میں نے اپنے پیٹ کے درد کی شکایت کی جبکہ پیٹ کو
درد ہو یا آنکھ درد کرتی ہو کبھی اس طرح کہتے ہیں اس کا پیٹ شکایت کرتا ہے۔ یعنی اس میں درد ہے اور وہ بیمار ہے شکایت
کا اصل معنی گلہ کرنے کا ہے اور یہ بھی اسی باب سے ہے۔
۲۔ کیونکہ سرمہ آشوب چشم کا علاج ہے۔

۳۔ یعنی روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔ لہذا اگر تو سرمہ ڈالنا چاہتا ہے تو
ڈال لے تجھے اجازت ہے۔

۴۔ اور امام ترمذی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس باب میں ابورافع سے بھی حدیث مروی ہے اور حضرت انس
کی حدیث کا اسناد قوی نہیں ہے۔ اور اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز صحیح سند
سے ثابت نہیں۔

پھر اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ بعض اہل علم نے روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کو مکروہ کہا ہے
اور یہ قول حضرت سفیان ابن المبارک اور امام احمد و اسحاق کا ہے۔ اور بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور یہ
امام شافعی کا قول ہے ترمذی کا کلام ختم ہوا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی رخصت و اجازت کا ہے۔ اور امام
مالک سے اس کی کراہت نقل کی گئی ہے۔ اور جامع الاحول میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بروایت ابو داؤد
آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ ڈال کرتے تھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں اس طرح لائے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیے کہ اس سے پرہیز کرو مگر یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں واللہ اعلم۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض

صحابہ کرام سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم

وَعَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرَجِ يَصُبُّ
عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَ هُوَ
صَائِعٌ مِنَ الْعَطَشِ أَوْ مِنْ
الْحَرِّ.

صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں دیکھا
کہ آپ اپنے سر مبارک پر پانی ڈال رہے
ہیں۔ حالانکہ آپ روزہ دار تھے۔ ایسا
آپ پیاس یا گرمی کی وجہ سے کر
رہے تھے۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَابُو دَاوُدَ)

(اسے مالک اور ابو داؤد نے روایت کیا)

اس عرج عین کی زبر راس کن سے۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے بعض نے کہا یہ
مدینہ طیبہ میں ایک جگہ ہے۔

اسے یہ راوی کا شک ہے کہ پیاس کی وجہ سے آپ ایسا کر رہے تھے یا گرمی کی وجہ سے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ آدَمَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ آتَى رَجُلًا بِالْبَقِيعِ وَهُوَ
يَحْتَجِمُ وَهُوَ اخِذٌ بِيَدِي
لِثَمَانِي عَشْرَةَ خَلَّتْ مِنْ
رَمَصَانٍ فَقَالَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ
وَالْمَحْجُومُ.

حضرت شداد بن آدم رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان
جنت البقیع میں ایک شخص کے پاس تشریف لائے
حب کہ وہ شخص سنگی لگا رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ رمضان شریف کی اٹھارہویں
شعبہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنگی
لگانے اور لگانے والے دونوں کا روزہ جاتا رہتا ہے۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ
وَالدَّارِمِيُّ قَالَ الشَّيْخُ الْإِسْلَامُ
مُعْنَى السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللَّهُ وَ
قَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ رَحَصَ فِي
الْحِجَامَةِ أَيْ تَعَرَّضًا لِلْإِقْطَارِ
الْمَحْجُومُ لِلضُّعْفِ وَ الْحَاجِمُ
لِذِكِّهِ لَا يَأْتِي مِنْ أَنْ يَصِلَ
شَيْءٌ إِلَى جَوْفِهِ بِمَقْعِ الْمَلَاذِمِ.

اسے ابو داؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا
شیخ ابامعی السنہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جو حضرات
روزہ کی حالت میں سنگی لگانے کو جائز قرار دیتے
ہیں ان میں سے بعض نے اس کی یہ تاویل کی ہے
کہ دونوں روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں، جسے
سنگی لگائی جائے وہ تو اس وجہ سے کہ اس پر ضعف و کمزوری
چھا جاتی ہے اور سنگی لگانے والا اس وجہ سے کہ خطرہ
ہے اس کے پیٹ میں کچھ داخل ہو جائے۔ سنگی کے
شیخے کو چوسنے کی وجہ سے۔

۱۔ شاد، شین کی زبرد، وال مہلہ کی شد سے۔ اوس ہنرہ کی زبرد وادساکن۔ آپ انصاری صحابہ میں سے ہیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے برادر زادہ ہیں۔ آپ خود اور آپ کے والد والدہ بھی صحابی ہیں۔

۲۔ بقیع مدینہ مطہرہ کا قبرستان ہے۔

۳۔ یعنی دونوں کا روزہ فاسد ہو گیا۔

۴۔ یعنی ان حضرات نے حدیث کی (جس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ سنگی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے) کی تاویل کی ہے اور وہ کہتے ہیں سنگی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کہ روزہ ٹوٹنے سے مراد یہ ہے کہ سنگی لگانے یا لگولنے والے دونوں کا روزہ ٹوٹنے کے قریب ہو جاتا ہے سنگی لگولنے والے کا تو اس وجہ سے کہ اس کا خون کم کرنے کے سبب اسے ضعف اور سستی لاحق ہو جاتی ہے۔ یعنی نزدیک ہے کہ اسے ضعف لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے کچھ کھانے پینے پر مجبور ہو جائے تاکہ ہلاک نہ ہو جائے۔ اور سنگی لگانے والے کے روزہ کو یہ خطرہ لاحق ہو چکا ہوتا ہے۔ کہ شاید سنگی کا شیشہ (بوتل) چوسنے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں کچھ خون وغیرہ داخل ہو گیا ہو۔ حجامت یعنی سنگی سے اس طرح خون کم ہوتا ہے کہ جہاں سنگی لگانی ہوتی ہے پہلے اس جگہ کو تیز دھار آلے (استرے) وغیرہ سے پچھتے ہیں۔ پھر کسی جانور کے سینگ یا بوتل سے اس جگہ کے خون کو منہ سے چوستے ہیں عربی میں اس سینگ یا بوتل کو عجم کہتے ہیں یعنی میم کی زیر سے تو یہ ایسا عمل ہے کہ اس سے منہ میں کوئی چیز آسکتی ہے۔ اور پیٹ میں جاسکتی ہے۔ اور اس حدیث میں واقع لفظ ملزوم ملزم کی جمع ہے بمعنی سنگی لگانے کی بوتل جس میں خون جمع ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ جمہور اس پر ہیں کہ سنگی لگانے کے عمل سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور سنگی کا یہ عمل روزہ دار کے لیے مکروہ بھی نہیں مگر اس وجہ سے کہ اس سے ضعف و کمزوری طاری ہو سکتی ہے۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور یہی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ایک جماعت مثل سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، زید بن ارقم اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم کے فعل مبارک سے مروی ہے۔ اور امام احمد اور علماء کا ایک گروہ جیسے عبداللہ بن المبارک، امام اوزاعی، اسحاق ابن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اس طرف گئے ہیں کہ سنگی کا عمل کرنے والے اور کروانے والے دونوں کے روزے کو توڑ دیتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کا ظاہر ترجمہ ہے۔ اور قضا بھی واجب ہوتی ہے۔ اور امام عطاء نے اس میں مزید سختی کی ہے۔ اور کہا کہ کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اور امام احمد کے قول ہی کے قائل ہوئے ہیں بعض شافعیہ جیسے ابن خزیمہ و ابن اللند و ابن جبان رضی اللہ عنہم۔ اور عفرانی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ امام شافعی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے سنگی لگوائی حالانکہ آپ روزہ دار تھے۔ اور یہ بھی ہے کہ انظر الحاجم والمجوم کہ سنگی لگانے اور لگولنے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور میں ان دونوں احادیث میں کسی کو ثابت نہیں مانتا تو اگر روزہ کی حالت میں سنگی لگولنے والا احتیاط کرے اور سنگی نہ لگوائے تو اس کی یہ بات میرے نزدیک محبوب تر ہے اور اگر یہ عمل کرے تو میں یہ نہ

کہوں گا کہ اس نے روزہ توڑ دیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ امام شافعی جب بغداد میں تھے تو سنگی لگانے کے عمل سے منع کرتے تھے اور جب مصر آئے تو رخصت و اجازت کی جانب آپ کا میلان ہو گیا۔ اور فتح الباری میں کہا کہ امام شافعی کہا کرتے تھے کہ عمل حجامت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اسناد کی حیثیت سے دلیل بنانے میں زیادہ عمدہ ہے۔ مگر اس کے باوجود اگر روزہ دار احتیاط کے طور پر اس سے پرہیز کرے تو بہتر ہے۔ قیاس بھی حضرت ابن عباس کی حدیث کے موافق ہے کیونکہ عمل حجامت (سنگی) سے چیز اندر سے باہر آتی ہے۔ باہر سے اندر کوئی چیز نہیں جاتی علاوہ ازیں یہ عمل ضعف لاحق ہونے اور شہوت توڑنے کا موجب و سبب ہے۔ اور روزے کی مصلحت کے موافق و مطابق ہے اور جلع اور عورت سے صحبت ہی اگرچہ ایسی چیز ہے مگر اس سے بچنا اور پرہیز کرنا نص سے ثابت ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور صحابہ و تابعین عام اہل علم سے محفوظ و قوی بات یہ ہے۔ عمل حجامت سے روزہ نہیں ٹوٹتا ایک قوم یہ کہتی ہے کہ عمل حجامت سے اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں تاہم مکروہ ضرور ہے۔ کیونکہ اس سے ضعف اور ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور امام احمد کے مذہب کے علماء نے ”افطر الحاجم والمجوم“ صحیح قرار دینے میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے مذہب کا مویہ معقول و منقول دونوں کو قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے بارہ افراد نے اس باب میں حدیث روایت کی ہے۔ اور چھوڑ علماء اس کی تائید کرنے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزہ ٹوٹنے سے روزہ ٹوٹنے کے قریب ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے محی السنۃ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ قول یعنی ”افطر الحاجم والمجوم“ دو معین اشخاص کے لیے تھا جنہوں نے اس عمل حجامت کے علاوہ کسی اور امر کا بھی ارتکاب کیا تھا۔ جو مفید روزہ تھا۔ بعض عمل سنگی سے ان کا روزہ نہ ٹوٹا تھا۔ اور وہ امر یہ تھا کہ انہوں نے کسی کی غیبت بھی کی تھی۔ اور غیبت سے روزہ ٹوٹنے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وقت شام کے قریب سنگی لگانے اور لگوانے والے کے پاس سے گزرے تھے۔ اہیہ قول ارشاد فرمایا تھا اور وہ اہل اس قول میں آپ نے ان کی طرف سے عُذر بیان کیا تھا۔ یعنی انہوں نے اس وقت عمل سنگی کا کر کے اچھا کام نہیں کیا۔ لیکن کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ شام کا وقت (روزہ افطار کرنے کا وقت) ان پہنچا ہے اور بعض کہتے ہیں یہ اجازت و رخصت ممانعت کے بعد کی بات ہے اور نہ ہی منسوخ ہو چکی ہے واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس

نے بار رخصت و قدر و مرض کے رمضان کا روزہ نہ

رکھا وہ تمام عمر بھی اگر اس کے عوض روزے رکھے تو

اس کی قضا نہیں کر سکتا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ

رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَ

لَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمٌ

الدَّهْرُ كُلُّهُ وَ إِنْ صَامَهُ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ
وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ
الدَّارِمِيُّ وَ الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجُمَةِ
بَابٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ
مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيُّ يَعْتُولُ أَبُو
الْمُطَّلِبِينَ الرَّادِي لَا أَعْرِفُ لَهُ
غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ)

اسے احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ
دارمی اور بخاری نے اپنے ترجمہ باب میں
روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا میں نے
محمد سے یعنی محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا
وہ فرماتے تھے کہ ابوالمطوس راوی کو میں
اس حدیث کے سوا نہیں
جانتا۔

۱۷ یعنی ہمارے شرعی جیسے سفر، بڑھاپا اور بیماری کا ڈر۔

۱۸ یہ حدیث تشدید و مبالغہ کی قسم سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ روزہ فرض کی فضیلت اس قدر زیادہ ہے کہ نفلی روزہ
سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ساری عمر نفلی روزہ اس کے عوض رکھے۔ ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ دو ماہ بطور کفارہ
روزہ مکنا کافی ہو جاتا ہے۔

۱۹ یعنی احادیث بیان کرنے کے انداز میں اس کا ذکر نہیں کیا جس طرح کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔
۲۰ مطوس "میم" کی پیش "طا" کی زبر اور واؤ زیر والی کی شد۔ آخر میں سین مہملہ۔ اور امام بخاری نے یہ بھی کہا
میں گمان نہیں کرتا کہ اس کے باپ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن خلف سے یہ حدیث سنی ہو۔ قرطبی نے کہا یہ حدیث
ضعیف ہے ایسی حدیث دلیل کے طور پر پیش نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ بعض حواشی میں مذکور ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُمْ
مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ
صِيَامِهِ إِلَّا الظُّلُمَاءُ وَ كُمْ
قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ
إِلَّا الشَّهَرُ.

انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں روزہ
سے سوائے پاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کتنے
ہی رات کو جہاد میں کھڑے ہونے والے ایسے ہوتے ہیں
جن کو اس کھڑے ہونے سے سوائے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا
اسے دارمی نے روایت کیا اور لقیط
بن صبرہ کی حدیث باب سنن الوضوء میں
ذکر ہو چکی ہے۔

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَ ذَكَرَ
حَدِيثُ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ فِي
بَابِ سُنَنِ الْوُضُوءِ.

۱۷ جیسا کہ وہ روزہ دار جو بھوٹ، غیبت اور دوسرے ممنوعات سے باز نہ رہے یہاں حدیث میں واقع لفظ ظلاً دوزخ اور الف محدودہ و مقصورہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے پیاس اور تشنگی یا سخت تشنگی۔

۱۸ جیسے وہ شخص جو غضب کردہ زمین میں نماز پڑھے اور گناہوں کا ارتکاب کرے اور فرض نماز باجماعت اور جماعت کے ارکان و آداب کا خیال نہ رکھے۔

۱۹ لفظ لام کی زبر قاف کی زیر سے، صبرہ۔ صمد کی زبر با کی زیر کہ اس کی حدیث میں ناک میں پانی چڑھانے میں بالغہ کرنے سے روکا گیا ہے ہر روزہ دار کو۔

۲۰ اگرچہ مصابیح میں یہ حدیث اس جگہ مذکور ہوئی ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں، سنگی لگانا، قے کرنا اور احتلام ہونا اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ اور عبدالرحمن بن زید راوی حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يُسْطِرْنَ الصَّيَّامَ الْحِجَامَةُ وَالْبَقُّ وَالْإِحْتِلَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفَالَهُذَا حَدِيثٌ غَيْرٌ مَحْفُوظٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ سَعِيدٍ الرَّادِيُّ يُضَعِّفُ فِي الْحَدِيثِ

۱۷ قے سے وہ قے مراد ہے۔ جو خود بخود آجائے۔ اور نیزے کی طبیعت پر غالب آجائے مگر وائسہ خود قے نہ لائے۔ کہ وہ روزہ توڑ دیتی ہے جیسا کہ گذرا۔

۱۸ یعنی شاذ ہے۔

۱۹ علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کو دارقطنی و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک مرد سے روایت کی ہے۔ ابو جاتم نے کہا ابو داؤد کی حدیث صواب کے زیادہ مشابہ اور ابو ذر عدنی نے کہا کہ یہ بہت صحیح حدیث ہے۔

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

كُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْخَبَاءَةَ لِلنَّاسِ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ
أَجْلِ الضُّعْفِ -

(رواہ البخاری)

دیانت کیا گیا کہ تم لوگ صحابہ کرام، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سنگی لگانے
کو مکروہ جانتے تھے؟ آپ نے جواب دیا نہ مگر کمزوری اور
ضعف لاحق ہو جانے کے باعث۔

(اسے بخاری نے روایت کیا)

۱۵ ثابت البنانی - ہاکی پیش، نون مخفف آپ اکابر تابعین سے ہیں۔ حضرت انس سے حدیث روایت
کرتے ہیں۔
۱۶ یعنی سنگی لگانا بذاتہ مکروہ نہیں اور نہ روزے کو توڑتا ہے۔ بلکہ ضعف و کمزوری کی وجہ سے مکروہ
کہا گیا ہے۔

وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْيِينًا
قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَ
هُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ
يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ -

۱۷ تعلق کا معنی مقدمہ کتاب میں ذکر ہو چکا ہے۔
۱۸ یعنی روزہ کی حالت میں سنگی لگاتے تھے۔

۱۹ امام بخاری رحمہ اللہ سے تعلقاً روایت ہے
کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سنگی لگواتے تھے حالانکہ
آپ روزہ دار ہوتے تھے پھر آپ نے چھوڑ دیا اور
آپ رات کو سنگی لگواتے تھے۔

وَعَنْ بَعْطَاءٍ -
مَضْمُونُ ثُمَّ أَقْدَرَهُ مَا فِي
فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضْمُرُ
تَزْدِيدَ رِيْقَةٍ وَ مَا يَتَى فِي
فِيهِ وَ لَا يَمْتَصُّ الْعِلَكَ فَإِنْ
الَّذِي يَتَى الْعِلَكَ لَا أَقُولُ
إِنَّهُ يُعْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ -
(رواہ البخاری فی ترجمۃ باب)

۲۰ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اگر
کسی نے منہ میں پانی ڈالا پھر وہ پانی منہ سے اٹا دیا تو
منہ کا لعاب اور جو کچھ منہ میں باقی بچا تھا اسے گلے سے
بچھے اٹا کرنے میں روزے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور
انگوٹ وغیرہ کا چھلکانا چاہئے اور اگر اس پھلکے والا لعاب
گلے سے بچھے اٹا را تو میں نہیں کہتا کہ روزہ توڑ دے
تاہم اسے ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا۔ اور بعض
نہوں میں لا یمضم العلالہ میں لفظ لا نہیں ہے

(اسے بخاری نے ترجمۃ الباب میں روایت کیا)

۲۱ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔

۵۲ بعض نے یہاں کہا ہے کہ ما بقی فی فیہ میں مانا فیہ ہے موصولہ نہیں ترجمہ یہ ہوگا کہ اس کے منہ میں باقی بچی ہوئی کوئی چیز نہ تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصل عبارت ماذا بقی ہے۔ ذا کاتب کے قلم سے رہ گیا۔ اس صودت میں معنی یہ ہوگا کہ اس کے منہ میں کیا چیز باقی رہ گئی تھی۔ یعنی منہ سے پانی گرانے سے اس کے منہ میں کوئی چیز باقی نہ رہی تھی۔ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ کہ دوسری روایات میں لفظ ماذا صراحتہً آچکا ہے اس میں غور کر۔

۵۳ یہاں حدیث میں لفظ علك آیا ہے۔ (عین کی زیر لام ساکن) یعنی مصطکی اور اسے علك اولی کہتے ہیں اسے دانتوں کی قوت کے لیے چباتے ہیں اور علك چکنا ہٹ اور چپکنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے سریش وغیرہ اور اگر علك یعنی عین کی زیر ہو تو اس کا معنی چمانے کا بھی آتا ہے۔

۵۴ کیونکہ اس جھلکا سے کوئی ایسی چیز جدا نہیں ہوتی جو گلے سے پیچھے اترے۔ جس سے اس کا روزہ ٹوٹے مگر ایسا کرنا مکروہ اور خلاف احتیاط ہے۔

۵۵ علماء نے کہا ہے کہ یہ عبارت سیاق کے زیادہ موافق ہے اسے سمجھ۔

بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ

مُسَافِرِ کے روزے کا بیان

واضح ہو کہ مسافر کے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں وارد احادیث مختلف ہیں بعض احادیث تو مطلقاً حوازیں وارد ہیں اس وضاحت کے بغیر کہ روزہ رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا افضل ہے۔ اور بعض احادیث میں ہلکے کو اختیار دیا گیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ اور بعض احادیث روزہ نہ رکھنے کے حوالہ اور روزہ رکھنے کی نذمت میں وارد ہیں۔ مگر یہ حالات اور اوقات کے اختلاف و فرق پر مبنی ہے۔

مہر علماء جو اہل فتویٰ میں سے ہیں اس پر متفق ہیں کہ روزہ نہ رکھنا اور رکھنا دونوں امر جائز ہیں۔ اور اس میں مختلف ہیں کہ ان دونوں میں افضل و ادنیٰ کیا ہے۔ یا دونوں برابر ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ثوری وغیرہ اس پر ہیں کہ روزہ رکھنا افضل ہے اس شخص کے لیے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔ کیونکہ اس طرح وہ ذمہ داری سے فارغ ہو جائے گا۔ اور اس میں مسلمانوں کے ساتھ موافقت و مطابقت کی بنا پر آسانی اور سہولت بھی ہے۔ اور رمضان کے گزرنے کے بعد اس کے لیے قضا کرنے میں دشواری لاحق ہوگی اور روزہ رکھنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک ان کی دلیل ہے۔ اور احمد، اسحاق، اور حمید بن المسیب کے نزدیک مطلق روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ امام شافعی کے بعض اصحاب نے

امام شافعی سے بھی اس قول کو نقل کیا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک **فَعِلْهُ مِمَّا فَرَغَ** اُنْخَرَسَ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ اور ان احمادیشہ سے بھی جو سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی مذمت میں وارد ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اہل ظاہر سفر میں روزہ رکھنے کو جائز ہی قرار نہیں دیتے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر سفر میں روزہ رکھے گا تو اس کی قضا کرے گا۔ کیونکہ اس کا وقت غیر رمضان ہے۔ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ جو آسان ہو وہ افضل و ادلی ہے۔ بعض اس پر ہیں کہ دونوں برابر ہیں اور بندے کو اس میں اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ
حَمْرَةَ بِنْتِ عَمْرِو الْأَسَدِيِّ قَالَتْ
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَصُومُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيرَ
الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَفَعِمُ
وَإِنْ شِئْتَ فَافْطِرُ.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فروانی ہیں بے شک حمزہ بن عمرو الاسدی نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کیا میں
سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ اور یہ صاحب کثرت
سے صومے رکھتے تھے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے روزہ
رکھے اور اگر چاہے تو نہ رکھے
(بخاری، مسلم)

۱۔ آپ صحابہ کرام میں سے ہیں۔

۲۔ ظاہر ہے کہ اس پر چھنے والے کے حال کے مطابق روزہ رکھنا نہ رکھنا برابر تھا۔ اور یہ حدیث دلیل ہے کہ سفر میں
روزہ رکھنا جائز ہے اور روزہ دار کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں
شریک ہوئے رمضان کی سولہ تاریخ کو تو ہم
میں سے کچھ وہ تھے جنہوں نے روزہ رکھا
اور کچھ وہ تھے جنہوں نے روزہ نہ رکھا
پھر روزہ رکھنے والوں نے روزہ نہ رکھنے والوں
پر کوئی اعتراض کیا اور نہ رکھنے والوں نے رکھنے والی

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ
عَشْرَةٌ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَ
مِنَّا مَنْ أَفْطَرَ فَلَمْ يُعَيَّبِ
الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَ لَا
الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

(رَوَاكَ مُسْلِمٌ)

کوئی نکتہ چینی نہ کی (اے مسلم نے روایت کیا)

۱۵ یہ حدیث بھی بحالت سفر روزہ رکھنے نہ رکھنے کے جواز و اختیار اور مساوات میں ظاہر ہے مگر یہ کہ روزہ نہ رکھنے پر اعتراض نہ کرنا اصل جواز کے پیش نظر ہو اگرچہ دونوں میں سے ایک جانب افضل ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زَحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظَلَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْيَوْمِ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ آپ نے ہجوم دیکھا۔ اور ایک آدمی دیکھا جس پر سایہ کیا گیا تھا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ روزہ دار ہے آپ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔

(مسلم، بخاری)

۱۶ حدیث میں لفظ زحام آیا ہے ”زا“ کی زیر سے بمعنی ہجوم۔

۱۷ یعنی خیمہ وغیرہ کے ساتھ تاکہ بیاس کی مشقت اور گرمی کی تپش سے بچ سکے اور اپنی ٹھیک حالت پر آجائے یا سایہ کا مطلب ہے کہ لوگ اس کے گرد و سایہ کی طرح کھڑے تھے۔

۱۸ یعنی یہ ہجوم کیسا ہے اور یہ سایہ اور اس کا سبب کیا ہے؟

۱۹ جو روزہ کے ضعف کی وجہ سے گر پڑا ہے۔

۲۰ یعنی جو روزہ دار مشقت و ضعف کی اس حد تک پہنچ جائے اس کے لیے روزہ رکھنا نیکی نہیں بلکہ روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَبَيْنَا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَتَزَلَّنَا مَنَزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوْمُ امُوتُونَ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَتَضَرَّبُوا الْأَبْنِيَّةَ وَسَقَوْا الْوِكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم میں سے کچھ روزہ دار تھے اور کچھ روزہ نہیں رکھا تھا۔ اور ہم لوگ ایک گرم دن میں ایک جگہ اترے تو روزہ دار گر پڑے اور بے روزہ قائم اور کھڑے رہے انہوں نے مجھے لگائے اور سواریوں کو پانی پلایا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کے دن بے روزہ لوگ

اجرو ثواب لے گئے ہیں

ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری، مسلم)

اس حدیث سے یہ دلیل سامنے آتی ہے کہ قوت برقرار رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھنا - ضعف و ناتوانی کی حالت میں روزہ رکھنے سے افضل و اولیٰ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بندہ ضعیف (عبدالحمید) اللہ تعالیٰ اس کے معاملات سے چشم پوشی فرمائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "الیوم" (آج کے دن) میں اس جانب اشارہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے میں فضیلت، ان کی روزہ داروں کی خدمت گزاری کی وجہ سے ہے نہ کہ انہیں مطلقاً روزہ داروں پر افضلیت حاصل ہے اسے سمجھو۔ حدیث میں اس امر کی بھی دلیل موجود ہے کہ صالحین کی خدمت کرنا نفل عبادت سے افضل ہے جیسا کہ اسے شیخ (شہاب الدین) نے اپنی کتاب عوارف میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَزَفَعَهُ إِلَى يَدِهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ كَمَنْ شَاءَ صَامَ وَكَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ

(بخاری، مسلم)

اسلم شریف کی ایک روایت میں جو حضرت جابر سے مروی ہے اس طرح آیا ہے "انہ شرب بعد العصر کہ آپ نے نماز عصر کے بعد پانی نوش فرمایا۔"

اس عسفان "عین کی پیش، بعد میں سین اور فاء۔ یہ مکہ معظمہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔"

جہاں میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے۔

۱۷ مشہور یہ ہے کہ آپ مدینہ طیبہ سے دس رمضان کو نکلے۔ اور مکہ معظمہ میں بیس رمضان شریف کو پہنچے اور مکہ فتح کیا۔

۱۸ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک دونوں طرح پر ہے، روزہ رکھنا اور نہ رکھنا۔

۱۹ یعنی دونوں عمل برابر ہیں اور بندہ کو اس میں اختیار ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
الْكَلْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
اللَّهَ وَطَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ
الْصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ عَنِ الْمَسَافِرِ
وَعَنِ الْمَرْضِعِ وَالْحَبْلِيِّ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهَ.

حضرت انس بن مالک الکلبی سے روایت ہے (یہ صحابی حضرت انس بن مالک کے علاوہ میں) فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹیک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نماز کا ایک حصہ ساقط کر دیا ہے اور روزے کو مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے ذمہ سے ساقط کر دیا ہے۔

(اسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

۱۷ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرض نماز کا ایک حصہ مسافر سے ساقط کر دیا ہے کہ چار رکعت فرض کو دو کر دیا۔

۱۸ یعنی روزہ کی فرضیت اور وجوب کو مسافر پر سے ساقط کر دیا ہے۔ پھر دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے ذمہ سے روزہ کی فرضیت اس صورت میں ساقط ہے جب کہ بچے یا ان کی اپنی ذات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور دودھ پلانے والی سے مراد وہ عورت ہے جو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کی گئی ہو اور اس عقد اجرت کی وجہ سے اس پر دودھ پلانا لازم و ضروری ہو چکا ہو۔ باقی رہی بچے کی ماں تو اس پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے۔ اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو اسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ مگر اس صورت میں کہ بچے کا باپ تنگ دست ہو اور کرایہ پر دانی مہیا نہ کر سکتا ہو یا کرایہ پر دانی نہ ملتی ہو۔

حضرت سلمہ بن محجن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ایسی سواری ہو جو اسے سیری اور

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ مَحْجَنٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ

حَمُولَةً تَأْوِي إِلَى شَيْعٍ فَلْيَصِمُ
رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ -
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

آسانی کی حالت میں منزل تک پہنچا دے تو اسے رمضان
کا روزہ رکھنا چاہیے جہاں بھی اسے رمضان کا مہینہ پہنچے
(ابو داؤد شریف)

اسے مجتہد، سیم کی پیش، عاک کی زبر بامشد و زبردالی۔ آخر میں قاف۔ اور باکی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے لیکن محدثین
باکی زیر سے ہی پڑھتے ہیں آپ صحابی ہیں امام حسن بصری ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت سلمہ بن مجتہد کے بیٹے
حضرت سفان بن سلمہ جو بہادروں اور پہلوانوں میں سے ہیں اور چند غزوں میں شریک ہوئے وہ بھی صحابی ہیں۔
اس حدیث میں لفظ حمولۃ آیا ہے۔ عاک کی زبر سے وہ جانور جس پر بوجھ لاداجائے جیسے اونٹ اور گدھا وغیرہ یعنی
سواری کا جانور۔

اسے یا جہاں بھی وہ رمضان کا مہینہ پالے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسانی اور آسائش کی صورت میں سفر کے
اندر روزہ رکھنا چاہیے۔ اور صیغہ مذنب و استجاب پر مبنی ہے۔ ورنہ بحالت سفر روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ چاہے مشقت
نہ بھی ہو۔ اس پر علماء کا اجماع ہے پھر اس حدیث میں ان راویوں کی بنا پر جو ان کے اسناد میں واقع ہیں ان کے ضعیف
ہونے کی بنا پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اسے شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ
عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ
فَصَامَ حَتَّى يَلْتَمَ كُرَاعُ الْغَيْمِ
فَصَامَ النَّاسُ رَهَةً دَعَا بِعَدَجٍ
مِنْ تَمَّارٍ فَزَقَّعَهُ حَتَّى تَنَظَرَ
النَّاسُ إِلَيْهِ حَتَّى هَرَبَ فَبَقِيَ
لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إِثْرٌ بَعْضُ النَّاسِ
قَدْ صَامَ فَتَنَالُوا وَلِيْلَةَ الْعَصَاةِ
أَوَّلِيْلَةَ الْعَصَاةِ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال
رمضان کے مہینہ میں مکہ کی طرف نکلے۔ تو آپ نے
روزہ رکھا یہاں تک کہ آپ مقام کراع الغیم تک جا
پہنچے۔ اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ پھر آپ نے پانی
کا پیالہ منگوا یا اور اسے بلندی کی طرف اٹھایا یہاں تک کہ
اسے لوگوں نے دیکھا پھر آپ نے پیا تو آپ سے اس کے
بعد کہا گیا کہ بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے آپ
نے اس پر فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں، یہ لوگ
نافرمان ہیں۔

(مسلم شریف)

(بقیہ منسلک)

۱۵ کرامۃ الخمیمہ کاف کی پیش، راحمت خیمہ کی زیر سے۔ یہ جگہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان مقام عسفان سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۱۶ یعنی انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ توڑنے کے باوجود اپنے روزے نہیں توڑے یا انھوں نے دوسرے دن روزے رکھ لیے۔

۱۷ یعنی آپ نے تاکید اور زبردستید کے طور پر یہ الفاظ مکرر ارشاد فرمائے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی رخصت و اجازت کو قبول نہ کیا تھا۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ رخصتوں کے قبول کرنے کو پسند کرتا ہے۔ جس طرح وہ اپنی عطا کردہ عزیمتوں کو پسند کرتا ہے مگر وہ لوگ اس وجہ سے نافرمان قرار نہ دیے گئے کہ سفر میں روزہ رکھنا حرام تھا۔ جس طرح فرقہ ظاہریہ کا وہم و خیال ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے اس سفر میں سارا دن روزہ رکھا اور یہاں آکر توڑا۔ بلکہ ان کے نافرمان ہونے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی مخالفت تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں روزہ
رکھنے والا اس کی طرح ہے جو گھر میں
روزہ نہ رکھے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامِمٌ
رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُقِطِرِ
فِي الْحَضَرِ۔

(رواہ ابن ماجہ)

۱۸ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا اسی طرح ممنوع و ناجائز ہے جس طرح گھر میں روزہ نہ رکھنا ممنوع و ناجائز ہے۔ مگر یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ روزہ رکھنے میں نقصان پہنچے اور موت کا خوف ہو اور بعض حواشی میں مذکور ہے کہ ممانعت میں مشابہت و مساوات اس امر میں ہے کہ ایک رخصت کا تارک ہوا اور دوسرا عزیمت کا تارک بنا۔

حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی سے روایت ہے
بیک انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ تو مجھ پر گناہ تو
نہیں (روزہ رکھنے میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ روزہ نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے

وَعَنْ حَمَزَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ
الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اللَّهُ إِنِّي أَجِدُ فِي قُوَّةٍ عَلَى
الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ
جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِّنْ

رخصت و اجازت ہے جو اس رخصت کو اختیار کرتا ہے تو
اچھی بات ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرتا ہے تو اس
پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ أَخَذَ
بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ
يَتَصَوَّمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔

(دَوَاۓ مُنِيلٌ)

(مسلم شریف)

۱۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ اور اس کی طرف سے مہیا کردہ آسانی کو پیش رکھتے ہوئے اور اپنے عجز و ضعف
کو مد نظر رکھتے ہوئے جیسا کہ گذرا۔

۲۔ اس میں روزہ نہ رکھنے کی افضلیت کی جانب اشارہ ہے۔

بَابُ الْقَضَاءِ

قضا کا باب

ظاہر یہ ہے کہ قضا سے روزہ رمضان کی قضا مراد ہے۔ اور اگر اس سے عام روزہ مراد ہو تو بھی گنجائش ہے۔
رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی تین صورتیں ہیں۔ اور اگر معمول کر رہے نہ رکھا تو اس صورت میں نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ۔ اور
اگر وائسہ رمضان کا روزہ قضا کیا تو اس میں قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ گذشتہ ابواب میں اس کا حکم گذر چکا ہے اور اگر
کسی عذر مثلاً مرض یا سفر کی وجہ سے رمضان کا روزہ توڑ دیا تو اس صورت میں صرف قضا لازم ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں مجھ
پر رمضان کے روزوں کی قضا لازم ہوتی تھی تو میرے لیے
ان کی قضا کی گنجائش نہ ہوتی تھی مگر ماہ شعبان میں۔ یحییٰ بن سعید
کہتے ہیں حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے گنجائش نہ ملتی تھی یا میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے گنجائش نہ ملتی تھی

(بخاری، مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ
يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ
رَمَضَانَ مَتَا اسْتَطَيْعَ
أَقْبَى إِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَعْنِي الشُّعْلَ
مِنَ الْحَقِيقِ أَوْ بِالْقَبِي مَلَى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَشَقَّتِي عَلَيْهِ

۱۷ جو کہ عذر کی وجہ سے میرے ذمہ ہوتے تھے۔

۱۸ یعنی میں آخر سال تک ان کی قضا میں تاخیر کرتی تھی۔

۱۹ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شعبان کے سوا دوسرے مہینوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشغولی روزے کی قضا کرنے سے روکے رکھتی تھی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے صحبت و جماعت کے طلبگار رہتے تھے یا خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت کی خواہش رکھتی تھیں۔ اور شعبان کے مہینہ میں اکثر دن بلکہ سارا شعبان روزے رکھتے تھے۔ تو اس ماہ میں حضرت عائشہ کو فرصت ملتی تھی۔ جس میں آپ رمضان کے روزے قضا کرتی تھیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ لِلنَّسَاءِ أَنْ
تَصُومَ وَرَأْسَهُمَا شَاهِدًا إِلَّا
بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ
إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے
لیے حلال نہیں کہ وہ روزے رکھے جب کہ اس کا خاوند گھر پر
موجود ہو مگر اس کی اجازت ملے۔ اسی طرح کسی عورت کے لیے
جائز نہیں کہ وہ اپنے مرد کے گھر میں کسی مرد کو گھسنے کی اجازت
دے مگر اپنے خاوند کی اجازت ملے۔

(رواہ مسلم)

(مسلم شریف)

۱۷ حدیث کی عبارت شامل ہے۔ اس حدیث کو بھی کہ عورت بلا اجازت روزہ رکھے ہی نہ یا اگر رکھے تو توڑ دے۔ البتہ
رکھ کر توڑنے کی صورت میں قضا کرے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کا مذہب ہے۔ جو ان کے موافق ہیں۔ کہ ان کا مذہب یہ ہے
کہ اگر نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس کی قضا لازم ہے۔ اس بنا پر اس حدیث کا اس باب میں لانا درست ہو گا یا ترجمہ باب میں
قضا روزہ سے جوڑا یا عداً قضا مراد ہے یعنی قضا لازم آتی ہے یا لازم نہیں آتی۔ اس حدیث میں یہ حدیث امام شافعی اور
ان لوگوں کے موافق ہو گی جو اس کی قضا کو لازم تسلیم نہیں کرتے۔ اسے سمجھو۔

۱۸ اگرچہ عورت کا عرم ہی کیوں نہ ہو۔

وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ
إِذَا قَالَتْ يَغَايِشًا مَا بَانَ
الْحَائِضُ تَقْضَى الصَّوْمُ وَلَا
تَقْضَى الصَّلَاةُ قَالَتْ عَائِشَةُ
كَانَ يُصَيِّبُنَا ذَلِكَ فَصُومُوا

حضرت معاذۃ العدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے بے شک اس خاتون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے کہا کیا وجہ ہے۔ کہ حیض والی عورت روزے قضا
کرتی ہے مگر نماز قضا نہیں کرتی۔ حضرت عائشہ نے
فرمایا ہم پر حیض کا وقت آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضا

يَقْتَضِيهِ الصَّوْمُ وَلَا تُؤْمَرُ
بِقَضَائِهِ الصَّلَاةُ -

عکم دیا جاتا تھا۔ نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا
جاءت

(رَوَاةٌ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

۱۔ حضرت معاذہ مدویہ ثقہ تابعی خاتون ہیں ان کی کنیت ام الفضلہ تھیں۔

۲۔ حالانکہ دونوں فرض ہیں اور دونوں عذر کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں۔

۳۔ یعنی یہ ایک شرعی حکم ہے جس کا شارع علیہ السلام نے حکم صادر فرمایا ہے اس کی وجہ اور علت دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگرچہ ممکن ہے کہ اس کی یہ وجہ بیان کی جائے کہ قضا نے نماز میں بڑا حرج اور بڑی مشقت ہے اس وجہ سے اس کی قضا واجب نہیں۔ لیکن حضرت عائشہ نے یہ وجہ بیان نہ کی بلکہ گفتگو کا راستہ ہی بند کر دیا۔ شاید حضرت عائشہ نے یہ کہا ہو کہ ہمارے لیے کوئی مشقت اور حرج نہیں ہے۔ اور آپ نے اس جانب اشارہ کیا ہو کہ ہمیں احکام شرع میں علت و وجہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شارع علیہ السلام کا حکم ہے وہ جو فرمائے کرنا چاہیے (علت و وجہ دریافت نہ کرنا چاہیے)۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَ عَكَيْهِ صَوْمٌ

صَامَ عَنْهُ وَ لَيْتَهُ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

زمانی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو

شخص اس حال میں مرا کہ اس کے ذمہ روزے تھے

تو اس کی طرف سے اس کا ولی اور وارث روزے رکھے۔

(بخاری، مسلم)

۱۔ ماضی ہو کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں ایک گروہ اس جانب گیا ہے۔ کہ جائز ہے کہ اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے۔ امام احمد اس قول کے قائل ہیں۔ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ مرنے والے کے ولی کو اس کی طرف سے روزہ رکھنے یا کھانا کھلانے کا اختیار ہے۔ اور جمہور علماء اس پر ہیں۔ کہ ولی کے لیے کھانا کھلانا جائز و متعین ہے۔ اور اس کھانے کو فدیہ کہتے ہیں اسی کے قائل ہیں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے اکثر اصحاب کے نزدیک امام شافعی کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول کے مطابق امام شافعی بھی۔ پس احناف کے نزدیک اگر وہ میت وصیت کر گیا ہے اور اس کے ترکہ سے تہائی حصہ مال لیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وصیت کی ہو یا نہ کی ہو کل مال سے وہ فدیہ لیا جائے گا اور انھوں نے یہ تاویل کی ہے کہ ولی کے روزہ رکھنے سے ولی کا کھانا دینا اور کفارہ ادا کرنا مراد ہے مگر یہ تاویل بعید ہے لہذا یہ کہ دوسرے دلائل سے

ثابت ہو جائے کہ فدیہ واجب ہے روزہ درست نہیں ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ
حَيَّامٌ شَهْرٌ رَمَضَانَ فَلْيُطْعَمْ
عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ.
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ
وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مَوْفُوْءٌ
عَلَى ابْنِ عُمَرَ.

حضرت تافع سے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم
سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے
ذمہ رمضان کے روزے تھے تو اس کی طرف سے
ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ
صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر پر
موقوف ہے۔

اسے مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ کفارے کا معین اندازہ شارع علیہ السلام سے
سننے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ أَنَّ ابْنَ
عُمَرَ كَانَ يُسْأَلُ هَلْ يَصُومُ
أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ أَوْ يَصِلِي
أَحَدًا عَنْ أَحَدٍ -
(تَدَاؤًا فِي الْمَوْجَلِ)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہیں یہ روایت پہنچی کہ بیشک ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
دیا فتنہ کیا جاتا تھا کہ کیا انسان دوسرے کی طرف سے
روزہ رکھ سکتا ہے اور کیا ایک انسان دوسرے کی طرف سے نماز ادا
کر سکتا ہے قناب جواب میں فرمایا کرتے تھے نہ بندہ دوسرے کی
جانب سے روزہ رکھ سکتا ہے نہ دوسرے کی طرف سے نماز
پڑھ سکتا ہے (موطا امام مالک)

اسے یعنی وہ نماز و روزہ جو دوسرے کے ذمہ ہوتا ہے۔ البتہ روزہ رکھ کر اور نماز پڑھ کر اس کا ثواب دوسرے کو بخشے ہیں
اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ثواب بخشا جائز و روا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ

نفل روزوں کا باب

تطوع، طوع سے مشتق ہے بمعنی طاعت و فرمانبرداری کرنا، امام نورسیتی نے کہا تطوع کا معنی ہے توانائی ظاہر کرنا اور جو عبادت فرض نہیں اسے بجالانا۔ اور نفل عبادت کو اس لیے تطوع کہتے ہیں کہ بندہ اپنی طرف سے فرمانبرداری ظاہر کرتا اور طاعت بجالاتا ہے۔ بغیر اس کے شارع علیہ السلام نے اسے اس عبادت کا مکلف کیا ہو۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لگاتار روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ اب روزے ترک نہ کریں گے۔ اور آپ روزے رکھنا اس طرح ترک کر دیتے تھے کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ اب روزے نہ رکھیں گے اور آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیٹے کے پورے روزے نہ رکھتے تھے موائے رمضان کے۔ اور نہ دیکھا آپ کو میں نے کہ شعبان کے سوا کسی بیٹے میں زیادہ روزے رکھتے ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ سارا شعبان روزے رکھتے تھے اور آپ شعبان کے بغیر روزے رکھتے مگر غلوڑے دن تک۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى يَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ لَا يَصُومُ وَ مَا دَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرِ قَطٍّ إِلَّا رَمَعَانِ وَ مَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرِ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِي شَعْبَانَ وَ فِي رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا

(متفق علیہ)

(بخاری، مسلم)

اسے یہاں حدیث میں واقع لفظ نقول تا فو قانیر سے بھی ایک روایت ہے یعنی اسے مطالب یہاں تک کہ ہم کہتے ہیں پر مجبور ہو جاتے کہ اب روزہ نہ چھوڑیں گے۔ الی آخرہ۔ مقصود یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ نفل روزہ

رکھنے میں ہمیشگی اور دوام و استمرار نہ تھا۔ چنانچہ کبھی تو آپ مسلسل رکھتے تھے یہاں تک کہ لوگ یہ گمان کر لیتے تھے کہ آپ کبھی افطار نہ کریں گے۔ اور کبھی آپ روزے رکھنا ترک کر دیتے تھے۔ کہ لوگوں کا یہ گمان مہربانا تھا کہ آپ روزے نہ رکھیں گے۔

۱۷ یعنی جس کثرت سے آپ شعبان میں روزے رکھتے کسی اور مہینے میں نہ رکھتے جیسا کہ آگے فرمایا۔
 ۱۸ اور جب کہ سارا شعبان روزے رکھتے ہیں: بایں طور مبالغہ ہے کہ اکثر کوکل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے اصل حقیقت بیان کرنے کے لیے اس کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ کَانَ تَصُومُ شَعْبَانَ اَلْاَقْلِيْلَ بعض علماء فرماتے ہیں عبارت کا معنی یہ ہے کہ کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورا شعبان روزے رکھتے تھے اور کبھی اس کے اکثر دن روزہ دار رہتے تھے۔ یہ معنی زیادہ بہتر ہیں خصوصاً اس روایت کے پیش نظر جس میں کَانَ لَيُصِومُ شَعْبَانَ اَلْاَقْلِيْلَ میں کَانَ سے پہلے لفظ اَوْدَا آیا ہے۔ اسے سمجھ لے۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتی کہ آپ نے رمضان شریف کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں۔ اور نہ آپ پر کوئی ایسا مہینہ گذرا جس میں آپ نے کوئی روزہ نہ رکھا ہو یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (مسلم شریف)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا حِلْمَتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ اِلَّا رَمَضَانَ وَ لَا أَفْطَرَكَ كُلَّهُ حَتَّى يَصُومَ حَتَّى مَضَى لَيْلِيْلِهِ۔
 (رواۃ مسلم)

۱۹ آپ کبار تابعین اہل ان کے ثقہ حضرات میں سے ہیں۔
 ۲۰ یعنی رمضان شریف کے علاوہ آپ پر کوئی ایسا مہینہ نہ گذرا جس میں آپ نے کوئی روزہ نہ رکھا ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مہینہ گذرا جس کے آپ نے پورے روزے رکھے ہوں۔

۲۱ عَنِّي مَضَى لَيْلِيْلِهِ۔ یعنی یہاں تک کہ آپ اپنے راستے پر سے گذر گئے ان الفاظ میں آپ کے وصال مبارک کی طرف اشارہ ہے اور اس جانب بھی اشارہ ہے کہ آپ کا دنیا میں مہونا اور مٹھنا محض ادائے رسالت اور تبلیغ احکام کے لیے تھا۔ اور یہ کہ آپ کی سعی و کوشش ہمیشہ راہِ آخرت میں ہوتی تھی۔ اور آپ کی پوری توجہ عالمِ آخرت کی طرف رہی۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا کام مکمل کرتے ہی آخرت کی جانب رخ کر لیا اور وصال فرما گئے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ
رَجُلًا وَاعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ
يَا أَبَا قَلْبٍ أَمَا صُمْتَ مِنْ
سَدْرِ شُعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ
فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران
بن حصین سے سوال کیا یا کسی اور شخص سے سوال کیا
اور عمران بن حصین سُن رہے تھے حضورؐ نے فرمایا،
اے ابو قلاب کیا تو نے آخر شعبان کو روزہ نہیں رکھا
اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو جب رمضان کے
روزوں سے فارغ ہو جائے تو دو دن روزے رکھنا
(بخاری و مسلم)

۱۔ حصین (ع) کی پیش، ”ما“ کی زبر، آپ مشہور صحابی ہیں۔ بیس سال بسترِ علالت پر رہے فرشتے آپ کی
زیارت اور آپ کو سلام کہنے کے لیے آتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک بار آپ نے زخم کا داغ جلا ڈالا۔ (داغنے سے اس کا
علاج کیا) تو فرشتوں کے دیکھنے سے محبوب ہو گئے۔

۲۔ اس صورتِ حال میں شک کا بیان ہے بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال یہ ہے کہ ”فقال یا
ابانفلان الی آخوہ اور ابو قلاب اس کی کینت کی جانب اشارہ ہے۔ جیسے ابو محمد یا ابو عبد اللہ اور آپ نے انھیں ان کی
مخصوص کینت سے بلایا جس طرح اکثر اوقات جب کسی کو بلانا ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں اے قلاب، اے قلاب یا ان کی کوئی
کینت نہ تھی اس لیے مطلق کینت (ابو قلاب) کے لفظ سے ان کا ذکر کیا گیا۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی
مخصوص کینت کے ساتھ پکارا تھا۔ مگر راوی کو وہ کینت بھول گئی۔ واللہ اعلم۔

۳۔ گویا اس شخص نے دو دن کے روزوں کی نذرمان رکھی تھی۔ یا مہینے کے آخر میں دو دن روزے رکھنا ان کی
عادت تھی۔ اور جب اس صحابی نے رمضان سے ایک دو دن پہلے روزے رکھنے سے ممانعت کا سنا جیسا کہ باب
”روتیہ الہلال“ کی فصلِ اول میں گذرا تو وہ تندر یا عادت کے روزے سے رک گئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے بیان فرمایا کہ روزہ تندر یا عادت والا ممنوع نہیں ہے۔ وہ رکھ لینا چاہیے۔ اور اگر وہ روزہ فوت ہو جائے تو
اس کی قصا کرنی چاہیے۔

پھر یہاں حدیث میں لفظ ”سدر“ آیا ہے۔ (سین کی زبر، ”را“ کی زیر سے) اور بعض نے سین کی پیش اور راک کی
زبر سے بھی پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہے مہینے کا اول حصہ یا درمیانہ اور آخری حصہ جیسا کہ قاموس میں مذکور ہے پھر
بعض نے کہا یہاں بمعنی اول یا وسط (درمیانہ) ہے۔ کیونکہ شعبان کے آخری دن کی ہنسی تو آچکی ہے۔ مگر اس بارے میں

تحقیق یہ ہے کہ سرسرا سرار مہینے کے ان آخری دو دنوں کو کہتے ہیں جن کی راتوں کو چاند دکھائی نہیں دیتا بلکہ روپوش رہتا ہے۔ اور اس کی تاویل و توجیہ دی ہے جو بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔ اور فرض کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز (تہجد) ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ (تَدَاة مَسْلَم)

(مسلم شریف)

۱۔ بعض نے کہا ماہِ محرم سے عاشوراء کا روزہ مراد ہے۔ کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اور اس کی موید یہ حدیث جو روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آگے آرہی ہے۔ اور اضافت و نسبت (یعنی اللہ کا مہینہ) اس کی عظمت شان کے اظہار کے لیے ہے۔ تخصیص کی بنا پر نہیں ہے (یعنی یہ مطلب نہیں کہ صرف محرم ہی اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے) اور محرم سے محرم کا سارا مہینہ مراد لیا جائے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اشرف و افضل ماہِ محرم ہے تو پھر آپ سارا شعبان یا اکثر شعبان کے روزے کیوں رکھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شعبان کی افضلیت اعراس میں جاںِ ظاہر ہوئی۔ یا ماہِ محرم کے روزوں میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو چکی تھی۔

۲۔ نماز تہجد کی افضلیت اس میں مشقت و ریاضت اور وجودِ اخلاص کی بنا پر ہے۔ باقی رہیں ہو مکہ مستقیم اس ترتیب کے ساتھ جو ان میں ہے جیسا کہ حنفیہ رحمہم اللہ کے مذہبِ مہذب میں ادا اکثر شافعیہ کے نزدیک ہے کہ ان کی بھی بڑی تاکید آئی ہے۔ تو اس افضلیت کا تہجد کی افضلیت سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ پھر نوافل اور سننِ ہو مکہ کے وہ بیان افضلیت کا تفصیلی بیان شرح (عربی) میں کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔

روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی روزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس کی فضیلت دوسرے پر ہو۔ مگر اس دن کو یعنی عاشوراء کے دن کو اور اس ماہِ مبارک رمضان کو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَذِي صِيَامَ يَوْمٍ فَضْلَةً عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَ هَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری، مسلم)

۱۔ یعنی وہ دن فضیلت رکھتا ہو یا اس دن کا روزہ فضیلت رکھتا ہو۔ یاد رہے یہاں حدیث میں لفظ تحریری وارد ہوا ہے جس کا معنی ہے قصد کرنا اور ایسی چیز طلب کرنا۔ جو ظن غالب میں زیادہ مناسب اور بہتر ہو۔ عاشوراء محرم کے دسویں دن کا نام ہے۔ بعض کا یہ دہم ہے کہ عاشوراء محرم کے نویں دن کو کہتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے اس دہم اور غلطی دونوں کی وجہ شرح میں مذکور ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ عاشوراء کے روزہ کی فضیلت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فہم و سمجھ سے تعلق رکھتی ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال و حال سے ایسا ہی سمجھا۔ اور پادرنہ عرفہ کا دن عاشوراء کے دن سے افضل ہے۔ بلکہ جمعہ کے علاوہ باقی تمام دنوں سے افضل ہے۔ کیونکہ عرفہ اور جمعہ کی ایک دوسرے پر فضیلت میں اختلاف ہے۔ اور بلاشبہ یہ بھی روایات میں وارد ہوا ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور نویں ذوالحجہ (عرفہ) کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ يَحِينَ صَامَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَوْمٌ
يُعْظِمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بَقِيتُ
إِلَى قَائِلٍ لَا ضَوْمَ الْقَائِمِ.

(رواہ مسلم)

(مسلم شریف)

۱۔ یعنی محرم کی صرف نویں تاریخ کو یا نویں اور دسویں دونوں تاریخوں کو روزہ رکھوں گا۔ دوسرا معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں اہل کتاب سے مخالفت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ محرم تک دنیا میں تشریف فرما نہ رہے۔ بلکہ اسی سال کے ماہ ربیع الاول شریف میں وصال فرما گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ محرم کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنا سنت ہے۔ لہذا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ نہ رکھ سکے۔ مگر آپ نے اس کا ارادہ کر لیا تھا۔ پھر محرم شریف کے روزوں کے تین مرتبے ہیں سب سے افضل مرتبہ یہ ہے کہ محرم کی نویں دسویں اور گیارہویں تینوں تاریخوں کو روزہ رکھے۔ امام احمد کی حدیث میں اسی طرح آیا ہے اور محدث بزار نے حضرت ابن عباس سے نویں دسویں کا اور صرف دسویں کا روزہ بھی روایت کیا ہے۔

وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ
الْحَارِثِ بْنِ كَثَامٍ تَمَّارًا
عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صِيَامِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ
صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ
بِصَائِمٍ فَأَسَلْتُ إِلَيْهِ
يَقْدَحُ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى
بَعِيرٍ يَدْفَعُهُ فَشَرِبَهُ.

حادث کی بیٹی ام الفضل رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس اس امر
میں شک کیا اور جھگڑا کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے عرفہ کے دن رزق ذوالحجہ کو روزہ رکھا
ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا آپ نے روزہ رکھا ہے
بعض نے کہا نہیں رکھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں (یہ جھگڑا سن کر) میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اللہ میں دودھ کا
ایک پیالہ ارسال کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عرفہ میں اپنے اونٹ پر سوار تھے تو آپ نے
وہ دودھ پی لیا۔

(بخاری، مسلم)

سہ حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ ان کا نام لبا ہے آپ
ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہم شیرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ام الفضل سے مشہور
ہیں اور ان کی یہ کنیت ہے۔

سہ اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے روزہ نہ رکھا ہوا تھا۔ ایسا ہی عمل حضرت ابو بکر صدیق حضرت فاروق اعظم
رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے نہ میں اس دن روزہ رکھتا ہوں اور نہ کسی کو منع
کرتا ہوں۔ سلف صالحین بھی اسی پر ہیں کہ میدان عرفات میں کھڑے ہونے والوں کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ
عرفات میں کھڑے رہنے اور دعا کرنے کی قوت و طاقت ان میں بحال رہے۔

بعض اہل علم سے منقول ہے کہ انھوں نے عرفات میں روزہ رکھا ہے ظاہر یہ ہے کہ اس بارے میں اختلاف
حالات اور کمزوری و طاقت کے اختلاف کی بنا پر رہا ہے۔ اور بے شک عرفہ کے دن کے روزے میں اعادة و بارو
ہوتی ہیں کہ یہ روزہ سال گذشتہ اور سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے خلاصہ کلام یہ ہے
کہ عرفہ کے دن کا روزہ حاجیوں کے سوا دوسرے لوگوں کے لیے مستحب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي
الْعَشْرِ قَطْرًا.

دوا لہجہ کے دس دنوں میں کبھی روزہ رکھتے
نہیں دیکھا ہے

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

اے واضح ہو کہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان آیام میں روزہ رکھنے کی فضیلت میں احادیث وارد ہو چکی ہیں اور ان دنوں میں مطلق عمل کی فضیلت میں بھی احادیث آئی ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ دوا لہجہ شریف کے دس دنوں سے کوئی دن افضل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دنوں میں روزہ رکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ان کے مخالف نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ اپنی دانست کے مطابق خبر دے رہی ہیں۔ اور فرماری ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان دنوں میں روزہ رکھے ہوئے نہیں دیکھا۔ شاید حضرت عائشہ کو آپ کے روزہ رکھنے کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دنوں میں کوئی مانع درپیش آیا ہو جیسے سفر یا بیماری یا پھر کوئی اور عارضہ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور عرض کیا آپ کس طرح روزہ رکھتے ہیں اس کی اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا غصہ دیکھا۔ تو کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوئے۔ اور اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کے غضب و غصہ سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ کا تکرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ شخص کیسا ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے نہ روزہ رکھا نہ روزہ افطار کیا۔ یا آپ نے فرمایا: "لَمْ يَصُومُوا وَلَوْ"

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَكَيْفَ تَصُومُ فَقَضَيْتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ فَلَمَّا رَأَى - هَمَزَ غَضَبَهُ قَالَ رَضِينَا يَا اللَّهُ رَبَّنَا وَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا كَعُودُ يَا اللَّهُ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَ كَغَضَبِ رَسُولِهِ فَجَعَلَ عَمْرٌ يَدُودُ هَذَا الْكَلَامَ حَتَّى سَكَنَ غَضَبُهُ فَقَالَ عَمْرٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ الدَّاهِرَ كُلَّهُ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَ لَمْ

يُفْطِرُ قَالَ كَيْفَ مَنْ تَصُومُ
يَوْمَيْنِ وَ يُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ
وَ يُطِيقُ ذَلِكَ أَحَدًا قَالَ كَيْفَ
مَنْ تَصُومُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ
يَوْمَيْنِ قَالَ مَرَدَدْتُ إِلَى
طَرَفَتِ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثَلَاثُ مِثْقَالٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَ رَمَضَانَ
إِلَى رَمَضَانَ فَهَذَا صِيَامُ الدَّاهِرِ
كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمٍ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ
عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكْفِرَ السَّنَةَ
الَّتِي قَبْلَهُ وَ السَّنَةَ الَّتِي
بَعْدَهُ وَ صِيَامُ يَوْمٍ عَاشُورَاءَ
أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكْفِرَ
السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یُفْطِرُ یعنی مضارع بلم کے صیغہ سے بیان فرمایا۔
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ شخص کیسا ہے جو دو
دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے۔ آپ نے فرمایا
کیا کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے کہا وہ شخص کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور ایک
دن روزہ نہ رکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
وہ شخص کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن روزہ
نہ رکھے۔ فرمایا یہ بات مجھے اچھی لگتی ہے کہ اس کی طاقت
وقت ملا کر دی جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا براہ میں تین روزے اور ایک رمضان سے دس
رمضان تک روزے (کافی اور بہترین) اور ہمیشہ روزہ
رکھنے کی طرح ہیں۔ اور عرفہ کے دن کا روزہ تو اللہ تعالیٰ پر
میرا لگنا ہے کہ وہ گزشتہ ایک سال اور آئے سال ایک
سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ اور عاشورہ کا روزہ
تو اللہ تعالیٰ پر لگنا ہے کہ وہ اسے گزشتہ ایک سال
کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے (مسلم شریف)

۱۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ کرام میں سے ہیں۔

۲۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص اور اس کے یہ دریافت کرنے پر کہ اے اللہ کے نبی آپ کس طرح روزہ رکھتے
ہیں کیونکہ سوال کا حق یہ تھا کہ وہ اپنے حال کے بارے میں یوں سوال کرتا کہ میں کس طرح روزہ رکھوں۔ تاکہ آپ اس کو اس کے
حال کے مطابق جواب ارشاد فرماتے۔ یہ یہ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے متعلق سوال کرے۔ کہ آپ کس طرح روزہ
رکھتے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے کم یا زیادہ ہونے میں ایسے اسرار و رموز اور مصالح و مفاسد ہیں، جو
دوسروں کے حال سے مناسبت نہیں رکھتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مسلمانوں کے مصالح، ازواج و مطہرات اور
مہانوں کے حقوق میں مشغول و معروف رہتے تھے۔

۳۔ ان کلمات کی شرح کتاب الایمان میں ذکر ہو چکی ہے۔

۱۵۰ یعنی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی سوال کیا۔ جو اس شخص سے کیا تھا۔ مگر تفصیل سے اور ادب و نیاز کے انداز میں۔

۱۵۱ اس کا روزہ رکھنا تو ظاہر ہے البتہ روزہ نہ رکھنے کی توجیہ و تاویل میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا روزہ رکھنے کا مطلب ہے اس نے سنت کی مخالفت کی۔ جو روزہ اور اس کے اجر و ثواب میں نقص و عیب کا موجب ہے۔ بعض نے کہا چونکہ یہ صورت ممنوع دنوں میں بھی روزہ رکھنے کو شامل و مستلزم ہے۔ اس لیے اس نے روزہ رکھنے کے باوجود گویا روزہ نہ رکھا۔ بعض نے یہ کہا یہ صورت چونکہ اس شخص کے اپنے آپ کو نقصان زدہ کرنے، مشقت میں پڑنے، اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے، جلاوسے عاجز بننے اور دوسرے حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ اس لیے اس کا روزہ رکھنا نہ رکھنے کے مترادف ہے۔ ان توجیہات کے مطابق یہ بھی اس شخص کے ساتھ مخصوص ہو گئی۔ جو ممنوع آیام میں بھی روزہ رکھے۔ نیز اس شخص کے ساتھ مخصوص ہو گئی جسے ضرر و نقصان اور ضعف و کمزوری لاحق ہوتی ہو۔ اسی لیے ائمہ کرام کی ایک جماعت ہمیشہ روزہ رکھنے کے حجاز کی جانب گئی ہے۔ اس شخص کے بارے میں جس کی حالت اس کے خلاف ہوان کی دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام جیسے حضرت ابطلحہ انصاری، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس عمل پر قائم رہنے دیا۔ منع نہ فرمایا۔ پھر یہی عمل بہت سے تابعین و غیر ہم سے بھی منقول ہے۔ بعض نے کہا آپ نے یہ اس شخص کے لیے فرمایا جو اس کی عادت بنالے۔ اور ہمیشہ روزہ رکھنے کا خوگر ہو جائے۔ یہاں تک کہ روزے کا عادی ہو جانے کے باعث مشقت و ریاضت کا معنی زائل ہو جائے۔ جس پر اجر و ثواب کا دار و مدار ہے۔ اور جو روزہ کے مشروع ہونے کا مقصد ہے یہ وجہ، اس وجہ اقل کے برعکس ہے جس میں بیان ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ تکالیف و مشقت میں پڑ جائے گا واللہ اعلم۔

۱۵۲ کہ یہ صورت بھی مشکل و دشوار ہے اور اس میں بھی بڑی مشقت ہے اس کلام کی غرض و غایت بھی یہ ہے کہ بندے کو اس صورت کے قبول و رضا سے دھمکھا جائے۔ پھر اس کلام شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے روزے کے قبول نہ ہونے کی وجہ مشقت و تکلیف میں پڑنا ہے۔

۱۵۳ کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے اس روزہ میں ایک درجہ فضیلت و کمال ہے کہ اس میں ایک گونہ میانہ روی اور اعتدال پایا جاتا ہے۔ تاہم اس میں بھی مشقت و کلفت پائی جاتی ہے جیسا کہ اسلوب حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱۵۴ اور میرے لیے اداۓ حقوق و مصالح و ذمہ داریوں سے مانع نہ بنے۔ اس عبارت میں اس جانب اشارہ ہے۔ اس کی بھی مجھ میں طاقت نہیں اور اسے بھی میری طبیعت برداشت نہیں کرتی۔ اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی طاقت و بہت عطا کر دے اس کلام مبارک سے بھی غرض اس صورت کو طبع انسانی سے دور رکھنا اور اس کا رد کرنا ہے۔

۹۹ یعنی یہ صورت بہتر و مناسب اور کافی ہے۔ کہ بندہ ہر مہینے میں تین روزے رکھے۔ اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور حدیث کے الفاظ "ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک" اس تاکید کے لیے ہیں کہ بندہ ہمیشہ ہر رمضان کے روزے رکھے اور اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ اس طرح روزے رکھنے والے کا روزہ گویا ہمیشہ کالگاتار روزہ ہے جیسا کہ آگے فرمایا "فہذا صیام الدھر کلہ" کہ یہ گویا ساری عمر کا روزہ ہے۔

۱۰۰ "بھے اللہ تعالیٰ پر گمان ہے" کا مطلب ہے مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اعتماد ہے کہ اس سے وہ میرے گزشتہ سال کے گناہ بھی بخش دے گا۔ یعنی جو گناہ اس نے اس سال کے اندر کیے اور آنے والے سال کے گناہ بھی یعنی آنے والے سال کے گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔ یا اگر بالفرض آنے والے سال میں گناہ سرزد ہو گئے تو ان روزوں کی برکت سے وہ بھی بخش دے گا۔

۱۰۱ یعنی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزے کے طفیل گزشتہ سال کے گناہ بھی بخش دے گا۔ علمائے کرام نے کہا ہے کہ عرفہ کے روزہ کو عاشورا کے روزہ پر اس وجہ سے فضیلت حاصل ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ہے۔ بخلاف یوم عاشورا کے روزہ کے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا روزہ ہے۔ (جسے اس شریعت میں بھی برقرار رکھا گیا ہے)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اسی دن پیدا ہوا ہوں۔ اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی

(مسلم شریف)

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ صَوْمِ الْإِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ

وَلِدَتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ.

(رواہ مسلم)

۱۰۲ یہاں اس امر کا احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے سبب یا پیر کے دن روزہ رکھنے کے استحباب کے سبب کے بارے میں سوال کیا گیا ہو گا۔ دونوں صورتوں میں اس دن روزہ رکھنے کا سبب باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک اور دین و شریعت کی نعمت کے شکرانے کو قرار دیا گیا ہے۔

حضرت معاذہ مدنیہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ فرمایا

وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ

أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَمَّا كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ
لَهَا مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ
يَصُومُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يَبَايُ
مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُومُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہاں۔ میں نے پوچھا مہینہ کے کن دنوں
میں یہ روزے آپ رکھتے تھے؟ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا آپ اس
بات کی پروا نہ کرتے تھے کہ مہینہ میں کس کس دن
روزہ رکھیں۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھنے جس دن بھی ہوں کفایت کرتے ہیں تیرہویں
چودھویں پندرہویں کے دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ تاہم اکثر احادیث و آثار ان ہی تین تاریخوں کے بارے میں وارد ہیں۔
لہذا ان تاریخوں میں روزہ رکھنا زیادہ محبوب و افضل ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر ماہ میں کوئی سے تین روزے
رکھ لے۔ کہ یہ طریقہ بھی سلف سے منقول ہے۔ یہاں کل دس قول ہیں۔ جن کو میں نے شرح (عربی) میں
بیان کر دیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ
أَنَّهُ حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ
سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ
الدَّهْرِ.

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
رمضان شریف کے روزے رکھے پھر اس کے بعد
اس کے پیچھے چھ روزے شوال کے رکھے وہ اس
طرح ہے جیسے اس نے ساری زندگی روزے رکھے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب
مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے انھیں کے گھر رونق افروز ہوئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دن روزہ رکھنے
سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ
يَوْمِ الْفِطْرِ وَالْأَحِيرِ.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری، مسلم)

اس حدیث مخالفت تمام ائمہ فقہ کے نزدیک متفق علیہ امر ہے۔ پھر اکثر ائمہ کے نزدیک اس دن نذر کار روزہ رکھنا بھی

منع ہے۔ ہم اضاف کے نزدیک نذر جائز ہے مگر اسے کسی دوسرے دن قضا کر لینا چاہیے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ایک عید الفطر کے دن دوسرے عید قربان کے دن

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى .

(بخاری، مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سہ اور ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھنا حقیقت میں ان کے اندر رکھنا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق

اصول فقہ میں ہو چکی ہے۔

حضرت نبیشہ البہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تشریق کے دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔

وَعَنْ نُبَيْشَةَ الْبَهْذَلِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشَرَبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ .

(مسلم شریف)

(دَوَاكُ مُسْلِمٌ)

سہ نبیشہ۔ نون کی پیش، باگی زبر، یا ساکن سے۔ بہذلی۔ ذال کی پیش، ذال کی زبر۔ یہ تہ کہ بن مدرکہ بن الیاس کی طرف نسبت ہے۔ آپ صحابی ہیں آپ کو نبیشہ الخیر کہتے ہیں۔

سہ ایام تشریق ذوالحجہ کے تین دن میں یعنی گیارہواں، بارہواں، تیرہواں دن ان دنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی کے دن بھی کہتے ہیں تشریق کا معنی سختی میں گوشت خشک کرنے کا ہے۔ عرب لوگ ان دنوں میں گوشت خشک کرتے تھے۔ اسی طرح قربانی کا جانور سورج طلوع ہونے کے ساتھ کھاتے ہیں۔ تشریق کا معنی سورج چمکنے کا بھی آتا ہے۔

سہ یعنی کھانے پینے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل بھی ہو نہیں سکتے جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا اذکروا اللہ فی ایام معدودات یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کر دو گنتی کے دنوں میں۔ مفسرین نے ذکر اللہ کی تفسیر فرض نماز کے بعد تکبیرات تشریق، جانور ذبح کرنے کے وقت تکبیر کہنے اور کنکریاں مارنے وغیرہ سے کی ہے جیسا کہ کتاب الحج میں آ رہا ہے۔

حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ
قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ
رکھے مگر اس طرح کہ اس سے ایک دن پہلے یا
ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔

(بخاری، مسلم)

اس یعنی جمعہ کا تہا روزہ نہ رکھے۔ بلکہ ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ بھی رکھے۔ اور اگر جمعہ کے ساتھ جمعرات اور
ہفتہ دونوں دنوں کا رکھے تو بہتر ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَجْتَصُّوْا كَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ
مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَا تَجْتَصُّوْا
يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ
إِلَّا أَنْ تَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ
أَحَدُكُمْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
شب بیداری کے لیے جمعہ کی رات کو مخصوص نہ کرو
اور روزہ رکھنے کے لیے دنوں میں سے صرف جمعہ
کے دن کو خاص نہ کرو۔ مگر اس صورت میں کہ تم
میں سے کوئی شخص ہمیشہ سے اس تاریخ کو
روزہ رکھتا ہو۔

(دَوَاةُ مُسْلِمٍ)

(مسلم شریف)

اس یعنی تدریجاً عادت کی بنا پر صرف جمعہ کا روزہ رکھے۔ مثلاً ایک شخص ہمیشہ دسویں یا گیارہویں تاریخ روزہ رکھنے
کا عادی ہے۔ یا روزہ نہ رکھنے کا دن اتفاقاً جمعہ آگیا تو اس صورت میں تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنا منع نہیں۔
واضح ہو کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت میں حدیث صحیح آچکی ہے۔ اس ممانعت کی تاویل و توجیہ میں
علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ ان سب اقوال کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا موجب ہے۔ شرح (عربی) میں وہ سب اقوال
تفصیل سے بیان کر دیے گئے ہیں ان مذکورہ وجوہ تاویل میں سے زیادہ قریب یہ ہے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنے میں
یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ کہ وہ ایک معین و مقرر دن کی تعظیم کرتے اور عبادت و طاعت سے
خاص کہتے ہیں جیسے یہودی ہفتہ کے دن کو اور نصاریٰ التوار کے دن کو ماسوائے اس تعظیم و تخصیص کے جو شرع میں
نہایت وارد ہے۔ اور ان گمراہ قوموں کے ساتھ اس میں مشابہت کا وہم بھی نہیں ہے۔ کہ ایسی تعظیم ہماری شریعت
میں بھی جائز ہے۔ ہمیں از خود کسی چیز کی تعظیم و توقیر و تخصیص کرنے کی اجازت نہیں جیسا کہ علماء نے کیا ہے۔

بندۂ ضعیف (عبدالحق) اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے کہتا ہے کہ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ
تمام اوقات عبادت و طاعت میں مصروف رہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی رحمتوں کے جھونکوں کے سامنے کھڑا رہے

ایک وقت کو (عبادت کے لیے) مخصوص کرنا اور دوسرے اوقات کو بے کار رکھنا، کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میرا بیان کرو یہ معنی شب جمعہ کو بیداری کے لیے مخصوص کرنے کی ممانعت کے ساتھ بہت مناسب رکھتا ہے جیسا کہ دانا پر پوشیدہ نہیں ہے اسے سمجھ لے۔ واللہ اعلم۔

امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے موطا میں کہا میں نے اہل علم وفقہ میں سے کسی سے نہیں سنا جن کی اقتداء کی جاسکتی ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی صرف جمعہ کے دن کے روزے کی ممانعت کی ہو۔ اور میں نے بعض کو خود دیکھا کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام مالک نے جو کچھ کہا یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ دوسروں کی رائے ان کے خلاف ہے اور سنت امام مالک اور ان کے مخالف لوگوں کی رائے پر مقدم ہے۔ یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہو چکی ہے۔ لہذا اس کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اس بارے میں امام مالک رحمہ اللہ معذور ہیں کہ ان کی یہ حدیث نہ پہنچی اور داؤدی نے جو امام مالک کے سامعینوں میں سے ہیں، کہا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ حدیث نہ پہنچی۔ اگر ان تک پہنچ جاتی تو آپ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی ماہ میں ایک روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال کی مسافت پر دور کر دیتا ہے۔

(مسلم، بخاری)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ بَعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ
النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ یعنی جہاد کی حالت میں روزہ رکھا۔ اور تیسری فصل میں جہاد سے متعلق احادیث آرہی ہیں۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہو سکتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے لوجہ اللہ یعنی اللہ کی رضا مراد ہو۔ اس دوسرے معنی کی موید ہے وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ سے باب کے آخر میں آرہی ہے۔ اور حدیث میں خریف سے مراد سال ہے کہ عرب سال کی ابتدا و خریف سے کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عبداللہ کیا مجھے خبر نہیں دی

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَا

عَبَدَ اللّٰهُ اَلَمْ اُخْبِرْ اَنَّكَ تَصُومُ
الشَّهَارَ وَ تَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتَ
بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا
تَفْعَلْ صُمْ وَ أَفْطِرْ وَ قُمْ
وَ تَمْ فَإِنَّ لِبَاسِكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَ إِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَ إِنَّ لِيَزُوجَكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَ إِنَّ لِيَزُورَكَ عَلَيْكَ
حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ
كُلَّهُ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةً
أَيَّامٍ وَ اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ
شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ
مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ أَفْضَلَ
الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ حِيَامَ
يَوْمٍ وَ إِفْطَارَ يَوْمٍ وَ اقْرَأْ فِي
كُلِّ سَبْعٍ لَيَالٍ مَرَّةً وَ لَا تَزِدْ
عَلَى ذَلِكَ .

(متفق علیہ)

(بخاری، مسلم)

۱۔ ان الفاظ میں تہدید اور ڈانٹ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

۲۔ لہذا اسے زیادہ مشقت میں نہ ڈال تاکہ بیمار نہ ہو جائے اور اسے ہلاک نہ کر دے۔

۳۔ لہذا تجھے کچھ وقت نیند کرنی چاہیے اور اسے آرام دینا چاہیے۔

۴۔ یاد رہے لفظ زوج تاکہ بغیر عودت پر بولا جاتا ہے اور تاکہ ساتھ بھی یعنی زوجہ۔

۵۔ کہ تیری زیارت کو آنے والوں اور تیرے مہانوں کا بھی تجھ پر حق ہے جو تجھے دیکھنے آئیں تاکہ تو ان سے باتیں

کرے، ان کے ساتھ بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانا کھائے یاد رہے حدیث میں واقع لفظ زور، زاکہ زبر واو ساکن کے ساتھ زائر کی جمع ہے جس طرح راکب کی جمع رکب ہے۔

۱۵ اس کی وجہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۱۶ یعنی روزہ رکھنے اور قرآن پڑھنے میں اس سے زیادتی نہ کر۔

۱۷ اس حدیث کو بخاری مسلم کے علاوہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے پس یہ حدیث صحاح کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ ۖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۖ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَنَاجِبٌ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ وَأَنَا صَائِمٌ ۖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔

(ترمذی، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ تو میں نے محبوب جانا کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(ترمذی شریف)

۱۸ یعنی درگاہ رب العزت میں یا اعمال لکھنے والے ملائکہ کے سامنے پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں یہ ملائکہ ہر دن رات بندوں کے اعمال لے کر جاتے ہیں پھر ہو سکتا ہے کہ ان دو دنوں میں پیش کرتے ہوں یا ہر دن پیش کرتے ہوں پھر ان دونوں میں دوبارہ ان کا مجموعہ پیش کرتے ہوں اجمالاً اور تفصیلاً ان حکمتوں اور مصلحتوں کے لیے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جس طرح شب نصف شعبان میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں کہہ گیا ہے ۱۹ لہذا میرا پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا سبب یہ ہے اور پیر کے دن روزہ رکھنے کی دوسری وجہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو فصل اول میں مذکور ہوئی، معلوم ہو چکی ہے۔ اسے یاد رکھ اس دن روزہ رکھنے کا سبب اس دن کی فضیلت ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ اس بات کا پتہ نہیں کہ کس وقت دینا لے جائیں اور روزہ سارے دن کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ روزے کے ساتھ اور بھی نیک عمل جمع ہو جاتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصُمْتَ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ وَارْبَعَةَ عَشْرَةً وَخَمْسَ عَشْرَةٍ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر جب تو مہینے میں تین دن روزے رکھے تو تیس روزوں میں، چودھویں اور پندرہویں کو رکھ لے۔

(ترمذی، نسائی)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

سہ ماہیں ایام بیض کہتے ہیں یعنی وہ دن جن کی راتیں روشن و تاباں ہوتی ہیں گذشتہ بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ مہینے کے کوئی سے تین دن روزہ رکھ لے تو ٹھیک و روا ہے۔ مگر ان تین دنوں میں روزہ رکھنا افضل ہے اس بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں بعض روایات میں وہ دن جن کی راتیں تاریک ہوتی ہیں یعنی سناٹیسویں اٹھائیسویں اور اشتیسویں کے روزوں کا ذکر آیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ عَشْرَةٍ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَكَقَلَمًا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ ہر مہینے کے پہلے تین دن کا روزہ رکھتے تھے اور جمعہ کے روز کم ہی ہوتا تھا کہ آپ روزہ نہ رکھتے ہوں۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَدَاؤُا أَبُو دَاؤُدَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)

(اسے ترمذی، نسائی نے روایت کیا اور ابو داؤد نے الی ثلاثہ ایام تک روایت کیا)

سہ اس روایت کا ظاہر اس بارے میں مطلق ہے کہ آپ تنہا جمعہ کا روزہ رکھتے تھے۔ یا اس کے ساتھ ہر دن بھی ملائے تھے۔ اسے سمجھ۔

سہ یعنی ترمذی اور نسائی نے تو اس حدیث کو مکمل روایت کیا مگر ابو داؤد نے صرف ثلاثہ ایام تک روایت کیا اس کے آخری الفاظ یعنی قَلَمًا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ روایت نہ کیے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ الثَّيْتِ وَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے کے تین دن ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ

رکعت تھے۔ پھر دوسرے مہینے میں منگل
بدھ اور جمعرات کا روزہ
رکعت تھے۔

الْأَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنْ الشَّهْرِ
الْآخِرِ الثَّلَاثَاءُ وَالْارْبَعَاءُ وَالْخَمِيسَ۔

(ترمذی شریف)

(رَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ)

اس حدیث میں واقع لفظ الثلاثاء کے ساتھ اور ثا کی زبر و پیش دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مگر اول
روایت اکثر ہے اربعاء میں باء مد کے ساتھ پڑھی گئی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ
حکم دیا کرتے تھے کہ میں ہر ماہ میں تین روزے رکھوں
پہلا روزہ پیر اور جمعرات
کا ہو۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ ثَلَاثَةَ
أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلُهَا
الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

(رَوَاةُ ابْنِ أَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيَّ)

اس میں سے پہلا روزہ پیر سے بدھ و اتک کا ہوتا تھا اور کبھی پہلا جمعرات کا یا جمعہ کا ہوتا تھا۔ ایک روایت
میں لفظ الواخمس آیا ہے۔ یعنی کلمہ او سے آیا ہے جیسا کہ طبرانی نے روایت کیا اس کا معنی یہ ہوا کہ آپ اختیار دیتے
تھے۔ کہ ان روزوں کی ابتداء پیر کے دن سے کرے یا جمعرات کے دن سے کہ دونوں متبرک ہیں اور کتاب کی روایت
کو جو کہ او سے ہے، بھی اس معنی پر حمل کیا جاسکتا ہے اسے سمجھ۔

حضرت مسلم القرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دریافت کیا یا آپ سے
ہدایت کیا گیا ساری عمر روزہ رکھنے کے بارے میں تو آپ نے
فرمایا بیگ تیری بوی کا تھو پر حق ہے۔ اس لیے رمضان
کے روزے دکھا ادا ان دنوں کے جو اس کے بعد اس سے
متصل ہیں۔ اور ہر بدھ و اتک اور جمعرات کو روزہ دکھا اس
طرح کرنے سے گویا تو نے ساری عمر کے روزے
رکھ لیے۔

وَعَنْ مُسْلِمِ الْقُرَشِيِّ
قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ إِنْ
لَا هَيْلَكَ عَلَيْكَ حَقًّا مِمَّنْ رَمَعَانِ
وَالَّذِي يَلِيهِ وَكُلَّ أَرْبَعَاءٍ
وَالْخَمِيسِ فَإِنَّكَ أَنْتَ قَدْ صُمْتَ
الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

(ابوداؤد، ترمذی)

(رَوَاةُ ابْنِ أَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ)

۱۵۔ آپ صحابی ہیں یعنی ابو عبد اللہ مسلم۔ بعض نے کہا عبد اللہ ابو مسلم۔
۱۶۔ اور ہمیشہ روزہ رکھنے سے ضعف و کمزوری اور حقوق کی ادائیگی میں فتور اور کمی واقع ہوگی۔

۱۷۔ اس سے مراد سوال کے چھ روزے ہیں۔ بعض نے کہا ماہ شعبان کے روزے مراد ہیں۔ شرح ابن فرشتہ میں ایسا ہی آیا ہے۔

۱۸۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری عمر روزہ رکھنے کا ثواب ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کے حساب پر منحصر نہیں ہے بلکہ حضرت شارع (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب عطا کرتا ہے اس حساب (ایک نیکی کے بدلے دس کا ثواب) سے بھی اور اس حساب کے بغیر بھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ.

(ابوداؤد)

(رواہ ابو داؤد)

۱۹۔ نویں ذوالحجہ کے دن میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ اس کے معمولات و وظائف کے ادا کرنے میں مشقت اور وقت لاحق نہ ہو۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ علماء فرماتے ہیں۔ یہ بھی تنزیہی ہے۔ نہی تحریمی نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن بسر سے وہ اپنی بہن حضرت الصامہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو مگر وہ جو تم پر فرض ہو تو اگر نہ پائے تم میں سے کوئی شخص (کھانے کے لیے کوئی چیز) مگر درخت انگور کا چھلکا یا درخت کی شاخ تو وہی چبا لے

(احمد، ابوداؤد، ترمذی)

ابن ماجہ اور

(دارمی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ عَنْ أُخْتِهِ الصَّامَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُومُوا يَوْمَ التَّيَّبِ إِلَّا فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءً عِنَبَةً أَوْ عَوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَبْضُغْهُ (رواہ ابو داؤد و احمد)

و الترمذی و ابن ماجہ و الدارمی

۱۵ بسر۔ باکی پیش، سین ساکن کے ساتھ۔ الصماء۔ صا د کی زیر اور میم مشدود والی۔ یعنی حضرت عبداللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ صحابی۔ ان کے باپ بسر ان کی ماں حضرت عطیہ اور ان کی بہن حضرت صماء رضی اللہ عنہم سب صحابی ہیں۔

۱۶ یعنی صرف ہفتہ کے دن کا روزہ

۱۷ اگرچہ یہ فرضیت تدر کی وجہ سے ہو۔

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ لواء لام کی زیر اور الف ممدودہ کے ساتھ ہے بمعنی پھلکا۔

۱۹ یعنی اگر کھانے کے لیے اور کچھ نہ ملے تو یہی چیزیں چبا کر ہفتہ کے دن کا روزہ توڑ ڈالے۔ ہفتہ کے دن روزے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اس کی تعظیم لازم آتی ہے۔ اور اس تعظیم میں یہود سے مشابہت پیدا ہوتی ہے کہ یہودی اگرچہ اس دن روزہ نہیں رکھتے کیونکہ یہ ان کا عید کا دن ہے۔ مگر وہ اس وجہ سے اس دن کی تعظیم بہت کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ اور اتوار دونوں کا روزہ رکھتے تھے تاکہ یہود سے مخالفت لازم آئے کہ یہ لوگ اس دن کے عید ہونے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے پس کسی وقت کو آپ نے ان دونوں کا روزہ نہ رکھا۔ تاکہ ان دنوں کی تعظیم لازم نہ آئے۔ اور کبھی ان کی مخالفت کی نیت سے ان دونوں میں روزہ رکھتے تھے۔ روزہ رکھنے نہ رکھنے کی حیثیت و نوعیت مختلف ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور آتش دوزخ کے درمیان سلتے بڑے فاصلے کی خندق ڈال دیتا ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے

(ترمذی ظریف)

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

(رواہ الترمذی)

۲۰ اس سے مقصود مبالغہ ہے اور یہ الفاظ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث (بعد اللہ وجہہ عن النار سبعین خریفاً یعنی اللہ تعالیٰ اس بندے کے چہرے اور آتش دوزخ کے درمیان ستر سال کی مسافت کا فاصلہ ڈال دیتا ہے) سے زیادہ بلیغ ہیں۔ خندق اس گڑھے کو کہتے ہیں جو کسی شہر کے ارد گرد کھودا جاتا ہے۔

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

فرمایا۔ سردیوں کا روزہ مفت کی قیمت ہے۔

(اے احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے
اور ترمذی نے کہا یہ حدیث مرسل ہے
اور حدیث ابو ہریرہ کی ما من ایام احب
الی اللہ باب الاضجیة میں ذکر کی
گئی ہے۔)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَنِيَّةُ الْبَارِدَةُ
الصَّوْمُ فِي الشَّتَاءِ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)
وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ
وَذَكَرَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَا
مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ فِي
بَابِ الْأَضْجِيَّةِ۔

۱۔ ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ صحابی ہیں یا تابعی۔ بعض نے ان کو صحابہ میں شمار کیا اور
بعض نے تابعین میں۔

۲۔ یہ اس سے کتنا ہے کہ سردیوں کا روزہ بغیر مشقت و تکلیف کے رکھا جاتا ہے۔
۳۔ ترمذی کا یہ قول عام بن مسعود کے تابعی ہونے پر مبنی ہے صحابی ہونے پر مبنی نہیں ہے۔
۴۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ کی وہ حدیث جس کے اول میں یہ الفاظ ہیں ما من ایام الی آخرہ جس میں ذوالحجہ کے دس
دنوں اور ان میں عمل غیر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ
طیبہ میں تشریف لائے تو یہود کو پایا کہ وہ عاشوراء کا
روزہ رکھتے تھے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا یہ کیسا دن ہے جس میں
تم لوگ روزہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا
یہ ایک عظیم دن ہے۔ اسی دن میں اللہ
تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو
نجات دی اور اسی دن فرعون اور اس کی قوم کو
خدا تعالیٰ نے غرق کیا تو شکرانہ کے طور پر حضرت موسیٰ نے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ
صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ
لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا الْيَوْمُ
الَّذِي تَصُومُونَهُ فَقَالُوا هَذَا
يَوْمٌ عَظِيمٌ أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ
مُوسَى وَكُومَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَكُومَهُ شَكَرْنَا لَهِ
نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَاصَهُ شُكْرًا فَتَحَنُّ أَحَقُّ
وَأَوَّلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَآمَرَ بِصِيَامِهِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اور ہم بھی اس دن
روزہ رکھتے ہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہم تم سے حضرت موسیٰ کے زیادہ حقدار اور ان
کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ
آپ نے اس دن روزہ رکھا، اور
صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(بخاری، مسلم)

۱۔ حدیث میں واقع لفظ غَرَّقَ را شد کی زبردست ہے۔ اور را محقق کی زیر سے بھی ایک روایت ہے اس دوسری
روایت کے مطابق لفظ غَرَّقَ مرفوع ہوگا۔ (فاعل واقع ہونے کی وجہ سے)
۲۔ اس عبارت میں اس جانب اشارہ ہے کہ ہم جو اس دن روزہ رکھتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے موافقت
کے لیے رکھتے ہیں تمہارے ساتھ موافقت کے لیے نہیں رکھتے۔
۳۔ یہاں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ دینی باتوں میں یہودی کی خبر غیر معتبر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کی خبر پر کیوں عمل کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تواتر کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر کا
صدق ظاہر ہو گیا ہو یا دوسرے مسلمانوں کی خبر کی بنا پر جو یہودیوں سے اسلام لائے تھے یا ان کی خبر دینے کے بعد بدلتے
دہی ان کی خبر کی صداقت نمایاں ہوئی تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مہینہ اور اقوار کا اکثر روزہ رکھتے
تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ
دونوں دن مشرکین کے لیے عید
کے دن ہیں تو میں ان کی
مخالفت کرنا پسند کرتا ہوں

وَعَنْ أُمِّ سَكَمَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ
السَّبْتِ وَ يَوْمَ الْاَحَدِ الْكَثْرَ
مَا يَصُومُ مِنَ الْاَيَّامِ وَ
يَقُولُ اِنَّهَا يَوْمًا عِيدًا
لِلْمُشْرِكِينَ فَانَا اُحِبُّ اَنْ
اُخَالَفَهُمْ.

(احمد)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۰ یعنی ان دو دنوں کا روزہ رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے۔
 ۱۱ مشرکین سے کفار یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان میں بھی بت پرستی راہ پا چکی تھی۔ اور یہ پرستش ایک متعین چیز بن چکی تھی۔ اور جب کہ یہ دن ان کے عید کے دن تھے۔ تو وہ اس کا روزہ نہ رکھتے تھے لہذا ان دو دنوں میں روزہ رکھنا ان کی مخالفت کے لیے ہوتا تھا۔ اس کلام کا تتمہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن کے روزے کا حکم دیا کرتے تھے اور ہمیں اس پر ابھارا کرتے تھے۔ اور عاشوراء کا روزہ رکھنے کی ہمیں تاکید کیا کرتے تھے جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو پھر آپ نے ہمیں اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا اور نہ اس دن روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی تھی (مسلم شریف)

۱۲ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہم شیر زادہ ہیں۔
 ۱۳ اور وعظ و نصیحت کی صورت میں ہمارے حالات کی نگرانی کرتے تھے۔ اور اس دن کے آنے پر ہمیں اس کے روزہ رکھنے کی تلقین و تاکید کرتے تھے۔
 ۱۴ اس دن کے موجود ہونے پر۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
 فرماتی ہیں چار باتیں ایسی تھیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک نہیں کیا۔ عاشوراء کا روزہ، ذوالحجہ شریف کے دس دنوں کا روزہ، ہر ماہ کے تین دن کے روزے۔ اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں۔

(نسائی شریف)

وَعَنْ حَفْصَةَ ۖ قَالَتْ
 أَرَبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدْعُهُنَّ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ
 عَاشُورَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةِ
 أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَدُعَاتِ
 قَبْلِ الْفَجْرِ۔

(رواہ النسائی)

۱۔ یعنی ذوالحجہ شریف کے نو دن کے روزے۔
 ۲۔ یعنی فجر کی دو سنتیں کہ اتنی مقدار رکعتیں موکدہ ہیں۔ پھر ان دنوں کے روزوں کو ان کا قرینہ بنایا تاکہ ان روزوں کی تاکید کی قوت و طاقت کا پتہ چل جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبَيْضِ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایامِ بقیہ (۱۳، ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ اور ۱۷ تاریخ) کے روزے سفوفہ میں کبھی ترک نہ کرتے تھے۔

(رداۃ السائلین)

(نسائی شریف)

۳۔ یہ حدیث بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان دنوں کے روزوں کی بڑی تاکید ہے اور ان کا کامل اہتمام کرنا چاہیے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُلُ ثَمَرٌ زَكَاةً وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ. (الزَّكَاةُ مَا جَاءَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہر نعمت کی زکوٰۃ ہے کہ نعمت موجب شکر ہے اور شرع شریف میں زکوٰۃ کا مشہور اطلاق مال کی زکوٰۃ پر ہوتا ہے۔

۵۔ یعنی بدن، وجود اور صحت و عافیت کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ گویا کہ بندہ بھوک، پیاس اور تنگ شہوت کے فدیے بدن سے کچھ نہ کچھ اللہ رب العزت کی درگاہ میں بھیجتا ہے۔ اور اس فاقات کے حوالے کرتا ہے جس طرح مال میں سے کچھ مال راہِ خدا میں دیتا ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ قَعِيلَ يَوْمَ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّكَ تَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَقَالَ إِنَّ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ يُغْفِرُ اللَّهُ فِيهِمَا كُلَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور عجرات کے دن کا بندہ رکھا کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر اور عجرات کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک پر اور عجرات کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش

دیتا ہے۔ مگر دو قطع رحم کرنے والوں کو نہیں بخشتا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان دونوں کو چھوڑ دے یہاں تک کہ
یہ اپنی اصلاح کر لیں۔ (احمد - ابن ماجہ)

مُسْلِمٌ إِلَّا ذَا هَاجَرَيْنِ يَتُوبُونَ
دَعْوَهُمَا حَتَّى يَصْطَلِحَا
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةٍ)

اس یعنی میں ان دونوں کا روزہ ان دونوں کی عظمت شان، شکر نعمت، اور مغفرت و رحمت الہی سبباً
کے حصول کے لیے رکھتا ہوں۔

اسے یہاں حدیث میں الا ذاءاجرین میں کلمہ فاذائد ہے اس کا کوئی معنی نہیں۔

اسے یعنی خدا تعالیٰ ہر اس انسان اور فرشتے کو کہتا ہے جو ان دعاؤں کی مغفرت کا اس سے سوال کرتا ہے
ان کو رہنے دے اور ان کی مغفرت کا اس وقت تک سوال نہ کر جب تک کہ یہ آپس میں اتفاق اور صلح نہ کر لیں۔ بعض
احادیث میں یہاں دعویٰ کی جگہ لفظ ترکوا آیا ہے۔ یعنی ان کو چھوڑ دو (ان کے بارے میں بات نہ کرو) اور بعض
احادیث میں یہاں لفظ انظروا آیا ہے۔ جو انظار سے مشتق ہے۔ یعنی مہلت دینا مطلب یہ ہوا کہ ان کو مہلت دو
ان کی مغفرت کی درخواست پیش نہ کرو۔ یعنی بصیغہ جمع آیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
اللہ کی رضا چاہنے کے لیے ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے
دفعہ سے اتنا دے کہ دیتا ہے جتنا اڑنے والے کو بے کا دور
فاصلہ ہوتا ہے اور وہ اتنی دیر اڑتا رہتا ہے کہ پچھونے کے وقت
اطاعت اور موت تک اڑتا رہے۔ اسے احمد نے روایت کیا اور یہی
نے شعب الایمان میں حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ
يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ بَعْدَ مَا
اللَّهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَبَعْدِ عَذَابِ طَارِئٍ
لَا هُوَ قَرْحٌ حَتَّى مَاتَ كَيْفَ مَاتَ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةٍ الْبَيْهَقِيُّ
فِي شُعَيْبِ الْإِيمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ)

اسے یعنی اپنے آخر بڑھاپے تک لگاتار اڑتا رہا یا در ہے کہ بے کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے جب وہ اپنی پوری عمر
اڑتا رہا تو اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ وہ کتنی لمبی مسافت طے کر جائے گا اس مسافت کی مقدار اللہ تعالیٰ اس بندے
کو جہنم سے دھکے دے گا۔
اسے آپ صحابی ہیں اہل کوفہ میں شمار ہوتے ہیں۔

بَاب

گذشتہ ابواب میں مذکور روزہ نفل
روزے کے ٹوٹنے اور اس کی قضا سے متعلق ملحق امور اور ممتعات کا باب

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فراقی میں ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہارے پاس
(کھانے کی) کوئی چیز ہے۔ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا تو
پھر میں روزہ دار ہوں۔ ایک دن اس کے بعد پھر میرے
پاس تشریف لائے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس
بیسے کے طور پر پاپوا (ایک قسم کا مٹھا) موجود ہے
فرمایا اسے مجھے دکھا۔ البتہ بے شک میں نے آج صبح سے
روزے کی نیت کی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے اسے کھایا۔

(مسلم شریف)

۱۔ کہ کچھ نہیں ہے تو میں نے روزے کی نیت کر لی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل روزہ کی دن چھٹے
نیت کر لینا درست ہے۔ ہم احناف کا مذہب یہی ہے اور اس کے قائل ہیں امام شافعی، امام احمد اور اکثر علماء (اسی کے
برعکس) امام مالک اور بعض دوسرے ائمہ اس امر کے قائل ہیں کہ نفل روزے کی نیت رات سے کرنا واجب ہے جس طرح
فرض روزے میں ضروری ہے جس طرح باب روتہ الہلال کے بعد ایک باب میں گذرا۔

۲۔ یعنی آپ نے ایک دن پھر دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی چیز (کھانے کی) ہے بعض روایات میں آیا ہے
کہ اسی دن پھر گھر میں تشریف لائے تو یہ بات دریافت کی۔

۳۔ حبس حاکی زبر یا ساکن آخر میں سین مہلہ یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجور، خشک پیر اور گھی سے تیار

کیا جاتا ہے۔ اور کبھی خشک پنیر کے بجائے اٹا یا ستواں میں ملائے ہیں۔ عیس کا لغت میں معنی ہے چند چیزوں کو آپس میں خلط ملط کرنا۔

۱۵ تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کیسا ہے؟ اس لیے اسے میرے پاس لا۔ ایک روایت میں آنا ہے کہ اسے میرے نزدیک۔

۱۶ یعنی میں آج صبح روزے کی نیت کر کے اٹھا ہوں۔

۱۷ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ نقلی روزہ بلا عذر توڑ دینا جائز و روا ہے اکثر علماء اسی پر ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ اور ان کے اکثر اصحاب اس کے قائل ہیں کہ اسے مکمل کرنا لازم و واجب ہے۔ اور اسے عذر ضیافت وغیرہ کے بغیر توڑنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ نیک عمل کو باطل کرنا ہے۔ اور نیک عمل کو شروع کر کے باطل کرنا اللہ تعالیٰ کے قول مبارک وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (اپنے اعمال کو باطل نہ کرو) کے مطابق منع ہے اسی طرح ہر نیک عمل کو شروع کر کے توڑنا منع ہے۔ کیونکہ شروع کر کے اس کی تکمیل لازم ہو جاتی ہے۔ اب اگر اسے توڑے گا تو اس کی قضا لازم ہوگی۔ اور ایک روایت میں مطلقاً ہر عمل کو توڑ دینا جائز ہے۔ کیونکہ قضا اس کا خلیفہ موجود ہے۔ اس لیے اس کے توڑ دینے میں کوئی حرج اور نقصان نہیں پھر نقلی روزہ کی قضا میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس صورت میں قضا لازم ہے جبکہ بلا عذر توڑے روزہ نہیں یہ بحث امام زہری کی عروہ سے روایت کردہ حدیث میں تفصیل سے آرہی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ (عمر اس کی ماں) کے پاس تشریف لائے تو ام سلمہ نے کھجوریں اور گھی خدمتِ اقدس میں پیش کیا آپ نے فرمایا اپنے گھسے کو اسکے برتن میں واپس لوٹا دو اور اپنی کھجوروں کو اس کے برتن میں ڈال دو کیونکہ میں روزے سے ہوں۔ پھر آپ گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہوئے اور فرضِ نماز کے علاوہ کوئی نماز پڑھی۔ اور ام سلمہ اور اس کے گھروالوں کے لیے دعا کی۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنَا النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ كَأَنَّهُ يَحْمِرُ وَ سَمِعَ فَقَالَ أَعْبِدُوا سَمَنَكُمْ فِي سَعَائِهِمْ وَ تَدْرَكُكُمْ فِي وَعَائِهِمْ فَإِنَّ مَسَائِدَكُمْ تَمُرُ إِلَى فَاحِشَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلِّ عَصِيرَ الْمَكْحُوبَةِ فَدَعَا لِأُمِّ سَلَمَةَ وَ أَهْلِ بَيْتِهَا۔

(بخاری شریف)

(دَوَاۃُ الْبَحَارِ)

۱۸ یعنی جس برتن سے اسے نکالا ہے۔ گھی اور شہد کو عرب مشک میں ڈال کر رکھتے تھے۔

۱۹ اس موقع پر آپ نے متادل نہ فرمایا کیونکہ کوئی عذر موجود نہ تھا۔ گذشتہ واقعہ میں ظاہراً عذر موجود

مہتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ بعد زوال کا ہو یا افطار جائز ہے۔ اور افطار نہ کرنا اس کے جواز کے منافی نہیں ہے۔

لکھ گویا یہ دعا اہل خانہ کے دل کی تسلی اور تشفی کے تھی۔ تاکہ وہ حضور کے کچھ متبادل نہ فرمانے کو محسوس نہ کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بھی تھی کہ جب کسی کے گھر تشریف لاتے تو نماز ادا کرتے اور اہل خانہ کے لیے دعا کرتے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ
وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ
وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا دُعِيَ
أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا
فَلْيَصِلْ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ
(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
تم میں سے کسی کو کھانے کی طرف بلایا جائے اور وہ
روزہ دار ہو تو چاہیے کہ کہے میں روزہ دار ہوں۔ اور
ایک روایت میں یوں فرمایا جب تم میں سے کسی کو دعوت
طعام کی طرف بلایا جائے تو اس کی دعوت قبول کرے
اور اگر روزہ دار ہو تو نماز پڑھے میں مصروف ہو جائے
اور اگر روزہ نہ رکھا ہو تو کھائی لے۔ (مسلم)

لکھ یعنی روزہ دہ توڑے اور زبان سے یہ بات کہنے میں کچھ کلام و تشریح ہے۔ جو کتاب الصوم کی فصل
اول میں گزر چکی ہے۔
لکھ یاد دعا کرنے میں مصروف ہو جائے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ
عنہا تشریف لائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
دائیں جانب بیٹھ گئیں اور حضرت ام ہانی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب۔ تو ایک بھی
ایک برتن لے کر آئی۔ جس میں پینے کی کوئی چیز دہانی
یا اور کوئی چیز لے کر آئی اور وہ برتن رسول اللہ

سَنَ أُمِّ هَانِئَةَ قَالَتْ لَمَّا
كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتَحَ مَكَّةَ جَاءَتْ
فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ
هَانِئُ عَنْ يَمِينِهِ فَبَاعَتِ الْوَلِيدَةَ
بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَتَنَاوَلَتْهُ قَرِيبٌ
مِنْهُ هَقًّا تَأَوَّلَهُ أُمُّ هَانِئُ فَتَشَرَّبَتْ

مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ
أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ
لَهَا أَكُنْتَ تَقْضِينَ شَيْئًا قَالَتْ
لَا قَالَ فَلَا يَضُرُّكَ إِنْ كَانَ
تَطَوُّعًا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَ
التِّرْمِذِيِّ نَحْوُهُ وَ فِيهِ فَقَالَتْ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً
فَقَالَ الصَّائِمَةُ الْمُتَطَوُّعُ أَمِيرٌ
تَقْبَلُهُ إِنْ شَاءَ صَامٌ وَ إِنْ
شَاءَ أَفْطَرٌ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ آپ نے اس میں سے پیا
پھر آپ نے وہ برتن حضرت ام ہانی کو کھڑایا یا ام ہانی
نے بھی اس سے پیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں روزہ دار تھی۔ مگر میں نے روزہ افطار کر دیا
ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو
کوئی چیز قضا کر رہی تھی۔ ام ہانی نے عرض کیا نہیں
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو کوئی
نقصان کی بات نہیں۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور دارقطنی
روایت کیا۔ اور امام احمد اور ترمذی کی روایت میں اس طرح
آیا ہے جس میں اس روایت کے الفاظ سے قدرے مختلف ہے
اس میں اس طرح ہے کہ ام ہانی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ گاہ میں کہ بیشک میں روزہ سے تھی آپ نے فرمایا
نفلی روزہ دار بندہ اپنے نفس پر حاکم و امیر ہوتا ہے چاہے روزہ
رکھے چاہے نہ رکھے۔

اس ایک روایت میں ہے کہ میں نے روزہ تو ذکر گناہ کیا ہے۔ اس لیے میرے گناہ کی بخشش طلب کریں
تک یعنی کیا تو رمضان یا نذر کار روزہ قضا کر رہی تھی؟
تک یعنی وہ اپنے نفس کا حاکم ہوتا ہے۔ کہ روزہ توڑنے یا رکھنے کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے پھر یہاں
ایک اور روایت میں امین لنفسہ و امیر لنفسہ بھی آیا ہے۔ یعنی بندہ اپنے نفس کا امین یا امیر ہوتا ہے۔ یہ راوی کا
شک ہے۔

امام تعفیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی تاویل و توجیہ یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کو اختیار و اجازت حاصل ہے
کہ ان امور میں جن کا امین امیر بنایا گیا ہے کسی مصلحت پر نظر کرتے ہوئے روزہ افطار کر دے جیسا اس نے
کچھ لوگوں کی دعوت طعام کی ہو یا وہ کسی کے پاس پہنچا اور یہ محسوس کرے کہ روزہ نہ افطار کرنے میں اہل خانہ وحشت و
اجبیت محسوس کریں گے تو اسے اجازت ہے کہ ان کی موافقت کرے۔ اور اس امر میں ان سے تعاون کرے جو آپس
میں انس و الفت کا موجب ہے۔ اور ایسا کرنے میں شرعاً حرج اور مشقت بھی نہ ہو۔ پس اس تاویل کے مطابق اس
قول میں ایسی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی کہ اپنے اوپر روزہ لازم کرنے کے بعد اس پر قضا لازم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ

حدیث میں فضا کا حکم اچکا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں آرہا ہے اسے سمجھو۔

یہاں یہ بات باقی ہے کہ سیر و تاریخ کی متفقہ روایات میں آیا ہے کہ مکہ معظمہ رمضان میں فتنے ہوا اس صورت میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے روزہ کا نقلی روزہ ہونا مشکل ہے اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث میں قیل و قال بھی کی گئی ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ اس کے اسناد میں قیل و قال ہے امام ترمذی نے کہا کہ ام ہانی کی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور اس کے اسناد میں بہت اختلاف ہے امام نسائی نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ منذری کا کلام ختم ہوا۔ اور حضرت ام ہانی کی حدیث میں فتنے کا ذکر بھی آیا ہے جیسا کہ جامع ترمذی میں لائے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یوم فتنے کے روزہ کا پہلا دن مراد نہیں بلکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح مکہ معظمہ فتنے ہونے تک قیام مراد ہے تو یہ مراد بھی ٹھیک اور درست ہے اور بعید از فہم نہیں۔ نیز روایات میں آپ کا مکہ میں ٹھہرنا اور پھر واپس تشریف لے جانے تک ذکر آیا ہے۔ یہ اس امر کا متقاضی ہے کہ فتنے بعد از رمضان ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَدْوَةَ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَ
حَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا
طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ مِنْهُ
فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا
طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ مِنْهُ
قَالَ أَفْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ.
(رواہ الترمذی)

زہری عروہ سے وہ حضرت عائشہ سے روایت
کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے
روزہ رکھا ہوا تھا کہ ہمارے سامنے ایسا کھانا لایا گیا جو ہمیں پسند
تھا تو ہم نے اس میں سے کھا لیا پھر حضرت حفصہ نے عرض
کیا یا رسول اللہ ہم دونوں روزہ سے تھیں۔ کہ ہمارے
سامنے ہماری پسند کا کھانا لایا گیا ہم نے اس میں سے
کھا لیا آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ روزہ کبھی دوسرے دن
غنا کر لینا اسے اسے ترمذی نے روایت کیا۔
اور ایک جامع حفاظ حدیث کا ذکر

وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَافِظِ
رَوَوْا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَائِشَةَ
مَرْسُلاً وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ
عَدْوَةَ وَ هَذَا أَصَحُّ وَ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ عَنْ زَيْلٍ مَوْلَى
عَدْوَةَ عَنْ عَدْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ.

کیا انھوں نے زہری سے انھوں نے عروہ سے انھوں
نے حضرت عائشہ سے مرسل روایت کیا اور انھوں
نے عروہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ صحیح تر ہے
اور ابو داؤد نے اسے زویل مولى عروہ
سے اور عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت
کی ہے۔

۱۔ یہ حدیث حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی نفلی روزہ کے قضا کرنے کی دلیل ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ نفلی روزہ کو توڑنے سے قضا واجب و لازم آتی ہے۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے آتا ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ قضا کا حکم استہاب کے طور پر ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نذریاً قضا کا تھا۔ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک نفلی روزہ سے کی قضا واجب نہیں۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ امام احمد سے ایک روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ اگر کسی نے رات کو روزہ نفل کی نیت کی تھی۔ پھر دن کو بلا عذر کھا پی لیا۔ تو قضا واجب ہے ایسا ہی امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک مطلقاً قضا واجب ہے۔ کہ نفل عبادت شروع کر لینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے اس کی مزید تحقیق اصول فقہ میں ہے۔

۲۔ اور انہوں نے اس میں عروہ کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ گذشتہ روایت میں زہری اور حضرت عائشہ کے درمیان ان کا واسطہ آیا ہے اور امام ترمذی نے کہا کہ عروہ کا ذکر جو نہیں کیا۔ تو یہ زیادہ صحیح ہے۔ اور یہاں ارسال حدیث سے راوی کا اسناد سے سقوط مراد ہے۔ سقوط بمعنی انقطاع نہیں ہے اور یہ بھی ایک اصطلاح ہے مشہور یہ ہے کہ مرسل وہ حدیث ہے جس میں تابعی کا ذکر ہو صحابی کا ذکر نہ ہو۔ بعض نے تابعی کبیر کی قید لگائی ہے۔ یعنی تابعی کبیر کا ذکر ہو صحابی کا ذکر نہ ہو اور یہ بھی ایک اصطلاح ہے۔

۳۔ ذیل۔ زاکی پیش، میم کی زبر، یا ساکن۔ یہ صاحب حضرت عروہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۴۔ ابی ہریرہ میں بھی قیل وقال کی گئی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهُ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا كُلِي فَقَالَتْ إِنَّ صَائِيَّتَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّائِيَّةَ إِذَا أَكَلَتْ عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَخْرُجُوا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

حضرت ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو ام عمارہ نے آپ کے لیے کھانا منگوایا آپ نے اسے فرمایا کھا تو انہوں نے عرض کیا بیشک میں روزہ سے ہوں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک روزہ دار بندے کے پاس جب کھانا کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

کھانے والے کھانے سے فارغ ہوں

احمد، ترمذی، ابن ماجہ

دارمی

۱۵ عمارہ۔ عین کی پیش میم کی زبر غیر مشدوسے۔ یعنی حضرت ام عمارہ بنت کعب بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہا آپ انصاری صحابیہ ہیں آپ کا نام نسیمہ ہے (نون کی زبر، سین کی زیر) آپ بیعت العقبہ میں موجود تھیں۔ غزوہ بدر میں بھی اپنے شوہر حضرت عاصم بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئیں آپ کو اس جنگ میں گیارہ زخم آئے۔ پھر آپ بیعت الرضوان کے موقع پر بھی حاضر موجود تھیں۔ اور اس کے بعد پیش آنے والے تمام غزوات میں شریک ہوتی رہیں۔ آپ کو گیارہ یا بارہ زخم آئے تھے۔ اور آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ رضی اللہ عنہا۔

۱۶ توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں روزہ پر قائم رہنے دیا اور آپ کو فرشتوں کی دعا کی بشارت دی۔ یہاں حدیث میں اہر اباحت وجواز کے لیے ہے اسے سمجھ لے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کا کھانا تناول فرما رہے تھے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا اے بلال! چاشت کے اسی کھانے میں شرکت کرو۔ حضرت بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اپنا رزق کھایا اور بلال کا زائد رزق جنت میں ہے۔ اے بلال تو نے سمجھا کہ بے شک روزہ دار کی بڑیاں سیج کر پی ہیں۔ اور جب تک اس کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے فرشتے اس کے لیے دعائے حضرت کرتے رہتے ہیں۔

(اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

عَنْ بَرِيدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ يَدُلُّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَدَّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَدُلُّ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِي يَدُلُّ فِي الْجَنَّةِ اسْتَعْرَتْ يَا يَدُلُّ أَنَّ الصَّائِمَ يُسَيِّرُ عِظَامَهُ وَيَسْتَنْفِرُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ مَا أُكِلَ عِنْدَهُ.

(رَدَّاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

۱۷ بریدہ باکی پیش سے۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ قبیلہ اسلم کی شاخ سہم سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات انجام دیتے ہیں آپ کی سامی جیلہ قابل صد ستائش ہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی آپ نے اسلام کی بڑی خدمت کی۔ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے آپ کی قبر مبارک مقام مرو میں زیارت گاہ ہے۔ اور دنیا اس سے برکت و فیض حاصل کرتی ہے۔

کہ یہاں حدیث میں لفظ الغدا آیا ہے۔ غین کی زبر، وال بے نقطہ سے معنی چاشت کا کھانا۔

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کا بیان

واضح ہو کہ لیلۃ القدر (قدر والی رات) کو اس وجہ سے لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس میں (مخلوقات) کے رزق کا اندازہ کیا جاتا ہے (کہ کس کو کتنا دیا جائے اور کس کو کتنا) نیز اس رات کے اندر بندوں کے اوقات موت اور اس سال کے اندر جس قدر احکامات بھی وقوع پذیر ہوں گے ان سب کا اندازہ اور یقین کیا جاتا ہے اس معنی کے مطابق لفظ قدر دال کی جزم سے پڑھا جائے گا۔ اگرچہ مشہور روایت دال کی زبر سے ہے۔ بعض نے کہا شرف و عظمت والی رات ہونے کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اس رات کی عبادات و طاعات کی قدر و منزلت دوسری راتوں سے بڑھ کر ہے۔

پھر اس رات کی تعین میں مختلف اقوال ہیں۔ اکثر احادیث اس میں ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہے۔ خصوصاً رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں۔ خصوصاً ستائیسویں رات۔ ایک قول میں یہ رات سارے سال میں گھومتی ہے۔ اور ایک ماہ سے دوسرے ماہ میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس قول کو حنفیہ کا مشہور قول قرار دیا۔ اور کہا کہ قاضی خان اور ابو بکر رازی نے یہ قول علمائے حنفیہ سے نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ قول حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے۔ ابن حجر عسقلانی کا کلام ختم ہوا۔

شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے (اللہ تعالیٰ ان کی روح کو آسودگی عطا کرے) کہا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کون سی رات ہے۔ کبھی وہ رمضان کے پہلے دنوں میں ہوتی ہے کبھی آخری دنوں میں۔ آپ کے صاحبزادے (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد شیبانی) سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ تاہم ان دونوں حضرات کے نزدیک وہ ایک معین رات ہے آگے پیچھے نہیں ہوتی۔ فتاویٰ قاضی خان میں کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ وہ سارے سال کے دنوں میں اول بدل ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ وہ رمضان میں بھی آتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دلیلوں کا جواب جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہی ہوتی ہے۔ یہ دیا ہے کہ رمضان

سے مراد وہ رمضان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آیا۔ اور آپ نے اسے تلاش و طلب کیا۔ حدیث کا سیاق اس شخص کے نزدیک جو حدیث کے طرق و الفاظ میں غور و تامل کرتا ہے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ قاضی خان کا کلام ختم ہوا۔

کاتب حروف بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین عفی اللہ عنہ کہتا ہے۔ کہ اقوال کی تطبیق اور ان کے جمع کرنے میں یہ قول زیادہ احسن ہے۔ پھر علماء فرماتے ہیں کہ اس رات کے پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ عبادت و نیکی میں کوشش و محنت کریں۔ صرف اس رات کی عبادت پر بھروسہ نہ کریں۔ علماء فرماتے ہیں جو شخص مسلسل ایک سال بیدار شبی اختیار کرے وہ انشاء اللہ یہ رات پالے گا۔ یہی معنی مراد ہے اس شخص کا جس نے کہا ہے جو شخص اللہ کی قدر نہیں جانتا وہ قدر والی رات کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

علماء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس رات کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ ان علامات کو انھوں نے احادیث و آثار سے پایا ہے۔ ان میں سے بعض آثار و علامات ارباب کشف اور اصحاب بعیرت و نظر سے حاصل کی ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شب قدر ہر اس شخص کو نصیب ہوتی ہے۔ جس پر عالم ملکوت (عالم بالا) کی اشیاء منکشف ہوتی ہیں۔ امام طبری رحمہ اللہ نے ایک قوم سے نقل کیا کہ شب قدر میں درخت سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گر جاتے ہیں۔ اور اپنے تنوں پر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہر چیز اس رات میں سجدہ کرتی ہے۔ بیہقی نے فضائل اوقات میں از طریق اور امی از عبیدہ حضرت ابن ابی لبابہ سے روایت کی ہے۔ کہ زمین کے تمام شود پانی اس رات میں پیٹے ہو جاتے ہیں۔

ابن عبد البر رحمہ اللہ نے جو علم حدیث کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ از طریق زہرہ بن عبد الیسی ہی روایت نقل کی ہے۔ پھر اس رات میں بڑے انوار پھیلتے ہیں۔ حتیٰ کہ تاریک جگہوں میں بھی روشنی پھیل جاتی ہے۔ اور ملائکہ کی طرف سے سلام اور جواب سنائی دیتا ہے۔ مگر درست بات یہ ہے کہ اس رات میں ان مذکورہ چیزوں کا مشاہدہ کوئی ضروری اور شرط نہیں ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ شب دکھائی دیتی ہے مگر ان امور کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ رات دو آدمیوں کو دکھائی دے۔ اور ایک پر یہ چیزیں منکشف ہوں دوسرے پر نہ ہوں۔ اور احسن بات یہ ہے کہ اس رات میں عبادات و مناجات اور خشوع و خضوع و حضور و اخلاص کی توفیق نصیب ہو کہ یہ چیزیں بلاشبہ کرامات میں سے ہیں۔ اور خوارق عادات کا مشاہدہ عمل خطرہ اور شبہ میں مبتلا ہونے کا مقام ہے۔ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس رات میں بیداری کی ترغیب و تحریر میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ پسندیدہ اور معتبر بات یہ ہے کہ اس رات کا اکثر حصہ عبادت میں جاگ کر گزارے۔ اور اگر ساری رات جاگ کر گزارے اور بیدار ہونے سے سست و طول ہونے اور اواسے فرض و سنن میں کوتاہی واقع نہ ہو تو یہ افضل و اکمل ہے۔ بصورت دیگر جتنی مقدار بوجہ بیدار رہے کہ اس طرح بھی

مقصود کے حاصل ہونے کی امید ہے۔ قرآن حکیم میں ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى یعنی انسان کو اس کی سعی اور کوشش کے مطابق پھل ملتا ہے۔ اور فرمایا کان سعیه مشکوراً۔ اس کی کوشش مقبول و منظور ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شب بیداری کی توفیق عطا فرمائے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرُّوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ ذَمَّحَانَ.

(رواه البخاری)

۱۰ یعنی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور اسیسویں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے ان پانچ سے باہر نہیں ہوتی۔ مگر مبہم ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِذَا رَجَاكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ قَدْ تَوَاطَّاتُ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَلْيَتَحَرَّاهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

(متفق علیہ)

(مسلم، بخاری)

۱۱ یہاں یہ احتمال موجود ہے کہ آخری سات راتوں سے مراد وہ سات راتیں ہوں جو بیسویں شب کے متصل بعد شروع ہوتی ہیں۔ یا وہ سات راتیں مراد ہیں جو جینے کی آخری سات راتیں ہیں۔ یہ دوسرا احتمال زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو

(بخاری شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کچھ حضرات کو آخری سات راتوں میں خواب کے اندر شب قدر دکھائی گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری خواب کو آخری سات راتوں کے بارے میں ٹھیک اور مناسب جانتا اور دیکھتا ہوں۔ تو جو شخص تم میں سے اسے کوشش کے ساتھ تلاش کرنا چاہے اسے چاہیے کہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ قواطع آیا ہے۔ بعض نسخوں میں قواطع آیا ہے۔
 ۱۸ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالح اور نیک انسان کی خواب قابل اعتبار اور حق و درست ہوتی ہے خصوصاً جبکہ
 بہت سی نیک اور صالح لوگوں نے دیکھی ہو بشرطیکہ وہ خواب شرعی احکام کے مخالف نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے
 رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی
 شب قدر کو۔ نویں رات میں جو باقی ہوتی ہے اور
 ساتویں میں جو باقی ہوتی ہے اور پانچویں رات میں
 جو باقی ہوتی ہے۔

(بخاری شریف)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ التَّيَسُّوْمَا فِي الْعَشْرِ الْوَاحِدِ
 مِنْ رَمَضَانَ لَيْكَةِ الْقَدْرِ فِي
 تَاسِعَةٍ - تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي
 خَامِسَةٍ تَبْقَى -

(رواہ البخاری)

۱۹ اس سے انیسویں شب مراد ہے۔

۲۰ یعنی ستائیسویں شب رمضان المبارک

۲۱ یعنی پچیسویں شب رمضان المبارک۔ اور یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے موافق
 ہے جو آگے آرہی ہے۔ یا نویں، ساتویں یا پانچویں سے یہی نویں، ساتویں اور پانچویں راتیں مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ یا ساتویں الی آخرہ سے وتر اور طاق راتیں مراد ہیں۔ جو واقع ہوتی ہیں۔ وہ نہ رمضان کے
 جودن بقایا ہوتے ہیں۔ وہ تئیسواں، پچیسواں، ستائیسواں اور انیسواں دن ہوتا ہے۔ یا وہ طاق راتیں مراد ہیں، جو
 سات دنوں کے اندر واقع ہوتی ہیں۔ اور وہ تین راتیں ہیں۔ اور طاق راتیں پانچ دنوں کے اندر دو آتی ہیں اسے سمجھو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک
 کے پہلے دس دنوں کا اعتکاف کیا۔ پھر درمیانی
 دس دنوں کا ایک ترکہ خیمہ میں۔ پھر آپ نے اس
 سے اپنا سر مبارک باہر نکالا اور فرمایا میں نے پہلے
 دس دنوں کا اعتکاف کیا اس رات و شب
 قدر کی تلاش کے لیے۔ پھر میں نے درمیانی دس
 دن کا اعتکاف کیا۔ پھر میرے پاس کوئی آیا

وَعَنِ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ
 مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ
 الْاَوْسَطَ فِي قُبَّةِ تَرْكِيَةٍ ثُمَّ
 اَظْلَمَ رَأْسَهُ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكَفُ
 الْعَشْرَ الْأَوَّلَ التَّيَسُّوْمِ هَذَا لَيْكَةِ
 ثُمَّ اعْتَكَفُ الْعَشْرَ الْوَاحِدَ فَمَنْ

كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ فَبَيَّحْتُكَ الْعَشْرَ
 الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اَرَانِيَتْ هَذِهِ الْقَلِيلَةَ
 ثُمَّ اُنْسِيَتْهَا وَ قَدْ رَاَيْتُنِي
 اَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَ طِينٍ مِنْ
 صَبِيحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ
 الْاَوَاخِرِ وَ الْتَمِسُوْهَا فِي كُلِّ
 وَتَرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ بِمِلْكِ
 الْقَلِيلَةِ وَ كَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى
 عَرِيْشٍ فَتَوَقَّفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرْتُ
 عَيْنَايَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَى جَبْهَتِهِ اَثَرُ
 الْمَاءِ وَ الطِّينِ مِنْ صَبِيحَةِ اَحَدٍ
 وَ عَشْرَيْنِ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ فِي الْمَعْنَى
 وَ اللَّفْظُ يُسَلِّحُ اِلَى قَوْلِهِ فَبُيِّحَ
 لِيْ اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَ
 لِبَاقِي الْبُخَارِيِّ وَ فِي رِوَايَةِ عَبْدِ
 اللهِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ
 وَ عَشْرَيْنِ .

(تَذَاكُرُ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

اسے یہ نندے کا بنا ہوا ایک چھوٹا مخیمہ ہوتا ہے۔ فارسی زبان میں اسے خرگاہ کہتے ہیں۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ ”اُطْلِعَ“ آیا ہے یعنی ہمزہ کی زبردست ساکن مخفف کے ساتھ۔

اسے شب قدر کی تلاش کے لیے۔

اسے یعنی میرے پاس فرشتوں میں سے آنے والا آیا۔

اس رات کی تلاش کرنے والوں کے ساتھ امر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب انھوں نے اسے طلب و تلاش کریں

اور نہ پائیں تو پھر اعتکاف کریں۔ اور اسے تلاش کریں تاکہ اسے پالیں۔ اور جو لوگ اس رات کے طالب نہیں ہیں۔ وہ

اس سے فارغ البال ہیں کہ اعتکاف بیٹھیں یا نہ بیٹھیں۔
 ۱۷ یعنی معین رات دکھائی گئی رمضان کے آخری عشرہ میں۔
 ۱۸ کہ وہ ان طاق راتوں سے باہر نہیں ہے۔

۱۹ یہاں حدیث میں لفظ عریش آیا ہے (عین کی زبر را کی زیر آخر میں شین) یعنی ایسا مکان جو درختوں کی شاخوں اور پتوں سے بنایا جاتا ہے جیسا کہ انگوروں کی بیلوں کے لیے بنایا جاتا ہے۔ پھر عریش اسے بھی کہتے ہیں جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی شریف کعبہ کے درختوں کی شاخوں اور پتوں سے بنی ہوئی تھی۔

۲۰ یہ روایت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ وہ شب قدر رمضان کی اکیسویں تاریخ تھی۔
 ۲۱ اور یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔

۲۲ انیس۔ ہجرہ کی پیش، نون کی زبر اور یا ساکن سے۔ آپ بزرگ انصاری صحابی ہیں۔

حضرت ابو زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فواتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب سے سوال کیا اور کہا کہ ہے شک تیرا بھائی عبداللہ بن مسعود کہتا ہے جو شخص سارا سال شب بیداری کرتا ہے، وہ شب قدر پالیتا ہے اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اس پر رحم کرے۔ اس نے یہ چاہا کہ لوگ بھروسہ اور اعتماد نہ کر بیٹھیں۔ ورنہ ان کو پتہ ہے کہ وہ رات رمضان میں ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ آخری دس راتوں میں ہوتی ہے۔ اور انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ وہ سترہویں رات ہے پھر حضرت ابی بن کعب نے قسم کھائی جس میں آپ نے انشاء اللہ نہ کہا بلکہ پورے یقین کے ساتھ قسم کھائی۔ کہ وہ سترہویں رات ہی ہے حضرت زید بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے کہا اے ابوالمنذر آپ کس دلیل سے یہ بات کہتے ہیں آپ نے فرمایا اس رات کی وہ نشانی

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَبِيشٍ قَالَ
 سَأَلْتُ أَبَا بِنِ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ
 أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ يُقِيمُ
 الْحَوْلَ يُصِيبُ كَيْلَةَ الْقَدَرِ فَقَالَ
 نَحْمَدُ اللَّهَ أَرَادَ أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ
 أَمَّا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي
 رَمَضَانَ وَ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ
 وَ أَنَّهَا كَيْلَةُ سَبْعٍ وَ عَشْرِينَ
 ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَكْنِيَنَّ أَنَّهَا كَيْلَةُ
 سَبْعٍ وَ عَشْرِينَ فَقُلْتُ يَا
 شَيْءٌ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ
 قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي
 أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ
 لَا شُعَاعَ لَهَا.

جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے
یہ ہے کہ اس دن سورج اس حالت میں طلوع کرتا کہ
اس کے لیے روشنی اور شعاع نہیں ہوتی (مسلم شریف)

(دَوَاۓ مُسِيحِيَّة)

سلاہ زتر، زاکی زیر، راکی شدہ حبیش (حاکمی پیش باکی دہریا ساکن) حضرت زتر بن حبیش رضی اللہ عنہ ثقہ تابعی ہیں
آپ نے زمانہ جاہلیت بھی پایا۔ اور ساٹھ سال دور جاہلیت میں گزارے۔ پھر ساٹھ سال اسلام کا روشن زمانہ بھی نصیب ہوا
آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ بعض نے کہا ایک سو تیس سال۔ بعض نے کہا ایک سو پچاس سال آپ کی عمر ہوئی۔
آپ اکابر علمائے قرأت میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ حضرت
ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن مسعود عربی زبان سے متعلق چیزیں ان سے دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابی بن
کعب رضی اللہ عنہ ان سے کہا کرتے تھے اے زتر تو نہیں چاہتا کہ قرآن میں سے ایک آیت بھی چھوڑے مگر یہ کہ تو
مجھے اس بارے میں ضرور پوچھتا ہے۔

سلاہ یعنی ایسا کہنے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ لوگ اعتماد نہ کر بیٹھیں۔ کہ جب
شب قدر کو پالیں تو اس کے ثواب عظیم کے حصول پر ہی بھروسہ کر لیں اور باقی سارا سال آرام و آسائش میں گزاریں، اور
نیک عمل کے لیے کوئی جدوجہد نہ کریں۔

سلاہ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کُنیت ہے۔

سلاہ راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ علامتہ کہا یا الایہ

سلاہ یعنی اس رات کی علامت یہ ہے کہ اس رات کی صبح کو سورج اس حالت میں طلوع کرتا ہے کہ اس کی روشنی
(تیز) نہیں ہوتی۔ احمد رحمۃ اللہ کی روایت میں ہے کہ اس رات کی صبح کو سورج طشت کی طرح نمودار ہوتا ہے۔ اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات نشانی سے معلوم کی نہ کہ نص سے۔ اور اگر یہ نشانی
کسی ابدات میں پائی جائے تو بھی ممکن ہے۔

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو بلایا اور سب سے شب قدر
کے بارے میں پوچھا۔ سب صحابہ نے بالاتفاق کہا کہ وہ آخری دس راتوں میں ہوتی ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ نے کہا میں جانتا ہوں یا میرا گمان ہے کہ وہ ماہ رمضان کی ساتویں گندہ نے والی رات ہے۔ یا دس میں سے ساتویں
رات جو باقی ہوتی ہے۔ یعنی ستائیسویں رات۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تمہیں اس رات کا کیسے علم ہوا۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور سات زمینیں پیدا کیں۔ ہفتہ کے سات
دن پیدا کیے۔ اور زمانہ ان سات دنوں کے اندر گردش کرتا ہے۔ آدمی سات اعضاء سے پیدا ہوا ہے سات اندام سے

کھانا ہے۔ سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے۔ طواف کے بھی سات چکر ہیں۔ جمعہ کا دن بھی ساتویں دن آتا ہے۔ اسی طرح اور چیزیں بھی بیان فرمائیں۔ جن کا عدد سات ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک تیرے علم میں وہ چیزیں ہیں جو ہمارے علم میں بھی نہیں۔

بعض فضلاء کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ ”انا انزلناہ“ میں تین بار لیلۃ القدر کا ذکر کیا ہے اور یہ نو حرف ہیں۔ تین بار نوح جمع کرنے سے ستائیس حرف بنتے ہیں۔ مگر یہ اور اس طرح کے دوسرے دلائل ظنی نشانیاں ہیں۔ قطعی اور یقینی نشانیاں نہیں ہیں۔ ان ظنی نشانیوں سے کسی کو یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کا معین علم تھا تو صحابہ کو اس کے بتانے کی آپ کو اجازت نہ تھی اور صحابہ کرام میں سے بھی کسی کو اس رات کا علم تھا تو انھیں بھی اس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ اس بنا پر کہ اس کے پوشیدہ رکھنے میں کچھ حکمتیں مضمیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات کا پوچھا اور عرض کیا کہ آپ کو قسم ہے کہ آپ مجھے ضرور شب قدر بتائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غصے میں آگئے اور فرمایا اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتانے کی اجازت ہوتی تو میں ضرور بتائیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان شاء اللہ کیوں نہ کہا اور یقین سے کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلبہ ظن حاصل ہو جانے کی بنا پر حضرت ابی بن کعب کا بطور مباغۃ کلام ہے۔ اور غلبہ ظن کی حالت میں قسم کھانا جائز ہے۔ اور اس پر کوئی گرفت نہیں۔ اسی طرح جس نے بھی ایسا کہا ہے۔ غلبہ ظن اور اجتہاد کی بنا پر کہا ہے۔ اور اجتہاد کرنے والا غلطی بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کا اجتہاد درست اور ثواب بھی ہوتا ہے واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فواتی
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آخری دس
راتوں میں عمل خیر میں اتنی کوشش کرتے کہ دوسرے دنوں
میں اتنی کوشش نہ کرتے تھے۔

(مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے
فواتی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری دس
دن ہوتے تھے تو انار مبارک باندھ لیتے تھے۔ اور

وَعَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْوَاخِرِ
مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔

(رواہ مسلم)

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
فَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مِيزَمًا ۖ وَ

أَخْبَىٰ لَيْلَهُ ۖ وَ آيَعْتَظَ أَهْلَهُ ۖ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

راتیں جاگ کر گزارتے تھے۔ اور اپنے اہل کو بھی جگاتے تھے۔
(بخاری، مسلم)

اسلام یہ عام اوقات میں اپنی عادت شریعہ سے بڑھ کر عبادات میں کوشش و سعی کی جانب اشارہ ہے یا یہ عورتوں سے کنارہ کشی کی جانب اشارہ ہے۔

اسلام آپ رات کو زندہ رکھتے تھے یعنی شب بیداری کرتے تھے۔ یا اپنی ذات مبارک کو بیداری شب کے لیے بیدار رکھتے تھے۔ یاد رہے کہ رات کو زندہ کرنے یا رکھنے کے دو معنی ہیں۔ ایک تو رات کو زندہ رکھنا کہ وقت کی زندگی اور تلاذگی اس میں عبادت کرنے سے ہوتی ہے۔ دوسرے رات کے وقت اپنے آپ کو زندہ کرنا کہ انسان کی زندگی شب بیداری میں ہے۔ خصوصاً عبادت میں رات گزارنے سے۔ کہ نیند موت کی طرح ہے اور بے کار رہنا اپنے آپ کو مردہ بنانے کے مترادف ہے۔

اسلام تاکہ وہ بھی عبادت کریں اور شب قدر کی دریافت کی سعادت سے محروم نہ رہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ

أَنِّي لَيْلَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ

فِيهَا قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي

عَفْوًا تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

(تَوَاهُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ

الْإِسْمَاعِيلِيُّ وَ صَحَّحَهُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے
فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے
بتلائیں اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس میں کیا ذکر و دعا
کروں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا کرو۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي
عَفْوًا تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔

(اسے احمد، ابن ماجہ، اور ترمذی نے روایت

کیا اور اسے صحیح حدیث قرار دیا)

اسلام اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بھی معاف کر دے۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَسْتَوِي

يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تِسْعَةٍ

يَبْقَيْنَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا ہے کہ اس رات کو تلاش کرو نوراتوں میں جو
باقی ہوتی ہیں۔ یا نہایت راتوں میں جو باقی ہوتی ہیں
یا پانچ راتوں میں جو باقی ہوتی ہیں۔ یا تین

اَوْ فِيْ خَمِيْسٍ يَّبْقَيْنِ اَوْ ثَلَاثٍ
اَوْ اٰخِرَ كَيْلَةٍ

راتوں میں یا رمضان کی آخری رات
میں یہ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی شریف)

۱۔ اور وہ چار طاق راتیں ہیں۔ اور سات میں تین راتیں طاق آتی ہیں۔ اور پانچ میں دو طاق راتیں ہیں جیسا کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

۲۔ ”تین راتیں جو باقی ہوتی ہیں“ یعنی ستائیسویں رات، یا انتیسویں رات جو رمضان کی آخری طاق رات ہے
کہ اس پر طاق راتوں کی انتہا ہو جاتی ہے۔ اور بندہ اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے بعض نے کہا کہ فی تسع یقیں سے
بائیسویں رات مراد ہے۔ اور فی سبع سے چوبیسویں رات مراد ہے۔ اور فی خمس سے پچیسویں رات مراد ہے اور آخری
رات سے رمضان کی انتیسویں رات مراد لی جائے گی۔ اور بعض مہینہ کے ٹکٹے کے اعتبار سے ان راتوں کو
شمار کرتے ہیں۔ اس میں غور کر۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر

عَنْ كَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِيَ فِي

کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ رات مکہ

كُلِّ رَمَضَانَ۔

رمضان میں ہے۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(اسے ابو داؤد نے روایت کیا)

وَقَالَ دَوَاةُ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ

اور کہا کہ اسے سفیان اور شعبہ نے

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مَوْفُوقًا عَلَى

ابو اسحاق سے روایت کیا۔ جو کہ ابن

ابن عُمَرَ۔

عمر پر موقوف ہے۔

۱۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ کسی ایک رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہے
دوسرا یہ کہ یہ رات سارے رمضان میں گھومتی ہے۔ آخری دن دنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ
طیبی رحمہ اللہ نے کہا۔

۲۔ یہ ابو اسحاق رحمہ اللہ۔ اکابر تابعین میں سے ہیں۔

۳۔ یعنی یہ حدیث حضرت ابن عمر پر موقوف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي

روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

بَادِيَةً أَكُونُ فِيهَا وَ أَنَا أُصَلِّي
فِيهَا بِحَمْدِ اللَّهِ فَتَمَرُّ بِكَ يَلِيكَ
أَنْزِلُهَا إِلَى هَذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ
أَنْزِلْ لَيْلَةً ثَلَاثَ وَ عِشْرِينَ قِيلَ
لَا بَيْنَهُ كَيْفَ كَانَ أَبُوكَ يَصْنَعُ
قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا
مَلَكَ الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ
يَحَاجَةً حَتَّى يَصِلَ الصُّبْحَ فَإِذَا
صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ آيَتَهُ عَلَى
بَابِ الْمَسْجِدِ فَيَحْسُ عَلَىهَا
وَلَحِقَ بِبَادِيَّتِهِ -

(دَوَاكُ آبُودَاوُدَ)

۱۔ اس سے اس شخص نے مسجد نبوی شریف کی طرف اشارہ کیا۔ گویا اس کا ارادہ تھا کہ شب قدر میں مسجد نبوی شریف میں اگر عبادت کرے اور ثواب حاصل کرے۔

۲۔ یعنی ایسے کام کے لیے جو اعتکاف کے منافی ہو اور بعض اصول میں الالحاجۃ آیا ہے۔ یعنی وہ مسجد سے باہر نہ نکلتا تھا۔ مگر ضروری حاجت کے لیے جیسے حاجت بشری (قضاۃ حاجت وغیرہ) کیوں کہ اعتکاف والا اس حاجت کے لیے نکلنے پر مجبور ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے باہر تشریف لائے تو اچانک دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے آپ نے ان کو (جھگڑتے دیکھ کر) فرمایا میں تمہیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے نکلتا تھا۔ تو فلاں فلاں

عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ
قَالَ حَدَّثَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِكَيِّكَةِ الْقَدْرِ
فَتَلَاخِي رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُم بِكَيِّكَةِ
الْقَدْرِ فَتَلَاخِي فَلَانٌ وَ فَلَانٌ

فَرَفَعَتْ وَ عَسَىٰ أَنْ تَكُونَنَّ خَيْرًا
لَّكُمْ فَالْتَمِسُوهَا فِي السَّابِعَةِ وَ
التَّابِعَةِ وَ الْخَامِسَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

آپس میں جھگڑا کیا۔ جس کی وجہ سے وہ رات اٹھا
لی گئی۔ اور قریب ہے کہ اس کا اٹھانا تمہارے
لیے بہتر ہو۔ تو اسے تلاش کرو نویں، ساتویں اور
پانچویں رات میں۔ (بخاری شریف)

۱۷ یعنی گھر سے اس وقت باہر تشریف لائے جب کہ وہ رات آپ کو دکھائی گئی۔

۱۸ یعنی اس نزاع اور جھگڑے کی نحوست سے اس رات کا تعین اٹھالیا گیا اور وہ مہلادی گئی۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ آپس میں نزاع اور جھگڑا بہت بُرا ہے۔ اور برکات و خیرات سے محرومی کا سبب ہے۔ غالباً یہ نزاع کسی ناحق
معاملے میں تھا۔ یا عدسے تجاوز کر چکا تھا۔

۱۹ یعنی بہت نزدیک ہے کہ اس کے تعین کا اٹھالینا اور اسے مبہم رکھنا تمہارے لیے بہتر ہو۔ کہ عبادت و طاعات
میں کوشش و محنت اور کثرت کا سبب ہے۔

۲۰ یعنی انیسویں شب میں اور ستائیسویں و پچیسویں شب میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وہ
رات تین راتوں کے اندر متروک طور پر دکھائی گئی۔ یا ان تین راتوں کے درمیان تردد و غلبہ ظن کی وجہ سے محنت
واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كُنْبِكَ مِنْ الْمَلَائِكَةِ
يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ
قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَ جَدَّ فَإِذَا
كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَمْنَى يَوْمٍ
يُنْظَرُهُمْ بَاهِي بِهِمْ مَلَائِكَتُهُ
كَقَتَالِ يَا مَلَائِكَتِي مَا جَزَاءُ أَحَبِّ
وَأَوْ عَمَلُهُ قَالُوا رَبَّنَا جَزَاؤُكَ
أَنْ يُؤْتِيَ أَجْرَهُ قَالَ مَلَائِكَتِي
عِيْدِي وَإِمَائِي قَضَوْا فَرِيضَتِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبریل فرشتوں
کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر
اس بندے کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں جو کھڑے
یا بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوتا ہے پھر جب بندوں
کا عید کا دن ہوتا ہے۔ یعنی عید الفطر کا دن تو اللہ تعالیٰ
ان کے ساتھ اپنے فرشتوں پر نازل ہوتا ہے۔ اور
فرماتا ہے اے میرے ملائکہ! اُس مزدور کی کیا جزا ہے
جو اپنا کام پورا کر چکا ہو اور فرماتا ہے اے میرے ملائکہ
میرے بندوں اور میری لونڈیوں نے میرے
فریضے کو جو ان پر تھا پورا پورا ادا کر دیا ہے پھر

عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعْجُونَ
إِلَى الدُّعَاءِ وَ عِذَّتِي وَ جَلَّالِي
وَ كَرَمِي وَ عَلَوِي وَ اذِيفَتَا
مَكَائِي لَا جِبَّتَهُمْ فَيَقُولُ اذْجِعُوا
فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَ بَدَأْتُ
سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُونَ
مَغْفُورًا لَهُمْ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

میرے بندے نکلے ہیں (نماز عید کے لیے) میرے آگے
وہا کے ساتھ آواز بلند کر گئے ہوتے مجھے اپنی بندگی،
لپٹے جلال، اپنے کرم اور اپنی عظمت اور اپنے بند
درجہ کی قسم میں نے ان کی دعا قبول کر لی اور اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے واپس لوٹ چلو بے شک میں نے تم کو بخش
دیا اور میں نے تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی ہیں
حضرت علیؓ علیہ وسلم نے فرمایا تو بندے عید گاہ سے
نکلے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان
میں روایت کیا)

۱۔ حدیث میں لفظ کبکہ آیا ہے۔ کاف کی پیش اور زبر سے معنی جماعت۔
۲۔ اور اپنے بندوں کے ساتھ اپنے ملائکہ کے سامنے ناز کرتا ہے۔ جنہوں نے انسانوں کی نافرمانی کا طعنہ دیا تھا۔
۳۔ یعنی رمضان شریف کے روزے رکھے ہیں۔

۴۔ حدیث میں لفظ یحون آیا ہے۔ عین کی زیر اور زبر کے ساتھ۔

۵۔ یعنی میں تمہاری بدیوں کو معاف کرتا ہوں ان کے نشانات و آثار مٹاتا ہوں۔ اور تمہاری نیکیوں کو قبول کرتا
اور ثابت مضبوط کرتا ہوں۔ اور طاعات و عبادات کے اوارہ برکات کو ظاہر و نمایاں کرتا ہوں۔ یا تمہارے نفس میں ملکہ
معصیت کو ملکہ طاعت سے تبدیل کرتا ہوں بلکہ میں ہر معصیت کو طاعت کے ساتھ بدلتا ہوں اور عذاب کی جگہ ثواب
درج کرتا ہوں جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن (فرشتے) ایک بندے کو بارگاہ الہی میں پیش کریں
گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے سامنے اس کے گناہ صغیرہ کو ظاہر کرو۔ اور اس کے کبیرہ گناہوں کو پوشیدہ رکھو۔ اور
اس سے کہا جائے گا کہ تو نے یہ یہ گناہ کیے تو وہ بندہ اپنے صغیرہ گناہوں کا اقرار کرے گا۔ اور کبیرہ گناہوں کا اقرار نہ
کرے گا۔ مگر ڈرنا ہو گا کہ مبادا کبیرہ گناہ بھی ظاہر نہ کر دیں۔ تو حکم ہو گا کہ اسے اس کی برائی (صغیرہ) کے بدلے نیکی عطا
کر دو۔ اس وقت بندہ کہے گا میرے بڑے بڑے گناہ (کبیرہ) بھی مٹے۔ جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا الی آخر الحدیث



بَابُ الْإِعْتِكَافِ

اعتکاف کا بیان

نعت میں اعتکاف کا معنی ہے بار رکھنا، روک کر رکھنا اور بھڑنا اور ایک جگہ یا ایک چیز کے ساتھ چپٹ جانا اور کسی جانب رخ کرنا۔ شرع میں اعتکاف کا معنی ہے مسجد میں بھڑنا اور مخصوص طریقہ اور نیت سے اس میں پڑے رہنا۔ پھر اعتکاف، حقیقہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ظاہر مذہب کے مطابق سنت تو کہہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال مبارک تک اس پر مداومت اور ہمیشگی فرمائی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ زہری نے کہا مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ اعتکاف کس طرح ترک کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل بھی ادا کیے کبھی امانہ کیے۔ مگر اعتکاف کبھی ترک نہ کیا اور حقیقہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے واجب نہیں کہا باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک سال اعتکاف نہ کیا تو دوسرے سال اسے قضا کیا۔ اور دس دن اعتکاف میں رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک واجب کے بارے میں یہ تھی کہ اس پر خود مواظبت اور ہمیشگی کے باوجود دوسروں کو بھی اس کے کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور نہ کرنے پر ڈانٹتے تھے مگر اعتکاف کے بارے میں آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اعتکاف کرنا چاہے کرے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں آیا ہے اور دوسرے سال دس دن کا اعتکاف قضا کی نیت سے نہ تھا کہ یہ سال وصال تھا۔ بلکہ درگاہ الہی میں پہنچنے کے کمال شوق اور تیاری استعداد کے طور پر تھا۔

درست بات یہ ہے کہ اعتکاف تین قسم ہے۔

اعتکاف واجب :- یہ وہ اعتکاف ہے جو نذر کی نیت سے ہو اور اپنی ذات پر لازم کر لیا ہو

دوسرا سنت اعتکاف :- وہ رمضان کے آخری عشرہ کا ہے

ان دو قسموں کے علاوہ باقی اعتکاف مستحب ہے۔ پھر حقیقہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے مسجد میں اعتکاف جائز قرار دیا ہے مگر یہاں مسجد سے گھر کی وہ جگہ مراد ہے جو نماز کے لیے الگ کی جوتی ہے۔ اس جگہ کا حکم اگرچہ مسجد کا حکم نہیں مگر عورتوں کے اعتکاف کے لیے مسجد کا حکم رکھتی ہے۔ امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور ہمارے (احناف کے) بعض حضرات سے نقل کیا گیا ہے کہ عورت کے لیے مسجد میں اپنے مرد کے ساتھ اعتکاف کرنا جائز ہے امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات کو اس کی اجازت دینا اس حجاز کی دلیل ہے

عورتوں کو ممانعت مصلحت کی بنا پر ہے جو آگے آرہی ہے۔

پھر امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کے لیے اس مسجد کو خاص کیا ہے جس میں پانچوں نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہوں۔ تاکہ اعتکاف سے ترک جماعت کا جو اس سے بھی زیادہ سنت مؤکدہ ہے۔ لازم نہ آئے اور اس ترک جماعت سے بچ جانے کی صورت میں پانچ وقت جائے اعتکاف سے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئے۔ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسجد سے غیر مسجد جامع مراد ہے کہ اس میں اعتکاف جائز ہے اگرچہ اس میں پانچ وقت کی جماعت قائم نہ ہوتی ہو۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ جس مسجد میں نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اس میں اعتکاف جائز نہیں ہاں نقل اعتکاف غیر جماعت والی مسجد میں بھی جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کے لیے مسجد جامع کو شرط قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک قول ہی مروی ہے۔ اور کتاب حادی میں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی کتاب ہے۔ جامع مسجد اعتکاف کے لیے بہتر اور اولیٰ ہے۔ مگر جمهور شافعیہ کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔

اس کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ اعتکاف کی اکثر مدت کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ اگر کوئی پوری زندگی اعتکاف کی نیت کر لے تو روا اور جائز ہے۔ ہاں کم سے کم مدت میں اختلاف ہے۔ کہ وہ کتنی ہے بعض کے نزدیک کم مدت ایک ساعت بھی ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ بندہ جب مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کر لے تاکہ اس کا ثواب بھی حاصل ہو جائے اس قائل کے نزدیک مسجد میں ذرا بیٹھنا بھی شرط نہیں ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں سے صرف گزر جانا معتبر نہیں اور بعض کے نزدیک اعتکاف کی کم سے کم مدت ایک دن ہے۔ احناف کے مذہب میں بھی پسندیدہ قول یہی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اختلاف اعتکاف میں روزے کی شرط کے اختلاف کی فرع ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزے کی شرط ہونے کے باوجود یہ احتمال ہے کہ اعتکاف ایک دن سے کم کا بھی ہو۔ لہذا روزہ دار اگر مسجد میں ایک ساعت یا دو ساعت ٹھہرے گا تو اعتکاف حاصل ہو جائے گا اور روزہ کو اعتکاف کی شرط قرار دینے کا ثمرہ و نتیجہ یہ ہے کہ جب اعتکاف کی نیت رات کو کرے گا تو جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ رات روزہ رکھنے کا وقت نہیں ہے مزید گفتگو احادیث کی شرح کے ضمن میں آرہی ہے۔

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال مبارک

الفصل الأول

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ

الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى
تَوَقَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَذْوَاجَهُ
مِنْ بَعْدِهِ .

رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف
کرتے تھے۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج
مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری - مسلم)

۱۵۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشرہ اول پھر عشرہ اوسط کا اعتکاف کرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔ جب کہ آپ
نے پہلے دو اعتکافوں میں شب قدر نہ پائی اور آپ کو بتایا گیا کہ وہ آخری دس راتوں میں ہے۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث
میں گذرا۔

۱۶۔ یعنی آخری عشرہ میں۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اعتکاف کرتے تھے نیز یہ حدیث
اعتکاف کی سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَ
كَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ
كَانَ جَبْرِيدُ يُلْقَاهُ كُلَّ كَيْفَةٍ
فِي رَمَضَانَ ————— يَخْرُجُ
عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جَبْرِيدُ كَانَ
أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الزَّيْجِ الْمَسْكُوعِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر میں تمام
لوگوں سے زیادہ سخی یا زیادہ کامل و مضبوط تھے اور
مہربان سے زیادہ سخاوت کرنے والے رمضان میں ہوتے
تھے۔ رمضان شریف کی برات میں حضرت جبریل
علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ان پر قرآن پیش کیا کرتے تھے۔
جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملتے تھے
تو اس وقت آپ آزاد چھوڑ دی جاتی تھی اس سے بھی زیادہ
خیر و نیکی کسے والے ہوتے تھے بلکہ

(بخاری - مسلم)

۱۷۔ رمضان المبارک میں آپ باقی اوقات سے بڑھ کر جہاد و سخی ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ مہینہ افعال خیر و نیکی کے لیے
زیادہ اشرف اور زیادہ مناسب ہے۔

۱۸۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن پاک سنایا کرتے اور ان کے ساتھ کدور کیا کرتے تھے۔

۱۹۔ یعنی جن اوقات میں حضرت جبریل آپ سے ملنے آتے تھے آپ ان اوقات میں آزادی سے چلنے والی تیز
ہوا سے بھی زیادہ سخی، زیادہ تیز اور زیادہ اچھی حالت میں ہوتے تھے۔ یعنی اس ہوا سے جو بارش کی بشارت کے لیے

اس سے پہلے چلتی ہے اس میں دراصل حق سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کی جانب اشارہ ہے وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی اللہ تعالیٰ وہ قادر ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتی ہے اس کی رحمت کے آگے آگے بشارت دینے کے لیے، تو یہ ہوا بادلوں کو اٹھاتی ہے جس کے ساتھ بارشیں ہوتی ہیں۔ پھر ان بارشوں سے رزق و برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود شریف ہے جو خیرات و نیکیوں اور برکات کا باعث ہے خصوصاً ان اوقات میں یعنی رمضان شریف میں۔ حدیث میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ افضل اوقات اور نیکیوں کی صحبت و مجلس میں آنے کے وقت فعل خیر اور کسب خیرات میں زیادہ کوشش کیا کرے اس حدیث کو باب اعتکاف میں اس مناسبت کی بنا پر لایا گیا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قرآن پیش کیا جاتا تھا۔ پھر جس سال آپ کا وصال ہوا اس میں دو مرتبہ آپ پر قرآن پیش کیا گیا اور آپ ہر سال رمضان کے دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ نے وصال فرمایا اس میں بیس دن اعتکاف کیا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ وَكَانَ يَتَكَلَّمُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا مَا عَتَكَتْ عَشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ۔

(بخاری)

(رواہ البخاری)

۱۵ پیش کرنے والے حضرت جبریل ہوتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبریل علیہ السلام پر قرآن پیش کرنے کی اس سے کوئی منافات نہیں جیسا کہ حدیث اذل کا مدلول ہے کیونکہ پہلے حضرت جبریل، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن پیش کرتے تھے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش کرتے تھے۔ جیسے شیخ حدیث سے حدیث سماع کرنے پھر اس کے سامنے پڑھنے میں ہوتا ہے۔ اس میں طریقہ قراءت میں انتہائی مضبوطی اور عمدگی پائی جاتی ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے سامنے بطور مدارس و تکرار قرآن پاک پڑھتے جس طرح حفاظ قرآن ایک دوسرے کے ساتھ در قرآن کیا کرتے ہیں۔

۱۶ حدیث میں یہاں دو عشرہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ اہم میں دن کا بھی، مال دونوں مبارکوں کا ایک ہی ہے اور آپ نے وصال مبارک کے سال جو بیس دن کا اعتکاف کیا وہ مد کا و حق تعالیٰ میں پہنچنے کے کمال شوق و تیاری کی وجہ سے تھا۔ بیت وعدہ وصل چوں شود نزدیک آنش شوق تیز تر گردد (ترجمہ) وصل کا وعدہ جب نزدیک آجاتا ہے تو شوق کی آگ تیز تر جاتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اُعْتَكَفَ أَذَى إِلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجَلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ الْإِنْسَانِ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے خواتین میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہوتے تھے تو اپنا سر مبارک میرے قریب کرتے تھے اور میں آپ کے سر مبارک کو کنگھی کرتی تھی اور آپ مسجد سے گھر میں تشریف لاتے تھے مگر انسانی حاجت کے لیے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۵۔ حدیث میں لفظ فَأَرْجَلُهُ آیا ہے ترجمیل سے۔ ترجمیل کا معنی ہے بالوں کو کنگھی کرنا اور بال نیچے لٹکانا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کے لیے سر مسجد سے باہر نکالنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
۱۶۔ جیسے بول و براز کے لیے یوں ہی غسل جنابت کی غرض سے کیونکہ اس صورت میں مسجد سے نکلنا ضروری ہو جاتا ہے یوں ہی نماز جمعہ کے لیے نکلنا بھی ٹھیک ہے مگر غسل جمعہ کے لیے مسجد سے نکلنے کے جواز میں میں نے اصول میں کوئی روایت نہیں پائی ماسوائے اس کے کہ شرح اوراد میں فرمایا کہ آپ مسجد سے غسل کی خاطر باہر نکلتے تھے۔ وہ غسل فرض ہوتا یا نقل۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ ۖ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ اُعْتَكِفَ كَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے جاہلیت میں مسجد خانہ کعبہ میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کر لے۔ (بخاری، مسلم)

۱۷۔ اس حدیث سے امام شافعی نے اور امام احمد نے ان سے ایک روایت کے مطابق یہ استدلال کیا ہے، کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں مگر جب کہ نذر کے ساتھ روزہ بھی لازم کرے۔ کیونکہ اگر اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہوتا تو اس طرح اس شرط کے پورا کرنے کا حکم نہ دیتے۔ مگر اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایک دن کے اعتکاف کی نیت کی پس وہ حدیث جس میں رات کا ذکر ہے اس سے دن رات مراد ہیں۔ جیسا کہ لفظ یوم سے دن رات دونوں مراد سمجھتے ہیں۔
امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک مطلق اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ وہ

اعتکاف واجب ہو یا نفل۔ ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو آرہی ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے لَا اَعْتَكُفَ إِلَّا بِالصَّوْمِ یعنی روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔ اور حدیث اس امر میں صریح ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ ذَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا مَلَكًا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عَشْرِينَ رَمَادًا أَبُو ذَرٍّ وَمَا جَاءَ عَنْ أَبِي كَعْبٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے ایک سال اعتکاف نہ کیا تو دوسرے سال میں دن کا اعتکاف فرمایا۔

(ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

۱۵۔ گزشتہ سال کے اعتکاف کی قضا کی۔ یہ عمل بظاہر وجوب اعتکاف کی علامت ہے تاہم سنت مؤکدہ کی قضا کا ذکر بھی آیا ہے۔ جیسا کہ سنت ظہر کی قضا بعد نماز عصر آئی ہے یہ بات کتاب الصلوٰۃ میں گزری ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكِفِهِ (رَوَاهُ أَبُو ذَرٍّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھتے پھر آپ جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے۔ (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا)

۱۶۔ ملاو نے کہا ہے کہ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور دیگر اصحاب صحاح نے بھی طویل حدیث کی صورت میں اسے روایت کیا ہے۔ پھر اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے کہ اعتکاف کی ابتداء عشرہ آخری کی صبح سے کرے۔ اسی کے قائل ہیں۔ امام اوزاعی، سفیان ثوری اور لیث ایک قول میں۔ اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر ہیں کہ جائے اعتکاف میں پہنچ آئے غروب آفتاب کے وقت جس نے صبحیئے کا اعتکاف کرنا ہو یا آخری دس دنوں کا وہ اس حدیث کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد میں تشریف لائے۔ جب آپ نے صبح کی نماز ادا کی تو وہ حجرہ جو آپ کے اعتکاف کے لیے بنایا گیا تھا اس میں تشریف لے آئے۔ اور لوگوں سے میل ملاپ منقطع کر دیا۔ اور تنہائی اختیار کر لی۔ جلے اعتکاف سے وہ حجرہ مراد ہے جو ٹاٹ وغیرہ سے آپ کے لیے بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آچکا ہے اس طرح اعتکاف کا وقت تو غروب آفتاب سے شروع ہوا مگر علیحدگی و تنہائی صبح کے وقت سے ہی اختیار کر لی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَ هُوَ مُعْتَكِفٌ قِيَرٌ كَمَا هُوَ فَلَا يُعْرِجُ يَسْأَلُ عَنْهُ (رَدَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فراقی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی بیدار پرسی کرتے تھے حالانکہ آپ اعتکاف میں ہوتے تھے تو آپ مخصوص بیٹھ میں گزارتے تھے اور آپ کسی جانب متوجہ نہ ہوتے تھے۔ بیمار سے اس کا حال دریافت کرتے تھے (ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۷ یعنی آپ عیادت کے لیے جس شکل و ہیئت سے جاتے تھے بالکل اسی حالت میں واپس جاتے اعتکاف میں آجاتے تھے۔

۱۸ کہ نہ تو آپ راستے میں ادھر ادھر متوجہ ہوتے تھے نہ ہی راہ میں کھڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح آپ بیمار کے پاس جاتے اور اس کا حال دریافت فرماتے۔ یہاں حدیث میں لفظ ”لَا يُعْرِجُ“ آیا ہے۔ تعریج سے بمعنی کھڑے ہونا اور ادھر ادھر مائل ہونا۔

۱۹ یہ عیادت کا بیان ہے طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چاروں ائمہ کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہے کہ محکم جب جلے اعتکاف سے فضلے حاجت کے لیے نکلے اور راستہ میں اتفاق سے بیمار کی بیدار پرسی کر لے یا نماز جنازہ پڑھنے کا اتفاق ہو جائے تو ان امور کے علاوہ کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ ہی اپنے راستے سے ادھر ادھر پھریں اور نماز پڑھنے کی مقدار سے زیادہ وقت کھرانے ہو تو اعتکاف باطل نہ ہوگا۔ اور اگر اپنے راستے سے ادھر ادھر مٹ جائے یا زیادہ دیر کھڑا رہے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اور حسن و نغی نے کہا کہ محکم کے لیے نماز جمعہ، عیادت مریض اور نماز جنازہ کے لیے نکلنا جائز ہے۔ حضرت حسن و نغی کا بیان ختم ہوا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمْسُقَ الْمَرْأَةَ وَلَا يُبَايِسَ رَجُلًا وَلَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ فراقی ہیں معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ بیمار کی بیدار پرسی کو نہ جائے اور نہ نماز جنازہ کے لیے جائے۔ اور نہ عورت کو چھوئے

يَنْهَوِيَّ يَحَاجَّةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ
مِنْهُ وَلَا اِعْتِكَافَاتٍ إِلَّا بِصَوْمٍ
وَلَا اِعْتِكَافَاتٍ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ -
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

اور نہ اس سے مباشرت کرے۔ اور سوائے
حاجت کے ضروری کے کسی کام کے لیے نہ نکلے۔
اور اعتکاف درست نہیں مگر روزے کے ساتھ
اور اعتکاف جائز نہیں مگر مسجد جامع میں۔

(ابوداؤد شریف)

۱۷۔ مگر اس شکل میں جس کا ذکر گزشتہ حدیث میں ہوا۔

۱۸۔ عورت کو چھونے کا مطلب ہے اس کے جسم کو مائع لگانا۔ اور لفظ مباشرت بھی اسی معنی میں آتا ہے
بشرہ کا معنی ہے ظاہر چمکے کی شکل۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہاں نسی سے جماعت مراد ہے۔ اس سے بالاتفاق
اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر مباشرت شرمگاہ عورت کے علاوہ کسی اور چیز سے ہو تو بعض کہتے ہیں اس
سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر انزال ہو جائے تو ٹوٹ جاتا ہے، انزال نہ ہو تو نہیں ٹوٹتا
ہدایہ میں کہا کہ اگر معتکف نے غیر فرج (شرمگاہ) میں جماع کیا۔ اور انزال ہو گیا یا بوسہ لیا یا مس کیا اور انزال ہو گیا
تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ معنی جماع ہی ہے یہاں تک کہ ایسا کرنے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور
انزال نہ ہو تو اعتکاف باطل نہ ہوگا اگرچہ ایسا کرنا حرام ہے۔

۱۹۔ جیسے قناتے حاجت وغیرہ کے لیے

۲۰۔ یہ حنفیہ جمیع اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔

۲۱۔ یہاں جامع مسجد سے جماعت والی مسجد مراد ہے یا یہ اولیٰ اور افضل اعتکاف کا بیان ہے واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
كَانَ إِذَا اِعْتَكَفَ طَرَحَ لَهُ فِرَاشَهُ
أَوْ يُؤَمِّنُ لَهُ سَرِيرَهُ وَرَأَى
أُسْطُوَانَةَ التَّوْبَةِ -
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
کہ بے شک جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کرتے
کرتے تھے تو آپ کے لیے چٹائی بچائی جاتی تھی
جو آپ کی تھی اور آپ کے لیے آپ کی چارپائی
بھی بچائی جاتی تھی۔ ستر توبہ کے پیچھے
(ابن ماجہ شریف)

۱۔ جس پر آپ سوتے تھے اور چارپائی پر جب بہتر نہ ہو تو اسے عربی میں سریر کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں ادویع یعنی داؤ کے بجائے کلمہ او (معنی یا) کے ساتھ آیا ہے۔

۲۔ یعنی آپ کے لیے آپ کی چٹائی اور چارپائی ستون توبہ کے پیچھے یا آگے بچائی جاتی تھی۔ اس ستون کا نام ستون توبہ تھا۔ اہل سیر فرماتے ہیں یہ وہ ستون تھا جس کے ساتھ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے قبولیت توبہ تک اپنے آپ کو باندھا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کی توبہ قبول ہو گئی۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ کتب سیر و احادیث میں مسطور و مذکور ہے یہاں حدیث میں لفظ اسطوانہ آیا ہے۔ ہمزہ کی پیش سین ساکن معنی ستون۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ فِي التَّعْتِكِ وَهُوَ
يَعْتِكُ الذُّنُوبَ وَ يُجْزَى لَهُ
مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ
كُلِّهَا۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اسے گناہوں سے بچایا جاتا ہے اور اسے تمام نیکیاں کرنے والے انسان کی طرح نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔

(ابن ماجہ شریف)

۳۔ یعنی معتکف کو ان تمام نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔ جو وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔ جیسے بیمار کی عبادت، نماز جنازہ میں شرکت اور بھائیوں وغیرہ کی زیارت و ملاقات۔ یہاں حدیث میں ایک روایت بجزی کے بجائے بجزلی کے ساتھ بھی ہے۔ بجزلی اجزاء سے مشتق ہے۔



کتاب فضائل القرآن

فضائل قرآن مجید

لفظ فضائل فضیلت کی جمع ہے۔ فضل (اضافہ) نقص (کمی) کی ضد سے مشتق ہے۔ قرآن قرأت یا قرآن سے مشتق ہے بمعنی جمع کرنا۔ جوڑنا۔ قرآن مجید میں قصص، اسروہی وعدہ و وعید اور سورہوں و آیتوں کو جمع کیا گیا ہے اور ایک دوسرے سے جوڑا گیا ہے۔ صاحب صحاح و قاموس نے مادہ قرأت کے باب میں ذکر کیا کہ قرآن کے باب میں اور وہی ظاہر ہے

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں
بہتر وہ ہے جو خود قرآن سیکھ اور دوسروں کو قرآن
سکھائے

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ
وَعَلَّمَهُ

(رداۃ النکاحی)

(بخاری شریف)

علماء نے فرمایا ہے مراد یہ ہے کہ یہ شخص بھی بہتر لوگوں میں سے ہے کیونکہ بہتر ہونا معلم و متعلم کے علاوہ
دوسروں کے لیے بھی آیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایک شخص نے بقدر ضرورت قرآن پاک کی تعلیم حاصل
کی تو اس کی تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کا درجہ برابر ہے۔ بقدر ضرورت سے زیادہ فقہ حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ مگر
پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ تعلیم و تعلم قرآن سے کلمات قرآن کی تعلیم و تعلم مراد ہو۔ ورنہ علم فقہ
حاصل کرنا لوازم و توابع قرآن میں سے ہے۔ کہ خود زمانہ نبوت میں علم فقہ ہی قرآن پاک کا سمجھنا تھا۔ احادیث نبویہ
اس کی تفسیر کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے باب امامت میں قاری صحابہ کرام کو سب سے زیادہ علم والا کہا گیا ہے اس
میں غور کر۔

وَعَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

تَحَرَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحَنَّنَ فِي الصُّفَّةِ
فَقَالَ أَتَيْكُمْ يُحِبُّ أَنْ تَعُدُّوا
كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بَطْحَانَ أَوْ
الْعَقِيقِ فَيَأْتِي بِنَاقَتَيْنِ
كَوْمَادَيْنِ فِي غَيْرِ إِشْمٍ وَلَا
قَطْعٍ رَحِمَ قَتْلُنَا يَا رَسُولَ
اللَّهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذَلِكَ قَالَ أَفَلَا
يَعُدُّوْا أَحَدَكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ
أَوْ يَقْرَأَ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثَ
خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَآرُبَعٍ
خَيْرٌ لَهُ مِنْ آرُبَعٍ وَ مِنْ
أَعْدَادٍ هُنَّ مِنَ الْإِذِيلِ -
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے جب کہ ہم لوگ صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ
نے فرمایا تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے
کہ ہر دن صبح کے وقت موضع بطحان یا عقیق کی جانب
جائے۔ اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑی کوٹان والی
لائے بغیر کوئی گناہ اور بغیر قطع رحم
کے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک
یہ چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی
شخص مسجد کو نہیں جاتا پس وہاں جا کر تعلیم دے یا
یا دو آیتیں کتاب اللہ کی پڑھے کہ یہ عمل
اس کے لیے دو مذکورہ صفت کی اونٹنیوں سے
بہتر ہے اور تین آیتوں کی تلاوت تین اونٹنیوں سے
بہتر ہے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اسی
کا اندازہ اونٹوں سے بھی بہتر ہیں

(مسلم شریف)

۱۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کے حالات گذشتہ صفحات میں کئی جگہ بیان ہو چکے ہیں۔
۲۔ صفہ (عاد کی پیش، فاک کی شد) مراد مسجد نبوی ہے یہ مسجد نبوی شریف میں ایک طرف اس کے سامنے چھتی ہوئی جگہ تھی
بعض نے کہا صفہ قدیم مسجد تھی جس کا قبلہ جانب بیت المقدس تھا۔ اس قبلہ کے منسوخ ہونے کے بعد اسے اپنی جگہ پر ہی
رہنے دیا گیا۔ فقراء صحابہ جن کو اصحاب صفہ کہتے تھے اسی جگہ میں رہتے تھے۔
۳۔ بطحان (با کی پیش، طاساکن) ادا عقیق یا موضع عقیق۔ یہ راوی کا فک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
بطحان کا ذکر کیا یا موضع عقیق کا۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں دو جگہیں ہیں یہاں بازار تھا جس میں اونٹ فروخت
ہوتے تھے۔

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ ”کومادین“ آیا ہے کاف کی زبر واو ساکن بمعنی بڑی موٹی کوٹان والی اونٹنی۔
۵۔ جس کا جوڑنا واجب و ضروری ہے۔ یہ تفصیل بعد تعلیم ہے۔ اس کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا کہ یہ بچے
ترین معصیت ہے۔

۷۱ بعض روایتوں میں "فیعلم" تحفیف کے ساتھ آیا ہے۔ علم سے مشتق ہے۔ اس صورت میں کلمہ اُدشک یا مستعد انواع بیان کرنے کے لیے ہے۔

۷۲ یعنی پانچ چھ آیتیں پڑھنا پانچ چھ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ علی ہذا القیاس۔ یاد رہے کہ اہل اسم جنس ہے نزد مادہ کو شامل ہے صرف اونٹ کو جمل کہتے ہیں اور صرف مادہ کو ناذہ جس طرح لفظ انسان کہ مرد و عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پھر صرف عورت کے لیے لفظ زن اور مرد کے لیے لفظ رجل آتا ہے۔

کوئی شخص اگر یہ کہے کہ قرآن کی ایک آیت ساری دنیا دما فیہا سے بہتر ہے اونٹوں میں کیا فضیلت ہے کہ آیتوں کی ان پر افضلیت کا ذکر کیا جائے اور قرآن کی فضیلت اس انداز میں بیان کی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مراد یہ کہ دینی کام میں مشغولیت اس محنت و مشقت سے بہتر ہے جو طلب رزق کے لیے اٹھائی جاتی ہے۔ غایتہ الامر یہ ہے آپ نے اسے خاص مثال کی صورت میں بیان فرمایا اور فریہ کو مان والی اونٹنی کو مخصوص کیا کیونکہ وہ عرب کے نزدیک بہترین مال سمجھا جاتا ہے یا یہ مراد ہے کہ قرآن سیکھنا اور دینی کام میں مشغول رہنا معاملہ معاش میں بھی نافع اور مزید خیر و برکت کا موجب ہے اور لوگوں کی زیادہ تر مشغولیت و مصروفیت اسباب دنیا میں ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا ذمہ جَزَّ يَتَّقِ اللّٰهُ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ جب تقویٰ اختیار کر لے دنیوی رزق میں اضافہ ہو جاتا ہے تو جو شخص امور آخرت کی ہی تیاری میں مصروف رہتا ہے جس کے سامنے دنیا دما فیہا کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کیا کچھ عطا فرمائے اسے سمجھو باللہ التوفیق۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس امر کو پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے اہل و عیال کے پاس واپس لوٹے تو وہ ان کے اندر تین بڑی اور موٹی حاملہ اونٹنیاں موجود پائے ہم نے کہا ہاں (ضرور) فرمایا کہ قرآن کی تین آیتیں جو تم میں سے کوئی اپنی نماز میں پڑھتا ہے۔ اس کے لیے تین ایسی اونٹنیوں سے بہتر ہیں

(مسلم شریف)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ حَيْفَاتٍ عِظَامٍ يَمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَّهِ مِنْ ثَلَاثِ حَيْفَاتٍ عِظَامٍ سَيِّئَةٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۷ حدیث میں یہاں لفظ خلفات آیا ہے جمع خلف (خاک کی زیر، لام کی زیر) معنی حاملہ اوشنیاں
۱۸ اس قیاس کے مطابق یہ بھی پہلی حدیث کی ہم معنی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ قرآن کا ماہر اور جامع عالم فرشتوں اور نبیوں
کے ساتھ ہوگا جو کہ بزرگ اور نیک لوگ ہیں۔ اور
وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے مگر اسے خوب طرح
نہیں پڑھ سکتا اور وہ اسے مشکل محسوس ہوتا ہے اس
کے لیے دوبرا اجر و ثواب ملے گا

(بخاری، مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ
الْكِرَامِ الْبَرَاءَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ
الْقُرْآنَ وَكَانَ فِيهِ فَهْمٌ فَهُوَ
عَلَيْهِ شَقَاقٌ لَمْ أَجْزِ أَنْ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۹ یعنی جو بوندہ حفظ و تجوید قرآن میں زیرک، اسے اچھی طرح جاننے والا اور استاد موجودہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام
کے ساتھ ہے کہ یہ حضرات بزرگ و نیکو کار لوگ ہیں یعنی یہ شخص دنیا میں ان جیسے نیک کام کرنے والا ہے تو دنیا میں عمل
کی صورت میں ان کے ساتھ ہے اور آخرت میں بھی ان کا رفیق اور ساتھی ہوگا۔ حدیث میں واقع لفظ سَفَرَةُ سافر کی جمع
ہے۔ یعنی کاتب سفر سے مشتق ہے۔ یعنی کتابت یا سفر کے معنی میں ہے۔ جو سفارت سے مشتق ہے معنی نمائندگی کرنا،
پیغام رسانی انجام دینا اس سے مراد ملائکہ ہیں جو لوح محفوظ سے آسمانی صحیفوں میں باتیں درج کرتے اور لکھتے ہیں۔ اور
خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان سفیرین کر ذات الہی کی طرف سے ہدایات لاتے ہیں نیز خدا تعالیٰ اور امتوں کے
درمیان سفارت کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ یا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مراد ہیں جنہوں نے سب سے
پہلے قرآن پاک لکھا یا بندوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے مراد ہیں پھر حدیث میں واقع لفظ کرام کریم کی جمع ہے معنی عزت والے
اور بزرگہ بار کی جمع ہے۔ یعنی نیکو کار۔

۲۰ اگرچہ قرآن کا ماہر اور جامع عالم افضل و اکمل ہے مگر مشقت و وقت اٹھانے کے لحاظ سے اس دوسرے شخص کو
بھی فضیلت حاصل ہے اور اجر و ثواب ثابت ہے موصول اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ایسے شخص کو تسلی دینا
اسے ثابت قدم رکھنا اور ریاضت و مشقت پر قائم کرنا ہے اسے سمجھ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جائے رنگ نہیں مگر دو آدمیوں پر ایک وہ جسے اللہ
تعالیٰ نے قرآن عطا کیا وہ اس کے ساتھ رات اور

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى الْكُتُبَيْنِ
رَجُلٍ أَمَّا اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ

يَعُودُ بِهِ اَنَاءُ اللَّيْلِ وَ اَنَاءُ
النَّهَارِ وَ رَجُلٌ اَنَاءُ اللَّهِ مَالًا
فَقَدْ يُنْفِقُ مِنْهُ اَنَاءُ اللَّيْلِ وَ
اَنَاءُ النَّهَارِ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم، بخاری)

اسے کتاب العلم میں اس حدیث کی مثل ایک حدیث فضیلتِ علم میں گزر چکی ہے۔ حقیقت میں دونوں حدیثوں کا
مال و معنی ایک ہی ہے کیونکہ علم تو قرآن ہے باقی سب علوم اس سے مستفاد ہیں مگر یہاں صرف تلاوت قرآن کی فضیلت
ثابت کی اور یہ تلاوت بھی معیہ علم ہے۔ اے سمجھو۔

وَ عَنْ اَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ
الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَةِ يَرْيَحُهَا
طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَ مَثَلُ
الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ
مَثَلُ الثَّمَرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَ
طَعْمُهَا حُلْوٌ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ
الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ
الْحَنْظَلَةِ كَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَ
طَعْمُهَا مُرٌّ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ
الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ
الرَّوْحَانَةِ يَرْيَحُهَا طَيِّبٌ وَ
طَعْمُهَا مُرٌّ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ
قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے

وَ فِي رِوَايَةِ الْمُؤْمِنِ الَّذِي
يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَعْمَلُ بِهِ

مومن کی مثال میوہ ترنجبین کی طرح ہے اور قرآن نہ
پڑھنے والے مگر اس پر عمل کرنے والے مومن کی
مثال کھجور کی طرح ہے۔

كَأَلَا تُرْجَبَةُ وَ النَّوْمُ مِنَ الَّذِي لَا
يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَعْمَلُ بِهِ كَالشَّجَرَةِ

❖ ❖

۱۷ یعنی اس کا فائدہ اور حال ”اُترجَبہ“ (میزہ کی پیش تاساکن، راک کی پیش جیم مشد) بغیر با کے اترج، ترنجہ
اور ترنج بھی کہتے ہیں ایک روایت میں ترنجہ بھی آیا ہے یہ ایک مشہور میوہ ہے جو خوشبودار بھی ہوتا ہے اور لذیذ بھی جیسا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رِيحُهَا طَيِّبَةٌ إِلَى الْخَبَرِ اسی طرح وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اسے اس سے لذت بھی
محسوس ہوتی ہے اور اس سے نور کی شعاعیں بھی پھیلتی اور دوسروں تک پہنچتی ہیں۔

۱۸ پہلی روایت میں تو صرف مومن کے عنوان پر کفایت کی کہ مومن کا معنی عمل کو مستلزم ہے یہ بھی ممکن ہے کہ ذائقہ
مومن کے اعتقاد سے عبارت ہو جو مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بیشک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ساتھ بہت سے لوگوں
کو رخت و بلندی عطا کرتا ہے اور بہت سے لوگوں
کو اس کے ساتھ ذلت کے گڑھے میں ڈالتا ہے

وَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ
بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَخْضِعُ
بِهِ الْآخَرِينَ

(مسلم شریف)

(رواہ مسلیم)

۱۹ یعنی ان لوگوں کو بلند مرتبہ پر فائز کرتا ہے جو اس پر ایمان لاتے، اس پر عمل کرتے اور اس کی تلاوت
کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اخلاص سے پیش آنے ہیں۔ اس کے برعکس ان لوگوں کو ذلیل و پست کرتا ہے
جو اس کے الٹ جلتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدیی رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بیشک حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے
کہا اس اثنا میں کہ وہ (اسید بن حضیر) رات کے
وقت سورۃ بقرہ شریف پڑھ رہے تھے۔ اس وقت
ان کا گھوڑا ان کے قریب ہی بندھا ہوا تھا کہ اچانک
اس نے گودنا شروع کر دیا۔ تو حضرت اسید بن حضیر
خاموش ہو گئے اور قرآن پڑھنا ترک کر دیا۔ اس کے

وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
أَنَّ أَسِيدَ بْنَ حُضَيْرٍ قَالَ
بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ
سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَ هَذَا سَهْلٌ
مَرْبُوطٌ عِنْدَكَ إِذْ جَالَتْ
الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتُ فَتَقَرَّ
فَجَالَتْ فَسَكَتَ فَسَكَتُ ثُمَّ

قَرَأَ فَجَالَتْ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَتْ
وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيَى قَرِيبًا مِّنْهَا
فَاشْفَقَ أَنْ تُصِيبَهُ وَكَتَمَا
آخَرًا رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ
فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ
الْمَصَابِيحِ فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ إِنْ
ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَاشْفَقْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَنْ تَطَا يَحْيَى وَ
كَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَانْصَرَفَتْ
إِلَيْهِ وَرَفَعَتْ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ
فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ
الْمَصَابِيحِ فَخَرَجْتُ حَتَّى لَا أَرَاهَا
قَالَ وَتَذَيَّنِي مَا ذَاكَ قَالَ لَا
قَالَ تِلْكَ الْمَلَكَةُ دَنَتْ لِيَصُوتِلَهُ
وَلَوْ قَرَأْتَ لَا صَبَحْتَ يَنْظُرُ
النَّاسُ إِلَيْهَا تَتَوَادَى مِنْهُمْ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَفِي مُسْلِمٍ
عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ بَدَلًا فَخَرَجَتْ
عَلَى حَيْثُهَا الْمُسْتَكْبِرُ

ساتھ ہی گھوڑے کو بھی سکون ہو گیا حضرت اسید بن
حضیر نے پھر قرآن پڑھنا شروع کیا تو گھوڑے نے
پھر کو دنا چمکتا شروع کر دیا گھوڑے کی یہ حالت دیکھ
کر حضرت اسید خاموش ہو گئے اور گھوڑے کو بھی
سکون ہو گیا حضرت اسید نے پھر قرآن پڑھنا شروع کیا
تو گھوڑا پھر چمکنے لگ گیا۔ (اس واقعہ کے دوران) ان کا
بیٹا یحییٰ اس گھوڑے کے قریب تھا۔ حضرت اسید کو خون
لاحق ہوا کہ گھوڑا اس پر نہ اُگڑے جب حضرت اسید نے
اپنے بیٹے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو آسمان کی طرف سر اٹھا
کر دیکھا اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ سائبان کی طرح کی کوئی چیز
پھیلی ہوئی ہے اور اس میں چراغوں کی طرح کچھ چیزیں روشن
ہیں جب صبح ہوئی تو حضرت اسید نے یہ واقعہ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اب ابن حضیر پڑھ لے ابن حضیر پڑھ حضرت ابن حضیر
نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے پڑھا تو مجھے ڈر لاحق ہوا کہ وہ
گھوڑا میرے بچے کو پامال نہ کر دے کہ گھوڑا اس کے قریب تھا
اس لیے میں اپنے لڑکے یحییٰ کی طرف لوٹا اور میں اپنا سر آسمان کی طرف
اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سائبان کی طرح کی ایک چیز چھائی ہوئی ہے
اور اس میں چراغوں کی طرح کی چیزیں چمک رہی ہیں پھر میں اپنی جگہ
سے باہر نکل آیا حتیٰ کہ اب وہ چیزیں نظر نہیں آتیں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تو جانتا ہے کہ وہ کیا تھا حضرت اسید عرض کیا
میں نہیں جانتا آپ نے فرمایا وہ ملائکہ تھے جو تیری آواز سن کر آئے تھے

اور اگر تو پڑھتا رہتا تو لوگ اس حال میں صبح کرتے کہ وہ فرشتوں کو دیکھتے وہ فرشتے لوگوں سے پوشیدہ نہ ہوتے (بخاری، مسلم) اور لفظ بخاری کے ہیں اور
صحیح مسلم شریف میں اس طرح آیا ہے کہ وہ سائبان اور پر فضائیں چلا گیا یعنی لفظ "فخرجت" کی جگہ لفظ "خرجت" فی الجوّ آیا ہے یعنی
وہ سائبان اور پر فضائیں چلا گیا۔

۱۵ اسید (ہمزہ کی پیش، سین کی زبر)

۱۶ حفیر (ہا کی پیش، صاد کی زبر) آپ انصاری صحابی ہیں نقبائے انصار میں سے ہیں بڑی شان والے ضامن ترین صحابہ کرام میں سے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کا جنازہ اٹھانے میں شریک ہوئے اور آپ نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی اور حنبل البقیع میں دفن ہوئے۔ ۱۷ ۱۸ میں وصال فرمایا بعض نے کہا ۱۹ میں رحلت فرمائی ۲۰ یہاں حدیث میں لفظ بحالت آیا ہے صراح میں ہے حولان بمعنی گرو کا اٹھنا۔

۲۱ اور اسے کوئی تکلیف پہنچائے۔

۲۲ اس تکرار سے قراءت و تلاوت ہمیشہ کرتے رہنا مراد ہے۔ حضرت اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹنے اور قراءت چھوڑ دینے کا عذر بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں ڈر گیا۔ الی آخرہ ۲۳ حدیث میں لفظ بحر آیا ہے۔ جمیم کی زبر و او مشدود۔ بمعنی آسمان و زمین کے درمیان کی فضا۔ اور وادی کا کشادہ ہونا۔

۲۴ یعنی مسلم کی روایت میں فخر جبت صیغہ مشکم کے بجائے عَرَجْتُ فی الجوز۔

حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے پہلو میں ایک گھوڑا بھی ایک رسی سے بندھا ہوا (گھڑا) تھا کہ اس گھوڑے پر بادل کی طرح کی ایک چیز چھا گئی ہے تو وہ بادل قریب ہوتا گیا اور قریب ہوتا گیا گھوڑے نے اس سے گریز کرنا شروع کر دیا جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا وہ سکیئہ تھا جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوا۔

(بخاری، مسلم)

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ
لَجُلٍّ ثَمَرٌ سَوْرَةُ الْكَهْفِ
وَالِیْ جَانِبِهِ حِمَاةٌ مُّزْبُوْطٌ
بِشَطَطَيْنِ مُّتَشَتَّتَةٍ سَحَابَةٌ
فَجَعَلَتْ تَذُوُّ وَتَذُوُّ وَجَعَلَتْ
فُؤُسُهُ يَنْفِزُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّكَ
السَّيْكِيَّةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۵ حضرت البراء رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ کرام میں سے ہیں۔

۱۶ شطن۔ ش اور طا دونوں کی زبر بمعنی رسی یا لمبی رسی۔

۱۷ متفرق۔ تا اور یا دونوں روایتیں ہیں اور لفظ فرس مذکر و مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے

۱۸ سکیئہ بمعنی آرام و آہستگی اور بمعنی رحمت بھی آتا ہے اور اس چیز پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے آرام و

سکون اور صفائی قلب حاصل ہو اور جس سے ظلمت نفسانیت دور ہو اور جس سے ضیائے رحمت حضور ذوق و غنیمت نصیب ہو یہ رحمت و سکینہ کبھی ابر رحمت کی شکل وغیرہ میں نمودار ہوتا ہے سکینہ کی تشریح و معنی میں کتاب العلم کی فصل اول میں اس سے زیادہ گفتگو ہو چکی ہے اس میں غور کر۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ
الْمُعَلَّى قَالَ كُنْتُ أَصَلِّي فِي
الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَجِبْهُ ثُمَّ
أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي
كُنْتُ أَصَلِّي قَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ
اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا
دَعَاكُمْ لِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
سُورَةُ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ
مِنَ الْمَسْجِدِ فَآخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا
أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ لَا عَيْمَتَكَ أَعْظَمَ
سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ الْحَمْدُ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّيِّئَةُ
الْمُتَّكِنَةُ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي

(دروازۃ البخاری)

حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے آپ کے بلانے کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ میں نے نماز مکمل کی پھر میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا استجبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لِمَا کُنْتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی بات مانو اللہ اور رسول کی جبکہ وہ تمہیں بلائیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تجھے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت نہ بتاؤں۔ تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر جب مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ میں مزدور ہوں تجھے قرآن کی سورتوں میں سے ایک عظیم ترین سورت بتاؤں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عظیم ترین سورت الحمد للہ رب العالمین الی آخر اسے ہی سورت الصبح الثانی ہے اور یہی سورت القرآن العظیم ہے

جو مجھے عطا کیا گیا ہے (بخاری شریف)

۱۔ علی۔ میم کی پیش عین کی زبر لام مثلاً یہ حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ انصاری مدنی صحابی ہیں۔

۲۔ اپنے جواب نہ دینے کا عند بیان کرتے ہوئے۔

۳۔ اس وجہ سے جواب نہ دے سکا۔

۴۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو کہ اس کا بلانا خدا تعالیٰ کا بلانا اور اس کی اطاعت

خدا تعالیٰ کی طاعت ہے۔

۵۵۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کی جانب اشارہ ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ۔ یعنی بے شک ہم نے آپ کو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں عطا کی ہیں یا وہ آیتیں عطا کی ہیں جن کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کی بنا پر ثنا اور تکریم کی گئی ہے۔ یا وہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی شاکر تہی ہیں جس کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اہل اور لائق ہے۔ کہ اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔ اس کی مزید تحقیق کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ قصہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ بیشک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي يُعْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔ (رواہ مسلم)

۵۶۔ یعنی اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح ذکر، تلاوت اور عبادت سے خالی نہ رکھو کہ قبرستان میں جو مردے پڑے ہوتے ہیں وہ مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام نہیں کرتے اس کے بعد آپ نے وہ چیز بیان فرمائی جو گھروں اور گھر والوں کے لیے افضل اور بہت نفع مند ہے اور وہ تلاوت قرآن پاک ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے تھے قرآن پڑھا کرو کہ بیشک وہ قیامت کے دن اسے پڑھنے والوں کا سفلی بن کر آئے گا اور دوشن و تاباں سورتیں پڑھا کرو یعنی سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران۔ کہ بیشک وہ دونوں سورتیں قیامت کے دن آئیں گی (اس حال میں) کہ گویا وہ دو بادل ہیں یا دو سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یا گویا وہ ہندوں کی دو جماعتیں ہیں صف با ندھے ہوئے

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ احْرُءُوا الْقُرْآنَ قِيَامَتَهُ يَأْتِيَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ غَيَايَتَانِ أَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا اقْرَءَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنْ أَخَذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرَكَهَا حَرَةً وَ لَا

يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ -
(دَوَاةٌ مُسْلِمٌ)

وہ دونوں انھیں پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں
گی سورۃ بقرہ کو پڑھو کہ اس سورۃ کو لینا برکت ہے
اور اسے چھوڑ دینا حسرت و افسوس کی بات ہے اور
مسکت لوگ اسے پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔
(مسلم شریف)

۱۴۔ یعنی جو لوگ ان کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں۔

۱۵۔ قاموس میں کہا غمام بمعنی سفیدابر۔ خیاتیان دو یا کے ساتھ۔ بمعنی ایسی دو چیزیں جو سر پر سیاہی لگن
ہوں جیسے بادل وغیرہ۔

۱۶۔ یہاں حدیث میں لفظ صواف آیا ہے بمعنی صفیں باندھنا۔ اور لفظ فرقان۔ فاکہ زیر اساکن۔ اصل بکریوں کے
ریوڑ کو کہتے ہیں مراد ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ اس کے بعد سورۃ بقرہ پڑھنے کی
پہر تلقین و تاکید فرمائی۔

۱۷۔ اور مزید نعمت و سعادت کا سبب ہے۔

۱۸۔ یہاں حدیث میں لفظ بطلۃ آیا ہے۔ اس کا معنی مسستی کرنے والوں کے علاوہ جادو کرنے والے اور فسق و
فجور میں مبتلا ہونے والوں کا بھی آتا ہے۔

حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا ہے کہ قیامت کے دن قرآن اور اس کے پڑھنے
والوں کو جو اس پر عمل بھی کرتے تھے لایا جائے گا قرآن
کریم کی پیشوائی کر رہی ہوگی سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران
گو یا کہ وہ دو سفیدابر ہیں یا دو سیاہ رنگ کے سائبان
میں ان دونوں کے درمیان فاصلہ اور فرق ہوگا۔
گو یا وہ پرندوں کی دو صفیں ہوں گی جو انھیں
پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑتی
ہوں گی۔

(مسلم شریف)

وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى
بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَهْلُهُ
الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ
تَقْدِمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالْإِنْشَاءِ
عَيْنَانِ كَأَنَّهُمَا خَمَامَتَانِ أَوْ
ظَلَمَتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا
شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِزْقَانِ مِنْ
طَيْرٍ صَوَافٍ تُحَاجَّجَانِ عَنْ
صَاحِبَيْهِمَا. (دَوَاةٌ مُسْلِمٌ)

۱۷ نواس، نون کی زبرد و امشد۔ سحان سین کی زیر یا زیر۔ آپ صحابی ہیں ملک شام میں سکونت رکھتے تھے
۱۸ یعنی اس کے احکام پر عمل کرتے تھے۔

۱۹ یہاں حدیث میں لفظ تقدم آیا ہے یعنی وال کی پیش سے۔

۲۰ سیاہ اس بنا پر کہ وہ مقدار میں زیادہ اور ایک دوسرے پر تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔ لہذا وہ سیاہ دکھائی دیتے ہیں۔

۲۱ یعنی نام کی وجہ سے اس کے آپس میں امتیاز و فرق ہوتا ہے۔ شرق کا لغت میں معنی ہے۔ بکری کے کان چیرنا۔ بعض حضرات یہاں شرق بمعنی اشتراق لیتے ہیں۔ یعنی روشن و درخشاں ہونا۔ یہ بھی نور اور روشنی کا نام ہے۔

وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَذِيرُنِي
أَيُّ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى
مَعَكَ أَعْظَمُ قُلْتُ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ أَكْبَرُ قَالَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ
أَتَذِيرُنِي أَيُّ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ
اللَّهِ مَعَكَ أَكْبَرُ قُلْتُ اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَالَ
فَضْرَبَ فِي صَدْرِي وَ قَالَ
لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اے ابو منذر! تو جانتا ہے کہ اللہ کی کتاب
میں سے کون سی آیت تیرے نزدیک اعظم و
بزرگ تر ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول
بہتر جانتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تو جانتا ہے کہ اللہ کی کتاب میں سب سے
بڑی اور بزرگ آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا
اللہ لا الہ الا هو الحي القيوم حضرت
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے میرے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا
اور فرمایا اے ابو منذر! تجھے علم مبارک ملے ہو۔

(مسلم شریف)

۱۷ منذر۔ میم کی پیش، نون ساکن، ذال کی زیر یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ کی کنیت ہے۔

۱۸ یعنی آیت الکرسی

۱۹ بعض نسخوں میں بیدہ کا لفظ صریحاً مذکور ہے۔

۲۰ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قرآن کریم کی اعظم آیت دریافت

کر لینے پر ان کی مدح و ثنا کی اگرچہ وہ دریافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف روحانی اور آپ کے القا کی وجہ سے ہوئی یہاں حدیث میں مبارک لہجہ تنگی کا ترجمہ ہے۔ یا ساکن کی زبر یا ساکن نون کی زیر۔ بعض نسخوں میں یھنک ہمزہ کے ساتھ ہے اور اصل لفظ یہی ہے۔ یھنک اس کی تخفیف ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
وَكَلِّفُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةٍ وَمَصْنَعِ
فَاتَانِهَا أَيْ فَجَعَلَ يَحْتَوِ مِنْ
الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مَحْتَابٌ وَعَلَى
عِيَالٍ وَ لِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ
فَعَلَيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ
الَّتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا
أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ
الْبَايَعَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَمَا
حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ وَ عِيَالًا فَرَحِمْتُهُ
فَعَلَيْتُ سَبِيلَكَ قَالَ أَمَا إِنَّهُ
قَدْ كَذَبَكَ وَ سَيَعُودُ فَعَرَفْتُ
أَنَّهُ سَيَعُودُ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ
سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْتَوِ
مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ
لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي
فَإِنِّي مُحْتَابٌ وَعَلَى عِيَالٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
میرے ذمہ رمضان کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) کی حفاظت کا
کام لگایا تو میرے پاس ایک آنیوالا آیا اور دونوں ہاتھوں سے
اس صدقہ فطر کا غلہ لینا شروع کر دیا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا
اور میں نے کہا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھا کر لے
جاؤں گا اس شخص نے کہا میں ایک محتاج ہوں اور مجھ پر
عیال کا بوجھ ہے مجھے اس کی بڑی ضرورت ہے (اس کی یہ بات سن کر)
میں غلے چھوڑ دیا۔ میں نے صبح کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے
ابو ہریرہ! تیرے رات کے قیدی کا کیس بنا؟
میں نے عرض کیا اس نے اپنی شدید مجبوری اور اپنی
عیال داری کا شکوہ کیا۔ تو مجھے اس پر رحم آگیا اور
میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا آگاہ رہ بھلا اس نے
غلط بیانی سے کام لیا وہ عنقریب پھر آئے گا آپ کے
یہ خبر دینے پر مجھے پتہ چل گیا کہ وہ ضرور آئے گا۔ میں نے
اسکی انتظار شروع کر دی۔ اس دوران وہ آگیا اور اس
نے غلہ میں سے اٹھانا شروع کر دیا۔ تو میں
نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا میں تجھے ضرور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھا لے چلوں گا۔ اس
نے کہا مجھے چھوڑ دے کہ میں ایک محتاج
اور عیال دار ہوں۔ میں پھر نہ آؤں گا۔

لَا أَعُوذُ فَرَحِيبُهُ فَخَلَّتْ
 سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ
 أَسِيرُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَ عِيَالًا
 فَرَحِيبُهُ فَخَلَّتْ سَبِيلَهُ فَقَالَ
 أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَبَعُوهُ
 فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْتَرُ مِنْ
 الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَ هَذَا أَخُو ثَلَاثِ
 مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوذُ
 ثُمَّ تَعُوذُ قَالَ دَعْنِي أَعْلَمُكَ
 كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا إِذَا
 أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاحْتَرَهُ
 آيَةُ الْكُرْسِيِّ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
 هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ حَتَّى تَخْتِمَ
 الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يُزَالَ عَلَيْكَ
 مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَدْرُوكُ
 شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّتْ
 سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ
 دَعَمَ اللَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي

تو مجھے اس پر ترس آگیا اور میں نے اسے چھوڑ
 دیا۔ پھر میں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ تیرے رات کے قیدی کا کیا
 بنا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنی شدید
 حاجی اور عیال داری کا شکوہ کیا مجھے اس پر ترس
 آگیا اور میں نے اس کا راستہ آزاد چھوڑ دیا۔ اس پر
 آپ نے فرمایا آگاہ رہ بے شک اس نے جھوٹ
 بولا۔ اور غریب وہ پھر لوٹ کر آئے گا۔ میں نے اس
 کی انتظار کرنا شروع کر دی کہ اچانک وہ آنکا اور
 اس نے غلہ گندم دونوں ہاتھوں سے لینا شروع
 کر دیا۔ میں نے پھر اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ میں
 مزد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں اٹھا لے چلوں گا۔ یہ تیسری اور آخری بار تھی۔
 بے شک تو دعویٰ کرتا ہے کہ واپس نہ آئے گا
 مگر پھر تو آ جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے۔
 میں تجھے ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ
 تجھے نفع دے گا (وہ یہ کہ) جب تو اپنے بستر پر پہنچے تو
 آیت الکرسی پڑھ لیا کر۔ ہوا علی العظیم تک کہ بے شک
 (آیت الکرسی پڑھنے سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 تجھ پر ہمیشہ ایک محافظ موجود رہے گا اور شیطان
 تیرے قریب نہ آ سکے گا۔ صبح ہونے تک تو میں نے
 اس کو رہا کر دیا۔ پھر صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا تیرے رات کے قیدی کا کیا بنا؟

اللَّهُ بِهَا قَالَ أَمَا إِنَّكَ صدَقَكَ
وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ مَنْ يُخَاطَبُ
مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ ثَلَاثُ لَيَالٍ
ذَاكَ شَيْطَانٌ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

میں نے کہا اس نے کہا کہ میں تجھے چند کلمات سکھاتا
ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہ بیشک اس نے سچ
کہا۔ حالانکہ وہ باقی باتوں میں جھوٹا ہوتا ہے۔ اے
ابو ہریرہ تو جانتا ہے کہ تو تین راتیں کس سے باتیں کرتا
رہا۔ میں نے عرض کیا تئیں۔ آپ نے فرمایا وہ شیطان
تھا۔ (بخاری)

۱۔ یعنی صدقہ فطر کی حفاظت کا کام میرے ذمہ لگایا تاکہ کسی دوسرے دقت میں فقراء کے اندر تقسیم
کیا جائے۔

۲۔ کہ میں بہت محتاج ہوں۔ عیالدار ہوں اور مجھے اس کی سخت حاجت و ضرورت ہے۔
۳۔ اسے آیۃ الکرسی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں وہ آیت ہے جس میں کرسی کا لفظ آیا ہے۔
۴۔ یعنی جنوں اور انسانوں میں سے کوئی شیطان تیرے قریب نہ آ سکے گا۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ نہ فرمایا تھا کہ اسے رہا نہ کرنا اور نہ یہ فرمایا
تھا کہ اسے ضرور میرے سامنے لانا۔ اس لیے حضرت ابو ہریرہ اسے رہا کر دیتے تھے۔
۶۔ یعنی اس نے آیۃ الکرسی کی جو خاصیت بیان کی ہے۔ ٹھیک بیان کی ہے۔ فی الواقع آیۃ الکرسی کی وہی
خاصیت ہے جو اس نے بیان کی۔

۷۔ یعنی وہ شیاطین میں سے ایک شیطان تھا جو صدقات میں کمی کرنے اور جائے خیر میں خلل اندازی
کے لیے آیا تھا۔

وَحَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
بَيْنَمَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ كَقِيصًا مِّنْ
فَوْقِهِ فَزَعَرَ رَأْسَهُ فَقَالَ هَذَا
مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ مِنْ لَدُنْ
يُنْزَلُ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں اس آٹا میں کہ حضرت جبریل نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت
جبریل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر سے
آواز سنی تو حضرت جبریل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا سر اٹھایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آسمان
کا ایک دروازہ ہے جو کھولا گیا ہے۔ یہ آج کے دن کے

فَقَدْ آتَيْنَا بَشَرًا مِّنْ أَوَّلِيَّتَيْهِمَا
لَمْ يُؤْتِيَهُمَا بَنِي قَبْلِكَ فَآتَيْنَاهُ
الْكِتَابَ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ
لَنَ تَفْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا ۚ
أَعْطَيْنَاهُ

(زَوَاكُمُ سَلِيمًا)

سرا کبھی نہیں کھولا گیا اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا ہے
حضرت جبریل نے کہا یہ ایک ایسا فرشتہ زمین پر نازل ہوا
ہے جو آج کے دن کے سرا کبھی بھی نازل نہیں ہوا اس فرشتے
نے اگر سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے کہ آپ کو دو نوروں
کی بشارت ہو جو آپ کو عطا کیے گئے ہیں وہ آپ سے
پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہیں کیے گئے (وہ دو نور)
ایک تو سورۃ فاتحہ الکتاب ہے۔ دوسرا سورۃ بقرہ کی
آخری آیات آپ ان کا کوئی حرف ہرگز نہ پڑھیں گے
مگر وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

۱۵ یہاں حدیث میں لفظ نفیس آیا ہے (قات اور فاعل معجمہ کے ساتھ) معنی ایسی آواز جو کجاوے یا پالان کی آواز
کے مشابہ ہوتی ہے۔ یہاں دروازہ کھلنے کی آواز کا کجاوے کی آواز کے مشابہ ہونا زیادہ مناسب ہے۔
۱۶ یعنی یہ راوی کا کلام ہے۔

۱۷ یعنی سورۃ بقرہ کی دو آخری آیات۔ ایک آمن الرسول و دوسری ربنا لا تؤاخذنا آخر سورت تک۔

۱۸ یعنی آپ سورۃ فاتحہ الکتاب اور بقرہ کی آخری آیات میں سے کوئی حرف نہ پڑھیں گے۔ مگر اس کا ثواب
آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ یا قبول کر لی جائیں گی وہ دعائیں جو ان سورتوں میں ہیں۔ یعنی یہ عمل مقبول ہے۔ اور ان سورتوں
میں واقع دعائیں بہر حال مقبول و مستجاب ہیں۔ یہاں حرف سے دعا کے وہ کلمات مراد ہیں جو ان سے آئے ہیں جیسے
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اور رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا
حرف تسمیٰ مراد سے جائیں جو کلمات کے اجزاء ہیں تو یہ بھی درست ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کے ہر حرف پر اجر و
ثواب ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرا تے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سورۃ بقرہ کے آخر میں دو آیتیں ہیں۔ جو انہیں
رات کو پڑھ کر سوتا ہے۔ وہ اس کے لیے
کافی ہوتی ہیں۔

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي سَعْدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ
سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ قَرَأَ بَيْنَهُمَا
فِي لَيْلَةٍ كَفَّتَا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ ان کا نام مبارک عتبہ بن عمرو بن ثعلبہ انصاری ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ جنوں و انسانوں کے شر سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔ آیات کے باقی درود وظائف کی جگہ صحت یہی ملائکتیں کافی ہر جاتی ہیں۔

وَعَنْ أَبِي الدَّوْدِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عَصِمَ مِنَ الدَّجَالِ .

(رواہ مسلم)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سورۃ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لیں۔ وہ دجال سے بچا یا گیا۔

(مسلم)

۱۔ دجال سے دجال معبود مراد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالے گا۔ یا ہر کذاب و فریبی کے شر سے بچایا جائے گا۔ دجل کا معنی لغت میں ہے۔ کذب و خیانت۔ اور دھوکا و فریب۔

۲۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں تین آیتوں کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ فصل ثانی میں آ رہا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيِعِزُّوْا أَحَدَكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي نَيْلَةٍ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ قَالُوا وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ .

(رواہ مسلم ورواہ البخاری)

عَنْ أَبِي مَعِيْدٍ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے بھی کمزوری دکھاتا ہے کہ ایک رات میں تیسرا حصہ قرآن پاک کا پڑھ لے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ قرآن کا تیسرا حصہ ایک رات میں کیسے پڑھا جاسکتا ہے آپ نے فرمایا سورہ قل صواللہ احد قرآن کے تیسرے حصے کے برابر ہے۔ مسلم شریف۔ اور بخاری نے اسے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

۱۔ کہ ایک رات میں قرآن کا تیسرا حصہ پڑھنا شقت سے غالی نہیں۔ خصوصاً ہر رات میں دوسرے اوراد و وظائف کے ساتھ اتنا حصہ قرآن پڑھنے کا اگر آپ حکم دیتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اپنے نفس اور اپنی بیوی کے حقوق کی بھی رعایت ملحوظ رکھو۔

۲۔ یعنی ناقص کو کامل کے ساتھ لاحق کرنے کے طور پر فضیلت و ثواب میں یہ سورت قرآن کے تیسرے حصے

کی تلاوت کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس سورت کے کئی گنا ثواب کو قرآن کے تیسرے حصے کے ثواب کے برابر کر دیتا ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے معنایں تین حصوں میں منقسم ہیں۔ قصے۔ احکام۔ اور توحید اور سورۃ قل صوالہ احد بیان توحید پر مشتمل ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَمُارُ لِمُصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيُخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُّوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ فَسَالُوهُ فَقَالَ لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ وَ أَنَا أَحِبُّ أَنْ أَقْرَأَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ اللَّهُ يُحِبَّهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے ایک چھوٹے دستے کے ساتھ ایک ایسے شخص کو بھیجا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی نمازوں میں قرات کرتا اور سورۃ قل صوالہ پر ختم کرتا تھا جب یہ مجاہدین واپس آئے تو انہوں نے اس بات کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا اس سے سیانت کرو۔ یہ اس طرح کس لیے کرتا رہا ہے۔ صحابہ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں اس لیے ایسا کرتا ہوں کہ اس میں ذات رحمن کی صفت و ثنا ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اسے پڑھوں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بندے کو بکادو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

اے یہاں حدیث میں برتر یہ آیا ہے۔ میں کا زبرد محض۔ یا کی شد سے۔ یعنی فوج کا ایک حصہ جو کسی جگہ بھیجا جائے۔ نہ کہ لشکر عظیم۔

۱۷ یعنی وہ مرد جب نماز میں اپنے ساتھیوں کی امامت کرتا تو اپنی قرات سورۃ قل صوالہ پر ختم کیا کرتا تھا یعنی اس کی عادت یہ تھی کہ وہ سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قل صوالہ پڑھا کرتا تھا۔ کذا قال الطیبی۔

ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنی قرات سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت، کے بعد ہر رکعت میں سورۃ قل صوالہ پڑھا کرتا تھا۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سورہ فاتحہ کے بعد قل صوالہ پڑھا کرتا تھا۔

اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتا تھا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ تو اپنی قرات اس سورت سے شروع کرتا ہے۔ پھر اس سورت (اخلاص) پر کفایت نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ اور سورت بھی پڑھتا ہے۔

یا تو یہی سورت پڑھ یا اسے چھوڑ کر کوئی دوسری سورت پڑھ۔ اس نے جواب دیا میں اس (سورۃ اخلاص) کا پڑھنا ترک نہیں کر سکتا۔ اگر تم لوگ میری امامت پسند کرتے ہو تو میں ایسا ہی کروں گا۔ ورنہ میں تمہاری امامت کرنا چھوڑ دیتا ہوں اس فوجی دستہ کے لوگ اس شخص کو اپنے لئے افضل اور اچھا جانتے تھے۔ اور اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی ادا ان کی امامت کرے۔

۳۷ یعنی اس قصہ کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔

۳۸ یعنی اس سے دریافت کرو کہ یہ سورۃ اخلاص پڑھنے کا اس قدر پابند کیوں ہے۔

۳۹ صحیح بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تجھے سورۃ اخلاص ترک کرنے سے کس چیز نے روکا۔ ہر رکعت میں تو اس سورت کے پڑھنے کی پابندی کیوں کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا مجھے اس سورۃ سے خصوصی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر اس سورۃ کی محبت تجھے بہشت میں لے جائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

بے شک ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھے اس

سورت سے پیار ہے یعنی سورۃ قل ہوا اللہ احد سے

آپ نے فرمایا بیشک تیرے دل میں اس سورت کی

محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔

اور بخاری نے اس کے ہم معنی حدیث

روایت کی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ

رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي

أَحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ قُلْ هُوَ

اللَّهُ أَحَدٌ قَالَ إِنَّ حُبَّكَ إِنِّي

أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَمَا دَى الْبُخَارِيُّ

مَعْنَاهُ)

۳۷ یعنی تجھے جنت کا ستیق بنا دیا۔

۳۸ یعنی امام بخاری نے یہ حدیث دوسرے الفاظ سے روایت کی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نہیں

دیکھتا یا نہیں جانتا۔ ان آیات کو جو اس رات نازل ہوئی

ہیں۔ جن کی مثل کبھی کوئی آیت نہیں دیکھی گئی۔ یعنی

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب

الناس۔

(مسلم شریف)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ حَامِرٍ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَ آيَاتِ أَنْزَلَتْ

الْبَيِّنَاتِ لَمْ يَرْ مِثْلَهُنَّ قَطُّ قُلْ

أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ أَعُوذُ

بِرَبِّ النَّاسِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۷ اس استفہامی انداز کلام سے خود تعجب میں پڑنا اور دوسروں کو تعجب میں ڈالنا مطلوب ہے۔
 ۱۸ یعنی باب تعوذ میں ان کی مثل کوئی سورت دیکھنے میں نہیں آئی کیونکہ ان میں ظاہری باطنی اور جسمانی و روحانی نقصان وہ اور ناپسندیدہ امور سے بڑے مبالغہ اور تاکید سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ہر رات اپنے بستر پر تشریف لاتے تو دونوں ہاتھ اکٹھے کرتے پھر ان میں پھونکتے۔ اور دونوں ہاتھوں میں قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔ پھر دونوں ہاتھ جسم کے ان تمام حصوں پر پھرتے جہاں تک ہاتھ جاسکتے تھے۔ اپنے مبارک اور چہرہ اور اور بدن کے اگلے حصے سے شروع کرتے تھے۔ اسی طرح آپ تین مرتبہ کرتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَدَّى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَ وَجْهِهِ وَ مَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور مغرب ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کا اول کما اُسوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، باب المعراج میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

وَسَنَدُ كَرِّ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ لَنَا أُسْرَى بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَابِ الْيَعْرَاجِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

۱۹ یہاں حدیث میں لفظ نفث آیا ہے۔ نفث نفث لعل سب کے ایک ہی معنی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ نفث کا معنی ہے اس طرح دم نہ کرنا کہ پھونکنا نفث کا معنی ہے اس طرح پھونکنا اور دم کرنا کہ اس کے ساتھ لعاب دہن بھی ہو نفث وہ دم کرنا جو تفل سے کمتر ہو۔

۲۰ یہاں حدیث میں واقع لفظ فراء میں کلمہ جو تعقیب کے لیے ہوتا ہے، کا مدلول اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے آپ دم کرتے تھے پھر یہ سورتیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ ظاہر اس کے برعکس ہوتا ہے کہ پہلے پڑھتے ہیں پھر دم کرتے ہیں۔ لہذا بعض علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ دم کرنے سے ارادہ دم مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں یہاں نا تعقیب کے لیے

نہیں بلکہ داؤ کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا آپ جادوگروں کی مخالفت کے لیے پہلے دم کرتے پھر پڑھتے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ راوی یا کاتب کا ہوس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۳۷ پھر بدن کے دوسرے حصوں پر پھیرتے تھے۔

۳۸ یعنی آپ یہ پڑھنا دم کرنا اور بدن پر ہاتھ ملنا تین بار کرتے تھے حضرت عائشہ سے ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض موت میں حضرت عائشہ کے دونوں ہاتھ پکڑتے تھے۔ ان پر یہ دوسریں پڑھتے اور دم کرتے تھے اور حضرت عائشہ کے دونوں ہاتھ اپنے جہاں پہرے پھیرنے اور ملنے کا حکم دیتے تھے۔

۳۹ اور اس حدیث میں سورۃ بقرہ شریف کی آخری آیتوں کے ملاحظہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

۴۰ کہاں کا ذکر باب المعراج میں زیادہ مناسب ہے۔ اور معانیج میں یہ حدیث باب فضائل القرآن میں مذکور ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ كَلِمَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْقُدَّانُ يُحَاجُّ
الْعِبَادَ لَهُ ظَنَرٌ وَبَطْنٌ وَ
الْإِمَانَةُ وَالدَّحِجُّ مُنَادِي
الْأَمْنِ وَصَلَتِي وَصَلَكُمُ اللَّهُ
وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ.
(رواۃ مشدح السنۃ)

❖

❖

❖

❖

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گی۔ ایک قرآن پاک جو بندوں کے تعلق محبت اور میل بنے گا۔ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ دوسری چیز امانت ہے اور تیسری چیز رشتہ رحم ہے۔ یہ رشتہ رحم نہا کرتا اور فریاد کرتا اور کتاب ہے لوگ آگاہ رہو جو شخص مجھے ملاتا اور جوڑتا اور میرے حق کی رعایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اس سے ملتا رہتا ہے اور اس کے حق کی رعایت کرتا ہے اور جو شخص مجھے کاٹتا ہے مجھے نہیں جوڑتا اور نہ میرے حق کی رعایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر غضب اسے کاٹ دیتا ہے اور درگاہ رحمت سے اسے دور قال دیتا ہے۔ (شرح سنۃ)

۱۰۔ "تین چیزیں روز قیامت عرش کے نیچے ہوں گی" اس جملے میں ان تین چیزوں کے کمال قرب اور درگاہ عزت میں بڑے اعتبار و اہتمام سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حقوق ضائع نہ کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت کر گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا کرے گا۔ ان پر عمل کرنے والوں کو ان کا بدلہ ضرور دے گا۔ جیسا کہ بادشاہوں کے مقربوں کا حال ہے کہ بادشاہ ان کو ضرور انعام و اکرام سے نوازتے رہتے ہیں۔

۱۱۔ کبھی تو بندوں کے حق میں حجت اور دلیل بنے گا۔ جب کہ انہوں نے اس کے حقوق کی رعایت کی ہوگی۔ اور کبھی ان کے خلاف دلیل و حجت بنے گا۔ جب کہ وہ اس کے حقوق ضائع کریں گے۔ اور اس کے احکام و فرائض اور حدود سے اعراض و بے رحمی کریں گے۔

۱۲۔ قرآن کا ظاہر وہ ہے جس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں سب مسلمان شریک ہیں۔ اور اس کا باطن وہ ہے جس کی سمجھ تک صرف خاصان حق کے ذہن ہی جاتے ہیں۔ اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک انسان سے قرآن کے بارے میں اس کے فہم و سمجھ کے مطابق اس کے حقوق و فرائض سے متعلق مطالبہ و مواخذہ ہوگا۔

۱۳۔ دوسری چیز امانت ہے۔ امانت سے مراد لوگوں کے حقوق ہیں جو ان کے سوال، ان کی عزتوں اور ان کے خون سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا امانت سے لوگوں کے صرف مال مراد ہیں۔ جیسے لوگوں کی امانتیں ظاہر یہی ہے کہ اس سے ان کی امانتیں مراد ہیں۔ ورنہ وہ امانت جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول مبارک اِنَّا عَمَّا مَنَا الْاَمَانَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں ہے۔ اور اس سے جس امانت کی جانب اشارہ ہے۔ وہ تمام شرعی تکالیف اور احکام کو شامل ہے۔

۱۴۔ مذکورہ کے ساتھ خاص کرنے میں اس کے غایت اہتمام و عظمت کی جانب اشارہ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ يَصَاحِبُ
الْقُرْآنَ اقْدَرًا وَارْتِقًا وَمَاتِلًا
كَمَا كُنْتَ تَرْتِلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ
مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَاهَا
رَمَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَآحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب
قرآن سے کیا جائے گا۔ قرآن حکیم پڑھتا اور بلند درجہ
کا ظرف بڑھتا جا۔ اور صحیح و عمدہ طریقہ سے پڑھ کر
تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ کیونکہ تیری منزل
اس آیت کے پاس ہے جو تو سب
سے اخیر پڑھے گا۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد و نسائی)

۱۵۔ صاحب قرآن سے وہ شخص مراد ہے جو قرآن کی تلاوت کا طرز ہو اور اس پر عمل پیرا ہے۔ اس سے کہا جائے گا
قرآن حکیم کو پڑھ۔ اور درجات جنت میں اوپر کو بلند ہوتا جا جس قدر کہ قرآنی آیات پڑھ سکتا ہے۔ پھر اگر سارا قرآن پڑھے گا

توحید کے ان آخری درجات تک پہنچ جائے گا۔ جو اس کے لیے تیار کیے گئے اور اس کے لائق حال ہوں گے۔ یہ امر وہم تمام اصحاب قرآن کو شال ہے۔ انبیاء و مرسلین ہوں یا اولیاء و علماء اور دوسرے تمام صالحین کرام ان کے درجات کے مطابق۔
۱۰ لغت کی کتاب صراح میں ہے: ترتیل یعنی ہموار سکون بخش اور حروف کو نمایاں اور صاف پڑھنا ترتیل دو زبروں سے یعنی عمدہ گفتگو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس پیٹ میں قرآن پاک میں سے کچھ
بھی نہیں وہ دیران گھر کی طرح ہے۔

(ترمذی و دارمی)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن
صحیح ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ الَّذِي تَنَسَّى فِي
جَوْفِهِ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ
الْمُخْرِبِ.

(مَوَازِ التِّرْمِذِيِّ وَالدَّارِمِيِّ)

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

۱۱ جس میں کوئی آدمی نہ ہو حدیث میں لفظ جوف آیا ہے۔ لغت کی کتاب صراح میں ہے جوف یعنی اندرون
شکم ملاحظہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو زبردست صلوٰۃ سے زیادہ قرآن یاد نہ ہو بعض علماء نے اس میں تعمیم اختیار کی
ہے بعض نے کہا ملاحظہ یا غلط کسی طرح قرآن نہ پڑھتا ہو۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے جسے قرآن کی تلاوت نے میرے ذکر اور
میرے حضور دعا کرنے اور مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھا
میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ
کے کلام کو باقی تمام کلاموں پر ایسی فضیلت
مائل ہے جیسے خدا تعالیٰ کو مخلوق پر فضیلت و برتری
مائل ہے۔

ترمذی۔ دارمی۔ اور بیہقی نے شعب الایمان
میں روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَحُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ
تَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنِ
ذِكْرِي وَ مَسْئَلَتِي أَحْطِيتُهُ أَفْضَلَ
مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ وَ فَضَّلَ
كَلَامَ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ
كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ.

(مَوَازِ التِّرْمِذِيِّ وَالدَّارِمِيِّ
وَالْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ
ترذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب
ہے۔

اس یعنی اس ذکر دعا و سوال سے باز رکھا جو قرآن کے علاوہ ہے۔
اس ظاہر یہ ہے کہ مانگنے والوں سے ذکر کرنے والے مراد ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ذاکرین
کے بجائے سائلین فرمایا اور صرف سوال کے ذکر پر اکتفا فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر بھی درحقیقت دعا ہی ہے لیکن
ذکر کنایہ اشارہ کے طور پر دعا ہے۔ کیونکہ کریم کا ذکر اور اس کی ثنا معنی طلب و سوال ہوتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں
آیا ہے جسے میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھے۔ میں اسے سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں۔ لہذا
ذکر دعا سے انقل ہے۔ اور قرآن تمام اذکار سے افضل ہے اور دعا قرآن کا جز ہے اور قرآن سب کو محیط ہے اور
وہ جو رویش و مشائخ اپنے مریدین کو ذکر میں مشغول کرتے۔ اور کچھ وقت کے لیے تلاوت قرآن پاک روک رکھتے ہیں
اس میں مصلحت یہ ہے کہ ذکر کا اثر جلدی اور واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن پاک اثر کچھ دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے مگر
ظاہر ہونے اور زیادہ کامل اور پورے طور سے نمایاں ہوتا ہے جو پھر زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ ذکر کا نتیجہ اور اثر جلدی جاتا
رہتا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ قرآن کریم کا اثر ملک کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور بندے کو فنا کے تمام تک لے جاتا ہے
مشائخ کا مشہور قول ہے۔ الفانی لا یرد الی اوصافہ۔ فانی اپنی صفات بشریہ کی طرف واپس نہیں لوٹتا۔ اور قرآن کریم
کا اثر دیر سے آتا اور دیر تک قائم رہتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
ہے حضرت شیخ موصوف قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طالب حق قرآن اور تلاوت قرآن کے ذریعے نماز میں
ہدیا غیر نماز میں ہر آرزو تک جو بھی وہ رکھتا ہے، پہنچ جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ جُزْءًا مِّنْ
كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ
بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ إِلَّا
حَرْفَ الْفَاءِ حَرْفٌ وَلَا مِمْ حَرْفٌ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
قرآن پاک کا ایک حرف بھی پڑھا۔ اسے ایک نیکی
ملتی ہے اور ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر
ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آلم ایک حرف ہے بلکہ الف
ایک حرف لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف
ہے۔ ترذی۔ دارمی۔ اور ترذی نے کہا یہ حدیث
اسناد کے اعتبار سے حسن صحیح ہے۔

۱۔ یعنی یہ امر طے شدہ ہے کہ ہر نیکی کی جزا کم از کم دس نیکیاں ہیں۔ اس سے زیادہ کی حد نہیں اگر سوال کیا جائے کہ یہ بات تو تمام نیکیوں میں پائی جاتی ہے۔ قرآن کی فضیلت کہاں گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے ہر ایک حرف پر نیکی ملنا قرآن کی خاص نیکی ہے کہ اس کے ہر ایک جزو پر ثواب ملتا ہے۔ باقی اعمال میں ایک عمل پر ایک نیکی ملتی ہے۔ نہ کہ اس کے ہر ایک حصے پر ایک نیکی عطا ہوتی ہے۔ ہاں وہ عمل جو چند اعمال سے مرکب ہو وہاں پر ہر عمل پر جاس پورے عمل کا حصہ ہوتا ہے، نیکی عطا کی جاتی ہے۔ اسے سمجھو۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نہیں کہتا کہ اَلَمْ ایک حرف ہے الخ۔

۲۔ یعنی میں نہیں کہتا کہ اَلَمْ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف تنہا ایک حرف ہے۔ اسی طرح لام اور میم بھی ایک ایک حرف ہے۔ اس کلام سے یہ مراد نہیں کہ اَلَمْ کے حرف ہونے کی نفی کی جائے۔ جو تین حروف سے مرکب ہے اور جو سورتوں کے ابتداء میں واقع ہے۔ اور حروف کے اسماء کا اثبات مراد ہے۔ بلکہ اسماء کی نفی اور سمیات کا اثبات ہے جو بسیط حروف ہیں۔ پس معنی کے لحاظ سے سورۃ بقرہ کے ابتداء میں واقع اَلَمْ کی نوے نیکیاں ہوں گی اور اَلَمْ حرف میں تیس نیکیاں۔ اسے سمجھو۔

وَعَنِ النَّبِيِّ الْأَعْوَرِ
قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا
النَّاسُ يَخُوطُونَ فِي الْإِحَادِيثِ
فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ فَخَبَرْتُهُ
فَقَالَ أَوْ قَدْ فَعَلُوهَا قُلْتُ
نَعَمْ قَالَ إِنْ سَمِعْتَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
أَلَا إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةً قُلْتُ
مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأُ
مَا بَيْنَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ
وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ
لَيْسَ يَا نَهْرَ مَنْ تَرَكْتُمْ مِنْ
جَبَّارٍ فَصَمَهُ اللَّهُ وَ مَنْ

حضرت حارث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں میں مسجد میں سے گزرا پا پاک کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مسجد
میں بیٹھے اور احادیث کی باتوں میں مصروف ہیں۔ میں
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
لوگوں کے اس طرز عمل کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کیا
فی الواقع لوگ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا
ہاں (اس پر) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا
آگاہ رہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا کہ آپ فرماتے تھے آگاہ رہو کہ تم قریب فتنہ
پھیلے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے نکلنے
اور نجات پانے کی کیا صورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا اللہ کی
کتاب کہ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں اور واقعات
ہیں۔ اور تمہارے بعد آنے والے واقعات بھی ہیں
نیز اس میں تمہارے لیے ہر طرح کا حکم اور فیصلہ

اَبْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ اضَلَّهُ
 اللَّهُ وَهُوَ حَبْلُ اللَّهِ الْكَتَبَيْنِ
 وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ
 الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي
 لَا تَزِيغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا
 تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا
 يَنْشُبُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ
 عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقُصُ
 عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهُ
 الْحِجُّ اِذْ سَمِعْتُهُ حَتَّى قَالُوا
 اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي
 اِلَى التَّوْحِيدِ قَامَتَا بِهِ مَنْ قَالَ
 بِهِ صَدَقَ وَ مَنْ عَيِلَ بِهِ
 اُجِرَ وَ مَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ
 وَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلَى
 صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

(رداء الترمذی : والداری)۔
 وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
 حَدِيثٌ اِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ وَ فِي
 الْحَارِثِ مَقَالٌ۔

موجود ہے۔ قرآن دو ٹوک بات کرتا ہے۔ ثلاث زنی سے
 برابر ہے جو حکیم اور ظالم بھی اسے پس پشت ڈالے گا
 اللہ تعالیٰ اس کے ظلم و تکبر کو توڑے گا اور اسے پارہ
 پارہ کرے گا۔ اور جو شخص ہدایت کی روشنی غیر قرآن سے
 چاہے گا۔ اللہ اسے گمراہی میں ڈالے گا۔ قرآن اللہ تعالیٰ
 کی مصلحت اور ذکر حکیم ہے۔ و صراط مستقیم ہے اور
 یہ قرآن ہی وہ چیز ہے جس کی برکت کے سبب نفسانی
 خواہشات کمی سے محفوظ رہتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ
 زبانیں ہر قسم کے اشتباہ سے بھی بچی رہتی ہیں اور علماء
 اس سے گمراہ نہیں ہوتے۔ اور اس کے بار بار تکرار و تلاوت سے
 اس میں بوشیدگی لاحق نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کے عجائبات
 ختم ہوتے ہیں یہ وہ کتاب ہے جسے سن کر جنات درگاہ کے
 یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت
 و رشد کا راستہ دکھاتا ہے۔ تو ہم اس پر ایمان لے آئے جس
 نے قرآن کو پڑھا اس نے راست گوئی اختیار کی جس نے اس پر
 عمل کیا اسے اجر و ثواب عطا کیا گیا جس نے اس کے مطابق فیصلہ
 کیا اس نے عدل و انصاف اختیار کیا اور جس نے لوگوں کو اسی
 کی طرف بلایا اسے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت نصیب ہو گئی
 اسے ترمذی اور عاری نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا
 یہ وہ حدیث جس کا اسناد مجہول ہے۔ اور حارث راوی
 میں قیل و قال کی گئی ہے۔

اسے حضرت حارث اعمر رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت و مجلس
 اختیار کرنے میں مشہور ہیں۔

اسے ظاہر یہ ہے کہ مسجد کے مسجد کو نہ مراد ہے۔

اسے یہاں حدیث میں لفظی خوض کیا ہے جس کا لغوی معنی ہے۔ پانی میں گھسنا، باتوں میں مصروف ہونا اور

کسی کام میں مشغول ہونا۔

۱۴۔ اور کیا واقعی اس شیع اور برے کام میں مصروف ہیں۔ اور لغو و باطل باتوں میں گھسے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ یعنی لوگوں کا آپس میں اختلاف اور بے ہودہ اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہونا۔

۱۶۔ اس فتنہ سے نجات پانے کا راستہ کونسا ہے۔

۱۷۔ یعنی قرآن حکیم میں گزشتہ امتوں کے حالات و واقعات (عبرت) درج ہیں۔ اور اس میں تمہارے بعد آنے والے لوگوں کے حالات اور قیامت کے واقعات مذکور ہیں۔

۱۸۔ کہ اس میں تمہارے معاملات سے متعلق فیصلے اور واقعات بھی موجود ہیں۔

۱۹۔ کہ حق و باطل کے درمیان واضح فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ یا یہ دو ٹوک انداز میں کیا گیا کلام ہے کہ اس میں کوئی اشتباہ اور ابہام نہیں ہے۔

۲۰۔ یعنی اس میں بیہودہ اور نادرست باتیں نہیں ہیں۔ ہزل یعنی لاف زنی اس کے مقابل لفظ جد آتا ہے معنی یعنی حقیقت پر مبنی بات۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے قل مبارک۔ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بے شک یہ قرآن دو ٹوک باتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں لاف زنی کا کوئی شائبہ نہیں۔

۲۱۔ یعنی جو شخص قرآن حکیم کو اپنے پاس سے دور رکھتا ہے۔ اس کا ملیع نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے آپ کو اس سے بے نیاز جانتا ہے۔ صرف اپنی عقل و اسے کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے تو ایسے شکرد و مکش اور حق سے عناد رکھنے والے کو اللہ توڑتا اور پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

۲۲۔ کہ یہ بندے کو کیسج کر اللہ تعالیٰ کی درگاہ قرب میں لے جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندے اس قرآن سے تعلق قائم کر کے اس کی درگاہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

۲۳۔ یعنی قرآن حکیم ایسا ذکر ہے جو دنیا و آخرت، ظاہر و باطن کی سعادت و کمال کے بیان پر مشتمل ہے نیز یہ کتاب صراطِ مستقیم ہے کہ اس پر چل کر انسان جلدی اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

۲۴۔ یعنی قرآن مجید وہ چیز ہے جس کے سبب نفسانی خواہشات حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوتیں الا یہ کہ انسان متشابہات کا پیر و کار بنے اور آیات حکمت پر عمل کرنا ترک کر دے۔

۲۵۔ یعنی قرآن کی یہ صفت بھی ہے کہ یہ غایت امتیاز اپنی منفرد حیثیت اور اپنی فصاحت و بلاغت اور اسلوب بیان کی عمدگی کی بنا پر کسی دوسری چیز کے ساتھ رل مل نہیں سکتا بلکہ الگ اور ممتاز ہی رہتا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ یہ مبالغوں پر دشوار اور تنگ محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی تلاوت سے دلوں کو انشراح نصیب ہوتا ہے۔ حدیث میں واقع لفظ لا تبس التباس سے بتا ہے۔ اس کا معنی ہے کسی پر کام کا پوشیدہ ہونا اور روشنی کا تاریکی سے لٹل جانا۔

۱۶ یعنی علماء کے علوم قرآنی حقائق و معانی کا احاطہ نہیں کیجئے کہ وہ کسی مقام پر جا کر رک جائیں جس طرح ایک شخص جب کھانے سے خوب سیر ہو جاتا ہے تو وہ مزید کھانے سے رک جاتا ہے۔ اور اس سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والا تلاوت سے سیر نہیں ہوتا جب کہ وہ اس کا معنی جانتا اور دل حاضر رکھ کر پڑھتا ہو۔ کیونکہ اس کے الفاظ میں عجیب سلاست اور لطافت پائی جاتی ہے۔

۱۷ یعنی بار بار پڑھنے اور اس کا تکرار کرنے سے اس میں بوسیدگی محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کی رونق و رواج میں فرق پڑھتا ہے اور نہ اس کی لذت میں کمی واقع ہوتی ہے اور نہ ہی سننے والے کا دل اس سے بھرتا ہے۔ حدیث میں واقع لفظ یخلق یا کی زبر لام کی پیش سے پڑھا گیا ہے اور یا کی پیش لام کی زیر سے پڑھا بھی ایک روایت ہے۔

۱۸ یعنی اس کے معانی و مطالب اور اسرار و معارف کسی حد پر جا کر ختم نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے نہ علماء اس سے سیر ہوتے ہیں نہ اس کے بار بار تلاوت کرنے سے کتابٹ لاسی ہوتی ہے۔

۱۹ جنات اسے سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کی مدح و ثنا ہی کرتے چلے گئے۔ اور اس کی مدح سے توقف و صبر نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بے سوچے اور غفلت میں یوں کہا۔ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا۔ بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیک اور اچھے کام کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ رشد کا معنی ہے۔ صبح راستے پر رہنا۔ اور درست راہ پر چلنے کا سامان مہیا ہونا۔

۲۰ یہ بھی جنات کا مقلد اور آیت مذکورہ کا تہمتہ ہے۔

۲۱ یعنی اس کے بعض رجال اسناد مبہول ہیں۔

۲۲ یعنی حادثہ اعدو میں جو اس حدیث کے اسناد کا آخری راوی ہے، قیل و قال کی گئی ہے۔ نسائی نے کہا تو ہی نہیں۔ ایک قول میں کہا لا باس بہ۔ شعبی نے کہا کتاب ہے۔ ابن معین نے کہا ضعیف ہے۔ مگر بعض نے کہا ثقہ ہے۔

حوت معاذ جنتی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی تمام دنیا کے گھروں پر پڑنے والی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی اگر وہ سورج تمہارے درمیان موجود ہوا تو جو اس پر عمل کرنے

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ
وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلِيسَ وَالِدُهُ
تَاجًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ
مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بَيْتِهِ
الدُّنْيَا كَوَ كَانَتْ فِيكُمْ فَهَمَّا

والا ہوگا اس کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔
(احمد و ابوداؤد)

ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهَذَا
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ)

۱۱۔ جہنمی جیم کی پیش ہا کی زبردستی آپ ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

۱۲۔ اس فقرہ میں اس کی روشنی و درایت بطریق مبالغہ بیان کی گئی ہے۔ بعض نے کماتا ج پھانا آخرت میں انہیں ملک و سرکاری عطا کرنے سے کنا یہ ہے۔

۱۳۔ یعنی اس شخص کے متعلق تم کیا گمان کرتے ہو جو اسے پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ یعنی جس کے ماں باپ کو اس کی وجہ سے یہ درجہ اور یہ عزت حاصل ہوگی تو اس پر خود اس شخص کو قیاس کرنا چاہیے کہ اس کی شان کس قدر بلند و ارفع ہوگی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے سنا ہے کہ اگر قرآن کو چڑے میں رکھ
کر آگ میں ڈالا جائے تو وہ نہ جلے گا۔

(احمد و ابوداؤد)

(دارمی)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ
جُعِلَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ لَمْ
أَلْتَقِ فِي النَّارِ مَا أَحْتَقِقُ
(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

۱۴۔ یعنی اس کی عظمت شان و شرف اس قدر زیادہ ہے کہ اگر بغرض و تقدیر اسے آگ میں بھی ڈال دیں تو آگ اسے نہ جلائے گی تاہم قرآن کی اس عظمت کا ظہور ہر شخص کے ہاتھ پر نہیں ہوتا۔ بعض نے کہا قرآن کا یہ معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کرامت نشان کے ساتھ خاص تھا اور آپ کے زمانہ اقدس میں ہی پایا جاتا تھا۔ بعض نے کہا حدیث میں واقع آگ سے دوزخ کی آگ مراد ہے جو حق و باطل کے درمیان امتیاز و فرق کرے گی اور صحیح جگہ پر ہی وہ کام کرے گی۔ بعض نے کہا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن پاک پڑھتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اباب (چمڑہ) سے انسان کا چمڑہ اور اس کا بدن مراد ہے۔ یاد رہے کہ اصحاب (ہمزہ کی زیر سے) بے رنگے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ میں مزید یہ مبالغہ پایا جاتا ہے کہ بے رنگا چمڑہ جلد خراب ہوتا اور جلتا ہے اور اس میں خرابی جلدی ملتی کرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس نے قرآن پڑھا اور اسے یاد کیا اور اس کے

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَ

حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا، اللہ تعالیٰ اسے
جنت میں داخل کرے گا۔ اور اس کی شفاعت
اس کے گھر کے ان دس افراد کے حق میں قبول
کرے گا جن کے لیے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔
(ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ہ)

(دارمی)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے
اور حفص بن سلمان راوی قوی نہیں بلکہ
ضعیف راوی سمجھا جاتا ہے۔

فَاحْلَ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ
أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَ شَفَعَهُ
فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ
كُلُّهُمْ قَدْ وَجِبَتْ لَهُ النَّارُ
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ
وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ وَ حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ
الذَّائِبِيُّ لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ يُضَعَّفُ
فِي الْحَدِيثِ۔

۱۔ یعنی اس کے ان گھروالوں کے حق میں شفاعت قبول کرے گا جو ناسق اور آتش دوزخ میں جھنسنے کے
مستحق قرار پائے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابی بن کعب سے فرمایا تو غار میں کس طرح کی تلاوت
و قرات کرتے تھے قرابی بن کعب نے سورۃ فاتحہ
پڑھی۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ
قدرت میں میری جان ہے کہ تلاوت، انجیل، زبور
اور قرآن میں اس جیسی کوئی سمدت نازل نہیں کی
گئی اور بے شک یہ سمدۃ فاتحہ سبع المثانی اور
قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا اور دارمی نے
حضور کے قول مبارک ۱۱ انزلت سے روایت کیا
اور ابی بن کعب اور ان کے سوال و جواب کا ذکر

وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِأَبِي بَنْ كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ
فِي الصَّلَاةِ فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الَّذِي نَفْسِي
بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي الشَّوَارِبِ
وَلَا فِي الْإِنجِيلِ وَلَا فِي
الرُّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا
وَ لَئِنْ سَبَعُ مِنَ السَّمَاءِ
وَالْفُرْقَانِ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيَتْكَ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مِنْ قَوْلِهِ

مَا أُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُؤُ بِنِ
كَعْبٌ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَحِيحٌ .

نہ کیا بلکہ یوں روایت کیا من ابی صریحہ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال ما انزلت فی التوراة والانیل والیزبور والقرآن
شہما۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۔ لفظ سبع الثانی کی تفسیر فصل اول میں واقع حضرت سعید بن المعلیٰ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔
۲۔ یعنی ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کی مثل کوئی سورت نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا
الْقُرْآنَ فَأَقْرَءُوهُ فَإِنَّ مَثَلَ
الْقُرْآنِ لَيَمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ
بِهِ كَمَثَلِ جَرَابٍ مَحْشُوٍّ مَسْكَ
تَفْوُحُ رِيحِهِ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ
مَنْ تَعَلَّمَهُ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي
جَوْفِهِ كَمَثَلِ جَدَايٍ أُذِيَتْ عَلَى
مِثْلِهِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو!
قرآن سیکھو پھر اسے پڑھو کہ بے شک قرآن کا حال اس
شخص کے حق میں جو اسے سیکھتا پھر پڑھتا اور رات کو
اس کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ اس شکرے کی طرح ہے
جو خوشبو سے بھرا ہوا اور اس سے ہر مکان بھگتا رہا ہو
اور اس شخص کا حال جس نے قرآن پڑھا اور سو گیا حالانکہ قرآن
اس کے سینے میں موجود ہے، اس شکرے کی طرح
ہے جس کا منہ اوپر سے بند کر دیا گیا ہو۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ
مَاجَةَ)

النسائی بیان باہر

۱۔ یعنی رات کو ذکر و نفل عبادت میں اس کی تلاوت کرتا ہے۔

۲۔ حدیث میں لفظ تفوہج آیا ہے جو فوہج سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے خوشبو کا بھگنا۔

۳۔ یعنی رات کو نفل عبادت کے لیے نہ اٹھا۔ اور اس میں قرآن کی تلاوت نہ کی حالانکہ اس کے سینے میں
قرآن موجود تھا۔

۴۔ واضح ہو کہ حدیث کا ظاہر معنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیام سے رات کو اٹھتا اور رات کی نماز میں قرآن پڑھنا مراد
ہے۔ یہ معنی اگلے لفظ رَقَدَ (اور سو گیا) سے مفہوم ہوتا ہے۔ بعض قیام سے قرآن پر عمل کرنا مراد لیتے ہیں اور سو جانے
کو غفلت اور ترک عمل پر محمول کرتے ہیں۔ اسے سمجھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

قَرَأَ حَتَّى الْمُؤْمِنِينَ إِلَى إِلَيْهِ
الْمَصِيرَ وَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ حِينَ
يُصْبِحُ حَفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُمَسِّيَ
وَمَنْ قَرَأَ بِهِمَا حِينَ يُمَسِّي
حَفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُصْبِحَ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ قَالَ
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

سورۃ نجم مومن لفظ الیہ المصیر تک پڑھنا ہے نیز صبح
کے وقت آیت الکرسی پڑھنا ہے۔ وہ شام تک محفوظ رہتا
ہے اور جو انہیں شام کے وقت پڑھنا ہے
اسے صبح تک محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

(ترمذی و دارمی)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب

ہے۔

۱۔ یعنی جو شخص اس سورت کو پڑھتا ہے جسے نجم مومن کہتے ہیں۔ یعنی اس سورت کی پہلی آیت پوری پڑھتا ہے۔ جو کہ
یہ ہے۔ نجم منزّل الکتاب من اللہ عزیز العظیم۔ غافر الذب و قابل التوب۔ شدید العقاب ذی السطوت لا الہ الا ہو الیہ المصیر
یعنی یہ کتاب اللہ عزیز و عظیم کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ جو گناہ بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا۔ سخت عذاب دینے والا
اور بڑا طاقتور ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
۲۔ یعنی اسے شام تک ظاہری باطنی آفات و بلیات سے حفاظت میں رکھا جاتا ہے۔

وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ
كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ بِالْفَتْحِ عَامٍ أَنْزَلَ
مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ
الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَأُ فِي دَارٍ
ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرُبُهَا الشَّيْطَانُ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال
پہلے ایک کتاب لکھی۔ اس میں سے دو آیتیں وہ ہیں
جو سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں۔ یہ کسی گھر
میں تین راتیں نہیں پڑھی جاتیں۔ پس شیطان
اس گھر کے قریب آئے۔

(ترمذی۔ دارمی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب

ہے۔

۱۔ آپ ہجرت سے چودہ ماہ گزرنے پر مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اور آپ پہلے بچے ہیں جو انصار مدینہ کے
ہاں ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔ خود آپ کو اور آپ کے والدین کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

۱۲ یعنی ملائکہ کو اس کتاب کے لکھنے کا حکم دیا۔

۱۳ اس کتاب اور دو ہزار سال میں اس کتاب کی کتابت کی تحقیق شرح عربی اللمعات میں کر دی گئی ہے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ
مِّنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عَصِمَ رَمِّ
فِتْنَةِ الدَّجَالِ .

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
سورہ کہف کی پہلی تین آیات پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ
اسے فتنہ و جال سے بچا لیتا ہے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

صَحِيحٌ .

اے ترمذی نے روایت کیا۔

اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔

۱۴ جس طرح اصحاب کہف کو ایک جابر بادشاہ دو تیانوس کے شر سے بچا لیا گیا تھا۔ فصل اول میں بھی حضرت
ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بحوالہ مسلم شریف حدیث گزری کہ جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرتا ہے وہ دجال کے
شر سے محفوظ رہتا ہے۔ ہر کتاب ہے کہ پہلے دس آیتوں کی یہ خاصیت ہر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم میں مزید وسعت
ہوئی اور تین آیتوں کے پڑھنے اور یاد کرنے سے یہ حفاظت نصیب ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا
وَ قَلْبَ الْقُرْآنِ لَيْسَ وَ مَنْ
قَرَأَ لَيْسَ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ
بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةً الْقُرْآنِ
عَشْرَ مَرَّاتٍ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بے شک ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن
کا دل سورہ یسین شریف ہے۔ اور جو شخص سورہ یسین
پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس دفعہ قرآن
پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔

(مَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ)
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ .

(ترمذی و دارمی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب

ہے۔

۱۵ علماء فرماتے ہیں کہ دل خلاصہ اور نچرٹ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ سورہ بھی مختصر عبارت اور چھوٹے حجم

کے باوجود بدرجہ اتم و اکمل قرآن حکیم کے جملہ مقاصد و معارف پر مشتمل ہے۔ واللہ اعلم۔
۱۷ یعنی اس سورت کے پڑھنے کے سبب اللہ تعالیٰ دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا اور عطا کرتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَتَرَاهُ طُهُ وَ لَيْسَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتْ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالَتْ طُوبَى لِمَنْ يُنْزِلُ هَذَا عَلَيْهَا وَ طُوبَى لِمَنْ يَجْوَظُ تَحْمِلُ هَذَا وَ طُوبَى لِمَنْ يَتَكَلَّمُ بِهَذَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے سورۃ طہ و سین پڑھی (ظاہر کی) جب فرشتوں نے قرآن پاک سنا تو کہا اس امت کو خیر و خوبی نصیب ہو جس پر یہ قرآن اتارے گا۔ اور وہ سینے اور پیٹ بھی خیر و خوبی سے رہیں جن کے اندر یہ قرآن ہوگا۔ اور وہ زبانیں بھی خوش اور سرور رہیں جن پر یہ قرآن جاری ہوگا۔

(دَوَاۤءُ الدَّارِ حِجْ)

(دارمی شریف)

۱۸ یاد رہے لفظ قرآن اصل میں مصدر ہے۔ بمعنی قراوت۔ پھر پڑھے جانے والے (قرآن) پر اس کا اطلاق کرنے لگے۔ یہاں قرآن سے کتاب اللہ مراد لینا بھی درست ہے اور قرآن سے یا تو سارا قرآن مراد ہے کہ لہ اور یسین اس کا جزو ہیں۔ یا صرف طہ اور یسین مراد ہیں کہ قرآن کے جزو کل دونوں پر لفظ قرآن کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۹ یعنی قرآن مجید کے حافظ کرام۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَمْدَ الدُّخَانِ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات کے وقت سورۃ تکوین و خان پڑھی وہ اس مال میں بھیج کرتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کر رہے ہوتے ہیں۔

(دَوَاۤءُ الْقِدْمِ)

۲۰ ترمذی نے روایت کیا۔

۲۱ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔ اور عمر بن زحتم

راوی کو حدیث کا ضعیف راوی قرار دیا گیا ہے۔
محمد نے یعنی امام بخاری نے کہا یہ شخص
شکر الحدیث ہے۔

وَعَدَمُ بْنُ أَبِي خَثْعَمٍ الرَّادِيُّ
يُضَعَّفُ وَ قَالَ مُحْتَمَلٌ
يَعْنِي الْبُخَارِيُّ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ
لَهُ خُتْمٌ فَالْزَبْرُ ثَابِتٌ أَوْ رِجَالٌ كَزَيْرٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات میں سورۃ
تحم الدخان کی تلاوت کرتا ہے۔ اسے
بخش دیا جاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَرَأَ حَمْدَ الدُّخَانِ رَفِي
لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ عُفِّرَ لَهُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

و قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ
و هِشَامٌ أَبُو الْيَمَدِ الرَّادِيُّ
يُضَعَّفُ

اسے ترمذی نے روایت کیا۔
اور کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور ہشام ابو الیامد
راوی ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں عبرت کی تخصیص آئی ہے۔ گوشتہ حدیث میں یہ تخصیص نہیں تھی بلکہ ہر شب میں پڑھنے
کی فضیلت آئی ہے عبرت ہر یا غیر جمعہ کی رات۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جمعہ کی رات اس سورۃ کا پڑھنا اولیٰ اور افضل
ہے کہ اس میں یقیناً بڑی فضیلت ہے۔

اسے مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہاں غریب و ضعیف آیا ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ ہشام ابو الیامد راوی
ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عریض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے
پہلے سبکات سورتیں پڑھا کرتے تھے اور فرماتے
تھے ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار
آیت سے بہتر ہے۔

وَعَنِ الْعُرْبَاضِ بْنِ
سَارِيَةَ رَأَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَهْدَأُ
الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يُوَفِّدَ
يَقُولُ إِنَّ فِيهِمْ آيَةً خَيْرٌ
مِّنْ أَلْفِ آيَةٍ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ
و ترمذی الداریمی عَنْ خَالِدٍ

(ترمذی، ابو داؤد)

اور داری نے اسے خالد بن معدان سے

بْنِ مَعْدَانَ مُرْسَلًا)

مرسلہ روایت کیا۔

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن

حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

غریب ہے۔

۱۷ آپ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ

لَعَنَهُمُ اللَّهُ۔

۱۸ مُبْجَاتِ بَاکِی دیر سے۔ یعنی وہ سورتیں جن کے ابتدا میں لفظ سبحان یا سبح یا کھج کے الفاظ ہیں۔ جیسا کہ

علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا۔

۱۹ علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا وہ آیت مبہم ہے۔ جس طرح شب قدر اور جمعہ کے روز قولیت دعا کی گھڑی مبہم ہے

واللہ اعلم۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے سورہ حشر کی آخری آیت مراد ہو۔ کہ وہ ماثورہ دعاؤں میں مذکور و مشہور ہے اسی طرح

اول سورہ حدید سے تا عظیم بذات الصدور تک بھی مراد لی گئی ہے۔ طیبی کے نزدیک یہ حدیث اجمال پر مبنی ہے۔

واللہ اعلم۔

۲۰ مَعْدَانَ۔ سیم کی زبردستین ساکن سے۔

۲۱ کیونکہ خالد بن معدان راوی تابعی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سُورَةً فِي

قرآن حکیم میں ایک سورت ہے جن میں آیات پختل ہے اسی

الْقُرْآنِ تَلْثُونَ آيَةً شَفَعَتْ

۱۷ ایک شخص کی شفاعت کی بیاں تک کہ وہ بخشش

لِيَرْجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ

دیا گیا۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔

اور وہ سورت تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

(مَوَاقِدُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ

اسے احمد ترمذی۔ ابو داؤد و نسائی اصحاب

أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ماہر سے روایت کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ضَرَبَ بَعْضُ اصْحَابِ النَّبِيِّ

فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَاءً

نے ایک قبر پر خیمہ لگایا انہیں گمان نہ تھا کہ اس جگہ

عَلَى قَبْرِ وَهُوَ لَا يَحْسَبُ

قبر ہے۔ اچانک انہوں نے محسوس کیا کہ اس میں ایک

ہندو ہے جو سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھا ہے
 یہاں تک کہ اس نے پوری سورت پڑھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر
 وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
 میں آیا اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی۔ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورت روکنے والی
 ہے اور یہی نجات دینے والی ہے۔ جو اسے
 اللہ کے عذاب سے نجات دیتی ہے۔

اِنَّهُ قَبْرٌ فَاِذَا رَفِیْهِ اِنْسَانٌ
 یَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَکَ الَّذِیْ
 بِیَدِیْهِ الْمُلْکُ حَتّٰی خَتَمَهَا
 فَاتٰ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ
 وَسَلَّمَ فَاخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِیُّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هِیَ
 الْمَنَیْعَةُ هِیَ الْمُنْجِیَّةُ تُنْجِیْهِ
 مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔

(رواہ الترمذی و قال هذا
 حدیث غریب)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ ختم آیا ہے۔ خاکِ زیر اور الف ممدودہ سے معنی ختمہ۔ بعض نسخوں میں آخر میں ہمزہ
 کے بجائے تا آیا ہے یعنی نجات۔

۲۔ یعنی اس سورت کی تلاوت کرنے والے سے عذاب کو باز رکھنے والی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک
 نہ سوتے تھے جب تک کہ سورۃ اکم
 منزل امد سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک
 نہ پڑھ لیتے۔

(احمد ترمذی)

(داری)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے
 اور اسی طرح شرح سنہ میں بھی ہے
 اور معانی میں ہے کہ یہ حدیث غریب
 ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِیَّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
 لَا یَنَامُ حَتّٰی یَقْرَأَ السَّ
 تُوْرَیْلَ وَ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِیْهِ
 الْمُلْکُ۔

رواہ احمد و الترمذی و
 الداری

و قال الترمذی هذا
 حدیث صحیح و کذا فی
 شرح السنۃ و فی المصابیح
 غریب۔

۳۔ یعنی امام محی السنہ نے شرح سنہ میں بھی اسی طرح فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کتاب معانی

میں کما یہ حدیث غریب ہے۔ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ غزواتِ نعمت کے منافی نہیں ہوتی۔ مگر جبکہ غریب سے شاذ مراد ہو۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ اذانِ زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے۔ اور سورۃ قل ہوا اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قل یا ایہا الکافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَانَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ دُبْعَ الْقُرْآنِ.

(ترمذی)

(دَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ)

لہ کہ اس کے پڑھنے کا ثواب نصف قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

لہ سورۃ اذانِ زلزلت کے نصف قرآن کے برابر ہونے کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن میں مبد و معاد (دنیا و آخرت) کا بیان ہے اور اس سورت میں سب آخرت کا ذکر ہے۔ سورۃ قل ہوا اللہ احد کا ایک تہائی قرآن کے برابر ہونے کی وجہ گزشتہ بیان میں مذکور ہو چکی ہے اور سورۃ قل یا ایہا الکافرون کے ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم تقریرِ توحیدِ شہادتِ احکام اور قصص پر مشتمل ہے یہ سورۃ تقریرِ توحید پر مشتمل ہے بیکرہ شکر سے براءتِ توحید کا اثبات ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو صبح اٹھ کر تین مرتبہ اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم پڑھتا ہے پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے وکیل مقرر کر دیتا ہے۔ جو اس کے لیے شام تک دعا کرتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكَلَّ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ

مَلِكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى
يُنْسِيَ وَإِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ
الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا وَ مَنْ
قَالَهَا حِينَ يُنْسَى كَانَ بِتِلْكَ
الْمَنْزِلَةِ

اور اگر اس کی اسی دن موت آجاتی
ہے تو وہ شہادت کی موت سمجھا
جاتا ہے۔ اور جو بندہ شام کو یہ
کلمات پڑھ لیتا ہے۔ اس کو بھی یہی مرتبہ
ملتا ہے۔

(سَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَ الدَّارِمِيِّ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ)

اسے ترمذی اور دارمی نے
روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ
حدیث غریب ہے۔

۱۔ مفضل بن عمر کی زبیر بن ساکن غاف کی دریر لیبار یا کی زبیر بن غیر مشد۔ آپ صحابی ہیں اور اہل بیعت رضوان
میں سے ہیں۔ ان سے حضرت حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔
۲۔ ہواللہ الذی سے لے کر آخر صحت تک۔

۳۔ حدیث میں لفظ وَ تَحْلُ آیت ہے جو توکیل سے بنا ہے جس کا معنی ہے کسی کام کو کسی کے حوالے کرنا تاکہ وہ
اس کا کام بہتر طور پر انجام دے۔

۴۔ اور خدا تعالیٰ سے اس کی بخشش مانگتے رہتے ہیں۔
۵۔ اور شہیدوں کا ثواب پاتا ہے۔

۶۔ یعنی اسے بھی وہی مرتبہ ملتا ہے جو صبح کو اٹھ کر پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ یعنی ستر ہزار فرشتے اس کے
یہ دعا کر لے اور بخشش طلب کرنے پر مقرر کیے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس دن فوت ہوتا ہے تو شہیدوں کا درجہ
پاتا ہے۔

۷۔ یعنی اگر کوئی شخص رات کے وقت یہ کلمہ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ تین بار پڑھتا ہے
اسی طرح سورہ شکر کی آخری تین آیات بھی پڑھتا ہے تو صبح کے وقت پڑھنے والے کی طرح اس کی حفاظت کے لیے
ستر ہزار فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں۔ یہ فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اس رات میں
فوت ہو جاتا ہے تو اسے شہید کی موت کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے جو شخص ہر دن میں دو سو مرتبہ سورۃ قل
ہو اللہ احد پڑھتا ہے اس کے پچاس سال

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتًا

مَرَّةً قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مُّحَمَّدٌ
عَنْهُ ذُنُوبٌ خَمْسِينَ سَنَةً
إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّارِخِيُّ)
وَفِي رَوَايَةٍ خَمْسِينَ مَرَّةً
وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَّا أَنْ يَكُونَ
عَلَيْهِ دَيْنٌ۔

کے گناہ مٹا دیتے جاتے ہیں۔ مگر یہ کہ اس کے
فٹے قرض ہو کہ اس کی بخشش نہیں ہوتی جب
تک کہ قرض ادا نہ کرے)

اسے ترمذی اور تارخی نے روایت کیا۔

اور ایک روایت میں دوسو کی بجائے
پچاس مرتبہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے اسدابی نے
الآن کیون علیہ دین کا ذکر نہیں کیا۔

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ ”مُحَمَّدٌ“ آیات جو محوسے بنا ہے محو کا معنی ہے مکھی ہوئی چیز کو مٹا دینا اور تختی پر لکھے
ہوئے نقوش کو صاف کر دینا۔

۱۸ اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ قرض ادا نہ کرنے کا گناہ اس صورت کے پڑھنے سے بھی نہیں مٹتا۔ یہاں
قرض کو گناہ کہا گیا ہے تاکہ لوگ قرض کی ادائیگی کو اہم چیز سمجھیں اور نہ ادا کرنے کی صورت میں شدید ناامنی کا اظہار
ہے۔ اس لفظ کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سر پر قرض موجود ہونے کی صورت میں بندے کے دوسرے گناہ بھی نہیں مٹائے
جاتے اور صورت کا پڑھنا کوئی اثر نہیں دیکھا تا واللہ اعلم۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلَى فِرَاشِهِ
فَنَامَ عَلَى يَمِينِهِ رُحْمًا حَرًّا
مِائَةً مَرَّةً قُلْ هُوَ اللَّهُ
أَحَدٌ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ
يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِي
ادْخُلْ عَلَى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے
وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ
کرتا ہے اور دائیں پہلو پر بیٹھ جاتا ہے پھر ایک سو
دفعہ سورہ قل یا اللہ ادر پڑھتا ہے۔ جب
چامسے لا دن ہوگا تو اسے رب تعالیٰ
فرمائے گا اے میرے بندے تو جنت کی عمارتیں جہاں
جنت میں داخل ہو جا۔

اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث
غریب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ قُلْ هُوَ
اللَّهُ أَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ
وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ
رَدَّاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
النَّسَائِيُّ

وَعَنْ قُرَّةَ بْنِ نَوْفَلٍ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ عَلَّمَنِي شَيْئًا أَقُولُهُ إِذَا
أَوَيْتُ إِلَى فِرَاشِي فَقَالَ أَقْرَأْ
قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ فَزَلَّهَا
بِرَاءَةً مِّنَ الشِّرْكِ
رَدَّاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ
وَالدَّارِمِيُّ

کو سورہ قل ہوا اللہ احد پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا
واجب ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کیا چیز واجب
ہو گئی۔ فرمایا اُس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔
اسے مالک، ترمذی اور نسائی نے
روایت کیا۔

حضرت قرۃ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں کہ بے شک میرے باپ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے
ایسی چیز کی تعلیم دیجیے جسے میں اپنے بستر پر پہنچنے کے
وقت پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا پڑھ لیا کر سورۃ قل
یا ایہا الکافرون کیونکہ بے شک یہ سورت شرک سے
بیزار ہونے کا اعلان کرتی ہے اسے ترمذی، ابوداؤد
اور دارمی نے روایت کیا۔

۱۔ فاکر زبیر اور اساکن آپ تابعی ہیں۔ بعض نے کہا آپ صحابی ہیں۔

۲۔ یعنی حضرت نوفل جو صحابی ہیں۔

۳۔ یعنی سونے کے وقت کیا پڑھا کروں۔

۴۔ کیونکہ اس سورت میں اُن بتوں کی عبادت نہ کرنے کا اعلان ہے جن کی کافر عبادت کرتے ہیں۔ پس جب
تو یہ سورت پڑھ کر سوئے گا تو شرک اور اُس کی آلائش سے پاک ہو کر سوئے گا اور اگر اُس رات میں تو موت کی
آغوش میں جانے گا تو توحید الہی پر مرسے گا۔

وَعَنْ عَقَبَةَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ يَبْنَا أَنَا أَسْئِدُ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْأَبْعَاءِ إِذَا
غَشِيَتْنَا رِيحٌ وَظُلُمَهُ شَيْدٌ
فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں کہ میں مقام جحفہ اور مقام الابداء کے
درمیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا
چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں آندھی اور شدید
تاریکی نے آگیرا تو حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ
نے سورۃ الموزیبات الفلق اور سورۃ الموزیبات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِأَعُوذُ
بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ أَعُوذُ بِرَبِّ
النَّاسِ وَ يَقُولُ يَا عَثْبَةَ
تَعَوَّذُ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوَّذُ
بِمِثْلِهِمَا۔

الناس پڑھنا شروع کر دی تاکہ آپ پناہ حاصل کریں
اور آپ فرما رہے تھے اے عقیقہ تو بھی ان دو سورتوں
کے ساتھ پناہ حاصل کر کیونکہ ان دو سورتوں کے مثل
کوئی چیز نہیں ہے جس کے ساتھ پناہ حاصل کی جائے
اسے ابو داؤد نے روایت

کیا۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۷ ج کی پیش اور ما کی جزم سے آخر میں حرف نا۔

۱۸ ہمزہ کی زبر اور با کی جزم ایک روایت کے مطابق ہمزہ کی زیر بھی آئی ہے۔ یہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان
دو جگہیں ہیں (اللہ تعالیٰ مکہ اور مدینہ دونوں کی بزرگی اور عزت میں اضافہ کرے)

۱۹ بعض فقہی روایات میں آیا ہے کہ ان دو سورتوں سے لفظ قل چھوڑ کر بھی پڑھنا جائز ہے۔ یہ حدیث اس
بات کی سند ہو سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں ہم لوگ بارش والی شدید تاریک
رات میں باہر نکلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تلاش کرنے کے لیے تو ہم نے آپ کو پایا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھ میں نے
عرض کیا کیا پڑھوں فرمایا قل ہاں اللہ احد اور معوذتین
یعنی قل الحمد رب الفلق اور قل الحمد رب العالمین
یہ تین سورتیں صبح شام تین تین مرتبہ پڑھ لیا کر کہ یہ
تیرے لیے ہر آفت و بلا کو دفع کرنے میں کافی ہیں۔

اسے ترمذی، ابو داؤد اور نسائی نے روایت

کیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ
قَالَ خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطَرٍ وَ
ظُلُمَةٍ شَدِيدَةٍ نَطْلُبُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَادْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ مَا
أَقُولُ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
وَ التَّعَوَّذَاتَيْنِ حِينَ تَصْبِرُ وَ
حِينَ تُسِيئُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ
وَ النَّسَائِيُّ)

۱۷ ج کی پیش اور با کی زبر آپ مدنی صحابی ہیں۔ انصار کے دوستوں میں سے ہیں۔

۱۸ معوذتین م کی پیش اور و کی زیر۔

حضرت عقیقہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ عُقَيْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَّ
سُوءًا هُوَ أَوْ سُوءًا يُوَسِّتُ
قَالَ لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا أَبْلَغَ عِنْدَ
اللَّهِ مِنْ قُلِّ أَعُوذُ بِرَبِّ الْعَلَمِ
(رواه أحمد والنسائي والدارمي)

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں سورہ
ہود اور سورہ یوسف پڑھ لیا کروں (یعنی پناہ حاصل کرنے
کے واسطے سے) فرمایا ہرگز تو کوئی چیز نہیں پڑھے گا
جو زیادہ آسان اور زیادہ مکمل ہو پناہ جوئی کے لیے
قل اعوذ برب العلم کے برابر اسے احمد و نسائی اور
دارمی نے روایت کیا۔

اے کیونکہ اس سورت میں تمام مخلوقات کے شرے عموماً اور خصوصاً پناہ کا ذکر موجود ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ آخِرُ بُرَى الْقُرْآنِ وَآخِرُ
غَرَائِبِهِ وَغَرَائِبُهُ فَذَلِكَ
وَحْدُودُهَا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگلے قرآن
کے معنی بیان کرو اور انہیں ظاہر کرو۔ اور اُس
کے غرائب کی پیروی کرو۔ قرآن کے غرائب
اس کے فرائض اُس کی حدود ہیں۔

اے یہاں حدیث میں لفظ آخر لفظ قرآن آیا ہے۔ اعراب و اعراب سے بنا ہے جس کا معنی لغت میں بیان اور اظہار
ہے۔ زیر و زبر اور جزم وغیرہ جسے اہل لغت اعراب کہتے ہیں۔ اُسے اعراب کہنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ زیر و زبر وغیرہ
سے معنی ظاہر و واضح ہوتا ہے۔ قرآن کا معنی ظاہر اور بیان کرنے میں ہر وہ شخص شریک ہے جو زبان عربی سے واقف ہوئے
کے بعد قرآن مجید کا معنی اور مطلب بیان کرے۔ اس کے بعد حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن پاک کے معنی
بیان کرنے کے سلسلے میں اُس چیز کو بیان فرمایا جس کے ساتھ اہل شریعت اور مسلمان متنازع ہیں یعنی حضور نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کے معنی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کے غرائب کی
پیروی کرو۔

اے حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ غرائب کی قرآن مجید کے فرائض و حدود سے تفسیر فرمائی یعنی
قرآن مجید کے غرائب اُس کے احکام و وجہ اور اُس کی حدود ہیں۔ یعنی سنتیں اور آداب یہ قرآن پاک کی حدود ہیں۔ باقی یہی
یہ بات کہ قرآن مجید کے فرائض اور حدود کو لفظ غرائب سے کیوں تعبیر فرمایا۔ تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ان فرائض اور حدود
کو جاننے اور اُن پر عمل کرنے والے صرف اہل دین ہیں۔ مادہ جس طرح کہ عام دنیا کے ماحول کے سامنے ایمان غریب ہے

یعنی اجنبی اور نووارد ہے۔ اس کے احکام بھی لوگوں کے لیے اجنبی کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ لوگ ان سے ناواقف اور اجنبی جیسا سلوک کرتے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ فرائض سے وراثت کے حصے اور حدود سے قرآن کے احکام مراد ہیں یا فرائض سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کی اتباع مکلف اور بالغ انسان کے لیے ضروری ہے اور حدود سے قرآن پاک کے اسرار و رموز مراد ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا قرآن مجید کی ہرایت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ علامہ طیبی کا کلام ختم ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کو نماز میں پڑھنا اس کے غیر نماز میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اور قرآن پاک غیر نماز میں پڑھنا تسبیح کرنے اور تکبیر کہنے سے افضل ہے اور تسبیح صدقے سے افضل ہے اور صدقہ روزے سے افضل ہے۔ اور روزہ دوزخ کی آگ کے آگے ڈھال ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَتِهِ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ وَ قِرَاءَتَهُ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَ التَّكْبِيرِ وَ التَّسْبِيحِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَ الصَّوْمِ جُزْءٌ مِنَ النَّارِ .

۱۰ نماز میں تلاوت قرآن کی افضل حالت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر قرآن پڑھا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد بیٹھتے ہیں۔

۱۱ اگرچہ یہ تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا نماز میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تسبیح و تکبیر حمد و ثنا کلمہ لا الہ الا اللہ سب قرآن پاک کے اجزاء ہیں۔ اور جزل کے ماتحت ہوتا ہے چونکہ نماز میں قرآن پاک جو حالت قیام میں پڑھا جاتا ہے۔ قرآن پڑھنے کی تمام حالتوں سے بہتر حالت ہے اس لیے علماء نے نماز کی حالت قیام کو رکوع و سجود سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ چونکہ حالت قیام قرآن پاک پڑھنے کی حالت ہے۔

۱۲ تسبیح و تکبیر اور ذکر الہی صدقہ اور راہ خدا میں مال خرچ کرنے سے اس لیے افضل ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے مشہور یہ ہے کہ وہ عبادت جس کا فائدہ خود انسان کو پہنچنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی پہنچے اس عبادت سے افضل ہے جس کا نفع خدا اُس کرنے والے کو ہی پہنچتا ہو۔ لیکن یہ حکم غیر ذکر الہی کے ساتھ مخصوص ہے ذکر الہی افضلیت میں سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ خدا نے تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے افضل و اکبر ہے جیسا کہ صحیح احادیث

میں کیا ہے کہ ذکر الہی راہ خدا میں سونا پانڈی خرچ کرنے سے بھی افضل اور بہتر ہے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں اور یہ حدیث بھی جو اس کتاب (مشکوٰۃ) میں مذکور ہے انہی احادیث میں سے ہے اس میں غور کرو۔

۱۔ علماء نے فرمایا ہے کہ روزہ یہ ہے کہ انسان اپنے مال کو اپنے نفس سے کچھ دقت کے لیے روک لیتا ہے پھر خود ہی اس مال کو اپنے اوپر خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرے میں مال دوسروں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے دوسروں پر خرچ کرنا افضل اور اعلیٰ ہے اسی لیے اس حدیث میں آیا ہے کہ مدتہ روزے سے افضل ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

وگر نہ چہ حاجت کہ زحمت بری زخود باز گیری وہم خرد گیری

ترجمہ :- یعنی وگر نہ کیا ضرورت کہ تو شقت اٹھائے کہ اپنے سے اپنے مال کو کچھ دقت کے لیے روک لے اور پھر خود ہی کھائے۔

روزے کی فضیلت کی جانب وہ اشارہ جو کتاب الصوم کی ایک حدیث میں گزرا کہ آدم کے بیٹے کاہنل ایک بدے کی کاٹھاب رکھتا ہے مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہوتا ہے اور میں خود اس کا ثواب عطا کرتا ہوں۔ اپنی جگہ باقی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے مسائل میں جہنوں اور جہتوں کے اختلاف کا بڑا اعتبار ہے۔ اسی جانب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قول مبارک میں اشارہ فرمایا ہے کہ روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے یاد رہے کہ روزہ نفسانی شہوات کی آنتوں اور شیطان کے کرد فریب سے حفاظت و نگاہداشت کا سبب ہے کیونکہ یہ چیزیں بندے کو دوزخ میں داخل کرتی ہیں۔ تو روزہ بندے کی حفاظت کر کے اسے بچا لیتا ہے۔ لہذا روزہ دوزخ کی آگ سے بچنے میں ڈھال کا کام دیتا ہے۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ جب عبادت کی ذات پر نگاہ ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نماز مدتہ سے افضل ہے اور صدقہ روزے سے افضل ہے۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک کے اثر اور غایت پر نگاہ ڈالی جائے تو روزہ افضل معلوم ہوتا ہے۔ علامہ طیبی کا کلام ختم ہوا۔

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے ماٹے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انسان کا قرآن پاک میں سے دیکھ کر نہ پڑھنا دزبانی پڑھنا ایک ہزار درجہ رکھتا ہے اور قرآن پاک میں

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ
الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ مَصْحَفٍ أَلْفُ
دَرَجَةٍ وَ قِرَاءَتُهُ فِي الْمَصْحَفِ

تَضَعُّ عَلَىٰ ذِيكَ إِلَىٰ الْتَقَىٰ دیکھ کر پڑھنا دوسرے سے بھی زیادہ بڑا درجہ رکھتا ہے۔

۱۱۔ اوس ہمزہ کی زبر اور ساکن ثقفی تا اوق کی زبر سے۔

۱۲۔ یعنی حضرت عثمان اپنے دادا سے جن کا نام اوس ہے، یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ یہ حضرت عثمان تابعی ہیں اور حضرت اوس صحابی

۱۳۔ یعنی قرآن پاک ربانی پڑھنے کا ایک ہزار درجہ ثواب ہے۔

۱۴۔ اس صورت میں ثواب زیادہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا قرآن کے حروف پر نگاہ ڈالتا اسے چھوڑتا اور اسے اٹھاتا ہے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ قرآن مجید پر نظر ڈالنا بھی عبادت ہے۔ بہت سے صحابہ کرام اور سلف صالحین قرآن پاک دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں دو قرآن پاک بوسیدہ ہوئے۔ کیونکہ آپ بڑی کثرت سے انہیں پڑھتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم (کہ دیکھ کر پڑھنے کا آنا ثواب) ہر حالت میں نہیں۔ بلکہ پڑھنے والا یاد پڑے کی صورت میں زیادہ تدبیر زیادہ فکر اور زیادہ حضور قلب سے پڑھ رہا ہو تو قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنے سے افضل ہے۔ اور اس طرح یاد پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ اور اگر دونوں حالتیں برابر ہوں (مثلاً پڑھنے والا عالم قرآن ہے تو پھر اس کے لیے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کی صورت میں معنی میں تفکر اور معنی کو سمجھنے اور اس کے فہم پر قدرت و دسترس زیادہ پائی جاتی ہے مگر علامہ طیبی کا یہ قول قاعدہ کلیہ نہیں کہلا سکتا

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ۖ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبُ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جَلَاءُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ دل کی کھیل سے بہت آلودہ ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا پانی میں پڑنے کی وجہ سے کالا اور بد شکل ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو روشن کرنے اور چمکانے والی چیز کیا ہے۔ فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت۔ ان چاروں مذکورہ احادیث کو بیہقی نے شب الایمان

الْأَرْبَعَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ - نے روایت کیا ہے۔
 ۱۔ یہاں حدیث میں لفظ تصدایا ہے جس کا معنی ہے رنگ لود اور سیاہ ہو جانا۔
 ۲۔ لفظ تلامذت کی تاپریش اور زیر دونوں طرح روایت آئی ہے۔ پیش کی صورت میں کثرت تلامذت کی بجائے اصل تلامذت مراد ہوگی۔

حضرت ایف بن عبد السلامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قرآن کی کونسی صورت سب سے عظیم اور بزرگ تر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سورہ قل ہو اللہ احد اس شخص نے پھر عرض کیا قرآن میں سب سے عظیم آیت کونسی ہے آپ نے فرمایا آیت اکرسی جو اللہ لا الہ الا اللہ ہا لہی القیوم سے شروع ہوتی ہے پھر اس شخص نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ کس آیت کے بارے میں چاہتے ہیں کہ وہ آپ کو امداد آپ کی امت کو ملے آپ نے فرمایا سورہ بقرہ کی آخری آیت کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وہ خزانے ہیں جو کہ عرش کے نیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ خزانے اس امت کو عطا فرمائے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی ایسی نہیں جو ان میں نہ ہو۔

اسے داری نے روایت کیا۔

وَعَنْ أَيْفَةَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَامِ
 قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْ
 سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ فَقَالَ
 قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ قَالَ فَتَأَيَّ
 آيَةً فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ فَقَالَ
 آيَةُ الْكُرْسِيِّ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
 هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَالَ فَتَأَيَّ
 آيَةً يَا نَبِيَّ اللَّهِ نَحْبُ أَنْ
 تُصِيبَكَ وَ أُمَّتَكَ قَالَ خَاتِمَةُ
 سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا مِنْ
 خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ
 تَحْتِ عَرْشِهِ أَعْطَاهَا هَذِهِ
 الْأُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ
 خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا
 اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ .

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

۱۔ ایف بن ہمزہ کی زیری ساکن اس کے بعد حرف نا۔ الکلامی ک کی زبر لام مخف (یعنی غیر مشدود) اُس کے بعد نقطے والا مین۔ یہ ذی الکلام کی طرف منسوب ہے جو مین میں ایک جگہ ہے۔ آپ صحابی ہیں اپنی قوم کے سردار تھے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس بلایا تھا۔ آپ نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور اگر مسلمان ہو گئے۔

۲۔ گزشتہ بیان میں یہ گزرا ہے کہ قرآن کی سورتوں میں سے اعظم اور بزرگ سورت سورہ الفاتحہ ہے اور اس

حدیث میں سورۃ قل ہوا اللہ احد کو اعظم سورت کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ اپنی حیثیتوں اور جہتوں کے اعتبار سے اعظم سورت ہے۔ اور سورۃ قل ہوا اللہ احد اپنی حیثیتوں اور جہتوں کے لحاظ سے اعظم سورت ہے لہذا دونوں سورتیں اپنی اپنی حیثیت سے اعظم سورت ہیں۔

۳۷ یعنی یا رسول اللہ آپ کو کسی آیت کے متعلق یہ چاہتے ہیں کہ اُس کی خیر و برکت اور دعا آپ کو اور آپ کی امت کو عطا ہو۔

۳۸ چنانچہ اُس کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ امن الرسول سے آخر سورت تک کی آیتیں ہیں۔ لفظ امن الرسول میں ایمان و تصدیق کی طرف اشارہ ہے اور لفظ سمعنا و اطعنا میں اسلام اور ظاہری احکام کی طرف اشارہ ہے۔ اور لفظ الیک المصیر میں آخرت میں خیر کے عمل کی جانب اشارہ ہے پھر لفظ لا یكلف اللہ نفسا الی آخرہ میں دنیاوی اور اخروی فائدوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
رسلاً روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ فاتحہ
الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ ہر قسم کی بیماری کے
لیے شفا ہے۔

اسے داری نے روایت کیا اور بیہقی نے
شعب الایمان میں۔

۳۹ ع کی پیش م کی زبر سے۔ مرسل یعنی بطریق ارسال روایت ہے کیونکہ یہ عبدالملک بن عمیر ثقہ تابعی ہیں
آپ امام شعبی کے بعد کوفے کے قاضی تھے۔

۴۰ یعنی ہر جسمانی، روحانی درود تکلیف اور بیماری کے لیے شفا ہے جبکہ ایمان اور یقین کے ساتھ اسے
پڑھا جائے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
آپ نے کہنی حضرت عثمان نے فرمایا کہ جو شخص رات کے
وقت سورہ آل عمران کی آخری آیت پڑھتا ہے تو اُس
کے لیے ساری رات جاگنے کا ثواب ملتا ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ مَنْ قَرَأَ اخِرَ آلِ عِمْرَانَ
فِي كَيْلَةِ كُتَبَ لَهُ قِيَامٌ كَيْلَةٍ۔

۱۔ یعنی ان فی خلق السموات والارض سے آخر سورت تک۔

۲۔ یعنی رات کی بیداری اور نماز تہجد پڑھنے کا ثواب ملتا ہے تہجد کے لیے نیند سے بیدار ہو کر ان آیتوں کا پڑھنا بہت سی احادیث میں مذکور و مشہور ہے۔

وَعَنْ مَكْحُولٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ
سُورَةَ الْاٰلِ اِٰمَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ اِلَى
الْقَبْرِ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
فرمایا جو شخص جمعہ کے روز سورہ آل عمران پڑھتا ہے اس
کے لیے رات پڑنے تک فرشتے استغفار کرتے اور دعائے
رحمت مانگتے رہتے ہیں ان دونوں احادیث کو
امام دارمی نے روایت کیا۔

۱۔ حضرت مکحول شام کے رہنے والے ہیں اور مشہور تابعین میں سے ہیں۔

وَعَنْ جَبْرِ بْنِ نَفِيرٍ أَنَّ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَتَمَ سُورَةَ
الْبَقَرَةِ بِاٰيَتَيْنِ اَعْطِيْتُهُمَا مِنْ
كَثْرَةِ التَّوْحِي تَحْتَ الْعَرْشِ
فَتَعَلَّمُوهُنَّ وَعَلِّمُوهُنَّ نِسَاءَكُمْ
فَإِنَّهُمَا صَلَوَةٌ وَقُرْبَانٌ وَدُعَاءٌ
(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا)

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ
نے سورہ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا جو مجھے اس
خزانے میں سے عطا کی گئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے
تو اے لوگو! انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کیونکہ
ان آیتوں کے کلمات میں رحمت ہی رحمت ہے
اور یہ خدا کے قرب کا ذریعہ ہیں اور دعا بھی ہیں۔

اسے دارمی نے مرسل روایت کیا۔

۱۔ ج کی پیش باکی زبرد یا ساکن نفیر کی پیش ناکی زبرد آخر میں یا ساکن۔ آپ شام کے ثقہ تابعین میں سے
ہیں۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے

۲۔ یعنی ان دو آیتوں کے کلمات سیکھو اور اپنی عورتوں اور گھر کے سب افراد کو سکھاؤ۔

۳۔ جس طرح فرشتوں کی دعائیں آج سے کہ وہ رحمت ہی کی دعا کرتے ہیں۔ نیز یہ آیتیں جناب محمدیت میں قرب
و نزدیکی کا سبب ہیں کیونکہ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح یہ آیتیں دعائیں بھی ہیں کیونکہ دنیا اور آخرت
کے سارے مطالب مقاصد کو شامل ہیں۔

وَعَنْ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اقْرَءُوا سُورَةَ هُودٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔
نے فرمایا جمعہ کے روز سورہ ہود پڑھا کرو۔
اسے داری نے روایت کیا

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

۱۔ حضرت کعب بن مالک سے یہ حدیث روایت ہے آپ کے والد حضرت مالک مشہور صحابی ہیں۔
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی جزا اور ثواب کا اس لیے ذکر نہیں فرمایا کہ اس سورت کے پڑھنے پر ثواب ملنا بالکل ظاہر بات ہے یا اس لیے ثواب و جزا کا ذکر نہ فرمایا کہ اس کے پڑھنے کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ شمار میں نہیں آسکتا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھتا ہے اس کے لیے دو جمعوں کے درمیانی دنوں میں روشنی پھیلا دی جاتی ہے۔

اسے بیہقی نے الدعوات الکبیر میں روایت کیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّورُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ۔
(مَوَاهِدُ الْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى)

الکبیر)

۱۔ کہ اس کے لیے ایمان اور ہدایت کا نور دونوں جمعوں کے درمیانی وقفے میں پھیلا دیا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں نجات دینے والی سورت کی تلاوت کیا کرو اور وہ سورہ آلہ تبتلی ہے کیونکہ بے شک مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص ہی سورت پڑھا کرتا تھا اور کوئی سورت نہیں پڑھتا تھا یہ شخص بہت ہی خطا کار اور گناہگار تھا تو اس سورت نے اپنے پر اس پر پھیلا دیے اور کہنے لگے میرے رب اسے بخش دے کیونکہ یہ کثرت سے میری تلاوت کیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں اس سورت کی شفاعت کر

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْرَءُوا الْمُنَجِّبَةَ وَهِيَ السُّورَةُ تَنْزِيلُ قِيَامَةِ بَلْعَمِ أَنْ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَكْرَهُ نَسِيًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيرَ الْخَطَايَا فَكَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ قِيَامَتُهُ كَانَ يَكْثُرُ قِرَاءَتِي فَشَقَّعَهَا رَبُّ تَعَالَى فِيهِ وَقَالَ التَّبَا لَهُ بِكُلِّ خَطِيئَةٍ حَسَنَةٍ وَ

ارْفَعُوا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ
 اَيْضًا اِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ صَاحِبِهَا
 فِي الْقَبْرِ فَقَوْلُ اللَّهِ
 اِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِي
 فِيهِ وَاِنْ لَمْ اَكُنْ مِنْ
 كِتَابِكَ فَاَمْحِنِي عَنْهُ وَاِنَّهَا
 تَكُوْنُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جَنَاحَهَا
 عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ
 مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَالَ
 فِي تَبَارَكَ مِثْلَهُ وَاِنْ كَانَ
 خَالِدًا لَا يَبِيْتُ حَتَّى يَقْرَأَهَا
 وَقَالَ طَاوُسٌ فَضِّلْنَا عَلَى
 كُلِّ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ بِسِتِّينَ
 مَحْسَنَةً

(رواه الدارمی)

قبول فرمایا اور فرمایا اے فرشتہ اس بندے کے لیے
 اس کے برگزیدہ کے بدلے نیکی لکھو اور اس کے لیے
 اس کا درجہ بلند کرو حضرت خالد نے یہ بھی کہا کہ بیشک
 یہ سورت پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں رب تعالیٰ
 سے جھگڑا کرتی ہے اور کہتی ہے یا اللہ اگر میں تیری کتاب
 میں سے ہوں تو اس انسان کے حق میں میری شفاعت
 قبول کر اور اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو
 مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا دے اور بے شک
 یہ سورت پرندے کی طرح اس انسان پر اپنے پر
 پھیلا دیتی ہے اس کے لیے شفاعت کرتی ہے
 اور اسے عذاب قبر سے محفوظ کرتی ہے حضرت
 خالد بن معدان نے سورہ تبارک النبی بیدہ الملک
 کے بارے میں بھی ایسا ہی فرمایا اور حضرت خالد نے
 سورت رات کو پڑھنے کے بغیر نہیں سوتے تھے
 حضرت طاووسؓ نے فرمایا یہ دو سو میں قرآن مجید کی تمام
 سورتوں پر ساٹھ نیکیاں زیادہ فضیلت اور درجہ رکھتی
 ہیں اسے عارفی نے سعادت کیا۔

۱۔ ام کی زبردست ساکن آپ ملک شام کے ثقہ تابعین میں سے ہیں آپ کو ستر صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل

ہوا۔

۲۔ یعنی جو غلب دنیا اور آخرت سے نجات دینے والی ہے۔

۳۔ یعنی سورہ الم تنزل جس میں آیت مجیدہ بھی ہے۔

۴۔ یعنی اس نے سورت اسی سورت کو پڑھنا اپنا درو بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی سورت نہیں پڑھتا تھا۔

۵۔ یعنی قبر میں وہ سورت اس کے پاس آئی اور اس پر پھیل گئی اور اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ واصل یہ

الفاظ اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اس سورت کے پڑھنے کا نتیجہ ثواب کی شکل میں اس پر ظاہر ہوا۔

۶۔ یعنی اے فرشتہ اس کی برائیوں کو معاف کر دو اور اس کی نیکیوں کو قبول کر لو بلکہ ہر بدی کے عوض نیکی لکھو۔

اور عذاب کی بجائے اس کے لیے ثواب لکھ دو۔

۳۵ یعنی اس کے لیے صرت گناہوں کے معاف کرنے پر کفایت نہ کرو بلکہ اس کے درجات بھی بلند کرو۔
۳۶ یعنی اسے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں خدائے مجبوتی ہے۔ اور حدیث میں واقع اگلے الفاظ اللہ تعالیٰ سے کہتی ہے۔

۳۷ یعنی حضرت خالد بن معدان جو اس حدیث کے راوی ہیں رات کو نہیں سوئے تھے تا وقتیکہ ان دونوں سرتوں کو پڑھ لیتے تھے۔

۳۸ یعنی طاؤس ایرانی نے کہا جو مشہور تابعین میں سے ہیں۔

۳۹ یعنی یہ دو حدیثیں وہ ہیں جنہیں دارمی نے روایت کیا مؤلف نے ان دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور طاؤس کا قول ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اُسے بھی دارمی نے ہی روایت کیا یہ احادیث اگرچہ سند کے لحاظ سے مرسل ہیں لیکن حکما مرفوع حدیث کی طرح ہیں کیونکہ یہ خبریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں جیسا کہ پہلی حدیث میں ہم اس کی جانب اشارہ کر چکے ہیں۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ
قَالَ بَلَّغْنِي إِنْ دَسَّوَلَّ اللَّهُ صَلَّي
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَرَأَ
يَكُنْ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ
حَوَآئِجُهُ.

حضرت عطاء بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن کے پہلے صے
میں سترہ لیس پڑھ لیتا ہے اس کی ساری حاجتیں
پوری کی جاتی ہیں۔

(دَوَا لُ الذَّكَارِ فِي مَوْسَلَا)

۴۰ لفظ رباح را کی زبردست معنی غیر مشہور۔ آپ تابعی ہیں بلند درجہ علما اور جلیل القدر فقہاء میں سے ہوئے
ہیں۔ بڑے معتمد اور کثیر حدیث ہوئے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں فرمایا میں جن جن لوگوں
سے ملا ہوں ان میں سب سے زیادہ فاضل اور کامل عطاء بن رباح کو ہی پایا۔ یہ حضرت عطاء بن رباح رضی اللہ عنہ رنگ
کے سیامتھے آپ کی ایک ہی آنکھ تھی نہایت کمزور بے طاقت اعضاء والے تھے۔ نگاہا کر پلٹتے تھے۔ آخر عمر
میں نابینا ہو گئے تھے یہ بزرگ ابن عباس حضرت ابو ہریرہ حضرت ابوسیدہ حضرت جابر حضرت ابن عمر اور حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ اٹھاسی سال کی عمر میں سن ۱۱۵ ہجری میں اس دار فانی سے
آپ نے رحلت فرمائی۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ
حُضْرَتِ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

الْمُحَرِّفِ أَنْ التَّبِيعَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ
يَكُنْ ابْتِغَاءً وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى
عُفِيَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
فَاتَّخَذَ وَهًا عِنْدَ مُوْتَاكُمُ
(تَذَاكُلُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ
الْإِيمَانِ)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خالص
اللہ کی رضا چاہنے کے لیے سورہ یس کی
تلاوت کرتا ہے اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش
دیے جاتے ہیں تو اسے لوگو اپنے مُردوں کے
پاس پڑھا کرو۔

اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان
نے روایت کیا۔

۱۔ معقل م کی دبر س کی جزم اوسق کی زیر یساری کی زبر س کی جزم رزنی م کی پیش زاک کی دبر پھر حرف ن یہ
مزینہ کی طرف نسبت ہے جو ایک قبیلے کا نام ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اہل بیت رضوان میں سے ہیں۔ آپ سے حسن
بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

۲۔ یعنی اُن پر جو موت کو جھانک رہے ہوں یعنی عالم نزع میں ہوں یہ صورت اُن کے پاس پڑھو اور انہیں
سنواؤ اور اس صورت کے معنی اُن کے دلوں پر سے گزارد۔ یہ ایسا ہوگا گویا مرنے والے خدا اس صورت کو پڑھ رہے
ہیں اور ایسا کرنا اُن کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بنے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس موقع پر سورہ یس پڑھنے میں گناہوں
سے بخشش کی خصوصیت ہو۔ اسی لیے اس وقت میں اس صورت کے پڑھنے کا حکم آیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بیشک انہوں نے فرمایا کہ ہر چیز اپنے اندر ایک
بلندی اور رفعت رکھتی ہے اور قرآن کی رفعت و بلندی
سورہ بقرہ ہے اور بے شک ہر چیز کا ایک مغرب ہے
اور قرآن کا مغرب قرآن کی مفصل سورتیں ہیں۔

اسے داری نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامًا
وَأَنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ
وَأَنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبًّا وَأَنَّ
لُبَّ الْقُرْآنِ الْمُقْصَلِ
(دَوَاكِلُ الدَّارِمِيِّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ سنام آیا ہے جس کا اصل معنی اونٹ کی کمر بان ہے پھر اس سے ہر بلند چیز کا کنا یہ
کہتے ہیں۔ اسی طرح سنام زمین کے وسط حصے کو بھی کہتے ہیں پھر کمر بان سے رفعت اور بلندی بھی مراد لے
لیتے ہیں۔

۲۔ قرآن مجید کی سورتیں سورہ حجرات کے اول سے آخر قرآن تک مفصل سورتیں کہلاتی ہیں یہاں لفظ
مفصل کی تفسیر میں کچھ ادا قوال بھی ہیں جو کتاب الصلوات کے باب العزوات میں گزر چکے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ
فرما رہے تھے۔ ہر ایک چیز کے لیے ایک دھن ہوتی
ہے اور قرآن کی دھن سورہ الرحمن ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ عُرْوَةٌ
وَعُرْوَةُ الْقُرْآنِ الرَّحْمَنُ۔

اے یہاں حدیث میں لفظ عروس آیا ہے یعنی ع کی زب سے۔ یہ لفظ بکے ہوئے مرد اور عورت دونوں کے لیے
استعمال ہوتا ہے۔ یہاں حسن و جمال مراد ہے۔ جب کہ ہوئے مرد یا عورت میں پایا جاتا ہے۔ اس سورت کا
حسن و جمال اللہ تعالیٰ کے قول مبارک فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان کے تکرار کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اس کلمے کا تکرار اس
سورت کو خاص حسن و جمال عطا کرتا ہے۔ پھر اس حدیث میں شے سے وہ چیز مراد ہے جس کی طرف عروس کی
نسبت کرنا مناسب ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو
شخص ہر رات میں سورہ الواقعة پڑھتا ہے وہ ظلمت
اور تنگ دستی سے ہمیشہ کیلے محفوظ رہتا ہے
اور حضرت ابن مسعود اپنی بیٹیوں کو ہر رات میں یہ سورت
پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ
فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ
فَاقَةٌ أَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ
يَأْمُرُ بَنَاتِهِ يَتَذَرْنَ بِهَا كُلَّ
لَيْلَةٍ۔

ان دونوں احادیث کو مہدی نے شعب الایمان
لے روایت کیا۔

رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ
الْإِيمَانِ۔

اے لغت کی کتاب صراح میں ہے کہ فاقہ بمعنی درویشی اور محتاجی۔

اے واضح ہر کہ شارع علیہ السلام نے بعض عبادات کی خصوصیت سے رغبت دلائی ہے کیونکہ وہ دنیوی امور میں
خصوصیت سے موثر اور نفع بخش ہیں۔ پھر دین کے بارے میں بھی ممداد مساویں ہیں تاکہ لوگ ہر صورت میں ان
عبادات کے ادا کرنے میں مشغول رہیں۔ جس قدر بھی اُن سے ہر کے اور یہ چیز عبادات سے محبت و شوق پیدا
کرنے کا موجب ہے اور عبادات سے محبت اُن ہی سے محبت کا ذریعہ بنتی ہے جو ان عبادات کے لئے کرائی ہے
کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ انعام دلانے والے کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ
نے احسان جلاتے ہوئے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔ (أَمَّا كُفْرًا بِالْغَايِمِ وَبَيْنَ وَجْهَاتٍ وَنَدِيمٍ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی موشیوں کے ذریعے بیٹوں کے ذریعے باغات اور چشموں اور کھیتوں وغیرہ کے ذریعے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت سے محبت رکھتے تھے یعنی سچ اسم رکب الاعلیٰ سے

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى
(رَدَاةُ أَحْمَدُ)

اسے احمد نے روایت کیا۔

اے علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سورت سے محبت رکھنے کی وجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر تھی جو اس سورت میں آیا ہے کہ ان صلاہی الصف الاولیٰ صف ابراہیم موسیٰ ترجمہ ہے شک یہی باتیں پہلے صحیفوں میں بھی آچکی ہیں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں کیونکہ قرآن پاک کے یہ الفاظ قرآن کی حقانیت کی گواہی دیتے ہیں اور ان میں مشرکین اور اہل کتاب کا بھی رد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے پڑھائیے فرمایا وہ تین سورتیں پڑھو جن کے ابتدا میں لفظ انا آیا ہے اُس نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہو چکی ہے میرا دل محنت ہو چکا ہے اور میری زبان موٹی ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جن سورتوں کے ابتدا میں تم آیا ہے اُن میں سے تین پڑھ لیا کرو اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ پھر اُس شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی جامع سورت پڑھائیں تو آپ نے اُسے سورہ اذمزلزلت الارض کمل سورت پڑھائی اُس شخص نے کہا مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دے کر

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ آتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْرِئْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ اقْرَأْ كَلِمَاتًا مِنْ ذَوَاتِ الْاَلِ فَقَالَ كَبُرَتْ سَيِّئِي وَاسْتَدَّ قَلْبِي وَغَلَطَ لِسَانِي قَالَ فَاقْرَأْ كَلِمَاتًا مِنْ ذَوَاتِ حَمْدٍ فَقَالَ مِثْلَ مَعَالِيهِ قَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْرِئْنِي سُورَةً جَامِعَةً فَاقْرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ حَتَّى تَمُوتَ مِنْهَا فَتَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ

لَا أَرْيَدُ عَلَيْهِ أَبَدًا ثُمَّ أَدْبَرَ
الْوَجْهَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَفْلَحَ الْوَدَّيْجِلُ مَدَّتَيْنِ
(مَدَاكَ أَحْمَدًا وَأَبُودَاوَدَ)

بھیجا ہے کہ میں اس سے زیادہ کبھی کچھ نہ پڑھوں گا۔ پھر وہ
شخص پشت پھیر کر چلا گیا۔ تو آپ نے دودھ
فرمایا کہ یہ پیارے مرد فلاح اور کامیابی حاصل کر
گیا۔

اسے احمد ابو داؤد نے روایت کیا۔

۱۷ یعنی جو سورتیں حرف زائے شروع ہوتی ہیں اور وہ کل پانچ سورتیں ہیں سان میں سے تین پڑھ لیا کرو۔ اور
ایک دوسرے نسخے میں تین کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ صرف تین آیا ہے کہ حربت المراد والی سورتیں پڑھ لیا کرو۔ اہل دوسرے
نسخے کے مطابق المراد والی سورتیں بھی داخل ہوں گی۔

۱۸ یعنی اس شخص نے ان سورتوں کے نہ پڑھ سکے کا عذر بیان کرتے ہوئے عرض کیا۔

۱۹ کہ میں ان کو اس عمر میں یاد نہیں رکھ سکتا۔

۲۰ یعنی ایسی سورت پڑھائیے جو مختصر بھی ہو مگر ذہنی اور اخروی مطالب کو بھی شامل ہو اور اس میں
ثواب و عذاب کا بھی ذکر ہو۔

۲۱ یعنی آخر سورت تک اسے پڑھائی اور اس سورت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ومن لعل ذرۃ خیرا یرہ
دن لعل شتال ذرۃ خیرا یرہ۔ ترجمہ: جو شخص ایک رائی برابر نیک عمل کرے گا قیامت کے دن اسے دیکھے گا اور جو
شخص ایک رائی برابر برا عمل کرے گا اسے بھی دیکھے گا وہ مرد جس قسم کی جامعیت چاہتا تھا۔ اس سورت کے ان
الفاظ میں پائی جاتی ہے۔

۲۲ یعنی میں اس سورت کے ہی الفاظ پڑھوں گا انہی سے نیسبت حاصل کروں گا اور انہی پر عمل کروں گا۔
کہ یہاں حدیث میں لفظ روجل آیا ہے یعنی راکی پیش و کی ذریعہ کے نیچے ذریعہ راجل کی تصغیر ہے۔
راجل یعنی پیادہ یا یہ لفظ رجل یعنی مرد کی تصغیر ہے۔ یاد رہے یہ تصغیر اظہار عظمت یا اظہار شفقت کے لیے ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے

کوئی آدمی یہ طاعت نہیں رکھتا کہ ہر دن میں ہزار آیت

پڑھا کرے؟ صحابہ نے عرض کیا ہر دن میں

ہزار آیت پڑھنے کی کون طاعت رکھتا ہے

اس پر آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَلَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ
أَنْ يَقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي كُلِّ
يَوْمٍ قَالُوا وَمَنْ يَسْتَطِيعُ
أَنْ يَقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي كُلِّ

یہ طاق نہیں رکھتا کہ سورۃ الہکم، الکاشر۔ پڑھ لیا
کے۔

اس حدیث کو بیہقی نے شب الایمان نے

روایت کیا۔

۱۔ یعنی رکاوٹوں اور دوسرے کام کا ج کے باوجود تم میں سے کوئی شخص ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے۔

۲۔ یعنی اگر یہ سورت پڑھ لیا کہے تو اسے ہزار آیت پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اس قدر ثواب ملنے کا علم شارع
علیہ السلام کو ہی ہے اسی طرح احکام شرع کی تعداد میں کرتے ہیں جو راند پوشیدہ ہے اس کی حقیقت بھی شارع
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ
مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ
بُنِيَ لَهُ قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ
قَرَأَ عَشْرِينَ مَرَّةً بُنِيَ لَهُ بِهَا
قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَ
ثَلَاثِينَ مَرَّةً بُنِيَ لَهُ بِهَا
ثَلَاثَةُ قُصُورٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللَّهِ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِذَا تَكَلَّمْتَ قُصُورَنَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَوْسَعُ مِنْ
ذَلِكَ. (دَوَاۓ الدَّارِ حِج)

حضرت سعید بن مسیب سے مرسل روایت ہے وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ نے فرمایا جو آدمی سورہ قل ہو اللہ احد دس دفعہ
پڑھتا ہے اس کے لیے جنت میں ایک محل بنایا
جاتا ہے اور جو شخص یہ سورت میں مرتبہ پڑھتا ہے
اس کے لیے جنت میں دو محل بنائے جاتے ہیں۔ اور
جو شخص یہ سورت تین مرتبہ پڑھتا ہے اس کے لیے
جنت میں تین محل بنائے جاتے ہیں یہ سن کر
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی
قسم یا رسول اللہ پھر تو ہم اپنے لیے بہت
سے محل بنائیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس
سے بھی زیادہ کثادہ اور فراخ ہے۔

اسے دارمی نے روایت کیا۔

۱۔ حضرت سعید بن مسیب بلند مرتبہ تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یعنی انہوں نے یہ حدیث بطریق ارسال روایت کی ہے۔

۳۔ یعنی جبکہ اس سورت کے پڑھنے کا اس قدر زیادہ ثواب ہے تو ضرور ہم لوگ یہ سورت بہت زیادہ

پڑھیں گے اور اس کے پڑھنے کے سبب جنت میں بہت سے محل تیار کریں گے۔
 کہ یعنی خدائے تعالیٰ کی قدرت اس کی رحمت اور اس کا فضل بہت کثادہ ہے اس لیے اس پر تعجب نہ کر
 اور اب بعید نہ سمجھ۔ علامہ طیبی نے ان الفاظ کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 مقصد اس سورت کے زیادہ پڑھنے کی جانب میلان و رغبت کا اظہار ہے کیونکہ اس کا پڑھنا تو عمل قلیل ہے مگر
 اس کا ثواب بہت زیادہ ہے لہذا حضرت عمر نے یہ کلمات تعجب اور بعید جانتے ہوئے نہیں فرمائے تھے جیسا کہ
 آپ کا ظاہر قول یعنی پھر تو ہم اسے بہت پڑھیں گے۔ اس پر دلالت کرتا ہے تو جواب کا معنی یہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ
 کا ثواب اور اس کا فضل اس سے بھی وسیع تر ہے لہذا اے لوگو اس سورت کے پڑھنے کی طرف رغبت کرو اور کوئی
 تعجب نہ کرو۔ ہاں عام انسان کے ذہن میں اس سے تعجب پیدا ہوتا ہے۔ نفی کی سورت میں جواب اس کو
 شامل ہے مگر ایسا جواب دینا اور اس ثواب کو بعید جانا جیسا کہ علامہ طیبی نے کہا ٹھیک نہیں ہے۔ واضح ہو کہ
 حدیث کی عبارت مطلق ہے یعنی یہ سورت عمر میں ایک بار پڑھے یا ہر روز اس کو دو دنائے دونوں صورتوں میں
 اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بہت وسیع ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بطریق ارسال
 یہ حدیث مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا جو شخص رات کے دو سو ایتیں پڑھ لیتا ہے تو
 قرآن اس رات اس سے کوئی جگہ انہیں کرتا۔ اور جو شخص
 رات کو دو سو ایتیں پڑھ لیتا ہے تو اس کے لیے ساری
 رات کی فراہم راری اور قیام و دعا اور خشوع خضوع
 کما جاتا ہے اور جو شخص رات میں پانچ سو سے ایک
 ہزار تک قرآن کی ایتیں پڑھ لیتا ہے وہ اس مال میں
 صبح کرتا ہے کہ اسے (فطار) ڈھیر کی مقدار اجر و ثواب
 دیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا فطار کیا ہوتا ہے
 آپ نے فرمایا بارہ ہزار کو فطار کہتے ہیں۔

وَعَنِ الْحَسَنِ مُؤَسَّدًا أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ مَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَةً
 آيَةٍ لَمْ يُحَاجَّهُ الْمَوْتُ أَنْ
 تَلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَنْ قَرَأَ فِي
 لَيْلَةٍ مِائَتَيْنِ آيَةٍ كُتِبَ لَهُ
 قُبُورٌ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَرَأَ فِي
 لَيْلَةٍ خَمْسِينَ آيَةً إِلَى الْآخِرِ
 أَصْبَحَ وَ لَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ
 قَالُوا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اثْنَا
 عَشَرَ أَلْفًا.

(نَوَا ذَا الدَّارِجِي)

(داری)

اے قرآن پاک اس شخص کے مخالف ہو جاتا ہے جو اسے نہیں پڑھتا اور اس کی تلاوت کی عادت نہیں بناتا۔ مگر جو
 شخص اتنی مقدار یعنی سو ایتیں رات کو پڑھ لیا کرتا ہے تو قرآن اس سے اپنا جگہ ادا کرنا راضی ختم کر دیتا ہے۔ یہ بندہ

اُس رات میں گیا قرآن کا حق ادا کر دیتا ہے۔

۲۔ دراصل تنظار مال کثیر کو کہتے ہیں جو مقدار میں بارہ ہزار کو پہنچا ہو۔ قاموس میں فرمایا تنظار چالیس اوقیہ سونے کے وزن کو کہتے ہیں یا دو ہزار درہم کو یا گائے کے چمڑے کو بھر دینے والا سونہ اور چاندی کو تنظار کہتے ہیں۔ دراصل اس میں کثرت ثواب کا اظہار و بیان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آخری معنی (یعنی گائے کا چمڑا سونے کی مقدار زیادہ مناسب اور زیادہ ادنیٰ معلوم ہوتا ہے) طبعی نے کہا کہ تنظار بارہ ہزار اوقیہ سونے کو کہتے ہیں اور اوقیہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ مقدار کو کہا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حدیث میں واقع لفظ قالو کی ضمیر امام حسن بصری کے ساتھیوں سے تعلق رکھتی ہو۔ اور لفظ قال حضرت حسن بصری سے متعلق ہو یعنی یہ بات حسن بصری نے فرمائی۔

بَابُ آدَابِ التِّلَاوَةِ

آداب تلاوت کا بیان

مشکوٰۃ شریف کے اکثر نسخوں میں یہ باب ترجمہ اور عنوان کے بغیر واقع ہوا ہے جس طرح کہ تمہات اور گزشتہ مضمون سے تعلق رکھنے والی باتوں کے ذکر کرنے میں مؤلف مشکوٰۃ کی عادت ہے مگر مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہاں باب کا عنوان باب آداب تلاوت و درس القرآن کے الفاظ کی صورت میں بھی آیا ہے۔ قرآن پاک بلا ناغہ اور لگاتار پڑھنے کو تلاوت کہتے ہیں جس طرح درود و ظاہر میں ہوتا ہے۔ تجوید کے طور پر قرآن پاک سیکھنے کے لیے پڑھنے کو مشائخ اور علماء اہل قرآن کہتے ہیں لفظ قراءت تلاوت اور آداب دونوں کو شامل ہے۔ لفظ درس بھی قراءت کے معنی میں آتا ہے۔ درس سے درست بنا ہے۔ جس کا معنی ہے ویا دو سے زیادہ آدمیوں کا آپس میں درس و تکرار کرنا۔

پہلی فصل

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پاک سے کیسے ہوئے عہد و پیمان کو تازہ رکھو کیونکہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے البتہ قرآن پاک رسول میں بندھے ہوئے آدمیوں سے بھی چھوٹ جانے میں یعنی ہاتھ سے نکل جانے میں زیادہ سخت ہے (بخاری و مسلم)

الفصل الاول

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ
فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكُمُ أَشَدُّ
تَغَصُّبًا مِّنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی قرات اور تلاوت کو اپنی عادت بناؤ اور اس کی حفاظت نگہداشت کرو۔ تاکہ دلوں سے اتر نہ جائے اور بھول نہ جائے۔ یہاں حدیث میں لفظ تعاہد آیا ہے جس کا معنی ہے دو شخصوں کا آپس میں کسی معاہدے کو تازہ کرنا اور اس کا ذکر کرنا اور اصل حضور کے اس ارشاد میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندہ جب قرآن سے کیا ہوا عہد تازہ رکھتا ہے اور درس و تدریس کی شکل میں اس کی خدمت میں لگا رہتا ہے تو یہ شخص گویا قرآن پاک سے یکے ہوئے عہد کی نگہداشت اور حفاظت کرتا ہے۔

۲۔ یعنی رسیوں سے بندھے ہوئے اونٹ رسیوں کو توڑ کر بھاگ جاتے ہیں قرآن پاک کے الفاظ و معنی اگر ان کی نگہداشت نہ کی جائے انسان کے ذہن سے نکل جانے میں ان اونٹوں سے بھی زیادہ سخت اور تیز ہیں۔ یہاں حدیث میں لفظ عقل آیا ہے جو کہ عقل کی جمع ہے بمعنی اونٹ کو باندھنے کا رستہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں وہ آدمی

بر ہے جو کہ جس نے غلاں غلاں آیت بھلا دی ہے

بلکہ یوں کہ مجھے بھلا دی گئی ہے اور قرآن پاک کا تکرار

کیا کرو اور پابندی سے ایک دوسرے کو پڑھایا کرو

کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں سے بھاگ اور چھوٹ جانے

میں مویشیوں سے بھی زیادہ سخت اور طاقتور ہے۔

دعا رکھی و مسلم۔ اور مسلم نے بے تعلک کا لفظ زیادہ

بیان کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَمُوتُ مَا لَا حَيَّةَ هُمْ أَنْ

يَقُولَ نَسِيتُ آيَةً كَيْتَ وَكَيْتَ

بَلْ لَيْتِي وَاسْتَذْكُرُوا الْقُرْآنَ

فَاتَّكَ أَشَدُّ تَفْصِيًّا مِنْ صُدُورِ

الزَّجَالِ مِنَ اللَّعْمِ

ر مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ

يَعْتَلِيهَا

۱۔ پہلے قول کے بڑا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی عادت اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ میں نے قرآن کی تلاوت چھوڑی رکھی اس کی تلاوت نہ کی اور اس سے لا پرواہی برتی اس وجہ سے غلاں غلاں آیتیں میں نے بھلا دیں۔ دوسرے قول میں (مجھے بھلا دی گئی ہیں) اپنی کوتاہی پر اظہار حسرت اور شرمندگی ہے کہ میں ان آیتوں کو یاد رکھنے کی سعادت سے کیوں محروم ہو گیا اور یہ نعمت ہاتھ سے نکل جانے کا مجھے افسوس ہے یا اس دوسرے لفظ میں گناہ کا ترکیب ہونے کی تصریح سے اجتناب دہرہ ہیز پایا جاتا ہے کیونکہ یہ کہنا کہ میں نے غلاں غلاں آیتیں بھلا دی ہیں بے حیائی۔ بیباکی قرآن اور ترکیب آداب کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ یعنی جن مویشیوں کا اگر نہ باندھیں اور ان کی نگہداشت نہ کریں تو وہ بھاگ جاتے اور باہر چلے جاتے ہیں قرآن پاک سینوں سے نکل جانے میں ایسے مویشیوں سے بھی زیادہ سخت اور زور آور ہے۔

۳۔ یعنی امام مسلم نے اپنی روایت میں بقولہما کا لفظ بھی روایت کیا ہے اس لفظ کے معنی گزشتہ حدیث میں بیان ہو چکے ہیں۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْوَا الْقُرْآنَ مَا امْتَلَأَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَتَقَرَّبُوا عَنَّهُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ جذبہ دکی پیش اور زبر آپ صحابی ہیں کبھی انہیں ان کے دادے کی طرف نسبت کرتے ہوئے جذب بن سیغان بھی کہہ دیتے ہیں اور انہیں بجلی اور بجلی بھی کہتے ہیں یعنی ع اور لام کی زبر اس کے بعد حرف ق۔ پہلے آپ کونے میں رہتے تھے پھر وہاں سے رہائش تبدیل کر کے بھرے میں آگئے۔ آپ سے حضرت امام حسن اور ابن سیرین احادیث روایت کرتے ہیں۔

۲۔ یعنی جب تک قرآن پڑھنے پر دل جماع ہے اور تمہارے دلوں میں قرآن کی قرارت کا ذوق و شوق اور نشاط و سرور موجود رہے۔

۳۔ یعنی جب تمہاری طبیعت تبدیل ہونے لگے اور تمہا کارٹ و ملاحت اور دل میں انتشار و تفرقہ محسوس ہونے لگے تو قرآن پاک کا پڑھنا موقوف کر دو اور اٹھ جاؤ۔ ملاحت اور بے ذوقی سے نہ پڑھو۔ یہاں ایک نفلے کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حدیث کے لفظ ظاہر کرتے ہیں کہ بندے کو چاہیے کہ قرآن پاک کی تلاوت کی عادت ڈالے رکھے تلاوت کے لیے جدوجہد کرے۔ نفس کو ریاضت اور شقت میں ڈالے تاکہ اس کی زیادہ تلاوت کرنے سے طبیعت

مال محسوس نہ کرے بلکہ نشاط و سرور میں اضافہ ہو کیونکہ سست اور اسودہ دل لوگ جو اس کی عادت اور اس کے لیے ریاضت اور مشقت نہیں کرتے جلدی تھک جاتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ صرف ایک پارہ پڑھنے سے تھک جاتے ہیں بعض وہ ہوتے ہیں جو دس پارے پڑھ دیتے ہیں مگر ان کے ذوق و شوق میں ذرہ فرق نہیں پڑتا انسان کے دل پر ملالت و تھکاوٹ کا ذرہ سا نشان بھی محسوس نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق مانگنی چاہیے۔ اس حدیث میں واقع لفظ اختلاف و قیام کے معنی میں اور وجہ بھی ذکر کی گئی ہیں جو ہماری شرح عربی میں مذکور ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا آپ کی قراءت لمبی اور دراز ہوتی تھی۔ پھر حضرت انس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لمبا کر کے پڑھا بسم اللہ کو بھی لمبا کیا الرحمن بھی لمبا کر کے پڑھا اور لفظ رحیم بھی۔

وَعَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللَّهِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحْمَنِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحِيمِ۔

اسے بخاری نے روایت کیا۔

(رواہ البخاری)

۱۔ حضرت قتادہ مشہور تابعین میں سے ہیں۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ مداد بردن مراد آیا ہے۔ ایک روایت میں مداد کی بجائے بصورت صحیح مصدر مداد آیا ہے۔ مداد و مدادوں کا ایک معنی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحیح لمبائی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے یعنی بسم اللہ میں لفظ اللہ کے لام کو ٹھیک طور پر کھڑا کرتے تھے اسی طرح لفظ رحمن میں میم کو اور لفظ رحیم میں یاء کو صحیح مقدار میں لمبا کرتے تھے۔

۳۔ واضح ہو کہ یہاں مد اصل مراد ہے جسے مد بھی کہتے ہیں کیونکہ مد والے حروف میں مد کرنا لازم اور طبیعت کے مطابق ہے جس طرح لفظ قالو میں الف اور و اور لفظ قیل میں یا۔ یہ مد حرف حرکات کے مکمل کرنے یا الف کو تھوڑا سا لمبا کرنے سے یا کچھ کم کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر اس طرح نہ پڑھا جائے تو ان حروف کا پڑھنا درست طریقے پر نہیں ہو سکتا اور مشہور جس سے ارباب فن تجویز بحث کرتے ہیں اسے مد فرعی کہتے ہیں اس کے دو سبب ہوتے ہیں ایک جزم و سکون اور ایک ہمزہ جو ان حروف کے بعد واقع ہوتا ہے اور حرف یا سکون کی وجہ سے مدغم بھی ہوتا ہے جیسے دابتہ اور والفضالین یا ادغام کے بغیر بھی جیسا کہ ان سورتوں میں جن کی ابتدا میں الف، لام، میم

قَاتِ مِّنْ لَّنْ اور پڑھا جاتا ہے کہ ان حروف پر بھی مد بے اوقام پڑھی جاتی ہے کسی حرف پر بعض دفعہ سکون وقف عارض کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جس طرح نقطہ تسعین اور المغنون اور اولی الالباب پھر ہمزہ یا تو ایک کلمے میں ہوگا۔ جیسے السمار اور السور اور جی یا دو کلموں میں ہوگا۔ جیسے ما نزل اور قالوا تمنا دنی انفسہم تاری حضرت کا اس مد کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بعض ڈیڑھ الف کی مقدار قرار دیتے ہیں بعض اڑھائی الف سے تین الف تک بلکہ چار الف تک بھی کہتے ہیں۔ مگر کی پوری تفصیل تجوید کی کتابوں میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا آذَنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَّا آذَنَ لِلنَّبِيِّ يَتَخَشَّى بِالْقُرْآنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی شے کے پڑھنے سے اتنا راضی اور خوش نہیں ہوتا جتنا کہ نبی کے قرآن پاک خوش آوازی سے پڑھنے سے خوش ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کسی چیز کو سننے اور کان لگانے پر اتنا راضی نہیں ہوتا یعنی اسے پسند نہیں کرتا جتنا کہ وہ کسی پیغمبر کے قرآن پڑھنے پر کان لگاتا اور سنتا ہے کیونکہ پیغمبر نہایت خوش آوازی اور عمدگی سے اس کی تلاوت کرتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا آذَنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَّا آذَنَ لِلنَّبِيِّ حَسَنَ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کان لگا کر نہیں سنتا جتنا کہ وہ کسی نبی کی اچھی آواز سے قرآن پڑھنے سے جسے وہ نبی بلند آواز سے پڑھتا ہے کان لگا کر سنتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے نبی کی تلاوت کو خوش آوازی سے پڑھنے کا پابند کر دیا ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ اتنا ہی خوبصورت اور بہت خوش آواز ہوتا تھا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ کا نبی اللہ کی رحمت جب بھی پڑھتا ہے نہایت خوش آوازی اور خوش الحانی سے پڑھتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَخَرَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے

بِالْقُرْآنِ -

جو قرآن پاک تغنی سے نہیں پڑھتا۔

(رَوَاةُ الْبُخَارِيِّ)

اسے بخاری نے روایت کیا۔

اسے واضح ہو کہ بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں تغنی کرنا مستحب ہے خصوصاً یہ حدیث جس میں تغنی نہ کرنے پر طائٹ موجود ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ تغنی سے بلند آواز سے پڑھنا مراد ہے۔ جیسا کہ پچھلی حدیث میں آیا کہ اُس کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں تغنی بالقرآن سے یہ مراد ہے کہ جسے قرآن پاک کا علم مل گیا وہ لوگوں سے بے نیاز ہو گیا اور اپنے مقصود کے ساتھ غنی ہو گیا۔ یہ لفظ غنا بمعنی گانے سے نہیں ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے جسے علم شریعت اور قرآن پاک عطا فرمایا اُسے چاہیے کہ سب سے بے نیاز ہو کر خدا پر توکل کرے لوگوں پر اعتماد نہ کرے اُن سے کوئی طمع نہ رکھے اور اُن کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ کرے اور علم قرآن کو کسیتی دنیا کا مال و متاع جمع کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ لفظ تغنی بمعنی استفادہ یعنی بے نیازی کسی لغت میں نہیں آیا اور اس کا یہ معنی ٹھیک نہیں درست معنی وہی ہے جو تیغی ہے گزرا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ تغنی سے مراد آواز کو خوبصورت و عمدہ بنانا ہے اسی طرح آواز کی آرائش اُس میں رقت اور موز پذیر کرنا جس کے سننے سے دلوں میں اثر و موز پیدا ہو اور جو خدائے تعالیٰ کی خشیت اور سکون دل اور زیادتی حضور قلب کا باعث بنے۔ اور دل کو شوق و ذوق سے بھر دے مگر خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے میں علم تجوید کے قواعد کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ کلمات و حروف کو اس طرح پڑھنا جس طرح قرینے سے موتی پر رونے گئے ہوں بہت عمدہ اور بہتر انداز ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن پاک کو اپنی خوش آوازی سے نیت دو" اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں بھی کہ یا رسول اللہ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اُسے اور زیادہ خوبصورت بنا کر پڑھتا، اس جانب اشارہ ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت میں حسن و عمدگی جو ان کی طبعی آواز میں پائی جاتی ہے اور اس میں تکلف اور بناوٹ کی کوشش نہیں کی جاتی جسے عرب کا لہجہ کہتے ہیں، قرآن پاک کا پڑھنا ادنیٰ اور احسن ہے مگر تکلف سے موسیقی کا انداز اختیار کرنا مکروہ ہے اور اگر مکرر گانے سے قرآن کے معنی میں ہی تبدیل واقع ہو جائے تو بالکل حرام ہے۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ قرآن پاک کو سُر۔ اور عرش آوازی سے پڑھنا جائز ہے جبکہ وہ حدود و قیود کے قواعد سے خارج نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا، جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى

النَّبَرِ إِفْرَادًا عَلَى قُلْتِ أَفْرَادًا
عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ قَالَ إِنِّي
أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي
فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى
أَتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَكَيْفَ
إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ
وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا
شَهِيدًا قَالَ حَسْبُكَ الْإِن
فَأَلْتَفَتْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ
تَذَرِيَانِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ مجھ پر قرآن پاک پڑھ دیجئے قرآن پاک پڑھ کر سنا
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں
حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا آپ نے فرمایا بے شک میں
پسند کرتا ہوں کہ دوسرے سے قرآن پاک سنوں۔ تو میں
نے سورۃ النساء پڑھا شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت
پر پہنچا۔ لکھتے ہیں اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ
وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ وہ حال
کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ
لائیں گے۔ اور تجھے ان سب پر گواہ
لائیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب
بس کرو میں نے حضور نبی پاک علیہ والہ وسلم کی
طرف اپنا منہ پھیرا اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھا کیا دیکھتا
ہوں کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی قرآن پڑھنا تو آپ کا حق ہے کیونکہ جیسا وہ نازل ہوا ہے اُس طرح آپ ہی پڑھ سکتے ہیں کسی دوسرے
کی کیا مجال کہ آپ کے سامنے پڑھ سکے۔

۲۔ گویا کہ دوسرے سے سننے میں حکمت یہ ہے کہ معنی کا سمجھنا اور اُن میں غور و فکر دوسرے سے سننے میں زیادہ
کامل و زیادہ آسان ہے۔ سننے والوں کو سمجھنا ہے کہ یہ کلمات غیب سے اتر رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے لیے درخت طور سے کلام کا ظہور ہوا تھا واللہ اعلم۔

۳۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ پروردگار عالم فرماتا ہے ان کافروں کا کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے
ایک گواہ لائیں گے یعنی ہر امت کا پیغمبر اپنی امت کے خلاف فساد عقائد اور بُرے اعمال کے بارے میں گواہی
دے گا۔ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ہم ان تمام پیغمبروں پر گواہ لائیں گے۔ آپ گواہی دیں گے کہ یہ سب پیغمبر
اپنی امتوں کے خلاف گواہی دینے میں سچے ہیں۔ یا اے نبی آپ اپنی امت پر گواہی دیں گے جب کہ آپ کی امت
دوسری امتوں کے بارے میں گواہی دے گی۔ اس آیت سے مقصود قیامت کا دن یاد دلانا ہے کہ عجیب سخت دن
ہوگا جب کہ امتوں کو پکڑا جائے گا اور پیغمبر اُن کے خلاف گواہی دیں گے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں جب میں نے

یہ آیت پڑھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا کہ اب بس کرا آگے نہ پڑھو۔
 ۴۷ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ردنا اور گریہ کرنا قیامت کے ڈر کے تصور اور لوگوں کے حالات کی سختی کی وجہ
 سے تھا۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق پر سب سے زیادہ رحمت اور شفقت رکھتے ہیں۔ یہ
 مضمون اچھی طرح ذہن نشین کرو۔

وَعَنْ أَبِي رَافٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي
 بَرْزَاءَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ
 أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ اللَّهُ
 سَمَّيْنِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ
 ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ
 نَعَمْ قَدْ رَفَعْتُ عَيْنَيَّ وَرَفَعْتُ
 رِوَايَةَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ
 أَقْرَأَ عَلَيْكَ كَمَا يَكُونُ الْوَدَّيْنِ
 كَقَرُودَا قَالَ وَسَمَّيْنِي فَتَالَ
 نَعَمْ كَبْكِي .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

÷

÷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب
 سے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں
 تجھ پر قرآن پاک پڑھوں (تجھے قرآن پڑھ کر سنائوں) اس پر
 حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے
 سامنے میرا نام لیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 فرمایا ہاں۔ حضرت ابی بن کعب نے پھر عرض کیا کیا اللہ
 رب العالمین کے حضور میں میرا ذکر آیا ہے؟ حضور نے
 فرمایا ہاں۔ تو یہ سن کر حضرت ابی بن کعب کی آنکھوں سے
 آنسو جاری ہو گئے ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابی بن کعب سے
 فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تجھ پر قرآن پڑھنے کا حکم
 دیا ہے یعنی سورہ کہم یک پڑھنے کا۔ حضرت ابی نے عرض کیا
 یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا؟ فرمایا ہاں
 تو حضرت ابی پر گریہ طاری ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ کاتب وحی ہیں اور ان چھ نفوس قدسیہ
 میں سے ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔ آپ صحابہ میں سب سے
 اعلیٰ درجے کے قاری تھے چنانچہ آپ کو سید القاری کہا جاتا ہے۔ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں سید القاری
 کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نام سید المومنین رکھا ہوا تھا۔

۱۸ یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے میرا نام لیا ہے اور میرے نام کا وہاں ذکر ہوا ہے؟ آپ نے یہ کلمات
 تعجباً اور حیرت کے انداز میں اپنے نفس کی شکستگی اور گناہی ملاحظہ کرتے ہوئے کہے کہ میں اس مقام و مرتبے کے

کب لائق ہوں کہ میرا نام اللہ تعالیٰ خود سے یا غایت شوق ولذت کی بناء پر یہ الفاظ کہے کہ کس قدر عزت افزائی اور ہر بانی ہے جو آپ میرے حال پر کر رہے ہیں۔

۳۷ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے تیرا نام لیا ہے اور تیرا نام سے کربھے فرمایا ہے۔
۳۸ حضرت ابی ابن کعب نے تحقیق حال کے طور پر اپنے مزید اطمینان کے لیے بطور تعجب دوبارہ عرض کیا کہ فی الواقع تمام جہانوں کے پروردگار کے حضور میرا ذکر آیا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک پروردگار کے حضور میں خصوصاً تیرا ذکر آیا ہے۔

۳۹ یہ خوشی کا گریہ تھا جو محبوب کے لطف و ہر بانی اور حصول وصال کے وقت نصیب ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی یہ عجیب قدرت ہے کہ دل کا غم آنکھوں کے راستے باہر آتا ہے۔

۴۰ اس حدیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ قرآن حکیم کے ماہر اور علم و فضل والے کے سامنے قرآن پاک کا پڑھنا مستحب ہے اگرچہ قرآن پاک پڑھنے والا سننے والے سے افضل ہی ہو۔ فضیلت یہ ہے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ابی ابن کعب کے سامنے قرآن پاک پڑھنا ان کی تعلیم اور انہیں ذہن نشین کرانے کے لیے تھا تاکہ وہ اُسے یاد کر لیں اور حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ مبارک سے اپنے کانوں سے سن لیں۔ اسی بناء پر حضرت ابی ابن کعب سب صحابہ سے بڑھ کر قرآن پاک کے قاری تھے۔ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا اے لوگو ابی ابن کعب تم سب سے زیادہ قاری ہے۔ یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ اکابر تابعین نے ان سے علم کرامت حاصل کیا۔ پھر اس سورت کی تفسیر کی وجہ میں علماء نے فرمایا ہے کہ یہ سورت اپنے اختصار کے باوجود دین کے اصولوں اور بنیادی امور سے متعلق بے شمار فوائد کی جامع ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ اُس کی ڈانٹ، اخلاص عبادت اور تطہیر قلوب کا ذکر ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اسرار موز کو بہتر جانتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقے
کی طرف سفر کر کے جانے کے وقت قرآن پاک ساتھ
لے جانے سے منع فرمایا۔

(بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ قرآن پاک
ساتھ لے کر سفر میں نہ لے کر کیونکہ بے شک میں اس بات سے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَهَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّ يَسَافِرَ بِالْقُرْآنِ
إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا
يَسَافِرُوا بِالْقُرْآنِ فَتَرَفِي لَا

۱۰ مَنْ أَنْ يَنْتَازَهُ الْعَدُوُّ . بے خوف نہیں ہوں کہ شاید وہ دشمن کے ہاتھ میں آجائے۔

۱۱ اگر یہ کہا جائے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تو قرآن پاک کتاب کی شکل میں موجود ہی نہ تھا قرآن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات کے بعد کتابی شکل میں لکھا گیا تو اسے ساتھ لے جانے سے منع کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مکمل قرآن نہیں لکھا گیا تھا لیکن جس قدر نازل ہو چکا تھا اُسے ہر ایک اپنے لیے اپنے پاس رکھ کر رکھتا اور اُس کی حفاظت کرتا تھا۔ یا یہ بات فیہ کی خبروں میں سے ہے جس نے حضور کے بعد ظہور پذیر ہونا تھا بعض کہتے ہیں کہ قرآن سے پورا قرآن مراد نہیں بلکہ قرآن کا کچھ حصہ مراد ہے۔ جسے ہر صحابی اپنے ساتھ یادداشت کے طور پر رکھتا تھا اور آپ نے اُس جماعت کو منع فرمایا تھا جس کے پاس قرآن پاک محفوظ ہوتا تھا۔ اس جماعت کو دشمن کی زمین پر سفر کرنے سے منع فرمایا تاکہ وہ قتل نہ ہو جائیں اور اتنی مقدار قرآن ضائع ہو جائے جو کہ اُن کے پاس محفوظ ہوتا تھا اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام جو قرآن پاک کے حافظہ ہوتے تھے کفار سے جہاد کے لیے جنگوں میں جایا کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منع فرمانے کے باوجود اُن کے جانے کا کیا مطلب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید آپ نے اُن کے اکیلے سفر میں جانے سے منع کیا شکر میں شامل ہو کر انہیں جانے سے منع نہ کیا ہو کیونکہ شکر کے ساتھ جانے میں اُن کی ہلاکت کوئی یقینی امر نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

۱۲ کیونکہ قرآن پاک کے دشمن کے ہاتھ میں آجانے سے خطرہ ہے کہ وہ اس کی بے ادبی کرے اور اُسے ضائع کر دے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
قَالَ جَلَسْتُ فِي عَصَابَةٍ مِّنْ
ضَعَفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَ إِنْ
بَعْضُهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ
الْعُرَى وَ قَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا
إِذَا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فراتے ہیں میں ضعفاءے ہاجرین کی ایک جماعت
میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُن میں سے بعض صحابہ کے ساتھ
اپنی بیڑی تھی۔ چھپا رہے تھے اور ایک قاری ہمارے
سامنے قرآن پاک پڑھ رہا کہ اچانک حضور نبی پاک
علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور ہمارے
سروں پر کھڑے ہو گئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أَمَرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسَطْنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا ثُمَّ قَالَ بَيِّدُوا هَكَذَا فَتَحَلَّقُوا وَبَدَنَاتُ وَجُوهَهُمْ لَهُ كَقَالَ الْبَشَرُ يَا مَعْشَرَ صَعَايِيكِ الْمُهَاجِرِينَ يَا تَوْرَ الثَّاقِمِ يَوْمَ الْعِلْسَةِ كَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ يَنْصِفُ يَوْمَ ذَلِكَ خُشْيَاكَةَ سَكَّةٍ (رواه أبو داود)

اگر کھڑے ہو گئے تو قرآن پاک پڑھنے والا خاموش ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں سلام کہا اور فرمایا تم لوگ کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا ” ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب سن رہے تھے اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام توہینیں اُس ذات کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کیے جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں انہیں کے ساتھ صبر کر کے بیٹھوں پھر آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ آپ اپنی ذات پاک کو برابر حیثیت والے انسان کی طرح ظاہر کریں۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اس طرح اشاد فرمایا تو صحابہ کرام حلقہ باندھ کر آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے اُن کے چہرے حضور نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے ظاہر و نمایاں تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اے نقرۃ ہاجرین کے گروہ تمہیں قیامت کے دن نذرِ تمام کی بشارت دیتا ہوں تم لوگ دولت مند لوگوں سے جنت میں آدمعادن پہلے داخل ہو جاؤ گے اور یہ آدمعادن پانچ سو سال کا ہو گا۔ (ابوداؤد)

اے یہاں حدیث میں لفظ عصایہ آیا ہے۔ عین کی زیر سے یہاں ایک لفظ عصبیہ بھی آتا ہے۔ عین کی پیش سے لغت میں ان دونوں الفاظ کا معنی ہے۔ مردوں کی وہ تعداد جو دس سے چالیس تک ہو۔ سہ یعنی بعض صحابہ کے پاس پہننے کے لیے پورا لباس بھی نہیں ہوتا تھا اس لیے وہ مجلس میں ایک دوسرے کی اوٹ میں بیٹھ کر اپنی بڑی چپلے تھے کیونکہ اُن پر بے ٹانگی اور تنگ دستی چھائی ہوئی تھی۔ یہاں حدیث میں لفظ عریٰ عین کی پیش یا کی جرم سے آیا ہے یعنی بڑی۔ مقصد صحابہ کرام کے فقر اور اُن کی تنگ دستی کا بیان ہے کہ اُن پر اتنی تنگ دستی چھائی ہوئی تھی کہ پورے جسم کے لیے اُن کے پاس کپڑے بھی نہیں ہوتے تھے اس وجہ سے ایک دوسرے کی اوٹ میں بیٹھتے تھے۔ تاکہ کچھ نہ کچھ اپنا جسم چھپا سکیں۔

سہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو قرآن پاک پڑھنے کی مانت میں سلام کہنا کر وہ ہے۔

جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے علماء نے فرمایا ہے اگر کسی نے ایسی حالت میں سلام کہا تو اس کا جواب لازم نہیں۔
۸۴ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قاری کی قراءت اگر نہیں سنی تھی تو استفہام اپنی حقیقت پر مبنی ہے وگرنہ اس سے
انہیں بشارت دینے کی تمہید مقصود ہے۔ جواب آپ نے انہیں اگلے الفاظ میں دی تھی۔

۸۵ اے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک۔ وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مِمَّا الْيَزِيْكَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ ترجمہ۔ اپنی ذات
ملائے رکھو ان سے جو اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ کی طرف اشارہ ہے۔

۸۶ یعنی تاکہ آپ اپنی ذات شریف کو ہمارے درمیان برابر حیثیت کا انسان ظاہر فرمائیں اور ہم سے اپنے آپ کو
متمازا اور اونچی حیثیت کا ظاہر نہ کریں۔

۸۷ یہاں حدیث میں لفظ مملوک آیا ہے جو مملوک کی جمع ہے۔ بمعنی وہ فقیر جو کچھ مال نہ رکھتا ہو جس طرح
ممالیک و مملوک کی جمع ہے۔

۸۸ اے اللہ تعالیٰ کے قول مبارک نُوْذِرُهُمْ يَسْعٰی بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبَايْنَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَرْهَمْنَا
نُوْذِرَنَا۔ ان کا اور ان کے آگے اور ان کے دائیں و بائیں ہمارا اور وہ کہتے ہوں گے۔ اے ہمارے رب ہمارا نور کامل فرما
کی طرف اشارہ ہے۔

۸۹ قرآن حکیم میں وارد ہے کہ قیامت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا قِيٰۤاتُ يَوْمَ
حِسَابٍ يَّوْمَئِذٍ يَّكٰلُفُ سَنَةً مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ بے شک تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے ہزار سال کے
برابر ہے۔

یہاں اغنیاء سے شکر کرنے والے اغنیاء مراد ہیں اور فقرائے ممبر کرنے والے فقراء یعنی بالاطرف اغنیاء لوگ اپنے
ثواب کے لحاظ سے زیادہ افضل اور تعداد میں بھی زیادہ ہوں گے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث اس پر دلالت کرتی ہے
اس کے باوجود یہ سبقت فقراء ہی کو حاصل ہوگی۔ اس حدیث کا ظاہر اس امر کو واضح کرتا ہے کہ یہ فضیلت و سبقت فقراء
ہاجرین کے ساتھ خاص ہے۔ مگر چونکہ اس فضیلت و سبقت کی علت فقر ہے اور یہ علت تمام صابر فقرائے مشترک
ہے اس لیے یہ حکم تمام صابر فقرائے امت کو شامل ہوگا۔ ایک حدیث میں مطلق فقراء کا ذکر بھی آیا ہے یعنی اس میں ہاجرین
کا لفظ نہیں آیا۔ چنانچہ اس حدیث کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ فقراء اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس بارے
میں مزید گفتگو باب فضل فقرائے امت میں انشاء اللہ تعالیٰ آرہی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو
قرآن پاک کو اپنی خوش آوازی سے دینتے

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَيَّنُوا الْقُرْآنَ

بِأَصْوَاتِكُمْ

(مَوَالَا أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ
ابْنُ مَاجَهَ وَ التَّارِخِيُّ)اسے احمد ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے
روایت کیا۔

۱۷ آپ مشہور صحابی ہیں۔ سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ اس سے پہلے آپ چھوٹی عمر کے تھے
آپ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی پیروکاروں اور ساتھیوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ
جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں ساتھ رہے۔ آپ نے حضرت مصعب بن نضر رضی اللہ عنہ کے زمانے
میں وصال فرمایا۔

۱۸ کیونکہ قرآن پاک کو صحت، خوش آوازی اور خوبصورتی سے پڑھنا دلوں پر زیادہ اثر کرتا ہے اور اس طرح پڑھنے
سے اُس کی تاثیر زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور سننے والوں میں زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے۔ بعض مشائخ کرام نے فرمایا ہے
کہ گانا اپنی لذت کے اعتبار سے باطل ممنوع چیز ہے۔ مگر خوش آوازی اگر حق اور عمدہ چیز کے لیے آرائش کا ذریعہ بنے تو اس میں
کوئی حرج نہیں اور جبکہ مریدین کی روحوں میں صحیح حالت پیدا کرے نگلی اور استقامت سے نجات عطا کرے نشاط و سرور
میں اضافہ کرے رغبت اور آسانی بڑھائے تو ٹھیک ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو جیسے کڑوی مگر نفع مند دوائی کو شکر
اور چینی میں ملا کر مریض کو دی جائے تاکہ اُس کے اندر آسانی سے چلی جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
اسی طرح قرآن کے لیے آواز کو خوبصورت بنانا بہت ہی پسندیدہ فعل ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اصل
میں الٹی ہے۔ اصل عبارت یوں ہے کہ اپنی آوازوں کو قرآن پاک سے زینت و وقار قائل نے یہ بات ادب کو نگاہ رکھتے
ہوئے کہی کیونکہ بندوں کی آواز سے قرآن کو زینت حاصل نہیں ہوتی بلکہ قرآن آواز کو زینت عطا کرتا ہے یہ بیان زیادہ
آسان ہے کہ جو چیز شے کو زینت دیتی ہے وہ اُس شے کے تابع ہوتی ہے۔ جیسا کہ زیور دہن کے تابع ہوتا ہے۔
دہن زیور کے تابع نہیں ہوتی یعنی زیور کو دہن کے حسن سے آرائش ملتی ہے نہ کہ زیور سے دہن کو۔ تو گویا قرآن صاحب
جلال ہے حسن ذاتی ہے اور آواز ایک اچھا زیور ہے جس سے دہن کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت براء
کی ایک حدیث تیسری فصل میں آرہی ہے جو اس معنی میں بالکل صریح اور واضح ہے۔

یہاں زینت سے قرآن کی قرأت مراد ہے۔ جو بندے کا فعل ہے۔ قرآن سے ذات قرآن مراد نہیں جو ذات باری تعالیٰ
جل شانہ کی صفت ہے۔ جیسا کہ ترجمہ میں ہم اس کی جانب اشارہ کر چکے ہیں۔

حضرت سعد بن جبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں
ہے کوئی شخص جو قرآن پاک پڑھتا ہے پھر اُسے

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ جَبَادَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَمْرٍ

يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ
لِقَىٰ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَحَدَمَ
(مَدَاہُ أَبُو كَاوَدَ وَالدَّارِمِيُّ)

بجلا دیتا ہے مگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے
اس حال میں ملے گا کہ اس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں گے
اسے ابو داؤد اور دارمی نے روایت کیا۔

۱۔ عبادہ عین کی پیش باغیر مشورہ آپ انصار کے بارہ قیامیں سے ہیں۔ اپنی قوم میں بزرگ شمار ہوتے ہیں۔ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ اجزم آیا ہے جو جزم سے نکلا ہے بمعنی قطع۔ اجزم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے اعضاء مرض جزام کے باعث جو ایک مشہور بیماری ہے جھڑپکے ہوں۔ بعض نے اجزم کا معنی کٹے ہوئے ہاتھ والا کیے ہیں۔ یعنی قیامت کے دن یہ شخص خیر و برکت سے خالی ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ساقط الاسنان ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے دانت گر چکے ہوں۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ اس کی زبان بے کار ہو چکی ہوگی۔ یعنی اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور وہ بے زبان ہوگا۔ یاد رہے کہ قرآن پاک تمسڑا یا بہت یاد کرنے کے بعد بجلا دنیا علماء نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں بہت وعیدیں آئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں حدیث میں بجلا دینے سے مراد ترک عمل و ترک قراءت ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا يَفْقَهُ مَنْ
قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقْلٍ مِنْ كَلْبٍ
(مَدَاہُ التِّيمِيزِيُّ وَ أَبُو كَاوَدَ
وَ الدَّارِمِيُّ)

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس
شخص نے قرآن پاک نہ سمجھا جس نے تین رات سے
کم وقت میں اسے پڑھ لیا۔
اسے ترمذی۔ ابو داؤد اور دارمی نے روایت
کیا۔

۱۔ یعنی وہ شخص فقہ نہیں ہے اور نہ ہی اس نے قرآن پاک کے معنی کو جانا اور نہ ان میں غور و تأمل اور فکر و تدبر سے کام لیا۔ جس نے قرآن پاک تین رات سے کم وقت میں پڑھ لیا۔

۲۔ واضح ہو کہ پورا قرآن ختم کرنے کے وقت میں سلف صالحین کی عادت مختلف رہی ہے۔ بعض حضرات نے دو ماہ میں آٹھ قرآن بھی ختم کیے ہیں۔ یہ حضرات دن رات اس کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ بعض نے فرمایا تین دن سے کم میں ختم نہیں کرنا چاہیے۔ اور پالیس دن سے زیادہ وقت نہیں لینا چاہیے۔ بعض حضرات ہفتے میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ اس کے سوا اور قول بھی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ختم قرآن کا وقت ان اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے جن حضرات پر اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کے باریک لطائف اور معارف ظاہر فرماتا ہے وہ اس کے مطابق وقت صرف

کرتے ہیں۔ بعض دوسرے حضرات جو تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، شرعی مقدمات کے فیصلوں اور مسلمانوں کے واقعات اور بہات میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہ قرآن پاک کی تلاوت میں اس قدر وقت صرف کرتے ہیں جس سے ان چیزوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ علم حاصل کرنے اور اہل دعیال کے لیے نان و نفقہ پیدا کرنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ بھی ضروریات میں سے ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْبَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْبَاهِرِ
بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ
كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔
دَعَاؤُهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلند آواز سے قرآن
پاک پڑھنے والا ایسے ہے جیسے اعلانیہ صدقہ کر لے والا
اور سست آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسے ہے
جیسے خفیہ طریقے سے کسی کو صدقہ دینے والا۔

یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے
روایت کی ہے۔

ابو ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب
ہے۔

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ غَرِيبٌ۔

۱۔ آپ صحابی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں حضرت امیر معاویہ کے بھائی حضرت
عقبہ بن ابوسفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے گورنر رہے۔
۲۔ یعنی جس طرح اعلانیہ اور کھلے بندوں فقرائے کو صدقہ کرنے والے شخص کو ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
نفیلت حاصل ہوتی ہے ایسا ہی ثواب بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے۔

۳۔ کہہ سکتے ہیں پڑھنے والے کو افضل و اکمل ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ نمائش اور ریاسے پاک ہوتا ہے۔ مگر یہاں
صدقے سے نفلی صدقہ مراد ہے اور اس مقام سے تعلق رکھتا ہے جہاں قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا ضروری نہیں۔

حضرت مصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص
قرآن پر ایمان نہ لایا جس نے قرآن مجید کی حرام کردہ
چیزوں کو حلال کر دیا۔

وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا أَمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنْ اسْتَحَلَّ
مَحَارِمَهُ۔

(دَعَاؤُهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ

(ترمذی)

اور کہا کہ اس حدیث کا اسناد قوی نہیں

اِسْتَاذُہٗ بِالْقَوٰی۔

ہے۔

۱۷ یعنی حضرت مہیب رومی جو فقراء صحابہ میں سے بڑی شان والے صحابی ہیں آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔
۱۸ یعنی وہ شخص قرآن پاک پر کامل ایمان نہ لایا جس نے قرآن پاک کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا۔ یعنی جس شخص نے محرمات اور ممنوعات کا ارتکاب کیا گیا وہ قرآن پر ایمان ہی نہیں لایا کیونکہ ایمان لانے کا حق یہ ہے کہ عمل کرے جیسا کہ محبت کا حق یہ ہے کہ پیروی اختیار کرے۔

۱۹ کیونکہ اس حدیث کے بعض راوی کمزور ہیں۔

وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ
عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَكْنَى
بْنِ مُمْلِكٍ اِنَّهُ سَأَلَ اُمَّ
سَكَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَاذَا هِيَ
تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُنْقَشَرَةً حَذَقًا
حَذَقًا۔

حضرت لیث بن سعد حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں وہ یحییٰ بن مملک سے روایت کرتے ہیں کہ یہ شخص انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سے اسے میں حضرت ام سلمہ سے دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بالکل ٹھیک ٹھیک حضرت کی تلاوت کا نقشہ کھینچ کر بتایا اُن کا ایک ایک حرف جدا جدا کہ اس طرح پڑھا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ اسے حمزہ بن ابی الدرداء نسائی نے روایت کیا۔

(مَدَاةُ التِّمِيزِ وَ اَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ)

۲۰ آپ نقیہ ہیں تابعی ہیں اور اہل مصر کے امام ہیں۔

۲۱ میم کی پیش لام کی زبر یا ساکن۔ آپ ثقہ تابعی ہیں۔ مشہور علمائے تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے تمس صحابہ کا نام نہ پایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں آپ کہ معظمت کے قاضی تھے۔
۲۲ یا کی زبر میں ساکن پھر لام پر زبر۔

۲۳ میم اول کی زبر دوسری پر جزم لام پر زبر آخر میں قاف۔ آپ بھی ثقہ تابعی ہیں۔

۲۴ یعنی اپنے قول یا فعل کے ساتھ حضور کی قرأت کو کشادہ اور روشن طور پر بیان کیا۔

حضرت ابن جریر حضرت ابن ابی ملیکہ سے اور ابن ابی ملیکہ حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت مبارک بالکل جدا اور الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ
أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَكَمَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقُولُ

يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
شُمَّ يَقِفُ شُمَّ يَقُولُ الرَّحْمَنُ
الرَّحِيمُ شُمَّ يَقِفُ۔

(رواہ القزوينی)

وَقَالَ كَيْسُ اسْنَادُ لَا يَمْكُصِلُ
لِأَنَّ اللَّيْثَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ
عَنِ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ ثَعْلَبِ
بْنِ مُسْلَمٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَ
حَدِيثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ۔

آپ اس طرح پڑھتے تھے۔ الحمد لله رب العالمین پھر وقف
کرتے تھے پھر پڑھتے تھے الرحمن الرحیم پھر وقف کرتے
تھے پھر پڑھتے تھے مالک یوم الدین۔

(ترمذی)

اور کہا اس حدیث کا اسناد متصل نہیں کیونکہ لیث
بن سعد نے یہ حدیث ابن ابی ملیکہ سے، اُس نے
یعلیٰ بن مالک سے۔ اُس نے حضرت اُمّ سلمہ سے
روایت کی ہے۔ اور لیث بن سعد کی حدیث
زیادہ صحیح ہے۔

۱۔ جیم اول کی پیش را پر زبر جرج کا اصل نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جرج ہے۔ آپ دین کے ائمہ اور
بلند درجہ علماء میں سے ہوئے ہیں آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ ان کے والد تابعین میں سے ہیں۔ مگر یہ بزرگ یعنی ابن
جرج علم میں اپنے باپ سے زیادہ بڑھ کر اور زیادہ قابل اعتماد تھے۔

۲۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قرأت مبارک بالکل جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ حروف و کلمات ایک
دوسرے سے الگ الگ رکھتے تھے۔ جیسا کہ لفظ ترتیل کا معنی ہے۔ اور آیات کے آخر پر وقف کرتے تھے اگرچہ
ایک آیت کا ماقبل آیت سے تعلق بھی ہوتا تھا۔

۳۔ یعنی آخر سورت تک اسی طرح پڑھتے تھے۔ اور ان مقررہ قواعد کے مطابق آپ کی تلاوت ہوتی تھی جو اباب
قرأت کے ہاں ملحوظ رکھے جاتے ہیں اور ایک آیت دوسری آیت سے گہرا تعلق رکھتی ہو تو دونوں کو ملا کر پڑھنا زیادہ
بہتر ہے۔ اور اگر آیت ختم ہو رہی ہو تو اس پر وقف کرنا اور اگلے آیت سے ابتدا کرنا سنت ہے۔

۴۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث کے دوران گزرا اور ابن ابی ملیکہ نے بلا واسطہ حضرت اُمّ سلمہ سے روایت نہیں سنی۔
اس بنا پر گزشتہ حدیث زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ حدیث سند کے لحاظ سے متصل ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف
لائے جبکہ ہم لوگ قرآن پاک پڑھ رہے تھے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ

وَ فِئِنَّا الْأَعْرَابِيُّ وَ الْعَجَبِيُّ
فَقَالَ اقْرَأُوا فَلَكَ حَسَنٌ وَ
سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَ كَمَا
يُقَامُ الْعِدَاهُ يَتَعَجَّلُونَ وَلَا
يَتَأَجَّلُونَ.

رَمَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيمَانِ

اُس وقت ہم میں دیہات کے لوگ اور غیر عربی بھی موجود
تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن پاک پڑھو کہ
سب ٹھیک اور اچھا ہے۔ اور مغربی کچھ لوگ آئیں
گے جو قرآن پاک کے حروف و کلمات کو قواعد تجوید کے مطابق
اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے
مگر وہ اُس کی اجرت طلب کرنے میں جلدی کریں گے۔ اپنی
قرأت پر اجرت حاصل کرنے میں دیر کو برداشت نہ کریں
گے۔ اے ابو داؤد اہل بیتقی نے شعب الایمان میں
روایت کیا۔

❖ ❖

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ اعرابی اور عجمی آیا ہے۔ اعرابی کا معنی صحرا نشین لوگ اور غیر عربی یعنی عجمی لوگ ظاہر ہے۔
کہ اُن کی قرأت علم تجوید اور اس کے قواعد کی رعایت میں اُس پائے کی نہیں ہو سکتی جو فصیح عربوں کی ہوتی ہے۔ اس کے
باوجود حضور نبی پاک علیہ السلام نے اُن سب کو قرآن پاک کے پڑھنے اور ان کی پڑھائی کے اچھا ہونے کا اظہار فرمایا
چنانچہ آپ نے فرمایا تم سب لوگ قرآن پاک پڑھو کیونکہ جس طرح بھی تم پڑھو گے اچھا اور ٹھیک ہے۔
۲۔ یعنی تم سب لوگ جس طرح بھی پڑھو گے خواہ عربی ہو یا عجمی سب کی پڑھائی ٹھیک اور اچھی ہے۔ اس ارشاد
مبارک سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو قرآن پاک کی قرأت میں زیادہ مشقت زیادہ تکلف اور
زیادہ تنگی میں نہ ڈالاجائے جو کہ تجوید کی انتہائی پابندی کے تحت ہوتی ہے۔ بلکہ تلاوت قرآن پاک میں اصل توجہ حاصل ثواب اور
عمل کے خاص وجہ اللہ امد معنی میں غور و فکر اور اُن کے سمجھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ مگر یہ الفاظ کی خوبصورتی اور کلمات کی
عمدگی اپنی انتہا کو نہ بھی پہنچی ہوئی ہو کیونکہ تلاوت اور قرأت سے اصل مقصد معنی کا سمجھنا اور عمل کا خالص رہنا ہے الہی کے لیے
ہونا مطلوب ہے۔ لہذا معنی کے غور و فکر اور اُن کے مطابق عمل میں کوتاہی اور غفلت کی صورت میں صرف الفاظ کی عمدہ
ادائیگی سے چننا نفع نہیں ہے۔ اس کے برعکس الفاظ کی عمدہ اور قواعد تجوید کے اعلیٰ ترین معیار کے مطابق اگر ادا کی
نہ ہو سکے مگر معنی میں تدبر اور فکر اور اُن کے مطابق خالص اللہ کے لیے عمل ہو سکے تو اس میں کوئی نقصان کی بات نہیں۔
جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

۳۔ یعنی میری امت میں بہت جلد ایسے گروہ پیدا ہوں گے جو قرآن پاک کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھیں گے اور
اپنی خوش آوازی کی نمائش کریں گے۔ مگر اس تلاوت سے اُن کا مقصد یہ ہوگا کہ انہیں اسی دنیا میں ابھی اس کی اجرت مل
جائے۔ وہ اس چیز کو برداشت نہ کریں گے کہ آخرت کے ثواب تک اُن میں تاخیر کریں۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی قرأت قرآن

کو دنیا کے عوض بیچیں گے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ يَلْحُقُونَ
الْعَرَبَ وَاصْوَاتِهَا وَإِيَّاكُمْ
وَلُحُونَ أَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُونَ
أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيءُ بَعْدِي
قَوْمٌ يُدْرَجُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيَةً
الْغِنَاءِ وَالثَوْبِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ
مَفْتُونَةٌ تَلُوبُ الَّذِينَ يُعْجِبُهُمْ
شَانُهُمْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پاک کو عربوں کے
ہیچے اور ان کی آواز میں پڑھو۔ اہل عشق اور اہل کتاب
کے ہیچے سے بچو اور منقریب میرے بعد ایک قوم آئے
گی جو قرآن کو اس طرح سرگاکر پڑھے گی جس طرح گانے
اور نغمہ خوانی کرنے والے کرتے ہیں۔ قرآن پاک ایسے لوگوں
کے گلے سے آگے نہ جاوے گا کہ ان کے دل نقشے
میں مبتلا ہوں گے۔ اور ان لوگوں کے دل بھی جوان کے
اس طرح سرگاکر پڑھنے کو پسند کریں گے۔

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَ
رِزْقٍ فِي كِتَابِهِ

اسے بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزقین نے
اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

اسے یعنی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ اکابر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اللہ علیہ
وسلم کے خصوصی راز داں اور متانتین کا علم رکھنے میں منفرد تھے۔ یہ صحابی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن
پاک عربوں کے ہیچے اور ان کی خوش آوازی کے مطابق پڑھو۔ یہاں حدیث میں لفظ لُحُون آیا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب
صراح میں ہے۔ لُحْنُ بمعنی آواز اور آواز نہ کہ گھمانا۔ قراوت میں لُحْنُ کا معنی ہے اپنی آواز میں خوبصورتی پیدا کرنا۔ چنانچہ کہتے ہیں
کہ غلاں شخص زیادہ لُحْنُ کرنے والا ہے۔ یعنی غلاں شخص کا پڑھنا بہت اچھا ہے اور خوبصورت ہے۔ یہاں حدیث پاک
میں لُحْنُ عرب سے مراد یہ ہے کہ آواز کو خوبصورت اور عمدہ کیا جائے اور اس میں موسیقی کے قوانین کے ملحوظ رکھنے کا
تکلف نہ کیا جائے۔ اور اپنی طبیعت سے ایسی مدد لی جائے جو گانے بجانے والوں کے انداز سے مشابہت رکھتی ہو۔
میساکہ عمر کا دیکھنے میں آتا ہے۔

لے اہل عشق کے ہیچے سے مراد دراصل ان لوگوں کا انداز اور ہیچہ مراد ہے جو کہ عورتوں سے عشق و محبت کے تحت
غزل خوانی کے لیے اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ آسنے سنانے بیٹھ کر انداز گفتگو اختیار کرتے موسیقی کے قاعدوں
کو بروئے کار لاتے اور اس میں تکلف سے کام لیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن پاک
یہود و نصاریٰ جو کہ اہل کتاب کہلاتے ہیں، کے ہیچے میں نہ پڑھو کیونکہ وہ بھی اس میں تکلف اور بناوٹ سے کام لیتے ہیں

بعض لوگ یہاں اہل عشق کی بجائے اہل انفق کا لفظ پڑھتے ہیں مگر یہ غلط اور تحریف ہے۔ صحیح نہیں ہے۔
 ۴۷ یعنی جس طرح گانے اور نوحہ کرنے والے آواز کو گے میں گھماتے ہیں اس طرح قرآن پاک نہ پڑھنا۔
 ۴۸ یعنی اُن کی تلاوت اللہ کی طرف بالکل بلند نہیں ہوتی اور نہ مقامِ قبولیت تک پہنچتی ہے۔
 ۴۹ یعنی اُن کے دل دنیا کی محبت کے نغمے میں مبتلا ہیں۔ اسی لیے وہ قرآن کی تلاوت سُرگاکریں گے تاکہ
 لوگ اُن سے خوش ہوں۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اُن کے
 اس طرح پڑھنے سے خوش ہوں گے وہ بھی نغمے میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت ابراہیم بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما
 ہے تمہارے آواز کو قرآن پاک کو اپنی آوازوں سے
 خوبصورت بناؤ کیونکہ اچھی آواز قرآن پاک کے حسن
 کو دو بالا کرتی ہے۔

(دارمی)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے
 فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن
 مجید کو اچھی آواز سے پڑھنے میں سب سے بہتر شخص
 کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا وہ شخص کہ جب تو اسے
 قرآن پاک پڑھتا ہو اسنے توجہ محسوس ہو کہ اس کے
 دل میں خلا کا خوف اور اس کی غیبت موجود ہے۔ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ قرآن پاک

کی ایسی ہی قرأت فرماتے تھے۔ (دارمی)

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ
 قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ
 بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتِ الْحَسَنَ
 يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

وَعَنْ طَاوُسٍ مَوْلَى مُوسَى قَالَ
 سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ النَّاسُ أَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْآنِ
 وَ أَحْسَنُ قِرَاءَةً قَالَ مَنْ إِذَا
 سَمِعْتَهُ يَقْرَأَ أَرَيْتَ أَنَّهُ يَخْشَى
 اللَّهَ قَالَ طَاوُسٌ وَ كَانَ طَلْحٌ
 كَذَلِكَ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

۵۰ حضرت طاؤس مبنی ہیں مشہور تابعین میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا صحبت سے فیض یافتہ ہیں۔ یہ
 حدیث آپ نے بطریق ارسال روایت کی ہے۔

۵۱ یعنی اس کے قرآن پاک پڑھنے کو کُن کر تجھے یہ گمان پیدا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے اس کے دل پر
 خدا تعالیٰ کی ہیبت چھائی ہوئی ہے۔

۵۲ طہ کی ذرہ لام ساکن۔ آپ تابعین میں سے ہیں جب آپ قرآن پاک پڑھتے تھے تو اُن کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ

کا خوف اُس کی خشیت اور ہیبت پکیتی تھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ الْمَلِيكِيَّةِ
وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَتْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَرَسَّدُوا
الْقُرْآنَ وَاشْكُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ
مِنْ أَنْتَاءِ اللَّيْلِ وَالتَّهَارِ وَ
أَفْشُوهُ وَتَعَنُّوهُ وَتَدَبَّرُوا مَا
فِيهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَلَا تُعْجِلُوا
شَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا.
(دَوَاهُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

حضرت عائشہ الملیکیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور انہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قرآن والو قرآن پاک کو تکبیر
اور سترامہ نہ بنانا۔ بلکہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کی
تلاوت کرنا جیسا کہ تلاوت کا حق ہے اور اس قرآن پاک
کو لوگوں میں ظاہر کرنا اور پھیلانا اور اسے خوش آوازی
سے پڑھنا اور اس میں غور و فکر سے کام لینا تاکہ تمہیں
فلاح اور نجات نصیب ہو۔ اور اس کا ثواب جلدی
طلب نہ کرنا کیونکہ قرآن پاک کا ثواب بہت زیادہ ہے
(جو اللہ تعالیٰ بندے کو آخرت میں عطا فرمائے گا) اسے
بہت سی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

۱۔ عین کی زبرد باکی زیر سے۔

۲۔ میم کی پیش۔ لام کی زبرد۔ یا ساکن ایک روایت میں عیسیٰ کی بجائے۔ الملوکی آیا ہے۔ یہ شام کے رہنے
والے تھے۔

۳۔ کتاب اصابعہ میں فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ انہیں حضور کی صحبت نصیب ہوئی۔ یہاں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں
مع رسول اللہ کی بجائے قال قال رسول اللہ آیا ہے۔ اس دوسرے نسخے کے مطابق یہ حدیث مرفوع کہلائے گی۔ اور
پہلے نسخے کے مطابق مرفوع کہلائے گی۔ اس حدیث کو رفع اور وقت دونوں صورتوں میں روایت کیا گیا ہے جیسا کہ
شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب اصابعہ میں فرمایا۔

۴۔ اُسے سرہانے رکھ کر اُس پر سونہ جاؤ۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت میں سستی اور
غفلت کو قریب نہ آنے دو۔ بلکہ اس کے حقوق صحیح طور پر ادا کرو۔

۵۔ یعنی قرآن پاک لوگوں کو پڑھانا اس طرح کہ انہیں سنانا اس کی تعلیم دینا اس کا درس دینا اس کی تفسیر بیان کرنا۔
اور اپنے علم سے لکھ کر لوگوں میں اس کی اشاعت کرنا۔

۶۔ یعنی اس کے معنی میں غور و تامل کرنا اور اس میں جو رضائی اور احکام آئے ہیں اُن کے پیچھے پیچھے چلنا اور ان کے
مطابق عمل کرنا اس امید پر کہ تم نجات یافتہ بن جاؤ اور تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

کہ یعنی اس کی جزا دنیا میں ہی طلب نہ کرنا اور اس کے عوض اس جہاں کی لذتوں کو حاصل نہ کرنا یعنی اسے دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنانا۔

۱۵۸ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی روایت کیا مگر اس میں مرفوع صورت میں روایت نہیں کیا۔ البتہ طبرانی نے اس کو مرفوع سند کی شکل میں روایت کیا ہے۔

قرآن پاک جمع کرنے کا باب

یہ باب بھی بے ترجمہ اور بے عنوان آیا ہے۔ مگر مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں اس کا عنوان اس طرح واقع ہوا ہے۔ باب فی اختلاف القرآن و جمع القرآن یعنی اختلاف قرآن اور جمع قرآن کا باب۔ ظاہر یہ ہے کہ اختلاف سے قرأت اور لغات میں اختلاف مراد ہے۔ اور جمع سے تمام آیات قرآنی ایک جگہ اکٹھا کر کے اسے کتابی شکل دینا مراد ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے هشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ سورہ فرقان اس طریقہ سے پڑھ رہے تھے جو میرے پڑھنے کے طریقے کے خلاف تھا۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے یہ سببت پڑھائی تھی۔ تو قریب تھا کہ میں ان پر جلدی سے اپنے غصے کا اظہار کر دیتا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی قرأت سے فراموشی حاصل کر لی یعنی مکمل صورت پڑھ لی پھر میں نے ان کے گلے میں چاٹو ڈالی اور انہیں کھینچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک میں نے اس کو سورہ فرقان اس طرح پڑھتے ہوئے پایا ہے جو اس طریقے کے خلاف ہے جس طرح آپ نے مجھے یہ پڑھائی تھی ماسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا اقْرَأُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأَ نَبِيَّهَا فَاذْكُرْتُ أَنَّ اَعْجَلَ عَلَيْهِ خَمَّةٌ كَبَيْتُهُ بِرِدَائِهِ فَبِغِضْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا اقْرَأَ نَبِيَّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْهُ اِقْرَأْ فَفَعَلَ

الْقِرَاءَةُ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ هَكَذَا أُتُوْتُ ثُمَّ قَالَ
لِي إِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هَكَذَا
أُتُوْتُ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ أُتُوْتُ
عَلَى سَبْعَةٍ أَحْرَفٍ فَاقْرَأُوا
مَا تَيْسَّرَ مِنْهُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَالتَّفْظُ لِمُسْلِمٍ)

نے فرمایا اے چھوڑ دو اور حشام سے فرمایا کہ پڑھ تو اس
نے اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے اے پڑھتے ہوئے
سنا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورت
اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا کہ تو بھی پڑھ
تو میں نے پڑھا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی۔ بے شک یہ قرآن
ساتھ قرأتوں اور لغتوں میں آتا گیا لہذا اس قرآن پاک
کو پڑھو جس طرح تمہیں آسان ہو۔ بخاری و مسلم۔ حدیث
کے یہ الفاظ مسلم کے الفاظ ہیں۔

۱۔ حاکم زیر ناخف یعنی غیر مشد آپ صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ فضلاء صحابہ میں سے ہیں جس طرح
ان کے باپ حضرت حکیم بن حزام بھی فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کے باپ یعنی حضرت حکیم ام المؤمنین حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا کے بھائی کے بیٹے ہیں۔

۲۔ یعنی یہ سورت جس طرح میں پڑھتا تھا اور حضور علیہ السلام نے جس طرح مجھے یہ سورت پڑھائی تھی۔ حضرت
حشام اُس کے خلاف پڑھ رہے تھے۔ اس بناء پر نزدیک تھا کہ میں اُن کے بارے میں جلدی کر بیٹھتا دُن سے الجھ
پڑتا اور اُن پر اپنا غصہ نکالتا مگر میں نے اُن کو ہمت دے دی۔ انہیں چھوڑ دیا اور اُن کے بارے میں کوئی
بلد بازی نہ کی۔

۳۔ اور میں نے انہیں کہیں لغت کی کتاب مراجع میں ہے کہ تلبیس کا معنی ہے جھگڑے کے وقت گریبان سے
پکڑ کر کسی کو کہیں پھینکا۔ لفظ لبب اور لبہ سینے کے اوپر کے حصے کو کہتے ہیں جہاں سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔
لکہ یہاں حدیث میں سات حرف کا لفظ آیا ہے۔ حرف سے سات قراءتیں یا سات مختلف لغات مراد ہیں۔
اس کی تحقیق کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے
سنا اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سنا
کہ آپ اُس شخص کی تلاوت کے خلاف طریقہ پر پڑھ رہے
تھے۔ میں اُس شخص کو حضور کی خدمت میں لے کر آیا اور

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ
خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ

فِي وَجْهِهِ أَنْكَرَ أَهْيَاةَ فَقَالَ كَلَّا
كَمَا مُحْسِنٌ فَلَا تَخْتَلِفُوا قَوْلًا
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا فَهَكَذَا
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ تو میں نے حضور علیہ السلام
کے چہرہ انور پر ناراضگی اور ناخوشی کا نشان محسوس کیا۔ پھر
آپ نے فرمایا تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو۔ آپس میں
اختلاف نہ کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگ آپس میں اختلاف
کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ (بخاری)

۱۔ یعنی حضرت ابن مسعودؓ کے اُس شخص سے جھگڑے اور مخالفت کرنے کی وجہ سے حضور کے چہرہ انور پر ناخوشی کے
اُثار محسوس ہوئے۔

۲۔ یہاں اختلاف سے مراد ہے کہ قرات کے متعدد طرق جن کے مطابق قرآن پاک نازل کیا گیا ہے اُن میں سے
کسی ایک کا انکار کرنا۔ کیونکہ تمام قراءتیں جن کے مطابق قرآن نازل ہوا سب حق اور ٹھیک ہے۔ اُن میں سے کسی ایک کا
انکار بھی درست نہیں۔ اور اگر انکار کیا جائے گا تو وہ قرآن پاک کا انکار ہوگا۔ لیکن بعض قاریوں کی قرات متواتر روایات
سے ثابت ہے اور بعض کی خبر واحد کی شکل میں مروی ہے۔ جیسا کہ سات قراءتوں میں پڑھنا متواتر روایت سے ثابت
ہے۔ بعض حضرات یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ قرآن پاک کو دس قراءتوں میں پڑھنا بھی متواتر روایات سے ثابت ہے۔ ہر
قاری کی اپنی قرات میں خصوصیت اُس کے اپنے اختیار اور اعتبار کی بنا پر ہے ورنہ سب قراءتیں ٹھیک اور صحیح ہیں۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ
كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ
يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا
عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ أَخَذَ قِرَاءَةً
قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ
فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا
جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا
قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَ
دَخَلَ أَخَذَ قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ
صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَا فَحَسَنَ

حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فراتے ہیں میں مسجد کے اندر موجود تھا کہ ایک شخص مسجد
میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اُس شخص نے قرات اپنے
طور پر شروع کی جسے میں ٹھیک تصور نہیں کرتا تھا
پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص مسجد میں آیا اُس نے
بھی قرات شروع کی جو پہلے شخص کی قرات کے علاوہ
تھی جب ہم لوگ نماز مکمل کر چکے تو ہم سب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ اس
شخص نے ایسی قرات کی ہے جسے میں نے ٹھیک نہیں
جانا پھر ایک اور شخص آیا جس نے پہلے آدمی کی قرات
کے علاوہ اور طریقے سے قرات کی اس پر حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں کو قرآن پاک پڑھنے کا

شَانَهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ
التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي
الْبَاطِلِ فَلَمَّا رَأَى نَسْوَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدَّ
عَشِيَّتِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَهَضَمْتُ
عَرَفًا فَكَأَنَّمَا أَنْظَرُ إِلَى اللَّهِ فَرَقًا
فَقَالَ يَا أَبَتُ أُرِيدُ إِلَى
أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ
فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوْنٌ عَلَى
أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَى الثَّانِيَةِ اقْرَأْ
عَلَى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ
هَوْنٌ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَى
الثَّانِيَةِ اقْرَأْ عَلَى سَبْعَةِ
أَحْزَابٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا
مَسَاكَةً تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ
اعْفِرْ لِأُمَّتِي اللَّهُمَّ اعْفِرْ
لِأُمَّتِي وَآخَرْتُ الثَّالِثَةَ
لِيَوْمٍ تَرْجَعُ إِلَيَّ أَنْ تَخْلُقَ كُلَّهُمْ
حَتَّى إِذَا هِنِمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حکم دیا۔ آپ نے دونوں کی قرأت سن کر ان دونوں کو
اچھا اور ٹھیک قرار دیا۔ حضرت ابن کعب فرماتے ہیں اُن دونوں
کی تصدیق اور تائید کرنے پر میرے دل میں تکذیب اور
غلط قرار دینے کا نشان محسوس ہوا۔ ایسا غلط گمان پیدا ہوا
جو کبھی میرے دل میں دور جاہلیت میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا
جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے اندر شیطان کے اس
دوسرے کو محسوس کیا تو آپ نے اپنے دست مبارک
سے میرے سینے کو مارا تو مجھ سے پسینہ جاری ہو گیا اور
میری یہ کیفیت ہو گئی کہ گویا میں ڈراور خوف کی حالت
میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے
مجھے فرمایا اے ابن کعب مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن پاک
کو سات حرفوں پر تلاوت کروں اور میں نے اللہ تعالیٰ
کے حضور میں رجوع کیا کہ یا اللہ میری امت کے لیے آسانی
پیدا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وحی بھیجی کہ اے میرے حبیب
قرآن پاک کو دو حرفوں کے مطابق پڑھ۔ میں نے پھر اللہ
تعالیٰ کے حضور میں رجوع کیا کہ یا اللہ میری امت پر آسانی
فرما۔ اللہ تعالیٰ نے میری باراس کے جواب میں فرمایا کہ سات
حرفوں کے مطابق قرآن پاک کی قرأت کر لیا کہ اللہ تعالیٰ
نے یہ بھی فرمایا کہ اے میرے حبیب تیرے لیے ہر بار میرے
حضور میں رجوع کرنے پر جو کچھ تو مجھ سے مانگے گا مجھے
عطا کیا جائے گا۔ پھر میں نے کہا اے اللہ میری امت کو بخش
دے۔ دوبارہ فرمایا اے اللہ میری امت کو بخش دے اور میری
دفعہ مغفرت مانگنے کو میں نے موخر کیا اس دن کے لیے
جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی اور مجھ سے

شعاعت طلب کرے گی۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۱۶ ظاہر یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کی قرات کو حضرت ابو کعب نے غلط تصور نہ کیا۔ اسی لیے آپ نے اس آدمی کی قرات کے ذکر میں اپنا انکار بیان نہ فرمایا۔

۱۷ یہاں شکوۃ کے بعض نسخوں میں لفظ قَفِیْنَا کی بجائے قَفِیْنَا آیا ہے بلقہ ثنیۃ اُس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جب یہ دونوں آدمی نماز مکمل کر چکے۔

۱۸ یہ نشان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں حضرت کی قرات کے درست قرار دینے اور انا چھا کہنے کی بنا پر پیدا ہوا اس گمان کے تحت کے اللہ تعالیٰ کا کلام چاہیے کہ ایک ہی طریقے پر ہو۔ ہر شخص اپنے اپنے طریقے کے مطابق پڑھے اور پھر وہ ٹھیک بھی ہو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے۔

۱۹ کہ یعنی ایسی تکذیب دالیا انکار دور جاہلیت کے وقت بھی میرے دل میں نہیں آیا تھا۔ اس کلام میں مباغہ پایا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ دور جاہلیت کے وقت میں جاہل تھا اس وقت ایسے خیال کا آنا کوئی بعید نہیں تھا مگر اُس زمانے میں میرے دل میں ایسی تکذیب بھی پیدا نہ ہوئی مگر اسلام کے بعد یقین اور معرفت حاصل ہونے پر ایسے خیال کا میرے دل میں آنا بہت بڑی بات تھی۔

۲۰ وہ دوسرے میرے اندر تکذیب و انکار کی حد تک محسوس ہونے لگا۔

۲۱ یعنی اس دوسرے کے ازالے کے لیے اظہار تعریف اور قوت باطنی کو بروئے کار لانے کے لیے آپ نے ایسا کیا۔

۲۲ یہاں حدیث میں لفظ ففت۔ فاکہ ویرض ساکن سے آیا ہے۔ یاد رہے یہ لفظ فیضان سے مشتق ہے یعنی کثیر پانی کا بہہ پڑنا۔

۲۳ یہاں حدیث میں لفظ فرقا آیا ہے۔ نا اور ملا کی زبر سے معنی ڈرنا۔

۲۴ یہاں حدیث میں لفظ ارسل آیا ہے۔ بعینہ مجہول و معلوم دونوں طرح مروی ہے۔ اسی طرح حدیث میں واقع لفظ اقرا بھی لفظ متکلم اور امر کی شکل میں مروی ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ قرآن پاک کو ایک ہی قرات اور حرف میں پڑھنے سے میری اُمت کو تنگی لاحق ہوگی تو میں نے عرض کیا۔ یا اللہ قرات قرآن کا معاملہ میری اُمت پر آسان فرما۔ اور انہیں اس میں گنجائش عطا فرما۔

۲۵ یعنی آپ نے دوبارہ عرض کیا یا خدا کے تعالیٰ نے دوبارہ فرمایا اور جواب دیا اور میری طرف دوسری بار وحی بھیجی۔

۲۶ یعنی اس میں مزید کشادگی عطا فرما۔

۲۷ یعنی تیسری بار اللہ تعالیٰ نے میرے رجوع کرنے پر مجھے جواب ارشاد فرمایا اور مجھے وحی بھیجی کہ سات حرفوں

یعنی قراتوں میں قرآن پاک پڑھ لیا کر پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حروف سے سات قراتیں یا لغتیں مراد ہیں۔ جبکہ سوال و جواب اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں رجوع اس بات کو ظاہر کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک جوائس کے محبوب و مقبول ہیں، کے درمیان مطلوب کے حاصل ہونے میں توقف اور دیر محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے از خود برکت اور کرم نوازی فرمائی کہ خدا سے سبناہ و تعالیٰ کی بہت زیادہ برکتیں اور عزتیں ہیں جو آپ کی اُمت مرحومہ کے لیے عمل آخرت سے تعلق رکھتی ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمت کے بارے میں مقصود و مطلوب کا حاصل ہونا۔ اور دنیا میں بھی آسانی کا مہیا ہونا تاکہ دنیا اور آخرت دونوں میں آسانی اور سہولت اُمت کے لیے جمع ہو جائے اسی لیے حکم ہوا کہ آپ تیسری بار پھر سوال کریں۔ پہلی دو دفعہ رجوع کرنے کے بعد اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد اور اے میری درگاہ میں مقبول بندے میں نے تیرے ہر دفعہ رجوع کرنے پر تیرے سوال کو قبولیت عطا دیں گا یعنی تین بار طلب نہ کر بلکہ یہ سوال کر کہ میں تجھے عطا ہی کرتا رہوں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں دفعہ سوال کرنے کے وقت اُمت کے لیے بخشش و مغفرت چاہی۔ اور اس چاہنے میں اس جانب اشارہ کیا کہ مکمل چیز بندے کی مغفرت و بخشش ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت تعاون نہ کرے تو کوئی بھی غلامی نہ پاسکے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ یا اللہ اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم لوگ خدا سے میں پڑ جائیں گے پھر تین بار رجوع کرنے سے اس جانب اشارہ فرمایا کہ دو مغفرتیں حضور کی اُمت کے لیے وہ ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ میز اُمت کے صغیر و کبیرہ گناہ بخش دیے جائیں۔ اور تیسری بار رجوع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اولین اور آخرین ساری مخلوق کو بخش دے۔

۱۳۔ یعنی میں نے تیسری بار بخشش مانگنے کو اس دن کے لیے مخصوص کر لیا ہے جبکہ لوگ میری جانب رغبت کریں گے میرے سامنے خواہش ظاہر کریں گے اور میری طرف توجہ ہوں گے اور مجھ سے ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شفاعت چاہیں گے یعنی خصوصاً اپنی ذات کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآن پاک میں مذکور ہوا (والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین) یعنی وہ ذات جس سے مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری خطا سناٹ فرمائے گی یا تیسری بار مغفرت مانگنے میں توقف سے مراد اپنی اُمت کے لیے قیامت کے دن مغفرت و شفاعت مراد ہے۔ یہاں خصوصیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس بنا پر کر دیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔

جیسا کہ علامہ نے اس بات کی تصریح کی ہے اور جمہور علماء کی طرف سے اس بارے میں کوئی تصریح آپ کے غیر میں واقع نہیں ہوئی۔ بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء علیہ السلام سے افضل و برتر ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أَقْرَأْنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ
فَرَأَيْتُهُ فَلَمْ أَتَلْ أَسْتَزِيدُكَ
وَيَزِيدُنِي حَتَّى أَنتَهَى إِلَى سَبْعَةٍ
أَخَذَ قَالَ إِنَّ شِهَابٍ بَلَغَنِي
أَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحَدُ اثْنَا
عَشَرَ فِي الْأَمْرِ تَكُونُ وَاحِدًا لَا
تُخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جبرائیل علیہ السلام نے مجھے قرآن پاک ایک حرف یعنی
ایک لفظ میں پڑھایا تو میں نے جبرائیل کی طرف رجوع
کیا۔ میں مسلسل اس میں اضافہ طلب کرتا رہا اور جبرائیل
اُس میں دعوت پیدا کرتے رہے یہاں تک کہ سات حرفوں
پر یعنی نعتوں پر پہنچ گئے تھے ابن شہاب فرماتے ہیں کہ
مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سات حرف دین کے احکام
کے بارے میں ایک ہی چیز ہیں یعنی متعدد و متفق
ہیں جو حلال و حرام میں بالکل مختلف نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی ایک ہی لفظ پر پڑھنے کی مجھے اہانت دی جو کہ اہل عبادت کی لفت ہے۔ اُس زمانے میں عربوں کی
سات لہجیں (انڈاز ادا) سات قسم کی تھیں جو فصاحت اور بلاغت کے لیے مشہور تھیں۔ جیسا کہ کتاب العلم میں یہ بیان
آچکا ہے۔

۱۸ آپ کا زیادہ طلب کرنا اور حضرت جبرائیل کی طرف سے زیادہ گنجائش کا ملنا ایک ہی وقت اور ایک ہی
مجلس میں واقع ہوا تھا۔ جبرائیل اُس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مصدیت میں
آتے جاتے اور عرض کرتے رہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ گنجائش اور کثرت کی متعدد اوقات میں حاصل ہوئی ہو۔
۱۹ آپ نہری کے نام سے مشہور ہیں۔ تابعین میں بڑے ادب کے درجے کے عالم شمار ہوتے ہیں۔
۲۰ یعنی سب کا مطلب اہم معنی ایک ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں کیونکہ سات قراءتیں آپس میں معنی کے لحاظ
سے کوئی ٹکراؤ نہیں رکھتیں۔ اسی طرح سات لہجیں جو سات حرفوں سے مروی گئی ہیں ان میں بھی کوئی اختلاف متناقض
نہیں ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جِبْرِيلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ إِنِّي

حضرت ابوبان کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل سے
۱۷ آپ نے فرمایا اے جبرائیل میں ایک ایسی امت کی

بُعِثَتْ إِلَى أُمَّةٍ أُقِيمَتَ مِنْهُمْ
الْعَجُوزُ وَالْقَتِينُ الْكَبِيرُ وَالْعَلَامُ
وَالْبَارِيَّةُ وَالْوَجَلُ الَّذِي
لَهُ يَفْرَأُ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ
لَئِنْ الْقُرْآنَ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ
أَحَدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي
رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَآبَةُ دَاوُدَ قَالَ
لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ وَ
فِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ قَالَ لَئِنْ
جَبْرِئِلُ وَمِيكَائِيلُ أَتَيَانِي فَقَعَدَا
جَبْرِئِلُ عَنْ يَمِينِي وَمِيكَائِيلُ عَنْ
شِمَالِي فَقَالَ جَبْرِئِلُ رَافِعًا الْقُرْآنَ
عَلَى حَذَرٍ قَالَ مِيكَائِيلُ اسْتَزِدُّهُ
حَتَّى يَكُونَ سَبْعَةَ أَحَدٍ وَكُلُّ
حَدَرٍ شَافٍ كَافٍ .

❖

❖

ہے۔

اسے جو بالکل ناخواندہ ہیں کہ انہوں نے پڑھنا کھنا بالکل نہیں سیکھا۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ عجوز آیا ہے یعنی وہ عورت جو بہت ہی عمر رسیدہ ہو۔ لغت کی کتاب قاموس میں فرمایا
عجوز یعنی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت۔ اس کے آخر میں آتا ہے کہ اگر کہیں آیا ہے تو وہ ردی اور غیر فصیح لغت
ہے۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ غلام اور جاریہ آیا ہے۔ یعنی بچہ اور لڑکی پھر یہ لفظ غلاموں اور لونڈیوں پر جو بولتے
ہیں تو ان کی حقارت کی وجہ سے بولتے ہیں۔ جس طرح لفظ فتاوتاً ہے یعنی جہاں مرد اور جہاں عورت کیونکہ بچوں اور
بچیوں اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ تعلیم و تکریم والا وہ سلوک نہیں کیا جاتا جو بوڑھوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۵۴ یعنی سینے کی تمام بیاریوں جیسے کفر و جہالت وغیرہ کے لیے بہت شفا عطا کرنے والا ہے۔ اسی طرح اپنے اعجاز میں انبی علیہ السلام کے صدق کی دلیل ہونے اور دین کی حقانیت ثابت کرنے اور منکرین و معاندین پر حجت قائم کرنے میں کافی ہے۔

۵۵ یعنی ان سے کہو کہ دوسری لغت اور قراءت میں بھی پڑھ لیا کریں۔

۵۶ جب توسیع مل گئی تنگی چلی گئی اور معاملہ قراءت میں آسانی عطا کر دی گئی تو اُمت کے لیے جس طرح بھی پڑھیں گنجائش دے دی گئی۔ اگر یہ گنجائش اور توسیع نہ دی جاتی بلکہ ایک ہی حرف و لغت میں پڑھنے کی پابندی برقرار رکھی جاتی تو اُمت کیلئے بڑی تنگی اور دقت واقع ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح سمجھو۔

وَعَنْ عَمَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ
أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَاحِشٍ يَتَقَرَّأُ الْقُرْآنَ
فَسَأَلَ قَاحِشٌ رَجُلًا شَدَّ فَتَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَرَأَ
الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللَّهَ بِهِ فَيَأْتِهِ
سَيِّحَتُهُمْ أَقْوَامٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ
يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ -

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ ایک قسۃ کو آدمی کے پاس سے گزرے جو قرآن پڑھتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا حضرت عمران نے اُس کو اس حالت میں دیکھ کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص قرآن پاک پڑھے اُسے چاہیے کہ اللہ ہی سے مانگے۔ اور بے شک واقعہ یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور اُس کے عوض لوگوں سے سوال کریں گے (احمد ترمذی)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۱۵ آپ مشورہ فرمائی ہیں مگر آپ کی زیارت کرتے تھے اور انہیں سلام کہتے تھے آپ مسلسل تیس سال بیماری کے بستر پر پڑے رہے۔

۱۶ یہاں حدیث میں لفظ قاص آیا ہے جو شخص سے مذکور ہے بمعنی بتلانا اور خبر دینا۔ قاص اُس شخص کو کہتے ہیں جو ادھر ادھر کی خبریں دے اور قصے کہانیاں بیان کرے۔ یہاں قاص کی بجائے قاص بر وزن و عاظ بھی اطلاق کر دیتے ہیں قاص کا معنی بھی قصہ گوئی کرنے والا ہے۔

۱۷ جس طرح کہ مصیبت کے وقت یہ لفظ زبان سے پڑھتے ہیں۔ گویا قرآن پڑھنا اور سوال کرنا اُس کے لیے ایک مصیبت تھی کہ وہ قصہ گو شخص اس میں مبتلا تھا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عمران اس بری حالت کے شاہدہ سے مصیبت میں پڑ گئے۔ جو ان کو اس آدمی کی حالت سے پہنچی۔

۱۸ یعنی چاہیے کہ قرآن کے ساتھ خلا ہی سے سوال کرے اور اپنی دینی و دنیوی حاجت خلا ہی سے طلب کرے۔

جس طرح اگر ایت رحمت پر پہنچے یا جنت کا ذکر پڑھے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرنا چاہیے اور اگر عذاب کی آیت یا آتش دوزخ کا ذکر پڑھے تو اس کے ساتھ خدا ہی سے پناہ طلب کرے یا مژدہ یہ ہے کہ جب قرأت سے فائدہ ہو تو منقول دعاؤں کے ساتھ دعا مانگے۔

۵۷ یعنی قرآن پاک پڑھیں گے اور اس کی پڑھائی کے عوض لوگوں سے مانگیں گے اور ان کے سامنے دست گدائی پھیلائیں گے

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ بَرِيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأْتِلُ بِهِ النَّفْسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجْهَهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ نَحْمٌ (دَوَاهُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہے اس کی آنکھ کے عوض لوگوں سے چیزیں لے کر کھاتا پیتا ہے۔ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگا جس پر کوئی گوشت نہ ہوگا۔ اسے بہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

۱۷ یعنی بریدہ سلمیٰ ہاکی پیش سے۔ آپ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت نبوت اور خلفائے راشدین کے لیے ساری مجملہ اور گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۸ یعنی قرآن کو کہیں دنیا کا ساز و سامان جمع کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ بنا لیا ہے۔

۱۹ یعنی بہت کمزور اور لاغر ہوگا اور خوار و ذلیل ہوگا عزت حالت میں قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کا دوسری عورت سے جدا ہونا اور فرق کرنا نہیں پہچانتے تھے جب تک کہ آپ پر اسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہیں ہوتا تھا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ الشُّوْمَةِ حَتَّى يَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

(دَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۷ اس حدیث کا الفاہل امر و ہدایت کتاب ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کرنے اور جدا کرنے کے لیے نازل ہوتی تھی۔ جیسا کہ ہم احادیث کا مذہب ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا
بِحِصْنٍ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ سُورَةَ
يُوسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّا هُكَذَا
أَنْزَلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَاللَّهِ
لَقَرَأَتْهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ فَقَالَ
أَحْسَنْتَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ
إِذْ وَجَدَ مِنْهُ زَيْجَ الْخَمْرِ
فَقَالَ أَكْثَرَبُ الْخَمْرَ وَتَكْذِبُ
بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
ہم لوگ حصر عمن میں تھے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف پڑھی ایک شخص نے کہا یہ
سورت اس طرح نازل نہیں ہوئی تو حضرت عبداللہ نے فرمایا
اللہ کی قسم البتہ میں نے بے شک اسے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھا تھا تو حضور نے فرمایا تھا تو نے
اسے خوب اچھی طرح پڑھا ہے۔ پھر اسی دوران کہ وہ شخص حضرت
عبداللہ بن مسعود سے باتیں کر رہا تھا حضرت ابن مسعود نے اس
آدمی سے شراب کی بڑبوس کی تو فرمایا تو شراب پیتا ہے
اور کتاب اللہ کی تکذیب کرتا ہے تو حضرت عبداللہ ابن عمر
نے اس پر شراب پینے کی سزا جاری کی۔
(بخاری و مسلم)

۱۔ حضرت علقمہ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۲۔ حص۔ حاکی زیریم ساکن۔ یہ بلاد شام میں سے ایک شہر ہے۔
۳۔ یہاں حدیث میں لفظ وجد میں مجہول اور معروف دونوں طرح روایت آئی ہے۔
۴۔ اگر ابن مسعود نے جو کچھ پڑھا وہ قرات مشہورہ میں سے تھا اور وہ یقیناً کتاب اللہ میں سے تھا تو اس کی تکذیب اور
انکار یقیناً کفر ہے اور اگر ایسا نہیں تھا بلکہ انہوں نے شاذ قرات پڑھی تھی تو پھر اس پر تکذیب کتاب کا اطلاق بطور تعینط و
تشدید ہوگا (یعنی زبرد و ڈانٹ کے لیے ہوگا) اور ظاہر یہی ہے۔ اسی لیے آپ نے اسے مرتد قرار دینے کا حکم صادر نہ فرمایا۔
بلکہ صرف شراب کی سزا نافذ کرنے پر کفایت فرمائی۔

وَعَنْ تَمِيمِ بْنِ شَارِبٍ
قَالَ أَرْسَلَنَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ مَقْتَلِ
أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ لَئِنْ
الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ
کے وقت قتل کے موقع پر میری طرف کسی شخص کو بھیجا۔
میں اُن کے پاس پہنچ گیا تو اچانک اُن کے پاس اس
وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک عمر میرے پاس آئے

بِقُرْآنٍ الْقُرْآنِ وَرَاقٍ أَحْلُو
 إِنْ اسْتَحَزَّ الْقَتْلُ بِالْقُرْآنِ
 بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيرٌ مِّنَ
 الْقُرْآنِ وَرَاقٍ أَرَى أَنْ تَأْمُرَ
 بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ
 لِمَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا
 لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ عَمَّا هَذَا وَاللَّهُ خَيْرٌ فَلَمْ
 يَزَلْ عَمَّا يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ
 اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَتَأَيُّتُ
 فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عَمَّا قَالَ
 زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ
 كَثَابٌ عَاقِلٌ لَا تَكْثِمُكَ وَقَدْ
 كُنْتُ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَّبِعُ
 الْقُرْآنَ فَتَأْجِنُهُ قَوْلَ اللَّهِ لَوْ
 كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ
 مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي
 بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قَالَ قُلْتُ
 كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ هُوَ وَاللَّهُ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ
 أَبُو بَكْرٍ يُدَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ
 اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ

میں اور کہا ہے کہ جبک یمامہ کے دن قرآن پاک کے بہت
 سے قاری بڑی تعداد میں قتل ہو گئے ہیں اور اس جنگ نے
 قتل کا بازار خوب گرم کیا ہے اور بے شک مجھے ڈر ہے
 کہ مختلف مقامات میں قاریوں کے قتل کا بازار قتل ہی طرح
 گرم رہا تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا اور بے شک
 میں خیال کرتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کے جمع کرنے کا حکم
 صادر فرمائیں۔ میں نے حضرت عمر سے کہا تم وہ کام کیسے کرنا
 چاہتے ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا
 اس پر حضرت عمر نے فرمایا اللہ کی قسم یہ کام خیر اور
 اچھا ہے۔ حضرت عمر مسلسل اس کام کے لیے مجھ سے
 رجوع کرتے رہے اور مجھے بار بار کہتے رہے یہاں
 تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرے سینے
 کو کھول دیا۔ اور میں نے اس چیز میں خیر و مسرت کو
 پایا۔ جسے حضرت عمر نے پایا تھا۔ حضرت زید فرماتے
 ہیں کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا اے زید تو جوان اور عقلمند
 آدمی ہے میں تجھ پر خیانت اور غفلت کی تہمت نہیں
 لگا سکتا۔ اور بے شک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لیے وحی کو کھا کرتا تھا۔ لہذا تو قرآن پاک کو
 تلاش کر پھر اسے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر اس پر
 حضرت زید ابن ثابت نے فرمایا اللہ کی قسم اگر لوگ
 مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو اوجھل دھڑ کرنے کا حکم
 دیتے۔ وہ میرے لیے آنا بھاری نہیں تھا جتنا کہ
 مجھے انہوں نے یہ حکم دیا کہ میں قرآن کو جمع کروں حضرت زید
 ابن ثابت فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو بکر سے کہا آپ
 ایسا کام کس طرح کر سکتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ

صَدْرَ ابْنِ بَكْرٍ وَ عَمَّ فَتَكَبَّحَتْ
الْقُرْآنَ أَجْمَعَهُ مِنَ الْعُسْبِ
وَاللَّخَافِ وَ صُدُّوا الرِّجَالِ
حَتَّى وَجَدْتُ أَخِي سُؤْمَرَةَ
التَّوْبَةَ مَعَ ابْنِ خَدِيجَةَ الْأَنْصَارِ
لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ
أَنْفُسِكُمْ حَتَّى خَاتَمَهُ بَرَاءَةً
فَكَانَتْ الصُّحُفُ عِنْدَ ابْنِ بَكْرٍ
حَتَّى تَوَقَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ
حَتَّى تَوَقَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بَدَتْ
عُمَرَ - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا اللہ کی قسم
یہ کام نہیں ہے تو حضرت ابو بکر بار بار مجھ سے اس کام کے
بے رجوع فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے
سینے کو بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرت
ابو بکر اور حضرت عمر کے سینے کو کھولا تھا۔ تو میں نے قرآن پاک
کو تلاش کرنا شروع کیا میں اُسے کمزوروں کی شاخوں سے
سفید پتھروں کے اوپر سے اونٹوں کے شانوں پر سے اور
پلوں کی ہڈیوں پر سے اور مردوں کے سینوں میں سے اکٹھا
کیا۔ یہاں تک کہ میں نے سورہ قہر کے آخری حصے
کو حضرت ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا۔
سورہ قہر کا یہ آخری حصہ میں نے کسی اور کے پاس نہ
پایا۔ سورہ قہر کا آخری حصہ یہ ہے۔ تقدیر ماہم رسول من
انفسکم سے سورہ کے آخر تک تو قرآن پاک کے جمع شدہ
پہلے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس ہے۔ یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی۔ پھر حضرت عمر کی زندگی میں
اُن کے پاس ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی
حضرت حفصہ کے پاس ہے۔ (بخاری)

۱۔ آپ فقہائے صحابہ میں سے ہیں بلند مرتبہ فقیہ کاتبِ وحی اور علمِ ولایت کے بہت بڑے عالم تھے۔
۲۔ یعنی حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو بھیجا اور مجھے اپنے حضور
طلب فرمایا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جبکہ اہل یمامہ کا قتل واقع ہوا۔ وہ اہل یمامہ کے قتل کے موقع کی بات ہے
جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جھوٹا بنی سیلہ کتاب قتل ہوا جیسا کہ کتاب الزکاة
میں گزر چکا ہے۔ اس جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری صحابہ شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
عنہ کے بلنے پر اُن کی خدمت پر حاضر ہو گیا۔

۳۔ یعنی جنگ یمامہ کے دن قتل کا بازار خوب گرم ہوا اور بڑی تعداد میں لوگ مارے گئے اور قرآن کے بہت
سے حافظ شہید ہو گئے عرب لوگ سخت اور شکل کام کو گرم کام سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس جنگ میں کوئی

سات سو قاری شہید ہوئے تھے۔

۱۵ یعنی میں اس کام میں یہ مصلحت محسوس کرتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیں۔
۱۶ یعنی حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے فرمایا تو وہ کام کیسے کر سکتا ہے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کیا۔

۱۷ یعنی حضرت عمر نے فرمایا خدا کی قسم قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کرنا اچھا کام اور اچھی بدعت ہے۔ بہت ساری بدعتیں یعنی نئی چیزیں ایسی ہیں جو ضروری ہوتی ہیں۔ جیسے علم حرف و نحو کی تعلیم۔ بعض بدعتیں مستحب ہوتی ہیں جیسا کہ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں گزرا۔

۱۸ کہ اور حضرت عمر کی بات مجھے بڑی پسند آئی اور میں نے بھی خیر و مصلحت اُنہی چیزیں دیکھی ہیں جن میں حضرت عمر خیر و مصلحت دیکھ رہے تھے۔

۱۹ یا یہ کہ تراش میں بھول جائے اور اپنے پاس سے کوئی اور چیز لکھ ڈالے۔

۲۰ یعنی قرآن کو جمع کر کے جہاں سے بھی میسر پائے۔ یہاں حدیث میں لفظ تتبع آیا ہے جس کا معنی ہے کسی شے کو طلب کرنا اور اس کی تلاش کے پیچھے جانا۔

۲۱ یہاں حدیث میں لفظ کَلَفُوا آیا ہے جو تکلیف سے بنا ہے تکلیف کا معنی ہے کسی کو ایسا کام کرنے پر مجبور کرنا جو اس کے اندازہ طاقت سے باہر ہو اور جس میں شدید مشقت پائی جاتی ہو۔

۲۲ یہاں حدیث میں لفظ عَسَب عین کی پیش اور عین کی بھی پیش۔ یعنی کجور کی شاخیں۔ یہ عیب کی جمع ہے۔ یعنی کجور کی وہ شاخ جس کو ابھی پھل نہ لگا ہوا وہ شاخ جس سے پتے الگ کر دیے گئے ہوں۔ بعض نے اس لفظ کی کجور کے پھل سے تفسیر کی ہے۔

۲۳ یہاں حدیث میں لفظ لُخَاف آیا ہے لام کی زیر فا مخفف۔ یہ لُخَاف کی جمع ہے۔ یعنی چھوٹا سفید پتھر ایک روایت میں حال رقاع بھی آیا ہے۔ رقعہ کی جمع یعنی چٹے یا کاغذ کے ٹکڑے اور ایک روایت میں وقطع الایم بھی آیا ہے۔ یعنی چٹے کے ٹکڑے۔ اسی طرح ایک روایت میں الکتاب آیا ہے یعنی اونٹ یا بکری کے شانے اور ایک روایت میں حال ضلاع آیا ہے۔ یعنی جانوروں کے پہلو کی ہڈیاں۔ حسب ضرورت ان سب چیزوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دہانے میں قرآن پاک لکھا ہوا تھا۔

۲۴ یعنی اُن مردوں کے سینوں سے جو صحابہ میں سے قرآن پاک کے حافظ تھے۔ قرآن مجید کی اصل بنیاد اور قابل اعتماد بھی چیز تھی۔ کجوروں کی شاخوں سفید پتھروں وغیرہ پھر قرآن کا لکھا ہوا ہونا۔ مزید تاکید و توثیق کے لیے تھا یا وہ ہے کہ قرآن پاک متواتر اور یقینی روایات سے آیا ہے جب تک تمام صحابہ اتفاق و اجماع نہیں کرتے تھے کوئی آیت نہیں لکھی جاتی تھی

اور یہ جو فرمایا حتیٰ کہ میں نے سورہ توبہ کا آخری حصہ حضرت ابو خزیمہ انصاری (خاک کی پیش زاری آخری) تو اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے اس حصے کو اُن کے پاس لکھا ہوا پایا۔ کسی اور کے پاس محفوظ نہ پایا۔ اسی طرح وہ جو بعض روایتوں میں آیا ہے کہ صحابہ کرام اُس شخص سے قسم لیتے تھے جس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ پاتے تھے کہ یہ قرآن ہے۔ یاد و گواہ کرایے جلتے تھے تو اس سے مراد بھی بغرض احتیاط تحقیق و تاکید اور بالغہ مقصود ہے۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو گواہوں سے اُس کا حفظ و کتابت مراد ہے۔ علامہ سخاوی نے جلال القرام میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گواہ اگر گواہی دیتے تھے کہ مکمل ہوئی یہ تحریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکھی گئی تھی صرف حفظ پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔

بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ اُس سے چشم پوشی فرمائے کہ کتاب ہے کہ قرآن مجید بالقطع و یقین صحابہ کے ہاں معلوم و مشہور اور اپنے ماسوا سے ممتاز و الگ تھا اور تمام صحابہ کے نزدیک جمع علیہ تھا۔ قرآن پاک کی کوئی چیز اور کوئی آیت اُن کے نزدیک متشہبہ نہ تھی صرف اتنی بات تھی کہ بعض حضرات کے نزدیک کچھ آیتیں ایسی تھیں جو بعض دوسروں کے پاس نہ تھیں۔ مگر اُس کے قرآن ہونے کا کوئی بھی منکر نہ تھا۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ دوسروں کو اُس کی شناخت نہ ہو اس لیے حلف و شہادت کے ساتھ اُس کا قرآن ہونا ثابت کرتے تھے۔ ماشاء اللہ ایسی بات بالکل نہ تھی بلکہ صحابہ کرام قرآن پاک اپنی معجزانہ تالیف کی وجہ مشہور و ممتاز تھا۔ نظم و عبارت اور بالتحقیق اُس کے مشاہدہ سے جو کہ وہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تیس سال کے عرصے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُس کی تلاوت سنتے اور کرتے آرہے تھے۔ لہذا انہیں قرآن پاک کی کسی بھی آیت کے قرآن ہونے میں کسی بھی قسم کا شک و اشتباہ نہ تھا۔ پھر صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت اس کی حافظ بھی تھی۔ لہذا قرآن مجید ہر قسم کی طاوٹ سے محفوظ پاک تھا یہ تحقیقات اور تحقیقات تاکید اور مزید پختگی کے لیے تھیں جو کہ مضبوط اور قابل اعتماد چیز ہے۔ امام سیوطی حضرت عارف محاسبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن کی کتابت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کتابت کا حکم ارشاد فرماتے تھے صرف اتنی بات تھی کہ آپ کے زمانہ میں یہ قرآن پاک کاغذ کے مختلف ٹکڑوں وغیرہ اشیلہ میں منتشر خدمت میں تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ مختلف جگہوں سے اسے اکٹھا کر کے کتابی شکل میں یکجا کر دیا جائے اس کی مثال یہ ہے کہ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکان میں قرآن کے بکھرے ہوئے اوراق پڑے تھے جو صحابہ نے پائے تو انہوں نے اُن سب کو جمع کر دیا اور رشتہ انتظام و ترتیب میں پر دیا تاکہ اُن میں سے کوئی چیز گم نہ ہونے پائے۔

خطابی نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک قرآن کی شکل میں جمع نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو انتظار اور امید ہوتی تھی کہ شاید بعض احکام منسوخ ہو جائیں لہذا آپ قرآن کی آیتوں کی صرف تلاوت جاری رکھتے تھے۔ ایک کتاب کی شکل میں جمع نہیں فرماتے تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک سے نازل قرآن کا سلسلہ اختتام پذیر

ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کو الہام فرمایا کہ وہ اسے کتابی شکل میں جمع کریں تاکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا جو وعدہ صادق فرمایا تھا پورا ہو جائے۔ تو اس مبارک کام کی ابتداء حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی۔

جانتا چاہیے کہ سورتوں کی ترتیب اور آیات کو اپنی اپنی جگہ رکھنا وحی کے ذریعے ہوا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی واقعہ سے متعلق کوئی آیت لے کر جب آتے تھے تو کہتے تھے کہ اے کوفلان سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھا جائے اس بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کی ترتیب و جمع فعل متواتر کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع صحابہ سے قرآن پاک کی یہی ترتیب مروی اور منقول ہے۔ اس میں شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ لوح محفوظ میں بھی قرآن پاک اسی ترتیب سے لکھا ہوا موجود ہے وہاں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان دنیا پر قرآن پاک لاتے تھے پھر وہاں سے حسب واقعات و ضرورت سورتوں اور آیات کو لے کر نازل ہوتے تھے۔ نزول آیات کی ترتیب تلاوت کی ترتیب کے خلاف ہے۔ پھر حضرت جبرائیل ہر سال رمضان میں ایک بار تمام قرآن اسی ترتیب سے لاتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے درس و تکرار کی صورت میں پڑھتے تھے جس سال حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم سے رحلت فرمائی اُس سال دو بار آپ قرآن لے کر آئے اور حضور علیہ السلام کے سامنے درس و تکرار کی صورت میں اس کی تلاوت فرمائی۔ (رَأَيْتُ لِكَيْتَابٍ عَزِيزًا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنَ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ) ترجمہ: بے شک البتہ یہ عزت والی کتاب ہے باطل اس کے پاس نہیں آسکتا نہ اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ حکیم اور حمید ذات کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور جب حضرت زید ابن ثابت نے باتفاق صحابہ اس قرآن پاک کو متعدد صحیفوں میں جمع کر لیا تو پھر اسے رکھ دیا گیا۔ مگر مصحف میں جمع کرنے کا اتفاق میسر نہ آسکا۔

۱۲۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ایک مصحف میں جمع کیا اور اُس کے متعدد نسخے لکھوا کر اسلامی ممالک میں بھیجے جیسا کہ اُندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ فتح اُردنیہ کے سلسلے میں اہل شام سے جہاد کرنے گئے ہوئے تھے اسی طرح آپ اہل عراق سے علاقہ ادرجیمان کے لوگوں سے بھی جہاد کرنے گئے ہوئے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ
حَذِيفَةَ بْنَ الْيَمَانَ قَدِمَ عَلَى
عُثْمَانَ وَ كَانَ يُغَارِي أَهْلَ
الشَّامِ وَ فِي قَتْحٍ أَدْمِينِيَّةٍ وَ
أَذْرُ يَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِجَاقِ
فَنَافَزَا حَذِيفَةَ اخْتِلَا فُهُمُ فِي

الْفِرَآءَةِ فَقَالَ حَذِيفَةُ لِعُثْمَانَ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرَاكَ هَذِهِ
الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ تَيَخْتَلِفُوا فِي
الْكِتَابِ اخْتَلَفَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى
فَارْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ أَنْ
أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخَهَا
فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكَ
فَارْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ
فَأَمَرَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ
وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ
هِشَامٍ فَتَنَسَّخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ
وَقَالَ عُثْمَانُ لِلزَّهْلِ الْقُرَشِيِّينَ
الثَّلَاثِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَ
زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ
فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا
كَذَلِكَ يَلْسَانُهُمْ فَفَعَلُوا حَتَّى
إِذَا تَنَسَّخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ
رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ
وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أَقْبَى بِمُصْحَفٍ
مِمَّا تَنَسَّخُوا وَآمَرَ بِمَا سِوَاهُ
مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ
أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ قَالَ
ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ
ابْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّكَ سَمِعَ

کو لوگوں کے قرآن پاک کی قرات میں اختلافات سے
گجراہٹ لاحق ہوئی تو حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین اس امت کو نبھائیے
اس سے پہلے کمان میں کتاب اللہ کے اندر اختلافات پیدا ہو
جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں اختلافات پیدا ہوا تھا تو حضرت
عثمان نے حضرت حفصہ کی طرف کسی کو بھیجا کہ آپ تمام صحیفے
ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم انہیں مختلف معنوں میں لکھ
میں پھر آپ کے پاس سے لائے ہوئے صحیفے آپ کو
واپس کر دیں گے۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ نے وہ تمام
صحیفے یعنی اسحاق حضرت عثمان کے پاس بھیج دیے۔ پھر
حضرت عثمان نے حضرت زید ابن ثابت حضرت عبداللہ
بن زبیر حضرت سعید ابن عاص اور حضرت عبداللہ بن حارث
بن ہشام کو حکم دیا تو ان حضرات نے ان صحیفوں اور
اوراق کو قرآن پاک کے چند نسخوں کی شکل میں تحریر فرمایا
حضرت عثمان نے تین قرشی حضرات سے فرمایا جب
تم میں اور زید ابن ثابت میں قرآن کے بارے میں کسی
جگہ اختلاف واقع ہو تو اسے قریش کی زبان میں تحریر
کرنا کیونکہ قرآن پاک قریش کی زبان و لغت میں نازل
ہوا ہے۔ ان حضرات نے ایسا ہی کیا جب یہ حضرات
ان صحیفوں اور اوراق کو قرآن کے چند نسخوں کی شکل میں لکھ
چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ
کو واپس کر دیے اور ہر نسخہ جو انہوں نے لکھا تھا مختلف
اسلامی مقامات کی طرف بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے یہ بھی حکم
دیا کہ ان موجودہ مصنفوں کے علاوہ جہاں جہاں اور
جس میں چیز پر بھی قرآن پاک کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں،

زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ
اَيَّةً مِّنَ الْاَحْزَابِ حِيْنَ
نَسَخْنَا الْمَصْحَفَ فَذُكُنْتُ
اَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْتُهَا
فَوَجَدْتُهَا مَعَ خَزِيْمَةَ بِنْتِ
ثَابِتٍ اَلْاَنْصَارِيَّةِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَرَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
عَلَيْهِ فَاَلْحَقْتُهَا فِيْ مُسَوِّمَتِهَا
فِي الْمَصْحَفِ -

سب جلائی جائیں۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں مجھے علامہ بن زید
بن ثابت نے خبر دی کہ بے شک انہوں نے زید بن ثابت کو
سنا کہ وہ کہتے تھے کہ سورہ احزاب کی ایک آیت گم ہو گئی
جبکہ ہم قرآن پاک کا نسخہ لکھ رہے تھے حالانکہ میں وہ
آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا
تھا جب کہ آپ اُس آیت کو پڑھتے تھے ہم نے
وہ آیت تلاش کرنا شروع کی تو اُسے ہم نے حضرت خزیمہ
بن ثابت انصاریؒ کے پاس پایا اور اسے سورہ احزاب
میں قرآن پاک کے نسخے میں لکھ دیا۔

اسے بخاری نے روایت

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ ارمینیا آیا ہے ہنزہ کی ذبر۔ لاساکن۔ یم کی ذبر۔ پہلی یا ساکن۔ زن کی ذبر۔ دوسری یا مخف جیسا کہ
کتاب المغنی میں ہے۔ تانوس میں ہنزہ کی ذبر سے بیان کیا۔ کتاب جامع الاصول میں آیا ہے کہ ہنزہ کو تینوں حرکتوں ذبر، زیر
(ویش) سے پڑھا گیا ہے۔ دوسری یا کو شد سے پڑھنے کی بھی ایک روایت آئی ہے۔
۲۔ آذر بیجان۔ ہنزہ کی مد۔ فال کی ذبر۔ لاساکن۔ باکی زیر پھر یا ساکن۔ اس کے بعد جیم۔ اس کلمہ کے حرف با کو ذبر سے
بھی پڑھا گیا ہے۔

۳۔ آپ کی گجراتیٹ کی وجہ یہ تھی کہ لوگ قرآن کو مختلف اور متعدد لغتوں میں پڑھ رہے تھے۔ اور انہوں نے اس
میں وسعت پیدا کر رکھی تھی۔
۴۔ اور ان کی دستگیری کیجئے اس سے پہلے کہ امت میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں اختلاف
پیدا ہو۔

۵۔ کہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کئی طرح کی تبدیلیاں اور تحریضیں کرائی تھیں۔ علماء نے یہود و نصاریٰ کی
تبدیلیوں اور تحریضوں کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں کی حفاظت و نگہداشت خود ان کے ذمہ
لگائی تھی۔ جیسا کہ فرمایا ہما اشعظوا حیث یتکتاب اللہ (اس وجہ سے کہ کتاب اللہ کی حفاظت ان کے ذمہ لگائی گئی
تھی) تو وہ ان کی حفاظت نہ کر سکے۔ اور اس ذمہ داری کو محسوس نہ کیا اس لیے لا محالہ ان کی کتابوں میں جا بجا تبدیلیاں
اور تحریفات واقع ہو گئیں۔ اس کے برعکس قرآن مجید کی شان میں فرمایا۔ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِتُونَ۔ کہ بے شک ہم ہی

اس کی حفاظت کرنے والے ہیں غرض اللہ تعالیٰ خود اپنی اس آخری کتاب کا مافظہ نگہبان بن گیا۔ جس کی بدولت قرآن مجید میں کسی قسم کا فصل، اور تغیر و تبدل محال و ناممکن ہو گیا۔

۱۷ یعنی جو صحیفے اور اوراق آپ کے پاس ہیں، وہ میں بھیج دیں۔

۱۸ ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصار میں سے ہیں۔ باقی تین حضرات کمی اور خاندان قریش میں سے ہیں۔

۱۹ یعنی اگر لغات قرآن میں کسی جگہ تم میں اختلاف پیدا ہو۔

۲۰ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ قرآن مجید قریش کی لعنت و زبان اداان کے لہجہ میں نازل ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں التماس اور گزارش کرنے سے اس میں وسعت و گنجائش دی گئی۔ اور اس امر کی رخصت لی گئی کہ ہر شخص اپنی لغت و لہجہ میں پڑھ دے۔ اب امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باتفاق صحابہ کرام لوگوں کے اختلاف کے خطرہ کے تحت قریش کی لغت کے علاوہ باقی تمام لغات کو کالعدم قرار دے دیا اور صرف لغت قریش میں پڑھنے کی اجازت برقرار رکھی۔ قرآن کے لغت قریش میں نازل ہونے کا یہی معنی ہے۔

۲۱ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیا۔ اسلام کے علاقے میں ان مکے ہوئے قرآن کے نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔ یہاں حدیث میں لفظ افق آیا ہے۔ ہمزہ اور فاکا پوش سے بعض روایات میں فاکا جزم سے بھی آیا ہے بمعنی گوشہ اور جانب۔ یا افق سے آسمان کا کنارہ مراد ہے۔ جہاں سے ستارے طلوع کرتے اور غروب ہوتے ہیں جبکہ ہر علاقے اور شہر کے افق دکان سے مختلف ہیں۔ اس لیے انہیں آفاق و بلاد بھی کہتے ہیں۔

۲۲ یا انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف کر دیا جائے۔ تلف کردہ صحیفوں سے ظاہر اور معنی مراد یہ گئے ہیں جو کاتبوں کے مختلف ٹکڑوں اور مختلف شاخوں کے چٹکوں وغیرہ پر مکے ہوئے تھے۔ اس قسم کے جتنے بھی صحیفے اور متفرق اوراق تھے چاہے وہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہی تھے سب کے تلف کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ یہاں حدیث میں لفظ یفرق۔ ما اور خادوں روایتیں ہیں۔ ہر ممکنہ سے یہ اختلاف راوی کے شک کی وجہ سے ہو۔ تاہم حاکی روایت اکثر ہے۔ حدیث پاک کا ظاہر یہ ہے کہ جو کچھ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ وہ روپرا کرنے کے بعد اسے حضرت حفصہ کو واپس کر دیا۔ اور متفرق اوراق جلا دیے گئے۔ پھر اس امر میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو قرآن پاک کے نسخے لکھوا کر مختلف علاقوں میں بھیجے ان کی تعداد کیا تھی۔ شہور یہ ہے کہ پانچ نسخے تیار کر کے لکھے ابو دائد قواسم میں نے ابو ماتم سجستانی سے سنا وہ کہتے تھے کہ سات نسخے تیار کیے گئے جو مختلف علاقوں میں بھیجے گئے یعنی ایک نسخہ مکہ شریف ایک ملک شام ایک یمن ایک بحرین ایک بصرہ اس ایک کوفہ بھیجا گیا اس ایک نسخہ مدینہ پاک میں ہی محفوظ رکھا گیا۔

۱۲۔ یعنی ابن شہاب زہری نے مجھے بتایا کہ حضرت خارجہ جو کہ حضرت زید ابن ثابت کے بیٹے اور علمائے تابعین میں سے اپنے درجے کے عالم تھے نیز مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے۔
 ۱۳۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ گمشدگی اُس وقت واقع ہوئی تھی جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن پاک لکھا گیا تھا۔ یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن پاک کی لکھائی اور تیاری صحابہ کرام کے اتفاق سے ہوئی تھی۔ اگرچہ اُس کے لکھنے لکھانے کی ذمہ داری حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

۱۴۔ جو کہ صاحب شہادتین ہیں۔ وہ آیت یہ تھی۔ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ)۔
 ۱۵۔ یعنی ہم نے یہ آیت اُس سورت میں درج کر دی۔ اسی قسم کا کلام سورہ توبہ کی آیت کے بارے میں بھی گزر چکا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہم نے اس گمشدہ آیت کو تلاش کیا تو ہمیں یہ آیت حضرت غزیمہ رضی اللہ عنہ سے مل گئی۔ جیسا کہ گزشتہ بیان سے معلوم ہو چکا ہے۔

تنبیہ۔ علمائے کلام فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو تین بار جمع کیا گیا ایک تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ مگر وہ ایک قرآن کی شکل میں جمع نہ کیا گیا۔ بلکہ متفرق چیزوں پر لکھا گیا۔ دوسری مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جمع کیا گیا۔ حضرت عبد خیر جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ایک ہیں، سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ قرآن مجید جمع کرنے کے بارے میں اجرو ثواب کے لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم ترین شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمتیں نازل فرمائے آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی کتاب مبارک قرآن پاک کو یکجا کیا۔ پھر تیسری بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا تو انہوں نے قریش کی لغت میں قرآن پاک کے چند نسخے تیار کیے اور ہر علاقے کی طرف قرآن کا ایک نسخہ بھیجا۔ یہ کام ششم ہجری میں تکمیل کو پہنچا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ عثمان کے بارے میں خیر کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ خدا کی قسم انہوں نے نہ کیا جو کچھ کہ کیا مگر صحابہ کرام کی جماعت کے سامنے اور اُن کے اتفاق سے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ان قاریوں کی شان میں تم لوگ کیا کہتے ہو۔ یہ امر واقع ہے کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ بعض قاری کہہ رہے ہیں میری قراوت تیری قراوت سے بہتر ہے۔ نزدیک ہے یہ بات کفر میں شمار ہو جائے۔ ہم لوگوں نے کھائے عثمان پھر آپ کی اس بارے میں کیا لائے ہیں اور آپ کس چیز میں مصلحت دیکھتے ہیں آپ نے فرمایا میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ سب لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا جائے تاکہ اس میں کوئی انتشار یا اختلاف نہ رہے۔ ہم لوگوں نے کہا یہ اچھی بات ہے جو کچھ کہ آپ نے محسوس کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

عَلَى ذَلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَتَى يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ
تَنْزِيلُ عَلَيْهِ السُّورَةُ وَأَوَاتُ
الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ
شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ
يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا هَؤُلَاءِ
الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذَكِّرُ
فِيهَا كَذًا وَكَذَا فَإِذَا نَزَلَتْ
عَلَيْهِ الْآيَةُ فَيَقُولُ ضَعُوا
هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي
يُذَكِّرُ فِيهَا كَذًا وَكَذَا وَ
كَانَتْ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَّلِ
مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ
بِرَاءَةً مِنَ الْخِيَرِ الْقُرْآنِ نَزُولًا
وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا
فَقِصَصَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا
مِثْلُهَا فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَرَأْتُ
بَيْنَهُمَا لَمْ أَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ
اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَرَضَعْتُهَا
فِي السَّبْعِ الطُّوْلِ.

(تأليف أحمد الترمذي وأبو داود)

۱۷ یعنی سورۃ انفال اُن سات لمبی صورتوں میں سے جنہیں پڑھا جاتا ہے۔

تم نے سورہ انفال یا توبہ کی سات لمبی سورتوں میں رکھ دیا
 ہے ایسا کرنے پر کس چیز نے آپ کا مادہ کیا حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے
 جواب میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا وقت
 بھی آتا تھا کہ آپ پر ایسی سورتیں نازل ہوتی تھیں جن میں
 بہت سی آیتیں ہوتی تھیں جب آپ پر کوئی آیت نازل
 ہوتی تھی تو آپ بعض ایسے لوگوں کو بلاتے تھے جو کھانا جانتے
 تھے آپ انہیں فرماتے کہ ان آیتوں کو اُسی سورت میں
 رکھو جس میں ایسا ایسا ذکر آیا ہے جب آپ پر کوئی
 آیت نازل ہوتی تھی آپ فرماتے تھے کہ اس آیت کو
 فلاں سورت میں رکھو جس میں یہ ذکر آیا ہے۔ اور
 سورہ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو سب سے
 پہلے مینہ پاک میں نازل ہوئیں۔ اور سورہ براءۃ (توبہ)
 نزول کے لحاظ سے قرآن کی آخری سورت ہے۔
 سورہ انفال اور سورہ براءۃ دونوں کے مضامین آپس
 میں ملتے جلتے تھے اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم دنیا سے اٹھائے گئے اور آپ نے اس امر کی
 وضاحت نہ فرمائی کہ سورہ انفال سورہ براءۃ میں سے
 ہے یا اُن سے علیحدہ ہے تو مضامین کی مطابقت
 کی بنا پر دونوں کو ملا دیا گیا اور دونوں کے درمیان
 میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر لکھی اور میں نے
 ان دونوں کو سات لمبی سورتوں میں رکھ دیا۔

ابے احمد ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

۲۵ یہاں حدیث میں لفظ میں آیا ہے جو بابتہ کی جمع ہے معنی سورہ یہ ان سورتوں کا نام ہے جو کہ سورہ فاتحہ کے بعد آتی ہیں چونکہ یہ سورتیں سورے زیادہ یا سورے کے قریب آتوں پر مشتمل ہیں۔ لہذا ان کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ کئی سورہ آیتوں والی سورتوں کے بعد وہ سورتیں ہیں جنہیں قرآنی کہتے ہیں۔ یہ وہ سورتیں ہیں جن کی آیتیں سورے کم ہیں۔ تو گویا قرآنی سورتیں کئی آیتوں والی سورتوں کے تابع ہیں اور کئی سودالی سورتیں ان سے پہلے ہیں۔ یا ان سورتوں کو کمر اور بار بار پڑھا جاتا ہے اور یہ کئی سورتوں والی سورتوں سے زیادہ ہیں پھر قرآنی کے بعد مفصل سورتیں ہیں۔ قرآنی سورتوں کی تعلیم اودان کے اسما و علماء نے ایسے ہی بیان فرمائے ہیں جیسا کہ امام سیوطی نے اپنی تفسیر الاتقان میں بیان فرمایا ہے پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے سورہ انفال کو مثانی میں داخل فرمایا ہے جو کہ سات لمبی سورتوں کا نام ہے اور سورہ برادہ کو ان سورتوں میں سے شمار کیا ہے جو کئی سورتوں پر مشتمل ہیں۔ حالانکہ سورہ انفال سورہ برادہ سے چھوٹی ہے اور اگر تم نے سورہ انفال کو انہی سورتوں میں سے شمار کر لیا ہے تو ان سورتوں کے درمیان تم نے بسم اللہ شریف نہیں لکھی۔

۳۵ یہاں حدیث میں لفظ ذالک آیا ہے بعض نسخوں میں ذالکم آیا ہے۔ تو گویا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دو سوال کیے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دو سورتوں کے بارے میں یہ شبہ موجود ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سورت ہیں اس حیثیت سے سورہ انفال کو سات لمبی سورتوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اور اس بنا پر درمیان میں بسم اللہ شریف نہ لکھنا بھی درست ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں دو سورتیں ہیں اس بنا پر دونوں کے درمیان ہم نے فاصلہ بھی چھوڑ دیا۔

۴۵ یعنی وحی اور سورتوں کو کہتے تھے جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۵۵ بظاہر یہ دو فقرے مکرر دیکھائی دیتے ہیں دونوں میں کوئی لفظ معلوم نہیں ہوتا ہاں انما فرق محسوس ہوتا ہے کہ پہلے فقرے میں لفظ آیات آیا ہے۔ دوسرے میں لفظ آیت۔ مقصود دونوں سے تقریر و تاکید ہے۔

۶۵ کیوں کہ اس میں غزوہ بدر کا ذکر ہے۔

۷۵ کہ اس میں منافقین کی ذلت و غاری کا ذکر ہے نیز اس میں مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے بھی روکا گیا ہے۔

۸۵ کیوں کہ دونوں سورتوں میں دین کی بلندی و شریکین و منافقین کی ذلت و غاری کا ذکر ہے۔

۹۵ لیکن دونوں کے متحرکات متعدد ہونے کے احتمال اشتباہ کی بنا پر ہم نے دونوں میں فاصلہ چھوڑ دیا مگر اس فاصلے کا یہاں صریحاً ذکر نہیں کیا کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سوال دو سورتوں کے بارے میں اور ان کے درمیان بسم اللہ شریف نہ لکھنے سے متعلق تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سوال یہی ہو اور آپ کا قول کہ وہ مثانی میں سے ہے اور برادہ کئی سودالی سورتوں میں سے ہے۔ مطلب کو قریب کرنے کے لیے ہو یا وہ واقعہ کا بیان ہو کہ تقدیم و تاخیر سے

متعلق سوال ہو اس میں غور کرو۔

نہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے فضائل قرآن کا بیان تکمیل کو پہنچا۔ اس کے متصل بعد باب کتاب الدعوات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

کتاب الدعوات

دعاؤں کا باب

واضح ہو کہ قرآن و حدیث میں دعا کرنے کا حکم آیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم جو انبیاء و ائمہ کے لیے ہے۔ لازمی حکم نہیں ہے مگر نزول بلایا خوف کے وقت دعا کرنا انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین جہم اللہ جمیعین کی سنت اور ان سے منقول و ماثور ہے اور دعا سے خاموشی اختیار کرنا، اللہ کے علم اور اس کی تقدیر پر اکتفا کرنا بھی آیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کا قول مبارک صبی من سوالی علمہ بحالی۔ یعنی میرے سوال کرنے سے اُس کا علم میرے مال کے لیے کافی ہے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے یہ کلمات حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اُس وقت کہے جب کہ کافراپ کو آگ میں ڈالنے کے تو حضرت جبرائیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا آپ خلع سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اس مصیبت سے بچائے آپ نے اُس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ کا میرے مال کو جاننا میرے لیے سوال کرنے سے کافی ہے۔

حضرت شیخ ابن عطاء اللہ مکندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف کتاب الحکم میں فرماتے ہیں کہ لبا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی رہنمائی فرماتا ہے تو وہ ذات الہی کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اُس سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے بلکہ قسمت پر اعتماد کرتے اور سوال کرنے کے بجائے اُس کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ امام ابوالقاسم شیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ دعا افضل ہے یا سکوت و رضا بہتر ہے بعض کہتے ہیں افضل دعا کیونکہ اپنی حد ذات میں عبادت ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء مع العبادۃ۔ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے لہذا دعا نہ کرنے کی بجائے کرنا بہتر ہے کیونکہ اس حدیث کے مطابق یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ دعا کرنا خدا کا حق ہے آگے اُسے قبول نہ کرنا اُس کی مرضی ہے اللہ بندہ کی حاجت دعا کے نہ قبول ہونے کی بنا پر پوری نہیں ہوتی تو بھی دعا کے ذریعے بندہ اپنے پروردگار کا حق ادا کرنے میں مصروف ہوتا ہے کیونکہ اپنی حاجی کا اظہار اپنے بندہ ہونے کی بہترین صورت کا اظہار ہے۔ حضرت ابو حازم امرج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”دعا سے محروم ہونا (دعا نہ کرنا) میرے نزدیک دعا قبول نہ ہونے سے بھی زیادہ سخت ہے۔“ ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اتم و اکمل پر اعتماد کرتے ہوئے سکوت و گنہامی اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اور حق عزوجل کی تقدیر پر راضی رہنا اور دعا نہ کرنا اولیٰ و افضل ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جو کچھ بندے کے لیے ازل میں فیصلہ ہو چکا ہے اس پر راضی رہنا زیادہ بہتر ہے۔ بجائے اس کے کہ انسان اپنے وقت وصال کو دیکھ کر گھبرا جائے اور اللہ تعالیٰ سے تکرار شروع کر دے“

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جسے میرے ذکر نے میرے آگے دعا کرنے سے روکا میں اس کو اس سے بہتر اور زیادہ دیتا ہوں جو میں مانگنے اور دعا کرنے والوں کو دیتا ہوں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ زبان سے صاحب دعا ہو اور دل سے صاحب رضا کہ اپنے لیے دونوں مانتیں جمع کرے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہتر یہ ہے کہ کہا جائے اوقات و حالات مختلف ہوتے ہیں بعض اوقات خاموشی سے دعا بہتر ہوتی ہے اور ادب بھی اسی میں ہوتا ہے۔ بعض حالات میں دعا کی نسبت خاموشی افضل ہوتی ہے اور وہی ادب ہوتا ہے اور یہ چیز وقت کے مطابق پہچانی جاتی ہے کیونکہ آنے والے وقت کا علم اسی وقت میں حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر اپنے دل میں دعا کرنے کا اشارہ پائے تو دعا افضل ہے اور خاموشی رہنے کا اشارہ پائے تو خاموشی بہتر ہے۔ حضرت قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ کہا جائے کہ بندے کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کے شہود حضور سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو اور نہ اسے بھولے دعا کے وقت بھی اس کی یہی حالت ہونی چاہیے تو چاہیے کہ اپنے حال پر نگاہ ڈالے اگر یہ محسوس کرے کہ دعا میرے اندر کشادگی اور زیادہ قرب کا باعث بن رہی ہے تو چاہیے کہ اپنے حال پر نگاہ ڈالے اگر دل کی طرف رجوع کرنے سے یوں محسوس کرے کہ دعا کرنے سے طبیعت میں ٹانٹ اندنگی محسوس ہو رہی ہے تو پھر ایسے وقت میں دعا نہ کرنا بہتر ہے اور اگر دل میں نہ کشادگی پائے نہ تنگی تو ایسی حالت میں دعا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح اگر کسی وقت عظیم کا غلبہ ہو تو دعا افضل ہے کیونکہ دعا عبادت ہے اور اگر کسی وقت دل پر معرفت اور علی کا غلبہ ہو تو خاموشی بہتر ہے یہ بھی صحیح ہے کہ یوں کہا جائے کہ جس چیز میں کسی مسلمان کا یا خدا کا حق ہو اس میں دعا افضل ہے اور جس چیز میں نفس کا حصہ ہو اس سے خاموشی بہتر ہے۔ حدیث میں آیا ہے بندہ دعا کرتا ہے اور خدا نے تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل سے فرماتا ہے اس کی دعا کی قبولیت میں دیر کرا اور اس کی حالت میں توقف کر کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے بندے کی آواز سنتا رہوں اور کبھی ایک بندہ دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا دشمن جان رہا ہوتا ہے تو خدا نے تعالیٰ جبرائیل سے فرماتا ہے اس کی حاجت جلد پوری کر کیونکہ میں اس کی آواز سنتا نہیں پاتا۔ امام قشیری کا کلام ختم ہوا۔

واضح ہو کہ رسالہ تسلیۃ المعائب میں دعا کے کرنے یا نہ کرنے اور اس کے موقع و محل کے بارے میں کلام طویل

اسے یہ رسالہ حضرت شیخ عبدالحق محدث مولف اشعۃ اللمعات رحمۃ اللہ علیہ کا تالیف کردہ رسالہ ہے جو حضرت شیخ قدس سرہ کی کتابت میں موجود ہے۔ مترجم غفر اللہ تعالیٰ عنہ۔

مادی اور کالی کر دیا ہے تفصیل دیکھنی ہو تو وہاں سے دیکھ لی جائے۔ دعا کی دوسری شرائط آداب اوقات اور قبولیت کی باتیں اس باب میں واقع احادیث کی شرح کے ضمن میں معلوم ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِ اخْتَبَأَتْ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ سَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ مَقَرٍّ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ نَبِيًّا. (رواه مسلم و الترمذي و البخاري و أحمد و غيره)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ تو ہر نبی نے دعا کرنے میں جلدی کی اور بے شک میں نے چیلے رکھا ہے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے۔ تو وہ دعا انشاء اللہ تعالیٰ پہنچ کر قبول ہو کر رہے گی۔ ہر اُس شخص کے لیے جو میری امت میں سے مرے گا اس حالت میں کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کیا ہوگا۔ یعنی جس کی موت ایمان پر واقع ہوئی ہوگی۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور بخاری کے الفاظ مسلم کے الفاظ سے مختصر ہیں۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت اسی طرح جاری ہے کہ وہ اپنی امت کے حق میں ہر پیغمبر کو دعا کرنے کی اجازت دیتا ہے یا اُن کے خلاف دعا کرنے کو کہتا ہے جسے وہ ضرور قبول فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی ہر نبی نے دنیا میں ہی اُس کی قبولیت کو پایا۔

۳۔ یعنی جو دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا۔ اگرچہ گناہ گار ہی ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی باقی دعائیں، بعض کہتے ہیں وہ بھی سب کی سب قبول ہوتی ہیں۔ مگر یہ حتمی بات نہیں ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی امت کے لیے تین چیزیں مانگی جن میں سے دو چیزیں مجھے عطا کر دی گئیں اور ایک سے روک دیا گیا جیسا کہ اُنندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ یعنی اس حدیث کو ان الفاظ سے مسلم نے روایت کیا۔ بخاری نے ان سے مختصر تر الفاظ میں یہ حدیث روایت کی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِ اخْتَبَأَتْ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ سَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ مَقَرٍّ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ نَبِيًّا. (رواه مسلم و الترمذي و البخاري و أحمد و غيره)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَّخَذْتُ عِنْدَكَ
 عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاَتَمَّا
 اَنَا بَشَرٌ فَاقْبَلْ اَلْمُؤْمِنِيْنَ اَذِيَّتَهُ
 شَتَمَتُهُ لَعْنَتُهُ جَلَدَتْهُ فَاجْعَلْهَا
 لَهٗ صَلَوةً وَ زَكَاةً وَ قُرْبَةً
 تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ یَوْمَ الْقِيَمَةِ
 (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ بے شک
 میں نے تجھ سے ایک وعدہ لے رکھا ہے جس کی تو ہرگز
 مجھ سے خلاف ورزی نہ کرے گا مگر واقع یہ ہے کہ بیشک
 میں بشر ہوں تو ایمان والوں میں سے جیسے بھی مجھے تکلیف
 پہنچے اس کے بارے میں میری زبان پر گالی آجائے یا میں کسی
 کو لعنت کروں یا اسے کوڑے لگاؤں تو میری ان تمام چیزوں
 کو اس کے لیے رحمت و پاکیزگی اور اپنی درگاہ میں قرب
 کا ذریعہ بنانا اور اسے قیامت کے دن اپنے قرب میں
 جگہ دینا دعا کا رسم

۱۔ اس سے مقصود دعا کی قبولیت اور اس کی تاکید مقصود ہے اور اپنی امید کو نمایاں کرنا ہے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کا خدا کے ساتھ ایسا عہد ہو چکا ہے جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایسا وعدہ فرمایا ہے جس کی اللہ تعالیٰ ہرگز
 خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

۲۔ کہ مجھے بھی کبھی کبھی بہ قاضائے بشریت غصہ آجاتا ہے اور بشریت کے تقاضے جن کا کچھ حصہ میرے اندر باقی رکھا
 گیا ہے ان میں مصتقیں ہیں جن کی بنا پر مجھے غصہ آجاتا ہے۔
 ۳۔ یہاں حدیث میں لفظ جَلَدْتُ آیا ہے جو جلد سے نکلا ہے جس کا معنی ہے انسان کے چمڑے پر کوڑے لگانا۔
 ۴۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت مرحومہ پر کمال شفقت و مہربانی ہے جو آپ سے عمل کرنے والوں
 پر بھی فرماتے ہیں۔ اس سے افلازہ کرنا چاہیے کہ اُمت کے نیکو کار لوگوں پر حضور علیہ السلام کی شفقت و مہربانی کس قدر
 زیادہ ہوگی۔ مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اذیت دینے کے متقی ہیں اور جو متقی نہیں سب پر میری کمال شفقت و مہربانی ہے۔ یہ
 مفہوم رحمت اور رافت کے باب میں بہت ہی مکمل اور بلیغ ہے یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جو اذیت
 پہنچنے کے متقی نہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
 اِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا یَقُلْ
 اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ
 اَرْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ اَرْحَمْنِيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
 تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ اے اللہ
 اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے۔ اگر تو چاہتا ہے تو
 مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہتا ہے تو مجھے رزق عطا کر۔

إِنْ شِئْتَ وَ لِيَعْزِمَ قَسْطَكَ
إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا
مُكْرَهَ لَهُ.

بلکہ اپنی طلب و سوال میں یقین کو بروئے کار لائے یعنی میرا
یقین ہے کہ تو میری ان دعاؤں کو قبول کرے گا۔ بے شک
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اسے کوئی مجبور نہیں

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) کر سکتا۔ (بخاری)

۱۔ یعنی دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے طلب کرنے میں شک و تردد نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چاہت
کے ساتھ متعلق نہ کرے۔

۲۔ یعنی طلب و سوال میں یقین کو کام میں لائے۔ یہاں حدیث میں لفظ یُعْزِمُ آیا ہے۔ لغت کی مشور کتاب صراح میں ہے
کہ یُعْزِمُ عَزَمَ اور عزیمت سے بنتا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا ارادہ کرنا اور دل کو اس چیز پر رکھ دینا۔ تاہم اس میں ہے عزم بمعنی
ارادہ فعل اور یقین سے کسی کام کا کرنا۔ اور اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ یاد رہے یہاں حدیث میں لفظ مکرہ آیا ہے جو اکراہ سے
بنتا ہے جس کا معنی ہے کہ کسی کو اس کی چاہت و مرضی کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرنا یعنی تمہیں چاہیے کہ تم یقین اور پختہ ارادے
سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جو چاہے کرے تمہیں کوئی ضرورت نہیں کہ اپنی دعائیں اللہ کے چاہنے
کا ذکر کرو کیونکہ دعائیں اس کے چاہنے کا ذکر ہیں و فاعول ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبولیت کے وعدے کو پورا
کرتا ہے۔ لہذا بندے کو چاہیے کہ قبولیت دعا پر یقین رکھے۔ در یقین سے اپنے سینے کو کشادہ کرے اور دل کو یقین کی روشنی
سے نور و روشن کرے کیونکہ یقین نور ہے اور شک در ذلالت و تاریکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے اللہ اگر تو چاہتا ہے
تو مجھے بخش بلکہ یقین اور پوری رغبت سے دعا کرے۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی چیز بھی بھاری اور بڑی نہیں ہے
جو وہ اپنے بندے کو دینا چاہتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَعْزِلُ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ
وَلَكِنْ لِيَعْزِمَ وَ لِيَعْظِمَ الرَّغْبَةُ
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَظَّمُ شَيْءٌ
أَعْطَاهُ.

اسے مسلم نے روایت

کیا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ یعنی چاہیے کہ اپنی خواہش و ہمت کو دعا کے وقت مضبوط اور قوی رکھے۔

۲۔ تو چاہیے کہ رغبت زیادہ ہو اور اس کا مطلوب و مقصود بھی عظیم ہو بندہ کو چاہیے کہ مطالب عظیمہ کے طلب کرنے
میں اپنی ہمت کو تازہ نہ کرے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ
لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِلَهِمْ أَوْ
قَطِيعَةٍ رَحِمَ مَا لَمْ يَسْتَعِجِلْ
قَبْلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَا يَسْتَعِجَلُ
قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ وَفَدْتُ
دَعَوْتُ فَلَمْ آءِ يُسْتَجَابْ لِي
فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَلِكَ وَ يَدْعُ
الدُّعَاءَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کی دعا قبول کر لی
جاتی ہے جب کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ
کرے۔ اور اس میں جلد قبول ہونے کی خواہش نہ کرے
عرض کیا گیا یا رسول اللہ جلدی کرنے کا کیا مطلب ہے
فرمایا کہ مثلاً بندہ یوں کہے بے شک میں نے دعا کی۔
بیشک میں نے دعا کی میں نے نہیں دیکھا کہ میری وہ دعا
قبول ہوئی ہو۔ تو بندہ اس طرح کہنے کے بعد تھک جاتا
ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

(دَوَا کا مُسْلِم)

(مسلم)

۱۔ مثلاً یوں کہ یا اللہ مجھے فلاں گناہ کی عادت دے اور قطع رحمی کی مثال یہ ہے کہ کوئی بندہ فلاں سے یوں دعا کرے کہ
یا اللہ مجھے فلاں رشتہ دار سے بےزار کر دے اور میرا تعلق اُس سے کاٹ دے کہ ان چیزوں میں بندے کی دعا قبول نہیں ہوتی
کیونکہ اس میں بندے کا نقصان ہے۔ ان کے علاوہ جائز کاموں میں بندے کی دعا البتہ قبول ہوتی ہے۔
۲۔ یعنی کہ مجھے میرا مدعا جلد حاصل ہو۔

۳۔ یعنی میں نے کمر اور بار بار دعا کی ہے مگر میں نے اپنی دعا کی قبولیت کا کوئی نشان نہیں دیکھا۔
۴۔ یہاں حدیث میں لفظ تسحر آیا ہے جو استحار سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے کہ کسی کام کے کرنے سے بندے کا
بلول ہونا اور تھک جانا۔

حضرت شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الحکم میں فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ چاہیے کہ
اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کے وقت قبولیت میں دیر ہونے اور دعا مانگنے پر جلد نہ ملنے سے تجھ میں مایوسی اور نا اُمیدی
نہ پیدا ہو۔ کیونکہ اللہ عزوجل اُس چیز کے لیے تیری دعا قبول کرنے میں تیرا ضامن بن چکا ہے جو اُس نے تیرے لیے اختیار
کیا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تو اپنے لیے کسی چیز کا اختیار کرے۔ یہاں شیخ عطاء اللہ کا قول کہ اللہ تعالیٰ سے بار بار
اور پٹ پٹ کر دعا کرنا دونوں طرف سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ مثلاً تو کہہ کہ میں نے بار بار دعا کی ہے اور اللہ
تعالیٰ کے حضور اس کی بارگاہ سے گیا پٹ کر میں نے اُس سے اپنا مدعا طلب کیا ہے مگر افسوس کہ میری دعا قبول نہیں
ہوئی پھر حضرت شیخ موصوف فرماتے ہیں جبکہ دعائیں تجھے دوام اور جھینگہی حاصل ہے تو قبولیت دعا کے لیے تجھے کوئی
غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تیرا مقصود حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہی دعا اور تفرغ و نزاری عا سے اصل مقصود ہے۔ دعا

کا قبول ہو جانا تو نفس کا حصہ ہے۔

بعض عارفین فرماتے ہیں دعا کا فائدہ اپنی محتاجی اور بے بسی کا اظہار ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جو چاہے کرے حضرت سیدی احمد بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کتاب الحکم کی شرح میں فرماتے ہیں دعا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے جو نزول بلا یا خوف کے وقت بندے کے دل سے اُگرتی ہے جس طرح نماز اپنے وقت سے ملی ہوتی ہے اور دعا پر قبولیت کا مرتب ہونا اس طرح ہے جس طرح نماز پر ثواب کا مرتب ہونا۔ اس ثواب کا تعین یا کیفیت کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب بھی دعا کرتا ہے تو اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور حاصل ہوتی ہے یا اس کا مطلوب اس جہاں میں اُسے جلدی مل جاتا ہے یا اُسے اُس کے لیے آخرت کے جہاں میں ذخیرہ بنا دیتا ہے یا اُس دعا کی برکت سے کسی اور تکلیف و برائی کو اُس سے دور کر دیتا ہے یا ایسی ہی کوئی اور چیز دعا کے عوض اُسے دے دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ دعا کی قبولیت ہر صورت ہوتی ہے یہ قبولیت اس بات میں منحصر نہیں ہے کہ بندہ کا عین مقصود حاصل ہو یا وقت معین میں حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ جو کیا ہے کہ میں دعا قبول کرتا ہوں تو اس سے مطلق قبولیت دعا مل رہی ہے یہ مراد نہیں کہ بندہ جو چیز مانگ رہا ہوتا ہے وہی اُس کو مل جائے یا اُنسی وقت اُسے مل جائے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کی دعا کو اپنی پسندیدگی کی طرف سے جانا بندے کی پسندیدگی کو اختیار نہ کرنا درحقیقت بندے پر اللہ تعالیٰ کا عین لطف و کرم اور اُس کے حال کی بہتری کے لیے ہے کیونکہ بندہ جاہل اور بے خبر ہے وہ بسا اوقات شر کو اپنے لیے غیر تصور کرتا ہے۔ در

بس دعا باکان زبان است و وبال اذکرم می نشود شان ذوالجمال

ترجمہ۔ بہت سی دعائیں بندے کے لیے درحقیقت نقصان و وبال ہوتی ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم کی بناء پر اُن دعاؤں کو قبول نہیں کرتا۔

پھر اس وجہ سے بھی بسا اوقات اللہ تعالیٰ بندے کی دعا قبول نہیں کرتا تاکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی ہیبت اور احکام عبودیت کی تکمیل بندے پر ظاہر فرمانا مقصود ہوتا ہے تاکہ بندہ نگاہ رکھنے سے بے خوف نہ ہو جائے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت کو ملاحظہ کرتا اور دعا کی عدم قبولیت کے باعث اپنی بے بسی محسوس کرتا ہے تو مزید صدق و اخلاص کی کوشش کرتا ہے اور اپنی بے بسی اور پریشانی ملاحظہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کیفیت سے اس لیے دوچار کرتا ہے تاکہ اُسے ہمیشہ اپنی نزدیک کی چٹائی پر بٹھائے رکھے۔ اور اس کام میں لگائے رکھے کہ وہ اُس کے دروازہ قرب و محبت کو کھٹکھٹاتا رہے کہ فی الحقیقت دعا کا اصل فائدہ یہی ہے۔ مثنوی۔

ایچ نمود از دعا مطلوب شان جز سخن گفتن بان شیریں دہاں

دل ز حرص دعا خالی شدہ ذوق عجز و بندگی خالی شدہ

گرا جابت کر دشان فهو المراد ورنہ با دیدار نقد آیند شاد
در کند دلذت آن بیشتر بہر تقریب سخن بار و گر
۱، اُن کا مطلوب و مقصود دعا کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ اُس شیعوں دہن محبوب سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

(۲) اُن کا دل مقصود کی حرص سے خالی ہوتا ہے اور اُن کا ذوق عجز و بندگی بھی ہر خواہش سے خالی ہوتا ہے۔
(۳) اگر اُن کا محبوب اُن کی دعا قبول کر لیتا ہے تو اُن کی یہی مراد ہوتی ہے۔ ورنہ دولت دیدار سے ہی وہ خوش ہوتے ہیں۔

(۴) اور اگر وہ اُن کی دعا رد کر دیتا ہے تو اُس میں انہیں بہت لذت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے لذت زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ انہیں دوبارہ باتیں کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ
لَا يَخِيئُهُ يَظْهَرُ الْغَيْبُ مُسْتَجَابَةً
عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكَ مُوَكَّلٌ
كَلَّمَاهُ دَعَا لَخِيئِهِ يَخْبِرُ قَالَ
الْمَلَكَ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِينَ
وَلَكَ بِمِثْلِ -

حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بندہ مسلم کی دعا اپنے بھائی کے لیے اُس کے پس
پشت قبول ہوتی ہے اُس کے سر کے پاس ایک
فرشتہ موجود ہوتا ہے کہ جب بھی وہ بندہ اپنے بھائی
کے لیے دعا کرتا ہے وہ فرشتہ اُس پر آمین کہتا ہے
اور یہ بھی کہتا ہے کہ تجھے بھی اُس کی مثل عطا
ہو۔

(مسلم)

(رواہ مسلم)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ وک کہ پیش کیاں لفظ مثل پر حرف باننا مذکور ہے اور لفظ مثل میم کی زیر سے بھی ایک روایت ہے
بہر صورت حدیث میں لفظ مثل پر ترمین ہے۔ بعض روایتوں میں بِمِثْلِهِ یعنی یا امدعا کے ساتھ لفظ ثنیہ کی صورت میں ایک
روایت ہے۔ یعنی اے دعا کرنے والے تجھے اپنے بھائی کی نسبت دو حصے عطا ہوں۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ
وَلَا تَدْعُوا عَلَى آوَلَا دِكُمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ
کے لیے بد دعا نہ کرو۔ اور نہ اپنی اولاد کے لیے اور نہ
اپنے مال کے لیے کیونکہ تمہاری دعا کی موافقت اگر

وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ
لَا تَوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً
يَسْأَلُ فِيهَا عِطَاءً فَيَسْتَجِيبُ
لَكُمْ - (رواہ مہلب)

وَذَكَرَ حَدِيثُ بِنِ عَبَّاسٍ إِتَى
دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فِي كِتَابِ الزَّكَاةِ.

اُس گھڑی سے ہو گئی جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور
کسی کو کوئی چیز عطا کرنا ہے تو تمہاری وہ بددعا بھی قبول
ہو جائے گی۔ اسے سلم نے روایت کیا
اسے سلم نے روایت کیا۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث جس کے ادل میں
یہ لفظ ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔ کتاب الزکوٰۃ میں
مذکور ہے۔

۱۔ یعنی دن رات میں ایک گھڑی ایسی بھی ہے کہ بندے اُس میں جو دُعا کرتے ہیں قبول ہو جاتی ہے تو تمہیں چاہیے
کہ اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے اور اپنے مال کے لیے کسی وقت بھی بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ بددعا اُس گھڑی
میں ہو رہی ہو اور وہ قبول ہو جائے پھر تمہیں اُس پر ندامت اور پشیمانی ہو۔ یہ ممانعت دراصل اُن نادان لوگوں کے لیے ہے جو
غصے کے وقت بددعا میں کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اچھا نہیں بلکہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔
۲۔ یعنی ابن عباسؓ کی حدیث جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔ کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہے
اور کتاب معایج میں یہاں مذکور ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ هُوَ
الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّكُمْ
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ -

(رواہ أحمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ
داؤد والنسائی وابن ماجہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا
ہی عبادت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَقَالَ
رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ میرے حضور
دعا کرو کہ میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں۔

اسے احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ
نے روایت کیا۔

۱۔ نعمان۔ لون کی پیش عین ساکن۔ بشیر یا کی زبر شین کی زبر۔ آپ چھوٹی عمر کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت آپ آٹھ سال کے تھے۔

۲۔ یعنی دعا کرنا عبادت ہے۔ بلکہ بطور مخالفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے اور دعا

ہی کو عبادت کا نام دینا چاہیے۔ کہ دعا کے وقت بندے کی تمام تر توجہ جناب حق کی طرف ہوتی ہے اور اسوائے حق ہر چیز سے اُس نے منہ پھیر لیا ہوتا ہے۔ اُس وقت کسی اور سے بندے کی امید وابستہ نہیں ہوتی اور نہ ہی خدا سے تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے ڈر رہا ہوتا ہے پھر دعا کے اندر چند چیزیں خصوصی طور پر پائی جاتی ہیں جیسے اخلاص، خدا سے تعالیٰ کا صبر و شکر، اُس کے حضور دست گدائی و راز کرنا، اُس کی توحید پر یقین و ایمان، اُس کی ذات برحق کے حضور شوق و رغبت کا اظہار، اُس سے مناجات، اُس کے سامنے تضرع و تذلل، اُس سے طلبِ مدد اور اس کے حضور اپنی فریاد پیش کرنا، کیونکہ دعا ان تمام چیزوں کی جامع ہے اس لیے اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ دعا ہی دراصل عبادت ہے۔

۳۷ اس سے معلوم ہوا کہ دعا ان چیزوں میں سے ہے جن کا حکم دیا گیا ہے اور اُس پر اجر و ثواب بھی مرتب ہوتا ہے تو جو چیز اس نوعیت کی ہو بلاشبہ عبادت ہے۔ پھر اس آیت کے آخر میں جو الفاظ آئے ہیں وہ بھی اس امر کی دلیل ہیں کہ دعا عبادت ہے۔ آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں (ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین) بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذیلِ ہزار حالت میں۔ یہاں عبادت سے دعا مراد ہے پھر اس آیت میں واقع ڈانٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعا کرنا واجب و ضروری ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعا کرنا واجب نہیں بلکہ مباح یا مستحب ہے اور اس آیت میں درجہ میں داخل ہونے کی جو دھمکی پائی جاتی ہے وہ بندے کے تکبر اور سرکشی سے متعلق ہے۔ یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ لو۔

وَعَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ مُتَمُّ الْعِبَادَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا
عبادت کا محض و خلاصہ ہے۔
اسے ترمذی نے روایت کیا۔

مسکراتہ کے بعض نسخوں میں یوں ہے کہ اسے
الہ و اورد نے روایت کیا۔

۳۸ کیونکہ عبادت کی حقیقت اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور خضوع و تذلل اور اپنی خواری اور بے بسی کا اعتراف کرے اور یہ چیز دعا میں بطریقِ اکمل و اتم پائی جاتی ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ مخیم کی پیش سے معنی ہڈیوں اور دماغ کا مغز اور آنکھ کی پتلی اور ہر چیز کا فاعل اور نکرہ ہوا حصہ۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَيْسَ مَعْنَى الْكُرْمِ عَلَى
اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ -

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز بھی معزز
اور کرم نہیں ہے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ غَرِيبٌ -

اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے
روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث
حسن غریب ہے۔

اے کیونکہ دعا ان معانی، حالات اور کیفیات پر مشتمل ہوتی ہے جو عبادت کا مغز اور خلاصہ کہلاتی ہیں۔

وَعَنْ سَلْمَانَ النَّازِمِيِّ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

ہے (راتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزُودُ الْقَضَاءُ إِلَّا

تقدیر و قضا کو کوئی چیز نہیں پھیر سکتی مگر دعا۔ اور بندے

الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُسْرِ

کی عمر میں کوئی چیز اضافہ نہیں کر سکتی مگر نیکی یا

إِلَّا الْبُرَّ -

ارَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اے گویا دعا کی تاثیر اس قدر زیادہ ہے کہ وہ بلا اور مصیبت کو جو بندے کی تقدیر میں لکھی ہوتی ہے دعا کی
تاثیر سے دفع ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تقدیر کو پھیرنا ممکن ہوتا تو وہ دعا سے پھر جاتی۔ بعض
نے کہا کہ تقدیر کے پھر جانے سے یہ مراد ہے کہ دعا کی تاثیر و برکت سے بندے کے لیے تقدیر کے تابع ہونا آسان
اور عمل ہو جاتا ہے گویا دعا کی وجہ سے بندہ یوں محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر کوئی بلا و مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی۔ بعض
کہتے ہیں کہ قضا سے وہ چیز مراد ہے جس سے بندہ ڈر رہا ہوتا ہے کہ وہ اس پر نازل نہ ہو جائے تو وہ اس سے
پرہیز کرتا اور بچتا ہے جب بندے کو دعا کی توفیق مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے مصیبت و بلا کو اٹھا لیتا ہے مگر
ان تمام ترجیحات میں تکلف پایا جاتا ہے معنی کی اصل تحقیق یہ ہے کہ تقدیر سے تقدیر معلق مراد ہے اور دعا سے تقدیر
معلق فی الواقع مل جاتی ہے اور دعا کو اس تقدیر معلق کے پھیر دینے کا سبب تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ قضا اور تقدیر سب
سبب اور سبب سے کوئی ٹکراؤ نہیں رکھتی کہ سب چیزیں قضا اور تقدیر سے رونما ہوتی ہیں اور تقدیر معلق میں یہ بات
بھی کھلی ہوتی ہے کہ یہ کام فلاں سبب کی وجہ سے ہوگا اور فلاں سبب اختیار کرنے سے یہ کام ظاہر نہ ہوگا۔ اگر یہ
سوال کیا جائے کہ اس کلام کا کیا فائدہ ہوا کیونکہ جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے وہ تو ہو کر رہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ بطور مبالغہ یہ چیز بیان کر دی گئی ہے کہ اس میں یعنی تقدیر معلق میں تبدیلی واقع ہو سکتی
ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت مال کو بہتر طور پر جانتا ہے۔

۱۷ عمر کے زیادہ ہونے کا شاید یہ مطلب ہے کہ اُس کی عمر ضائع نہیں ہوتی بلکہ اُس میں خیر و برکت عطا ہوتی ہے مگر تحقیقی بات وہی ہے جو گزشتہ تقدیر کی بحث میں ذکر کی گئی ہے۔ یعنی کہ اُس کی عمر اتنی ہوگی اگر نیکی کرے گا اور اگر نیکی نہ کرے گا تو پھر اتنی ہوگی یا دوسرے کہ مقام تقدیر و سبب میں مٹانا اور باقی رکھنا واقع ہوتا رہتا ہے مگر حقیقت میں کسی قسم کا تغیر اور کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ اللہ نے چاہا وہی ہوتا ہے اور جو کچھ وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شک و مانع دیتی ہے اُس چیز کے بارے میں بھی جو نازل ہو چکی ہوتی ہے اور اُس چیز کے بارے میں بھی جو نازل نہیں ہوئی ہوتی تو اے اللہ کے بند واپس اپنے اوپر دعا کو لازم کر دو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور امام احمد نے اسے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۱۸ یعنی بلا اور مصیبت کو دعا دفع کر دیتی ہے اور جو بلا و مصیبت ایسی نازل نہیں ہوئی ہوتی دعا سے وہ بھی ٹل جاتی ہے۔

۱۹ اہل میں اس جانب اشارہ ہے کہ دعا کرنے کا حکم شرعاً دیا گیا ہے لہذا طریقہ بندگی یہی ہے کہ حکم شرعی کی پیروی کی جائے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی تقنا اور تقدیر کو بھی تسلیم کیا جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْعُو بِدُعَاءٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ مَا سَأَلَ أَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ الشُّؤْمِ مِثْلَهُ مَا كَمْ يَدْعُرُ بِالشُّؤْمِ أَوْ قَطِيعَةً رَحِمٍ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ دعا نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اُسے اتنا جو اُس نے مانگا ہوتا ہے اُسے دے دیتا ہے یا اسی طرح کی کوئی تکلیف اُس سے روک لیتا ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ کے لیے یا قلع رجمی کے لیے دعا نہ کرے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اے یعنی تکلیف اور برائی کی بات کو اس کی دعا کی وجہ سے اس پر وادہ ہونے سے روک لیتا ہے یہ بندے پر خدا کے
تعالیٰ کا لطف و کرم ہوتا ہے۔ کیونکہ مراد و تکلیف کی چیز کو دفع کرنا بندے کو نفع بخش چیز عطا کرنے سے زیادہ اہم و
ضروری ہوتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ
فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُسْأَلَ
وَأَفْضَلُ الْعِبَادَةِ أَنْ تَسْأَلَ الْعَرْجَ -
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
سے اس کا نفل مانگا کرو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پسند
کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور افضل عبادت یہ ہے
کہ بندہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کے انتظار میں رہے۔
اسے ترمذی نے روایت کیا۔

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اے یعنی ثواب کے امیدوار رہنے میں یہ چیز بہت افضل ہے کہ بندہ رب تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے کثرت اور کثرت
کا منتظر رہے اور غم و اندوہ اور مصیبت کے دور ہونے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے منتظر رہے دراصل ان الفاظ میں مبرور
ترک شکایت کی تلقین ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مبرا کا اجر و ثواب بے حد اور بے اندازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید
میں فرماتا ہے۔ (وَمَا يُوَفِّي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ) سوائے اس کے نہیں کہ مبرا کرنے والوں کو ان کا اجر
بے حد و حساب دیا جائے گا بعض علماء نے کثرت سے کثرت کی انتظار کا معنی یہ لکھا ہے کہ دعا کی قبولیت میں جلد بازی کو ترک
کر دیا جائے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَنْ تَمَّ يَسْأَلُ اللَّهَ يَغْضَبَ
عَلَيْهِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک
ہوتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی سخاوت و ہر بانی کو ناپا چاہتا ہے تو بندوں کے اس سے ہر بانی
طلب و کرنے سے خدا نے تعالیٰ کو غصہ آتا ہے علماء فرماتے ہیں رحمٰن وہ ذات ہے جو طلب کرنے پر بندے کو
عطا کرتی ہے۔ اور رحیم وہ ذات کہ اگر اس سے نہ مانگا جائے تو اس کو غصہ آئے۔ مراد یہ ہے کہ کبر و نفرت کے تحت
اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنا خدا نے تعالیٰ کو غصے میں لائے گا اور نہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوتے ہوئے سر تسلیم خم کرنا ایک
بلند ترین مقام ہے یا اللہ تعالیٰ کے غضب ناک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت جو دو سخاوت کرنے اور

رحم و ہربانی کرنے کے لیے تیار رہتا ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگی جاتی کوئی چیز جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اس کے علاوہ کہ اس سے صحت و عافیت مانگی جائے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَتَحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَ مَا سُئِلَ اللَّهُ شَيْئًا يَعْزِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسَالَ الْعَافِيَةَ.

(دَوَاۓ التِّرْمِذِي)

(ترمذی)

اس عافیت بمعنی صحت یہ بیماری کی ضد ہے مگر یہاں حدیث میں تمام آفات بیماریوں، بلاؤں، ظاہری بلاؤں دنیا آخرت میں بری اور ناپسندیدہ چیزوں سے سلامتی مراد ہے۔ اور یہ معنی تمام نصیحت و بھلائیوں کو شامل ہے۔ اور قواعد طریقہ میں مذکور ہے کہ عافیت کا معنی ہے (سکون القلب مع اللہ) یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کے دل کا سکون پذیر ہو جانا تو اگر کسی بندے کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا اور مصیبت میں بھی خوش اور سکون میں ہے تو اس کے لیے یہی عافیت ہے۔ مگر یہ عافیت اہل کمال کو نصیب ہوتی۔ اور بندے کے تمام حالات باطنی کو شامل ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّكَ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللَّهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَاثِ فَلْيَكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ.

(دَوَاۓ التِّرْمِذِي)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مصیبتوں اور سختیوں میں پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے اُسے چاہیے کہ بہت اللہ سال کی وقت اس کے حضور میں زیادہ دعا کرے۔

(ترمذی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اس معنی اُسے چاہیے کہ نرمی اور عیش کی حالت میں اس کے حضور زیادہ دعا کرے یہ حد سے بڑھنے والے اور مغرور لوگوں کی حالت کے برعکس حالت ہے کیونکہ رکش لوگ سختی اور نقصان کے وقت تو دعا کرتے ہیں مگر جب سختی دور ہو جاتی ہے تو حد سے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أُمِّمُوا اللَّهَ وَ أَنْتُمْ مُوَقَّتُونَ
بِالْإِجَابَةِ وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبٍ
غَافِلٍ لَآءٍ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.
وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا سَأَلْتُمُو اللَّهَ
فَسَأَلُوهُ بِطُورٍ أَكْفَكُمُ وَلَا
تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا وَفِي رِوَايَةٍ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلُوا اللَّهَ بِطُورٍ
أَكْفَكُمُ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا
فَإِذَا قَرَعْتُمْ فَامْسَحُوا بِهَا
وَبُجِّهِكُمْ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ یاکی زبیر ابن مخنف آخر میں لے۔

۲۔ کیونکہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے لگنا دعا کے قبول ہونے کے یقین اور صورت طلب کی بہترین شکل ہے پھر
یہاں ہاتھ کی بجائے ہاتھوں کا حفظ جو جمع کے لیے ہے اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت کچھ عطا فرماتا ہے اور
ہاتھ کی پشت سے دعا کرنا دعا کے رد ہونے کی شکل کو ظاہر کرتا ہے۔ تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ
بارش کے لیے دعا کرتے وقت آپ ہاتھوں کی پشتوں سے دعا کرتے اور آسمانوں کی طرف اشارہ کرتے تھے
بعض علماء نے کہا دعا سے جب ایسی چیز طلب کی جا رہی ہو جو نعمتوں کی جنس میں سے ہو تو ہتھیلیوں سے دعا کرنا مستحب
ہے اور ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہونی چاہئیں اور اگر دفع فقہ کے لیے دعا کر رہا ہو تو چاہیے کہ آسمان کی طرف ہاتھوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس مال میں کہ تمہیں اپنی دعا کی
قبولیت کا یقین ہونا چاہیے اور جان رکھو کہ بے شک
اللہ تعالیٰ غافل اور لاپرواہ دل کی دعا قبول نہیں
کرتا۔

(ترمذی)

اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔
حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی
ہتھیلیوں سے سوال کرو ہاتھوں کی پشتوں سے سوال
نہ کرو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کی
ہتھیلیوں سے مانگو ہاتھوں کی پشتوں سے نہ مانگو
پھر جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو اپنے
چہرے پر مل لو۔

(ابوداؤد)

کی پشتیں کرے اس بارے میں مزید کلام باب استسقاء میں گزر چکا ہے۔
 ۳۷ تاکہ تم پر قبولیت دعا کے انوار مانع ہوں۔ پھر چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ تمام اعضا سے
 زیادہ اشرف و عمدہ عضو ہے تراشرف و اعلیٰ عضو کو ان اذکار سے مستفید کرنا بہت بہتر ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 بے شک تمہارا رب بڑا ہی باعیا اور بڑا ہی کریم ہے
 اسے اپنے بندے سے شرم آ جاتی ہے جبکہ بندہ اس
 کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے کہ اُس کے دونوں
 ہاتھ خالی رکھے۔

وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ قَالَ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ إِنَّ رَبَّكَ حَيٌّ كَرِيمٌ
 يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ
 يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَدَّ هُمَا
 صَفْرًا۔

اسے ترمذی نے اور ابوداؤد نے روایت کیا۔
 ابوہریرہ نے الدعوات الکبیر میں روایت کیا ہے۔
 لہٰذا یہاں حدیث پاک میں لفظ صفر آیا ہے۔ اس کی دیر ناکہ جرم بھی خالی ہاتھ اسی سے اصفار بنا ہے یعنی خالی
 ہاتھ ملانا اور محتاج ہو جانا۔ واضح ہو کہ جیادہربانی وغیرہ الفاظ جو خدا کی صفات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں،
 آثار و افعال کے اعتبار سے ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ مبادی کے اعتبار سے ان کا استعمال نہیں ہوتا جن میں ایک
 چیز سے اثر پذیر ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دعا میں ہاتھ اٹھا
 تو انہیں اپنے چہرہ اور پرٹے سے پہلے
 نیچے نہیں کرتے تھے۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ قَالَ كَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا
 رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ
 يَحْطِطْهُمَا حَتَّى يَمْسَرَ بِهِمَا
 وَجْهَهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کو پسند
 فرماتے تھے جو بڑی جامع اور کامل ہوتی تھیں اور
 ان کے سوا دوسری دعاؤں کو چھوڑ دیتے تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ قَالَتْ كَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَ سَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَمَامَةَ مِنَ
 الدُّعَاءِ وَ يَكْذُرُ مَا سَوَى ذَلِكَ۔

(ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ
إِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ تَغَائِبٍ
(رَوَاهُ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ وَأَبُو دَاوُدَ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بے شک جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب غائب
شخص کے لیے کرتا ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

اس کیونکہ ایسی دعا میں سب سے اعلیٰ اور عظیم پائی جاتی ہے اور اس میں بناوٹ یا ریا کی کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
قَالَ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ
فَأَذِنَ لِي وَقَالَ أَشْرِكُنَا يَا أُنْحَى
فِي دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا فَقَالَ
كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا
الْمُذْنِبُ.

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے مجھے
اجازت دے دی اور آپ نے فرمایا اے میرے پیارے
بھائی اپنی دعا میں میں بھی شریک کرنا وقت دعا میں
فراخوش نہ کر دینا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ایک ایسا کلمہ ارشاد فرمایا جو کہ اس کے بے
سامی دنیا بھی اگر مل جائے تو اتنی خوشی مجھے نہیں ہو سکتی۔
اسے ابوداؤد نے اور ترمذی نے روایت کیا
اور ترمذی کی روایت حدیث کے لفظ ولاتنسا
پر ختم ہو جاتی ہے۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ تَيْمِيَّةٍ
وَأَنْتَهَتْ رِوَايَتُهُ عَبْدًا قَوْلِهِ
وَلَا تَنْسَنَا

اسیساں حدیث میں لفظ انھی بمعنیہ تصغیر کیا ہے جس کا معنی ہے اسے میرے پیارے بھائی۔ تو یہ تصغیر لطف و مہربانی
کے معنی میں ہے۔

اسے ہو سکتا ہے کہ وہ کلمہ یہی ہو دے میرے پیارے بھائی یا کوئی اور کلمہ ہو جو اس کلمے کے علاوہ فرمایا ہو
جس سے زیادہ غایت اور مہربانی کا اظہار ہوتا ہو۔

اسے اور اگلی عبارت یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسا کلمہ ارشاد فرمایا "ترمذی کی روایت میں
نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَنْهُ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ
دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِينَ يَقْطُرُ
وَالْإِمَامُ الْغَادِلُ وَالدَّعْوَةُ
الْمَظْلُومِ يَدْفَعُهَا اللَّهُ فَتُوقَى
الْغَمَامُ وَتُفْتَحَ لَهَا أَبْوَابُ
السَّمَاءِ وَ يَقُولُ الرَّبُّ وَعِذِّي
لَا تُصَرِّقُكَ وَتَوْبَعِدَ حِينٍ
(دَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ)

تین آدمیوں کی دعا سنا نہیں ہوتی۔ روزہ دار کی جب
وہ روزہ افطار کرتا ہے۔ عدل و انصاف کرنے والے
بادشاہ کی۔ اور مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دعا کو
بادلوں سے اوپر لے جاتا ہے۔ اور اُس کی دعا کیلئے
آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور
اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت
کی قسم میں ضرور ہی تیری مدد کروں گا اگر یہ تھوڑی
دیر کے بعد ہو۔ (ترمذی)

اسے ظاہر عبارت یوں چاہیے تھی۔ والمظلوم یعنی اُن تین میں سے تیری دعا جو روزہ نہیں کی جاتی مظلوم کی دعا ہے
لیکن بجائے اُس عبارت کے یوں فرمایا ودعوة المظلوم۔ یہ طرز کلام مظلوم کی دعا کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے اختیار
کیا گیا ہے۔ اسے سمجھ لو۔

۱۔ یہ اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبولیت و اجابت کے بلند مقام کی طرف اُس کی دعا کو لے جاتا
ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر بھی بادل پیدا فرمائے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا لیل تقطع السماء
بالغمام جس دن آسمان بادلوں کیساتھ چھٹ پڑے گا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ تفتح آیا ہے مگر ایک روایت میں یا سے بھی آیا ہے یعنی تفتح۔ اس صورت میں معنی
یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

۳۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مظلوم آدمی سے خطاب ہے۔ ایک روایت میں حدیث میں واقع لفظ لانصرنک ک پر
زبر کی بجائے زیر بھی پڑھی گئی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا مجھے اپنی عزت کی قسم کہ اے مظلوم کی دعا میں تیری ضرور
مدد کروں گا۔ مگر ک پر زبر کی روایت اصل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین
دعاں قبول ہوتی ہیں۔ اُن کے قبول ہونے میں کئی
شک نہیں۔ ایک باپ کی دعا۔ دوسری مسافر کی
دعا۔ تیسری مظلوم کی دعا۔
اسے ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ
دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ
فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ
السَّكَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ
(دَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَأَبُو دَاوُدَ)

وَ ابْنُ مَاجَهَ

نے روایت کیا۔

اے یعنی باپ کی اپنی اولاد کے لیے دعایا بد دعا قبول ہو کر رہتی ہے۔ جب باپ کی دعا کی یہ تاثیر ہے تو ماں کی دعا بطریق اولیٰ قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ ماں کی شفقت و مہربانی باپ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔
اے یعنی ماسٹر کا اپنے لیے دعا کرنا یا دوسرے کے لیے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَسْأَلُ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ
كُلَّمَا حَقَّ يَسْأَلُهُ شِسْعَةً تَعْلِهِ
إِذَا انْقَطَعَ زَادَ فِي رِوَايَةٍ
عَنْ ثَابِتِ الْبَنَانِيِّ مُوسَلًا حَقَّ
يَسْأَلُهُ الْمَلَكُ وَ حَقَّ يَسْأَلُهُ
شِسْعَةً إِذَا انْقَطَعَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہیے کہ
تم میں سے ہر آدمی اپنے رب سے ہی حاجت طلب کرے
حق کہ اپنے جوتے کا تسمہ بھی جب ٹوٹ جائے تو خدا
اس سے مانگے۔ راوی نے ثابت البنانی سے مرسل
یہ بھی روایت کیا کہ ہانڈی کا ٹک بھی خدا ہی سے
مانگے اور اس کا تسمہ جب ٹوٹ جائے تو خدا ہی
سے مانگے۔

(دَوَاةُ الْقُرْمِذِيِّ)

اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اے یہاں حدیث میں لفظ شمس آیا ہے۔ ش کی زیر میں ساکن بمعنی جوتے کا تسمہ۔
اے بنانی باکی پیش سے آپ تابعین میں سے ہیں۔

اے حضرت ابوالاعلیٰ دقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ
تو اپنی کوئی حاجت بھی معمولی ہو یا بڑی خدا ہی سے مانگے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا
شوق جب دامن گیر ہوا تو عرض کیا (رب ادنیٰ انظر الیک) اے میرے پروردگار مجھے اپنی ذات دکھا تاکہ میں تجھے
دیکھوں اسجب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روٹی کے محتاج ہوئے تو اس وقت بھی عرض کیا (رب انی لکما انزمت
الیّ بن خیر یغیر) اے میرے پروردگار بے شک میں اس چیز کے لیے جو میری طرف تو خیر و بھلائی میں سے نازل
کرتا ہے، محتاج ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَذْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُذَى بَيَاضُ ابْطِئِهِ - اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کی دونوں انگلیوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

۱۷ یعنی بعض اوقات آپ اپنے ہاتھ مبارک زیادہ اوپر اٹھاتے اور بعض اوقات زیادہ نہیں اٹھاتے تھے یہاں حدیث میں لفظ ابْطِئِہ ہے جو کہ ثغیر ہے مگر بعض روایتوں میں ابْطِیَہ آیا ہے بہرہ کی زیر باس کن اور با کی زیر سے بمعنی بغل۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ ابْصَبِيهِ حِذَاءً مِّنْ كَبِيهِ وَ يَدْعُو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی انگلیاں مبارک کندھوں کے برابر اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

۱۸ یعنی حضرت سہل بن سعد سعدی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں مدینہ منورہ میں تمام صحابہ کے بعد فوت ہونے والے یہی صحابی ہیں۔

۱۹ یہاں تک ہاتھ اٹھانا درمیانی درجہ ہے۔

وَعَنِ الشَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَذَفَعَ يَدَيْهِ مَسَمَرًا وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ۔ حضرت الشائب بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کرتے تھے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ ٹھکتے تھے۔

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْإِسْنَاءُ فِي الدُّعَوَاتِ الْكَبِيرِ ان تیزوں احادیث کو نہ ہتی نے الدعوات الکبیر میں روایت کیا۔

۲۰ آپ مشہور صحابی ہیں حضور کے زمانے میں آپ چھوٹی عمر کے تھے ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اپنے باپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے۔

۲۱ یہ ملنا جب ہوتا تھا جبکہ آپ نے ہاتھ اوپر اٹھائے ہوتے تھے اور جب نہیں اٹھائے ہوتے تھے تو چہرہ انور پر نہیں ملتے تھے لیکن دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں داخل ہے۔

۲۲ یعنی حضرت انس کی حدیث دوسری حضرت سہل کی اور تیسری حضرت سائب بن یزید کی۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَلَمْ تَسْأَلَهُ أَتِ حضرت عکرمہ سے روایت ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا دعا کا

تَرَفَعَ يَدَيْكَ حَدَّ وَ مَنِكَبَيْكَ
 أَوْ نَحْوَهُمَا وَ إِلَّا سَتِغْفَرُ
 أَنْ تَشِيرَ بِأَصْبَعٍ وَاحِدَةٍ
 وَ إِلَّا بُتِّهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ
 جَمِيعًا وَ فِي رَوَايَةٍ قَالَ وَ
 إِلَّا بُتِّهَالُ هَكَذَا وَ رَفَعَ يَدَيْهِ
 وَ جَعَلَ ظُهُورَهُمَا مِثْلًا يَلِي
 وَجْهَهُ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک
 یا ان کے نزدیک تک اٹھائے اور استغفار کا طریقہ
 یہ ہے کہ تو اپنی ایک ہی انگلی اٹھائے اور تضرع کا
 طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھ پوری طرح پھیلائے
 اور ایک سعادت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت
 ابن عباس نے فرمایا تضرع اس طرح ہے اور آپ
 نے دونوں ہاتھ بند کیے اور اپنے ہاتھوں کی پشتوں
 کو اپنے چہرے کی طرف کیا۔

(ابوداؤد)

سہ کیونکہ جب کسی سے کوئی چیز طلب کی جاتی
 اور سوال کیا جاتا ہے تو دونوں ہاتھ اس کی جانب پھیلائے
 جاتے ہیں۔

سہ ایک انگلی سے یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے کیونکہ استغفار کے وقت مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسان
 نفس امارہ اور شیطان مردود کو برا کہے اور خدا کے حضور ان دونوں کے شر سے پناہ مانگے لہذا استغفار کے وقت
 ایک انگلی سے اشارہ کرنا چاہیے۔

سہ یہاں حدیث میں لفظ ابتهال آیا ہے۔ تاہم میں فرمایا ابتهال کا معنی ہے دعا میں گوشش کرنا اور اسے ہر قسم
 کی نمائش سے نالین کرنا انت کی کتاب صحاح میں فرمایا ابتهال بمعنی تضرع قرآن حکیم میں فرمایا ثم تبهل جس کا معنی ہے ہم دعا
 میں خلوص رکھتے ہیں کتاب مجمع الباری میں فرمایا ابتهال کا معنی ہے دونوں ہاتھ دراز کرنا اس میں اصل تضرع اور دعا و سوال
 میں مبالغہ ہے یہی نے کہا حدیث میں ابتهال سے مراد شاید اس چیز کا دفع کرنا ہے جو عذاب کے مقابلہ میں متصور ہوتی
 ہے تو بندہ دونوں ہاتھ تلوار کی طرح گھماتا ہے تاکہ کوئی ناپسندیدہ چیز لاحق نہ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں بے شک تمہارا اپنے ہاتھوں کو اٹھانا
 برکت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ
 مبارک اس سے زیادہ بلند نہ ہوتے تھے یعنی سینے
 سے اوپر بلند نہ ہوتے تھے۔

اسے احمد نے سعادت کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنََّّهُ يَقُولُ
 إِنَّ رَفْعَكُمْ أَيْدِيَكُمْ بِدُعَاةٍ
 مَّا زَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَذَا يَعْشِي
 إِلَى الصُّدْرِ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۵ یعنی سینے سے بھی زیادہ بلند ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔

۱۶ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سینے تک ہاتھ اٹھاتے تھے یہ الفاظ راوی کی تفسیر ہے جو اس نے حضرت ابن عمر کے قول کی ذرائع اور جس کی طرف حضرت عمر نے لفظ صلا سے اشارہ کیا تھا یعنی دعا میں سنت سینے تک ہاتھ اٹھانا ہے نہ کہ سینے سے بھی اوپر۔ طیبی نے کہا ابن عمر کا اعتراض ان لوگوں پر ہے جو غالباً دعا اور سوال میں سینے سے بھی اوپر ہاتھ اٹھاتے اور مختلف حالات میں فرق نہیں کرتے کہ کس کام کے لیے سینے تک ہاتھ اٹھائیں اور کس کام کے لیے سینے سے بلند کر کے کندھوں تک یا کس کام کے لیے کندھوں سے بھی اوپر ہاتھ اٹھائے جائیں۔ اسے سمجھو۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔

وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا
فَدَعَا لَهُ بِدَا بِنَفْسِهِ.

(اسے ترمذی نے روایت کیا۔)

(رواہ الترمذی)

ابو کہا یہ حدیث حسن غریب صحیح

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

ہے۔

۱۷ یعنی کسی کا ذکر جب دعا میں کرتے تو یوں فرماتے (اللهم اغفر لي ولقائل) حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ دعا کے ساتھ اپنے آپ کو مخصوص کرنا صرف مغفرت کے لیے نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر دعا پہلے آپ اپنے لیے کرتے تھے پھر دوسرے کے لیے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب شک بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کہ مسلمان جیسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع می نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس دعا کی وجہ سے اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز عطا کرتا ہے یا تو جلدی اس کی دعا قبول کرتا ہے یا اس کی دعا کو اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ بناتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی تکلیف کی چیز دور کر دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اب تو ہم لوگ بہت دعاؤں کیا کریں گے

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو
بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِشْمٌ
وَلَا قَطِيعَةٌ رَحِمَ إِلَّا آغَظَاهُ
اللَّهُ بِهَا لِأَحَدٍ ثَلَاثَ أَمْثَالٍ
أَنْ يُعْجِدَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَ
أَنْ يَتَّخِذَ هَالِكَةً فِي
الْآخِرَةِ وَ إِمَّا أَنْ يُصْرِفَ عَنْهُ

مِنَ الشُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوا اِذَا مُكْتَثِرٌ
قَالَ اللهُ اَكْثَرُ۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے
بھی اکثر اور زیادہ ہے۔

(دَوَاۃُ اَحْمَدُ)

(احمد)

۱۔ یعنی اسی جہاں میں اُسے اُس کی دعا کی قبولیت سے سرفراز فرمادیتا ہے۔

۲۔ یعنی جبکہ ہمیں پتہ چل گیا کہ ہماری دعائیں سب کی سب قبول ہی ہوتی ہیں اور اُس قبولیت کے یہ تین طریقے ہیں
تو پھر ہم لوگ کثرت سے دعائیں مانگا کریں گے۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کا ثواب دعاؤں کی کثرت سے بھی زیادہ ہے۔ وہ اُن کے ثواب میں کوئی کمی نہیں
لائے گا جتنی بھی دعائیں ہوں۔ اور اُس کے خزانہ فضل میں سے جتنا بھی زیادہ تم لوگ مانگو گے وہ تمہاری طلب سے بڑھ کر
تمہیں عطا فرمائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ
دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهَا: دَعْوَةُ
الْمَظْلُوْمِ حَتَّى يَنْتَصِرَ وَ دَعْوَةُ
الْحَاكِمِ حَتَّى يَصْدُقَ وَ دَعْوَةُ
الْمُجَاهِدِ حَتَّى يَقْعُدَ وَ دَعْوَةُ
الْمَرِيضِ حَتَّى يَبْرَأَ وَ دَعْوَةُ
الْآخِرِ لِأَخِيهِ يَظْهَرُ الْغَيْبُ ثُمَّ
قَالَ وَ أَسْرَعُ هَذِهِ الدَّعَوَاتِ
إِجَابَةً دَعْوَةُ الْآخِرِ يَظْهَرُ
الْغَيْبُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ
حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ
نے فرمایا پانچ دعائیں قبول کر لی جاتی ہیں ایک مظلوم کی دعا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرماتا ہے دوسری
حاکم کی دعا اُس کے گمراہ پس پہنچنے تک تیسری مجاہد
کی دعا۔ جہاد کے متم ہونے تک۔ چوتھی بیمار کی دعا
اُس کے تندرست ہونے تک پانچویں بھائی کی
بھائی کے لیے دعا اُس کی پشت کے چپے پھر حضرت
علیہ السلام نے فرمایا ان پانچوں میں سے بھی جلدی
قبول ہونے والی بھائی کی بھائی کے لیے غائبانہ
دعا ہے۔

(دَوَاۃُ الْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ)

اسے بیہقی نے الدعوات الکبیر میں روایت کیا۔

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ یقعد آیا ہے نا ادرق سے جس کا معنی ہے گم ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کے اسباب و
آلات گم کرنے تک یعنی اُس سے فارغ ہونے تک بعض نسخوں میں یقعد کی بجائے یقعد آیا ہے ق اور عین کے ساتھ۔
یعنی جہاد سے فارغ ہو کر بیٹھنے تک اور بعض روایتوں میں یقعد آیا ہے ق اور فاء کے ساتھ یعنی گمراہ پس لٹنے تک
یہ لفظ تفویض سے بنا ہے بمعنی لٹنا اور جبرع کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ مجاہد جب تک جہاد میں مصروف رہتا ہے اور

اُس سے فارغ نہیں ہوتا اور گھرواپس نہیں لڑتا اللہ تعالیٰ اُس کی دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ

اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کی بارگاہ میں نزدیک ہونے کا باب

واضح ہو کہ ذکر دو طرح کا ہوتا ہے دل سے اور زبان سے افضل ذکر وہ ہے جو زبان اور دل دونوں سے ہو۔ اور اگر ان میں سے صرف ایک سے ہو تو پھر دل سے ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں ایسا ہی فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ حق سبحانہ کا ذکر دو قسم پر ہے۔ دل سے ذکر اور زبان سے ذکر پھر ذکر قلب کی دو قسمیں ہیں ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم بہت بلند اور اعلیٰ ہے اور وہ ہے خدائے تعالیٰ کی عظمت و جلال میں اُس کی بزرگی اور اُس کی بادشاہت میں زمین و آسمان میں اُس کے پھیلے ہوئے نشانات قدرت میں طور و فکر کرنا۔ اسے ذکر خفی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا دوسرا ذکر جو دل سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اُس کے امر و نہی کو دل میں حاضر کرنا اور اُس کے مطابق چلنے کا پختہ ارادہ رکھنا۔ امام نووی کا کلام ختم ہوا۔

بعض فقہا فرماتے ہیں کہ ذکر صرف زبان سے ہی ہوتا ہے اُس کا کثر درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنی آواز سے ذکر کرے کہ خدا اپنے آپ کو سنائے۔ ان فقہاء کے نزدیک پسندیدہ قول یہی ہے۔ اگر اپنی بلند آواز سے ذکر نہ کیا جو بندہ خود نہ سن سکے تو اس ذکر کا کوئی اعتبار نہیں جس طرح کہ نماز میں قرات ہے یا طلاق کے الفاظ اگر زبان سے ادا کیے جائیں۔ اور وہ ذکر جو دل سے ہوتا ہے وہ دل کا فعل ہے وہ علم اور تصور کی قسم ہے اسے ذکر نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اُسے قرات بھی نہیں کہہ سکتے ذکر اُس چیز کا نام ہے جو زبان کے فعل سے وجود میں آئے۔ مگر معلوم نہیں کہ ان فقہاء کا اس گفتگو سے کیا مطلوب و مقصود ہے اگر ان کی مراد یہ ہے کہ لغت میں دل کے ذکر کو ذکر نہیں کہتے تو یہ ایک دوسری بات ہے جس کا تعلق لغت کی کتابوں سے ہے لغت کی مشہور کتاب صحاح اور قاموس میں فرمایا کہ ذکر زبان و ہوش لغت کی ضد ہے اور یہ خود دل کا فعل ہے یعنی کسی چیز کو یاد رکھنا دل کا فعل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت کے لحاظ سے بھی دل میں کسی چیز کو یاد رکھنا ذکر کہلاتا ہے۔ لہذا ان فقہاء کا قول سنت کے اعتبار سے بھی درست نہیں ہے ہاں زبان کے فعل کو بھی ذکر کہتے ہیں۔ لہذا لفظ ذکر مشترک ہے دل کے فعل اور زبان کے فعل میں یعنی ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے (واذکر ربک ۱۰ ذانیت) اپنے رب کا ذکر کر جبکہ تو سہول جائے (تو ثابت ہوا کہ ذکر بمعنی قول و کلام نہیں ہے اور اگر اسے کلام قرار دیا جائے تو پھر یہ کلام فہمی ہوگا

لفظی نہ ہوگا۔ کلام لفظی وہ ہے جو زبان سے ہوتا ہے اور نفسی وہ ہے جو دل سے ہوتا ہے تو پھر جبکہ کلام کی دو قسمیں ہیں تو ذکر بھی قلبی اور لسانی ہو سکتا ہے اور اگر ان فقہاء کی مراد یہ ہے کہ وہ فقائل اور خصوصیات جو ذکر کی شان میں آئی ہیں زبان کے فعل سے متعلق ہیں اور انکی پر ثواب بھی مرتب ہوتا ہے۔ دل کے فعل پر مرتب نہیں ہوتا تو فقہاء کا یہ قول بھی بلا دلیل ہے کیوں اس پر ثواب مرتب نہ ہوگا جبکہ وہ بھی اس کے نام کا ذکر ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ انفضل ذکر وہ ہے جو زبان سے ہو اور دل بھی اس ذکر کی موافقت کر رہا ہو تو یہ ایک علیحدہ بات ہے اس میں کوئی نزاع اور کوئی جھگڑا نہیں۔

مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم کے نزدیک ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر قلبی و ذکر لسانی قلبی ذکر کا اثر بڑا قوی، بڑا عظیم اور بہت زیادہ ہے اس ذکر کی نسبت جو صرف زبان سے ہوتا ہے بلکہ درحقیقت ذکر قلبی ہی ذکر ہے۔ ذکر کی حقیقت ان مشائخ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا ہر چیز کو مکمل طور پر فراموش کر دینا ہے۔ ذکر کا قیاس قرأت اور عتاق پر غلط ہے کیونکہ شرع شریف میں سرگنا ثابت ہو چکا ہے کہ قرأت اور عتاق وغیرہ زبان کے فعل پر مرتب ہوئے ہیں۔ رسولؐ نے زبان کے فعل کے قرأت و عتاق وغیرہ میں احکام شرعاً مرتب نہیں ہوتے اور ذکر الہی ان احکام سے الگ ایک چیز ہے۔ اور شاید کہ ان کا مقصود یہ ہو کہ وہ اذکار و اوراد جو شرع میں وارد ہوئے ہیں جیسا کہ تسبیح و تحمید اور تکبیر جو نماز میں اور نماز کے بعد اسی طرح کرنے کا حکم آیا ہے وہ زبان کا فعل ہے اور ثواب بھی اسی صورت میں ملتا ہے جبکہ یہ اذکار زبان سے کیے جائیں جس طرح کہ نماز میں قرأت تو یہ بھی الگ بات ہے۔ کتاب حسن حسین کے اوراق میں امام جنیدی کا کلام دلالت کرتا ہے جبکہ ان کے کلام کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھا جائے۔ وہ لوگ جو دل سے خدا کو یاد کرنے کو بالکل ذکر قرار نہیں دیتے اور نہ اسے خدا کی یاد کرنے کو بالکل ذکر قرار نہیں دیتے اور نہ اسے عبادت کی یاد سمجھتے ہیں۔ نہ اس پر کوئی ثواب و نتیجہ مرتب ہونا تسلیم کرتے ہیں تو ان کا یہ موقف محل نظر ہے یعنی درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بھی بلاشبہ شرعاً جائز درست ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حیرا جو بندہ میرا عانیہ ذکر کرتا ہے۔ حدیث کے اس فقرے کے بالمقابل فرمایا اور جو شخص میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے۔ بلند آواز سے ذکر کرنے کی ایک دلیل حق سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول مبارک ہے (کَذِكْرِكُمْ اَبَاءَكُمْ) یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح کرو جس طرح تم اپنے باپ داما کا ذکر کرتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کے ختم ہونے کا پتہ مجھے اس سے چلتا تھا کہ لوگ اعتناء نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ اسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا۔ پھر تجلی رت عید کو بلند آواز سے کہنا۔ اسی طرح نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور ملک کی سرحدوں پر اور

سفر میں بلند آواز سے تکبیر کہنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ جب صحابہ کرام نے بہت بلند آواز سے ذکر کرنا شروع کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتنا پڑا اسے لوگو اپنی جانوں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو بلکہ اُن سے نرمی کرو اور اُن کے لیے آسانی پیدا کرو۔ زیادہ بلند آواز سے ذکر نہ کرو۔ کیونکہ تم لوگ ایسی ذات کو نہیں پکار رہے جو سختی نہیں یا جو تم سے غائب ہے۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ اپنے اوپر نرمی کرو۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا صحابہ کرام کو بلند آواز سے ذکر کرنے سے روکنا شفقت کی بنا پر تھا۔ اس بنا پر نہیں تھا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خود نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے مقامات میں بلند آواز سے ذکر اور دعائیں کیں ہیں جیسا کہ جنگ خندق میں خندق کھودتے وقت اور مسجد تعمیر کرتے ہوئے پتھر اڑاتے وقت اور دوسرے مقامات میں آپ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ پھر بلند آواز سے ذکر کرنا صحابہ کرام اور اُن کے بعد کے سلف صالحین سے بھی منقول ہے۔ یہ سب دلائل اس مسئلے کو واضح کرتے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور ایسے ذکر کے لیے جمع ہونا جائز و واجب ہے۔ لیکن یہ مذکورہ واقعات خاص جگہوں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں احتمال ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا انہی مقامات کے ساتھ خاص ہو۔ تو جو حضرات معنی اور علت کو دیکھتے ہیں وہ تمام اوقات میں بلند آواز سے ذکر کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور جماعت کے خصوص پر نظر کرتے ہیں وہ بلند آواز سے ذکر کرنے کو انہی مقامات سے خاص رکھتے ہیں۔ مگر پہلا طریقہ یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا شرع کے مقاصد و مطالب سے موافق و مطابق ہے تو اس تحقیق سے جو مذکور ہوئی ظاہر ہو گیا کہ بعض مشائخ کرام بلند آواز سے ذکر کے لیے جمع ہوتے، اور ایک گروہ کی شکل میں حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں درست و جائز ہے۔ حدیث پاک میں ذکر کے لیے حلقہ باندھنے کا ذکر آیا ہے وہ بھی اس کی دلیل ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اس طریقے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ اُن کے نزدیک مشائخ کی طرح کا یہ عمل صحابہ و تابعین سے منقول نہیں ہے اور اس لیے بھی درست نہیں تاکہ راستے کو بند کر دیا جائے ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ لوگ اس ذکر میں اپنے پاس سے کئی اضافے نہ کر دیں اور حد سے تجاوز نہ کر جائیں۔

مشائخ شاذلیہ قدس سرہ ارحم کے بعض متاخرین فرماتے ہیں۔ بلند آواز سے ذکر کے لیے اجتماع اور حلقے بنانا دین کے رواج میں سے ہے اور اس کا جائز ہونا بالکل صحیح ہے۔ اسے دلیل بنانا چاہیے کیونکہ اس زمانے میں اصل حقائق تو ناپید ہیں۔ کم از کم ذکر کی ایسی مجلسیں تو قائم ہونی چاہئیں۔ اور اگر ایسی مجالس ذکر منعقد کرنا بدعت قرار دیا جائے گا تو یہ بدعت مختلف فیہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہے کہ اسے مکروہ قرار دیا جائے خلاصہ کلام یہ کہ جو لوگ اس کے قائل ہیں اُن کے نزدیک یہ عمل صحیح ہے اور شاید کہ شارع علیہ السلام نے ایک جماعت کو جو صحابہ کے بعد پیدا ہوئی ترغیب دینے کے لیے ایسا کیا ہو۔ کیونکہ انہیں بلند آواز سے ذکر کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھی

ایک حکم نہ ملے جگہ جگہ اختلاف اشخاص کی بنا پر مباح یا مستحب ہونے میں مختلف ہوتا ہے۔ اس ساری گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شرائط و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلحاظ آواز سے ذکر کرنا جائز ہے وہ شرائط و آداب اپنی جگہ میں مذکور ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور اسی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ^۲ وَآبِي سَعِيدٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ
يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَقَّتْ لَهُمُ الْمَنَافَةُ
وَعَشِيَّتُهُمُ الرَّحْمَةُ وَكَوَلَتْ
عَلَيْهِمُ الشَّكِيَّةَ وَذَكَرَهُمُ
اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ
(دَوَاۓ مُسْلِم)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنے کے لیے نہیں بیٹھی کوئی قوم مگر فرشتے اُس جماعت کو اپنے گھر سے لے لیتے ہیں اور اُن پر رحمت کے انوار و آثار چھا جاتے ہیں۔ اور اُن پر اُن وقت لڑائیت اور طمانیت چھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا ذکر اُن کے سامنے کرتا ہے جو اُس کی درگاہ میں مقرب ہوتے ہیں۔ (مسلم)

لے اور انہیں حضرت طب و رحمت ذوق و شوق جو حاصل ہوتا ہے وہ اسی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں مزید گفتگو کتاب علم کی فصل اول اور فضائل قرآن میں گزر چکی ہے۔ اسے یاد رکھو۔

لے اللہ تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کا چرچا اس بنا پر کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اُن کے ساتھ مفر کرتا اور فرشتوں پر انسانوں کی فضیلت و کرامت کا اظہار کرتا ہے۔ کیونکہ فرشتوں نے اپنے لیے تسبیح و تقدیس کا ذکر کیا تھا اور فساد پہلانے اور غن پہلانے کا ذکر انسانوں کے لیے کیا تھا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ^۳ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَرِينِ
مَكَّةَ فَتَمَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ
لَهُ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيرُوا
هَذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمَغْرِبَ دُونَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ کے راستے پر چل رہے تھے آپ کا گزر ایک پہاڑ پر سے ہوا جسے جمدان کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو اور تیز چلو یہ جمدان پہاڑ ہے کہ اکیلے چلنے والے اگے گزر گئے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اکیلے چلنے

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ
اللَّهُ كَثِيرًا وَالدَّائِرَاتُ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

والمے کوٹن لوگ ہیں فرمایا کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر
کرنے والے مرد اور کثرت سے اس کا ذکر کرنے والی
عورتیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کا ذکر الہی کرنا ان کے
بوجھوں کو ان پر سے ہٹا دیتا ہے۔ تو یہ لوگ قیامت
کے دن بالکل بکھے چھکے آئیں گے۔

۱۔ یعنی جو راستہ مکہ سے مدینہ جاتا ہے۔

۲۔ جہان جیم کی پیش سیم ساکن سیم کے بعد وہ ہے یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ایک رات کی
مسافت پر واقع ہے۔

۳۔ ادریاں سے مدینہ بالکل نزدیک ہے۔

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ مفردون آیا ہے۔ ف کی زبر را کی شاد اور زیر کی بجائے را پر زبر بھی پڑھی گئی ہے
و فاساکن اور را کی زیر غیر مشدود اور را پر زبر بھی آئی ہے اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ اکیلے چلنے والے آگے نکل
گئے ہیں اور اپنے آپ کو لوگوں سے الگ رکھنے والے سب سے آگے چلے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کسی سفر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لارہے تھے۔ جب صحابہ کرام کی ایک جماعت
مدینہ منورہ کے قریب پہنچی تو انہیں اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال میں پہنچنے کا زبردست شوق پیدا ہوا یہ جماعت
دوسرے لوگوں سے جدا ہو گئی اور بڑے شوق و ذوق سے اپنی جگہوں میں پہنچ گئی۔ اور ایک دوسری جماعت جس میں
شوق و نشاط نہ تھا پیچھے رہ گئی۔ حضور علیہ السلام نے اس پیچھے رہنے والی جماعت سے فرمایا کہ چلو اور تیز چلو کہ
منزلیں نزدیک آگئی ہیں۔ اور اکیلے چلنے والے باقی لوگوں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

۵۔ ظاہر یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سوال کیا کہ اکیلے چلنے والے کون لوگ ہیں لیکن سوال کرنے والوں کو یہ معلوم نہ تھا
کہ مقصد یہ تھا کہ اکیلے چلنے والوں کی حقیقت بیان درائیں۔ ان کی اہمیت کا نشان بتائیں۔ گویا صحابہ کرام کے بھائی
کا مقصد یہ تھا کہ یہی مخصوص اشخاص جو آگے نکل گئے ہیں کہ تیز چلنے میں یہ مراد نہیں۔ کیونکہ ان کو تو صحابہ کرام جانتے
تھے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقت کی جانب رخ کرتے ہوئے اکیلے چلنے والوں کی تفسیر ارشاد فرمائی۔
چنانچہ فرمایا اکیلے چلنے والوں سے وہ مرد اور عورتیں مراد ہیں جو خدا کے ذکر بہت کرتے ہیں یعنی وہ لوگ
جنہوں نے اپنے آپ کو ہر اس واسطے چھوڑ دیا ہے۔ یا وہ لوگ جو خدا کی عبادت میں ہر وقت غفلت
میں بیٹھ کر اللہ سبحانہ کے ذکر کے یہ مخصوص کر دیے گئے ہیں اور جنہوں نے مخلوق سے الگ ہو کر گوشہ تنہائی اختیار
کر لیا اور اس واسطے حق کے ہر چیز سے کٹ چکے ہیں۔ دوستوں کی صحبت کو بھی انہوں نے ترک کر دیا ہے اور

اسباب دنیوی شہوات نفسانی کو بھی ترک کر چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے یقین ہو کر رہ گئے ہیں۔ یاد رہے بندے کے اس مقام کو مقام تفرید کہتے ہیں یعنی اللہ کے ذکر کے لیے سب سے الگ ہو جانا، قرآن مجید کی آیت (وَقَبِلْ إِلَيْهِ بَتِيلًا) سب سے کٹ کر اُنسی کے لیے ہو جا۔ میں اسی مقام تفرید کی طرف اشارہ ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ حدیث میں واقع لفظ معزودن یا مفردون سے وہ اصحاب توحید مراد ہیں جو غیر خدا کو جانتے ہی نہیں اور دیدہ شہود سے اُس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ وہ ایک ذات ہی کی بات کرتے ہیں ایک ذات کو ہی جانتے۔ اور ایک ذات کو ہی دیکھتے ہیں اور کلیتہً یا حق کے لیے ہو کر رہ گئے ہیں۔ کتاب مشارق میں فرمایا فردا ر جل اُس شخص کے لیے کہتے ہیں جس نے دین کا علم حاصل کیا اور پھر اُن پر عمل کے لیے گوشہ خلوت و تنہائی اختیار کر لی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہی ہو کر رہ گیا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے امروہنی کی حفاظت کرتا اور ذات سبحانہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ لغت کی کتاب تائوس میں بھی معزودن یا مفردون کا یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور ترمذی کی روایت میں اس طرح آیا ہے کہ مفردون وہ لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُس کے ذکر پر شیفہ و فریفتہ رہتے ہیں۔ ترمذی کی روایت میں اصل لفظ ہتہر و ہتہر آیا ہے جس کا معنی ہے ایسا شخص جو کسی انسان یا کسی چیز پر سخت فریفتہ ہو چکا ہو یہاں تک کہ وہ سوائے اُس کے کسی کی بات نہ کرے۔ اور اُس کے سوا کسی کو یاد نہ کرے۔

لے ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن محشر کے میدان میں فقراء اُمت اپنے اسلحہ کے ساتھ آئیں گے۔ دو نان ہو کر بیٹھیں گے اور عرض کریں گے ہمیں کس لیے یہاں روکا گیا ہے اور ہم سے کونسا حساب و کتاب لینا چاہتے ہو۔ حکم دیا کہ ہم جائیں اور بہشت میں پہنچیں اور وہاں جا کر آرام کریں۔ جیسا کہ باب فضل الفقراء میں آ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس شخص کا حال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اُس شخص کا حال جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا۔ زندہ انسان اور مردہ انسان کی طرح ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لے کہ ذکر کرنے والا زندہ انسان کی طرح ہے کیونکہ اس میں اصل زندگی یعنی روحانی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جیسے روحانیت کی صفائی معرفت الہی، ذوق و شوق اور محبت جس طرح ایک زندہ انسان میں زندگی کے آثار جیسے چلنا پھرنا، کھانا پینا، بولنا وغیرہ پائے جاتے ہیں اور جو ذکر سے غافل ہے وہ اس کے برعکس مردہ انسان کی طرح ہے۔

زندگانی تو ان گفت جیاتیکہ مراست زندہ آنست کہ بادوست دصا لے مارو

ترجمہ: اُس زندگی کو زندگی نہیں کہتے جو کہ مجھے حاصل ہے۔ زندہ وہ ہے جسے اپنے دوست کا وصال نصیب ہو چکا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا عِنْدَ خَلْقِ عَبْدِي بِئِي وَ إِنَّا مَعَهُ إِذَا ذَكَرْتَنِي فَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ذہن اور گمان کے مطابق ہوتا ہوں جو اس کا میرے متعلق ہوتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جبکہ وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ میری یاد اپنے دل میں کرتا ہے میں بھی اس کی یاد اس طرح کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت کے اندر یاد کرتا ہے تو میں اُسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو اس کا میرے متعلق ہوتا ہے یعنی میں اس کے گناہ بخشتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے میں اس کو بخش دیتا ہوں اور اس کی توبہ قبول کرتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے توبہ کرتا اور گناہوں سے باز آتا ہے۔ اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے حاجت طلب کرتا ہے تو میں اس کی حاجت پوری کرتا ہوں۔ اس جملے کا ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے مگر صحیح تر یہ ہے کہ اس سے رواد اور امید مراد ہے۔ یعنی جو شخص مجھ سے میرے غفور و کریم کی امید رکھتا ہے تو میں اس سے غفور و درگزر فرمادیتا ہوں اور اگر مجھ سے سزا کا گمان رکھتا ہے تو میں اسے سزا دیتا ہوں۔ اس لفظ میں اس جانب اشارہ ہے کہ امید و رجاء کا تصور دل میں زیادہ ہونا چاہیے۔ متحقق فرماتے ہیں کہ رجاء و امید کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ عمل کرے خدمت بجا دلائے اور قبولیت کی امید رکھے اور وہ شخص جو عمل نہیں کرتا نافرمانی و سرکشی کرتا ہے توبہ و استغفار نہیں کرتا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک سلوک کی امید رکھتا ہے۔ یہ اس کی صرف آرزو ہے۔ اور یہ اس طرح ہے جیسے کہ ٹھنڈے لبے کو کوٹنا تاہم کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کریم سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

بیت:۔ ناامید از در لطف تو گما باید رفت در گاہ تو چنان است کہ در گاہ ترا ثانی نیست

ترجمہ: تیری ہر بانی کے دروازے سے ناامید ہو کر کہاں جاسکتے ہیں۔ تیری درگاہ وہ ہے کہ اس جیسی اور کوئی درگاہ نہیں ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں حدیث میں لفظ ظن سے علم یقینی مراد ہے۔ یعنی میں اپنے بندے کے یقین و علم کے نزدیک ہوں کہ ایک دن بندہ میری طرف لوٹے گا اور میں ہی اس کا حساب لوں گا۔ اور جو کچھ میں اس کے لیے خیر و شر سے مقدم کر چکا ہوں ضرور اُسے پہنچ کر رہے گا۔ یعنی جب بندہ مقام توحید پر پورے استحکام سے ٹھیک ہو جاتا ہے تو

میرے قریب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ جو دعا کرتا ہے میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ یا ظن سے اُس کا علم مراد ہے۔ یعنی میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جبکہ وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ یا میں اُس کو جزا و ثواب عطا کرتا ہوں جبکہ وہ پوشیدہ یا ظاہر کوئی نیک عمل بجالاتا ہے۔ اس آخری معنی کے مطابق اس کے بعد کے الفاظ تفصیل و تفسیر کے طور پر ہیں چنانچہ فرمایا کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اور قریب ہوں یعنی اپنی خدمت کی مشقت اٹھانے کی اُسے توفیق دیتا ہوں اور اپنے نور حضور کے مقام سے اُسے سرفراز کرتا ہوں۔ اور جب کہ وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے دل کے اندر موجود ہوتا ہوں گویا کہ وہ مجھے دیکھتا ہے۔

۱۲ یعنی جب کہ وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی چپکے چپکے ثواب عطا کرتا ہوں اور اُس کی ذات کا کارساز بنتا اور اپنے ذکر میں اُس کی ذات کو ثابت و قائم کرتا ہوں۔ یہ سب کام اس طرح پوشیدہ طریقے سے کرتا ہوں کہ نہ تو اُس کی اس حالت کو کوئی فرشتہ جانتا ہے اور نہ اُس کے سوا کوئی اور علماء نے اس کا معنی یہی بیان کیا ہے۔

۱۳ یعنی میرا بندہ مجھے اگر انسانوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے اُن سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں جو کہ ملائکہ مقربین کی جماعت ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ ملاء میم اور لام کی زبر سے بمعنی قوم کے اشراف اور سردار لوگ ہیں اس میں شک نہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا کلام نفسی بھی ہے اور لفظی بھی جیسا کہ دوسرے مقام میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دونوں قسم کے کلام سے یاد کرتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ثواب لازم ہے اور اُس کا اثر بھی ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

حضرت قاضی میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں اس امر کا احتمال ہے کہ اللہ کے اپنے بندے کا ذکر کرنے سے ظاہری معنی مراد ہو یعنی حق سبحانہ تعالیٰ بندے کو ذکر پر عزت و بندگی عطا فرماتا ہے اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اونچی آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ البتہ یہ بات باقی ہے کہ کچھ لوگ اس حدیث سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ انسان سے فرشتے افضل ہیں۔

طیبی نے کہا کہ ملاء سے ملائکہ مقربین و ارواحِ مسلمین مراد ہیں نہ صرف ملائکہ واضح ہو کہ ابھی تک اشکال باقی ہے اُس ذکر کی بنا پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کیا گیا ہو مگر یہ کہ یوں جواب دیا جائے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مقدس بہت سے اوقات میں ملائکہ کے اندر موجود ہوتی ہے۔ اسی بنا پر فرشتوں کی جماعت کو بہتر اور خیر جماعت کا نام دیا گیا اور یہ لازم نہیں کہ جب ذکر کیا جا رہا ہو تو حضور علیہ السلام کی روح اُس مجلس میں ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اُس وقت بھی حضور کی روح پاک ملائکہ میں موجود ہو۔ اسے اچھی طرح سمجھو تاہم احسن و بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ فرشتوں کی جماعت کا بہتر بنانا اُن کے اللہ تبارک و تقدس کے قریب اور اُس بلندی میں ہونے

کی وجہ سے ہے کیونکہ فرشتوں کی بلند جماعت جسے ملاء اعلیٰ کہتے ہیں کھواٹہ تعالیٰ کے حضور بہت قرب اور بلند ہونے کی وجہ سے یہ انصافیت ماحصل ہے۔ اور جو انصافیت اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے ماحصل ہو کوئی شک نہیں کہ بشر اُس سے افضل نہیں ہو سکتا۔ البتہ بشر کو بھی انصافیت ماحصل ہے مگر یہ انصافیت بندے کی عبادت پر کثرت ثواب کی وجہ سے ہے۔ باوجودیکہ کہ بندہ جہانی موانع اور عوارض میں پھنسا ہوا ہوتا ہے تو ان موانع اور عوارض کے باوجود جو بندہ اللہ کی عبادت پورے اخلاص اور حضور قلب سے کرتا ہے اُس کے افضل ہونے میں کیا شک ہے۔ اسی تحقیق کے قریب ہے وہ بات جو بعض لوگوں نے کہی ہے کہ فرشتوں کا افضل ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ فرشتے خدا کے عزوجل کے نزدیک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا (ان الذین ھند دہک لا یتکبرون) ترجمہ۔ بے شک وہ بندے یعنی فرشتے جو تیرے رب کے قریب ہیں تکبر سے پاک ہیں۔ اور اللہ سبحانہ کے اس قول میں کہ (انی معکم) اس آیت میں لفظ عند اور معیت اگرچہ انسانوں کے لیے بھی ثابت و شامل ہے مگر ملائکہ کے لیے پہلے اور اول ماحصل ہے پھر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے غلبے کا ظہور ادا اُس کے قدس کے انوار عالم ملکوت میں زیادہ واضح اور کثیر مقدار میں ہیں اگرچہ بشر کی انصافیت و بندگی اور درجہ سے بہت سے علماء نے جہات کے اختلاف کی بنا پر ملائکہ اور انسانوں کے لیے الگ الگ انصافیت بیان فرمائی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْنَائِهَا وَ أَرَادَ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْنَائِهَا وَ أَرَادَ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَ مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شَبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَ مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَ مَنْ آتَانِي يَمِينِي آتَيْتُهُ هَرْدَلَةً وَ مِنْ لَقِيَنِي بِقَرَابِ الْأُذُنِ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اُسے اُس کے بدلے میں گن ثواب ملتا ہے ادا اُس سے بھی زیادہ ادا ہو جو ایک برائی کرتا ہے تو اُس کی مثل جزا دی جاتی ہے یا میں اُسے بخش دیتا ہوں۔ اور جو بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک گز اُس کے قریب ہوتا ہوں اور جو بندہ ایک گز میرے قریب ہوتا ہے میں دو گز اُس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے قریب چلی کر آتا ہے میں اُس کی طرف دو گز کر آتا ہوں اور جو شخص مجھ سے زمین جتنے گناہ کرے گا اس مال میں کہ اُس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا ہو گا تو میں اُس سے زمین جتنی مغفرت کے ساتھ

خَطِيئَتُهُ لَا يُفْرِلُ فِي شَيْئًا
تَعْيِيَّتُهُ بِشَيْئٍ مَّضْرُوقٍ -

(اے سلم نے روایت کیا)

(رَوَاةٌ مُسَلِّمٌ)

۱۔ یعنی جسے چاہتا ہوں اُس کے عمل میں صدقِ اخلاص کے اندازے کے مطابق زیادہ ثواب بھی عطا کرتا ہوں
یہاں تک کہ سات سو نیکی تک اُسے ثواب عطا کرتا ہوں۔

۲۔ یعنی ایک برائی کی جزا ایک ہی درجہ عذاب ہے۔

۳۔ یعنی اور اگر میں چاہوں تو اُس کو بالکل سزا نہیں دیتا اس سے مقصود اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل و کرم کا بیان ہے
اللہ تعالیٰ کا دوسرا فضل وہ ہے جو اگلی عبارت میں بیان ہو رہا ہے یعنی جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا
ہے۔ الی آخر۔

۴۔ یعنی جو شخص تھوڑا سا عمل کرتا ہے جو بارگاہِ الہی میں کس قدر قرب کا ذریعہ بنتا ہے تو میں اُسے اُس سے زیادہ
ثواب اور بدلہ عطا کرتا ہوں اور جس کا مرد متحق و لائق ہوتا ہے میں اُس سے بھی زیادہ اُسے اپنی بارگاہ میں قرب عطا فرماتا
ہوں۔ یہاں حدیث میں لفظ شبر آیا ہے۔ شین کی زیر باسا کن بمعنی ایک بالشت۔ یہاں دوسرا لفظ ذراع آیا ہے یعنی
کہنیوں تک لمبا ہاتھ جیسا کہ مراح میں آیا ہے اور قاموس میں فرمایا کہ شبر اُس درازی کو کہتے ہیں جو انگوٹھے سے
لے کر سب سے چوٹی انگلی کے کنارے تک ہوتی ہے۔ اور ذراع اُس لمبائی کو کہتے ہیں جو کہنی کے کنارے سے
درمیان انگلی کے سرے تک ہوتی ہے۔ حدیث میں تیسرا لفظ باع ہے جس کا معنی ہے دو ہاتھ کے مقدار فاصلہ۔
۵۔ یہاں حدیث میں لفظ ہرولہ آیا ہے۔ ہاکی زبر باسا کن و کی زبر بمعنی دوڑنا۔ جیسا کہ مراح میں مذکور ہے
قاموس میں فرمایا ہرولہ اُس رفتار کو کہتے ہیں جو آہستہ چلنے اور دوڑنے کے درمیان کی رفتار ہوتی ہے۔ دراصل
یہ کٹا ہے۔ اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کا قرب اپنے بندوں کی طرف بندوں سے بھی زیادہ تیز چل
کراتا ہے۔ اور اس میں بندوں کے اعمال اور ان کی نیکیوں پر زیادہ ثواب و زیادہ فضل و عطا کی طرف بھی اشارہ
پایا جاتا ہے۔

۶۔ یہاں حدیث میں لفظ قُرب آیا ہے ق کی پیش یا زبر سے بمعنی ایسی چیز جو کسی چیز کی مقدار کے قریب ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس شخص نے میرے

دوست سے دشمنی کی تو بے شک میں نے اُسے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا

فَقَدْ أَذَنْتُهُ بِالنَّحْرِبِ وَمَا

تَمَرَّبَ إِلَى عَبْدِي يَشْنِيءُ أَحَبَّ
إِلَى مِنَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَ
مَا يَنْزَالُ عَبْدِي يَتَمَرَّبُ إِلَى
بِالْعَوَاقِلِ حَتَّى أَحْيَيْتُهُ فَإِذَا
أَحْيَيْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي
يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ
وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا
وَرِجْلَهُ الَّتِي يَشْنِيءُ بِهَا وَ
إِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَكِنْ
اسْتَعَاذَ فِي لَأُعِيدَنَّهُ وَمَا
تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ
تَرَدَّدْتُ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ
يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ
مَسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اپنے ساتھ جگ کے لیے آگاہ کر دیا۔ اور میرا بندہ مجھ
سے نزدیکی حاصل نہیں کرتا جو مجھے سب سے زیادہ
محبوب ہے اُس سے جو کچھ میں نے اُس پر فرض کیا ہے
یعنی میرے بندے کو میرے نزدیک سب سے زیادہ
قرب اُس سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ میری فرض کردہ
چیزوں کو ادا کرے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ
میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا
محبوب بنا لیتا ہوں جب میں اُسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے
اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
اور میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے
مگر مجھ سے انکسار تو میں

لے لے دیتا ہوں مگر میرے پاس پناہ ایسا ہے تو میں ضرور
لے لے پناہ دیتا ہوں اور میں توقف اور دیر نہیں کرتا اُس
کام میں جسے میں کرنے والا ہوتا ہوں جتنا کہ میں بندہ مؤمن
کی جان فیض کو نہ میں توقف اور دیر کرتا ہوں بندہ مؤمن
موت کو نہیں چاہتا اور میں نہیں چاہتا کہ اُسے تکلیف
میں ڈالوں مالاںکہ موت کا اس پر پڑنا ضروری امر ہے (بخاری)

۱۔ اور میں اُسے اپنے ساتھ جگ کرنے کی خبر دیتا ہوں یہاں حدیث میں لفظ ولی آیا ہے جو ولایت سے نکلا ہے ولایت
کا معنی محبت کرنا اور مدد کرنا یا اس کا معنی ہے کام کسی کے سپرد کرنا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نظام کائنات کے
بہت سے کام اپنے ولیوں کے سپرد کرتا ہے۔

۲۔ یعنی ادا کے فرض کے ساتھ بندے کو میرا جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اُس قرب سے
جو بندہ نفل عبادت ادا کرنے سے حاصل کرتا ہے کیونکہ فرض کی ادائیگی میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ زیادہ محبوب
اور مجھے زیادہ مطلوب ہے۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ نوافل سے جو قرب حاصل ہوتا ہے اُس کا نتیجہ بھی بڑا بلند اور

اس کا درجہ بھی بڑا عظیم ہے کیونکہ لڑاقل فراسق کو تمام وکمال تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

۳۷ یعنی ان عبادتوں کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ جو شرعاً فرض و واجب نہیں ہیں۔

۳۸ یہاں حدیث میں لفظ بطش آیا ہے۔ لغت کے لحاظ سے اس لفظ کا معنی ہے کسی پر حملہ کرنا۔ اور کسی کو سختی سے پکڑنا مگر یہاں مطلق پکڑنا مراد ہے۔

۳۹ یہاں بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ وَفَوَّادَ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ۔ یعنی اور میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے۔ اور یہ لفظ بھی آئے ہیں۔ وَبِلِسَانِهِ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِهِ۔ اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ اس حدیث کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ دبی لیسع اور وہ مجھ سے منسوب ہے۔ دبی میسر اور میرے ساتھ دیکھتا ہے۔ دبی بطش اور میرے ساتھ پکڑتا ہے۔ دبی میشی۔ اور میرے ساتھ چلتا ہے۔ یعنی وہ بندہ نہیں سنتا، نہیں دیکھتا، نہیں پکڑتا اور نہیں جانتا کسی جانب مگر اس کا ملحوظ خاطر اور اس کا مقصود صرف میری رضا ہوتی ہے اور میری طاعت کو ہی اختیار کرتا ہے۔ اور اس کا منظور و مشہود صرف میری ذات ہی ہوتی ہے۔ بندے کے اس حال کا ابتدائی مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرتا۔ اور ذات سبحانہ کے قرب کی نیت کرتا ہے۔ یہ مرتبہ عمل کہلاتا ہے۔ اس کا آخری مرتبہ توحید الہی میں فنا ہونا ہے۔ اس کلام کی ایک تفسیر وہ ہے جو کتاب فتوح الغیب کی شرح میں کر دی گئی ہے۔ جب بندہ اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے تو وہ مستجاب الدعا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی دعا اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں فنا اور خالص عبادت بن چکی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آگے فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا اور اس کے مطلوب و مقصود سے نوازتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے برائیوں اور کردہ امور سے پناہ مانگتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں۔ یاد رہے کہ یہ معنی کے لحاظ سے زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ جیسا کہ اول روایت کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہے۔ اور چونکہ پناہ دینا اور ذکر سے کلام کا افتتاح کرنا دوستی اور محبت کو ظاہر کرتا تھا اس کی مناسبت سے کلام کا اختتام بھی ایسے معنوں پر کیا جواسی مذکورہ معنی کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا کہ میں کسی کام کے کرنے میں اتنا متروک نہیں ہوتا کہ اس میں اتنا توقف کرتا ہوں جتنا کہ میں اپنے بندہ مومن کی جان قبح کرنے میں تردد و توقف کرتا ہوں۔ کہ بندہ مومن بہ تعاضد طبعیت موت سے نفرت کرتا ہے۔ اور میں اسے تکلیف دینا اور ناراض کرنا پسند نہیں کرتا۔ یہاں بعض روایتوں میں اس سے آگے یہ عبارت بھی ہے۔ دَلَا بَدَلًا لَّهِ عِثَّةٌ۔ یعنی حالانکہ اسے مرنے سے کوئی چارہ کار نہیں۔ یعنی مجھے اپنے بندہ مومن سے جو محبت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے میں اس کی جان قبح کرنے میں تردد و توقف کرتا ہوں کیونکہ وہ موت کو ناپسند جانتا ہے تاہم چونکہ موت سے چارہ نہیں اس لیے اسے موت کی آغوش میں جانا ہی پڑتا ہے۔ مگر وہ موت بھی اس کے لیے بہتر ہوتی ہے کیونکہ موت کے ذریعے وہ طرح طرح کی عزروں اور بلند درجات پر فائز ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ

کے قرب اور اس کی رضا و خوشنودی پر مشتمل ہوتی ہیں۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ تردد و توقف استعمال ہوا ہے جو درحقیقت اس کی بلند و پاک درگاہ کے لائق نہیں۔ کیونکہ تردد و توقف کا معنی ہے دو راؤں کا مختلف ہونا اور دو ارادوں کا آپس میں ٹکرائنا جو ایک فعل سے متعلق ہوں۔ کہ یہ کام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق ارادہ کی غایت اور انتہا کے اعتبار سے ہے۔ یعنی کسی ارادہ کی انتہا اور غایت یہ ہوتی ہے کہ ارادہ کرنے والا اپنا ارادہ پورا کرتا ہے یا پورا نہیں کرتا۔ اسی طرح مخلوق کی وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کی جاتی ہیں۔ جیسے غضب، حیا اور کرم وغیرہ کہ ان الفاظ کا وہ معنی مراد ہوتا ہے جو ان کا غایت اور انتہا کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ لہذا یہاں تردد و توقف کا معنی یہ ہوگا کہ میں بندہ مومن کی جان قبض کرنے میں اس طرح تردد و توقف کرتا ہوں جس طرح ایک انسان کسی کام کے انجام دینے میں کرتا ہے اگر میں بندہ مومن کی جان قبض کے علاوہ کسی کام میں تردد و توقف نہیں کرتا، اور میں اسے موت دینے میں اس لیے تردد کرتا ہوں کہ اس پر موت طاری ہونا آسان ہو جائے۔ اور وہ موت کی جانب مائل ہو جائے۔ اور موت کا اشتقاق اور گرویدہ بن جائے۔ اور موت کا اشتقاق ظاہر کر کے میرے مقرب بندوں کی لڑی میں پیروں یا جائے۔ اور ملاوٹ کے گردہ میں شامل ہو جائے۔

علامہ تورشہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا موت میں تردد و توقف کرنے کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ بوقت موت اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندہ پر اپنے لطائف و کرم و نازیوں کا خصوصی اظہار کر کے اس کے دل سے موت کی نفرت نکال دیتا ہے۔ اور اس پر ظاہر کر دیتا ہے تاکہ وہ تردد و کراہت جو موت کے بارے میں بندے کے اندر موجود ہوتی ہے، دودھ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بجائے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کی بشارت نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام عزت اس کے سامنے نمایاں ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اس حالت تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے کئی قسم کے حالات میں سے گزارتا ہے کہ اسے بیمار کرتا ہے۔ اس پر بڑھا پا طاری کرتا ہے۔ اس پر فاقہ مسلط کرتا ہے۔ اس پر بے بسی ڈالتا ہے اور اسے بلا و مصیبت کی شدت میں رکھتا ہے۔ تاکہ ان منازل سے گزرا کر دنیا سے جدائی کا صدمہ اس کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ اور پھر دنیا سے اس کا تعلق منقطع کر دیتا ہے۔ اور وہ جان کنڈی کی حالت میں دنیا میں رہنے کی امید دل سے نکال دیتا ہے۔ اور اسے اس چیز کا امیدوار بنا دیتا ہے جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتی ہے۔ اور اسے اپنے دیدار کی عزت اور آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کا اشتقاق و گرویدہ بنا دیتا ہے۔ ان اسباب مذکورہ سے اس کے لیے موت کی منزل آسان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کو اس طرح آہستہ آہستہ موت کی حالت تک لے جانا گویا اسے موت دینے میں تردد و توقف کرنا ہے۔ اسے سمجھ لو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ إِنَّ
لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي
الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ
فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ
اللَّهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَى
حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحْتَضِرُهُمْ
يَأْجُزِيهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا
قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ
أَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي
قَالَ يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ وَ
يُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ وَ
يُسْتَجِدُّونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ
رَأَوْفِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ
مَا رَأَوْكَ قَالَ فَيَقُولُ كَيْفَ
كُنَّا رَأَوْفِي قَالَ فَيَقُولُونَ كُنَّا
رَأَوْكَ كَأَنَّا أَشَدُّ لَكَ عِبَادًا
وَأَشَدُّ لَكَ تَحِيُّدًا وَ أَكْثَرُ
تَسْبِيحًا قَالَ فَيَقُولُ فَمَا
يَسْأَلُونَ لِيَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ
قَالَ يَقُولُونَ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ
فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ يَا دَبِّ مَا
رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ كُنَّا
رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ كُنَّا نَرَاهُمْ
رَأَوْهَا كَأَنَّا أَشَدُّ عَلَيْهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں
گھومتے رہتے ہیں۔ اہل ذکر کو تلاش کرنے کے لیے
جب وہ کسی گروہ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف پاتے
ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی
حاجت (مقصد) کی جانب آ جاؤ جسے تم تلاش کر رہے
تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو وہ فرشتے
ان پر آسمان دنیا تک اپنے پر پھیلا دیتے ہیں۔
حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کا رب ان سے
دریافت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ علم والا
ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ فرشتے رب تعالیٰ کے حضور میں عرض
کرتے ہیں یا رب العزۃ تیری تسبیح کر رہے ہیں
تیری بڑائی بیان کر رہے ہیں۔ تیری حمد و ثنا
کر رہے ہیں تیری عظمت و بزرگی بیان کر رہے ہیں
حضور فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں
نے مجھے دیکھا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، فرشتے
عرض کرتے ہیں خدا کی قسم انہوں نے مجھے بالکل نہیں
دیکھا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے
دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا
کہ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ (بندے) مجھے دیکھ لیں تو تیری
عبادت زیادہ کریں گے تیری تعظیم زیادہ کریں گے اور تیری
تسبیح کثرت سے کریں گے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے (مجھے) کیا مانگ

ہے میں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا
 انہوں نے جنت کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں واللہ
 یا رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا حضور علیہ السلام
 نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو پھر
 ان کا کیا مال ہوگا حضور نے فرمایا کہ فرشتے عرض کرتے ہیں
 کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس کی حرص و چاہت زیادہ کریں
 گے اور اسے بہت زیادہ طلب کریں گے اور اس کی
 جانب بڑی رغبت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پس
 وہ کس چیز سے پناہ پڑتے ہیں حضور نے فرمایا کہ فرشتے
 عرض کرتے ہیں کہ وہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں
 حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے
 کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے حضور نے فرمایا فرشتے
 عرض کرتے ہیں واللہ یا رب انہوں نے اسے بالکل نہیں
 دیکھا حضور نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ اس کو دیکھ
 لیں تو اس سے بہت دور بھاگیں گے لہذا اس سے بہت
 زیادہ ڈریں گے (اس پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتوں میں تم کو گواہ بنانا ہوں کہ
 بے شک میں نے ان کو بخش دیا حضور فرماتے ہیں کہ فرشتوں
 میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں ملاں شخص ایسا ہے
 جو ان میں سے نہیں ہے۔ وہ اپنے کسی کام آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے میرے وہ ذاکر بندے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے
 ساتھ بیٹھے دالابہ بخت (بد نصیب) نہیں بڑتا۔ (بخاری)
 اور سلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو

حِرْصًا وَ أَشَدَّ لَهَا طَلِبًا وَ
 أَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فِيمَ
 يَتَعَوَّدُونَ قَالَ يَقُولُونَ مِنْ
 النَّارِ قَالَ يَقُولُونَ فَهَلْ رَأَوْهَا
 قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَأْتِ
 مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ فَكَيْفَ
 تَوَرَّأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ
 رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَاقًا
 وَ أَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُولُ
 فَأَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ
 لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِّنَ
 الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فَلَانٌ لَّيْسَ
 مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ بِحَاجَةٍ
 قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْهَدُ
 جَلِيسُهُمْ۔

(رواہ البخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ مُّسْلِمٍ قَالَ
 إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً مُّضِلَّةً
 يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا
 وَجَدُوا مُجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ
 قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَتَّى يَبْعَثَهُمْ
 بَعْضًا بِأَجْنَحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلِكُوا
 مَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ
 الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا
 وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ

فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِحَالِهِمْ مَنْ آتَى جَنَّتُمْ
فَيَقُولُونَ جَنَّتْنَا مِنْ عَذْرِ
عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ يُسْتَحْوَذُوكَ
وَيُكَيِّرُونَكَ وَيُهَيِّلُونَكَ وَيَعْمَدُونَكَ
وَيَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَ
هَلْ رَأَوْ جَنَّتِي قَالُوا لَا آتَى
رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْ
جَنَّتِي قَالُوا وَكَيْفَ يُسْتَجِيرُونَكَ
قَالَ وَمِمَّا يُسْتَجِيرُونَ فِي قَالُوا
مِنْ تَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْ
تَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ
لَوْ رَأَوْ تَارِي قَالُوا يُسْتَفِيرُونَكَ
قَالَ كَيْفَ قَالُوا قَدْ عَفَرْتُ
لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مِمَّا سَأَلُوا
وَآجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا
قَالَ يَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فَلَانِ
عَبْدٌ خَطَاؤُا رِثْمًا مَرَّةً وَجَلَسَ
مَعَهُمْ قَالَ كَيْفَ قَالُوا وَلَهُ عَفَرْتُ
هُمْ الْقَوْمُ لَا يَشْفِي بِهِمْ
جَلِيسُهُمْ.

زمین میں گھومتے رہتے ہیں یہ فرشتے بڑے فاضل اور
اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں یہ فرشتے ذکر کی مجلس تلاش
کرتے ہیں جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں تو اس میں
بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنے پر پھیلا دیتے ہیں
یہاں تک اس جگہ سے کہ آسمان دنیا تک ساری نفا
پڑ کر دیتے ہیں جب ذکر کرنے والے بکھر جاتے ہیں تو وہ
فرشتے اوپر آسمانوں کی طرف چڑھتے اور اوپر آسمان
کی طرف عروج کر جاتے ہیں حضور علیہ السلام فرماتے
ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرتا ہے (مالا نکہ وہ
ان سے زیادہ علم والا ہوتا ہے) کہ تم کہاں سے آئے ہو فرشتے
کہتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین
میں ہیں وہ بندے تیری تسبیح کر رہے ہیں تیری بڑائی بیان
کرتے ہیں تیری تہلیل کرتے ہیں (کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں)
تیری بزرگی بیان کرتے ہیں اور بعض نعوں کے مطابق تیری
حمد و ثنا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے وہ مجھ سے
کیا مانگتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں وہ مجھ سے تیری جنت
مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت
کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار انہوں نے
میری جنت کو نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت
دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ بندے
تجھ سے پناہ پڑتے ہیں اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے وہ کسی چیز

سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے فرشتے
عرض کرتے ہیں انہوں نے آگ کو دیکھا تو نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں
یا اللہ وہ بندے تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو بے شک میں نے ان کو
بخش دیا اور میں نے ان کو عطا کر دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا اور میں نے ان کو پناہ دے دی اس چیز سے جس

سے انہوں نے مجھ سے پناہ طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب ان ذکر کرنے والوں میں فلاں شخص بھی ہے جو بڑا بدکار اور گمراہ ہے۔ وہ تو صرف گزر رہا تھا کہ ان میں بیٹھ گیا (اس نے تیرا کوئی ذکر نہیں کیا) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس بندے کو بھی بخش دیا وہ ذکر کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہتا۔

۱۷۔ جو سب آسمانوں سے نیچے اور زمین سے نزدیک تر ہے۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے دریافت کرنے اور سوال کرنے کا فائدہ انسان کے شرف کا اظہار۔ اور ان کی ہچائی ان کی تسبیح و تقدیس کا بیان ہے۔ اور ضمناً لائنکے پرچوٹ ہے جنہوں نے انسان کے خصالے اور نافرمان ہونے کی گواہی دی تھی اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرنے والا ظاہر کیا تھا۔

۱۹۔ اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے۔

۲۰۔ یعنی وہ جنت پر بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں اور جنت کے موجود ثابت ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ بخلاف لائنکے کہ وہ جنت کو دیکھ کر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۱۔ اگرچہ وہ ذکر کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے کسی کام آیا ہوتا ہے۔ ان ذکر کرنے والوں کے کلام (ذکر) میں شامل ہونے کے لیے نہیں آیا۔ میں نے اس کو بھی بخش دیا اور اس کے گناہ معاف کر دیے۔

بیت۔ - ہمیشی اولیاء چوں کیا است کیا مئے خود باین خوبی کجاست
اولیاء اللہ کے ساتھ محبت و ہمیشی کیا کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ کیا بھی ان کی محبت کی برکتوں کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

۲۲۔ یہاں حدیث میں لفظ نُسلاً آیا ہے۔ ناک پیش من ساکن یا من پر بھی پیش۔ بعض نسخوں میں فضلاء بروزن نسلاً آیا ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں اگرچہ یہ لفظ اپنی حد ذاتہ میں نفع ہے مگر یہاں اسے بروزن فقہاء پر مبنی درست نہیں بلکہ وہم ہے۔

۲۳۔ بعض نسخوں میں اس طرح آیا ہے کہ حالانکہ اللہ تعالیٰ اُن کے حالات کو بہت بہتر جانتا ہے۔

۲۴۔ یہاں حدیث میں یہ تعبیر دی آیا ہے یعنی بعض نسخوں میں یہاں بغیر لون مشدود کے آیا ہے۔

۲۵۔ یعنی اُن کے پاس بیٹھنے اور اُن کی محبت اختیار کرنے کی وجہ سے اُن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت کی نجات

سے بچایا جاتا ہے۔ حضور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۱۷

أَنَا مِنَ الْجَاهِلِ لَا يَخَافُ جَلِيسُهُ

رَيْبُ الزَّمَانِ وَلَا يَدْرِي مَا يَرْهَبُ

ترجمہ۔ میں اُن مردانِ خدایں سے ہوں جن کے پاس بیٹھنے والے کو زمانے کے حادثات کا کوئی خطرہ نہیں اور نہ وہ ایسی چیزیں دیکھے گا جن سے انسان ڈر جائے۔

وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ
الْأَسَدِيِّ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ
فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ
قُلْتُ نَافِقٌ حَنْظَلَةُ فَقَالَ
سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قُلْتُ
تَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَكِرُنَا
يَا لَتَأْرَ وَ الْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى
عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَافِسُنَا الْأَرْوَاحَ وَ
الْأَوْلَادَ وَ الصَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا
قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا
فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
تَخْلُقُ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هَذَا ذَاكَ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ تَكُونُ عِنْدَكَ
تَدَكِّرُنَا يَا لَتَأْرَ وَ الْجَنَّةِ
كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا
مِنْ عِنْدِكَ حَافِسُنَا الْأَرْوَاحَ
وَ الْأَوْلَادَ وَ الصَّيْعَاتِ نَسِينَا

حضرت حنظلہ بن ربیع الاسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
میرے حضرت ابو بکر صدیق نے تو فرمایا اے حنظلہ تم کیسے ہو
میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے حضرت صدیق
اکبر نے فرمایا سبحان اللہ تم کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا
ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو
آپ ہمارے سامنے دوزخ اور جنت کا ذکر اس طرح کیا
کرتے ہیں گویا کہ ہم جنت اور دوزخ کو آنکھوں کے سامنے
دیکھ رہے ہیں جب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس سے اٹھ کر باہر آ جاتے ہیں بیویوں اور
اولاد اور زمینوں اور باغات سے ہماری مصروفیت جاتی
تھی تو ہمیں بہت سی چیزیں بھول جاتی ہیں۔ حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم بھی اپنے
انداز ایسی ہی حالت محسوس کرتے ہیں حضرت حنظلہ
فرماتے ہیں تو میں اور ابو بکر دونوں چل پڑے یہاں تک
کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ
گئے حضرت حنظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تم یہ کیا بات کر رہے ہو میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم لوگ آپ کے پاس ہوتے
ہیں اور آپ ہمارے سامنے دوزخ اور جنت کا ذکر
کرتے ہیں تو ہم اس طرح محسوس کرتے ہیں گویا کہ ہم لوگ
انہیں آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں جب ہم
آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں اور اپنی

كَثِيرًا فَقَالَ تَسْأَلُ اللَّهَ صَلَٰ
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّائِي
 نَفْسِي بِيَدِهِ كَو تَدُو مَوْن
 عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي
 وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتَكُمْ
 الْمَلَكَةِ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي
 طَوْفِكُمْ وَلَيْكُنْ يَا حَنْظَلَةَ
 سَاعَةً وَ سَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
 (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بیویوں اپنی اولاد اور اپنی زمینوں اور باغات وغیرہ سے
 کمال شہرت ملتی ہے تو ہم بہت سی چیزیں بھلا دیتے ہیں
 اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس ذات
 کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم
 لوگ مسلسل اسی حالت میں رہو جو میرے پاس تمہاری
 ہوتی ہے یعنی ذکر کی حالت میں بھی

تو تمہارے بستر پر فرشتے تم سے اگر مشافحہ کریں یحییٰ
 اے حنظلہ ایک گھڑی میں حالت کچھ ہوتی ہے اور دوسری
 گھڑی میں کچھ ہوتی ہے یہ بات آپ نے تین بار ارشاد
 فرمائی۔ (مسلم)

۱۔ راکی پیش باکی زبریا کے نیچے زیر مشد۔

۲۔ الاسیدی حمزہ کی پیش سین کی زبریا مشد کی زیر اور ایک سعایت میں یا ساکن بھی آئی ہے یہ لفظ اسید
 بن امر بن تیمیم کی طرف منسوب ہے آپ صحابی ہیں کاتب وحی تھے عرب کے نامور اور عبارت گزار اور عقلمند لوگوں میں
 سے تھے آپ نے لویل عمر پائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امامت کے ابتدائی ایام میں وصال
 فرمایا۔

۳۔ یعنی تمہارے یقین و ایمان کا حال کیل ہے۔

۴۔ یعنی اس خلوص ایمانی کے ہوتے ہوئے تم اپنی طرف نفاق کی نہایت کیوں کر رہے ہو۔

۵۔ یعنی جب ہم لوگ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس سے اٹھ کر باہر آتے ہیں تو ہم پر غلبت طاری
 ہو جاتی ہے اور وہ حالت باقی نہیں رہتی جو حضور کی مجلس میں ہوتی ہے۔ یاد رہے یہاں حدیث میں مافسنا آیا ہے جو
 معاسفت سے بنا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز سے رل رل اور گھل رل جانا۔ حدیث میں دوسرا لفظ العیفات ہے جو کہ ضیغۃ کی جج
 بمعنی ایسی چیزیں جن سے بندے کی معاش متعلق ہوتی ہے جیسے تجارت اور زراعت وغیرہ یہ لفظ پیشے کے معنی میں
 بھی آتا ہے۔ تانوس میں فرمایا ضیغۃ اُس زمین کو کہتے ہیں جو حاصل کی ہوتی ہے۔

۶۔ یعنی ہماری حالت بھی ایسی ہی ہو جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے اور آپ سے غائب ہو جانے کی
 حالتوں میں فرق واقع ہو جاتا ہے اگرچہ یقین و ایمان اپنی حالت پر برقرار رہتے ہیں۔ مگر قلبی کیفیت میں فرق پڑ جاتا ہے۔
 کہ کیونکہ اُس کا ظاہر اور باطن ہر وقت ایک جیسا نہیں رہتا۔

۱۵ گزشتہ حدیث کے الفاظ میں لفظ عافنا صیغہ غائب تھا یہاں لفظ حاضر سے ہے یعنی عافنا۔
۱۶ یعنی ہمیشہ تم لوگ ملائکہ کو مختلف حالتوں میں دیکھتے۔

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ ساعۃ وساعۃ آیا ہے اور مصابیح میں ساعۃ فاعۃ یعنی ایک گھڑی حضور قلب کی ہوتی ہے جس میں تم اپنے پروردگار کے حقوق ادا کرتے ہو اور دوسری گھڑی اُس سے غائب ہونے کی ہوتی ہے جس میں تم اپنی جانوں کے حقوق ادا کرتے ہو بندے کا وجد و حضور کی ایک ہی حالت پر ہر وقت قائم رہنا مشکل اور دشوار ہے اور اس کی حکمت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

بیت۔ اگر درویش برعاسے بماندے سر دست از دو عالم بزنشاندے

گئے بر طارم اعلیٰ نشینم گئے پر پشت پلے خورد نہ بینم

ترجمہ ۱۔ اگر درویش ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہتا تو دونوں عالم سے اپنا ہاتھ جھاڑ بیٹھتا۔

۲۔ کبھی تو میں اپنے محل پر جا بیٹھتا ہوں اور کبھی میں اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ سکتا۔

۳۔ ظاہر یہ ہے کہ تین دفعہ فرمانے سے اس فقرے کا تین دفعہ فرمانا مراد ہے یعنی یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین دفعہ کے تکرار سے تکرار ساعت مراد ہو یعنی بندے کی ایک گھڑی تو ذکر اور پروردگار کے حقوق ادا کرنے میں گزرتی ہے اور دوسری گھڑی اپنے نفس اور اہل دعیال کے حقوق ادا کرنے میں بسر ہوتی ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابوذر داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تمہارا سب سے بہتر عمل نہ بتلاؤں اور وہ عمل جو تمہارے بادشاہ یعنی پروردگار کے نزدیک سب سے پاکیزہ عمل کہلاتا ہے اور جس عمل سے تمہارے درجے سب سے زیادہ بلند ہوتے ہیں اور جو عمل تمہارے لیے سونا اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے جہاد میں لکڑاؤ اور تم ان کی گردنوں کو اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنوں کو اڑائیں یعنی جو عمل جہاد سے بھی افضل ہے اور اللہ

عَنْ أَبِي الدَّردَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَذْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَمْنِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرِ لَكُمْ مِنْ إِنْتَاقِ الذَّهَبِ وَالزَّمَرِ وَخَيْرِ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُونَ

کے دستے میں جان فدا کرنے سے بھی بہتر ہے صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔ اسے مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ مگر مالک نے اس حدیث کو ابوہریرہ صحابی پر موقوف رکھا۔

أَعْنَا قَتَكُمُ قَالُوا بَلَى قَالَ ذِكْرُ
اللَّهِ رَدَّاهُ مَا لَكَ وَ أَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ إِلَّا
أَنَّ مَا لَكَ وَ قَفَّهَ عَلَى أَبِي
الدَّؤْدَاءِ -

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ ورق ہے۔ قاموس میں ہے کہ ورق بروزن کتف و رطل وہ درہم جو سکے کے طور پر پڑتے ہوں۔

۱۸ یعنی تم کافروں کو مارو اور کافر تمہیں ماریں۔ مطلب یہ ہے کہ کفار سے لڑائی اور جہاد کرنا۔
۱۹ یعنی وہ عمل ہمیں ضرورتاً جس کی آپ نے انہی تعریف کی ہے۔

۲۰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے افضل ذکر خدا ہے۔ حتیٰ کہ مدتے اور راہ خدا میں جہاد و قتال سے بھی افضل ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ دوسروں میں اثر کرنے والی عبادت صرف اپنی ذات میں محدود رہنے والے اثر کی عبادت سے افضل ہے یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ یہ انصافیت ذکر خدا کے علاوہ دوسری عبادتوں میں ہے۔

۲۱ اور حضور نبی کریم علیہ السلام تک اس حدیث کو نہیں ملایا۔ یاد رہے حدیث موقوف صحابی کے قول کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ مقدمہ میں گزرا۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سب سے بہتر انسان
کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا مبارک ہے وہ شخص جس کی
طرز ہی ہوئی اور ساری نیک کاموں میں گزری۔ اعرابی نے
کہا یا رسول اللہ یہ فرمائیے کہ سب سے افضل عمل
کونسا ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو آپ نے فرمایا وہ
عمل یہ ہے کہ تو دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ تیری
زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔
اسے احمد و ترمذی نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسَيْرٍ
قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوبَى
لِمَنْ طَالَ عَمَلُهُ وَ حَسَنَ
عَمَلُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ
أَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانَكَ
رَطْبٌ مِمَّنْ ذَكَرَ اللَّهَ -
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ)

۱۔ باکی پیش سین ساکن آپ صحابی ہیں۔ ان کا باپ ان کا بھائی علیہ اور ان کی بہن حضرت صماسب صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھران کی دیانت کے لیے آیا کرتے اور ان کے پاس اگر کھانا کھاتے تھے اور ان کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے شہرہ قول کے مطابق آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے ملک شام میں وصال فرمایا۔

۲۔ زبان کا ترہونا اس امر سے کنایہ ہے کہ زبان پر اللہ کا ذکر بڑی سہولت بڑی آسانی اور بڑی روانی سے جاری ہو جیسا کہ خشک زبان چلنے میں دقت محسوس کرتی ہے۔ یا زبان کے ترہونے سے اس جانب اشارہ ہے کہ موت کے قریب اس کی زبان پر مسلسل ذکر جاری ہو اور زبان ذکر سے نہ رکی ہو اور خشک نہ ہوئی ہو کہ اس سے پہلے موت طاری ہو جائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ جنت کے باغوں میں سے گزرو تو ان میں سے کھالیا کرو صحابہ نے عرض کیا جنت کے باغ کیا چیزیں ہیں فرمایا ذکر الہی کے طریقے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَدُّتُمْ بِوَيَاضِ الْجَنَّةِ فَادْتَعُوا قَالُوا وَمَا وَيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔ (رواہ الترمذی)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ فار تعویا ہے جس کا معنی ہے چر لیا کرو مطلب یہ ہے کہ کھالیا کرو۔ ۲۔ کہ لوگ جمع ہوتے ہوں اور ذکر خدا کرتے ہوں اس لیے کہ ذکر کی ایسی مجلسیں بندے کو جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یا ایسی مجلس سے تمہیں وہ ذوق و حضور نصیب ہوگا جو جنت کی نعمتوں کے ذائقے کی طرح اور اس کے غورنے کی مانند ہوگا۔

بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ دنیا میں بہشت کی لذت وہ ذوق اور وہ چاشنی و مٹھاس ہے جو سحری کے وقت منامات میں اللہ تعالیٰ سے چاہو ہی کرتے وقت نصیب ہوتی۔ یہاں حدیث میں خلق الذکر آیا ہے خلق ماکی زیر لام کی زبر سے حلقہ کی جمع ہے جو کہ ماکی زیر لام ساکن سے پڑھا جاتا ہے جیسے بدرود بیدرة و ادھر تصع و تصعہ اور خلق و خلقہ دونوں کلموں کو زبر سے بھی پڑھا گیا ہے یعنی خلق حلقہ عربی نے کہا کہ خلق اور حلقہ دونوں لام ساکن سے ہیں۔ جیسے قمر و قمرہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ حلقہ اور دائرہ بنا کر ذکر کرنا جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ

يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ
مِنْ اللّٰهِ تَرَوَةً ۖ وَ مِّنْ اضْطَجَاعٍ
مَّصْنُجًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ
كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ اللّٰهِ تَرَوَةً ۖ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

تو اُس پر اللہ کی طرف سے حسرت اور نقصان ہے
اور جو آدمی پہلو پر نیند کرے مگر اُس میں اللہ کا ذکر نہ کرے
تو اسے اللہ کی طرف سے حسرت اور نقصان لاحق ہوتا
ہے۔
اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

اسے یعنی بندے کو چاہیے کہ ہر حال میں اپنی نشست و برخاست نیند اور بیداری کی حالت میں شب روز اللہ کے
ذکر میں مصروف رہے کیونکہ جو وقت اللہ کے ذکر سے خالی گزرے گا قیامت کے دن بندے کو اُس پر بڑی حسرت
اور ندامت لاحق ہوگی۔

بیت۔ چوادل شب آہنگ خواب آورم
یہ تبیع نامت شتاب آورم
ترا خواہم دریزم از دیدہ آب
دگر نیم شب سر بر آرم ز خواب
دگر بامداد ست راہم بہ تست
ہمہ روز تا شب پناہم بہ تست
ترجمہ ۱۔ جب رات کے اول حصے میں سونے کا ارادہ کرتا ہوں تو سبحان اللہ کے ساتھ تیل نام زبان پر جلدی
لاتا ہوں۔

(۲) اور اگر آدمی رات نیند سے بیدار ہو جاتا ہوں تو میں تجھے ہی پکارتا اور آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوں۔ اور گراتا
ہوں آنکھ سے پانی۔

(۳) اور اگر صبح کو مجھے تیرا راستہ ملتا ہے تو سارا دن رات تک میری پناہ تجھ سے ہی ہوتی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنْ قَوْمٍ يَفْقَهُونَ مِنْ
مَّجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ فِيْهِ
إِلَّا قَاتَمُوا عَنْ قَتْلِ جَنَفَةٍ
حَتَّىٰ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ ۖ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گروہ نہیں
جو کسی مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اُس میں خدا کا ذکر
نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ کھڑا ہوتا ہے گدھے کے مرمار کی
مثل چیز سے اور وہ مجلس اُن کے لیے حسرت و افسوس
کا موجب بنے گی۔

اسے احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

اسے یعنی جو لوگ آپس میں مل کر بیٹھیں اور دنیا کی باتوں اور گپ شب میں یا بیہودہ گوئی میں مصروف رہیں تو اُن کی مثال ایسے
ایسے لوگوں کی مثال ان لوگوں کی ہی ہے جو گدھے کے مرمار کے پاس بیٹھے ہوئے ہوں اور پھر کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد اٹھ کر چل پڑیں اور

منتشر ہو جائیں غلامہ حدیث یہ ہے کہ جو مجلس اللہ کے ذکر سے خالی ہو وہ نحوست و خرابی میں ایسی ہے جیسے گدھے کے مردار جسم سے بڑی بدبو پھیل رہی ہوتی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا جَسَسَ قَوْمٌ مَجْدِسًا لَمْ
يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ وَلَمْ
يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا
كَانَ عَلَيْهِمْ تَوْبَةٌ فَإِنْ شَاءَ
عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ عَفَا
لَهُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بیٹھا کوئی
گروہ کسی مجلس میں جس میں وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا اور نبی
پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پاک نہیں پڑھتا مگر
ان کا اس طرح بیٹھنا ان کے لیے حسرت و مذابت ہوگا
اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور
اگر چاہے گا تو انہیں بخش دے گا
اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اسے یعنی اگر چاہے گا تو ذکر و درود کے ترک پر انہیں سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کی اس تقصیر کو معاف
کر دے گا۔

وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ ؓ قَالَتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامٍ ابْنِ
آدَمَ عَلَيْهِ لَآ إِلَهَ إِلَّا أَنَا
يَا مُعَذِّبٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ
أَوْ ذَكَرَ اللَّهَ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔
فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کے
بیٹے کی ہر گفتگو اس پر بوجھ بنی ہوئی ہے اس کے لیے فائدہ مند
نہ ہوگی گروہ جو اس نے نیک کلام کا حکم دیا ہو گا یا بُرے
کام سے روکا ہو گا یا اللہ کا ذکر کیا ہو گا یعنی مجلس میں بیٹھ کر
نیک بات کا حکم دینا برائی سے روکنا یا اللہ کا ذکر کرنا
تو قیامت کے دن اسے فائدہ پہنچائے گا اور جو گفتگو اس
کے علاوہ ہوگی وہ بندے کے گناہوں میں لکھی جائے گی
اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے
فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

اسے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز اور مباح گفتگو بھی موجب نقصان ہے اس حدیث میں درحقیقت
مباح گفتگو سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسی گفتگو میں بھی خسار ہے اور اس سے بھی دل سخت اور
سیاہ ہوتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكْثُرُ ذِكْرُ اللَّهِ إِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ التَّكْلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ تَلْقَبُ وَ إِنْ أَبْعَدَ النَّاسُ مِنَ اللَّهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو اس لیے کہ ذکر الہی کے بغیر بولتے رہنا دل کو سخت کرتا ہے اور بے شک لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہ دل ہے جو سخت ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہو اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اے یعنی بے ذکر خدا بولتے رہنا دل کی سختی کا موجب ہے اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ غافل دل سے اور غرت و اُمید کے جذبات سے خالی دل سے ذکر کرنا بارگاہ الہی میں قبول نہیں ہوتا اور ایسے انسان کے دل میں اچھی اور پسندیدہ منقشیں پیدا نہیں ہوتیں۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَوَايَتُهُ قَالَتْ لَمَّا تَوَلَّيْتُ وَ الْذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَصْفَارِهِ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ كُنَّا فِي الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ كَوْنِ سَبَابِهَا أَمَّا السَّمَاءُ خَيْرٌ فَنَتَّخِذُهَا كَقَالَ أَفْضَلُهُ يَسَنُّ ذَاكِرٌ وَ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَ نَارٌ وَجْهٌ مُؤْمِنَةٌ تَعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ -

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی دو الذین یکنزون الذہب و الفضة اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا اور چاندی اس وقت ہم لوگ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کسی سفر میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا کہ سونے اور چاندی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کاش ہمیں پتہ چل جائے کہ کونسا مال بہتر اور اچھا ہے تاکہ ہم اسے جمع کریں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل مال ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے۔ اسی طرح بہتر مال سچے ایمان والی بندے کی میری ہے جہاں کے ایمان پر اس کی مددگار ہوتی ہے۔ اسے احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ

اے حضرت ثوبان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز کردہ غلام میں سفر و حضر میں ہر وقت حضور کی درگاہ اقدس میں حاضر رہتے تھے۔

۲۷ یعنی جو احکام ایمان میں اُس کے یہ حفاظت کا ذریعہ بنے اور اُسے سچ بولنے رزق حلال کھانے عفت اور پاکیزگی۔ ذکر الہی میں دل جمعی اور حضور قلب کی نعمت کے نصیب ہونے میں اُس کی مددگار بنے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ
مَعَاوِيَةُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ
فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ
قَالُوا اللَّهُ مَا أَجْلَسَنَا غَيْرُهُ
قَالَ أَمَا إِنِّي لَمُ اسْتَحْلِفُكُمْ
تُعْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ
يَمْنُزِلَنِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنِّي
حَدِيثًا مِنِّي وَإِنْ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى
حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا
أَجْلَسَكُمْ هَهُنَا قَالُوا جَلَسْنَا
نَذْكُرُ اللَّهَ وَنُحَمِّدُهُ عَلَى مَا
هَذَا نَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يَمْنُزِلُنَا
قَالَ اللَّهُ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا
ذَلِكَ قَالُوا اللَّهُ مَا أَجْلَسَنَا
إِلَّا ذَلِكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمُ
اسْتَحْلِفُكُمْ تُعْمَةً لَكُمْ وَالْكَثْرَةُ
آتَانِي جَبْرِيلُ فَخَبَّرَنِي أَنَّ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَيَّابٌ بِكُمْ
الْمَلَائِكَةُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر لوگوں
کے ایک حلقے (جلس) کی طرف تشریف لائے تو فرمایا تمہیں
کس چیز نے یہاں بٹھا رکھا ہے لوگوں نے کہا ہم لوگ ذکر
الہی کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں حضرت امیر معاویہ نے فرمایا
کیا تم لوگ قسم کھاتے ہو کہ تمہیں اللہ کے ذکر کے سوا کسی
اوپر چیز نے نہیں بٹھایا لوگوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر
کہتے ہیں کہ ہمیں ذکر الہی کے سوا کسی چیز نے نہیں بٹھایا
فرمایا آگاہ رہو بے شک میں نے تم سے تم پر کوئی تہمت
لگانے کے لیے قسم نہیں اٹھوائی اور کوئی شخص رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں میرے مرتبے پر میری طرح
نہ تھا میں ہی آپ سے سب سے کم حدیث بیان کرتا تھا
اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن
اپنے صحابہ کرام کے ایک حلقے پر تشریف لائے تو فرمایا
تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھا رکھا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا
ہم لوگ یہاں اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم
لوگ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہے ہیں کہ اُس
نے ہمیں دین اسلام پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اسلام
کی نعمت عطا کر کے ہم پر احسان فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ
اللہ کی قسم کھاتے ہو کہ تمہیں ذکر الہی کے سوا کسی چیز نے
نہیں بٹھایا لوگوں نے کہا ہم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں

(کَدَاكَ مُسْلِمًا)

کہ میں کسی چیز نے اس کے سوا نہیں بٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگاہ ہو بے شک میں نے کسی تہمت کے

خبر دینے کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی بلکہ امر واقع یہ ہے کہ میرے

پاس حضرت جبرائیل آئے اور مجھے خبر دی کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ فرشتوں پر نازل کرتا ہے۔ (مسلم)

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ اللہ آیا ہے لفظ اللہ پر حرف قسم یعنی رد و محذوف ہے جب حرف قسم محذوف ہوتا ہے

تو یہ کلمہ یعنی اللہ پر زبر پڑھی جاتی ہے کبھی اس پر اس صورت میں زیر بھی پڑھ دیتے ہیں اس کے بعد حرف استفہام بھی لاتے

ہیں جسے لبا کہہ کے پڑھتے ہیں یعنی اللہ۔

۱۸ یہاں بھی لفظ اللہ پر حدیث میں صمزد استفہام صرف پہلی قسم کے ساتھ شکل ملانے کے لیے لایا گیا ہے۔

۱۹ یعنی تمہیں جھوٹا جانتے ہوئے میں نے تم سے قسم نہیں اٹھوائی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیروی اور اتباع

کے ارادے سے قسم اٹھوائی ہے کیونکہ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ صحابہ کرام کا

ایک حلقہ مسجد میں بیٹھا ہوا ہے آپ نے اُن سے بھی اسی طرح قسم اٹھوائی تھی جیسا کہ میں نے تم سے اٹھوائی اس کے بعد

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگلی حدیث پاک بیان فرمائی۔

۲۰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے مقصد بیان واقع ہے (یعنی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

بہت کم حدیثیں روایت کرتا تھا) یا اس سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں بھولتی تھی

کیونکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم حدیثیں روایت کرتا تھا۔ اور کم حدیثیں یاد رکھنا آسان ہوتا ہے کیونکہ

جو شخص زیادہ حدیثیں روایت کرتا ہے اس میں بھولنے کا احتمال بھی ہوتا ہے۔

۲۱ امد تم سے فرشتوں پر نازل کرتا ہے۔

وَ حَقُّ عَبْدِ اللَّهِ مِمَّنْ يُسْمَعُ

أَنْ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

لَا تَسْرَآئِرَ الْإِسْلَامَ قَدْ

كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاتَّخِذْ فِيَّ بِقِيَّةً

أَلْتَشَبَّثَ بِهِمْ قَالَ لَا يَزَالُ

لِسَانَكَ رَطْبًا مِمَّنْ يُكْرِ اللّٰهُ

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

بے شک ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ شریعت اسلامی

کے احکام مجھ پر بہت زیادہ ہو گئے یعنی میں انہیں زیادہ

خیال کرتا ہوں تو آپ مجھے ایسی چیز کی خبر دی جسے میں

اپنے پنجے سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لوں۔ آپ نے فرمایا

تیری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہنی چاہیے۔

اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن طریق

حَسَنٌ غَرِيبٌ ۔

۱۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کا ذکر گزشتہ فصل ثانی میں قریب ہی گزرا ہے۔

۲۔ یعنی مجھے ایسا مل بتائیں جس سے مجھے ثواب کثیر حاصل ہو اور میں اسے لازم پکڑ لوں اور اسے فرائض کے بعد اسے اپنا ورد بنالوں اور باقی تمام لواظیل و اوراد سے بے نیاز ہو جاؤں۔ علمائے کرام نے اس کلام کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

۳۔ اس عبارت کا معنی فصل ثانی میں گزر چکا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَتَى الْعِبَادَ أَفْضَلُ وَأَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَقَالَ الذَّاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ قَلِيلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ مِنَ الْعَالَمِينَ فِي مَسْبِلِ اللَّهِ قَالَ نَوَّ صَدَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكَسِرُوا وَيَخْضَعُوا دُمَائِهِمُ الذَّاكِرُونَ لِلَّهِ أَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔

❖

❖

۱۔ یعنی اگرچہ کفار سے جہاد اور جنگ اس حد کو بھی پہنچ جائے کہ مجاہدین کی تلواریں ٹوٹ جائیں اور کافروں کے خون سے زمین ہر جائیں تو پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والا ہی افضل اور اعلیٰ ہے۔ معمولی درجے کا جہاد کرنے والا تو اس سے بہت ہی کم درجے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الشَّيْطَانُ جَائِعٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ
آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهَ خَفِيَ وَإِذَا
غَفَلَ وَشَوَّسَ -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا)

آدم کے بیٹے کے دل پر بیٹھا رہتا ہے اور اس سے
چٹا رہتا ہے جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دل
سے جدا ہو جاتا ہے اور جب وہ ذکر سے غافل ہوتا ہے
تو فوراً دوسرے انداز میں شروع کر دیتا ہے۔ اسے
بخاری نے تصدیقاً روایت کیا۔

اسے یعنی جب بندہ ذکر خالص سے غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے تو شیطان دل میں طرح طرح کے دوسرے ڈالتا ہے۔
یہاں حدیث میں لفظ جائع آیا ہے جو جھوم سے بنا ہے جس کا معنی ہے پرندے یا آدمی اور چوہے وغیرہ کا زمین پر اپنا سینہ
رکھ دینا یعنی وہ چیزیں جو زمین پر حرکت کرتی ہوں اور جانور وغیرہ۔ حدیث میں دوسرا لفظ شَوَّسَ آیا ہے جو خوش سے بنا
ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا پیچھے ہٹ جانا اور کسی چیز کا پوشیدہ ہو جانا اور لفظ دسواس کا معنی ہے دل میں برے برے
خیالات ڈالنا۔

اسے یعنی امام بخاری نے اس حدیث کو بطور تعلیق روایت کیا۔ تعلیق کا معنی ہے اسناد کے اول سے کسی راوی کا نام
مذہب کر دینا امام بخاری اس قسم کی احادیث الباب کے تراجم میں لاتے ہیں۔ جیسا کہ مقدمے میں گزرا۔

وَعَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَلَغَنِي
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ اللَّهِ
فِي الْغَافِلِينَ كَالْمُعَاتِلِ خَلَّتْ
الْفَارِثِينَ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ
كَقُصْنٍ أَخْضَرَ فِي شَجَرٍ يَابِسٍ
وَفِي رِوَايَةٍ مِثْلُ الشَّجَرَةِ
الْأَخْضَرَاءِ فِي وَسْطِ الشَّجَرِ
وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ مِثْلُ
مِضْبَاجٍ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ
اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يَرِيهِ اللَّهُ
مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ
وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يُغْفَرُ

حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا
کرتے تھے غافل لوگوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا انسان
ایسا ہے جیسے بھاگ جانے والوں کے پیچھے دشمن
کے مقابلے میں ٹوٹ کر پڑنے والا۔ اسی طرح اللہ
غفلت میں ڈوبے ہوئے لوگوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے
کی مثال خشک درخت میں سے سرسبز شاخ کی طرح
ہے اسی طرح روایت میں اس طرح ہے کہ غافل لوگوں
میں ذکر کرنے والے کا کیا حال ایسا ہے جیسے سوکھے درخت
کے درمیان سرسبز درخت اسی طرح غافلوں میں اللہ کا
ذکر کرنے والے کی مثال اندھیرے گھر میں روشن چراغ
کی طرح ہے غافل لوگوں کے درمیان اللہ کے ذکر
کرنے والے انسان کی اللہ تعالیٰ اتنی مقدار میں مغفرت

کتاب ہے یعنی اُس پر بخشش اور رحمت نازل کرتا ہے
یعنی تعداد دنیا میں پھیلے ہوئے انسانوں اور تمام
حیوانات کی ہے۔

لَهُ يَعْدِدُ كُلِّ فَصِيحٍ وَاعْجَمٍ
وَالْفَصِيحِ بَنُو آدَمَ وَالْأَعْجَمِ
الْبَهَائِمُ۔

(دَوَاۃُ الدِّیْنِ)

اسے رزین نے روایت کیا۔

۱۷ یعنی میدان جنگ سے ایک جماعت بھاگ کھڑی ہو اور اُن میں سے ایک آدمی میدان جنگ میں ہی ڈٹتا ہے
اور کافروں سے جہاد کرتا ہے تو اس کی فضیلت بھاگ جانے والی جماعت پر کس قدر زیادہ ہوگی مگر اللہ کا ذکر کرنے والے
کی شان اور فضیلت اس مجاہد سے بھی بڑھ کر ہے۔

۱۸ یعنی یا تو خواب میں یا بیداری میں یاد رکھانے سے مراد ہے کہ اُسے ایسا یقین عطا کرتا ہے گویا کہ اُسے
دیکھ رہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں بندہ کو سب سے بڑھ کر نجات عطا
کرنے والا کوئی عمل جو اللہ کے عذاب سے نجات دینے
والا ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہوتا سلسلے
مالک ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ
مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أَتَجِبِي
لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔
(مَوَاۃُ مَالِكٍ وَالْعَزِيمِیَّ وَابْنِ
مَاجَةَ)

۱۹ یعنی بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا سب سے اعلیٰ اور بڑھ کر عمل خدا کے
تعالیٰ کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں
جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ جب کہ اُس کے دونوں
ہونٹ حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي
وَتَحَرَّكَتِ رِجَّتَا شَفَاتِهِ۔

(دَوَاۃُ الْبُخَارِیِّ)

اسے بخاری نے روایت کیا۔

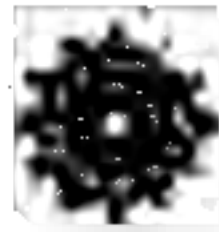
۲۰ مراد یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں ذکر میں مصروف ہوتے ہیں اور یہ افضل حالت ہے اور یہ کلمہ جبکہ وہ "میرا
ذکر کر رہا ہوتا ہے" اُس کی تفسیر نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نقباء نے کہا ہے کہ ذکر صرف زبان سے ہی ہو سکتا ہے بلکہ حدیث
پاک سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ دل سے بھی ذکر ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالُهُ وَ
صِقَالُهُ الْقَتْلُ ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا
مِنْ شَيْءٍ أَثْبَتِي مِنْ عَذَابِ اللَّهِ
مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ قَاتِلُوا وَلَا الْجِهَادُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنْ
يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقُطَ
(تَوَاتُرًا الْبَيِّنَاتُ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ہر چیز کے لیے اُس کے اوپر
سے زنگ اور میل کچیل دو رکرنے کے لیے ایک چیز
ہوتی ہے اور دل کا زنگ دو رکرنے والی چیز اللہ تعالیٰ
کا ذکر ہے اور اللہ کے عذاب سے زیادہ نجات دینے
والی ذکر اللہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ لوگوں نے کہا کیا
جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں فرمایا نہیں جاہے مجاہد اپنی
تلوار اس قدر چلاتا رہے کہ اُس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے

لے جیتی نے دعوات اکبیر میں روایت کیا۔

لے یعنی جہاد کرتے کرتے اس حالت کو پہنچ جائے کہ اُس کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے
والا اس مجاہد سے افضل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید کی حدیث میں گزرا اور کتاب حسن حصین میں ہے کہ چاہے وہ
مجاہد اپنی تلوار کے ساتھ کافروں سے آنا جہاد کرے کہ اُس کی تلوار ہی ٹوٹ جائے یعنی پہلی روایت میں لفظ ینقطع اور
دوسری روایت میں لفظ تنقطع آیا ہے اور بعض نسخوں میں تنقطع آیا ہے یعنی اس حد تک تلوار چلائیں کہ ہمارے جسم ہی
ٹوٹ پھوٹ جائیں تب بھی ذکر الہی کرنے والا انسان افضل ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص جہاد مستثنیٰ
ہے اور یہ دوسری احادیث کے خلاف ہے۔ لہذا ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینا ضروری ہے یا ہم
یوں کہیں گے کہ تنقطع کی روایت راوی کا وہم ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح میں ہے یا یوں کہا جائے گا
کہ وہ جہاد جو ذکر سے کم درجہ ہے وہ جہاد ہے جو ذکر سے غالی ہوا مگر جہاد کرنے والا جہاد کے ساتھ ساتھ ذکر
بھی ہو تو کوئی شک نہیں کہ یہ جہاد صرف ذکر سے افضل ہے۔ واللہ اعلم۔



کِتَابُ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ کی کتاب

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سب کے سب توقیفی ہیں یعنی شرع شریف اور شارع علیہ السلام کی طرف سے اجازت پر موقوف ہیں یعنی کہ شرع میں جس نام کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر آچکا ہو اس ہی نام سے اسے پکارنا درست ہے اپنی عقل سے اس کے لیے کوئی نام تجویز نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ دونوں ناموں کا ایک ہی معنی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کو عالم کہہ سکتے ہیں۔ مائل نہیں کہہ سکتے۔ اور جواد کہہ سکتے ہیں سخی نہیں کہہ سکتے اور شافی کہہ سکتے ہیں طیب نہیں کہہ سکتے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء جن سے اس کی صفت کرنا مقصود ہو عقل سے بھی تجویز کرنا جائز نہیں ہے مگر بطور نام اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔ امام غزالی کا یہ قول اس شرح و بیان کا متقاضی ہے جو عربی شرح میں کر دی گئی ہے اور وہ جو کہتے ہیں کہ بندہ اللہ کی صفتوں سے موصوف اور اس کے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ بندہ بعینہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا حامل بن جاتا ہے۔ خدا کی پناہ کہ بندے کی صفات اللہ کی صفات کی مثل ہو جائیں کیونکہ مثل اسے کہتے ہیں جو دوسری چیز کے ساتھ ہر لحاظ سے مثل اور اس کے ساتھ شریک ہو یہ بات یہاں ناممکن ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے کشدہ شئی ہے (اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہو سکتی) بلکہ مراد یہ ہے کہ بندے کی صفات کسی نہ کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا پر تو بن جاتی ہیں۔ جو کہ بندے کے حال کے مناسب ہوتا ہے جس طرح کہ اس نام کا اطلاق کر سکتے ہیں حالانکہ حقیقت میں بندے کی خدا کے ساتھ کسی بات میں مشابہت نہیں ہو سکتی سوائے فعلی اطلاق کے مثلاً لفظ رحمت قدرت اور عزت جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے اعتبار سے ان کی حقیقت کچھ اور ہے اور جب ان کا اطلاق بندے پر کیا جائے گا یعنی یوں کہا جائے گا کہ بندے میں رحمت بھی ہے اور قدرت و عزت بھی کہ یہ معنی اللہ تعالیٰ کی ہیں تو بندے میں ان کا معنی وہ نہیں

جو خدا کے لیے ان کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دہم و تصور سے بھی پاک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی صفتوں سے بندے کا متعلق ہونا اہم اللہ کے ماسوا میں ہے یعنی ان میں رما ہے جو اسماء صفات میں سے ہیں اور جن کا تعلق ان اسماء سے ہے جن کے معنی کا اعتقاد رکھتے ہوئے صدق ہمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس طرح حق عبودیت ادا کرتے ہیں تو اس حقیقت کے باوجود بندہ جن جن اسماء کے معنی سے متعلق ہوتا ہے ان کا ذکر آئندہ شرح کے ضمن میں آئے گا تاہم اسم اللہ سے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی بھی متعلق اور متصف نہیں ہو سکتا۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى تِسْعَةً وَ تِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدَةً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ فِي رِوَايَةٍ وَ هُوَ وَ تُوِّ يُحِبُّ الْوُتْرَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ کے نام سے نام مبارک میں جو شخص انہیں گنتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی اس کے ایک کم سو نام ہیں جو شخص انہیں گنتا اور حفظ کرتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک روایت میں یوں آیا ہے اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق عدد کو پسند کرتا ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

لہٰذا یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ یہ بات تحقیق سے ثابت شدہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی سات صدیوں میں تو پھر یہ اتنے نام کہاں سے آگئے دوسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء تنافس کی تعداد سے زیادہ ہیں تو پھر صرف اس عدد کی تخصیص کی وجہ کیا ہے۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ صفات سات ہیں مگر افعال زیادہ ہیں لہٰذا اسماء کی کثرت افعال کی کثرت کی وجہ سے ہے اور حقیقت میں ان صفات میں سے کسی ایک صفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے صرف اتنے عدد میں حصر کرنا صفت کی وجہ سے ہے کیونکہ فرمایا جو شخص انہیں گنتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا تو شاید کہ جنت میں داخل ہونے کی غایت انہی اسماء کے ساتھ مخصوص ہو جیسا کہ کسی بادشاہ کے پاس ایک لاکھ سوار ہوں اور وہ یوں کہے کہ میرے ہزار سوار ایسے ہیں میں انہیں جہاں بھیجے گا حکم دیتا ہوں وہ اسی جگہ پہنچے اور فتح حاصل کرتے ہیں اگرچہ سوار زیادہ ہوتے ہیں مگر یہ صفت ہزار سوار کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ علماء نے اس کا یہی مطلب بیان کیا بعض موفیاء کہتے ہیں کہ ہر انسان میں ایک کم سو بری اور تاریک خصلتیں ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک کم سو نام ایسے منتخب فرمائے جن میں سے ہر کم کا زور نفس کی ظلمت و کمزورت زائل کرنے کے لیے مناسب رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کی خصوصیات و انوار میں سے ایک خصلت اور نور ان تاریک انسانی خصلتوں پر وارد ہوتا ہے تو نفس کی وہ تاریکی اللہ تعالیٰ کے اسم کے نور سے زائل ہو جاتی ہے اور بندہ نور الابرار یعنی ذات حق تک پہنچ جاتا ہے۔

لہٰذا یہاں حدیث میں مائۃ الاواحہ ہے بعض نسخوں میں واحۃ کی بجائے بغیر تاکہ لفظ واحد آیا ہے یعنی ایک کم سو یا در ہے کہ یہ گزشتہ لفظ تسعہ و تسعین (دنانوے) کی تاکید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اتنے ہی نام ہیں اس سے

زیادہ یا کم کوئی خیال نہ کرے یا تسعة وتسعين کے بعد ثانیۃ الامامة کا کلمہ اس لیے آیا ہے تاکہ کتابت سے کوئی شبہ لاحق نہ ہو کیونکہ بعض دفعہ لکھنے میں تسعة وتسعين کو ثبوتہ و صبعین یا ثبوتہ و تسعين یا تسعة و سبعین پڑھ دیتے ہیں۔

۳۔ یعنی اُس کے مقرب اور سابقین کے ساتھ بہشت میں داخل ہو گائیاں گئے ہیں یا ذکرنا مراد ہے بعض نے کہا گئے ہیں اُن کے معنی کا علم اور اُن پر ایمان اور جس ذات کے یہ نام ہیں۔ اس کی تعلیم مراد ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ گئے سے حسب طاقت انسانی ہر اسم کے تقاضے کے مطابق عمل مراد ہے۔ یعنی خدا کے ساتھ اُس کے ہر ہر اسم کے مطابق تعلق اور موصوف ہونا مراد ہے۔

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ وتر (وکی زیر یا زبر سے) آیا ہے بمعنی طاق عدد جیسے ایک، تین، پانچ، یہاں اس کلمے کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بمعنی فرد (یگانہ) آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کئی جزوں سے نہیں بنائے اُس کی کئی چیزیں ہو سکتی ہیں اور نہ ہی وہ متعدد اجزا میں منقسم ہو سکتا ہے۔ صفات میں اس کے واحد ہونے کا یہ معنی ہے کہ اُس کی صفات کے مشابہ کسی کی صفت نہیں اور نہ اُس کی مثل کسی کی صفت اور اُس کے افعال میں فرد کا معنی یہ ہے کہ اُس کا کوئی مددگار نہیں۔ اور نہ ہی اُس کا کوئی شریک ہے اور عدد فرد اُس کی ذات کے مشابہ ہے اور ان میں سے بعض معانی میں عدد وتر سے محبت کا ذکر بھی آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق عدد پر زیادہ ثواب عطا کرتا ہے اس لیے شریعت شریف میں بہت سے مقامات پر عدد وتر کی رعایت کا ذکر آیا ہے۔

الفصل الثانی دوسری فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے نواسے اسمائے مبارکہ ہیں جو انہیں گن لیتا ہے جنت میں داخل ہوگا وہ اسماء یہ ہیں ہواللہ الذی لا آلہ ہوالرحمن الرحیم۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔

۵۔ ظاہر عبارت کا مراد یہ بتلاتا ہے کہ یہاں اسمائے مبارکہ تعداد کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں توصیف اور خبر دینے کے طریق پر ان اسماء کا ذکر آیا ہے یعنی ان اسماء کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت سے صفت کی گئی ہے اور اُس کی صفات کمال کی خبر دی گئی ہے اور اُس کے اسماء کے گنے کی تعلیم دی گئی ہے اس لیے یہاں اسماء کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ بندے کو خدائے تعالیٰ کی توحید کے سلسلے میں بیداری، شوق و ذوق اور

لذت نصیب ہونیز اُس کی صفات سے بھی یہ کیفیت نصیب ہو۔ پھر اس عبارت میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے باقی اُس کی صفات ہیں جو اُس کی ذات سے ثابت ہیں اور اسی کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعداد بھی معلوم ہوتی ہے یاد رہے یہاں کلمہ ہر ذات مجردہ اور ہریت مطلقہ کی طرف اشارہ ہے اور لفظ اللہ سے مرتبہ جامعہ کی طرف اشارہ ہے جو مجملًا تمام اچھی صفات سے متصف ہے اور لفظ الرحمن الرحیم سے صفتوں کی تفصیل اور اُس ذات کے مفصلًا ان صفات سے موصوف ہونے کی جانب اشارہ ہے پس لفظ ہو سے اللہ تعالیٰ کی ذات جو کہ دل میں راز کی طرح پنہاں ہے کی جانب اشارہ ہے۔ اور لفظ اللہ شاہدہ روح کے لیے اور لفظ الرحمن الرحیم مکاشفہ دل کے لیے ہے۔ یاد رہے کہ اس گروہ اہل طریقت کے ہاں کلمہ صمد کی شرح میں عجیب کلمات اور غریب اشارات موجود ہیں جنہیں بیان کا کمر بند جمع نہیں کر سکتا اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اُس کے کرم سے اسمائے الہی کی شرح میں گفتگو شروع کرتے ہیں۔

اللہ:

اُس موجود اور حق ذات کا نام ہے جو الوہیت کی صفات کی جامع ہے۔ منفرد ہے اور وجود حقیقی سے موجود ہے اُس کے سوا جو کچھ بھی موجود ہے اُسے اسی موجود حقیقی کی ذات سے وجود عطا ہوا ہے کیونکہ اُس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ اپنی حد ذات میں معدوم ہے۔ اُس کا وجود اس وجہ سے ہے کہ اُس کی نسبت ذات حق سے ہے اور اُس کا منہ اُس ذات برحق کی جانب ہے اس تشریح کے مطابق یہ آیت کل شیء عاقل الا وجہہ۔ (ترجمہ: اُس کی ذات کے سوا ہر چیز باطل ہونے والی ہے) بالکل مطابق ہے اور یہ کہنا بھی بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے کہ فی الحقیقت اور بالذات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں اور لفظ اللہ ذات واجب الوجود کا علم ہے جو کہ موجود حق ہے اور لفظ الہ بمعنی صمد مطلق ہے۔ حق ہو یا باطل لفظ اللہ کے مفہوم میں تمام صفات کی جامعیت ملحوظ ہے۔ باقی اسماء صرف ایک ایک صفت پر دلالت کرتے ہیں اسم اللہ کا اطلاق بطریق حقیقت مجاز کسی طرح بھی غیر حق پر نہیں ہوا جاسکتا۔ جس کے برعکس دوسرے اسماء کا اطلاق بطریق مجاز غیر حق پر بھی کر لیا جاتا ہے۔ اس گفتگو سے واضح ہوا کہ اسم مبارک اللہ اُس کے تمام اسماء سے اعظم ہے دوسرے اسماء کو اسماء اللہ کہتے ہیں اس کا عکس نہیں ہو سکتا باقی اسماء کے معانی بندے کے لیے بھی متصور ہو سکتے ہیں جو کہ ان معانی سے اُس طور پر متعلق ہو۔ جیسا کہ پیچھے ذکر کیا گیا ہے مگر اسم اللہ بندے کے ساتھ تعلق کے لیے ہے تعلق اور موصوف ہونے کے لیے نہیں۔ اس اسم سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ بندہ اُس کی محبت میں سرگردان رہے اور اپنے دل کو مکمل طور پر اُس کی یاد میں متفرق کر دے اُس کے غیر کی طرف کوئی توجہ نہ کرے اور نہ اُس کے غیر سے کوئی اُمید رکھے نہ ہی غیر خلا سے ڈرے اور اپنے دیدہ نمود سے اُس کے غیر کو نہ دیکھے

بیت۔ رفت از میان ہمیں خدا ماند خدا الفقر اذا تم فواللہ ایں است ترجمہ:- بندہ در میان میں سے چلا جاتا ہے پیچھے خلا ہی خدا رہ جاتا ہے جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ ہی کی ذات

باقی رہ جاتی ہے۔

الرحمن الرحیم :

یہ دونوں اسم رحمت سے مشتق ہیں۔ مہانے کے لیے آتے ہیں رحمن میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کی رحمت کو شامل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے ساتھ خاص ہے۔ لفظ رحمت کا معنی ہے محتاجوں تک خیر و بھلائی کا پہنچانا اور ان کے لیے خیر کا ارادہ کرنا حق تعالیٰ کی رحمت عام ہے جو دنیا اور آخرت کی نعمتوں اور ہر قسم کی ضرورتوں و حاجتوں کو شامل ہے اور ہر قسم کی جو دو عنایت کی خصوصیات اور فضیلتوں کو شامل ہے اس کی عنایت بندے کے شامل حال بغیر کسی غرض و غرض کے ہوتی ہے ان دو اسموں سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ جب وہ پہچان لیتا ہے کہ منعم حقیقی اور مطلق ولی نعمت وہی ہے تو پھر بندے کو چاہیے کہ اُسی پر توکل کرے اور اپنے سب کام اُسی کے سپرد کرے اور کلیۃً اُس کی جناب رحمت کی طرف متوجہ رہے اُس کے غیر سے حقیقتاً مدد طلب نہ کرے اور اُس کے غیر کی طرف رخ بھی نہ کرے ان معانی کے مطابق تو ان دو اسموں سے یہ تعلق ہے اور ان دو اسموں سے خود تعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ بندگانِ خدا پر رحمت کرے سب کو نظر رحمت سے دیکھے برائی کے دور کرنے میں کوشش کرے محتاجوں کی حاجت حتی الامکان پوری کرے یہ سب کچھ بطریق ہر بانی اور ارادہ خیر و بھلائی کرے کسی غرض اور غرض کو ذہن میں نہ رکھے اگرچہ واقع میں حقیقتاً انسان کی رحمت دوسرے پر کسی غرض اور غرض کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

الْمَلِكُ :

یعنی وہ ایسا بادشاہ ہے کہ دونوں عالم کی ملکیت اُس کے احاطہ قدرت و تصرف میں ہے۔ بادشاہ حقیقی وہی ہے تمام اشیاء پر غالب ہے ہر چیز میں اُسی کا تصرف کار فرما ہے۔ اشیاء کو وجود میں لانے اور وجود سے عدم کی طرف لے جانے زندہ کرنے اور تے نکال دینے کرتے اور عطا کرنے کی قدرت بھی اُسی کو ہے اپنی ذات و صفات میں ہر موجود سے بے نیاز ہے اُس کے سوا ہر موجود چیز اپنی ذات و صفات میں اور وجود و بقا، افعال و آثار میں اُس کی محتاج ہے تو جو چیز بھی اُس کے ماسوا ہے وہ اُس کی مملوک اور تابع فرمان ہے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے اپنی تقدیر و تدبیر میں یگانہ ہے اُس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا نہیں اُس کے ارادہ سے کوئی سرکشی نہیں کر سکتا پس وہی ذات بادشاہ اور حاکم علی الاطلاق ہے پھر ملک ملک کی نسبت زیادہ خاص اور زیادہ بلند ہے ہر ملک ملک ہوتا ہے مگر ہر ملک ملک نہیں ہوتا جب بندے نے یہ جان لیا کہ علی الاطلاق وہی بادشاہ ہے بندہ تو اُس کی درگاہ اور اُس کے کپے کا ایک گدا ہے عزت کی طلب اُسی کے آستانہ خدمت و طاعت سے کرتا ہے۔ بندہ جب یہ بھی جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے اُسی کا محتاج اُسی کے تابع اور اُسی کے زیر حکم ہے تو بندے کو لازم ہے کہ اُسی کی جناب قدرت اور تصرف میں پیش کرے اور لوگوں سے بالکلیہ بے نیاز ہو جائے کسی کے سامنے اپنی حاجت ظاہر نہ کرے مخلوقات

میں سے کسی سے کوئی ڈر اور امید وابستہ نہ کرے پھر بندے کا اس اہم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس و دل اور جسم کے ملک میں حکمرانی کرے اُس میں منشاء خداوندی کے مطابق تصرف کرے اور ہر چیز کا مالک بنے اپنے اعضاء اور قوتوں کو خدا کے تعالیٰ کی اطاعت اور حکم شرع کے تابع کرے یہاں تک کہ اپنے وجود کے جہاں کا بادشاہ بن جائے طالبان حق اور اس راستے پر پٹنے والوں میں تصرف کرے کسی بزرگ سے لوگوں نے وصیت کی درخواست کی تو اُس نے فرمایا دنیا و آخرت کا بادشاہ بن یعنی اپنی ہر ذمہ داری حاجت اور خواہش کو اپنے اندر سے الگ کر دے کیونکہ بادشاہی اور حکمرانی کے لیے آزادی اور بے نیازی ضروری ہے۔

الْقُدُّوسُ :

یعنی نقص و عیب کے ہر نشان اور حادث و امکان کے ہر شائبے سے انتہائی پاک و منزہ ذات بلکہ ہر ایسے وصف سے بھی منزہ اور پاک جو حس و خیال اور وہم میں آسکتی ہے یا جس وصف کا عقل و ملاحظہ کر سکتی ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے ہر دم شے جو تیرا دل محسوس کرے یا ہر وہ صورت جو دل یا خیال یا بصر سے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہے۔

بیت :- ہر چہ اندیشی پذیر اسے ناست و آنچه در اندیشہ ناید آن خلاست

ترجمہ :- جو کچھ تو تصور میں لاسکتا ہے وہ تو فانی ہونے والی چیز ہے اور جو تیرے تصور میں نہیں آسکتا وہ خلا ہے۔

اس اہم مبارک سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ اُس جناب اقدس تک وصول ممکن نہیں ہے مگر عالم حس سے عروج اور لذت جسمانی سے خروج اور لوج۔ دل سے غیر کے نقوش کی صفائی کے بعد اسی طرح جو کچھ ماسوائے حق ہے اُس سے باطن کو مکمل طور پر پاک اور منزہ کر لینے کے بعد ہی اُس کی ذات کا وصال ممکن ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بندے کا مقدر ہونا و منزہ ہونا یہ ہے کہ بندہ اپنے علم کو خیال میں لانے والی چیزوں و محسوسات اور وہم میں آنے والی چیزوں اور اپنے تمام ارادوں کو بشری خطوط و لذائذ سے جو شہوت و غضب سے تعلق رکھتی ہیں بالکل پاک کرے۔ تاکہ باقی نہ رہے اُس کے لیے کوئی لذت اور حصہ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس میں ذات حق کی ملاقات کے سوا کسی چیز کا شوق نہ رہے اور اُس کے قرب کے سوا کسی چیز سے خوشی نہ ہو۔

السَّلَامُ :

لغت میں اس کا معنی سلامتی ہے یہاں بمعنی سالم اور محفوظ ہے یعنی وہ ذات کہ اُس کی ذات اور صفات ہر قسم کے عیب و نقصان سے سالم اور محفوظ ہوں اور اُس کے افعال میں کسی قسم کا شر نہ ہو یعنی ایسا شر جس کے ضمن میں کوئی خیر یا حکمت نہ پائی جاتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال بالذات خیر ہی خیر ہیں اُن میں کوئی شر نہیں ماسوائے وقتی اور ماضی شر کے طبعی رحمۃ اللہ علیہ نے قدوس اور سلام کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہم قدوس اُس نقص اور عیب سے پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے جو بمقتلے ذات ہو اور اسم سلام اُس ماضی نقص سے بریت پر دلالت کرتا ہے جو کسی وقتی عارضے کی بناء پر لاحق ہو یعنی نے

اس طرح کہا کہ قدوس اُس پاک ذات کا نام ہے جواز سے ابد تک ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے یہ معنی پہلے معنی کے قریب ہے اور سلام کا معنی ہے مومنوں کو کفر اور غلبہ آخرت کی آفت سے پہلے والا اس کا معنی بہشت میں سلام کہنے والے کا بھی کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک سلام قولاً من رب رحیم اُس پر دلالت کرتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر بندہ جو کینے کوٹ بغض و حسد ارادہ شر سے اُس کا دل سلامتی میں ہو اور اُس کا خیال گناہوں اور ملامی سے پاک ہو اور جس کا جسم ذلیل صفات، روی اخلاق سے محفوظ ہو وہ بندہ بھی سالم و محفوظ کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں اللہ تعالیٰ کے سلام سے مشرف ہوتا ہے۔ ذیل صفات سے مراد یہ ہے کہ اُس کی عقل شہوت و غضب کی اسیر نہ ہو مگر صحیح بات یہ ہے کہ شہوت و غضب عقل کی اسیر ہوں اور اُس کے تابع ہوں یہ بھی ذہن میں رکھا جائے کہ سلام اور اسلام سے وہی مسلمان موصوف ہر سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور جس کا دل اللہ کی یاد کے ساتھ غفلت سے محفوظ رہے۔

الْمُؤْمِنُ

یعنی مخلوق کو امن دینے والا۔ امن کے اسباب و آلات پیدا فرما کر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو امن عطا کرنے کے لیے اعضاء حواس و غذائیں، دوائیں، مکانات، قلعے، ہتھیار و لشکر، معاون و مددگار دنیا میں عطا فرمائے کہ بندہ ان کے ذریعے دنیوی آفات سے امن میں رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بندے کو آخرت کی آفات سے کلمہ توحید کے ساتھ پہنانے والا ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے اس قلعے میں داخل ہو گا وہ میرے عذاب سے امن میں رہے گا۔ بلکہ یہ کلمہ دنیوی اور اخروی آفات سے امن میں رہنے کا مضبوط قلعہ ہے۔ امن کے یہ اسباب تو جانداروں کے لیے ہیں غیر جان داروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایسے اسباب سے مربوط کر دیا جو ایسے ہلاکت و فنا آفات و حوادث کے مقامات اور ہلاکت اور فساد کے امور سے امن میں رکھتے ہیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جہاں میں کسی کو جناب حق کی قات کے موا کہیں بھی امن حاصل نہیں ہوتا تو کامل طور پر مومن یعنی امن عطا کرنے والا وہی ہے اسی طرح یہ بات بھی بندے کو امن عطا کرنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان مومنین کو اپنے دین کی بچائی پر واضح دلیلیں سکھلا دیں اور ایمان کی حفاظت کے لیے اُسے یقین کے انوار عطا فرمائے۔ پھر اُسے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کے لیے اور اُن سے حفاظت کے لیے اپنی تائید اور توفیق عطا فرمائی۔ مومن کا معنی مصدق کا بھی کیا گیا ہے یعنی اپنے کلام سے اپنے رسولوں کی تصدیق کرنے والا اسی طرح معجزات عطا کر کے اپنے نبیوں کی تائید فرمانے والا مومن کے موجود است کو وجود میں لا کر اور کائنات کو ظاہر کر کے اپنی تصدیق کرنے والے کے بھی کیے گئے ہیں۔ لفظ مومن کی یہ تحقیق جان لینے کے بعد بندے کو چاہیے کہ وہ اس چیز کا یقین رکھے کہ شر نفس اور بکر شیطان سے اللہ تعالیٰ شانہ ہی مجھے امن میں رکھنے والا ہے تو بندے کو چاہیے کہ اُس کی جناب میں التجا کرے اور تمام

آفات اور ظاہری و باطنی ڈرانے والی چیزوں سے اُسی سے امن طلب کرے پھر اس اسم کے ساتھ بندے کے مخلوق اور متصف ہونے کا یہ معنی ہے کہ اپنے شر سے مخلوق کو بچائے اور اُن کے لیے خوف و ہلاکت کی چیزوں سے دفع کرنے کا سبب بنے یا درہے کہ دین دُنیا میں اس نام کا متقی ترین وہ ہے جو مخلوق کے لیے اللہ کے عذاب سے امن کا سبب بنے اور وہ اس طرح کہ اُن کی ہدایت کا ذریعہ بنے انہیں حق و ارشاد کے راستے پر ڈالے جو کہ نجات کا راستہ ہے اور یہ اصل میں انبیاء کرام علیہم السلام کا مشن اور پیشہ ہے۔ اور ان انبیاء میں سب سے بزرگ ترین ہستی سید الانبیاء حبیب کبریا علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمین اس کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تبعین اور پیروکار علمائے دین ہیں واضح ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ امن کے اسباب پیدا کرنے کی وجہ سے مومن یعنی امن دینے والا کہلاتا ہے اسی طرح مخوف بھی کہلاتا ہے یعنی خوف و ڈر کے اسباب پیدا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کا خوف و ڈر کے اسباب پیدا کرنے والا ہونا اُس کے امن عطا کرنے والے کی صفت کے خلاف نہیں جس طرح کہ اُن کی صفت معزز دل و عزت عطا کرنے والا، ذلت دینے والا، کے خلاف نہیں۔ اسی طرح صفت قابض و باسط اور نثار و نافع میں بھی کوئی منافات و ٹکراؤ نہیں لیکن شرع شریف میں مخوف کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء تو قینی ہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔

الْمُهَيِّمُ :

لغت میں اس کا معنی گواہ اور نگہبان آتا ہے اور اس ذات کے لیے جو دوسرے کو ہر خوف و خطر سے بے خوف کر دے یہی معنی لفظ رقیب کا ہے مگر رقیب میں حفاظت کا معنی زیادہ پایا جاتا ہے رقیب سے ہی لفظ مراقبہ بنا ہے جس کا معنی ہے اپنے دل کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیضان کا منتظر رہنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس لفظ کا معنی ہے وہ ذات جو مخلوق پر اُس کے اعمال اُس کے رزق اور اُس کی اجل پر ہر وقت نگہبان و نگہبان ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے علم اپنے غلبے اور اپنی حفاظت سے ہر چیز پر حاوی و نگہبان ہے اور ہر وہ شخص جو کسی چیز کی حقیقت سے واقف اور آگاہ ہو اللہ تعالیٰ اُس پر بھی غالب ہے اور اُس کا بھی محافظ و نگہبان۔ یہی معنی لفظ معین کا ہے یہ تمام معانی مکمل اور مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے مواکس میں نہیں پائے جاتے۔ بندے کو چاہیے جب اُس نے خدائے تعالیٰ کو پہچان لیا کہ وہ ہر معاملے میں معین و رقیب ہے اور میرے ظاہری و باطنی جملہ حالات کا نگہبان اور اُن سے واقف و آگاہ ہے تو اپنے تمام حالات میں اس معنی کو پیش نظر رکھے اور ہر ناشائستہ حرکت کرنے میں اُس سے شرم کرے یا درہے کہ اس گروہ کی زبان میں اپنے حالات کی طرف اس طرح دھیان رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اس اسم کے ساتھ بندے کے مخلوق و متصف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کا محافظ و نگہبان بنے اپنے باطنی اسرار اور دل کی کیفیات سے مطلع رہے۔ یہی حالات اور اوصاف کے درست اور ٹھیک رکھنے میں گویا معین اور گواہ بنا رہے اور جب کوئی شخص بندے کے حالات کو درست و نیکی کی جانب لگانے اور انہیں

برائی سے محفوظ رکھنے میں اُن کی پوری طرح مخالفت کرے گا تو بندے میں اس قسم کا معنی کامل طور پر جلوہ گر ہو جائے گا۔
الْعَزِيزُ:

بمعنی غالب، قوی اور بے مثل آگاہ ہے اور وہ ذات جس تک پہنچنا آسان نہ ہو اُسے عزیز کہتے ہیں یہ صفات تمام و کمال صورت میں صرف پروردگار تعالیٰ شانہ کے لیے ہی ثابت ہیں۔ ہاں اشد تعالیٰ اپنے فیض سے کسی کو اپنی عزت سے حصہ عطا کرے تو یہ دوسری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من کان یرید العزۃ نبلہ العزۃ لرسولہ وللمؤمنین جو شخص چاہتا ہے کہ اُسے عزت ملے تو عزت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مؤمنین کے لیے ہی ہے جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ عزت والا وہی ہے تو وہ اُسی سے عزت چاہتا ہے اور حقیقی عزت بندے کو اُس وقت ملتی ہے جبکہ وہ اُس کی طاعت اور خدمت کر کے اُس سے عزت چاہتا ہے مخلوق میں سے کسی کی طرف بھی عزت و بزرگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا مگر اُسے جسے اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہو اور عزیز بنایا ہو۔

بیت۔ عزیز دی دغاری تو بخشی و بس عزیز تو غاری نہ بندہ زکس

تو ہی عزت و ذلت بخشے والا ہے اور بس۔ جسے تو نے عزت دے دی وہ کسی سے ذلت دغاری نہ دیکھے گا بندے کا اس صفت سے موصوف ہونا اس طرح ہے کہ بندہ اپنے نفس و خواہش پر غالب ہو اُس کی قوت اور اُس کا حاکم نفس اور شیطان پر سخت ہو اور اپنی عزت و آبرو طمع اور سوال کے ذریعے اہل دنیا کے دروازوں پر نہ گرائے اور نہ اس طرح ذلت کے گڑھے میں گرے اپنی محتاجی سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے نیز علم و عمل میں اس قدر بلند ہو جائے کہ دوسرے اُس کی مثل نہ بن سکیں اور دوسروں کو اُس کے سامنے تک پہنچا شکل ہو جائے جیسا کسی شے کی حقیقت کو اپنا شکل ہوتا ہے۔

الْجَبَّارُ:

عزت میں اس لفظ کا معنی ہے ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنا اور باندھنا اور کسی کمال درست اور ٹھیک کرنا اور زور و غلبہ سے کسی کو کام پر لگانا۔ یہ لفظ بلندی اور اونچائی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں نخلۃ جبار یعنی ایسی اونچی کھجور جس کی بلندی تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ لفظ جبار میں۔ مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بہت ہی درستی فرمانے والا اور بہت ہی بلند و بالا یہ معنی کامل طور پر ذات پاک خدا کے لیے ہے اور حقیقت و کمال کے اعتبار سے اُسی میں منحصر ہے کیونکہ ہر قسم کی شکستگی کو جوڑنے والا وہی ہے۔ صلاح و درستی کرنے والا بھی وہی ہے اہل زمانہ کے خراب حالات کو بہتر کرنے والا بھی وہی ہے اسی طرح تمام موجودات اُس کی مشیت کے غلبہ و فرمان کے نیچے ہیں کسی کو بھی اُس کے خلاف کرنے کی مجال نہیں۔ چاہیے کہ بندہ ہمیشہ ذات جبار جل شانہ کے حضور شکستہ دل اور نیاز مند رہے اور اُس کی جناب میں اس بات کا ملتی ہے کہ اُس کی ہر طرح کی شکستگی میں بہتری اور اچھائی ہے اور اُس کا

مال صلاح و بہتری کی طرف رُخ کرے اور اُس کے تشریحی فارادی اوامر و احکام میں بجا آندی کرے اور اُن کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرے اور اپنی قوت و طاقت سے اظہارِ بیزاری کرے اپنی تدبیر و اختیار کو ترک کر دے تاکہ عبادت اور عبودیت کی صفت سے موصوف ہو جائے اس اسم سے بندے کے موصوف ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ بندہ اپنے نقائصِ نفس کی شکستگی کو کمال کی تحصیل اور فضائل کی تکمیل سے جوڑے اور پُر کرے۔ اور مقامِ اصلاح میں بیٹھ کر دلوں کے حالات کے صحن کو ہر قسم کے فساد سے پاک کر دے اور اپنے نفس پر مسلط اور غالب ہو جائے اور اُسے ہمیشہ تقویٰ اختیار کرنے اور طاعات کی پابندی کرنے پر آمادہ کرتا رہے اسی طرح مخلوقِ خدا کی ہر طرح کی کمی پوری کرے اُن کے حالات کی اصلاح کرے شکستہ دلوں کا دشگیر بنے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے امورِ شریعت کے جاری کرنے میں غالب ہو۔ اس بارے میں کوشش سے کام لے اور ہمت بلند رکھے۔

الْمُتَكَبِّرُ:

مجبر و استکبار کا معنی ہے اپنی بڑائی ظاہر کرنا اور سرکشی دکھانا۔ لفظ کبر یا کا معنی ہے بزرگی اور بڑائی یہاں اسمِ متکبر سے بڑائی اور بزرگی میں مبالغہ اور کمال مراد ہے کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے سوا اس طرح کی بڑائی و بزرگی کی متقی نہیں کبیر علی الاطلاق وہی ہے بندہ جب حق تعالیٰ کی کبریائی اور اُس کی بلند شان کو پہچان لیتا ہے تو اُسے چاہیے کہ دل کو اُس کی کبریائی میں متفرق رکھے تو مانع و تذلل کا طریقہ اپنا لے اُس کی بندگی میں اپنی گردن نرم رکھے اُس کے اوامر و احکام سے سرتابی نہ کرے اس اسم سے بندے کے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ تمام چیزوں کو جو کہ اُس کی جنابِ قدس کے وصول اور وصول کے اسباب کے علاوہ ہیں۔ جیسے دنیا کی خواہشات بکہ آخرت کی لذتِ چیزیں ان سب کو چھوٹی اور حقیر جانے اور دنیا و اہل دنیا اور دنیا کی دینت و زیائش کی چیزوں کی طرف نہ جھکے بلکہ انسانیت کی بلند شان اور دین کے مرتبے کی رفعت کا لحاظ کرتے ہوئے دنیا کی بے حقیقت اور پست چیزوں پر قدم نہ رکھے اپنی ذات کو عظیم جانتے ہوئے اپنے نفس کو اپنی عظمت و کبر میں مبتلا نہ کرے۔

الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ:

یہ تینوں اسماء پیدا کرنے و جو دیں لانے اور کسی چیز کو نیت سے بہت کرنے کے معنی میں سب ایک ہیں تاہم ان میں سے ہر اسم اپنا اپنا الگ اور خاص معنی بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ پیدا کرنے سے پہلے کسی چیز کے خاکے اور ٹھانپے کا اندازہ کرنا خلق ہے۔ اور برزخ کا معنی ایجاد کرنا اور پیدا کرنا ہے۔ تصویر کا معنی صورت بنانا اور کسی شے کو شکل اور صورت عطا کرنا ہے ہر چیز جو عدم سے وجود میں آتی ہے اولاً اس کی محتاج ہوتی ہے کہ اُس کا اندازہ کیا جائے اُس کے بعد وہ پیدا کرنے کی محتاج ہے اُس کے بعد اس امر کی محتاج ہوتی ہے کہ اُسے کوئی صورت عطا کی جائے اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک عمارت ہو پہلے اُس کے خاکے کا اندازہ کیا جاتا ہے اُس کے بعد وہ وجود میں آتی ہے

پھر ایک صورت اختیار کرتی ہے۔ اگرچہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے کسی چیز کو پیدا کرنے میں یہ تمیزوں حالتیں بیک وقت موجود ہوتی ہیں۔ مگر ایک کا رتبہ دوسرے سے مقدم ہے۔ یعنی پہلے طے کا اندازہ پھر اسے پیدا کرنا اور پھر صورت عطا کرنا۔ جو کچھ عالم علوی اور سفلی میں عرش سے زمین کے نیچے تک ہے پیدا ہو چکا ہے یا پیدا ہو گا ملک و ملکوت میں اس کا ظہور ہو چکا ہے یا ہو گا سب اللہ تعالیٰ کی خلق اس کی تقدیر اس کی ایجاد اور اس کی تصویر کشی ہے۔ سب چیزوں کا پیدا فرمانے والا وہی تعالیٰ شانہ ہے جس نے محکم ترتیب بہترین صورت حکمتوں و مصلحتوں سے ہر یک کے اشیاء کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر چیز کو مناسب ترتیب کے مطابق پیدا فرمایا چنانچہ فرمایا (قبارک اللہ احسن الخالقین) (بہت برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی جس چیز پر بھی نگاہ ڈالے اس سے اس کے پیدا کرنے والے کی یاد دل میں لائے اور جس صورت کو بھی دیکھے اس سے تصویر بنانے والے کا مشاہدہ کرے اور ہمیشہ بیدار چوکس اور عبرت و نصیحت کی آنکھ سے اشیاء کو دیکھے ان صفات سے بندے کے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندے میں یہ صفات بطور مجاز پائی جاتی ہیں کیونکہ حقیقتاً تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے صرف اتنی بات ہے کہ انسان کو قصد و افعال میں اعضاء کو حرکت میں لائے کی قوت دی گئی ہے جن سے وہ کمالات و طاعات کا کسب و اقتساب کرتا ہے نیز اپنی ذات میں جسمانی و روحانی چیزوں کی صورتوں کو حاصل کرتا اور معنور و توجہ قلبی سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اس کی حکمتوں اور اس کے اسرار رموز کے جنونوں سے مرشار ہوتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ بندے کا ان اسماء سے موصوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت عبادت کی ذمہ داریوں سے فراغت پائے تو اپنی معیشت اور روزی کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کسب و کار کرے خصوصاً ایسا کام جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے تاکہ اس کا فیض تا دیر لوگوں کو پہنچتا رہے۔

الْغَفَّارُ:

یاد رہے کہ مغفرت اور غفران کا معنی ہے بخش دینا۔ خداوند تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے لفظ غفار میں یہ معنی بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ لفظ غفور میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ نیچے شرح میں آ رہا ہے غفر کا معنی چھپانے کا بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں گناہوں کو چھپاتا نیز بیچ چیزوں کو چھپاتا اور جمل چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور گناہ بھی قبیح اشیاء میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی رحمت سے چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت پردہ پوشی میں سے یہ بھی ہے کہ بندے کے ظاہری بدن پر جو چیزیں قبیح دیکھائی دیتی ہیں اسی طرح جو چیزیں اس کے حکم میں ہوتی ہیں یعنی آلائشیں و غیرہ اللہ تعالیٰ اسے ظاہری جمال و حسن عطا کر کے نگاہوں سے قبیح چیزوں کو پوشیدہ کر دیتا ہے بڑے بڑے خیالات و قبیح ارادے جو اس کے دل میں ہوتے ہیں۔ مخلوق کے علم سے پوشیدہ رکھتا ہے تاکہ کوئی بھی اس کے باطنی حالات و ارادوں سے مطلع نہ ہو لغو و بالہ اگر جو کچھ آدمی کے دل میں دوسرے

خطرات اور قبیح ارادے موجود ہوتے ہیں مخلوق پر ظاہر ہو جاتے تو مخلوق میں اُس کا جو سب سے زیادہ دوست ہو وہ اُسے سب سے زیادہ دشمن اور بدتر محسوس ہوتا اور سب لوگ اُس کی دشمنی اور ہلاکت میں کوشش کرتے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس کے مطابق غفار اور ستار کا معنی ایک ہی بن جاتا ہے لیکن حدیث کی اِس روایت میں لفظ ستار مذکور نہیں ہے لہذا ان دونوں اسموں کے معنوں میں یہاں فرق بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر اسم ستار بھی مذکور ہوتا تو غفار کے معنی یہ ہوتے وہ ذات جو گناہوں کو بخشنے والی ہے اور ستار کے معنی یہ کیے جاتے عیبوں کو چھپانے والا جیسا کہ بعض دعاؤں میں آیا ہے یا غفار الذنوب ویا ستار العیوب۔ بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ غفار الذنوب ہے تو اُس کی مغفرت اور رحمت سے نا اُمید نہیں ہوتا اور رَد کے ہاتھ مجرم کے سینے پر نہیں مارتا اور جب یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے تو اُس نعمت کے ٹکڑے کسی وقت بھی غافل و غارغ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت غفارت پر مجرد مہرہ کر کے مفروض نہ ہو جائے اور تو یہ دانا بت سے غفلت نہ کرے اور اُس میں تاخیر کو جائز نہ رکھے کیونکہ عمر فانی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

بیت۔ لطف حق گر چہ مواسا ہا کند فیک چوں از مد بشدر سوا کند
اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اگر چہ بندے کی بہت ہی دل جوئی کرتا ہے لیکن بندہ جب حد سے بڑھتا ہے تو وہ اُسے سوا بھی کر سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور خیر کا سوال کرتے ہیں۔
بندے کا اِس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ غندہ لوگوں کے جرائم اور اُن کی زیادتیوں سے مدد گزر کرے اور اُن کے عیبوں کو چھپائے۔
الْقَهَّارُ

یہ لفظ قہر سے بنا ہے قہر کا معنی ہے غلبہ کرنا اور کسی پر تسلط ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ قاہر و غالب ہے کہ جابروں اور شکیروں کی پشتیں توڑنے والا اور انہیں خوار و ہلاک کرنے والا ہے تمام مخلوقات اُس کے حملہ قہر کے آگے مقہور و مغلوب اور عاجز و خوار ہے اور اُس کے قبضہ قدرت و عظمت کے سامنے حیران اور اُس کی وادی قہر و جلالت میں ہر گروہان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (يَسِّرُ الْمُلُكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ) (آج کے دن ملک واحد باو شاہی کس کی ہے صرف اللہ واحد قہار کی ہی ہے)

جو شخص اُس کی تہارت کو پہچان لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تمہیریں اور اُس کے اچانک قہر سے ترساں و لرزاں رہتا اور انتہائی خوف و ڈر کے تحت اُس کی جناب لطف و کرم میں ملتی رہتا ہے اُس کے بندوں میں سے قہار وہ ہوتا ہے جو اپنے باطنی غلبہ مال اور حملہ عزت و بزرگی سے دین کے دشمنوں یعنی جہنم النازلین اور شیاطین پر

غالب آتا ہے اپنے وقت و حال کے دروازے اُن سے بند کرتا ہے تاکہ وہ براہِ حق سے اور صرفِ بھگتیں اور طریقت و سلوک میں سالک کے پٹے میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ جاننا چاہیے کہ انسان کا بدترین دشمن اُس کا نفس ہے جو اُس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان چھپا بیٹھا ہے بندے کا یہ نفس قلب کی نوازیت کے غلبے سے ہی حق کے تابع اور حالتِ اطمینان سے بہرہ ور ہو سکتا ہے اور اسی صورت میں یہ نفس طاعت و بندگی میں آرام پذیر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ کامل شخص مخلوق کو زبرد و کوب، زبرد و فائٹ، قتل و غارت، حدودِ شرع کے ترک پر اُن سے سختی سے پیش آتا ہے اور نفس کو بھی آداب و سنن کے ترک پر اور لایعنی دے ہو وہ امور میں مشغول و مصروف ہونے پر اُس کی سرزنش کرتا ہے۔ قاہر مردوں کے گروہ میں سے وہ مرد بھی ہے کہ جو شخص بھی اس کے مقابلے اور مزاحمت کی جرأت کرتا ہے مغلوب و مقہور ہو جاتا ہے۔ صاحبِ فتوحات مکہ قرآن مجید کی ہر آیت کو کسی نہ کسی دلی کی طرف منسوب کرتے اور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناسب حال یہ آیت ہے (ہو القاهر ذوق عبادة) وہ ذاتِ غالب ہے اپنے بندوں پر

الْوَهَّابُ

دہب و مہ یعنی کوئی چیز بخشنا و عطا کرنا مہبت یعنی بخشش اللہ جل جلالہ و علم نوالہ کثیر البہہ اور دائم العطا ہے جس کی بخشش کی کوئی حد نہیں اور جس کا فیض کبھی بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ یاد رہے کہ حقیقی مہدہ عطا ہے جو غرض و عزم سے بغالی و پاک ہو کیونکہ غرض و عزم کے تحت کوئی چیز عطا کرنے والا ہے حقیقت میں بخشنے اور عطا کرنے والا نہیں بلکہ وہ تو کوئی چیز نیچے والا ہے یعنی اپنی غرض کے عزم جب کوئی چیز دی تو فی الواقع وہ علیہ اور بہہ نہیں ہے۔ پس وہاب کا معنی ہے بہت ہی سخاوت کرنے اور عطا کرنے والا اس روایت میں اسمِ جواد کا ذکر نہیں ہے وہاب کا ذکر ہے جو اور بہہ فی الحقیقت ذاتِ مقدس باری تعالیٰ میں منحصر ہے کیونکہ وہی ہے جو ہر محتاج کی حاجت اُس کی احتیاج سے زیادہ عطا کرتا ہے اور عطا بھی بے غرض اور بے عزم کرتا ہے اس جہاں میں بھی عطا کرتا ہے اور اُس جہاں میں بھی وہ بندے کے کام میں اپنی حکمت و درستی سے بندے سے موافقت کرتا ہے بندہ جب اس بات کو جان لیتا ہے کہ وہاب مطلق اُس کی بلند ذات ہے تو پھر وہ سب کچھ اُس سے چاہتا اور اُس سے ہر قسم کا طمع و وابستہ کرتا ہے۔ ہر قسم کی امید بھی اُس سے لگتا ہے۔ اُس کے سوا باقی سب سے طمع کاٹ لیتا ہے۔ غیر سے منہ پھیر لیتا ہے غیر سے ہر قسم کی توقع بھی ختم کر لیتا ہے اور اپنی ہر خواہش چاہے کتنی بھی دشوار بلکہ ناممکن محسوس ہو اُس کے طلب کرنے میں نہیں شرماتا۔ اس کاتبِ حروف بندہ مسکین (شیخ عبدالحق) کی دعا اپنی ابتدائی پیاس کی حالت میں جبکہ وہ نادانی اور ناواقفیت اندیشی سے ملی ہوتی تھی، یہ ہوتی تھی کہ سب صبا کی ملکا لا یعنی لا حد من بعدی دے میرے سب مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو، اگرچہ یہ دعا اپنے عموم و اطلاق کے اعتبار سے محال دیکھائی دیتی ہے لیکن حال کی خصوصیت اور استعداد

کے ملاحظہ کرنے کی صورت میں ایک قسم کی تاویل کے طور پر انشاء اللہ قبول ہونے کے لائق ہے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کے ہاتھ میں جو کچھ ہو اُسے خرچ کرے مگر چہ اپنی جان ہی کیوں نہ ہو اور راہ حق میں خرچ کرنے میں کسی قسم کے دنیوی حصے آخرت کے ثواب اور اچھی شہرت خیال میں لاسنے کے بغیر ہونی چاہیے اگر چہ بہرہ اور جود کی حقیقت آدم زاد سے ممکن نہیں کیونکہ بندہ جو فعل بھی کرتا ہے اسی وجہ سے کرتا ہے کہ اُس کے نزدیک اُس کا کرنا چھوڑنے سے بہتر ہوتا ہے اس کے علاوہ اُس کی نگاہ میں جب تک کوئی غرض و غایت نہیں ہوتی اُس کام کے کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بہرہ اور عطا میں سب سے اکمل حضور سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک ہے جنہوں نے باذن خدا عطا کرنے اور انعام فرمانے میں انتہا کر دی اُس میں غرض و غرض کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ محض اللہ تبارک و تعالیٰ و تقدس کے حکم کی بجا آوری کے تحت آپ کا جود و عطا تھا اسی طرح تمام انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم اجمعین کی حالت ہوتی تھی۔

الرِّزْقُ

رزاق بمعنی روزی عطا کرنے والا ان انوں جنوں، چرند و پرند اور تمام حیوانات و بیہائم کو روزی فراہم کرنے والا ان میں سے ہر ایک کے مال و ملک کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اور اسم رزاق کا یہی معنی ہے۔
 واضح ہو کہ رزق کی دو قسمیں ہیں رزق محسوس اور رزق معقول رزق محسوس تو وہ رزق ہے جو ہر چیز کے بدن کو پہنچتا ہے اور رزق معقول روحوں کا رزق ہے پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ رزق ایسی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ ضامن بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ہر بات سے رزق کی ضمانت اپنے ذمے لے لی ہے یہ رزق و ضمانت تمام جانداروں کو شامل ہے کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا: **فَعَلَّمَ حَابِطَةَ فِي الْاَرْضِ اَلَا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا** (زمین میں کوئی چلنے والی شے نہیں مگر اُس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ رزق کی ایک قسم وہ ہے جسے رزق موعود کہتے ہیں یعنی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں سے کر رکھا ہے جو انہیں بغیر تحکات اور مشقت کے اسی جگہ سے ملتا ہے جہاں سے کوئی دہم دگمان نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سے وعدہ کر رکھا ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ **(مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ)** جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اُس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوتا اسی طرح ایک رزق رزق مقسوم ہے جو کہ قسمت میں کر دیا گیا ہے وہ بہر حال پہنچ کر رہتا ہے چاہے رزق معقول ہو یا رزق موعود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے) اور جب بندہ جان لیتا ہے کہ رزق عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو اپنے رزق کی انتظار اللہ تعالیٰ سے ہی رکھتا ہے غیر سے توقع نہیں رکھتا نہ ہی اپنا کام کسی اور کے حوالے کرتا ہے بلکہ وہ اُسی پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اور جب جان لیتا ہے کہ روزی مقدر ہر جگہ ہے تو روزی کی فکر میں دل تنگ نہیں ہوتا نہ ہی

مخلوق سے کوئی لاشکایت کرتا ہے اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو لوگوں کے بندوں کی روزی کا خزانہ بنانا اور زبان کو دلوں کی روزی کا خزانہ بنانا ہے ایسا شخص خدا کے تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان جسمانی و روحانی روزیوں کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے کہ وہ تعلیم و ہدایت دینے اور دعائے خیر کرنے میں لوگوں پر سب کچھ خرچ کرتا ہے۔ اس اسم کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال اور جن کی پرورش اس کے ذمے ہے، روزی کی وسعت اور کشادگی کرتا ہے اُن کے لیے خرچ میں تنگی نہیں کرتا جہاں کے آنے پر ترش رو نہیں ہوتا کیونکہ جہاں تو تیرے دسترخوان پر بیٹھ کر اپنی روزی کھاتا ہے۔ بیت

مر ترامنت زہمان داشت باید ہر آنکہ میخورد برخوان انعام تو نان خویشتن

مجھے اپنے جہان کا احسان مند ہونا چاہیے کیونکہ وہ تیرے انعام کے دسترخوان پر بیٹھ کر اپنی روزی کھا رہا ہوتا ہے۔

الْفَتْاحُ

فتح بمعنی کھولنا اور حکم کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فتاح کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی تمام قسموں پر اپنی رحمت کے دروازے کھولنے والا ہے نیز مخلوق کے درمیان حاکم علی الاطلاق بھی وہی ہے تمام کاموں کی کٹائش بھی اُس کی طرف سے ہے پھر دنیا میں بواسطہ اسباب اور آخرت میں بے واسطہ بے حجاب سب کے درمیان فیصلے بھی وہی فرمائے گا۔ یاد رہے کہ فتح بمعنی مدد بھی آتا ہے چنانچہ فرمایا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ دَنَا فَتَحَالَكُ فَتَحًا مِّنَّا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین پر فضل و برکت کے دروازے کھول دیے اور وہی اپنے نبیوں اور کفار کے درمیان حکم و فیصلہ فرمانے والا ہے وہ اس طرح کہ انبیاء اور اُن کے تبعین کی دشمنان دین پر مدد و نصرت فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اِنَّهُمْ لَنَا لَحُوقٌ اَلْمُعْتَرُونَ۔ اور البتہ بے شک ہمارا کلمہ اپنے مرسل بندوں کے لیے طے ہو چکا ہے کہ بے شک یہی وہ بندے ہیں جن کی مدد کی جائے گی اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب آکر رہے گا اللہ تعالیٰ کے فتاح ہونے کا یہ معنی بھی ہے کہ اُس نے اپنے مومن بندوں کے دلوں پر معرفت کے دروازے اور اپنے فرمانبردار بندوں پر بخشش کے دروازے کھول دیے ہیں وہی عاجزوں اور غم ناک دلوں کی مدد فرماتے والا ہے۔

مختصر یہ کہ اسم فتاح جامع اسم ہے جو خیرات کے تمام دروازوں اور ہر قسم کی برکتوں کو کھولنے والا ہے۔ جب بندہ جان لیتا ہے کہ وہی ذات فتاح ہے یعنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھولنے والی ہے تو اسے چاہیے کہ فتاح اور کشادگی کی اُمید لیے ہوئے اُس کے دروازہ کرم پر بیٹھ جائے اُس کے افعال کے حصول کی انتظار میں بغیر کسی تھکاوٹ و جلد بازی کے رہے اور اُس کے حکم کے تحت سکون و تسلیم سے اپنے شب و روز بسر کرے۔

بیت۔ ہمہ در ہا بگل بر خود فرو بند
دلا گیر دائم دل در دیند
سب دروازے مٹی سے اپنے اور پر بند کردے صرف اُس کا دروازہ اختیار کر لے۔ دل کو اُس سے لگ لے۔
اس اسم سے تعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خیر کے ظاہر پر مال و علم کا دروازہ کھولے۔ لوگوں کے درمیان
انصاف سے فیصلے کرے اور مظلوم و درماندہ افراد کی مدد و نصرت کرے۔
الْعَلِیْمُ:

یہ عالم کا بالذہ ہے یعنی بہت ہی علم رکھنے والا اللہ تعالیٰ تمام ظاہر و پوشیدہ اور دل کے خیالات اور خلوس اور
جو کچھ کہ ابھی دل میں نہیں گزرا سب کا جاننے والا ہے اُس کا علم تمام اشیاء کے ظاہر و باطن کی کلیات و جزیات اور اُن کے
حقائق کو محیط ہے اُس کی معلومات غیر متناہی ہیں اور جب بندے نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کے جمہ اسرار و مہ
سے واقف ہے تو بندے کو چاہیے کہ ہر ایسے کام و خیال سے جو نہیں چاہیے پاک رکھے۔ اور خالق کے علم کا ملاحظہ
مخلوق کے علم سے پہلے کرے۔ بندے کا حصہ اس اسم سے یہ ہے کہ دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کرے اُن حقائق و معارف
کو حاصل کرے جو اُس کے نفس کی تکمیل اور اسے عبادت پر آمادہ کرنے والے ہوں اور اس کے ظاہری و باطنی مال کی
درستی کا سبب ہوں کیونکہ علم ناخ ایسے ہی علم سے عبارت ہے اور رب بندوں علما کی نداد و مایں مشغول و معرور ہے۔

الْقَابِضُ وَالْبَاسِطُ:

قبض بمعنی اگر تنگی و تنگی اور بسط بمعنی اذانی اور پھیلاتا یہ دونوں اسم ایک دوسرے کی ضد ہیں اللہ تعالیٰ اپنے ان اسماء کے
تحت جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کرتا جس کے لیے چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اُسے
رزق حسی یا معنوی تنگی سے دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے فراخی سے دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اجسام سے بوقت موت روحوں
کو قبض کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اُسے زندہ کرنے کے وقت روحوں کے ساتھ اُس کیلئے فراخی پیدا کرتا ہے یا قیود
کے وقت روحوں کو قبض کرتا اور بیداری میں روحوں کو پھیلاتا ہے یا تجلی صفات قہریہ و جلالیہ سے دلوں کو غم و پریشانی
سے تنگ کرتا اور صفات لطیفہ و جلالیہ کے ظہور سے فرحت و مسرت کی فراخی و کشادگی عطا کرتا ہے۔ علماء نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دولت مندوں سے صدقات قبض کرتا ہے اور انہیں فقراء میں پھیلاتا
ہے اس گروہ صوفیاء نے قبض و بسط اور اُس کے آداب میں خاص کلام فرمایا ہے۔ جو کہ فتوح الغیب کی شرح میں بعض
مشائخ عظام کے کلام کی روشنی میں تفصیل سے نقل کر دیا گیا ہے۔ جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ قابض و باسط اللہ تعالیٰ
ہی ہے تو وہ موت قبض میں صبر سے کام لیتا اور حالت بسط نصیب ہونے کا اُمیدوار رہتا ہے۔ بسط کی حالت میں
ایک طرف خدائے تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے دوسری طرف حالت قبض طاری ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اور جہاں بھی قبض و بسط
محسوس کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جانتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندوں میں سے تابعین و باسط وہ ہیں جو کہ لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریائی کا خوف دلانے سے تنگ کرتے ہیں۔ عذاب و بلا کے تصور سے دلوں پر قبض کی کیفیت طاری کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لطف و عطا اور اس کی نعمتوں اور عزتوں کی بے شمار اقسام کی بشارت دے کر انہیں بسط کی کیفیت عطا کرتے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نااہل لوگوں پر اسرار الہیہ کے حقائق کے دروازے تنگ کر دیتا ہے اور انہیں ان اسرار سے واقف نہیں کرتا۔ دوسری طرف جو ان اسرار کے اہل ہوتے ہیں ان پر صفت بسط کے تحت فیضان کا بہاؤ تیز کر دیتا ہے۔ امام غزالی کا کلام ختم ہوا۔

بعض علماء فرماتے ہیں ان دو اسموں سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس بد کو شرع کے حکم کے نیچے رکھے اور جو بھی اُس کے سامنے آئے اُس کے ساتھ ان دو صفتوں کے مطابق مناسب معاملہ کرے تاکہ تربیت اپنے کمال کو پہنچے اور جب یہ دیکھے کہ جو لوگ میری تربیت میں ہیں وہ تمکاوٹ، اکتاہٹ محسوس کر رہے ہیں تو بسط و کشادگی سے اُن کے مال کو دور کرے اور اگر یہ دیکھے کہ میری تربیت کے تحت جو لوگ ہیں وہ کچھ جرأت اور شوخی دکھلانے لگے ہیں تو اُن کے ساتھ قبض و ضبط کا معاملہ اختیار کرے۔

علائے کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ نفس اگر طاعت و بندگی میں اطمینان و اکرام سے کام میں مصروف ہو تو بندے کو چاہیے اُن میں حد سے نہ بڑھے تاکہ نفس مر جہانہ جلٹے اور کام کرنے میں پریشان نہ ہونے لگے کیونکہ جو طاعت و عبادت انہماک و نشاط کی حالت میں ہوتی ہے، قبولیت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے تاہم اگر نفس مسلسل ہوا و ہوس اور شیطان کے راستے پر دوڑنا چاہتا ہو تو پھر پوری ذمہ داری و جانفشانی سے اُس پر مضابطہ ڈالے اور اُس کی کسی خواہش کی تکمیل نہ ہونے دے۔ بیت

گر کنی یک آرزوئے خود تمام در تو صد ابلیس زاید و السلام

اگر تو اپنی یعنی اپنے نفس کی ایک آرزو بھی پوری کرے گا تو اُس سے تجھ میں سو شیطان اور پیدا ہو جائیں گے
الْخَافِضُ الرَّافِعُ:

خافض خفض سے بنا ہے بمعنی نیچے رکھنا۔ رافع رفع سے بنا ہے بمعنی اوپر اٹھانا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو بد بختی کی طرف لاتا اور مومنوں کو نیک بختی کی طرف بلند کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے نزدیک کر کے بلندی عطا کرتا ہے اپنے دشمنوں کو اپنے سے دور کر کے پستی میں ڈالتا ہے۔ نیز جسے چاہتا ہے اُسے اُس کی طبیعت کی سب سے رومی حالت میں نیچے ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی محبت کی بلند ترین فضاؤں میں اٹھائے جاتا ہے۔ یوں ہی جسے چاہتا ہے دوزخ کے بالکل نچلے طبقات میں نیچے ڈال دیتا ہے جسے چاہتا ہے جات نعیم میں بلند یوں پر فائز کرتا ہے ان دو صفتوں کے بے شمار مراتب اور درجات ہیں۔

کہ اللہ تعالیٰ ہی بلندی اور پستی عطا کرنے والا ہے تو چاہیے کہ اسی کے پاس پناہ سے کہیں بد بخت لوگوں کا ساتھی بن کر پستی میں نہ گر جائے۔ یہ بات بھی اُس سے چاہیے کہ نیک نیتوں کا ہم نشین بن کر درجات کی بلندی حاصل کرے دونوں جہان میں اسی حالت کا طلبگار رہے۔ ان دو اسموں سے متعلق ہونے کی شکل یہ ہے کہ بندہ باطل کو پست کرے حق کو بلند کرے دین کے دشمنوں کو زیر کرے اُن سے دشمنی رکھے حق کے دوستوں کو بلند کرے اور اُن سے دوستی رکھے کیونکہ بندے کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ اللہ کے لیے محبت کرے اور اُسی کے لیے دشمنی رکھے جیسا کہ فرمایا (افضل الاعمال المحب للہ والبغض للہ) اسی طرح اپنے نفس کے مرتبے کو جو کہ تمام دشمنوں سے بڑھ کر بندے کا دشمن ہے، نیچے کرے۔ دل اور روح کے مقام کو بلند کرے اسی طرح مشائخ اہل یقین اور اپنے دینی بھائیوں کے مرتبے بلند و بالا دیکھے اپنے مقام کو اُن سب سے نیچے جانے بلکہ اپنے آپ کو نہ ہی دیکھے اور اگر دیکھے تو ناقص و کمینہ دیکھے۔ بیت

مہر مند سے کہ رہ را پا و سر وید ز خود عیب و زبیکانہ مہر وید

حکیمانیکہ دور اندیش بودند دوائے خلق دُرِ درخیش بودند

(۱) وہ مہر مند جو راستے کے سر اور پاؤں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ اپنے میں عیب اور دوسرے میں کمال دیکھتا ہے۔

(۲) وہ دانا لوگ جو دور اندیش تھے مخلوق کے لیے دوا اور اپنے لیے مجسم در دینے ہوئے تھے۔

الْمَعْرِ الْمَذَل

المعز اعزاز سے بنا ہے۔ اعزاز بمعنی کسی کو عزت دینا مذل ازلال سے بنا ہے بمعنی ذلیل و خوار کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دنیا میں توفیق طاعت و ہدایت دے کر اور معصیت و ضلالت کے راستے سے بچا کر عزت عطا کرتا ہے اور عجبی میں بلندی مرتبہ جنت کی نعمتوں اور اپنی ذات پاک کے دیدار سے عزت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اُسے مذکورہ صفات کے خلاف صفتوں میں مبتلا کر کے ذلت میں ڈالتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہی اللہ ہے جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

یاد رہے کہ دائمی عزت اور حقیقی بادشاہت، حاجت کی ذلت نفس کی امیری غلبہ شہوت یا جہالت کے عیب سے نجات پانے میں ہے۔ پس وہ شخص جس کے دل سے حجاب اٹھایے گئے حضرت عزت باری تعالیٰ کے مشاہدہ جلال سے سرفراز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ملک و نعمت اور مخلوق سے بے نیازی کی بادشاہت عطا فرماتا ہے نیز اُس کے نفس پر غالب آنے میں اُسے قوت دے کر اور اُس کی تائید کر کے اُس کی مدد فرماتا ہے تو حقیقت یہ ہوئی کہ اُس نے عزت دی تو ایسے ہی شخص کو عزت دی اور اُسے ہی دین و دنیا کی بادشاہی عطا فرمائی۔ اس کے برعکس جس شخص

کے لیے مخلوق کی طرف اُس کی چشم حاجت کو دلا کر دیا اہل حاجت کو اُس پر عادی کر دیا جس کو اُس پر تسلط کر دیا تو وہ فناست سے محروم ہو گیا اور نفس و استبداد کے کمر و فریب کے دھوکے میں پڑ گیا۔ اور جہالت کی تاریکی میں ہی چھنس کر رہ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُس سے حقیقی ملک چھین لیا۔ امام غزالی کا کلام ختم ہوا۔

واضح ہو کہ امام غزالی نے جس اعزاز و اذلال کا ذکر کیا ہے وہ اعزاز و اذلال حقیقی روحانی ہے وہ اعزاز و اذلال جو حسی و جسمانی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کا کرشمہ ہے جیسا کہ قوت، کمال، جاہ و جلال اور مال و اسباب شرف و نسب لوگوں کا کسی کے لیے مدد و نصرت کے لیے مددگار و پیرو کار بننا۔ اسی طرح ان کمالات کی ضد اگر کسی پر ظاہر ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کا ظہور ہے اسی طرح وہ تمام چیزیں جس کا دین میں نفع یا نقصان ظاہر ہوتا ہے اور بن کا اثر اہل دین میں باقی رہتا ہے بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ عزت و ذلت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو وہ دنیا و آخرت کی عزت اُس سے چاہتا اور اُس کی درگاہ سے ذلت و خواری سے پناہ مانگتا ہے۔ وہ اس بات کو بھی جان لیتا ہے کہ عزت، فراہم داری میں ہے اور خواری ناقربانی و معصیت میں لہذا بندے کو چاہیے کہ حرص و طمع اور شہوت نفس میں گر کر اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ کرے۔

حکایت :-

منقول ہے کہ دو بچے کھیل رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں خشک روٹی تھی دوسرے کے ہاتھ میں اچھی اور تر روٹی خشک روٹی دے پکے نے دوسرے سے کہا کہ مجھے بھی اپنی اچھی روٹی میں سے دے اُس نے کہا آ اور میرا کتابن تاکہ میں تجھے یہ روٹی دوں وہ بچہ راضی ہو گیا دوسرے بچے نے اُس کے گلے میں رسی ڈالی اور اُسے کھینچا۔ حضرت فتح مصلیٰ رحمۃ اللہ علیہ (جو ایک کامل بزرگ گزرے ہیں) نے جب یہ دیکھا تو فرمایا اگر یہ بچہ اپنی خشک روٹی پر قناعت کرتا تو اپنے دوست کا کتابن کر ذلیل و خوار نہ ہوتا۔ بیت۔

بنان خشک قناعت کنیم و جامہ دلق کہ بار محنت خود بہ زبار منت خلق

ہم خشک روٹی اور پٹے ہم نے کپڑے پر قناعت کریں گے کیونکہ اپنی محنت کا بوجھ اٹھانا مخلوق کے احسان کا بوجھ اٹھانے سے بہتر ہے۔

اس اسم سے مخلوق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اُن بندوں کو عزیز نہ جانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت اور مخالفت نفس و ہوا سے عزت عطا فرمائی اور انہیں خوار نہ جانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کفر و ضلالت کینی دنیا سے میل ملاپ و منافقت نفس اور جہالت و نفسانی شہوات کے گڑھے میں ڈال دیا۔

الْشَّامِیْعُ الْبَصِیْرُ

یہ دو معنی بھی اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقتہ میں سے ہیں جن کے ساتھ وہ تمام چیزیں جو سننے اور دیکھنے سے تعلق

رکھتی ہیں، منکشف ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ انکشاف مکمل اور تمام ہوتا ہے اُسے اس کے لیے کسی آسے اور قوت حاصہ کی کوئی محتاجی نہیں۔ وہ مستجاب ہے مگر کان سے نہیں وہ دیکھتا ہے مگر آنکھ سے نہیں۔ اس طرح کا سننا اور دیکھنا بڑا اکل و جامع ہوتا ہے کیونکہ اعضاء و آلات پر تغیر، حادثات و آفات کا اثر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے دور و نزدیک سب برابر ہیں اُس کی یہ بھی شان ہے کہ ایک چیز کا سننا اور دیکھنا اُسے دوسری چیز کے سننے اور دیکھنے سے مزاحم نہیں۔ ان دونوں صفات کے اثبات کے مقام میں تشبیہ سے بچنا ضروری ہے اور جب کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی صفات سے منزہ ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ تشبیہ سے بھی پاک و منزہ ہے۔ قرآن مجید ان دونوں صفات کو ثابت کرتا ہے۔ ان دونوں صفات کی علم سے تاویل کرنا (یعنی یہ کہنا کہ سمیع و بصیر سے مراد اُس کا علم ہے) اس کی یہ تاویل غلط ظاہر ہے اور جب بندہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے تو وہ کوئی ایسی بات نہیں کرتا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو چنانچہ وہ جو کچھ کہتا ہے ادب و احترام سے کہتا ہے غیبت، بہتان، گپ شپ، مدح نفس اور لعن طعن سے پرہیز کرتا ہے وہ نہیں دیکھتا اور نہیں سننا مگر خدا کا کلام۔ اور خدا کی پیروی کرنے والوں کا کلام۔ چنانچہ وہ اسی چیز سے راضی ہوتا ہے جس سے خدا راضی ہوتا ہے وہ نظر کو بھی حرام سے بچاتا ہے اسی طرح آنکھ کو دنیا کی چمک دکھ اور آرائش و زیبائش کے دیکھنے سے بھی بچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات اور اُس کی عجیب عجیب مخلوقات کو دیکھتا اور عبرت حاصل کرتا ہے پھر اس کے پیغمبر میں وہ دائمی مراقبہ دل کی کیفیت کو اپنے لیے لازم کر لیتا ہے اور محاسبے کی شکل میں ہر وقت اپنے نفس کا مطالعہ کرتا رہتا ہے حدیث پاک کے الفاظ (بی سمیع و بی بصیر) (وہ میرے ساتھ سننا اور میرے ساتھ دیکھتا ہے) میں اسی جانب اشارہ ہے۔

الحکم

بمعنی حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکم علی الاطلاق ہے کہ تشریعی و ارادی ہر قسم کا حکم اُسی کا نافذ ہے۔ وہی مخلوق ہے کہ درمیان فیصلہ کرنے والا وہی ظلم کی بنیادوں کو اکھیڑنے والا اور زیادتی اور ظلم کو دفع کرنے والا ہے نیز ظالموں سے مظلوموں کا انصاف لینے والا ہے اور جزا کے دن وہی ساری مخلوق کے درمیان عدل و انصاف فرمائے گا۔ اور اپنے بندوں میں بد بختی اور نیک بختی کا فیصلہ کرنے والا بھی وہی ہے۔

تاموس میں فرمایا کہ حکم بمعنی قضا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکم سے قضا و قدر سب سے آتی ہے تو اسباب کے پیدا کرنے میں اصل بنیاد اُس کا حکم اور اُس کی تدبیر ہوتی ہے جو کہ امر رب سے عبادت ہے جبکہ آنکھ چمکنے کے وقفے میں وجود میں آ جاتی ہے۔ پھر اسباب کلی کو پیدا کرنا جیسے زمین و آسمان اور ستارے قضا کہلاتا ہے اور لحظہ بہ لحظہ اسباب پر مبنیات کے مرتب ہونے کو تقدیر کہتے ہیں۔ اس مقام کا تفصیلی بیان حضرت امام غزالی نے شرح اہل حق میں کیا ہے ہم نے اس کا بہت سا حصہ اپنی شرح عربی میں نقل کر دیا ہے اور جب کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہے تو پہلے کہ بندہ

اُس کے حکم کے آگے اپنے آپ کو جھکامے اور اس کا فرماں بردار بنا رہے نیز اُس کی قضاء پر راضی رہے اور اپنے ذمے جتنے بھی حقوق ہیں اُن سے بری الذمہ ہو جائے یعنی انہیں پوری طرح ادا کرے۔ لوگوں کے ساتھ جھگڑے کرنے سے احتیاط کرے اور اگر کسی کو اُس سے کوئی تنازعہ اور جھگڑا ہو تو انصاف کو نگاہ رکھے تاکہ ظالموں میں سے نہ اٹھایا جائے اور جس دن کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے فیصلے کرے گا، اس کے حضور شرمندہ اور روموانہ ہو پھر اس صفت کے تحت یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم ازلی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور غم و خوف محسوس کرتا رہے اس اہم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ جھگڑے مٹائے۔ عدل و انصاف سے حکومت کرے اور اپنے نفس پر حاکم بن کر رہے اُسے مجاہدات و ریاضات میں ڈالے اور ایسی تدابیر اختیار کرے۔ جن سے اُس کی دنیا اور دین دونوں بہتر ہو جائیں۔

الْعَدْلُ :

عدل کا معنی لغت میں انصاف ہے اور انصاف کرنے والا عدل ظلم اور جور کی ضد ہے پھر یہ لفظ استقامت و اعتدال اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ برابر کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ظلم سے منزہ ہے کیونکہ ظلم دراصل غیر کی ملک میں دخل دینے کا نام ہے اور کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی ملک سے باہر نہیں بلکہ سارا عالم اُس کی ملک ہے۔ خداوند تعالیٰ کے تمام افعال مستقیم و معتدل اور لاتعداد حکمتوں و مصلحتوں پر مشتمل ہیں اور جیسے کہ چاہیے ویسے ہی ہیں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفٰوُتٍ) اُسے مخاطب تو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ساتھ اُس کے عمل کے مطابق معاملہ فرماتا ہے اور اُس کی لگن اور چاہت کے مطابق اُسے اپنی محبت و نعمت کے لائق بناتا ہے یہ اُس کا عدل ہے۔ کبھی کبھی معاف بھی فرمادیتا ہے بلکہ معاف کرنے کی بجائے برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے یہ اُس کا فضل ہے اس بیان کی روشنی میں جب بندے نے یہ جان لیا کہ ماکم مطلق وہی ہے اور قضاء و قدر کے تمام فیصلے اُسی کی طرف سے ہیں کہ تمام افعال میں حکمتیں ہی حکمتیں پائی جاتی ہیں اور چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اور اُس کی تدبیر حکمت میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے بلکہ سب حق و عدل کے مطابق جانے اس صفت سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں میں عدل کا نظام کرے خصوصاً رعیت میں پورے انصاف سے کام لے بندے کی حکومت کے نیچے اُس کا اپنا وجود بھی ہے اور شہوت و غضب بھی تو چاہیے کہ فعل کی سیاست و تدبیر کے تحت اپنی ان قوتوں کو درست اور دین کی قید کے دائرے میں رکھے۔ اسی طرح یہ بھی چاہیے کہ اس صفت کی روشنی میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے استقامت کے راستے پر چلے۔

استقامت کے راستے پر چلے۔

سعد یا راستہ روان گوئے سعادت برومند راستی کن کہ بمنزل نہ رود کج رفتار

اے سعدی سیدھے راستے پر جانے والے ہی سعادت کا گیندا اٹھاتے ہیں۔ اس لیے راستی اختیار کر کیونکہ

کچ رفتار انسان منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔

اللطیف :

یہ لفظ لطف سے بنا ہے جس کا معنی ہے نرمی اور کام و کردار میں نازک مزاجی دکھانا اور کسی سے نیکی کرنا۔ بندے پر خدا کا لطف یہ ہے کہ وہ اُسے طاعات کی توفیق دیتا اور معصیت سے بچاتا ہے بندوں پر اُس کے لطف و کرم میں یہ بات بھی ہے کہ وہ بندے کو کفایت و ضرورت سے بڑھ کر عطا کرتا اور اس کی طاقت سے کم اُسے تکلیف دیتا ہے اور عمر کی مختصر سی مدت میں معمولی سی سعی و کوشش سے اُسے سعادت ابدی سے ہمکنار کرتا ہے بلکہ ایک ساعت کے اندر اُسے سعادت ابدی سے بہرہ ور فرما دیتا ہے جیسا کہ ایک شخص ایمان لایا اور ایمان لاتے ہی دنیا سے رحلت کر گیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لطف و نرمی کے تحت بندے کے لیے مشقت، مجاہدہ، محنت و ریاضت میں آسانی بھی کر دیتا ہے۔ اور اگر چاہے تو بغیر ریاضت و مجاہدہ کی زحمت کے منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور اپنے قرب اور اپنی درگاہ میں قبول ہونے کے ساتھ مخصوص و شرف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مصلحتوں کی باریکیوں کا علم رکھتا اور مخفی امور سے پوری طرح واقف ہوتا ہے جلد اور کوپڑے رفیق و نرمی سے اپنے اپنے بہتر مقام تک لے جاتا ہے یہ دونوں امور یعنی باریکیوں اور مخفی امور کا علم اللہ تعالیٰ کا احاطہ کرنا اور افعال میں رفیق و نرمی کو بردے کا رلانا، احاطہ حصر و بیان سے باہر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مثالوں کے ضمن میں اُس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اُس کی نرمی اپنے آپ کے ساتھ شکم مادر سے لے کر آخر عمر تک ساتھ رہتی ہے پھر وہ شکم میں اپنے کو خدا پہنچاتا ہے اسی طرح شیر خوارگی کی حالت میں بھی اُسے دودھ کی غذا بھی فرماتا ہے نیز اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے خون و گوشت کے درمیان سے صاف اور میٹھا دودھ نکالتا ہے۔ اور پتھروں کے درمیان سے نفیس قسم کے موتی پیدا فرماتا ہے شہد کی مکھی سے بہترین شہد پیدا کرتا ہے کیڑوں سے ریشم پیدا کرتا ہے اسی طرح لمبے لمبے اور عجیب عجیب سیپ پیدا کرتا ہے جس سے قیمتی مورتی برآمد ہوتے ہیں اُس کے لطف و کرم کی عجیب تر کیفیت یہ ہے کہ وہ آدمی کے اندر معرفت کی امانت رکھتا اور حامل امانت بناتا ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کے مشاہدے کراتا۔ اور بندے کو اپنی ذلت و صفات کا عارف بنا دیتا ہے یہ سب اُس کے لطف و کرم کی مثالیں ہیں۔ اس طرح کی اور اتنی مثالیں ہیں جو عدد و شمار میں نہیں آسکتیں جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ للیف ہے دلوں کے پوشیدہ تمام اسرار رموز جاننے والا ہے اور یہ بھی جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندے کو بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے تو اُسے چاہیے کہ اپنے ظاہر و باطن کو شیطانی کرد و فریب ترک عدل و برے اخلاق سے محفوظ رکھے اُس کی نعمت کا شکر ادا کرے اُس سے خیر و طاعت کی توفیق مانگے اپنی تعمیرات کو تلامیوں کا اعتراض کرے اُس کے حضور میں تائب ہو اور خدا ہی کرے

اس صفت سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق سے لطف و نرمی سے پیش آئے چاہے اُن کا تعلق حسی اور ذہنی جہان سے ہو چاہے روحانی و دینی منافع سے ہو اور حق تعالیٰ کے طریقہ کے مطابق لطف و نرمی سے مخلوق کو اللہ کی طرف بلائے ہدایت کا راستہ دکھائے یونہی لطف و حکمت سے اچھی اچھی نصیحتوں، حقائق کا علم پر شہیدہ وقائق کا فہم پوسے نفق و ہولت اور نرمی سے لوگوں تک پہنچائے اور فائدے سے بہرہ ور کرے۔

الخبیر :

خبیر یعنی آگاہ و داننا، زمینوں و آسمانوں کے ملک و ملکوت میں کوئی متحرک و ساکن چیز نہیں ہے اور زمینوں و آسمان میں بھی کوئی چیز نہیں اور کوئی ذرہ بے چین یا مطمئن نہیں اور کون و مکان میں بھی کوئی شے نہیں اور نہ کوئی چیز سانس لینے والی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ اُس کے نزدیک اور اُس سے باخبر ہے اس معنی کے مطابق خبیر کا معنی عظیم کے معنی کی طرف لوٹ جائے گا مگر یہ کہ خبیر کو خبر دینے سے مخصوص کیا جائے اور عالم کو تمام خبروں کا عالم قرار دیا جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خبیر یعنی عظیم ہے لیکن علم کی نسبت جب باطنی معنی امور کی طرف ہو تو اُس علم کو خبرت کہتے ہیں اور اُن کے جاننے والے کو خبیر کے نام سے موم کرتے ہیں۔ امام غزالی کا کلام ختم ہوا۔
کبھی خبیر کا معنی خبر دینے والا بھی کہتے ہیں یعنی اپنے کلام کے معنی اسرار بتانے والا اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ساتھ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دینے والا ہے اس معنی کے مطابق اس اسم کا معنی صفت کلام کی طرف لوٹ جاتا ہے پھر خبرت اور اعتبار کا معنی اُڑانے کا بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو امر و نہی اور تکلیف شرعی سے آزماتا ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا (لِیَبْلُوکُمْ اَیْکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) (تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے) جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خبیر ہے تو اُسے چاہیے کہ اُس کا مراقبہ اور اُس کے علم کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور نبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام نے جن امور و نہا ہی کی خبر دی ہے اُن کی تصدیق کرے اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دین کے کاموں میں مانا اور باریک مین بنے اور جو کچھ بھی اُس کے دل و جسم پر گزرے، بصیرت اور ہوش سے اُس سے آگاہ رہے نفس کی مکاریوں اور اُس کے کرد و صو کے سے پوری طرح غماط رہے نیز نجات کے راستے کی طرف لوگوں کو بلانے میں مصروف رہے اور لوگوں کو آزماتا رہے کہ وہ کس حد تک صراطِ مستقیم کو اختیار کرتے ہیں۔

الحلیم :

علم یعنی آہستگی و بردباری حلیم اُس ذات کو کہتے ہیں جسے اُس کا غصہ راہِ راست سے بھٹکنے نہ دے اور انتقام لینا اور مزاحمت میں مبتلا کرنے میں جلدی نہ کرے اور قدرت رکھنے کے باوجود اگر بندہ توبہ کرے تو اُسے معاف کر دے اور اگر چاہے توبہ کے بغیر ہی رحمت کر دے۔ حلیم مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بندہ کبھی سزا دینے میں عملاً جلدی نہیں کرتا مگر اُس کے دل میں کئی دفعہ اس کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں کہتا ہے چپا کر رکھتا ہے تاکہ فرصت اور گنجائش کے

وقت اپنا کینہ بروے کار لائے اللہ تعالیٰ نے صفت انتقام بھی اپنے لیے ثابت فرمائی ہے۔ پس بندے کا حق یہ ہے کہ اس کے انتقام سے ڈرتا رہے اور اُس کے علم سے معافی کا اُمیدوار رہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُس سے اس وقت علم و نرمی کا سلوک کیا ہے۔ اُنہی وہ مغفرت فرمائے گا اور چاہیے کہ ایسی ذات جو سزا دینے پر کمال قدرت رکھتی ہے اس کے باوجود انتقام نہیں لیتی بلکہ اُسے معاف کرتی ہے جو نعمتیں اُس نے دی ہوں ہیں انہیں واپس نہیں لیتی، اُس کا شکر گزار بنے۔ اور شرم کرے کہ ایسی کریم ذات کی نافرمانی کا ترکیب ہو اس صفت سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی غلط چیز کو دیکھ کر راستے سے نہ ہٹے بلکہ سنجیدگی و وقار سے راہِ راست پر قائم رہے اور اپنے ماتحت لوگوں کو سزا دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ غنود درگزر کو اپنا اولیہ بنائے ہاں حدودِ شرعیہ کے جاری کرنے میں بالکل سستی اور نرمی نہ کرے۔

العظیم:

یہ لفظ العظیم اور العظمت سے بنا ہے بمعنی بزرگ ہونا۔ عظمت کبھی تو اجسام میں پائی جاتی ہے جو آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ جسم عظیم ہے اور وہ جسم اس سے بھی عظیم تر ہے یہ اُس وقت کہتے ہیں جب کہ دوسرا جسم طول عرض اور مٹاپے میں دوسرے سے زیادہ ہو پھر آگے اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اُس کی عظمت آنکھ کو بھرے اور بندے کی آنکھ اُس کا پورا احاطہ کرے جیسا کہ کہا گیا ہے دوسری عظمت وہ ہے کہ نگاہ اُس کی اطراف کا احاطہ کر کے بیسے زمین و آسمان اور یہاں سے بھی عظیم تر ہے اور کبھی عظمت کا اطلاق باطنی بعیر توں کے استعمال پر بھی کرتے ہیں۔ اس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ عقل جس کی حقیقت کی تہہ کو پائے عظمت کی ایک قسم وہ ہے جس کے ادراک سے اکثر یا بعض عقلیں قاصر ہیں۔ ایک قسم وہ ہے کہ حقیقت کی تہہ کو پانا اور اُس کا احاطہ کرنا ادراک عقل سے باہر ہو اور عظیم مطلق وہ ہوتا ہے جو سب سے عظیم اور حد عقل کی دترس سے باہر ہو اور طائرہ ادراک میں نہ آئے اور کوئی بھی عقل اُس کی ذات و صفات کی تہہ تک نہ پہنچ سکے وہ ذات حق تعالیٰ و تقدس ہے جو شخص اللہ جل جلالہ کی عظمت جلتان لیتا ہے وہ اُس کی ذاتِ عظیم کے سامنے اپنی ذات کو حقیر و خوار جانتا اور اللہ تعالیٰ کے اطوار و نفاہی اور احکام کے بھالانے میں پوری بھرتی دکھاتا ہے بندے کو چاہیے کہ عظمت و جلال حق کو دل میں اس طرح لائے کہ کسی بھی شخص یا کسی بھی چیز کو ذات حق سبحانہ کے سامنے کچھ نہ جانے۔ اس صفت سے متعلق ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہمت بند رکھے اور کسی دنیا کے لیے اپنا سر نیچے نہ جھکائے۔ دونوں جہاں کو عظمت الہی کے سامنے کوئی حیثیت نہ دے اور ایسے کمالات و صفات شریفہ کی تحصیل کرے جس سے کہ اُس کی عظمت عظیم سے عظیم تر ہو جائے اور ایسے مرتبے تک پہنچ جائے کہ اکثر عقول انسانی اُس کی شان و قدر کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک باطل عالم جو لوگوں کو خیر و نیکی کی تعلیم دیتا ہے اُس کا نام عالم بالا میں عظیم رکھا جاتا ہے

انسانوں میں عظیم ترین ہستیاں انبیاء اور علماء میں کیونکہ ایک صاحب عقل انسان جب اُن کی صفات کا تصور کرتا ہے تو اُس کی عقل اُن کی کیفیت و عظمت سے پُر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے اعلیٰ ترین مخلوق سید المرسلین حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے کیونکہ مخلوق میں آپ سے عظیم تر کوئی ہستی وجود میں نہیں آئی اور عالم اجسام میں عرش سے بڑھ کر کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی اور عالم معانی میں ارواح انسانی سے بڑھ کر کوئی چیز عظیم نہیں مگر ان سب کی عظمت و عظمت روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہی رنج کرتی ہے۔

الغفور :

بمعنی غفار ہے یہ دونوں معنی مبالغہ کے لیے آتے ہیں۔ غفور میں غفار سے زیادہ مبالغہ ہے یعنی غفار بمعنی ایسی ذات جو بہت ہی بخشش فرمانے والی ہے اور بخشش اور مغفرت اُس سے بہت زیادہ وجود میں آتی ہے اور وہ گناہوں کو بہت ہی بخشتی ہے غفور وہ ذات جس کی بخشش تمام و کمال ہو اور وہ بڑے بڑے گناہوں کو بخشتا ہے اُس کی بخشش و مغفرت آخری درجے و مرتبے تک پہنچی ہوئی ہے بعض نے کہا غفور وہ ذات ہے کہ جب بندے کے گناہوں میں سے کسی ایک قسم کے گناہ بخشے تو تمام لوگوں کے تمام گناہوں کو بخش دے اور جب کہ غفور پوشیدہ کرنے کے معانی میں بھی آتا ہے۔ غافر کا معنی یہ ہو گا ایسی ذات جو بندوں کے اعمال ناموں میں گناہوں کو پوشیدہ رکھتی ہے اور غفور وہ ذات جو فرشتوں کے دلوں سے بھی بندوں کے گناہوں کے نشانات مٹا دیتی اور پوشیدہ کر دیتی ہے تاکہ گناہوں کی ذلت پر پردہ پڑا رہے بلکہ گناہ گار کے ذہن سے بھی اُس کے گناہوں کو بھلا دے تاکہ گناہوں کو یاد کر کے شرمسار و خوار نہ ہوتا رہے۔ بیت

مرغالت در دیش زان بود در پیش کہ گر گناہ نہ بخشند شرمساری ہست

درویش کا شرم زندگی سے اس لیے نیچے ہوتا ہے کہ اگر اُس کے گناہ بخشا ہے تو یہ بھی اُس کے لیے شرمساری کی بات ہے کہ اُس سے گناہ ہوا کیوں۔

اس نام سے مخلوق ہونے کی وجہ اسم غفار کے ضمن میں مذکور ہو چکی ہے۔

الشکور :

شکر بمعنی کسی کی قدر دان کرنا اور اُس کی صفت و ثناء کرنا کیونکہ اُس نے اُس پر انعام کیا ہوتا ہے یہ معنی بندے کے خدا کے شکر گزار ہونے کا ہے۔ شکر کی نسبت حملے تعالیٰ کی طرف بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو شاکر اور شکور کے نام سے موصوم کرتے ہیں شکور کا معنی ہے تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا کرنے والا دنیوی زندگی کے چند گنے چنے ایام میں تھوڑے سے عمل پر آخرت کا عظیم ثواب دینے سے بڑھ کر اور کونسا ثواب بڑا ہو سکتا ہے۔

بعض نے کہا شکور کا معنی ہے فرماں بردار بندوں کی صفت و ثناء کرنے والا یہ معنی شکر کے معنی کے قریب ہے بعض نے کہا بطریق مشاکلت شکر کی جزا کو بھی شکر کہہ دیتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ثواب عطا فرمانے والا ہے

تو گویا اس طرح وہ بندے کی طاعت و فرمانبرداری پر بندے کی صفت و ثناء فرماتا ہے بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اُس کے شکر اور اُس کی طاعت میں بہر لحظہ آگے بڑھتا رہے اور صدق و اخلاص سے کام لیتا رہے اس اسم سے متعلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بندہ خدائے تعالیٰ کی نعمت پر اُس کا شکر گزار رہے اور اُس کا بھی شکر گزار رہے جو اُس پر احسان کرے اور جہاں تک ہو سکے اچھائی کی شکل میں اُس کا بدلہ دے اگر اُس کا بدلہ اُس کی طاقت سے باہر ہو تو اُس کے لیے دعا کرے اور کچھ نہیں تو یوں کہے جزاک اللہ خیراً

العلی :

یہ لفظ علو سے بنا ہے بمعنی بلندی اور کسی جگہ کا بلند ہونا اور بلندی پر آنا اور کسی چیز کے اوپر ہونا پھر بلندی کی دو قسمیں ہیں ایک حسی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر بلند ہونا اور ایک عقلی جیسے ایک چیز کا رتبے میں دوسری چیز سے بلند تر ہونا اللہ تعالیٰ و تقدس مرتبے میں سب سے بالاتر ہے۔ کوئی بھی رتبہ اُس کے رتبے سے بلند نہیں ہے تمام مراتب اُس کے مرتبے سے نیچے ہیں کیونکہ سبب اور علت سبب اور معلول سے بلند تر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسببات اور معلولات کا سبب و علت ہے اور علت و فاعلیت کے تمام مراتب اُس کی ذات پر ختم ہوتے ہیں بلند کوئی چیز اُس سے بالاتر نہیں بلکہ وہ سب سے بلند و بالا ہے نیز موجودات دو قسم کی ہیں۔ ایک مردہ و دوسری زندہ پھر زندہ چیزوں کی تقسیم اس طرح ہے کہ جس کا ادراک حس کی حد تک ہے وہ حیوانات ہیں اور کچھ زندہ چیزیں ایسی ہیں جن میں ادراک حسی کے علاوہ ادراک عقلی بھی ہوتا ہے جن چیزوں میں ادراک عقلی پایا جاتا ہے وہ پھر آسمان سے منقسم ہوتی ہیں اُس چیز کی طرف کہا اُس کے معلومات کے بالمقابل اُن میں شہوت و غضب بھی پائی جاتی ہے وہ انسان ہے اُس کی دوسری قسم وہ ہے جو شہوت و غضب کے مقابلے سے سالم و محفوظ ہے اُس میں کسی قسم کی میل کچل بھی نہیں ہے پھر جو چیزیں اس سے سالم اور محفوظ ہیں وہ یا تو ممکن ہیں مگر اُن میں شہوت و غضب کی ملاوٹ پائی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُسے شہوت و غضب سے سلا متی عطا کر دی ہوتی ہے اور دوسری وہ چیز ہے جس کے حق میں شہوت و غضب میں مبتلا ہونا یا شہوت و غضب کا اُس میں پایا جانا محال و ناممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے پس اللہ تعالیٰ مرتبے میں سب چیزوں سے بلند ہے کہ اُس سے عالی تر اور کمال تر کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ اور عوام کی سمجھ میں جو کہ حیوانات کے مرتبے میں ہیں حسی بلندی کے سوا اور کوئی بلندی نہیں اس کے برعکس خاصان حق جو بعیرتوں کے ادراک کی بدولت معنوی بلندی سے آگاہ ہوتے ہیں اور بلند مراتب کو حسی بلندی سے اوپر سمجھتے ہیں، عوام کے درجہ سے بالکل الگ ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش سے اوپر ہونے کا کیا معنی ہے کیونکہ عرش تمام اجسام سے اوپر ہے اور وہ موجود جو حد میں ہونے اور اجسام کی حدود کے اندازے سے بھی منزہ ہے اور اُن کی مقادیر سے بھی اونچا ہے وہ تمام اجسام سے مرتبے میں بلند ہو گا۔ عرش سے تخصیص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام اجسام سے اوپر ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ اُس سے بھی اوپر ہے تو وہ سب سے اوپر ہوا۔ پھر علو کسی پر غلبہ

کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے جیسا کہ فرمایا اللہ غالب علی امرہ (پس بندے کو چاہیے کہ قیاس عقلی اور ترتیب فطری کو اس کی ذات و صفات کی حقیقت کی جانب راستہ نہ دے اور معرفت کے راستے میں اس بات کو اپنے باطن سے نکال دے کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے بلکہ اپنے عاجز ہونے کا اعتراف کرے کیونکہ معرفت کا کمال بھی یہی ہے اپنی عقل کو اس کے امر و حکم کے غلبے کے سامنے بالکل نیست و نابود کر دے۔ حکم کی بجا آوری اور تسلیم خم کرنے کے انداز میں اس کے سامنے آئے اس اسم سے موصوف ہونے کی صورت یہ ہے کہ علم و عمل کی تحصیل میں اس قدر کوشش کرے کہ اپنے بنی نوع افراد سے کمالات میں فائق و بلند ہو جائے مراتب مقامات میں عروج حاصل کرے لیکن بندے کے لیے کامل بلندی ممکن نہیں کیونکہ اس کے اوپر اپنے اپنے درجات کے مطابق انبیاء کے درجات میں تمام درجات سے بلند تر درجہ جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے اور مطلق اعلیٰ ذات خدا تعالیٰ جل جلالہ تعالیٰ شانہ کی ذات ہے اس صفت سے متعلق ہونے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنے نفس و خواہش پر غالب ہے اہل دنیا کی محبت سے بلندی اور علیحدگی اختیار کرے۔ امر حق کے علاوہ کسی جانب بھی اپنی ہمت نیچے نہ لائے۔ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص درگاہ حق کی جانب توجہ کرنے میں صادق ہو گیا اس کی ہیبت آسمان و زمین والوں کے دل میں بیٹھ جاتی ہے کہ سب اس سے ڈرتے ہیں۔

الکبیر

یعنی بزرگ اور صاحب کبریا کبریا کامل ذات سے جلالت ہے اور کمال سے کمال وجود مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کمال وجود دو چیزوں سے تعلق رکھتا ہے ایک دوام وجود سے جب آدمی کے وجود کی مدت لمبی ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ زیادہ عمر والا ہو گیا جب طویل الوجود کو کبیر یعنی بڑا کہتے ہیں تو وہ ہستی جو دائم الوجود ہو پھر ازلی وابدی بھی ہو تو وہ اس اسم کے ساتھ موصوم ہونے کے زیادہ لائق اور مستحق ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وجود وہ وجود ہے کہ اس سے سارے وجود سامنے آئے پس کبیر کا معنی ہو گا کامل الذات تام الوجود و عظیم کا معنی ہو گا کامل الصفات رفیع القدر اور عالی مرتبہ اس اسم سے متعلق ہونے کی وجہ قریب قریب وہی ہے جو اسم اعلیٰ کی شرح میں گزری۔

الحفیظ

خدا نگاہ میں رکھنا جو کچھ کہ عالم میں ہے اُسے ہر طرح کی آفتوں اور ضائع ہونے سے بچانے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہ باقی رکھتا ہے اُن تمام چیزوں کو جو ایک دوسرے کی ضد اور دشمن ہیں جیسا کہ وہ عناصر کو چیزوں کی پیدائش میں نگاہ رکھتا ہے۔ وہ اُن کی ایک خاص ترکیب اور خاص مزاج اور قوتوں کو میانہ روی کی حالت میں رکھتا ہے یہ بنی حیوانات کی حفاظت کرتا ہے وہ اس طرح کہ حیوانات کی ذوات میں اُن کی حفاظت کے لیے آلات و اعضاء پیدا کرتا ہے اسی طرح سینگ دار میں اور پنجہ وغیرہ۔ جیسے اسلحہ و ہتھیار پھر وہ اُن میں معرفت و ہدایت پیدا کر کے انہیں راہ راست

پر قائم رکھتا ہے نیز حیوانات میں حواس پیدا کرتا ہے جو کہ جانورس کے فرائض انجام دیتے ہیں اور اس بات سے اگاہ کرتے ہیں کہ دشمن اور آفات اُس کے قریب آرہی ہیں جیسے کہ آنکھیں اور کان وغیرہ اسی طرح ملکوت و آسمان و زمین کا ہر ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ حتیٰ کہ وہ گھاس جو زمین سے اگتی ہے اللہ تعالیٰ اُس کے منہ کو چھلکے کے ذریعے اور اُس کی طراوت کو رطوبت اور بخارات کے ساتھ جو کہ اُس سے اٹھتے ہیں، حفاظت کرتا ہے پھر کائناتیات اور پودوں کا ہتھیار ہے جس طرح کہ سینگ کاٹنے والے دانت اور پنچے حیوانات کا ہتھیار ہیں۔ اسی طرح پانی کے ہر قطرے کے ساتھ حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ لگا ہوا ہے جو اُس کی حفاظت کرتا ہے کہ وہ قطرہ ہوا کی شکل اختیار نہ کرے۔

ایک حدیث میں آیا ہے بارش سے کوئی قطرہ نیچے نہیں گرتا مگر اُس کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اُس کی نگرانی کرتا ہے تاکہ وہ قطرہ زمین میں اُسی جگہ گرے جو اُس کا شوق و مقام ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ حق ہے اور ارباب باطن کا مشاہدہ اصدا ان کی بصیرت کی نگاہیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ ارباب مشاہدہ اُس پر بصیرت کے تحت ایمان رکھتے ہیں نہ کہ تقلید کے طور پر۔ اصدا اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے دروازے اتنے زیادہ ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اُس رب جلیل کی حفاظت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مومنوں کے ایمان اُن کے سینوں میں باقی رکھتا ہے۔ اور اُن کے عقائد کو کجی و نفوذ سے بچاتا ہے پھر توحید کے سلسلے میں ایمان والوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدے وعید کر رکھے ہیں ان پر دلائل و براہین قائم کر کے انہیں دین کی صداقت پر قائم رکھتا ہے۔ ان تمام دلائل و براہین میں قوی ترین دلیل نورانی ہے جو وہ اُن کے دلوں میں ڈالتا ہے بندے کے کسب و اختیار کا اُس میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتے ہیں کہ اس عالم میں ظاہر و باہر دینوں کے اس قدر اختلافات کے باوجود ہمارے دلوں میں پکے دین کے بابے میں ذرا بھی کوئی خطرہ نہیں گزرتا کسی قسم کا کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی ایمان کی گرہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف یا شبہ پیدا ہوتا ہے بلکہ نہ ایمان دل میں ثابت اور باقی رہتا ہے۔ اُسے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو ایمان پر ثابت رکھ رکھتے ہیں یعنی کسی چیز کو یا کرنے کا بھی آتا ہے جو نہ بیان اور محمول جانے کی ضرورت ہے۔ اس معنی کے مطابق بھی حفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے درست ہے کیونکہ تمام چیزیں اُس کے علم میں محفوظ ہیں اور نہ بیان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی چیز کا سٹ جانا بالکل ناممکن ہے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بزرگ بندے کو وراثت میں بہت سا مال ملا۔ اُس نے اُس مال کو دیکھ کر عرض کیا یا الہی تو نے مجھے ان دراهم کا محتاج پیدا کیا ہے۔ لیکن حضور طلب کے ساتھ اس دولت کی حفاظت میں نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے میرے دل میں غل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے اے میرے خدا تو ہی میرا حفظ بن اور تو ہی مجھے

اپنی نگاہ میں رکھا اُس بزرگ نے یہ کہہ کر سالہ مال و درویشوں اور مسکینوں میں بانٹ دیا۔ اُس کے بعد اُس بزرگ کو جب بھی چیز کی ضرورت پڑتی خدائے تعالیٰ غیب سے وہ چیز اُسے عطا کر دیتا۔

جب بندے نے یہ جان لیا کہ میرا پروردگار میرا محافظ ہے تو اُسے چاہیے کہ تمام آفات اور ڈر کی چیزوں اور نفس و ہوا کے غلبے سے اس کی حفاظت اور حمایت کی پناہ میں رہے۔ بیت۔

ہر کس بخدا پناہ آرد ابرا از بلا نگاہ دارد

ہر شخص جو خدا کی پناہ میں آئے گا اللہ تعالیٰ ہر بلا سے اُسے محفوظ رکھتا ہے۔

اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ احکام شرع کی حدود کی مخالفت کرے۔ اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچائے اپنے دل کو غیر کے ذکر سے بچائے رکھے اور اپنے باطن کو ملاحظہ غیار سے محفوظ رکھے اپنے تمام حالات کو حد استقامت و اعتدال سے باہر نکلنے سے محفوظ رکھے اور بے بس و عاجز لوگوں کی دشگیری کرے اُن کی محافظت کرے قرآن و حدیث کا محافظ بنے اُن کے معانی و مطالب دل کے اندر بٹھائے۔

المُتَّقِیَّت

یعنی روزی کا خالق اور اعلان تک اُن کی خدائے پہچاننے والا۔ یہ لفظ قوت سے بنا ہے۔ قوت دراصل اُس خدائے کو کہتے ہیں جس سے انسان کا بدن قائم رہتا ہے۔ جیسے مختلف کھانے لفظ متقیت کا مصدر اقات ہے یعنی خوراک عطا کرنا۔ مذکورہ خوراک بدن سے تعلق رکھتی ہے اور روح کی خوراک معرفت و ایمان ہے۔ لفظ متقیت یعنی اتنا محافظت کرنے والا اور گواہ و حاضر بھی آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِیَّتًا) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف و ہر چیز پر قادر ہے۔ پس اسم متقیت علم و قدرت کے دونوں معنوں کا جامع ہے بندے کو چاہیے کہ تن اور جان کی روزی اور قوت اُس سے چاہے اور اس کے علم پر اتکنا کرے۔

حضرت بہل بن عبد اللہ تری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ روزی کسے کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اُس زندہ ذات کا ذکر کرنا جو مت سے پاک ہے۔ بعض حضرات اس طرح حکایت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی خوراک کیا ہے فرمایا اللہ لوگوں نے کہا ہم کھانے کی وہ مقدار دریافت کرتے ہیں جس کے بغیر چارہ نہیں فرمایا اللہ کے بغیر چارہ نہیں۔ لوگوں نے کہا ہم اُس چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں جس سے لوگوں کے بدن اور جسم قائم ہیں فرمایا تمام اجسام اللہ تعالیٰ کی فائز سے قائم ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہو۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ بھوکوں کو کھانا دے۔ غافلوں کو راہ راست دکھلائے اپنے نفس کے حالات سے مطلع رہے اور اپنے مال کی اصلاح پر قادر ہو۔

الحَسِيبُ :

بمعنی کافی اور تمام کاموں کا سرپرست اور ضامن ہونا احساب کا معنی ہے کسی کام کے لیے کافی ہونا عرب لوگ کہتے ہیں (احسنی اشئ) بمعنی کافی یعنی وہ شخص میرے لیے کافی ہو گیا پس حسیب بمعنی محسب ہو گا یعنی ہر کام کے لیے کافی یہ وہ وصف ہے جس کا حقیقتاً ثبوت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو سکتا ہے کیونکہ کافی ہونے کی حاجت و ضرورت وجود کے اعتبار سے اور دوام وجود و کمال وجود کے لحاظ سے بھی ہے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہو کہ کسی چیز کے لیے کافی ہوگا اللہ تعالیٰ کیونکہ اُسی سے وجود و اشیا ہے اور اُس سے دوام وجود اور کمال وجود بھی ہے۔ باقی سب اسباب جن کا وجود و اشیا میں دخل ہے اور جن سے اشیا کمال کو پہنچتی ہیں تو وہ بھی سب خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں پس وہی کافی مطلق ہے۔ بعض نے کہا حسیب بمعنی محاسب ہے یعنی حساب لینے والا۔ جیسے عیسٰی دذیم بمعنی مجالس و منادیم یعنی ہتھکنڈے اور ساتھی اور خدا کے قیامت کے دن مخلوق سے حساب لے گا اور دنیا اور آخرت میں اُن کے سانس تک گنے گا۔ بعض نے کہا حسیب بمعنی شریف ہے جو حسب سے بلند ہے یعنی کسی کے فضائل و طریاں شمار کرنا جب بندے سے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے کافی ہے تو چاہیے کہ اُسی کو کافی جانے اور اُسی کی تدبیر پر مجرورہ کرے اور تمام امور میں اُسی پر توکل کرے قرآن مجید میں فرمایا (ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ) جو شخص اللہ تعالیٰ پر مجرورہ کرتا ہے تو وہ اُس کے لیے کافی ہوتا ہے بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کے سانس بھی گن رہا ہے اور ایک ایک سانس کا حساب لے گا کہ میں نے اُس میں کیا کیا۔ تو چاہیے کہ اپنے افعال و ضابطے کے اندر رکھے اپنے احوال کو ٹھیک کرے جب وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ شرف و کمال تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے تو اُس پر اپنے نفس کی کیگی اور عیب ظاہر ہو جاتا ہے پھر وہ اپنی ذات پر تکیہ نہیں کرتا اور نہ اپنے افعال کو دیکھ کر خود پسندی میں مبتلا ہوتا ہے اس اہم سے غفلت ہونے کا معنی یہ ہے کہ محتاج لوگوں کی حاجات کی کفایت کا ذریعہ بننے اپنے نفس کا محاسبہ کرے اس سے پہلے کہ اُس کا حساب لیا جائے اور اپنے نفس کو معرفت و طاعت سے شریف اور نیک بنائے۔

الْجَلِيلُ :

جلال اور جلالت بمعنی بزرگی اور بزرگ درجے والا ہونا اللہ تعالیٰ جلیل مطلق ہے۔ جلال و کمال کی صفات کا جامع ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبیر تو اُسے کہتے ہیں جو اپنی ذات میں کامل ہو اور جلیل اُسے جو صفات میں کامل اور عظیم اُسے کہتے ہیں جو ذات و صفات دونوں میں کامل ہو ایسا کمال کہ کسی کی بصیرت کا ادراک اُس کے کمالات کا احاطہ نہ کر سکتا ہو۔ امام غزالی کا کلام ختم ہوا۔

گروہ اولیاء کی اصطلاح میں صفات قہریہ کے آثار کے ظہور کو جلال۔ صفات لطیفہ کے آثار کے ظہور کو جمال کہتے ہیں

جیل بھی اسماء حسنیٰ میں آیا ہے اگرچہ اس روایت میں مذکور نہیں ہے لفظ جیل دراصل اس خوبصورتی کے لیے وضع کیا گیا ہے جو ظاہری صورتوں میں پائی جاتی ہے اور آنکھ سے محسوس ہوتی ہے جس کا حسن بڑا ممکن اور آنکھ کو بڑا پسند آتا ہو اور دل کے بہت موافق ہو۔ اصل میں جیل کا معنی یہ ہے جو بیان ہوا اس کے بعد اس لفظ کا استعمال باطنی صورتوں کی خوبصورتی کے لیے ہونے لگا جو بصیرت سے محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں سیرت جیل و خلق جیل اور جیل مطلق صرف اس کی ذات ہے جس طرح کہ جیل مطلق بھی وہی ہے کیونکہ عالم میں جس جگہ بھی کوئی حسن یا جمال یا کمال یا جلال پایا جاتا ہے اسی کی ذات کے انوار اور اسی کی صفات کے آثار کا پر تو ہے۔ جب بندہ اس بات کی شناخت کر لیتا ہے کہ جیل و جیل مطلق اسی کی ذات پاک ہے تو وہ صرف اس کی تعظیم کرتا اور صرف اسی کو دوست رکھتا ہے۔ بزرگی میں اس کی قدر کو سب سے ارفع جانتا ہے اور اپنے وجود مجازی میں اسی کے انوار جلال و جلال اور اس کی عظمت اور کبریائی کو اپنا درد و زبان بناتا ہے اور اس کے آگے دست و عاواذ کرتا ہے۔ اس کے آگے مطلق نیست بن جاتا ہے تاکہ اس میں بہت مطلق ظہور پذیر ہو جائے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

شرقی و غربی
اخر جنی عن وطنی

اذا تفتت بدنا
وان بدنا غیبی

ترجمہ: مجھے وہ مشرق کی جانب لیے گیا اور مغرب کی جانب لے گیا حتیٰ کہ مجھے اپنے وطن سے ہی نکال کرے گی۔

(۲) جب میں غائب ہو گیا تو وہ ظاہر ہو گیا اور اگر وہ ظاہر ہوا تو مجھے غائب کر دیا۔ بیت۔

گم شدم در گم شدن دین منست
نیستی از ہستی آئین منست !

تو در گم شو کہ تجرید این بود
گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

ترجمہ: (۱) گم ہونے میں گم ہو جانا میرا دین ہے۔ بہت سے نیست ہو جانا میرا دستور ہے۔

(۲) تو اس میں گم ہو جا کہ تجرید یہ ہے۔ گم ہونے کو بھی گم کر دے کیونکہ تفرید یہ ہے۔

اس صفت سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے نفس کو صفات کمال سے آراستہ کرے اپنی صفات بالذہ کو

نیک کرے اخلاق ذمیعہ کو ہند بنائے تاکہ خود بھی جلیل و جیل۔ بن جائے اور خدا و مخلوق سب اس سے دوستی کرنے لگیں۔

الکریم:

بمعنی بزرگ و عزیز علماء فرماتے ہیں جب تو نے کسی کو کریم کہہ دیا تو گویا تمام نیک صفات اس کے لیے ثابت کر دیں۔ علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ کریم وہ ذات ہے جو قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔ جب وعدہ کرے

پورا کرے۔ جب عطا کرے امید سے زیادہ عطا کرے جو اُس سے التجا کرے اُسے ضائع نہ ہونے دے اور تمام وسیلوں اور سفارشوں سے بے نیاز کر دے کریم بمعنی کرم بھی کیا گیا ہے جس طرح جلیل بمعنی مجل یعنی بزرگی عطا کرنے والا کریم بمعنی جواد (بہت سخی) بھی آیا ہے کامل طور پر یہ معنی اللہ تعالیٰ کی کریم اور بلند ذات کے ساتھ خاص ہے۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن ہمارا حساب کون سے گافرایا اللہ تعالیٰ خود ہی حساب لے گا یہ سن کر اعرابی خوش ہوا اُس کے منہ پر تبسم بکھر گیا۔ لوگوں نے پوچھا تمہارے تبسم کرنے کی کیا وجہ ہے اُس نے کہا کریم جب عیب دیکھتا ہے انہیں چھپا دیتا ہے۔ جب قادر ہوتا ہے تو معاف کر دیتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ شکوہ کرم غفور و گزر اور جود و سخاوت کو اپنا دستور بنائے اور دل میں ایسے کریم کی محبت دوستی بٹھائے۔ اس اسم سے متصف ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان صفات کے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کے لیے زور لگائے تاکہ اُسے بھی ان صفات میں سے کچھ یا زیادہ حاصل ہو جائے اس طور پر جو اُس کے حال کے لائق ہے۔ ان صفات سے باقی تمام لوگوں سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام متصف ہوتے ہیں اور سید الانبیاء علیہ من الصلوٰات افضلہا و من التیمات اکملہا سب سے کامل تر و کریم تر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھلاپ ہی سب کچھوں سے بڑھ کر کریم ہیں پھر آپ کی اُمت کے اولیاء و علماء اپنے اپنے درجات و مراتب کے مطابق اہل کرم ہیں۔

الرَّقِيبُ :

صراح میں ہے رقیب بمعنی نگہبان و نگاہ میں رکھنے والا کام بنانے والا علامہ طیبی نے کہا رقیب بمعنی حفظ ہے کہ تمام اشیاء کی نگہبانی کرتا اور ہر ایک شے کا لحاظ کرتا ہے تو زمین و آسمان میں ایک ذرے کی مقدار چیز بھی اُس سے غائب نہیں۔

امام غزالی نے فرمایا کہ رقیب علیہ معنی حفظ ہے پس جو مٹی چیزوں پر نگاہ رکھے اُس سے غافل نہ ہوا نہیں ملاحظہ کرے اور اگر یہ ملاحظہ و نگہبانی اُس کے لیے لازم و دائم ہو تو وہ رقیب ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اس لفظ کا معنی رقابت یعنی حفاظت بعلم و حفظ کی جانب رجوع کرتا ہے لیکن اس اعتبار سے کہ یہ علم و حفظ لازمی ہو اور ہمیشہ کے لیے ہو چکے گزر چکا ہے کہ علماء نے رقیب کی یہی تفسیر کی ہے لیکن انہوں نے رقابت میں مبالغے کا مفہوم بھی ملحوظ رکھا ہے یعنی بہت زیادہ حفاظت کرنے والا اس اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق ہوگا بندے کے اس صفت سے متعلق اور تحقق ہونے کی وجہ ظاہر ہے۔ یعنی بندہ اپنی نگہبانی کو اپنے آپ کو نفسی و قلبی علاریں یعنی فریب و زبردستی وغیرہ سے بچائے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی نگاہ میں یا ادب رہے اور نامناسب امور سے پوری طرح پرہیز کرے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر ظاہری اور باطنی حال پر رقیب و گواہ ہے۔ اور اس بات کی فکر یہ ہے کہ نفس و شیطان

تاک میں بیٹھے ہیں فرصت کی تلاش میں ہیں اور مجھے غفلت میں ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ جب میں غافل ہو جاؤں تو اپنا کام کر دیں۔ اور اپنے غصے کا نشانہ بنائیں۔ تو بندے کو چاہیے کہ اُن سے ہمیشہ ڈرتا رہے اُن کے کردار سے سب سے ہوشیار رہے اور دل میں ان کے آنے کے راستے بند کر دے مراقبے کا یہی معنی ہے۔

المُجِيبُ،

اجابت سے بنا ہے معنی جواب دینا۔ اجابت کا معنی دعا کرنے کا بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے جواب دیتا ہے جو بھی اُسے پکارتا ہے وہ ہر دعا کو قبول فرماتے والا ہر سوال پر عطا فرمانے والا اور وہی پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سننے والا ہے۔ جب کہ وہ قال اور حال کی زبان سے دعا کرتا ہے۔ بلکہ دعا کرنے سے پہلے اُن کی دعائیں قبول فرمانے والا اور طلب کرنے سے پہلے انہیں عطا کرتے والا اجابت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق کی دعائیں سنتا اور اُن کی حاجتوں کے لیے کافی ہوتا ہے جو اُس نے بندوں کے کاموں کی تدبیر کے لیے تدبیر کر دی ہیں اُن کی پیدائش سے پہلے وہ اس طرح کہ اُن نے اسباب پیدا کر دیے اُن کے رزق کے انتظامات کیے زمین و آسمان میں ایسے آلات پیدا فرمائے جن سے بندوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں تو بندے کیلئے چاہیے کہ امر وہی میں حق تعالیٰ کی دعوت قبول کرے بندوں کی حاجات کے پورا کرنے میں کوشش کرے جہاں تک اُس سے ہو سکتا ہے اُن کی ضروریات کو پورا کرے اگر عاجزا و بے بس ہو تو نرمی اور نرم بات سے اُن کو جواب دے اُن کی باتیں سننے اُن کی طرف سے ہدیہ قبول کرے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

الوَاسِعُ،

یہ لفظ تعفف سے بنا ہے معنی فراخی و فراخ کرنا اور سب کو پہچانا اس فراخی کی نسبت علم کی طرف بھی کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ اُس کا علم تمام معلومات کو وسیع و محیط ہے احسان کی طرف بھی اس کی نسبت کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں اُس کا احسان وسیع ہے اور اُس کی نعمت ہر طرف پھیلی ہوئی ہے پھر اس کی نسبت قدرت، ملک و غنا کی طرف بھی کرتے ہیں ان تمام صفات میں واسع مطلق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ جو کہتے ہیں محنت معنی دولت مند و توانائی و دسترس بھی آتا ہے تو وہ اسی تعلق کی بنا پر آتا ہے۔ اور بندے کے ذمے لازم ہے کہ جب اُس نے خدا کو پہچان لیا اور اُس کے علم قدرت ملک اور بے نیازی کو بھی جان لیا کہ جہالت بے بسی فقر اور محتاجی کی تنگی میں نہ پڑا رہے بلکہ بے نیاز ہو جائے اور تمام کاموں میں اُسی کے حضور التجا کرے اور تنگی کے وقت اُسی سے پناہ چاہے۔ اُس اہم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ علوم و معارف میں دعوت پیدا کرے۔ اخلاق جو دو سخامت اختیار کرے۔ سینے کو کشادہ کرے دل کو فراخ کرے اُس پر جو حوادث بھی نازل ہوں اور جوازیت بھی پہنچے اُس سے دل تنگ نہ ہو اور کوئی چیز کسی سے ہٹا کر نہ رکھے۔ سب کے ساتھ ہر لحاظ سے کشادہ رہے۔ بیت۔

بند ہا بر دار گر خواہی کشاد دست دل بکشا اگر خواہی مراد

بندشیں اٹھائے اگر کشادگی چاہتا ہے دل کے ہاتھ کھول اگر مراد چاہتا ہے۔

الحکیم :

حکمت سے بنا ہے حکمت کمال علم اور حسن عمل، ایتقان اور علم و عمل کے احکام سے عبارت ہے علم حکم کو بھی حکمت کہتے ہیں پس یہ لفظ احکام کے اضافے کے ساتھ علیم کے معنی میں آتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں حکیم حاکم کا مبالغہ ہے اور حکیم اُسے کہتے ہیں جو حقائق اشیاء کا عالم ہو اور جو مصنوعات کی باریکیوں کو بہتر طور پر جانتا ہو اور کسی چیز کے بنانے میں بہت محکم اور پائیدار ہو ان تمام صفاتی میں کمال صرف خدائے تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے ہے۔ چنانچہ وہ جو کام بھی کرتا ہے بہ تقاضائے حکمت کرتا ہے اور دانش اور بنیث سے کرتا ہے وہ اپنے کاموں میں سستی و کمزوری سے منزہ و تبرا ہے۔ وہ ہر امر کے حقائق و دقائق کو جاننے والا ہے۔ اور جو شخص جان لیتا ہے کہ پروردگار تعالیٰ حکیم ہے اُس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اُس کے حکم سے راضی ہو اور اس بات کو جانے کہ ہر بات میں اُس نے بہت اعلیٰ اعلیٰ مکتبیں رکھی ہیں اگرچہ ظاہر معلوم نہیں ہوتیں تو اُسے چاہیے کہ کسی بات پر اعتراض نہ کرے نہ غصہ کرے اور یہ جانے کہ وہ غافل تھا اور حاکم علی الاطلاق ہے۔ لیکن مایشاد و حکیم مایرید وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اُس کا حکم دیتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ حقائق کے سمجھنے میں اسم الحکیم کے فیض کی طرف توجہ رہے۔

اس اسم سے تعلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ قوت نظریہ کی تکمیل اور قوت عملیہ کی تحسین میں پوری پوری کوشش کرے اور اُن علوم و فنون کو اچھی طرح جانے جو اُس کے نفس کی تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اسم کے مطابق بندے کو یہ بھی چاہیے کہ بے وقوفی اور لغو باتوں سے پرہیز کرے کوئی بھی کام حقانی اشارے اور ربانی قہار سے بغیر نہ کرے تاکہ اسم الحکیم کے اطلاق کا مستحق بنے۔

حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے علاقہ مغرب کے بارے میں سنا کہ وہاں ایک شخص ہے جو علم و حکمت میں مشہور ہے میں اُس کی زیارت کے لیے گیا میں چالیس دن اُس کے دروازے پر پڑا رہا وہ شخص وقت نماز مسجد میں آتا اور پھر حیرانی اور گم مہم حالت میں گھر واپس چلا جاتا میری طرف کوئی توجہ نہ کرتا۔ اس کی اس حالت سے مجھے تنگی لاحق ہوئی۔ میں نے کہا اے جو افراد میں چالیس دن سے یہاں کھڑا ہوں میری طرف تو نے کوئی توجہ نہیں کی اور مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ مجھے کوئی نصیحت نہ کر اور حکمت و نصیحت کی بات سکھا۔ تاکہ میں اُسے یاد رکھوں اس نے کہا تو اُس پر عمل کرے گا میں نے کہا ہاں اگر خدا نے توفیق دی اُس نے فرمایا دنیا کو دوست نہ رکھ فقر کو دشمنی شمار کر مصیبت کو نعمت جان اور روک رکھنے کو عطا کجھ۔ غیر حق سے اُنت کر نہ ہی غیر حق سے محبت کر دین کے لیے خواری کو عزت کجھ۔ زندگی کو موت کجھ اور طاعت کو حرمت و عظمت جان اور توکل کو اپنا ذریعہ معاش بنا۔

ازینہ محکم بہ نام و نشان غیر
الاکسیر میدہ آدوئے نشان
یعنی سے غیر کا نام و نشان تک مٹا دے مگر اُس کا تصور نہ مٹانا جو تجھے اُس کا نشان بتاتا ہو۔

الودود:

وکی پیش وزیر وزیر سے۔ اس سے مودت بھی بنا ہے یعنی دوستی کرنا۔ بعض نے فرمایا کہ مضبوط دوستی قائم کرنے کا نام مودت ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں سے دوستی کرتا ہے اور مومن اُس سے دوستی رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا (یحبہم و یحبونہ) یعنی وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت کرتا ہے اُن کے لیے خیر چاہتا ہے انہیں نعمت سے سرفراز کرتا ہے اُن پر احسان فرماتا ہے۔ اور اُن کی صفت ڈنا کرتا ہے۔ اور ایمان والے اُس سے دوستی رکھتے ہیں یعنی اُن کی فرمانبرداری کرتے اُن کی تعلیم بھلا تے اور اُن کی ہیبت دل میں رکھتے ہیں اور اُن کی ذات میں مستغرق رہتے ہیں اور فرمایا دھوا الغفور الودود دیاں اسم غفور کو اسم وود سے پہلے بیان فرمایا تاکہ عامی گناہ کار جو غبار معصیت سے آلودہ ہوتے ہیں وہ بھی نا امید نہ ہوں یعنی اللہ تعالیٰ پہلے ماصیوں کے حال کے رخسار پر سے غفور و مغفرت کے ساتھ غبار معصیت صاف کرتا ہے اور اُن کے اوپر سے معصیت کا گرد و غبار جھاڑتا اور انہیں پاک کرتا ہے اُن کے بعد اپنے محبوبوں اور مشوقوں کے دائرے میں لاتا ہے۔ بیت

از من گناہ آید من آنم دز تو کرم آید و تو آنی

مجھ سے گناہ ہی سرزد ہوتا ہے اور میں وہی گناہ گار ہوں۔ تجھ سے کرم ہی سامنے آتا ہے اور تو وہی کرم نواز ہے۔
اس اہم سے ہونے کی وجہ ظاہر ہے پھر اس سے متعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اہل دین سے دوستی کرے خیر و بھلائی میں سے جو کچھ اپنے لیے چاہتا ہے، دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی پسند کرے بلکہ اپنے نفس پر ایثار کرنے میں انہیں ترجیح دے اس اہم میں کمال پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اُسے ایثار و احسان سے کوئی چیز بھی نہ روک سکے اور غضب و کینہ و ایذا، ایثار کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے اور جو شخص اُس سے تعلق کاٹے یہ اُس سے تعلق جوڑے جو اُسے محروم کرے یہ اُسے عطا کرے جو اس پر ظلم کرے یہ اُس سے درگزر کرے اس محبت کا فرد اعلیٰ یہ ہے کہ جبریاں حق کی محبت میں بالکل ثابت قدم رہے اور محبوں کے طریقے کے مطابق چلنے میں پوری کوشش صرف کرے استقامت و پامردی دکھائے اور اُس کے دوستوں کی دوستی کو اپنی نجات کا وسیلہ عظمیٰ جانے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے محبوب ترین اور تمام محبوں سے محب ترین حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و طاعت کو لازم جانے کیونکہ وہ عین محبت حق و طاعت حق ہے۔

حکایت :-

ایک عجیب حکایت مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں میں سے ایک عاشق کو ستر ہزار دینار

بطور وراثت ملے۔ اچانک اُس کے سامنے حضور نبی پاک علیہ السلام کا ایک بال مبارک کسی کے ہاتھ میں سامنے آیا۔ اُس عاشق نے وہ ستر ہزار دینار دے کر آپ کا مٹے مبارک خرید لیا۔ بیت۔

جہانے چند دام جان خریدم محمد اللہ عجب ارزان خریدم

میں نے چند پتھر دیے اور جان خرید لی، الحمد للہ کہ میں نے عجیب سستا سودا کر لیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے صحیح ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اُس کے رگ و ریشے میں حضرت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سرایت کر چکی ہو۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی دوستی کا نشان یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت سے محبت ہو اور اُن تمام سے بھی جو آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔ بیت

دوستے را دوست داری دوستش را دوست دار دوست را بر دیدہ دار و دیدہ را بر دوست دار

اگر تو دوست سے دوستی رکھتا ہے تو اُس کے دوست سے بھی دوستی کر۔ دوست کو آنکھ پر رکھ اور آنکھ کو

دوست پر رکھ۔

ایک کتے نے دو تین دن اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا ساتھ اختیار کیا تو اسے انسانی صورت مل گئی اور ہمیشہ کی نعمتیں مل گئیں۔ تو آدمی کیوں ناامید ہو۔ پیر بری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں جب پتھر کو پل لگ سکتا ہے اسے کہہ سکتے کہ وہ پل نصیب ہو سکتا ہے تو عبد اللہ کو ناامیدی سے کیا سروکار۔

المجید !

یہ اجڑے سیغہ مبالغہ ہے۔ مراح میں ہے یعنی بزرگی و مجید یعنی بزرگی۔ قاصد میں ہے مجید یعنی شرف و کرم کو پالینا۔ علامہ طیبی نے فرمایا مجہد کرم کی فراخی کو کہتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجید وہ ذات ہوتی ہے جو بزرگی ہو اور جس کے افعال جلیل و خالصیت ہوں اور جس کی عطا اور بخشش جزیل اور بہت زیادہ ہو پس مجید، جلیل، و اب و کرم کے معنی کا جامع ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا ذلیفہ بجالائے اُس کی نعمت و طاعت کی شکر گزاری میں ذرا بھی غفلت نہ کیے اس نام سے تعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے میں شرف و بزرگی حاصل کرے وہاں طرح کہ اپنے میں شرف و بزرگی کے اسباب یعنی علم و عمل اور تہذیب اخلاق پیدا کرے۔ دوسروں کو بھی اپنی عطا و سخاوت سے فائدہ پہنچائے۔

الباعث !

بعث سے بنا ہے یعنی قبر سے اٹھانا سوئے ہوئے کو نیند سے جگانا اور کسی کو کسی کام کے لیے بھیجنا۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے اٹھانے والا ہے۔ غافل دلوں کو غفلت و غرور کی نیند سے بیدار کرنے والا اور رسولوں کو مخلوق کی طرف بھیجنے والا ہے۔ بعض نے کہا کہ باعث کا معنی ہے بہتوں کو نیک کاموں کے لیے ابھارنے والا ہے پس بندے کو

چاہیے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو اور رسول پاک علیہ السلام کی نافرمانی سے بے زار اور بعث و نشر کا دن یاد رکھے اپنے آپ کو آخرت کے کاموں میں مشغول رکھے اس اہم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ مردہ دلوں کو جہالت کی قبر سے جو کہ موت اکبر ہے، باہر نکالے۔ علم کے ساتھ جو کہ حیات ابدی کا سبب ہے زندہ کرے۔ غافلوں کو خواب غفلت سے بیدار کرے اپنی روح کو خیر کے جذبے سے بہریز کر کے (جو کہ رسول کی طرح ہے) اپنے اعضاء اور قوتوں کی جانب بھیجے اور مخلوق کی جانب تعلیم و ارشاد و رسل و رسائل کی صورت میں ارسال کرے اور ہمت کو خیر و نیکی کے کاموں کے لیے مقرر کرے۔

الشہود:

یہ شہود سے نکلا ہے بمعنی حاضر آنا یا شہادت سے نکلا ہے بمعنی گواہی دینا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ظاہر و باطن اور غیب و شہادت سب پر حاضر و مطلع ہے۔ اور قیامت کے دن مخلوق کے اعمال و افعال پر گواہی دینے والا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ اپنی وحدانیت پر شاہد و گواہ ہے جیسا کہ فرمایا (شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہی معبود ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں یا اپنے رسول کو مدد دینے اور یوم میثاق میں پیغمبروں سے ایمان پر گواہی لینے والا ہے کہ جب تمہارے بعد میرا رسول آئے تو اُس پر ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا یہ آیت اس عہد پر دلالت کرتی ہے۔ بعض نے فرمایا شاہد بمعنی ظاہر کرنے والا بھی آیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے بطریق وحی ماہنام احکام دین اسلام کو ظاہر کرنے والا ہے۔ بعض نے شہید بمعنی مشہور نہ بھی کیا ہے یعنی انبیاء و اولیاء و علماء اور ملائکہ اُس کی ذات کی وحدانیت اور اُس کی صفات کے کمال کی گواہی دیتے ہیں۔ اگرچہ اُس کی ذات و صفات کی حقیقت پانے سے عاجز و قاصر ہیں۔ بیت

خلیبہ برنام تو خوانندایں ہمہ از تو جز نانی ندانندایں ہمہ

گرچہ توحید تو میخوانیم ما ہم تو میدانی کہ نادانیم ما

(۱) یہ سب تیرے نام کا خلیبہ پڑھتے ہیں۔ مگر تیرے نام کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

(۲) اگرچہ ہم تیری توحید کا حق پڑھتے ہیں مگر تو جانتا ہے کہ ہم نادان ہیں۔

بندے کو چاہیے کہ مراتب کے ذیلے خلائے تعالیٰ کے حضور و اطلاع اور اعمال پر اُس کی شہادت سے غافل نہ ہو اور رسول کے تشریف لانے پر اللہ تعالیٰ کی شہادت اور اُس کے صدق کی تصدیق کرے اور دین اسلام کے احکام کا متبع بنے اُس کی ذات و صفات کے کمال کا اعتراف کرے اس اہم سے متعلق ہونے کا معنی اول معنی کے لحاظ سے عظیم و خیر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے بندے کو چاہیے کہ اہل شہادت سے تزکیہ و تعصیب اور عدل و انصاف کا نور دنیا و آخرت میں حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میثاق انبیاء پر شاہد بنے تاکہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں

میں سے ہو جائے۔

الحق :

یعنی ثابت و ہست اس کے بالمقابل لفظ باطل آتا ہے۔ یعنی نیست و ناچیز و معدوم۔ یاد رہے ثابت و ہست مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی موجودات اسکان کی حیثیت سے معدوم ناچیز اور نیست ہیں اور حد ذات میں اُن کے لیے کوئی وجود و ثبوت نہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے (أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ) سوا اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل و فانی ہے۔

تفصیل کلام یہ ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں حق مطلق و باطل مطلق، ایک اعتبار سے حق دوسرے اعتبار سے باطل۔ پس متنع بالذات باطل مطلق ہے اور ممکن لذاتہ ایک اعتبار سے حق ہے اور ایک کے اعتبار سے باطل اس ممکن کا اپنی ذات کے لحاظ سے بالکل کوئی وجود نہیں پس ممکن اپنی ذات میں باطل ہے اُس کا وجود غیر سے حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اُس میں جانب وجود کو لگا دیا گیا ہے۔ پس اس اعتبار سے ممکن بھی حق ہے یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ بسماء کے قول مبارک (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ) اُس کے سوا ہر چیز فانی ہے، کا۔ پس معلوم ہو گیا کہ حق مطلق وہی موجود حقیقی ہے کیونکہ وہی اپنی ذات سے موجود ہے۔ یعنی اُس کا وجود کسی سے مستعار نہیں ہر چیز اُن سے وجود حاصل کرتی ہے۔ حق مطلق خدائے عزوجل تعالیٰ و تقدس ہے پھر حق بمعنی صدق و راستی اور اقوال و اعتقاد میں درستی کے معنی میں بھی آتا ہے اور مذاہب کو بھی حق کے ساتھ موصوف کرتے ہیں کیونکہ اُن کی نسبت بھی چونکہ ثبوت کے اعتبار سے حق کے ساتھ ہوتی ہے اس وجہ سے انہیں بھی حق کہہ دیا جاتا ہے۔ حق بمعنی لائق و مستحق کے بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ الوہیت کے لائق و مستحق ہے اُس کے اقوال و افعال بطلان و کذب کے شائبے سے بھی منزہ وبرا ہیں اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ متابعت حق جو شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سے موصوف ہو جائے تاکہ اُس شریعت کا نور و حضواس کے دل پر غالب آجائے اور وہ اُس نور و حضور کی وجہ سے حق تعالیٰ کے وجود اور اُس کے ذکر و حضور میں مستغرق ہو جائے یہاں تک کہ حقانیت سے متصف ہو جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ فرماتے ہیں بندہ اگر چہ حق ہے لیکن اپنی ذات میں حق نہیں ہے بلکہ خدا انہما کی ذات کے ساتھ حق ہے۔ چنانچہ بندہ بذات خود باطل یعنی نیست ہے۔ اگر خدا نے اُسے موجود نہ کرنا ہوتا تو وہ ہمیشہ نیست ہی رہتا۔ پس اُس شخص نے غلطی کی ہے جس نے کہا ہے اُس کا یہ قول دو تاویلوں سے درست ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ اُس کی مراد یہ ہو کہ اللہ حق ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ یہ تاویل بعید ہے۔ کیونکہ لفظ اس تاویل پر دلالت نہیں کرتے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ حق ہر نام صرف خدا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اُس کے ماسوا جو کچھ ہے وہ بھی حق ہے اگرچہ خدائے تعالیٰ کے حق کرنے سے حق ہوا ہے۔ ایک دوسری تاویل یہ بھی ہے کہ بندہ وجود حق میں مستغرق ہو جائے یہاں تک

شہود کے اعتبار سے اُس کے باطن میں غیر کی گنجائش نہ رہے۔ اور ہر وہ چیز جو کل اور مکمل طور پر کسی چیز میں فنا اور مستغرق ہو جاتی ہے تو بطور مبالغہ یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہی ہے۔ بیس سے کہا گیا ہے انا من اھوی دمن اھوی انا میں بعین وہ ہو گیا ہوں جسے میں چاہتا ہوں اور جسے میں چاہتا ہوں میں وہی ہو گیا ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عاشق مشرق کی فات میں فانی اور مستغرق ہو چکا ہے۔ امام غزالی کا کلام ختم ہوا۔

اے موجود بحق اور اے نور مطلق ہم پر اپنے وجود کی حقانیت و نورانیت انڈیل دے تاکہ ہم تیرے عرفان و شہود کے دریا میں ڈوب جائیں اور اپنے بندے کے دل کو اپنے اسم کے نور سے منور کر دے تاکہ جس طرح وہ اسماء و صورتہ عبد الحق ہے حقیقتاً معنی بھی عبد الحق ہو جائے اور حقیقت کے پالنے سے اپنے اندر آگاہی و ہوشیاری پیدا کرے اورستی و بے غری کو نگاہ رکھے تاکہ انا الحق کہنے کی بجائے انا عبد الحق کہے (اِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

الوكيل

وکیل اُسے کہتے ہیں جس کے ذمے کوئی کام لگا دیں اور عمل دخل کی باگ ڈور اُس کے ہاتھ میں دے دیں۔ خداوند تعالیٰ نے خود بخود ہی بندوں کے کام اپنے ذمے لے رکھے ہیں اور دنیا کی ابتداء و فنا ہوتا ہوا بندوں کے کاموں کے لیے خود ہی سرپرست بن چکا ہے وہ اسی طرح کہ بندے جس چیز کے محتاج ہیں وہ انہیں عطا کرتا اور سب کی ضروریات اپنی عنایت و کرم سے پوری کرتا ہے بغیر اس کے کہ کوئی اپنا کام اُس کے حوالے کرے یا اُسے اپنا وکیل بنائے۔ اور وکیل ایسا بھی ہوتا ہے جس کی قدرت جس کام کے لیے وہ وکیل بنا ہوتا ہے پوری نہیں اترتی۔ وکیل مطلق جس کے حوالے تمام کام ہوں اور جو تمام کاموں کے لیے کافی و دہانی ہو اور کرم و عنایت سے ہر کام پورا کرے، صرف ذات باری تعالیٰ ہے اس لیے بندے کو چاہیے کہ اپنے تمام کام اُس کے حوالے کرے اور خود کلیۃً اُس پر متوکل ہو جائے اور اُس کی استعانت اور مدد پر اعتماد کرتے ہوئے غیر سے بالکل کٹ جائے۔ بیت

کار خود را بخدا باز گزار کت نمی نیم ازین بہر کار

اپنا کام خدا پر چھوڑ دے کیونکہ اس سے بہتر مجھے کوئی کام نظر نہیں آتا۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ضامن ہونے پر اعتماد رکھا جائے۔ اکثر طور پر توکل کا استعمال رزق کے بارے میں ہوتا ہے مگر مفہوم اور معنی عام ہے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضعیفوں و در ماندہ لوگوں کے کام کرنے میں سعی کرے اُن کی مشکلات حل کرنے کی کوشش کرے۔ اُن کے مطالب و مقاصد پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھانے کر کے۔ لگیا کہ اُن کا وکیل رہی ہے۔ نیز خدا نے تعالیٰ کو نفس کے غلات اپنا وکیل بنائے اور حقوق الہی اور اُس کے امام و نواہی کے پورا کرنے میں اپنے نفس کا دشمن بنا رہے۔

القَوِيُّ الْمَتِينُ :

قوی بمعنی توانا، متین بمعنی مضبوط امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قوت، قدرت تامہ کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اعتبار سے کہ قوت بالغہ کاملہ رکھتا ہے قوی ہے اور اس حیثیت سے کہ شدید القوت ہے متین ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف اس طرح بیان فرمایا (ذوالقوة المتین) یعنی بڑی سخت قوت اور طاقت والا یعنی قدرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ قدرت کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عجز۔ بے بسی، ضعف اور فروماندگی سے منزہ و تبرأ ہے بعض کہتے ہیں قوی متین بمعنی قاتی قوت و متانت ہے۔ اس اعتبار سے فعل بمعنی امفعول ہوگا جب یہ حقیقت بندے پر منکشف ہوگئی تو چاہیے کہ تمام کاموں میں قوت و نصرت اُسی سے چاہے۔ اور اپنے آپ کو بلکہ سب کو بلکہ تمام چیزوں کو اُسی کا مسخر و مطیع جانے اور جرات دے ادبی کی حالت میں اُس کی قوت و قدرت سے ڈرے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہش پر قوی و غالب ہو۔ اس باب سے میں سخت مضبوط ہو کر یقین میں قوی اور متین بن جائے۔ شرع کے احکام باری کرنے میں سستی اور کاہلی کو بالکل قریب نہ آنے دے۔ بیت

نفس کا فریشتہ را بر غیبتن سلطان گمن دشمن است او ہر چہ فرماید کہ آن کن آن کن
کا فرصت نفس کو اپنے پر غالب نہ ہونے دے۔ وہ دشمن ہے جو کچھ وہ کہے کہ کردہ کام نہ کر۔

الولی :

ولی بمعنی محب و ناصر حق سبحانہ و تعالیٰ مومنوں و متقیوں کا محب ہے۔ اُن کی مدد فرماتا اسی ایمان والوں سے دوستی لگاتا ہے چنانچہ فرمایا (اللہ مَعَ الَّذِینَ آمَنُوا) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ولی بمعنی متولی یعنی امور و احوال کی سرپرستی کرنے والا بھی آتا ہے حق تعالیٰ صالحین کے امور کا لطف و اصلاح کے ساتھ متولی اور کار ساز ہے کیونکہ انہوں نے اُسی پر توکل کیا ہوتا ہے اپنے سارے کام اُسی کے حوالے کیے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے حسب امور کا متولی ہے اور جس جس چیز کے محتاج ہیں اُن کی حاجتیں پوری کرتا ہے جیسے دنیا میں روزی پہنچانا اور آخرت میں ثبات و سرفرازی عطا کرنا ولی بمعنی قریب بھی آتا ہے۔ اُس کی رحمت اُس کے غلص بندوں کے قریب ہے۔ چنانچہ فرمایا (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ) اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو بے شک میں قریب ہوں۔ بندے کو چاہیے کہ اپنے ایمان کے تمام شعبوں کو مکمل کر کے اپنے آپ کو خدامے تعالیٰ کی مدد کی ضرورت لائق بنائے۔ تمام کاموں میں اُس سے مدد و نصرت چاہے اور اس کی سرپرستی و محبت پر فکر گزارے۔ اُس کے قرب سے آگاہی حاصل کرے دل کو غیر کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ خدامے سبحانہ و تعالیٰ اور اُس کے دوستوں سے دوستی کرے اُس کے دین کی اشاعت میں مدد کرے اُس کے دوستوں کی بھی مدد کرے مخلوق کی حاجتیں پوری کرنے میں پوری کوشش سے کام لے مخلوق کے انتظامات کرنے میں جیتی دکھائے تاکہ وہ بھی اس اسم سے مشرف ہو جائے اور اُس کا نام بھی دلی اللہ ہو جائے

دلالت کے نشانات میں سے ایک نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق و نعمت ہمیشہ اُس کے ساتھ رکھے اُسے ذلیل و خوار نہ کرے۔ یہاں تک کہ بندہ اگر معصیت و برائی کا ارادہ بھی کرے تو اُسے پھاسے اور اگر پاک کسی گناہ میں پڑ بھی جائے تو اُسے فوراً توبہ و انابت کی توفیق دے اور برائی سے نکال کر نیکی کی طرف لے آئے یہ معنی ہے اس حدیث کا: (إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا لَمْ يَضُرَّهُ ذَنْبٌ) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو گناہ اُسے مضر نہیں پہنچا سکتا۔

دلالت کے نشانات میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ اُسے اپنے دوستوں کے دلوں میں جگہ دیتا ہے کیونکہ اُن کے دل خدا کی نگاہ کا مرکز ہوتے ہیں۔ اور بندہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات کو اُن کے دلوں میں پاتا ہے۔ تو اُس کا پر تو اس پر بھی پڑتا ہے۔ بیت۔

دل بدست آگر دلی داری در رہ فقر حاصل ماری
ترجمہ۔ اگر دل رکھتا ہے تو دل کو قابو میں رکھ۔ اسی سے تجھے فقر کی دولت حاصل ہوگی۔ اے اللہ! میں عطا فرما۔

الْحَمِيدُ

ممد و تحمید بمعنی صفت کرنا اور صفت کیا جانا اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی صفت کرتا اور ازل میں اپنے کلام سے اپنی ثنا کرنے والا ہے اسی طرح اپنی آیات قدرت بھیر کر ہمیشہ اپنی صفت کرتا رہے گا (لَا اِحْصٰی ثَنًا عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَّ اَتٰتٰی عَلٰی اَنْفِیْ) ترجمہ۔ میں تیری ثنا کی گنتی نہیں کر سکتا۔ جیسی کہ تو نے خود اپنی ذات کی ثنا کی ہے) یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت خود کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء اور حضرات اولیاء کی بھی ثنا کرنے والا ہے وہ اس طرح کہ انہیں ایمان احسان اور عرفان کی دولت عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کی ثنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق بھی اُن کی صفت دُنا کرتی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا (وَ اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ) (نہیں ہے مخلوقات میں سے کوئی چیز مگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے) یا حمید معنی وہ ذات جو تمام حمدوں کی مستحق ہے کیونکہ وہ ہر کمال سے موصوف ہے اور ہر نعمت عطا کرنے والا ہے اور ہر حمد و ثنا اُس کی ذات اقدس کی جانب رجوع کرتی ہے۔ اس اسم سے مخلوق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ تمام اوقات و حالات میں ہمیشہ حق کی تعریف کرے اور اس امر کی کوشش کرے کہ دوسروں کو بھی کمال تک پہنچائے اور انہیں بھی نعمتیں عطا کرے تاکہ خدا کے نزدیک محمود و ممدوح بن جائے اور اُس کے بندوں کی نگاہوں میں بھی محمود و ممدوح رہے جس کی صفات، اخلاق و عادات، اعمال و اقوال اور عادات و اطوار اچھے ہوں۔ اُن میں نقصان و سرکشی کا شائبہ تک نہ ہو تو ایسی کامل ہستی وہ سید المرسلین جن کا نام پاک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ پھر وہ ہستیاں جو اپنے اپنے مقامات و مراتب کے مطابق درجات قرب پر فائز ہیں جیسے انبیاء و اولیاء و علماء و صلحا کہ ان میں سے ہر ایک اندازہ کمال و فیضان کے مطابق محمود و ممدوح ہے اور حمید مطلق اللہ تعالیٰ ہے جل جلالہ و علم نالہ۔

المحصى:

محصى احصائے بناس ہے معنی گننا اور کسی چیز کو مکمل طور پر جان لینا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے محصى کی تفسیر عالم سے کی ہے اور فرمایا ہے کہ علم کی نسبت معلومات کی طرف جب عدد اور احاطہ کی حیثیت سے ہو تو اسے احصا کہتے ہیں محصى مطلق وہ ہوتا ہے جس کے علم میں ہر معلوم کی مدینکشف ہو جائے اور اس کی گنتی اور تعداد بھی سامنے ہو بندے کے لیے اگر چہ ممکن ہے کہ اپنے علم سے بعض معلومات کا احاطہ کرے لیکن اکثر معلومات کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے (وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) نہیں دیا گیا تمہیں علم میں سے مگر تھوڑا۔ پس محصى مطلق صرف خدا تعالیٰ عز شانہ ہے۔ وہی اشیاء کے وقائق و حقائق کا دانہ ہے اوطی کا علم کائنات کے تمام ذروں کے اعداد کو محیط ہے۔ اس کی صفت کمال یہی ہے کیونکہ احاطہ پیکل شئی جلیماً و احصای کلاً شئی عدد دار۔ اس ذات نے ہم اشیاء کو اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے اور اسی نے ہر شے کے عدد کو گن رکھا ہے بندے کو چاہیے کہ اپنے اعمال و احوال کی جزئیات پر خدا کے علم کو مراتب اور نگران جانے۔ روز قیامت کے حساب سے غافل نہ ہو اور اپنی زندگی میں اپنی آخرت کا حساب کرے۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھے کہ جس طرح نیک کام کے ترک کرنے پر تاسف کرتا ہے نیک ترکام کے رہ جانے پر بھی بہت افسوس کرے۔ بیت۔

غافل مشو کہ عمرے زیں تازہ تر نیابی مانش بدہ کہ چوں شد عمرے و گر نیابی

ترجمہ۔ غافل نہ ہو کیونکہ اس سے زیادہ تازہ و مردود بارہ تجھے نصیب نہ ہوگی۔ جو کچھ کرنا ہے کر لے۔ کیونکہ جب یہ عمر چلی جائے گی واپس تجھے نصیب نہ ہوگی۔

بندے کے اس اہم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ جیسا کہ اس صفت علم کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے جس قدر ہر شے کمالی پیدا کرے۔ اس اہم سے موصوف ہونے کی ایک صفت یہ ہے کہ اپنے اعمال و اعمال گننا ہے۔ قبل اس کے کہ اس کے اعمال کو گنا جائے۔ محاسب شروع ہونے سے پہلے اپنے نفس کا عاہد کرے۔ اس کتاب سے ہماری سستی سے کام نہ لے بلکہ کوشش کرے تاکہ اپنے اعمال و احوال کی باریگی اور اپنے ظاہر و باطن سے آگاہ رہے۔

المبدي الموعید:

مبدي ابد سے بناس ہے معنی ابتداء کرنا کوئی نئی چیز پیدا کرنا۔ معیاد عادت سے بناس ہے معنی کسی چیز کو واپس کرنا و عود سے وجود میں لانا اور طرح طرح کی مصنوعات اور عجیب چیزوں کو اپنے فیض سے بہرہ لانے والا اور عدم کے بعد دوبارہ زندگی کی طرف لانے والا۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس کی قدرت تمام کو شامل ہے مانتی جو اشیاء کو عدم سے وجود میں لاکتی ہے۔ مانتی کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ بیت۔

آنکہ مارا بولد اند خاکسید آفرید ای جنیں شائستہ و پاک آفرید
مگر کنڈا لیس از مردن درست نبود از قدرت عجب تراز تخت

ترجمہ۔ وہ ذات جس نے ہمیں اولاً خاک سے پیدا کیا اور اس طرح شائستہ اور پاک پیدا کیا۔ اگر وہ ہمیں مرنے کے بعد درست اور ٹھیک طور پر پیدا فرما سے تو اس کی قدرت کے آگے ابتدا پیدا کرنے سے عجیب تر نہیں ہے۔ اور عید کو پروردگار تعالیٰ کے انعامات، فوائد، اپنے الطاف و انفعال پر جو وہ بندے پر کرتا ہے پھر بندے کی بعض کوتاہیوں و مجبوریوں کی بنا پر عدم و انحطاط کی جانب لے جاتا ہے پھر غم و کم و احسان سے بندے کی جانب دوبارہ رجوع فرماتا ہے، پر بھی حل کیا گیا ہے۔ سنت الہی اسی طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو دیتا پھرے لیتا ہے۔ تاکہ نعمت کی قدر پہچانے اور اس کا شکر ادا کرے اس معنی کے مطابق سببی کا معنی ہوگا انعامات کو پیدا فرمانے والا یعنی بندے کو وجود اور لوازم وجود عطا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ بندے پر اس کے پیدا ہونے سے پہلے اپنی نعمتوں کی بارش برسا رہا ہے لہذا ہر تقدیر اور ہر صورت بندے کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتا رہے اور ہر حالت میں اس کی رضا کا متلاشی رہے۔ اور اس زندگی کی نعمت کے شکریے کے طور پر جو اسے اس جہاں میں نصیب ہوئی ہے۔ آخرت کی زندگی کو سازگار و تابناک بنائے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ خیرات کے ابتدا کرنے اور احسانات کی بنیاد رکھنے میں سہی و کوشش کرے اور جو کچھ اس کی کوتاہی اور بے اعتدالی کی بنا پر اس سے ضائع ہو چکا ہے واپس لانے کی کوشش کرے۔

الْمُحْيِي الْمَيِّتِ

محی یعنی جسم میں زندگی کو پیدا کرنے والا۔ میت یعنی زندگی کو جسم سے دور کر دینے والا۔ یاد رہے کہ زندہ کرنا اور مارنا دو قسم کا ہے ایک موری و جسمانی و دوسرا دلوں کو ایمان و معرفت سے زندہ کرنے والا اور کفر و ظلمت سے مارنے والا کہ یہ روحانی و معنوی زندگی دہوت ہے۔ دونوں طرح کی زندگی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اس زندگی کی نعمت کے شکراے میں مشغول رہے۔ اس فانی زندگی کو حیات ابدی موصول کرنے میں مصروف کرے اور کسی بھی سبب کو حیات و موت میں موثر حقیقی نہ جانے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے دل کو معارف الہیہ کے ساتھ زندہ کرے اور نفس کی قوت غلبہ و شہویرہ کے مارنے میں لگا رہے۔ بیت

حَيَاتُ الْقَلْبِ عِلْمٌ فَاجْتَنِبْهُ وَمَوْتُ الْقَلْبِ جَهْلٌ فَاجْتَنِبْهُ

ترجمہ۔ دل کی زندگی علم سے ہے اس لیے علم کو غنیمت جان۔ دل کی موت جاہل رہنے میں ہے لہذا جاہل رہنے سے بچ۔

پھر طالبوں و ذمہ داروں کے دلوں کو انوار ہدایت سے زندہ کرنا اور گمراہی کی ظلمتوں سے ان کے نفوس کو مارنا کہ شیخ و مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، قریہ بھی اسی باب میں سے ہے اور مجبوروں کو خدا دینا جو ابدان کے باقی اور زندہ رہنے کا سبب ہے۔ نیز کافروں کے خلاف جہاد کرنا جو ناپاک لوگوں کو نیست کرنے کے مترادف ہے، بھی ان دو عظیم الشان اسماء کے ساتھ متعلق ہونے میں داخل ہے۔

الحی :

یعنی ازل وابد سے اللہ تعالیٰ شانہ ہی زندہ ہے۔ جس پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ نہ ہلاک اور نہ مال پذیر ہو سکتا ہے۔ حیات ایک صفت ہے جو علم و فعل ارادی کا موجب ہے۔ جس میں کامل مطلق وہ ہوتا ہے کہ تمام مدرکات اس کے ادراک کے نیچے اور تمام موجودات اس کے فعل کے تحت ہوں۔ تاکہ اس کے مدرکات سے کوئی مدرک باہر اور کوئی مفعول اس کے فعل سے خارج نہ رہے وہ خدا تعالیٰ ہے۔ تو وہی حی مطلق ہے۔ اس کے سوا جو حی و زندہ ہے اس کی حیات اور اس کے ادراک و فعل کے بقدر ہے۔

پھر زندہ جب جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا تو فاسی پر توکل و بھروسہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ اس ذات پر بھروسہ کر جو ہمیشہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی اور جو شخص مخلوق پر اعتماد کرتا ہے ہو سکتا ہے وقت ضرورت وہ مر جائے اور اس کی امید ضائع ہو جائے۔ اس اسم سے متعلق دو مومن ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کی یاد سے زندہ رہے تاکہ پھر کبھی مر نہ سکے۔ بَلْ أَحْيَاؤُنَا مِنَّا وَرَبِّنَا يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ۔ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق ملتا ہے وہ بڑے خوش باش ہیں۔ بیت۔

ہرگز نہ آئے کہ دشمن زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام

جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہ مرے گا۔ صفحہ عالم پر ہملا دوام ثبت ہو چکا ہے۔ ظر

تَدُمَاتِ تَوَّمٌ وَهَمٌّ فِي النَّاسِ أَحْيَاؤُنَا

کچھ لوگ فوت ہو چکے ہوتے ہیں حالانکہ وہ لوگوں میں زندہ ہوتے ہیں۔

الْقِيَوْمُ :

یعنی اپنی ذات سے قائم۔ اور اپنے غیر کو قائم اور زندہ رکھنے والا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اشیاء کا وجود و بقا اس کی ذات کے بغیر ممکن و متصور نہیں ہو سکتا۔ اور لوگوں کی بقا اس کی قیومت سے وابستہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قیوم قیوم کا مبالغہ ہے اور قیوم مصلح امور کو کہتے ہیں اور اسے جو لوگوں کے امور کو صلاح و تدبیر کی جانب لاتا ہے اللہ : جو مصلح و درست کار راستہ کھولنے والا اور بندوں کے مسائل و معاش و معاد کو درست کرنے والا ہے۔ جو شخص جان لیتا ہے کہ اشیاء کو قائم رکھنے اور امور کی اصلاح کرنے والا وہ ہے تو وہ خود تدبیر کرنے کی مشقت سے نجات پا جاتا اور اپنی زندگی کو راحت میں کر لیتا ہے۔ اور اس کے سایہ توکل و توفیق میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس صفت سے بندے کا حصہ اس قدر ہے کہ جتنا وہ غیر خدا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ بندے کے لیے اس صفت سے یہ بھی حصہ ہے کہ وہ لوگوں کی مدد کرتا اور ان کے امور کی اصلاح کرتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ اَمُّ الْعَالَمِینَ۔ جو کوئی سجدہ میں سر رکھ کر یا حی یا قیوم یا حمتک استغنیٰ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔

الواجد

واجد وجود سے بنا ہے وجود بمعنی ہستی اور مطلوب کو پانا۔ وجد اور وجدہ بمعنی دولت مند ہونا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ واجب الوجود ہے کوئی مراد اور کوئی مقصود اس سے کم نہیں ہو سکتا اور کوئی چیز بھی اس کے وجود کے بغیر موجود نہیں ہو سکتی وہ غنی علی الاطلاق ہے کہ کسی چیز اور کسی شخص کی جانب محتاج نہیں اور نہ وہ کسی کا نیاز مند ہے اس کا غیر جو بھی ہے وہ ایک لحاظ سے شے کو پانے والا اور دوسرے لحاظ سے شے کو کم کرنے والا ہے۔ بعض چیزوں سے بے نیاز ہے اور بعض کا محتاج ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ وجد بمعنی علم بھی آیا ہے تمام چیزیں جس صفت اور جس کیفیت میں بھی ہیں اس کے علم میں ثابت اور موجود ہیں۔ پھر واجد غنی اور عظیم میں یہ فرق بیان کیا جا سکتا ہے کہ غنی میں دو چیزیں ہیں ایک تو جس چیز کو وہ چاہے وہ اسے حاصل ہو اور غیر کی جانب محتاج نہ ہو پہلے اعتبار سے واجد ہے دوسرے اعتبار سے غنی اسی طرح علم میں انکشاف و حصول ہے۔ پہلی حیثیت سے عظیم ہے دوسری حیثیت سے واجد ہے۔ مانند علم۔

بندے کو چاہیے کہ حق کی مراد کے تابع رہے اور اس کا پانے آپ کو محتاج جانے۔ اور اس کے علم سے آگاہ رہے اس صفت سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ ضروری کمالات کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ اپنی مراد کو پالے اور اپنا مقصود حاصل کرے اور اسوائے حق سے خدا کے فضل کے ساتھ بے نیاز ہو جائے۔

چوں تو داریم بمعنی ہمہ داریم ہمہ

ہم تجھے پانے پاس رکھتے ہیں تو معنی تمام چیزیں پانے پاس رکھتے ہیں

المجاہد

معنی مجید ہے۔ جس طرح عالم بمعنی عظیم ہے لیکن مجید میں مبالغہ و تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بالغ و کامل ہیں۔ لیکن کسی الفاظ میں مبالغے اور تاکید سے خبر دی جاتی ہے اور کبھی اصل معنی پر اکتفا کر دیتے ہیں جو کہ اصل ذات میں ہوتا ہے کسی اور لفظ کے دلالت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس اسم سے متعلق و متعلق ہونے کا معنی اسم المجید کی شرح میں گزر چکا ہے۔

الواحد

واحد بمعنی ایک وحدت ایک ہونا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات میں ایک ہے اور اپنی صفات کمال میں بھی یگانہ ہے یاد رہے یہ وہ ایک نہیں جو کہ عدد کی ابتلا ہوتی ہے کیونکہ عدد محدود ہوتا ہے اور ایک انتہا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ و سبحانہ الیہ واحد ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور عدد دل کو جمع کرنے والا بھی وہی ہے۔ عرف میں واحد کے دو معنی آتے ہیں ایک وہ ذات جو جز جز اور بعض بعض نہ ہو سکے جیسے جو ہر فرد و دوسرا معنی ہے وہ ذات جو بے مثل اور بے مثال ہو جس طرح آفتاب جس کی ندیر نہیں ہے مگر گھٹن ہے کہ اس کی ندیر پیدا ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ ایسا منفرد اور موجود ہے جس کے وجود کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور

اُس کے وجود کی نظیر ممکن نہیں ازل وابد واحد مطلق وہی ہے بندہ کبھی واحد ہوتا ہے جب کہ انسانوں میں کوئی شخص اُس کی خصوصیتوں میں سے کسی خصوصیت میں اُس جیسا نہ ہو کسی وقت بھی اُس کی مثل اور کوئی نہ ہو۔ باوجودیکہ کہ دوسری خصوصیت میں اُس جیسا کوئی دوسرا موجود ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی واحد علی الاطلاق نہیں ہے اور جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کمال میں واحد ہے کہ اُس کا کوئی شریک نہیں تو چاہیے کہ اُس کی جانب متوجہ رہے اور کسی بھی غیر کو اُس کا شریک نہ بنائے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ ممکنات کے اندر فضل و کمال میں تو حد اور یگانہ بنے۔ یہ بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں بھی یکتا ہے جس طرح کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ الوہیت میں ایک ہے بندے کو چاہیے کہ یک جہت و یک روح اور یک دل ہو کر ذات واحد کی جانب متوجہ رہے تاکہ وحدت کے فیض سے مشرف اور توحید کی گرائی میں ڈوب جائے اور اُس کی حالت یہ ہو جائے کہ ایک ہی زبان سے کہے ایک ہی جانے ایک ہی دیکھے اور ایک کو ہی تلاش کرے جو کچھ دیکھے اُس کی طرف سے دیکھے اور اُسی کی طرف سے جانے بیت۔

از ہر آں یکے دو جہاں وادہ ام بباد جیم کن کہ حاصل ہر دو جہاں یکے ست
ترجمہ میں نے اُس ایک ذات کے لیے دونوں جہان کو قربان کر دیا مجھے عیب نہ لگا کہ دونوں جہان کا حاصل اور ملاحظہ
مہی ایک ذات ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شبلی قدس اللہ سرہ اللہ العزیز ایک نوگرنی کی دوکان کے پاس سے گزرے جو کہ یہ آواز لگا رہا تھا۔ لوگو! میرے پاس ایک ہی رنگ باقی رہ گیا ہے۔ حضرت شبلی یہ سن کر وہاں آگئے اور فریاد کرنے لگے کہ ایک کے سوا اور کیا باقی ہو سکتا ہے۔

دانش ہو کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں جو جامع حمدی دعوت یقینی اور شرح السنہ میں آئی ہے اس میں نام الاحد نہیں آیا لیکن جامع الاصول میں الواحد الاحد دونوں اسم آئے ہیں۔ ان دونوں میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد کے اعتبار سے احدا اور صفات کے اعتبار سے واحد ہے۔ بعض اس کا اثبات بیان کرتے ہیں اور کبھی یوں بھی کہتے ہیں کہ واحد یعنی ایسی ذات جس کی جنہیں جنہیں نہ ہو سکتی ہوں اور احدا ایسی ذات جس کی نظیر ممکن نہ ہو۔

الصَّكْدُ

یعنی ایسا سید و سرور جس کی تمام مطالب و آرزوئیں اُس کی اس درگاہ کی جانب رخ رکھتی ہوں۔ محمد مصطفیٰ قدس بھی آئیں۔ اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور آفات سے منزہ اور تمام کمالات کا جامع ہے۔ اس اعتبار سے محمد مصطفیٰ جو گاہ چیز جس کا اندھا خالی نہیں ہوتا۔ یہ لفظ محمد میں ایک لغت ہے۔ اس اسم کی روشنی میں بندے کو چاہیے کہ ہمیشہ اُنہی کی درگاہ کی انب دوڑنے کا قصد کرے اپنے تمام مقاصد و حاجات اُنہی سے حاصل کرے اور اُسے تمام نقائص اور آفات سے منزہ جانے۔ اُنہی سے مدد اور اپنا کمال چاہے اور اپنا چہرہ اُس سے ہٹا کر دوسری طرف نہ کرے اس اسم سے متعلق

ہونے کا سبب یہ ہے کہ محتاج لوگوں کی کارسازی اور مطالبوں کی مہربانی کے پورا کرنے میں کوشش کرے۔ بُری عادتوں اور لذات و شہوات کی جانب بھگنے سے نفرت کرے تاکہ تمام مہربانیاں بندگانِ خدا کا مقصد و مزاج بن جائیں اور تمام آفات و نقائص سے محفوظ رہیں اور احکامِ دین کی رعایت کرنے میں پختہ و بہت ہو جائے نیز علم و یقین کے راستے میں ممکن و مستقیم بن جائے۔

الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ :

قدر و قدرت و اقتدار و مقتدر یعنی توانائی اور کر سکتا قادر و مقتدر یعنی صاحبِ قدرت۔ مقتدر میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ قادر اُس ذات کو کہتے ہیں جو اگر چاہے تو کرے نہ چاہے تو نہ کرے قدرت اس معنی سے عبارت ہے کہ ممکن اس کے ارادے کے مطابق موجود ہو جائے قادر حقیقی وہ ذات ہے جو ہر موجود کا اختراع کر سکتی ہے اور اُس اختراع اور بنانے میں وہ یگانہ اور بے نیاز ہو اُسے کسی کی مدد لینے کی محتاجی نہ ہو۔ ایسی ذات صرف خداوند تعالیٰ جل جلالہ ہے۔ بندے میں اگرچہ قدرت ہے مگر خدا کے عطا کرنے سے ہے وہ بھی بعض چیزوں میں بعض حالات میں ناقص قدرت کے تحت۔ پھر بندہ جن چیزوں کو بناتا ہے وہ خدا کی قدرت کے تابع ہیں ہتھ بندہ اس لائق ہے کہ اُسے قادر نہ کہا جائے مگر بصورتِ مجاز اور کسی خاص چیز کے لیے ثابت ہوا کہ قادر علی الاطلاق صرف وہی ہے جو شخص پہچان لیتا ہے کہ بطریقِ کمال قادر علی الاطلاق وہی ذات ہے جس کو چاہے کر سکتا ہے چاہے تو نیست کو هست کر دے۔ چاہے تو هست کو نیست۔ تو بندے کو چاہیے کہ ہمیشہ اُس کے قہر سے ڈرتا رہے اور اُس کے لطف کا امیدوار رہے اُس کے حکم و ارادے کے تحت اپنے آپ کو رکھے جب یہ بھی بندے کو معلوم ہو جائے کہ مولا سے قدوس انتقام لینے پر قادر ہے تو وہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے سے انتقام نہ لے اور اُسے رنج نہ پہنچائے۔ اس اعتقاد کے تحت کہ خدا کی قدرت اور اس کا انتقام نفس کے لیے میرے انتقام لینے سے زیادہ سخت اور زیادہ کمال ہے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ بندہ نفس کو شریعت کی مخالفتوں سے روک کر رکھے۔ شیطان کی گمراہیوں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور اپنی طبیعت اور خواہش کو شہوتوں اور لذتوں کی جانب میلان کرنے سے روکے۔

الْمُقَدِّمُ الْمَوْخِرُ :

خاکِ زیر۔ مقدم تقدیم سے بنا ہے یعنی اُسے کرنا تاخیر پیچھے ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو اپنے دوستوں کو اپنی درگاہِ عزت کے نزدیک کرتا اور اپنے قریب کی درگاہ کا راستہ دکھاتا ہے اسی طرح دین کے دشمنوں کو پیچھے ڈالتا اور اپنے لطف و مہربانی سے دُور بھیکتا ہے اور اُن کے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیتا ہے تو جسے اُس نے نزدیک کیا اُسے گویا اُس نے آگے کیا اور جسے اُس نے دُور کیا اُسے شرف و رتبے سے پیچھے کر دیا۔ یاد رہے تقدیم و تاخیر کبھی تو جگہ کے اعتبار سے ہوتی ہے کبھی زمانے کے اعتبار سے اور کبھی شرف و رتبہ کے لحاظ سے سب کو خدا کی طرف سے رتبہ

مقام ہے۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں وجود عطا فرما کر پہلے ظاہر کیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء کے بعد مگر قیامت کے دن اس کا الٹ ہوگا اسی طرح حضور علیہ السلام کی اُمت کی نسبت دوسری امتوں کا حال ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا (نَحْنُ الْآخِرُونَ الشَّائِقُونَ) ہم سب سے آخر ہیں یعنی دنیا میں سب سے آگے ہوں گے یعنی آخرت میں قرآن مجید میں فرمایا (وَالشَّائِقُونَ الشَّائِقُونَ أُولَئِكَ الْمَقْلُوبُونَ) اور سبقت لے جانے والے ہی سبقت لے جانے والے ہوں گے۔ یہی لوگ مقرب ہوں گے۔ جب بندے نے جان لیا کہ تقدیم و تاخیر خدا کی طرف سے ہے تو چاہیے کہ اپنی قوت و طاقت سے اظہار و بیزاری کرے۔ اپنے عمل پر اعتماد نہ کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اپنی نگاہ منحصر کر دے۔ اس اسم سے تخلق نہ ہونے والے کو پیچھے کرے ایسے لوگوں کو بھی پیچھے ڈال دے جو غیر سے لوگوں کو روکنے والے ہیں اس کے برعکس ان لوگوں کو مقدم و معظم رکھے جنہیں خدائے تعالیٰ نے بھی مقدم و مقرب بنایا ہے۔ اور ان لوگوں کو پیچھے جانے اور حقیر سمجھے۔ جنہیں خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے پیچھے کیا اور دور ڈال دیا ہے۔

الْأَوَّلُ الْآخِرُ

وہ ایسا اول ازلی ہے جس کے وجود کی ابتدا اور جس کی ہستی کا آغاز نہیں وہ ایسا آخر دائمی وابدی ہے کہ اُس کی بقا کے لیے کوئی انتہا نہیں۔ اُس کا دوام کبھی ختم نہ ہوگا یا اول کا معنی یہ ہے کہ تمام اشیاء سے اُس کا وجود پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ اُس وقت بھی موجود تھا جبکہ اُس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی اور وہ ایسا آخر ہے کہ قائم خلق کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهٌ رَبِّكَ) جو کچھ بھی زمین کی سطح پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور تیرے رب درالجلال والاکرام کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے) یا وہ اول ہے جو کہ اعتبار سے آخر ہے سلوک کے اعتبار سے سب کی ابتدا اُس سے ہے۔ سب کی انتہا آخر کار اُس ذات تک ہے یا اللہ تعالیٰ احسان کے اعتبار سے اول اور غفران کے لحاظ سے آخر ہے یا اللہ تعالیٰ اپنے عارف بندوں کو ہدایت و احسان کی راہ کو دکھانے میں اول اور اپنی یگانگی سے بلند و عظیم کرنے والا بھی وہی ہے اور اس لحاظ سے آخر ہے کہ اپنے لطف و امتنان کے کمال سے بندگان عارفین کے کام پورے کرتا ہے پس ابتداء صرف کے لحاظ سے اول اور کمال لطف کے لحاظ سے آخر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی ہدایت سے نوازا انتہا میں بھی وہی اس کے لیے کافی ہوگا۔

الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ

یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ اُس کا وجود اور اُس کی مستی غالب نشانیوں کے ساتھ زمین و آسمان میں ظاہر و مہر و سہ ہے وہ باطن بھی ہے کہ اُس ذات مقدس کی حقیقت اُس کے جلال و کبریا میں پوشیدہ ہے یا وہ نعمت کے ساتھ ظاہر و رحمت کے ساتھ باطن ہے نیز اپنی قدرت کے ساتھ ظاہر اور غنہ کے لحاظ سے باطن ہے۔ دل کی آنکھوں سے ظاہر ہے ظاہری آنکھوں سے باطن ہے۔ ظاہر ہے بغیر قرب کے اور باطن ہے حجاب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا اُس کی

شہرت ظہور کی وجہ سے ہے اور اُس کا ظہور سب بن چکا ہے اُس کے پوشیدہ ہونے کا اُس کا نور اُس کے نور کا حجاب ہے (مُتَبَجِّنَ مَنْ خَرَجَ بِشِدِّ قَظْمُوْرٍ ۚ وَ اَخْتَبَتْ قَوْمًا بَثُوْرٍ ۚ) (پاک ہے وہ ذات جو اپنے شہرت ظہور کی وجہ سے مخفی اور اپنے نور کے نور کی وجہ سے حجاب میں ہے) تو اللہ تعالیٰ ہی ایسا ظاہر ہے کہ اُس سے ظاہر تر کوئی چیز نہیں اور وہ ایسا باطن ہے کہ اُس سے بڑھ کر کوئی باطن نہیں۔ ان دو اسماء سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ اپنے مال کی درستی کا اہتمام کرے اپنی اول مالیت میں غور کرے اپنی آخری حالت میں فکر و تدبیر کرے۔ اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرے، عالم کے محدث و فنا کو جانے اور دل اُس سے نہ لگائے اور ظاہر اشیاء کو نظر تدبیر سے دیکھے۔ اُن سے اپنے صالح (اللہ تعالیٰ) کا راستہ تلاش کرے اور دین کے کام میں پیش پیش اور سب سے آگے رہے۔ دنیا کے کاموں میں پیچھے اور دور رہے اپنے آپ کو شریعت کے احکام سے ظاہر کرے اور اسرار حقیقت کے ساتھ باطن ہے۔ اسی طرح ظاہر مخلوق کے ساتھ رہے اور باطن خدا کے ساتھ جیسے کہ کہا گیا ہے (الصوفی کائن و باطن) صوفی ساتھ بھی ہوتا ہے اور جدا بھی ہوتا ہے یعنی ظاہر لوگوں کے ساتھ اور باطن اُن سے الگ ہوتا ہے۔ بیت۔

ہر اول ہر آخر ہوا ظاہر ہوا باطن
بغیر از ہوا باطن ہوا دیگر چیز سے نمدانم
ترجمہ۔ وہی اول ہے وہی آخر ظاہر ہے وہی باطن۔ میں اُس کے سوا کسی چیز کو نہیں جانتا۔

الْوَلِيُّ

یہ لفظ ولایت سے بنا ہے یعنی وہی کی زیر سے بمعنی تصرف کرنا اور قبضہ کرنا۔ اس لفظ کو وہی کی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی دوستی کرنا اور حکومت چلانا سیو یہ نے کہا کہ ولایت یعنی وہی کی زیر سے مصدر ہے اور وہی کی زیر سے اسم ہے والی وہ ہوتا ہے جو جملہ امور ات کرنے والا اور سب کا مالک ہوتا ہے۔ لفظ ولایت تدبیر قدرت اور فعل کو ظاہر کرتا ہے جب تک یہ تینوں معانی کسی میں جمع نہ ہو جائیں اُسے والی نہیں کہہ سکتے۔ والی امور علی الاطلاق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کیونکہ وہ اولاً تدبیر کرنے والا ہے اور اس تدبیر کرنے میں یگانہ ہے اور ثانیاً احکام کو نافذ کرنے والا ہے۔ اشیاء اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ تیسری بات یہ کہ بندے کو چاہیے کہ امر و نہی میں فرمانبرداری ظاہر کرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم جانے اپنے وجود کی مملکت کو حسن تدبیر و تنفیذ احکام شریعت سے مضبوط کرے۔ شیاطین و جن و انس کی تباہ کاریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ کے امر اور اُس کے حکم سے اپنے وجود کی مملکت کا والی بنے۔ اُس پر حکمرانی کرے۔

الْمُتَعَالِي

معنی سب سے زیادہ بلند قدر نیز سب والیوں کا والی تمام نقائص و آفات سے بلند۔ یاد رہے کہ لفظ عالی اور متعالی میں اعلیٰ سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ بندے کے ان دو اسموں کے ساتھ متعلق و متعلق ہونے کا بیان گزر چکا ہے۔

الْبَزَّ

یہ لفظ باکی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی نیکی کرنا باکی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی نیکی کرنے والا انی الحقیقت نیکی کرنے اور احسان جملانے والا اللہ جل جلالہ دعم نوالہ ہی ہے کوئی نیکی واحسان نہیں مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی اُس کا متولی ہے ہذا کا فضل واحسان مخلوق پر حصہ و بیان کی حد سے باہر ہے جیسا کہ فرمایا (وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا) ترجمہ اگر تم لوگ اللہ کی نعمت شمار کرنے لگو تو نہیں شمار کر سکتے۔

بندے کو چاہیے کہ خدائے تعالیٰ کی نعمت اور نیکی پر اُس کا شکر ادا کرنے بخلق خدا سے نیکی واحسان کرے خصوصاً اُن سے جن کا حکم آیا ہے جیسے ماں باپ رشتے دار ہمسائے اور باقی اہل حقوق بلکہ متقیین و غیر متقیین سے نیکی کرے بیان کرتے ہیں ایک شخص غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مالی رکاوٹ لے کر آیا اور عرض کیا میں مستحق و ناستحق کو نہیں جانتا۔ ان کے درمیان تیز نہیں کر سکتا۔ آپ فرمائیں کہ میں یہ مال کس کو دوں۔ فرمایا مستحق و غیر مستحق دونوں کو دے تاکہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے وہ کچھ عطا کرے جس کا تو مستحق ہے اور وہ کچھ بھی دے جس کا تو مستحق نہیں ہے۔

التَّوَابُ

توبہ کا معنی ہے گناہ سے لوٹ آنا۔ اصل معنی رجوع ہے جب اس کی نسبت بندے کی طرف کرتے ہیں تو مراد یہ ہوتی ہے گناہوں سے رجوع کر لینا اور اگر اس کی نسبت خدائے تعالیٰ کی جانب ہے تو اُس کا معنی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لیے رحمت اور توفیق کا ارادہ پھر اللہ تعالیٰ ہی توبہ کے اسباب پیدا کرتا اور بندے کو اس کی توفیق دیتا اور غواب غفلت سے بیدار کرتا ہے وہ اس طرح کہ ڈر اور خوف کا چیزیں اُس کے سامنے لاتا اور سامحی کے نتائج کی برائی پر مہذب کرتا ہے پس بندہ توبہ اور مذمت کے ذریعے رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس بندے پر فضل و کرامت سے رجوع فرماتا ہے نتیجہ کلام یہ ہوا کہ رب تعالیٰ کی توبہ بندے کی توبہ سے پہلے ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا (ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ بِتَوْبِهِمْ) پھر اللہ تعالیٰ اُن پر بہر بانی فرماتا ہے تاکہ وہ توبہ کریں۔ ۴

توبہ کنیم و یکنیم توبہ وہی و نفس کنیم

ہم توبہ کرتے ہیں اور توڑتے ہیں تو ہمیں توبہ عطا کر پھر ہم اسے نہ توڑیں گے

بندے کو چاہیے کہ ہمیشہ امید کا دروازہ کھلے رکھے تاکہ امید کی کا دروازہ بند نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ طلب کرے گناہوں پر پشیمان ہو اپنے عبرت کے دندنوں کان کھلے رکھے۔ توبہ کرنے میں دیر نہ کرے۔ اور (عَجِّلُوا بِالْتَوْبَةِ إِلَى اللَّهِ) ترجمہ جلد سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو، کہ حکم کی بجا آوری کرے۔

حکایت :- عیسیٰ بن عیسیٰ وزیر اپنے درباریوں کے جھگڑے میں جا رہا تھا اور لوگوں کو راستے سے ہٹایا جا رہا تھا جس طرح کہ وزیروں کی عادت ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے۔ اُس وقت ایک بڑا سیلاستہ پریشی ہرئی تھی اُس نے کہا

کتنی مرتبہ کہو گے کہ یہ کون ہے۔ سنو یہ ایک بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی عنایت کی آنکھ نے دور کر دیا ہے اور اس حال میں مبتلا کر دیا ہے۔ عیسیٰ بن عیسیٰ نے یہ بات سن لی اور اپنے محل کی طرف واپس آ گیا۔ وزارت چھوڑ دی تو بہ کی دولت سے مشرف ہوا اور کہ معظمہ میں آ کر خانہ کعبہ کا محاورہ کیا۔ اس اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی بغزشوں پر درگزر کرے اگر وہ عذر خواہی اور توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کرے اور کرم و انعام کے ذریعے ان کی طرف رجوع کرے۔

جو شخص چاشت کی نماز کے بعد یہ دعا سو دفعہ پڑھتا ہے (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي عَنِّي إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) اے اللہ مجھے بخش دے میری توبہ قبول کرے شک تو التواب الرحیم ہے۔ اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں جیسا کہ کتب حدیث میں اچھا ہے۔

الْمُنْتَقِمُ

یہ اسم انتقام سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے سزا کی صورت میں کسی سے بدلہ لینا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات مبارکہ میں سے ایک صفت انتقام ہے۔ قرآن حکیم میں ہے إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتقام۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں سے انتقام لینا انہیں ڈرانے اور بہت دینے کے بعد نہایت سخت و شدید ہو جاتا ہے اور ان سے بدلہ لینے میں جلدی کرتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کافروں سرکشوں سے ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے انتقام لیتا ہے مگر مامی اور فاسق لوگوں کے بارے میں یہ ہے کہ اگر چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ چاہتا ہے تو درگزر کر دیتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچتا ہے۔ مامی سے اجتناب کرے۔ اس اسم سے متعلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ حدود و احکام شرع کی پوری پوری حفاظت کرے۔ نرمی اور خشم پوشی کو قریب نہ آنے دے بلکہ دشمنان دین سے انتقام لے۔ انسان کا دشمن ترین اس کا نفس امارہ ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ جب وہ معصیت و نافرمانی کا ارتکاب کرے۔ یا عبادت میں کوتاہی کرے تو اس سے انتقام لے۔ اور اسے سزائیں ڈالے۔ حضرت بایزید بطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے نفس نے درد و ذلیفہ میں سستی کی تو میں نے اسے سزائیں ڈال دیں اور اس طرح کہ پورا ایک سال اسے کھانے پینے کی چیز نہ دی۔

الْعَفُوُّ

یعنی مسخیات کو معاف کرنے والا۔ مامی سے مد گزر کرنے والا۔ اس لفظ کا معنی غفور کے معنی کے قریب ہے۔ لیکن غفور سے یہ زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ لفظ غفران ستر و کمان کے معنی سے خیر و تباہی ہے۔ پس غفار کا معنی ہوا گناہوں کو چھپانے والا۔ اور غفور و اعدام کو ظاہر کرتا ہے۔ بندہ کتنا ہی گنہ گار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا امیدوار رہتا ہے۔ لہذا کسی مجرم کی پیشانی پر رد کا ہاتھ نہیں رکھ سکتے (اسے مردود قرار نہیں دے سکتے) شاید کہ اللہ تعالیٰ کرم نوازی کرتے ہوئے بخش دے اور اسے شرع و احکام دین قائم کرنے کی توفیق عطا کر دے۔

ردکن بدرجہ ادنیٰ درازل نام اور نامہ نیکیاں بود
 وروود جائے نیکیاں این گمان بر تو در روز جزا تاواں بود
 کسی کو بھی ازلی مردود نہ جانو کیونکہ ہو سکتا ہے اس کا نام نیک لوگوں میں درج ہو۔
 اور اگر نیکیوں کے متعلق تیرا یہ گمان ہو تو پھر قیامت کے دن تجھ پر تاواں و جہانہ عائد ہوگا۔
 اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی تعصیبات و جرائم جو تیرے ساتھ کیے، ان سے درگزر کرے
 تاکہ درجہ انکاطین الغیظ والعافین عن الناس و غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے کو پا لے۔
الْزُّوْفُ:

رافت سے بنا ہے بمعنی رحمت اور اس کا غلبہ بعض نے کہا رافت اس احسان کو کہتے ہیں جس کا مبداء شفقت ہوتی ہے
 اور رحمت اس احسان کا نام ہے جس کا مبداء کسی کی محتاجی ہوتی ہے۔ جس پر کہ احسان کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں پر
 مہربان ہے۔ کہ بندوں میں رسول مبعوث فرمائے۔ شریعت کی وضاحت فرمائی جس پر عمل پیرا ہونے سے بندہ آخرت کی مزا
 کے اسباب سے حفاظت میں ہو جاتا ہے۔ ذرا سی لغزش سے بھی پچھے رہنا معصیت کی بخشش سے زیادہ یمنع ہے۔ رافت
 معنی اول سے عبارت ہے اور رحمت معنی ثانی سے اس اسم مبارک سے متعلق و متعلق ہونے کا معنی اسم الرحمن الرحیم کے بیان
 میں گزر چکا ہے۔

مَالِكُ الْمَلِكِ:

یعنی اس کا حکم اور مشیت اس کے ملک میں نافذ ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ بعض اشیاء کو وجود بخشتا ہے۔ بعض
 کو نیست و نابود کرتا بعض کو باقی رکھتا اور بعض کو فنا کرتا ہے۔ اس اسم سے تعلق و تعلق کا بیان اسم مبارک الملک میں گزر
 چکا ہے۔

ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ:

یعنی وہ ذات کہ ہر جلال و کمال اس کے لیے ثابت ہے اور ہر کرامت و کرمت بھی اسی ذات جل جلالہ و عظم لعالہ سے
 صادر ہے۔ پس جلال اس کی ذات کی صفت ہے۔ اور کرامت اس کے فعل کی کہ اس کی طرف سے اس کے بندوں پر نفع
 ہوتی ہے۔ بندوں پر اس کے اکرام کی انواع دائرہ معروضہ سے باہر ہیں۔ اس کا اجمالی بیان آیہ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
 ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی، نیز فرمایا قَرَّانَ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا۔ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کر لے
 گو تو شمار نہ کر سکو گے، میں مندرجہ ذیل ذکر ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال کو جان لیتا ہے وہ اس کی درگاہ میں اظہارِ فذل کرتا ہے۔ اور جو بندہ اس کے اکرام کو دیکھتا
 ہے وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ پھر وہ صرف اسی کی خدمت گزار ہی کرتا ہے اس کی ذات واحد سے سوال کرتا ہے۔ اس

اسم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات و نفس کے لیے جلال و شرف و کمال پیدا کرے۔ اس کے بدلے پر انعام و اکرام کرے۔ جیسا کہ وہ اس کے انعام و اکرام کا مستحق اور اس کے لائق ہے۔

الْمُقْسِطُ

مقسط بمعنی ظلم و جور۔ اقساط بمعنی عدل و انصاف کو پھیلانا۔ مقسط اس ہستی کو کہتے ہیں جو انصاف کرے، مظلوم کی داد دے کرے اور ظالم سے اس کا بدلہ لے۔ اس معنی کا کمال یہ ہے کہ قیامت کے روز ظالم و مظلوم دونوں کو ایک دوسرے سے خوش کریگا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آچکا ہے جس کی شرح اسم العدل میں گزر چکی ہے۔

الْجَامِعُ

یہ لفظ جمع سے بنا ہے بمعنی اکٹھا کرنا۔ اللہ تعالیٰ ایک جیسی مخلوق کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جیسا کہ انسانوں کو اس نے روئے زمین پر جمع کر دیا ہے۔ پھر عشر میں دوبارہ سب کو جمع کرے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک دوسری کے متبائن و مخالف چیزوں کو بھی جمع کرنے والا ہے۔ یعنی آسمانوں، زمیوں، ستاروں، ہواؤں اور دریاؤں، حیوانات، نباتات اور پتھروں کو جمع کرنے والا ہے۔ اور مختلف معدنوں کو بھی جمع کرنے والا ہے۔ یہ تمام چیزیں مختلف شکلیں مختلف رنگ، ذائقے اور اوصاف رکھتی ہیں۔ مگر اپنی قدرت کاملہ سے اس نے ان سب کو زمین میں جمع کر دیا ہے۔ اور سب کو جہاں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ اسی طرح حیوانات میں اس نے ہڈیوں، انٹریوں، رگوں، مغز اور دوسری چیزوں کو جمع کر دیا ہے اور اس نے متضاد اشیاء کو بھی جمع کر دیا ہے۔ جیسے عناصر اور ان کی مختلف کیفیات کو مزاج میں جمع کر دیا ہے۔ یہ جمع کی بلخ ترین صورت ہے۔ پھر اس نے عارفین کے دلوں کو تقدیر میں میدان شہود کے اندر جمع کر دیا تاکہ وہ پر اگندگی کے اسباب و رمیانی ماسلوں کے دیکھنے اور حادثات سے نجات پا سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طلب میں ان کی فکر و سوچ کو ایک نکتے پر جمع کر دیا ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ ان کے دل ذکر الہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء اولیاء اور علماء کے فضائل و کمالات کو بھی جمع کر دیا اور بعض کا ملین اولیاء میں علم، سروری کرامت اور عزت و قدرت کو بھی جمع کر دیا۔ پھر اولین و آخرین کے فضائل حضور سید المرسلین میں جمع کر دیے۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم و اتباعہ اجمعین۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عجیب عجیب چیزیں اور معجزات کو جمع کر دیا ہے اس میں تفکر و تامل کرتا رہے۔

اس کے غیر متناہی افعال میں بھی غور و تدبیر کرتا رہے اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے اندر علم و عمل و فانی و جسمانی کمالات اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت اور اچھی اچھی معرفتوں کو جمع کرے۔ پسندیدہ اخلاق و عبادات کے وظائف خیرات و تبرات اور باقی فضائل و کمالات کو اپنے میں جمع کرے۔ اپنے اولادوں کو یکجا کرے۔ سکون طلب حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو ملائے رکھے۔ بیت۔

در جمعیت بخش تا ہمہ ذات شوی حرم کہ پاگندہ شوی مات شوی

ترجمہ۔ دل کو جمع کرنے میں کوشش کرتا کہ تو سارے کا سارا ذات بن جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ تو مٹ کر اپنے آپ کو مات ہی نہ کر دے۔

الغنی المغنی :

غنا بمعنی بے نیاز ہونا۔ اغنا بے نیاز کر دینا۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے کہ ذات و صفات اور افعال میں سب سے بے نیاز ہے اور بے نیاز ہونے کی وجہ سے دوسروں کو بے نیاز کر دیتا ہے۔ یعنی اپنے بندوں کو بے نیاز کر دیتا ہے۔ لیکن جو ہستی دوسرے کے بے نیاز کرنے سے غنی ہوتی ہے وہ غنی مطلق نہیں ہو سکتی بالقرعہ اگر اپنے لیے افراد سے وہ بے نیاز بھی ہو پھر بھی حقیقتاً محتاج ہے اور غنی مطلق صرف حق تعالیٰ و تقدس ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ** اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو صفت و ثناء الی بے نیاز ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بندے نے جب یہ جان لیا کہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ بے نیاز ہے تو اُس کے حضور میں اپنی نیاز مندی ظاہر کرے اور جب اُس نے یہ جان لیا کہ وہ بے نیاز کرنے والا ہے تو سب سے طمع کا تعلق کاٹ لے۔ اگر سوال کرے تو صرف اُسی سے سوال کرے اگر نیاز مند بنے تو اُسی کا نیاز مند رہے مخلوق سے بے نیاز رہے۔ اسی اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ نیاز مندوں کی دستگیری کرے اور جیسے بھی ہو سکے اُن کی حاجی کو دور کرے۔ خدائے تعالیٰ کی جو نعمتیں اور کرم نمایاں اُس پر ہیں۔ افراد و مساکین پر انہیں تقسیم کرے اور انہیں فیض پہنچائے اور انہیں سوال سے بے نیاز کر دے تاکہ اسم المغنی سے بھی حصہ پالے۔

المُعْطَى الْمَانِعُ :

جو چاہتا ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے نہیں دیتا۔ ایک حدیث میں فرمایا **لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَى وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعَ** ترجمہ۔ جو کچھ اللہ کسی کو دینا چاہتا ہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ روکنا چاہتا ہے اُسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ بندہ جب جان لیتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہی دینے والا اور روکنے والا ہے تو وہ اُس کی عطا کا امیدوار بن جاتا ہے۔ اعلیٰ کے روک لینے کے خوف سے ڈرتا رہتا ہے اسی اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ صالحین و تقویٰ کو عطا کرے اور فاسق اور ظالم لوگوں سے اپنی عطا روک کر رکھے۔ یا دل اور روح کو حضور و ملائکت کے پاس سے حصہ عطا کرے اور نفس و طبیعت کو ہوا و شہوت سے روک کر رکھے۔

اس روایت میں جو کہ حضرت ابوہریرہ سے کتاب میں مذکور ہے۔ اعلیٰ کا ذکر نہیں ہے۔ منہج کی بھی اس روایت کے مطابق تفسیر کرتے ہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ انسانی بدلوں کو ہلاک و نقصان کے اسباب سے روک کر رکھتا ہے اور دین کو عقل پیدا کر کے اور شرع کی روشنی سے فیضان عطا کرتا ہے۔ اس معنی کے مطابق یہ لفظ حفظ کے معنی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کیونکہ ہلاکت کے اسباب کو روک لینا حفظ کی ضروریات اور لوازم میں سے ہے۔ یہ حفاظت اُس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی لیکن منہج کی نسبت ہلاک کرنے والے سبب کی طرف کرتے ہیں۔ اور حفظ کی نسبت ہلاکت سے محفوظ

رہنے کی جانب کھینچتے ہیں۔ منہ سے مقصود اور غرض و غایت بندے کی حفاظت ہے۔ پس اسم الحفیظ میں جس قدر بھی معنی ہیں وہ سب ان دو اسموں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

الحفیظ کے معنی میں تعلق اور موصوف ہونے کا جو ذکر پہچے گزرا ہے اسم المانع میں بھی ملحوظ ہوگا۔ دو معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ معنی اول کے لحاظ سے عطا سے روکنا مراد ہوگا اور معنی ثانی کے لحاظ سے بلا و مصیبت سے روکنا۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اس کا کرم ظاہر و علانیہ ہوتا ہے اور کبھی عطا سے روکنا بھی اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہوتا ہے لیکن یہ لطف و کرم پوشیدہ ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بندے کو اس کی آندڑوں اور شہوتوں سے روک لیتا ہے جسے وہ اپنے فضل و کرم سے مخصوص کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے خاص بندوں میں سے کر لیتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کے دل سے اس کے ارادوں اور اختیارات کو روک لیتا ہے جسے وہ اپنی ذات کے لیے خالص کرنا چاہتا ہے۔ یاد رہے اہل غلوں کا مقام اہل خصوص سے بلند تر ہے۔ بندہ جب جان لیتا ہے کہ میرا مولیٰ تعالیٰ ہلاکت و نقصان کے اسباب مجھ سے روک کر رکھتا اور اپنی حفاظت میں میری نگرانی کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس نعمت پر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ فساد کے راستوں سے دور رہے اور اپنے آپ کو روک کر رکھے۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے اور جو لوگ دین میں صلاحیت پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کی دین میں حفاظت کرے اور اہل دین کو آفات و بلیات سے حفاظت میں رکھے۔

الصَّارُ التَّائِفُ

یعنی اللہ تعالیٰ خالق خیر و شر ہے اور خالق نفع و ضرر ہے اور وہی ورود و واکو پیدا کرنے والا ہے اور وہی خوشی اور تکلیف گری و مسرت و غم کو پیدا کرنے والا ہے۔ یہ گمان نہ کرو کہ وہ بذات خود نفع دیتی ہے اور نہ ہر بذات خود ہلاک کرتا ہے اور نہ کائنات بذات خود بندے کو سیر کرتا ہے اور نہ پانی بذات خود بندے کو سیراب کرتا ہے یہ تمام چیزیں عادی اسباب ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عادت مناسبت کے اس طرح جاری ہے کہ اس نے ان چیزوں کو اسباب بنایا ہے اعیان کے ذریعے چیزوں کو ظاہر فرماتا ہے اگر وہ چاہے تو ان کے بغیر بھی چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو ان اسباب کے باوجود کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عالم طوری و معنی کے تمام اجزاء میں یہی چیز کار فرما ہے۔ واسطے اور اسباب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ قائم کے تابع ہیں۔ ان تمام اسباب کی نسبت قدرت ازل کی جانب اس طرح ہے جیسے مکھنے والے کے ہاتھ میں قلم کہ وہ قلم بے توقف کھتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس قلم میں مکھنے والے کی قدرت و ارادہ کار فرما ہوتا ہے۔ قدرت ایک ایسی صفت ہے جو اکثر صفات کو شامل ہے۔ خصوصاً صفات فعلیہ کو۔ ان میں فرق عموم و خصوص اور جہات و حیثیات کا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ ضرر و نفع سب کچھ خدا کی طرف سے جانے اور عالم اسباب کو اس کی قدرت کے آگے مغلوب تصور کرے۔ قضاے الہی کے آگے اپنے آپ کو ذال دے اور اپنے تمام امور کو اس کے حوالے کر دے

اور ایسی زندگی بسر کرے کہ لوگوں کو اُس سے راحت پہنچے اور لوگ اُس سے آرام میں رہیں۔
حکایت :-

بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرسل علیہ السلام کو دانت درد کا عارضہ لاحق ہوا آپ اُس درد سے خدا کے حضور میں رو پڑے حکم ہوا فلاں گھاس دانتوں پر رکھیں تاکہ آرام آجائے۔ آپ نے وہ گھاس اپنے دندان مبارک پر رکھی تو فوراً آرام آگیا۔ ایک مدت کے بعد دوبارہ آپ کو پھر دانتوں کا درد لاحق ہوا آپ نے پھر وہی گھاس دانتوں پر رکھی تو بجائے آرام آنے کے درد زیادہ ہو گیا۔ عرض کیا یا الہی یہ وہی گھاس ہے جو تو نے مجھے بتلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرک والا خطاب آیا کہ پہلی بار تیری توجہ میری جناب کی طرف تھی تو ہم نے شفا دے دی۔ اس دفعہ تیری توجہ گھاس کی طرف تھی اس لیے ہم نے درد کو زیادہ کر دیا تاکہ تو جان لے کہ شفا عطا کرنے والے ہم ہیں نہ کہ گھاس۔

اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی کو ضرر پہنچائے تو خدا کے امر و شہادت کے حکم کے مطابق پہنچائے۔ دین کے دشمنوں کو ڈانٹے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نفع پہنچائے اُن کی مدد کرے تاکہ ارادہ و عمل کے تحت و دوزں عملوں کا تقاضہ پورا کرے حقیقت و شریعت کو جمع کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

النُّور

عرف عام میں نور بمعنی روشنی ہے اور ایم الہی میں نور بمعنی منور ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ستاروں اور سیاروں سے روشن کرنے والا زمین کو انبیاء اولیاء علماء مومنین مومنات، باغات اور پھولوں سے روشن کرنے والا ہے اسی طرح مومنین اور عارفوں کے دلوں کو نور ایمان، طاعات و اخلاق و معارف و حقائق سے روشن کرنے والا ہے۔

خاص لوگوں کے نزدیک نور ایسی چیز سے عبارت ہے جو خود بھی بہت ظاہر ہو اور غیر کو ظاہر کرنے والی ہو جب وجود و عدم کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو وجود عدم سے ظاہر ہوتا ہے اور عدم پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور کوئی چیز عدم سے زیادہ تاریک نہیں ہے۔ پس وہ ذات جو عدم سے پاک ہو بلکہ عدم کے امکان سے بھی پاک ہو اور جو اشیاء کی حقیقتوں کو ظلمت عدم سے باہر لانے والی ہو وہ باقی ہر چیز سے زیادہ متحق ہے کہ اُس کا نام نور رکھا جائے۔ وجود بھی ایک نور ہے جو تمام اشیاء پر جلوہ گر ہوتا ہے تمام چیزوں کا وجود اُس کی ذات کے نور سے ہے۔

اس دوران ایک رسالہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ظہور پذیر ہوا ہے جو نور کے اسرار و حدود کو ظاہر کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔

بندے کو چاہیے کہ طبیعت کی تاریکی اور نفس کی میل کچیل سے باہر نکلے اور ہدایتوں سے سینے ... اور شریعت کے چراغ سے نور حاصل کرے علم و عمل کے نور سے نیک کو بد سے الگ کرے۔ اشیاء شیطانی و نفسانی خیالات ملکاتی اور روحانی خیالات سے جدا کرے بزرگوں نے فرمایا ہے طریقت کا ہر وہ مال جو علم شریعت کا نتیجہ نہ ہو اگرچہ کتنا ہی عظیم حال

کیوں نہ ہو اُس کا قبر اُس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اور جو شخص ظاہر علم اور آداب شریعت کو نظر انداز کرتا ہے اُس کے دل میں حقیقی نور نہیں آسکتا۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ ایمان و عرفان کے نور سے اپنے آپ کو نور کرے دین کے احکام کو ظاہر کرے۔ ریاضت و مجاہدہ تزکیہ نفس تصفیہ قلب اور تخلیہ روح اور نور الانوار کے ذریعے بشری ظلمات کو فنا کرے نیز نوروں کے نور سے اپنے آپ کو باقی کرے بلکہ عین نور بن جائے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُورًا دَاخِلًا وَنُورًا وَاجِعًا لِيْ نُورًا لِيْ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ لِيْ نُورًا زِيَادًا وَاَنْزِلْ لِيْ نُورًا زِيَادًا وَاَنْزِلْ لِيْ نُورًا زِيَادًا۔

الْهَادِي

یہ لفظ ہدایت سے بنا ہے بمعنی راستہ دکھانا اور منزل مقصود تک پہنچانا۔ تمام چلنے والوں کا راہنما وہی ہے جو شخص دنیا کے راستے پر چلتا ہے اُس کا راہنما وہی ہے جو آخرت کے راستے پر چلتا ہے اُس کا رہبر بھی وہی ہے اور جو اُس کی جناب قرب کے راستے پر اُس کے وصال کے لیے چلتا ہے۔ اُس کے جذباتِ محبت و عنایت کا ہادی بھی وہی ہے۔ بیت۔

گر یہ چراغ لطف تو راہ نماید از کرم قافلہائے شب روان پے بند بہ منزلے
ترجمہ۔ اگر تیری کرم نوازی سے تیرے لطف و کرم کا چراغ راستہ نہ دکھائے تو رات کو چلنے والے قافلے منزل مقصود کا سراغ نہیں لگا سکتے۔

خداوند تعالیٰ کی ہدایت کے اقسام والواع شمار میں نہیں آسکتے۔

چنانچہ بچے کو ماں کے شکم سے باہر آنے کے ساتھ ہی پستان سے دودھ چوسنے کی ہدایت دیتا ہے۔ مرغی کے بچے کو ماٹھے سے نکلنے کے فوراً بعد دانہ پھینے کی راہنمائی کرتا ہے۔ شہد کی مکھی کو مرس شکل میں گھرنانے کی راہنمائی بھی وہی کرتا ہے۔ یہ مرس شکل شہد کے ذخیرے کے لیے نہایت موافق اور بہترین شکل ہے۔ ہدایت کی شرح بہت لمبی ہے۔ افضل و اعظم ہدایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے طریق کی راہنمائی فرماتا ہے جو بندے کو جناتِ نعیم اور اُس کی فات کے چہرہ کریم کے دیدار تک پہنچاتا ہے پھر اپنے خاص بندوں کے باطن میں توفیق کے عجیب عجیب انوار پیدا کرتا۔ اور ایسے اسرار و تحقیق سے بہرہ ور فرماتا ہے کہ اُس کے سبب بندہ طاعت و معرفت کی طرف ہدایت پاتا ہے۔

ہدایت سے سب سے بڑھ کر موصوف ہونے والے اور اس اسم سے متخلق ہونے والے انبیاء اولیاء اور علماء مہوتے ہیں کیونکہ یہ حضرات مخلوقات کے لیے ہادی ہیں کہ صراطِ مستقیم و طریقِ قویم پر لوگوں کو چلاتے ہیں۔ خصوصاً سید انبیاء و ختمِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و اصحابہ و اتباعہ و جرحی کے راستے کے ہادی اور دینی علوم کو زندہ کرنے والے ہیں۔ اے اللہ ہمیں توفیق دے ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا نہ اُن کے راستے پر جو تیرے غضب کا نشانہ بنے۔ سادہ مگر اہوں کا راستہ۔

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ فرماتے ہیں تین چیزیں عارفین کے اخلاق میں سے ہیں۔ غم زدہ لوگوں کی تنگ دلی کو کھولنا غافل لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا کر کے اللہ کی یاد میں مصروف کرنا اور توحید کی زبان سے مسلمان کو حق کا راستہ دکھانا یعنی اُن کے دل کے چہرے کو دنیا سے موڑ کر دین کی طرف کرنا۔ اور دنیوی زندگی سے دل ہٹا کر آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ کرنا۔

الْبَدِیْعُ:

بمعنی بے مثل و بے مثال جو ذات اپنی صفات اور افعال میں بے مثل و بے مانند ہو وہ بدیع المطلق ہوتی ہے اور وہ صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اہم بدیع بمعنی مبدع بھی آتا ہے یعنی نئی شکل و صورت میں بنانے والا جس کا پہلے سے کوئی نمونہ نہ ہو اس اہم کی دونوں طرح تفسیر کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قول مبارک رَبِّدَلِیْمِ السَّمَوَاتِ وَالدَّرَجِیْنَ میں مفسرین نے دونوں طرح تفسیر کی ہے۔ بندے کو چاہیے کہ جو کچھ بھی ہو عجیب عجیب اور نئی نئی خدائی مصنوعات پر نگاہ ڈالتا رہے تو دل کو خدا سے بے مثل و مانند کی جانب جو اُسے بھی نئی شکل و صورت میں لانے والا ہے لے جائے اور اُس کے قدیم وجود پر نئے نئے حادثات کے رونما ہونے سے دلیل پکڑے۔ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی نیا میوہ دیکھتے تو فرماتے تھے کہ یہ ابھی ابھی میرے رب کی طرف سے آیا ہے اُسی معرفت کا اثر ہے۔ ہر بندہ جو کہ نبوت کی خاصیت سے مخصوص ہوتا ہے اور ولایت و علم جو اُس میں بے مثل و بے نظیر ہوتا ہے یا نئی سامنے آنے والی چیز جو بھی ہوتی ہے اور جو صفت کمال کی طرف لوٹتی ہے اپنے وقت و زمانے میں الوہی شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہے اُسے بھی بدیع کہتے ہیں۔

تمام مخلوقات میں سے بے مثل ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونے میں درجہ کامل اور واحد ذات ہیں اور اسمائے واجب تعالیٰ سے علی الاطلاق موصوف ہونے والے بھی آپ ہی میں کوئی بھی ہستی آپ کی مثل اور نظیر نہیں ہے اللہ عزوجل و علی محمد بعد وہی ذرۃ۔ شعر

منزہ عن شریک فی کمالہ
نور الحسن لہ غیر منقسم

ترجمہ۔ آپ اپنے حسن و جمال میں شریک سے منزہ ہیں تو حسن کا ذخیرہ جو آپ میں پایا جاتا ہے تقسیم نہیں ہو سکتا۔ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا و عن التحیات اتھما ما کملہا۔

الْبَاقِی:

یعنی دائم الوجود جو ہرگز فنا کو قبول نہ کرے۔ بندے کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی بقا کے عکس میں اپنے آپ کو فانی کر دے اور دل کو ماسوا کے تعلق سے معذور رکھے اس اہم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسے کمالات حاصل کرنے کی کوشش کرے جن کے نشانات اس جہاں میں بھی باقی رہیں اور اُس جہاں میں بھی اور بندے کو یہ بھی چاہیے کہ جلال حق میں فانی ہو جائے

تاکہ اس طرح حیات ابدی پاکر ہمیشہ کے لیے باقی ہو جائے۔

الوارث

وارث سے مراد وہ ذات ہے جو تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے گی کیونکہ تمام املاک کے فانی ہونے اور تمام مالکوں کے فنا ہونے کے بعد سب ملکیتیں اُسی کی جانب رجوع کر جائیں گی یہ کلام ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ ازل سے ابد تک مالک علی الاطلاق وہی ہے۔ اُس کی ملکیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی اور تمام ملک و ملکوت بلا کسی شرکت کے اُس کی ملکیت میں ہیں تمام اہل بعیرت گوش ہوش سے یہی ندا سنتے ہیں (لَمِنْ الْمُلْكِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ اُلْقَمَّارِ) جل جلالہ عظیم شانہ۔

پس بندے کو چاہیے کہ مال و وراثت کی فکر میں نہ پڑے اور یہ جانے کہ سب کچھ چھوڑ جائے اور سب سے ہاتھ اٹھالینا ہے (مُوَدُّ اَتْبَلُ اَنْ تَمُوْدُوْا) مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ یہ عارفوں کا دستور اور طریقہ ہے۔ بیت۔

دل برین منزل فانی چہ ہنی رخت بر بند کہ انا لشر

ترجمہ۔ اس فانی منزل پر کیا دل لگا تا کہ سامانِ باندھ لے کیونکہ ہم سب اللہ کی طرف جانے والے ہیں۔ اس اہم سے متعلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ دین کے علوم و معارف حاصل کرے تاکہ انبیاء کا وارث بن جائے۔

الرشید

یہ لفظ رشد سے بنا ہے بمعنی صیح راستے پر ہونا یہ گمراہی کی ضد ہے۔ رشد یہ ہے کہ بندے کے اقوال صیح و درست ہوں، اُس کے افعال ٹھیک اور مناسب ہوں اور اُس کے احکام مضبوط اور ٹھوس ہوں ان میں غلطی اور لغزش کا شائبہ نہ ہو۔ اُس کی تمام تدبیرات صیح نتائج تک پہنچانے والی ہوں اور غلطی و کجی سے محفوظ ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہاں رشید بمعنی مرشد ہے یعنی بندوں کو دین و دنیا کے مقاصد میں اور اس جہاں میں کتاب و شریعت کے مطابق درستی کے راستے پر چلانے والا ہو۔ اس اہم سے تعلق و تعلق کی وجہ ظاہر ہے۔

الصبور

صبر کا معنی لغت میں ہے برداشت کرنا۔ صبور اُسے کہتے ہیں جو گناہ گاروں کی گرفت میں جلدی نہ کرے۔ انہیں مزاحمت اور اُن سے انتقام لینے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ صبور عظیم کے معنی کے قریب ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ صبور اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ اُس نے صبر کیا ہوا ہے لیکن آخر کار اُسے گرفت میں لائے گا۔ عظیم اس سے مطلق ہے یعنی آخر کار گرفت میں لائے یا نہ لائے۔ بعض کہتے ہیں۔ صبور بمعنی صبر دینے والا۔ بندے کو صبر دینے والا بلا مصیبت میں اسی طرح امانت کا بوجھ اٹھانے میں بندے کو صبر دینے والا۔ اور خواہش اور شہوت کی مخالفت کرنے میں صبر کرنے والا۔ اسی طرح بندے کو عبادت کے ادا کرنے میں مشقت پر صبر دینے والا مہی سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ بندے کو چاہیے کہ تمام

مصیبتوں تکلیفوں اور برائیوں میں اُسی سے مبرا چاہے اور اُس کی نافرمانی سے دور رہے۔

حکایت :-

بیان کرتے ہیں کہ اکابر اسلام میں سے ایک بزرگ نے فرمایا : میں مکہ معظمہ میں تھا۔ میں نے ایک درویش دیکھا جو مسجد خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور طواف کیا اور ایک رقعہ جیب سے نکالا۔ اسے دیکھا اور چلا گیا۔ دوسرے دن بھی اُس نے اسی طرح کیا اور چلا گیا۔ میں چند دن اُس کے اس حال کی نگرانی کرتا رہا۔ وہ اسی طور پر آتا اور چلا جاتا۔ ایک دن آیا اور طواف کیا اور رقعے پر نظر ڈالی اور جان اللہ کے حوالے کر دی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا رقعے کو دیکھا اُس میں لکھا ہوا تھا۔

مَا صَبِرْتُ لِحُكْمِ رَبِّكَ يَا نَبِيَّكَ يَا عَيْنُنَا

ترجمہ : اپنے رب کے حکم پر مبرا کر بے شک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اس اہم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ کسی کام میں بھی جلد بازی اور شتابانی نہ کرے بلکہ آرام و استی اختیار کرے اور فراق کی تکلیف میں امید وصال سے پناہ حاصل کرے۔ اور اپنے درد و اشتیاق کا علاج محبوب کے ذکر سے کرے۔ تاکہ اپنے مقصود کو پالے اور کامیاب و مبرا و بن جائے۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ حُمُورَنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَمَصَابِرُوا وَارْتَبِطُوا فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

ترجمہ : اے ہمارے پروردگار ہم پر مبرا کو انڈیل دے۔ ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافروں پر ہماری مدد فرما۔ اے ایمان والو مبرا کرو۔ مبرا کی تلقین کرو۔ جہاد کے لیے تیار رہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم ظالم پاجاؤ۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں مبرا کا پیالہ پیارہ۔ اگر تو قتل ہو جائے گا تو شہید ہوگا۔ اور اگر زندہ رہے گا تو نیک بخت ہوگا۔

بیت :-

مبرا سے کنیم تا کرم اوچہ میکند

بایں دل شکستہ ظم اوچہ میکند

میں دم است نفس دہرا پیش او گیش

مانگہ نظارہ کن کہ دم اوچہ میکند

(۱) ہم مبرا سے کام لیں گے اور دیکھیں گے کہ اُس کا کرم کیا سلوک کرتا ہے۔ اور اس دل شکستہ سے اُس کا ظم کیا سلوک کرتا ہے۔

(۲) میرا مشرق حضرت عیسیٰ کا سانس رکھتا ہے۔ نفس و خواہش کو اُس کے آگے ختم کر دے پھر دیکھ کہ اُس کی پھونک کیا کام کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ایک کم سوا سوائے حسنی کی شرح مکمل ہو گئی۔ جن کا ذکر اس حدیث میں آیا تھا۔ اے ترمذی نے اپنے جامع میں اور بیہقی نے اسے المطالب العکبر میں روایت کیا۔ (دعوات کبیر ایک کتاب ہے جو امام بیہقی نے تصنیف کی ہے

اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت ابومریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کے سوا اور اسماء بھی آئے ہیں جیسے الاحد والستم۔ الرب۔ العلیٰ یا ان اسما کے بدلے دوسرے نام آئے ہیں یا ان سے کچھ زیادہ نام آئے ہیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ایک کم سو سے بڑھ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب و سنت میں اسمائے الہی ایک کم سو سے زیادہ آئے ہیں بعض مفرد بعض مرکب ایک کم سو میں ہی منحصر نہیں ہیں مگر اُس خصوصیت کے اعتبار سے جو کہ حدیث پاک میں مذکور ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے واللہ اعلم

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا

تھا۔ اللھم انی اسألك بانک لا اِلٰه الا انت الاحد

المشدد الذی لم یولد ولم یولد له ولم یکن له کفؤا

احد۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس

دیسے سے کہ بے شک تو ہی مبدی ہے یگانہ ہے بے نیاز

ہے اور تو دم تھی ہے جس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ اسے کسی

جنا ہے اور اُس کی مثل کوئی نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے اُس کے یہ الفاظ سن کر فرمایا کہ اس بندے نے اللہ

تعالیٰ کو اُس کے اسم اعظم سے پکارا ہے۔ یہ دعاء اعظم ہے

کہ جب اس کے ساتھ اللہ سے مانگا جائے تو وہ عطا کرتا ہے

اور جب اس کے ساتھ اُس سے دعا کی جائے تو وہ قبول

کرتا ہے۔ اے ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ بَرِيدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَمِعَهُ دَجَلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي

أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ

إِلَّا أَنْتَ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ

يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ

يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ

دَعَا اللَّهَ بِأَسْمِهِ الْأَعْظَمِ

الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ

وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ.

(رواه أبو حمزة ميمون و أبو داود)

❖

❖

۱۷ یعنی حضرت بریدہ اسلمی۔

۱۸ یعنی بے نیاز ذات کہ تمام حاجتیں اُسی کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

۱۹ یہاں سوال و دعا میں فرق بیان کیا گیا ہے سوال کا معنی طلب کرنا اور چاہنا ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے اللھم اعطنی رے

اللہ مجھے عطا فرما۔ اور دعا کا معنی بلانا اور دعا کرنا جیسا کہ کوئی کہے یا اللہ اور اجابت کا معنی دعا قبول کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ

فرمائے بلیک عبدی یعنی اے میرے بندے میں تیری دعا قبول کرنے کے لیے حاضر ہوں۔

۲۰ واضح ہو کہ اسم اعظم کی تحقیق کئی علماء کے مختلف اقوال آئے ہیں۔ امام سیوطی۔ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ

الدر المنظم فی بیان الاسماء الاعظم میں ذکر کیا ہے کہ بعض علماء اس بات پر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اعظم ہیں ان میں سے

بعض کو بعض پر فضیلت دینا جائز نہیں۔ یہ قول شیخ ابوالحسن اشعری اور قاضی ابوبکر باقلانی اور ان کے علاوہ ایک جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ علماء فرماتے ہیں کہ جہاں بھی اسم اعظم کا ذکر آیا ہے وہاں اسم اعظم سے اسم عظیم مراد ہے۔ لہذا نے فرمایا کہ اسم اعظم کی تعین میں اختلاف ہے۔ میرے نزدیک سب اقوال صحیح ہیں کیونکہ کسی حدیث میں بھی واقع نہیں ہوا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ اور کوئی دوسرا اسم اس سے اعظم نہیں ہے تو گویا امام لہرانی اس امر کے قائل ہیں کہ اس کے تمام اسماء کو اعظم کہا جاسکتا ہے۔ پس اعظم عظیم کے معنی کی طرف رجوع کرے گا۔

ابن حبان فرماتے ہیں کہ اسماء کے لیے جلالیت، امارت میں آئی ہے اس سے مراد ان اسماء سے پکارنے والے کو زیادہ ثواب دیا جانا مراد ہے۔ یہ معنی قرآنی آیات میں بھی جاری ہے کہ بعض آیات کی تلاوت زیادہ ثواب کی موجب ہوتی ہے۔ اگرچہ فی نفسہ اس کا سارا کلام عظیم ہے کیونکہ خدا نے تعالیٰ کا کلام ہے۔ بعض کہتے ہیں اسم اعظم کا تعین اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جس طرح لیلۃ القدر اور جمعہ کے دن کی خاص گھڑی کو خدا ہی جانتا ہے۔ بعض علماء نے ظاہر احادیث کو دیکھتے ہوئے اسم اعظم کا تعین کیا ہے۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث حضرت بریدہ کی یہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ اسم اعظم لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لا یلد ولا یولد ولا یتولد ولا یکن ولا یتوکل ولا یستعین ولا یستغنی ولا یستغنی۔ امام سیوطی نے فیخ ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ شیخ ابن عمر نے فرمایا یہ قول اس باب میں باقی تمام اقوال سے سند کے لحاظ سے زیادہ راجح ہے۔ دوسری حدیث حضرت انس کی حدیث ہے جیسا کہ مؤلف نے فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا تو نماز پڑھنے والے نے کہا اللہم انی استلک یا منک الحمد لا الہ الا انت الخالق المان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم۔ اس حدیث میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلے سے کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تیرے سوا کوئی حمد بحق نہیں۔ تو ہر مان اور نعمت عطا کرنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو بننے والا زمین پیدا کرنے والا ہے۔ اے درگاہ اور اکرام والے یا حی یا قیوم۔ ان کے معانی اسماء کے ذکر میں گزر چکے ہیں اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس صحیح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بندے نے اللہ تعالیٰ

وَهَنَ آفَنِي قَالَ كُنْتُ
جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ
يُصَلِّي فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا
أَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيعُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا
الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ
يَا قَيُّوْمُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ الَّذِي
إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا

سُئِلَ بِهِ أَطْلَى
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

کہ اس کے اسم اعظم سے پکارا وہ اسم اعظم کہ جب اس سے
پکارا جائے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب اس سے سوال
کیا جائے تو وہ عطا کرتا ہے۔ اسے ترمذی ابوداؤد اور
نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

لے اس بارے میں ایک اور حدیث حضرت اسماء کی

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ زَيْدٍ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ
فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَالْمُكْرَمُ
إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ وَفَاتِحَةُ الْإِلَهِ
عِزِّهِ إِنَّ أَلَمَ اللَّهُ لَا إِلَهَ
إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم
ان دو آیتوں میں ہے۔ ایک آیت والہکم آلہ واحد لا
إلہ الاہوالعزیز الرحیم اور آل عمران کی ابتدائی آیت
اور وہ یہ ہے۔ اَللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ
الْقَيُّومُ۔

اسے ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور
دارقطنی نے روایت کیا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ
وَابْنُ مَاجَةَ وَالتَّارِخِيُّ)

لے آپ جیل القدر الفاری صحابیہ ہیں جس سے عقل و دین والی تھیں غزوہ تبوک میں شریک تھیں آپ نے اس جنگ
میں اپنے بھائی کی گڑھی سے نہ کافروں کو قتل کیا۔

لے پس اس روایت کے مطابق اسم اعظم الرحمن الرحیم الحی القیوم ہوگا۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ قَالَةَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دَعَا فِي الثُّنُونِ إِذَا
دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ
الثُّنُونِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ
الظَّالِمِينَ لَمْ يَدْعُ بِهَا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ذوالنون (یونس)
کی دعا جب کہ آپ نے اپنے رب کے حضور کی
اور وہ پھلی کے پیٹ میں تھے یہ دعا تھی لا الہ الا
انت سبحانک الی کنت من الظالمین۔ کوئی مسلمان شخص
بھی کسی بارے میں ان الفاظ کے ساتھ دعا نہیں
کرتا مگر اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔

رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ إِلَّا
اسْتَجَابَ لَهُ۔

کیا۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اس روایت کے مطابق اسم اعظم لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں صراحتاً یہ نہیں فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ مگر یقینی طور پر دعا کا قبول ہونا اسم اعظم کے خاصہ میں سے ہے۔ جبکہ اس کے مقررہ آداب و شرائط کا لحاظ رکھا جائے بعض روایات میں صراحتاً اسے اسم اعظم فرمایا گیا ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو پانچ ایک شخص بلند آواز سے پڑھ رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ فرمائیے کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ مرنے والا ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بلند آواز سے قرائت کر رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان کی قرائت سنا شروع کر دی پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری بٹھ گئے اور دعا کرنے لگے اور یوں کہنے لگے اللہم انی اشدک انک انت اللہ لا الہ الا انت احد احد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد یعنی اے اللہ بے شک میں گواہی دیتا ہوں تیری کہ بیشک تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی موجود ہی نہیں تو ایک ہے بے نیاز ہے جس نے کسی کو نہیں جاننا وہ کسی سے جانا گیا ہے اور کوئی بھی اس کی مثل نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ

عَنْ بَرِيدَةَ قَالَ دَخَلْتُ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَإِذَا
رَجُلٌ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَقُولُ
هَذَا مُرَّآءٍ قَالَ بَلَى مُؤْمِنٌ
مَنْيَبٌ قَالَ وَ أَبُو مُوسَى
الْأَشْعَرِيُّ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ
فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَسَمَّرُ لِقِرَاءَتِهِ
ثُمَّ جَلَسَ أَبُو مُوسَى يَدْعُو
فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ
أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
أَنْتَ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ
كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ

سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الَّذِي إِذَا
سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا دُعِيَ
بِهِ أَجَابَ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَخْبِرْكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ
قَالَ نَعَمْ فَأَخْبَرْتُهُ يَقُولُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَنْتَ الْيَوْمَ
لِي أَخْرُ صَدِيقٌ حَدَّثَنِي
بِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے اُس کے اُس اسم سے مانگا ہے کہ جب اس اسم کے
ساتھ اُس سے مانگا جائے تو وہ عطا کرتا ہے اور اس اسم
کے ساتھ جب اُس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے
حضرت بریدہ فرماتے ہیں یا رسول اللہ جو کچھ میں نے آپ
سے سنا ہے اس کی خبر میں اس شخص کو دوں۔ فرمایا ہاں تو
میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مبارک کی لئے
خبری حضرت ابو موسیٰ نے مجھ سے فرمایا تو آج کے دن
سے میرا غلصہ دوست ہے کہ تو نے مجھے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی ہے۔

(اے زید نے روایت کیا)

(تو اے زید)

یعنی یہ حدیث پاک جس میں قربیت دعا کی بشارت ہے مگر حدیث کو مطلق بیان کیا اس جانب اشارہ کرنے کے لیے
کہ آپ سے دوستی اور بھائی چارہ اس بنا پر ہے کہ آپ نے مجھے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنائی ہے۔ مؤلف
رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہی حدیثیں لائی ہیں۔ یہاں کچھ اور اقوال بھی ہیں بعض نے بحسب اللہ الرحمن الرحیم کو اسم اعظم
کہا ہے بعض نے فرمایا کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے اے ابن ابی حاتم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ بعض
الحی القیوم کو اسم اعظم کہتے ہیں بعض مالک الملک کو اور بعض کلمہ توحید کو یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بعض کہتے ہیں کہ اللہ لا
الہ الا ہو رب العرش العظیم اسم اعظم ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام زین العابدین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ رب العزت سے
درخواست کی کہ مجھے اسم اعظم بتلایا جائے تو آپ کو خواب میں بتلایا گیا کہ اسم اعظم لا الہ الا اللہ ہے۔ بعض فرماتے ہیں اسم اعظم
اسمائے حسنیٰ میں پوشیدہ ہے۔ ان قول کی تائید حضرت عائشہ کی حدیث کرتی ہے کہ آپ جب بعض اسمائے حسنیٰ
کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیا کرتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اہی اسماء میں اسم اعظم ہے۔ بعض
فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جمع الجوامع میں بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جس نے اللہ کہا اور
دعا کی تو اُس نے تمام اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اسی قسم کا قول حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منقول
ہے۔ بعض نے کہا آلم اسم اعظم ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود سے منقول ہے۔ بعض فرماتے ہیں

اسمائے الہی میں سے جس اسم کے ساتھ بھی بندہ اللہ کو پکارتا ہے اس میں حضور و استغراق پیدا کرتا ہے کہ اُس کے باطن میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جو کوئی حضور و استغراق کی اس حالت میں دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی دعا کو ضرور قبول کرتا ہے۔ یہ قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ جنید وغیرہم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ابن نعیم نے علیہ میں حضرت بایزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اسم اعظم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اسم اعظم کے لیے کوئی مدعیین نہیں درحقیقت اسم اعظم یہ ہے کہ تیرا دل حق تعالیٰ کی وحدانیت کے لیے مکمل طور پر فارغ ہو جائے۔ جب تیرا یہ حال ہو جائے تو پھر ہر اسم سے جو بھی تورا رہ کرے گا اُس سے مشرق اور مغرب میں جا سکتا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے بعض مشائخ سے اسم اعظم کے بارے میں پوچھا فرمایا تو اپنے دل کو جانتا ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا جبکہ تو اپنے دل کو اس حالت میں دیکھے کہ اُس کی توجہ مکمل طور پر خدا کی طرف ہے اور دل میں رقت و سوز موجود ہے تو اُس وقت اپنی حاجت مانگ کہ یہی اسم اعظم ہے۔

حضرت ابو ربیع صالح رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اُن سے عرض کیا کہ مجھے اسم اعظم بتلائیں فرمایا لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم ما علمت کر خدا کی تاکہ خلا تیری اطاعت کرے۔

بزرگ فرماتے ہیں عارف و ولی کا بسم اللہ الرحمن الرحیم کتنا اس طرح ہے جس طرح خداوند تعالیٰ و تقدس کا لفظ کن فرمانا واللہ اعلم۔

بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ

تسبیح، تحمید، تہلیل و تکبیر کے ثواب کا باب

تسبیح بمعنی منزه کرنا اور پاکی سے یاد کرنا۔ تحمید بہت اور بار بار حمد و ثنا کرنا اسی معنی کے مطابق لفظ حمد کا اشتقاق حمد سے ہوا ہے کیونکہ آپ کی بار بار حمد کی جاتی ہے۔ تکبیر بمعنی بزرگ کرنا دینا اور تہلیل لا الہ الا اللہ کہنا یہاں اس سے مراد ان اُمائد کا بیان ہے جو سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کے ثواب میں وارد ہیں تہلیل لا الہ الا اللہ سے مشتق ہے۔ عربوں کے نزدیک جب کسی چیز کا استعمال زیادہ ہوتا ہے تو وہ دیکھوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتے ہیں کہ ایک کلمے کے بعض حروف کو دوسرے کلمے کے بعض حروف سے جوڑ دیتے ہیں جیسے کہتے ہیں حمد لہ و حوطلہ و بسلہ اور کہتے ہیں ہیل الرجل و تل جبکہ کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہے اسی طرح حیل بمعنی اسی علی الفلاح۔

الفصل الأول

پہلی فصل

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ
الْكَلَامِ أَذْبَعُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ.

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثواب کے لحاظ سے افضل کلام
چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

وَفِي رِوَايَةٍ أُخَرِ أَحَبُّ الْكَلَامِ
إِلَى اللَّهِ أَذْبَعُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا يَصُحُّكَ بِأَيِّحَيَّ
بَدَائِلَ.

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک محبوب ترین چار کلمے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ
ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو ان میں سے جس سے
بھی شروع کرے گا سچے کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔

(تَدَاوُلُ مَسْلُوم)

اسے سلم نے روایت کیا۔

۱۔ سمرہ کی روایت کی پیش سے۔ جندب کی پیش اور دربر سے آپ مشہور صحابی اور کثیر الحدیث ہیں۔
۲۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنا مقصودی معنی بیان کرنے میں مستقل کلمہ ہے۔ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کے جلال و
کمال کا بیان ہے۔ لہذا ان کے آگے پیچھے پڑنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تاہم اس ترتیب سے جو حدیث میں آئی ہے،
خاص سبب سے ہے کیونکہ یہ کلمات اللہ کی معرفت کو ظاہر کرتے ہیں وہ اس طرح کہ اولاً اُس کی تنزیہ کا بیان ہے پھر یہ بات
بیان کی گئی ہے کہ تمام نعمتیں اور کمالات اُسی کی ذات میں منحصر ہیں جب وہ ان دو باتوں کو جان لیتا ہے تو اُس پر اللہ تعالیٰ
کی توحید منکشف ہوتی ہے۔ اُس کے بعد اپنے آپ کو اُس کی ثنا اور توحید میں عاجز پاتا ہے تو کہہ اٹھتا ہے اللہ اکبر۔
امام غزالی نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ خدا کے نزدیک محبوب ترین کلام یہ کلمات ہیں تو اس سے مراد قرآن مجید
کے علاوہ کلام مراد ہے۔ پھر یہ کلمات قرآن میں بھی آئے ہیں سوائے چوتھے کلمے کے۔

اور ایک حدیث میں یہاں یوں آیا ہے (افضل الذکر بعد کتاب اللہ) یعنی کتاب اللہ کے بعد سب سے افضل ذکر یہ
چار کلمات ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے محبوب ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے۔

(اسے مسلم نے روایت کیا)

اے یعنی دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند ہے یہ گویا تمام مخلوقات سے کتا یہ ہے صرف دنیا کی گھٹیا چیزوں کی نسبت پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ ذکر خدا تمام عالم کی چیزوں سے افضل و محبوب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةٍ مَرَّةً حُطَّتْ خَطَايَاكَ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن میں سو مرتبہ کہتا ہے سبحان اللہ و بحمدہ اُس کی تمام غلطائیں جھاڑ دی جاتی ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ جتنی ہوں۔

(بخاری و مسلم)

اے یعنی کثرت و زیادتی میں اُس کے گناہ سمندر کی جھاگ جتنے بھی ہوں تو اس کلمے کے پڑھنے سے اُس کے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمَسِي سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِأَفْضَلٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالِ مِثْلَ مَا قَالِ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت پڑھتا ہے سبحان اللہ و بحمدہ سو بار تو نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن اس سے افضل چیز کے ساتھ۔ سوائے اُس شخص کے جس نے یہی کلمہ پڑھا ہو گا یا اس سے زیادہ پڑھا ہو گا۔

(بخاری و مسلم)

لہ یہاں دو اعتراض کیے جاتے ہیں ایک یہ کہ ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اس شخص کی مثل کہتا ہے تو وہ اس سے افضل ہو جاتا ہے یا اعتراض بالکل ظاہر ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ شمار اور گنتی میں شرع کی مقرر کردہ حدود میں زیادتی بائز نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص ظہر کی چار رکعت کی جگہ پانچ رکعت پڑھ لے پس ان کلمات سے زیادہ پڑھنا کیسے جائز ہو گا۔

سوال اول کا جواب یہ ہے کہ کلام کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے برابر اور اس سے افضل نہیں لاسکے گا ماسوائے اس شخص کے جس نے یہی کلمات کہے ہوں گے تو وہ اس کے برابر ہو گا۔ یا وہ شخص جس نے اس سے زائد کلمات کہے ہوں گے تو وہ اس سے افضل ہو گا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زیادتی اس صورت میں ناجائز ہے جبکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے زیادہ کرنے کی اجازت نہ ہو اور جبکہ حدیث میں زیادہ کرنے کی صراحت موجود ہے تو معلوم ہوا کہ ایسے کلمات میں اضافہ کرنے کی اجازت ہے۔ پس یہ زیادتی ظہر کی چار رکعت کی جگہ پانچ رکعت پڑھنے کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ نماز تہجد اور نماز چاشت کی طرح ہے جن کی تعداد آٹھ رکعت آئی ہے اگر کوئی شخص تیرہ رکعت اور بارہ رکعت پڑھ لے تو بھی جائز ہے بلکہ افضل ہے اور ہر کتاب ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں جس زیادتی کا ذکر کیا ہے وہ دوسرے اعمال خیر ہوں نہ کہ تبسح میں اضافہ مراد ہوا ہے۔

وَعَنْهُ قَاتَانِ قَاتَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى
اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ
حَيِّبَتَانِ إِلَى التَّحَصُّلِ سُبْحَانَ
اللَّهِ وَيَحْمَدُهُ سُبْحَانَ اللَّهِ
الْعَظِيمِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي قَحْطَانَ
قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْعِزُّ
أَحَدُكُمْ أَنْ تَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ

حضرت ابوسریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو
کلمے ایسے ہیں ہمدان پر ہلکے ہوتے ہیں اعمال
کے ترازو پر بھاری ہوں گے اور رحمن کے
نزدیک بہت پیارے ہیں وہ کلمے یہ
ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ سبحان اللہ
العظیم۔

(بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے
کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ ہر دن میں

ہزار نیکی کمائے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کوئی شخص ہزار نیکی کیسے کما سکتا ہے فرمایا جو سو دفعہ تبسوع پڑھے تو اُس کے لیے ہزار نیکی کھودی جاتی ہے۔ یا اُس سے ہزار گناہ مٹائے جاتے ہیں۔

اسے مسلم نے روایت کیا۔

اور مسلم کی کتاب میں تمام روایات کے اندر حضرت موسیٰ جہنی سے اسے لفظ کا لفظ آیا ہے۔ ابو بکر ابترقانی فرماتے ہیں کہ اسے شبہ ابو حماد اور یحییٰ بن سعید القطان نے روایت کیا۔ اور انہوں نے اسے لفظ بہ لفظ کے روایت کیا۔ کتاب الحمیدی میں ایسا ہی آیا ہے۔

أَلْفَ حَسَنَةٍ مَّسَّالَةً سَائِلٌ قَيْنَ
جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا
أَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ
تَسْبِيحَةٍ فَيَكُتَبُ لَهُ أَلْفُ
حَسَنَةٍ أَوْ يُحِطُّ عَنْهُ أَلْفُ
خَطِيئَةٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَفِي كِتَابِهِ فِي جَمِيعِ
الْبُحُوثِ أَيَّامًا عَنْ مُوسَى الْجَهَنِيِّ
أَوْ يُحِطُّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبُخَارِيُّ
وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَأَبُو عَوَانَةَ
وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ
مُوسَى فَقَالُوا وَ يُحِطُّ يَغْنِي
أَلْفَ هَكَذَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِيِّ

اسے مشہور حساب کے مطابق کہ ہر نیکی پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۱۲۔ کہ ہزار گناہوں کا مٹنا ہزار نیکیوں کے مٹنے کی طرح ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ جساہ آیا ہے اس میں ۴ ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف لڑتی ہے۔ مگر اس لفظ کا اطلاق احادیث میں مالوس اور مشہور نہیں ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر سعد بن ابی وقاص کی طرف لڑتی ہو۔ اور یہ قول سعد راوی کا ہو گیا حضرت سعد کے ساتھیوں میں سے کسی کو پریشانی لاحق ہوئی ہو اور اُس نے حدیث مکمل ہونے سے پہلے ہی سوال کر دیا ہو۔ اسے سمجھ لو۔

۱۳۔ جیم کی پیش حاکی زبرد سے یہ ثقہ راوی ہے ان کی روایت میں دیکھ کی جگہ اسے لفظ آیا ہے۔ اور یہ اور دید کے لیے ہو گا جیسا کہ اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔

۱۴۔ باکی دبر و پیش اور زیر سے۔ برقان کی طرف نسبت ہے اور یہ علاقہ خازم میں ایک بستی ہے۔
۱۵۔ اگر یہ روایت بنیر الف کے ہو تو معنی یہ ہو گا کہ ہزار نیکیاں نکسی جاتی ہیں اور ہزار خطائیں معاف کی جاتی ہیں۔ ظاہر یہی ہے کیونکہ حسنات بسنیات کو دور کر دیتی ہیں۔

۱۶۔ یعنی کتاب حمیدی میں اسی طرح بیان ہوا ہے اور یہ حمیدی کی کتاب وہ ہے جس میں بخاری و مسلم دونوں کی

میشیں جمع کی گئی ہیں۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ آتَى الْكَلَامَ أَقْصَدُ
قَالَ مَا أَصْطَفَى اللَّهُ يَمْلِكُكُمْ
مُبْتَحَانَ اللَّهِ وَيَحْمَدُهُ.

(دَوَاۃ مُسْلِمٍ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا گیا کونسا کلام سب سے افضل ہے فرمایا وہ
کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیے
منتخب فرمایا۔

(مسلم)

لہٰذا جو کہ تبسّع و تہلیل ہے۔ درحقیقت اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کی طرف اشارہ ہے۔ (وَدَخَنُ نُسْبِحُ
بِحَمْدِكَ وَتُعَذِّبُ لَكَ) کیونکہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے اُن کو سکھائے اس کی دلیل فرشتوں کا وہ قول ہے یعنی
(لَا إِلَهَ إِلَّا مَا عَلَّمْنَا) اور فرشتوں کا وہ کلام بسمان اللہ و بحمدہ ہے۔

وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَجَ
مِنْ عِنْدِهَا بُكَرَةً حِينَ صَلَّى
الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا
ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَصْبَحَ وَ
هِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا نَمَلْتُ عَلَى
الْحَالِ الَّتِي قَامَ قَتْلُ عَلَيْهَا
قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كُنْتُ
بَعْدَكَ أَدْبَحَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ لَوْ وَفَّيْتُ بِمَا قُلْتُ
مُنْذُ الْيَوْمِ لَوُفَّ نَسْتَهْنَ مُبْتَحَانَ
اللَّهُ وَيَحْمَدُهُ عَدَدَ خَلْقِهِ
وَرَضَى لِنَفْسِهِ وَنِزَانَةَ عَرْشِهِ
وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ (دَوَاۃ مُسْلِمٍ)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح اُن کے پاس سے باہر تشریف
لائے جبکہ آپ نے فجر کی پڑھی۔ اُس وقت حضرت جویریہ
اپنی نماز کی جگہ تشریف فرماتیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اُن کے پاس تشریف لائے۔ نماز پاشت پڑھنے کے
بعد وہ اُس وقت بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا میں جس حالت میں تجھ سے جدا ہوا تھا ابھی تک
تو اُسی حالت میں اور اُسی جگہ بیٹھی ہوئی ہے۔ انہوں نے
عرش کی ہاں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ میں
نے تیرے بعد ایسے چار کلمات تین دفعہ پڑھے ہیں کہ
اگر تو انہیں دزن کہے جو آج کے دن تو نے پڑھے ہیں
تو ضرور وہ کلمات اُن تہنیتات کے برابر ہوں گے جو تو
نے پڑھے ہیں۔ اور وہ چار کلمے یہ ہیں۔ بسمان اللہ و بحمدہ
عز و رضی لنفسہ و ذننہ عرشہ و مداد کلماتہ۔

(مسلم)

۱۷ جم کی پیش رو کی زیریا سن۔ آپ اہمات المؤمنین میں سے ہیں۔
 ۱۸ یہاں حدیث میں لفظ مسیحا یعنی حضرت جویریہ اپنی جائے نماز میں بیٹھی ہوئی ذکر و تسبیح کر رہی تھیں۔ شاید اس سے وہ مقام مراد ہے جو آپ نے اپنے گھر میں نماز کے لیے بنایا ہوا تھا۔ اس جگہ کو بعض دفعہ جم کی زیر سے بھی پڑھتے ہیں۔

۱۹ یعنی صبح سے لے کر اب تک کہ وقت چاشت ہو گیا ہے تو اپنی جگہ ذکر میں ہی مصروف ہے۔
 ۲۰ یعنی تیرے پاس سے اٹھ کر باہر آنے کے بعد چار کھٹے تین تین دفعہ پڑھے ہیں۔ وہ ایسے کھٹے ہیں کہ اگر ان کا وزن ان کلموں سے کیا جائے جو تو نے کہے ہیں تو وہ ان کے برابر ہو گا۔ اور یہ کلمات وہ ہیں جو کھٹے کھٹے ہیں ان کلمات میں مبالغہ اور کمال پایا جاتا ہے۔ یہ کلمات تسبیح و تحمید میں مشترک ہیں یعنی میں تیری تسبیح و تحمید تیری مخلوقات کے شمار جتنی کتا ہوں کہ وہ بے شمار اور بے اندازہ ہے۔ ایسی تسبیح و تحمید جو تیری رضا کا موجب بنے جس کا مذن تیرے عرش عظیم جتنا ہو اور جو تیرے کلمات کی مقدار جتنے ہوں یعنی تیرے کلام جتنے ہوں۔ یا تیرے اسماء و صفات جتنے ہوں یا تیرے علم جتنے ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
 عایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سو بار
 لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
 لہ لا ملک ولا الحمد وهو
 علی کل شیء قدیر پڑھ لیتا ہے
 اُسے دس گروں کے برابر ثواب ملتا
 ہے اور اس کے لیے سونکیاں لکھی
 جاتی ہیں اور سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔
 اور یہ کلمے اُس کے لیے اُس دن شیطان
 اور اُس کے شر سے پناہ بن جاتے ہیں
 اور کوئی شخص بھی اس سے النفل
 عمل نہیں لے سکے گا۔ مگر وہ شخص جو
 اس سے بھی زیادہ عمل کرے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
 لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
 وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
 فِي يَوْمٍ يَأْتِي مَوْءُؤُكَ كَانَتْ
 لَهُ عِدَّةٌ عَشْرٍ مِائَةٍ وَ
 كُتِبَتْ لَهُ مِائَةٌ حَسَنَةٍ وَ
 مَحِيَّتْ عَنْهُ مِائَةٌ سَيِّئَةٍ
 وَكَانَتْ لَهُ حِزْنَةٌ مِنْ
 الشَّيْطَانِ يَوْمَ ذَلِكَ حَتَّى
 يُنْسِيَ وَتَمَّ يَأْتِ أَحَدًا
 بِأَفْضَلٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا

رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ عدل میں کی زیر و زبردوں طرح پڑھا جاتا ہے یعنی مثل و برابر بعض نے کہا زبرد سے ہو تو معنی ہوگا غیر جنس سے برابر زبرد سے پڑھا جائے تو معنی ہوگا اپنی جنس کے ساتھ برابر

۲۔ یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص کی حدیث کی تائید کرتی ہے جس میں بغیر الف کے و محیط کا لفظ آیا ہے۔
۳۔ یعنی شام تک یہاں حدیث میں لفظ حز آیا ہے۔ ماکہ زیر سے معنی خالت و تعویذ کردہ آدمی جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ یہ حدیث اس اعتراض سے محفوظ ہے جو حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں پہلی شق پر وارد ہوتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ

قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ

فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْمَعُونَ

بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

ادْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ

لَا تَدْعُونَ أَحَدًا وَلَا هَائِبًا

إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَيِّئًا بَصِيرًا

وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِي تَدْعُونَ

أَقْرَبُ إِلَيَّ أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِي

وَأَجَلْتُمْ قَالَ أَبُو مُوسَى

وَأَنَا خَلَقْتَهُ أَقُولُ لَا حَوْلَ

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فِي كَفَرِي

فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بَيْنَ قَلْبِي

وَأَذُنِي عَلَى كُنْزٍ مِنْ

كُنُوزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا حَوْلَ

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو لوگ خوب بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو۔ کیونکہ تم لوگ کسی برے یا غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ تم لوگ سمیع و بصیر ذات کو پکار رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم اس ذات کو پکار رہے ہو جو تمہاری سواری کا گردن سے بھی تمہارے نزدیک ہے۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں اور میں آپ کے پیچھے کھڑا اپنے دل میں لاجل و لا قوۃ الا باللہ پڑھ رہا تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبد اللہ بن قیس میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں۔ میں نے عرض کیا ہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا وہ خزانہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ ہے۔

(بخاری و مسلم)

اے اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو اور اتنی بلند آواز سے ذکر نہ کرو۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنے سے روکنا آسانی اور نرمی کے لیے ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ذکر جہرنا جائز ہے۔ حق یہ ہے کہ بلاشبہ ذکر جہر جائز ہے مگر کسی عارضے کی بناء پر۔ ہم نے اس مسئلے کو اپنے رسالہ درود وظائف میں ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکید کے طور پر زیادہ اونچی آواز سے ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے اور فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ ہے علم و حضور سے۔ یہاں بعیر کے ساتھ سمیع کا ذکر دونوں میں مناسبت کی بناء پر کر دیا۔ کیونکہ دونوں اکثر مقامات میں اکٹھے مذکور ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود اس جانب بھی اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھتا ہے ہمارے حالات کو جانتا اور ہماری ہیبت اور صورت سے بھی واقف ہے۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ بعیر کا اضافہ سمیع کے ساتھ اس لیے کیا کہ جو سمیع و بعیر ہوتا ہے وہ سننے والے مگر آنکھوں سے اندھے سے زیادہ بات کو سمجھتا ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

۲ یعنی ادب پر سوار یا پیادہ

۳ یعنی یہ کلمہ بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس کلمے کو پڑھنے والا اپنے لیے اتنا ثواب حاصل کر لیتا ہے گویا کہ اُسے دنیا کے خزانے مل گئے۔ بلکہ دنیا کے خزانے اُس کے سامنے کیا شے ہیں۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ کوئی ذکر بھی عمل پر زیادہ مہین و مہماں کلمے سے بڑھ کر نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنی قوت و طاقت سے بری ہوتا ہے اور اپنے نفس پر اعتماد و بھروسہ کرنے سے دور ہو جاتا ہے۔

جبکہ یہ فقیر یہ حدیث حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ رہا تھا تو حضرت سے اس خزانے کی کیفیت و حقیقت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس خزانے کا پتہ وہاں چل کر معلوم ہو گا یہاں اس میں بحث کی ضرورت نہیں۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سبحان اللہ العظیم و بھدہ پڑھتا ہے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

و يَحْتَدِيهِ عُرْسَتُ لَهُ نَحْلَةٌ
فِي الْبَحْتَةِ -

اُس کے بے جنت میں کجور کا ایک درخت لگایا جاتا ہے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی)

و عَنْ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنْ صَبَاحٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ
فِيهِ إِلَّا مُتَنَادٍ يُنَادِي سَبِّحُوا
الْمَلِكَ الْقُدُّوسَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ
الْقُدُّوسِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی صبح نہیں جو
بندے کرتے ہیں مگر ایک آواز دینے والا آواز دیتا
ہے کہ تبسّع کہو۔ الملک القدوس اور یوں کہو
بھان اللہ الملک القدوس۔

(ترمذی)

۱۔ یعنی ایک فرشتہ آواز دیتا ہے۔

۲۔ یعنی خدا کے تعالیٰ کی تشریح بیان کرو اور یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ الملک الملک ہے اور تمام قائلین سے پاک ہے۔

و عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ -

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا افضل الذکر لا الہ الا اللہ اور
افضل دعا الحمد واللہ ہے۔

اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت

کیا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ اگرچہ اذکار بہت ہیں۔ اقوال و افعال میں سے جس طرح بھی خدا کی یاد کی جائے ذکر ہی ہے۔ لیکن یہ کلمہ کلمہ توحید و ایمان
ہے۔ اس کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کلمے سے مشغول ہونا اور دوا گما اسے پڑھتے رہنا اپنے اندر عجیب و غریب اسرار
اور خاموشی رکھتا ہے۔ اس سے باطن کی تلہر اور دل کا تصفیہ نصیب ہوتا ہے اور وہ راز ظہور پذیر ہوتا ہے جو
دل میں بطور امانت رکھا گیا ہے اسی لیے مریدوں کی تربیت کے لیے مشائخ نے اس کلمے کو اختیار کیا۔

۲۔ حمد کو دعا اس بنا پر کہا گیا ہے کہ کریم کی صفت و ثناء و حقیقت اُس سے دعا اور سوال ہے اور افضل اس
وجہ سے ہے کہ خدا کے تعالیٰ کی حمد جو کہ منعم حقیقی ہے۔ شکر کے معنی میں ہے۔ بلکہ حمد شکر کی سردار ہے اور شکر نعمت کے
زیادہ ہونے کا باعث ہے۔

و عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ دَامَ الشُّكْرُ
مَا شَكَرَ اللَّهُ عَبْدٌ وَلَا يَحْمَدُهُ

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد شکر
کا لفظ ہے وہ بندہ اللہ کا شکر نہیں کرتا جو اس
کی حمد نہیں کرتا۔

۱۷۔ کیونکہ شکر منعم کی تعظیم کا نام ہے اور زبان کا فعل اس تعظیم پر زیادہ ظاہر طریقے سے دلالت کرتا ہے۔ دل کا
فعل پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگرچہ بندہ اپنے اعضاء سے بھی حمد کرتا ہے مگر اس کا تعلق نیت سے ہوتا ہے اور شکر منعم کی تعظیم
کا نام ہے۔ یا دل سے محبت کرنے کا نام ہے یا زبان سے ثنا کرنا یا اعضاء سے خدمت کرنے کا نام شکر ہے اور اعضاء کے
افعال منعم کی تعظیم پر دلالت کرنے میں ناقص اور کوتاہ ہیں اور ان میں اجتماع بھی پایا جاتا ہے۔

۱۸۔ یعنی وہ بندہ خدا کا شکر کامل نہیں کرتا جو اس کی حمد نہیں کرتا اس کلام میں اس جانب اشارہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ
باطنی تصنیف کے باوجود اپنے ظاہر کی بھی حفاظت کرے۔ اور دل کو منور کرنے کے ساتھ زبان کے فعل سے بھی اس کی تکمیل کرے
تاکہ ظاہر و باطن دونوں کمال حاصل کریں۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُدْعَى إِلَى
الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْكَافِرُ
يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَ
الضَّرَّاءِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سب سے پہلے قیامت کے دن جنت کی طرف جن کو بلایا
جائے گا وہ لوگ ہوں گے جو خوشی اور ناخوشی دونوں
حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا کرنے والے ہوں گے
ان دونوں احوال میں کو بیعتی نے شعب
الایمان میں روایت کیا۔

رَوَاهُ النَّبِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ
۱۹۔ یعنی تمام حالات میں اس کی حمد ثنا کرتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلَّمْنِي شَيْئًا
أَذْكُرُكَ بِهِ أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ
فَقَالَ يَا مُوسَى قُلْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ
علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا اے میرے
رب مجھے ایسی چیز سکھا جس کے ساتھ میں تیرا
ذکر کروں یا جس کے ساتھ میں تجھے پکاروں۔ فرمایا
اے موسیٰ کہہ لا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے عرض کیا اے میرے رب میرے سارے بندے

عِبَادُكَ يَقُولُ هَذَا لِنَمَّا أُورِثُ
شَيْئًا تَخْصُنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى
كُوْا أَنْ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَحَامِ مَوْحُوْ
غَيْرِيْ وَ الْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَضِعْنَ
فِي كَفَّةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي
كَفَّةٍ ثَلَاثَ رِمَتْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ (رَوَاهُ فِي مَشْرِحِ الشُّنَّةِ)

یہ کلمہ پڑھتے ہیں میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو تو میرے لیے خاص
کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان
اور میرے سوا میں آباد کرنے والی ہر چیز اور ساتوں زمینیں
ان سب کو ایک پلے میں رکھا جائے اور لا الہ الا اللہ
کو دوسرے پلے میں رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلہ
بجاری ہو جائے گا۔ اسے شرح السنہ میں روایت
کیا۔

اسے یہ راوی کا شک ہے کہ حدیث میں اذکر کہ بہ آیا ہے یا اذکر کہ بہ آیا ہے یعنی نسخوں میں لفظ اذکر کی جگہ وادع کہ بہ آیا
ہے پس مطلب یہ ہو گا کہ یا اللہ مجھے سکھا کہ میں کس طرح تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔

۳۷ یعنی ایسا خاص ذکر اور خاص دعا مجھے بتلا جس میں میرے ساتھ دوسرے لوگ شریک نہ ہوں۔
۳۸ یعنی تمام اہل آسمان اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا استثنا آسمانوں کو آباد کرنے والی اشیاء سے بطور
مجاز و انقطاع ہے۔ یہاں حدیث میں واقع لفظ عامر بمعنی اصلاح کرنے والا اور خلل اور خرابی سے حفاظت کرنے والے
کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس صورت میں استثنا اپنی حقیقت پر ہو گا۔ یہاں زمینوں سے آباد کرنے والے کا ذکر نہیں کیا یا تو
اُن کی کمی کی وجہ سے یا آسمانوں میں ذکر پر کفایت کرتے ہوئے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

یعنی آسمانوں زمینوں اور اُن میں بسنے والی تمام مخلوقات کے وزن سے اس کا وزن بھاری ہو گا۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ مَرْثُومَةَ
قَالَ دَسَّوْهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ حَقًّا
رَبُّكَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا
أَكْبَرُ وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَقُولُ اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ
لِي وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ وَإِذَا

حضرت ابوسعید و ابومرثومہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
مذکور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالیٰ اُس
کی تصدیق کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا الہ الا
انا انا اکبر اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا الہ الا انا وحدی
لا شریک لی اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لہ
الملک ولہ الحمد تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا الہ الا انا
لی الملک ولی الحمد اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا
اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو خدا نے تعالیٰ

قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَتْ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِي وَكَانَ يَقُولُ مَنْ قَالَهَا
فِي مَرَضٍ نَحْنُ مَاتَ لَمْ تَطْعَمَهُ
النَّارُ

بروایت کیا۔

(رَوَاهُ الْإِسْلَامِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

❖

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کی بات کو اور اس کے ان اقوال کو صحیح قرار دیتا ہے اور اپنے بندے کے
ماتن وہ بھی ایسا ہی فرماتا اور اسے قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ان کلمات کو پڑھنا ان کلمات کی فضیلت کو ظاہر
کرتا ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ
أَنَّه وَحَدَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ
بَيْنَ يَدَيْهَا كُوفَى أَوْ حِصَى كَسَبَهُ
يَوْمَ فَقَالَ لَا أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ
أَلْسَرُ عَلَيْكَ مِنْ هَذَا أَوْ أَفْضَلُ
سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ
فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ
مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَ سُبْحَانَ
اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَ
سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ
خَالِقٌ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ مِنْكَ ذَلِكَ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَمْلِكُ ذَلِكَ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
مِثْلَ ذَلِكَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ایک عورت کے پاس گئے۔ جب کہ
اس عورت کے سامنے کھجور کی گٹھیاں
پھینک رہی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے
فرمایا کہ میں تجھے ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس
سے بھی تیرے لیے آسان اور افضل بھی ہو
وہ یہ ہے سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء
وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض۔ وسبحان
اللہ عدد ما بین ذلك وسبحان اللہ عدد
ما هو خالق و اللہ اکبر منک و اللہ
لا حول ولا قوة الا باللہ مثل
ذلك۔

❖

اسے ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(مَا دَاكَ التَّوْمِذِيُّ وَ آتُوْا دَاوَمَا
وَقَالَ التَّوْمِذِيُّ هَذَا حَدِيْثٌ
غَرِيْبٌ .

۱۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ عورت حضرت جویریہ تھیں جو اہل ایمان میں سے ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور عورت تھیں۔ واللہ اعلم۔

۲۔ یہ راوی کاشک ہے۔ یہ خاتون ان گھٹلیوں یا کنکریوں پر تبسّیح پڑھ رہی تھیں جیسا کہ آج کل بھی متعارف ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانے میں ایسا متعارف نہ تھا۔ بعض لوگ بوسیدہ گھٹلیاں یا کنکریوں کو اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور ان پر شمار کرتے تھے۔ بعض لوگ لمبے صعا کے دھیرے میں بانڈھ لیتے تھے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے۔

۳۔ یعنی تعداد اور شمار کے لحاظ سے افضل ہے۔

۴۔ یعنی حضور علیہ السلام کے والد اکبر عدد مطلق فی السماء الا آخرہ پڑھا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عدد مطلق فی السماء الا آخرہ کی جگہ لفظ مثل ذلك استعمال فرمایا ہو۔

حضرت عمرو بن شیبہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت سو بار اللہ کی تسبیح کی یعنی سبحان اللہ کہا اور سو بار شام کی تو وہ ایسا ہے جیسا کسی نے سو حج کیے ہوں۔ اور جس نے صبح کے وقت سو دفعہ اللہ کی حمد کی اور شام کو بھی سو بار حمد کی یعنی سو بار الحمد للہ کہا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے سو گھوڑوں پر مجاہدین فی سبیل اللہ کو جہاد کے لیے بھیجا اور جس شخص نے سو بار کلمہ لا الہ الا اللہ صبح کو پڑھا اور شام کو بھی سو مرتبہ تودہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سو گروہیں اولاد اسماعیل علیہ السلام میں

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ
تَسْوُلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَنْ سَبَّحَ اللّٰهُ مِائَةً یَّأْتِیَ الْغَدَاةَ
وَمِائَةً
یَّأْتِیَ الْعِشَیَّ کَانَ کَمَنْ حَجَّ مِائَةً
حَاجَّةً وَ مَنْ حَمِدَ اللّٰهُ مِائَةً
یَّأْتِیَ الْغَدَاةَ وَ مِائَةً یَّأْتِیَ الْعِشَیَّ کَانَ
کَمَنْ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ فَرَسٍ
فِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَ مَنْ هَلَّلَ اللّٰهُ
مِائَةً یَّأْتِیَ الْغَدَاةَ وَ مِائَةً یَّأْتِیَ الْعِشَیَّ
کَانَ کَمَنْ آغْتَقَ مِائَةً ذَقَبَةً
مِنْ وَلَدٍ اِسْلَیْمَیَّ وَ مَنْ کَتَبَ

سے آزاد کیں۔ اور جس نے سو بار صبح کو اللہ اکبر کہا اور
شام کو بھی سو مرتبہ تو کوئی شخص بھی اس دن اس سے زیادہ
ثواب والا نہ ہوگا جو اس نے کیا اگر وہ شخص جس نے اسی
کی مثل کہا یا اس سے زیادہ کہا جو اس نے پڑھا۔

اللَّهُ مِائَةً بِالنَّحْدَاةِ وَ مِائَةً
بِالنَّعِشَةِ لَمْ يَأْتِ فِي ذَلِكَ
الْيَوْمِ أَحَدٌ بِكَثْرَةٍ مِّثْلًا أَفِي
بِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ
أَوْ زَادَ عَلَى مَا قَالَ.

(ترمذی)

(دَوَاۓُ التَّزْمِيذِی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۔ اس قسم کی گفتگو کو کامل کے ساتھ ناقص کو ملا دینا کہتے ہیں۔ اس عمل کی نفیست کے لیے اس قسم کی گفتگو مبالغے کے
طور پر ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں شاید کہ ایسی صورت میں اصل سے کئی گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اس کے باوجود یہ حدیث ذکر
خدا کی نفیست اور اس کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور اللہ کا فضل بڑا وسیع ہے۔

۲۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا خالص عربوں کو غلام بنانا جائز ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں عرب کے مشرکوں میں دو
ہی صورتیں ہیں یا انہیں قتل کیا جائے یا وہ ایمان لے آئیں یہ حدیث قول اول کو ثابت کرتی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی
نے غفلت اور نادانستہ طور پر قیدی اور غلام بنایا ہو بعض کہتے ہیں یہ مبالغہ ہے۔

۳۔ اس حدیث میں بھی ویسا ہی کلام ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی بات والی حدیث میں فصل اول میں گزرا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تبسح
نصف میزان ہے اور الحمد اللہ میزان کو بھر دے
گی اور لا الہ الا اللہ ایسا کلمہ ہے کہ اس کے
درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ
نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچا رہتا
ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَسْبِيُّ يَصِفُ
الْمِيزَانَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَيْسَ لَهَا
حِجَابٌ دُونَ اللَّهِ حَقٌّ تَعْلَمَنَّ
إِلَيْهِ.

(ترمذی)

(دَوَاۓُ التَّزْمِيذِی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اور کہا یہ حدیث غریب ہے اس کا اسناد

قوی نہیں۔

وَكَيْسٌ اسنادہ بالقوی۔

۱۔ یعنی تبسح ایک طرف اور باقی تمام اعمال ایک طرف یہ تبسح ان سب کے برابر ہوگی۔

۱۔ یعنی حلال تمام میزان کو بھروسے کی اور لفظ الحمد للہ سبحان اللہ سے زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ الحمد للہ خدا کی نعمتوں کا شکر ہے اور شکر مزید نعمتوں کو لاتا ہے تو الحمد للہ کا ثواب اکثر اور زیادہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ہو کہ الحمد للہ سبحان اللہ کے برابر اور مساوی ہے کہ نصف وہ اور نصف یہ دونوں کے ثواب سے مل کر ترازو کا پلہ پر ہو جائے گا واللہ اعلم۔

۲۔ کہ راستے میں اس کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوتی کیونکہ وہ حق کی توحید ہے اور توحید اللہ کے ساتھ قائم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مخلص طریقہ سے ہرگز لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جبکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو (ترمذی)

اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا قَطُّ إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يُفِضَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَايِرَ۔ (دَوَاهُ التَّوْمِيذِيِّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

۱۔ جو کہ خدا نے تعالیٰ کی عظمت و کبریا کا مقام ہے دراصل یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ یہ کلمات خدا نے تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ گزشتہ حدیث میں گزرا۔

۲۔ یعنی جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے اور ان سے انکسار ہے۔ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی شرط اس لیے لگائی کہ کبیرہ گناہوں سے بچنے والے کی نیکی جلد قبول ہوتی اور اللہ کی بارگاہ میں پہنچتی ہے کیونکہ ایمان عمل کے بغیر ناقص ہوتا ہے اور ایمان کا بلند مقام خلاص سے نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (والعمل الصالح يرفعہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یلئے الموعاج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا اے محمد میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہہ دینا۔ اور انہیں جزو دہ کہ بے شک جنت اچھی اور پاک زمین والی ہے اس کا پانی بھی میٹھا ہوتا ہے اور بے شک وہ ہموار زمین ہے گراں میں درخت نہیں ہیں

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اقْدَأْ أُمَّتَكَ مِنَ السَّلَامِ وَ أَحْبِبْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةٌ التُّرْبَةُ عَذْبَةُ السَّمَاءِ وَ أَنَّهَا قَيْعَانٌ وَ أَنَّ غِرَاسَهَا

اور ہے شک اس کے درخت یہ کلمات ہیں بسمان اللہ واللہ
لہ ولا اکمال اللہ واللہ اکبر۔

(ترمذی)

اور فرمایا یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن

غریب ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالتَّحْمِيدُ لِلَّهِ وَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

غَرِيبٌ لِسَنَادًا۔

۱۔ یعنی اس رات جب کہ آپ کو شب معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔
۲۔ یعنی اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ یہاں حدیث میں لفظ اقرایا ہے۔ حمزہ کی زبرد اس کے نیچے زیر
یہ اقراسے بنا ہے۔ یعنی پڑھا دینا۔ بعض نسخوں میں اقرؤ آیا ہے یعنی حمزہ کی زیر اور را کی زبرد سے یہ قرأت سے بنا ہے
یعنی میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا۔ اس لفظ کی تحقیق کتاب میں دوسری جگہ کر دی گئی ہے۔
۳۔ یعنی لوگوں کے اعمال کی جزا کے طور پر جنت میں درخت لگائے جائیں گے ان کلمات مذکورہ میں سے ہر کلمے کے
عوض بہشت میں درخت لگایا جاتا ہے اور جبکہ جنت کے درخت ان کلمات کی جزا میں تو گویا بعینہ یہ کلمات وہاں کے
درخت ہیں یہاں حدیث میں لفظ قیام آیا ہے جو قاع بمعنی ایسی ہوائ میں ہے جس میں درخت اور پودے نہ ہوں۔ حدیث
میں دوسرا لفظ غراس آیا ہے جو غرس سے بنا ہے۔ غرس بمعنی درخت لگانا اور غرس بمعنی پودا۔

حضرت یسیرۃ بنت یاسر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
آپ ماجر عورتوں میں سے تھیں۔ فرماتی ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اے عورتو
تبسوع و تہلیل اور تقدیس اپنے پر لہم کرو اور انگلیوں کے
ساتھ گڑ لگایا کرو بے شک انگلیوں سے بھی پوچھا
جائے گا اور ان سے بھی کلام کرایا جائے گا۔ لہذا ذکر
غسل سے غفلت نہ کرو تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہیں خدا کی
رحمت سے محروم کر دیا جائے۔

۱۔ حضرت زید و ابوماء کے روایت کیا۔

وَعَنْ يُسَيْرَةَ بِنْتِ يَاسِرٍ وَكَانَتْ
مِنَ الْمُهِجَرَاتِ قَالَتْ قَالَ
لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالتَّسْبِيحِ وَ
التَّهْلِيلِ وَ التَّقْدِيسِ وَ اِحْقِدَانِ
بِالْاَنْصَالِ قَالَهُنَّ مَسْئُورَاتٌ
مُسْتَنْطَقَاتٌ وَ لَا تَغْلُنَ
فَتَنْسِينَ الرَّحْمَةَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابُو دَاوُدَ)

۱۔ یا اول کی پیش اور یا ثانی ساکن بین پہنچا دیا ایک روایت میں یا کی جگہ پیش والا حمزہ آیا ہے یعنی اسیرہ آپ صوابی
عصت میں اور ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے مکہ منکرہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ بعض کہتے ہیں آپ انصاری عورتوں میں
سے ہیں مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

۲۔ یعنی اے عورتو خدا کی یاد اپنے پر لازم جانو اور اس کی پاکیزگی اور نہایت بیان کرو اور یوں کہو سبح۔ قدوس ربنا ورب
الملکۃ والروح یا یوں کہو سبحان الملک القدوس یا ایسے الفاظ کہو جن کے یہ معنی ہوں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔
۳۔ یعنی اللہ کی تسبیح وغیرہ کو انگلیوں سے شمار کرو۔ اور اہل حساب انگلیوں کے ساتھ گننے کے لیے اپنے ہاں مقرر
لے رکھتے ہیں۔

۴۔ یعنی قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ کیا انگلیوں کے ساتھ تم نے اللہ کی تسبیحات کو گنایا نہیں۔

۵۔ جس طرح دوسرے تمام اعضاء بولیں گے اور ان کے غلات گواہی دیں گے۔

۶۔ یعنی خدا کے تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح و تقدیس سے غافل نہ ہونا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھلا دیا جائے اور
رحمت سے محروم کر دیا جائے۔ ایک روایت میں بمعینہ معلوم بھی آیا ہے جس کا معنی ہے ایسا نہ ہو کہ تمہیں خدا کی رحمت سے
محروم ہونا پڑے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رُوَيْتٍ هِيَ
قَالَ جَاءَ أَغْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
هَلْ بَيْنِي وَكَلامًا أَقُولُهُ قَالَ قُلْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَنَحْمَدُهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ
اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ قَالَ
قَهْرُ لَآءٍ لِي رَبِّي فَمَا لِي فَقَالَ اللَّهُمَّ
اغْنِنِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَ
ارْزُقْنِي وَعَافِنِي بِكَ الْوَادِي
فِي عَافِيَةٍ

(دَوَالِ مُسْتَدَرَك)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک
اعرابی آیا اور عرض کیا مجھے ایسا کلام سکھائیے جو میں کہوں
تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یوں کہہ لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ اللہ اکبر کبیرا الحمد للہ کثیرا سبحان اللہ رب العالمین
لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم ترجمہ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اللہ بڑا ہے بہت بڑا ہے کثرت
سے اسی کے لیے حمد و ثناء ہے پاک ہے اللہ جو رب العالمین
ہے اور کوئی طاقت اور قوت نہیں مگر اللہ غالب اور حکیم کے
ساتھ۔ اعرابی نے کہا یہ سارے کلمات تو میرے رب کے لیے
ہوئے میرے لیے کیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا
یوں کہہ اللہ اعظم یعنی اے اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما مجھے
ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما
رومی کہ لفظ عافیت میں شک ہے کہ حدیث میں یہ نکتہ ہے یا نہیں (مسلم)

۱۔ ایک روایت میں الغریز الحکیم کی جگہ اعلیٰ العظیم آیا ہے اعرابی نے کہا کہ یہ الفاظ تو خدا کے لئے تعالیٰ کی حمد و ثنا ہوئی میرے لئے کیا ہوا کہ میں اپنے لئے دعا کروں اور اپنے لئے خیر طلب کروں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو رکھے ہوئے تھیں وہاں درخت کے پاس سے گزرے آپ نے اس درخت کو اپنے عصا شریف سے مارا تو اس درخت کے پتے جھڑ گئے آپ نے فرمایا بے شک الحمد للہ و سبحان اللہ ولا ایلہ الا اللہ واللہ اکبر کا پڑھنا بندے کے گناہوں کو اس طرح گراتا ہے جس طرح اس درخت کے پتے گرتے ہیں۔

(ترمذی)

اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت کھول سے روایت ہے وہ حضرت ابہریرہ سے روایت کرتے ہیں ابہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کر کیونکہ بے شک یہ جنھ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ حضرت کھول فرماتے ہیں تو شخص لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہے اور ساتھ ہی بھی پڑھتا ہے لا ایلہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالیٰ اس سے تکلیفوں کے سرور وازے کھول دیتا ہے (ستر تکلیفیں دور کر دیتا ہے) ان میں سے سب سے چھوٹا دروازہ فقر اور محتاجی کا دروازہ ہے۔

(ترمذی)

اور کہا یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى شَجَرَةٍ يَابِسَةٍ الْوَرَقُ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاقَرَتِ الْوَرَقُ فَقَالَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ وَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوبُ الْعِبَادِ كَمَا يَتَسَاقِطُ وَرَقُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ -

(رواہ الترمذی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ تَمَكُّحُولٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِنْ قَوْلٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُولٌ فَسَمِعْتُ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا مُنْجَا مِنْ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ كَشَفَ اللَّهُ عَنْهُ سَبْعِينَ بَابًا مِنْ الصُّرِّ آذَنَاهَا الْفَقْرُ -

(رواہ الترمذی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ

اِسْنَادُكَ يَنْتَصِدُ وَ مَضَحُوْلٌ
لَمْ كَيْسَمَهُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ
۱۔ حضرت کھول شامی علماء میں سے ہیں اور مشہور تابعین میں سے ہیں۔
متصل نہیں ہے اور کھول نے ابو ہریرہ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔

۲۔ کیونکہ اس میں نفس کے چلے اور اس کی توانائی سے برات کا اعلان ہے کیونکہ نفس کے چلے اور اس کی توانائی فنا اور توکل کے راستے پر چلنے میں رکاوٹ ہے۔ شیخ امام قطب ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے اپنے سفر صیحت کے دوران ایک مرد خدا کی صحبت نصیب ہوئی اس نے مجھے وصیت کی کہ نیک اقوال میں اچھے افعال پر کلمہ لاجل دلاقۃ الا باللہ سے بڑھ کر کوئی قول زیادہ ممد و معاون نہیں کیونکہ اس کلمے کے ذریعے بندہ اپنے نفس سے بھاگتا اور خدا کی طرف جاتا ہے اور اس کے فضل کو مضبوطی سے تھامتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا دَمَنْ يَخْتَصِم بِاللهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلَى صَوَاطِئٍ مُسْتَقِيمٍ یعنی جس شخص نے خدا کی ذات کو مضبوطی سے تھام لیا تو اسے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت نصیب ہو گئی۔ ابوالحسن شاذلی کا کلام ختم ہوا۔
۳۔ اس لفظ کا ترجمہ یہ ہے نہیں ہے گناہ سے بچنے کا کوئی حیلہ اور نہ اطاعت اور فرمانبرداری کی توانائی مگر خدا کی توفیق سے۔

۴۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریز اور فرار مگر اس کی طرف۔ بعض روایتوں میں یہاں منجا کی جگہ لمجا بھی آیا ہے لفظ منجا مقصور ہے اور لفظ لمجا ممد و دہ ہے۔
۵۔ وہی نے کاشف میں فرمایا کہ کھول حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ سے بھی بطریق ارسا روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ لاجل دلاقۃ الا باللہ ایک کم سو بیماریوں
کا دوا ہے ان میں سب سے کم نکر اور پڑیشانی
کی بیماری ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللهِ ۚ ۳۲ ۚ مَنْ تَسَعَّى وَلَيْسَ عَيْنُ
۳۳ ۚ آتَتْهَا الْهَمُّ۔

۱۔ نکر اور پڑیشانی سے طریقت اور باطن کی نکر مراد ہے یعنی نفس میں گرفتاری کی نکر خورد بینی اور خود پرستی کی نکر
ابہ فرک غی کی بیماری یا ہر باطنی و ظاہری نکر و تشویش مراد ہے اور یہ مراد لینا زیادہ ظاہر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو عرض کے نیچے جنت

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَّا آدُ لَكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِّنْ

تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ كُنْزِ الْجَنَّةِ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَسْكَمَ عَبْدِي
وَأَسْتَسْكَمَ دَوَاهِمَا الْبَيْهَقِ
فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ

کے خزانوں میں سے ہے۔ وہ کلمہ یہ ہے لا حول ولا قوۃ
الا باللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے
اسلام قبول کیا میری فرمانبرداری کی اور اعتقاد و اعلا میں
میری اطاعت اختیار کی اور اُس نے اپنا سب کچھ میرے
حوالے کر دیا۔ ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے الدعوات الکبیر
میں روایت کیا۔

۱۔ جو کہ خدائے سبحانہ کی قدرت اُس کی عظمت اور اُس کی خاص کبریائی کا مقام ہے۔

۲۔ بعض نے فرمایا یہاں حدیث میں لفظ اسلم و استلمہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور مقصود تکرار کا کید ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ سَبَّحَانَ اللَّهَ يَهَى صَلَوةُ
الْمُحْدِثِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَلِمَةُ
الشُّكْرِ وَالْإِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةُ
الْإِحْلَاصِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ كَلِمَةُ
بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَ
إِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
أَسْكَمَ وَأَسْتَسْكَمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لفظ سبحان اللہ
ساری مخلوق کی عبادت ہے اور کلمہ الحمد للہ کلمہ شکر ہے
واللہ الا اللہ کلمہ اخلاص اور اللہ اکبر بھڑکتا ہے آسمان
اور زمین کے درمیانی فاصلے کو
بندہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اس بندے نے میری فرمانبرداری اختیار
کی اور اپنا سب کچھ میرے حوالے
کر دیا۔

(دَوَاهِ دَرِيْنِ)

(رُزْنِ)

۱۔ یعنی یہ کلمہ ساری مخلوق کی صلوة و عبادت ہے کیونکہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تبسح و تنزیہ کی قائل ہے اس لیے اس کا
اقرار کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا ان من شئ الا یسبح بحمدہ (کوئی چیز نہیں مگر وہ اُسی کی تبسح اور حمد کرتی ہے) دوسری جگہ فرمایا کل قد علم
صلواتہ و تسبیحہ یعنی ہر چیز اپنی نماز اور تبسح کو جانتی ہے اور یہ غناء و تبسح یا تو زبان حال سے کرتی ہے یا نہ بان
قال ہے۔

۲۔ کیونکہ لفظ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ کی بڑائی و عظمت کو محیط و شامل ہے۔ یہ بھی ہر کتاب ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان
کے لفظ سے سارا عالم مراد ہو۔

بَابُ الْإِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ

معافی مانگنے اور توبہ کا باب

گفت میں استغفار کا معنی طلب غفر ہے۔ غفر کا معنی چھپانا اور شرع میں گناہ پوشیدہ کرنے کی طلب کرنا اور گناہوں کو بخشنا۔ گفت میں توبہ کا معنی رجوع آگاہ ہے۔ شرع شریف میں توبہ کا معنی ہے معصیت سے رجوع کرنا اور اس سے پشیمان ہونا ایسے مضبوط ارادے کے ساتھ کہ دوبارہ گناہ کی طرف نہیں جائے گا کبھی توبہ کی نسبت خدا کے تعالیٰ کی طرف بھی کرتے اور کہتے ہیں تاب اللہ علیہ یعنی خدا کے تعالیٰ نے رحمت اور توفیق توبہ سے اس کی جانب رجوع فرمایا یا شدت سے نرمی کی جانب رجوع فرمایا یا رکاوٹ سے اجازت کی جانب رجوع فرمایا۔ سید الملائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا توبہ کسے کہتے ہیں فرمایا گناہ کو بالکل بھلا دینا توبہ کہلاتا ہے۔ یعنی دل سے گناہ کا ٹھکانا اس طرح مٹ جائے گویا کہ وہ گناہ کو پہچانتا ہی نہیں۔

حضرت ہل تہری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ توبہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تو گناہ کو بالکل فراموش کرے جیسا کہ کتاب تعرف میں ہے۔ شرح تعرف میں فرمایا کہ حضرت ہل تہری نے مریدین کے حال کی جانب اشارہ فرمایا کیونکہ مریدین خوفِ مزا اور زیادتی مجاہدہ کے تحت اپنے گناہ کو کبھی نہیں بھولتے۔ اور حضرت جنید نے اپنے قول میں محنت کی توبہ کا بیان کیا کہ وہ دوام ذکر اور دل پر عظمتِ خدا کے غلبے کی وجہ سے گناہ کو بالکل یاد ہی نہیں کرتے کیونکہ حالتِ وفا میں جفا کا ذکر کرنا ٹھیک نہیں ہوتا بعض نے کہا گناہ کو بھول جانے سے مراد یہ ہے کہ بندہ گناہ کی طرف دوبارہ نہ آئے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں ایک دن میں اللہ سے ستر و لہ بخشش مانگا اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَآتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَعَنْ الْأَعْمَرِ التَّمَرِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَيِّفَانُ عَلَى
قَلْبِي وَ إِنْ لَأَسْتَغْفِرَ اللَّهَ فِي
الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ

حضرت انور مرنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک
اور طمع یہ ہے کہ میرے دل پر بھی پردہ سا چھا
جاتا ہے اور بے شک میں ایک دن میں سو
بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۔ صغریٰ کی زبرد اور غین کی زبرد۔ راشد دوسے۔ مرنانی میم کی پیش داک کی زبرد۔ یہ قبیلہ مزینہ کی طرف منسوب ہے یہ عربوں کا
مشہور قبیلہ ہے۔ آپ صحابی ہیں اہل کوفہ میں شمار ہوتے ہیں بعض نے انہیں اہل بصرہ میں شمار کیا ہے۔
۲۔ یہاں حدیث میں لفظ لیثان آیا ہے جو غین سے نکلا ہے غین بمعنی بادل۔ صراح میں فرمایا غین بمعنی ابرو تیرگی بعض
نے کہا کہ غین باریک بادل کو کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ علماء و عرفا اس حدیث کا معنی بیان کرنے میں بڑے حیران اور سرگردان ہیں اور یہ بات ٹھیک بھی ہے کہ
وہ حیران و پریشان ہوں کیونکہ کسی بھی شخص کی مجال نہیں کہ وہ قلب مصطفویٰ کی حقیقت کے بارے میں کچھ جان سکے اور
ان حالات کے بارے میں کچھ بیان کر سکے جو آپ کے قلب اطہر کو عارفین ہوتے ہیں۔ اس بارے میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے یا
کہا جاتا ہے ظن و تخمینے سے ہی کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کشف و یقین کا ہی دعویٰ کیوں نہ کرے اس اتنا ضرور
ہے کہ بعض متحقق عارفین کے باطن میں حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور بین کا پردہ پڑتا ہے، واللہ اعلم
پس بعض علماء دیوں فرماتے ہیں کہ آپ کے دل پر پردے کا آنا دنیا و آخرت میں اُمت کے تعلق غم اور پریشانی کی وجہ
سے تھا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے جانے کے بعد بھی اُمت کے حالات سے واقف تھے اور حضور علیہ السلام
ان کے لیے توبہ و استغفار کرتے تھے۔ لیکن لفظ توبہ الیہ جو گزشتہ حدیث میں گورا۔ اس معنی کا الکار کرتا ہے۔ اسی طرح
آئندہ حدیث میں بھی آ رہا ہے کہ اے لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کیا کرو کہ بے شک میں بھی اس کے سامنے دن میں سو بار
توبہ کرتا ہوں۔ اسے سمجھو۔

شاید یہاں توبہ سے بھی یہ مراد ہو کہ آپ اُمت کے لیے توبہ نصیب ہونے کی توفیق طلب کرتے تھے۔ بعض فرماتے ہیں کہ
دل پر پردہ چلنے سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکہ اُمت کے کار و بارسا اور ان کے بہتری کے کاموں میں
جیسے رشد و ارشاد انہیں ہدایت دینا اپنی بیویوں کے ساتھ غلط ملط کھانا پینا اور دشمنان دین سے جنگ و جہاد میں مصروف تھے تھے اور یہ
باتیں ایسی تھیں جو آپ کے دل کو کمال جمعیت و حضور سے ذرا ہٹاتی تھیں۔ اگرچہ یہ بھی اعظم طاعت و اشرف عبادت تھیں مگر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علو مقام اور رفعت درجہ اور بارگاہ الہی میں منفرد حیثیت کی بنا پر اور حضور کے خلوص قلب اور بلندی ہمت

کی وجہ سے آپ اتنے سے تعلق کو بھی گویا گناہ تصور کرتے اور اس سے استغفار کرتے تھے جیسا کہ کہا گیا ہے
”نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں“

بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ پردہ انوار کا پردہ تھا انوار کا پردہ تھا اور یہ اشارہ ہے اس جانب جو بعض عارفین نے کہا ہے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب شریف کی یہ حالت تھی کہ ہر گھڑی صفات حق کے انوار آپ کے دل پر پڑتے تھے اور آپ ہر آن ان تجلیات میں ترقی کرتے چلے جاتے تھے جب آپ اوپر کے درجے میں پہنچتے تو نیچے والے درجے کو اپنے لیے گناہ کی طرح خیال کرتے۔ اسی وجہ سے آپ اسی نچلے درجے میں ہونے سے استغفار کرتے تھے آپ کے قلب شریف کا حال دائمی اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ اور آپ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار تو گویا ذات کے لیے حجاب ہیں اگرچہ یہ حجابات نورانی ہیں اور اسی جانب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس قول مبارک میں ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں۔

اس مقام میں سب سے بلند ترین کلام اُممسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے جبکہ ان سے اس حدیث کا معنی پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اے پوچھنے والے اگر تو کسی دوسرے کے قلب کے متعلق پوچھتا تو میں کچھ کہتا اور بیان کرتا جو میں ہانتا مگر قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے بارے میں دم بھی نہیں مار سکتا کہ وہ کیسا ہے۔ بلکہ آپ کے قلب انور کا حال تشابہات میں سے ہے کہ اس میں دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

حضرت شیخ نوریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اُممسی کو غیر و برکت عطا کرے کہ وہ نہایت ادب و اجلال اور تعلیم و حرمت کے راستے پر چلے میں کیونکہ حضور علیہ السلام کا دل مبارک اللہ تعالیٰ کی وحی اور قرآن اُنس نے کی جگہ تھی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام میں دو طریقوں پر طبعی گئے۔ ایک یہ کہ ہم یوں کہتے ہیں کہ جب کہ قلب مصطفوی صلی اللہ علیہ السلام تمام ترین کامل ترین اور سب سے عارف ترین دل تھا اور اس کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شریعت کی تشریح اور سنت کی تائیس میں مصروف ہوتے تھے اور آپ کو کہانی اور نیچے کے مقام کی طرف ان ضروریات کے لیے نیچے اترنا پڑتا تھا اور بعض دفعہ نفس کی لالتن کے امتحان میں بھی گزرنا پڑتا تھا۔ احکام شریعت کی وضاحت کے لیے اور بھرتی کے ہائز تقاضوں کو بیان کرنے کے لیے جب آپ کے ان فرعی مقاصد کے تحت بشری تقاضوں کے پورا کرنے کے لیے نیچے کی طرف اترنا پڑتا تھا تو اس وجہ سے آپ کے اصل بلند مقام کی نسبت سے آپ کے دل مبارک پر کچھ کمزوری آجاتی تھی اسکا دل نہایت میں درسا غبار محسوس ہوتا تھا کیونکہ کوئی چیز جتنی زیادہ رقیق اور جتنی زیادہ صاف ہوگی اتنے ہی اس پر ظاہر کا اثر زیادہ جلدی نمایاں ہوگا۔ اور حضور ہی پاک علیہ السلام جب اپنی اس حالت کو دیکھتے تھے تو اے گناہ شمار کرتے تھے اسی وجہ سے توبہ و استغفار کرتے تھے اسی وجہ سے جب آپ وضو خانے سے باہر تشریف لائے تھے زبان مبارک سے غفران لے لیتے تھے کیونکہ ایسے مقام میں آپ زبان سے ذکر نہیں کر سکتے تھے

یہاں دوسرے طریقے سے ہم یوں کہتے ہیں جبکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو تمام مالین سے برگزیدہ کیا۔ اور ان کی طرف بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی چاہا کہ آپ لوگوں کے درمیان رہیں تاکہ لوگ آپ سے نفع حاصل کر سکیں۔ اُس وقت تک کہ لوگ تمام و کمال ارشاد ہدایت و تکمیل کے مقام کو پالیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر اس حالت میں رکھا جاتا تھا تو آپ کو حضور و تعلیمات الہیہ کی فراغت اور فرصت نہیں ملتی تھی بلکہ آپ کو منکر کے سجانے اور جابل کو تعلیم دینے کی بھی ضرورت پیش آتی تھی پس حکمت الہی نے اس امر کا تقاضا کیا کہ اس فریضہ ہدایت کو ادا کرنے کے لیے آپ کے دل پر انوار ذات کے آگے کچھ حجاب اور پوشیدگی آپ کے قلب شریف کے لیے پیدا کی جائے تاکہ آپ اس جہاں کے ساتھ مشغول رہ سکیں اور لوگ آپ سے مکمل طور پر حصہ اور نفع حاصل کر لیں تو حضور علیہ السلام اپنے مال کی نسبت سے اس حالت میں رہنے کو گویا گناہ جانتے اور اس سے استغفار کرتے تھے یہ امام تورپشتی کے کلام کا خلاصہ ہے۔ ان کی بیان کردہ پہلی وجہ پہلے معنی کی جانب رجوع کرتی ہے اور وجہ ثانی کا رخ بھی اُسی جانب ہے۔

علامہ طیبی نے بھی اس مقام پر دو وجہیں بیان کی ہیں۔ شیخ الوقت شہاب الدین بہروردی نقل فرماتے ہیں کہ ان کی ثانی وجہ دوسری دو وجہوں کے زیادہ قریب ہے جو تورپشتی نے ذکر کی ہیں۔ اور سالہ مخرج البحرین میں یہ تمام وجہیں نے اُسی طریقے سے بیان کر دی گئیں ہیں۔ اس فقیر (عبدالحق) ضعیف کے نزدیک اُسی کلام سب سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

انہی حضرت اخروزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو بے شک
میں دن میں سو بار اس کے حضور توبہ کرتا
ہوں۔

(مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اُس بیان میں سے جو اللہ کی طرف سے روایت کیا جاتا
ہے یہ بھی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اے میرے بند بے شک میں نے ظلم کو اپنی ذات
پر حرام کر دیا ہے۔ اور میں نے اُسے تمہارے درمیان
بھی حرام کیا ہے تو آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُذِّبُوا إِلَى اللَّهِ
فَإِنِّي أَكْتُبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ
مِائَةَ مَوْزَةٍ.

(اداءہ منلیہ)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَتِمُّ يُؤْتَى مِنَ اللَّهِ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى آتَاءُ قَالَ يَا
حَبَايِدِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ
عَلَى كَفِّئِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ
مَنْعًا فَلَا تَخْلُاسُوا بَيْنًا

عِبَادِي كُلُّكُمْ صَالٍ إِلَّا مَنْ
 هَدَيْتُهُ فَاَسْتَغْفِرُ فِيْ اَهْدِيْكُمْ
 يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ
 اَطْعَمْتُهُ فَاَسْتَطْعِمُوْنِيْ اَطْعِمُوْكُمْ
 يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَائِرٌ اِلَّا مَنْ كَسُوْنِيْ
 فَاَسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسِكُمْ يَا عِبَادِيْ
 اِنِّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَ
 النَّهَارِ وَ اَنَا اَعْفِرُ الذُّنُوْبَ
 جَمِيْعًا فَاَسْتَغْفِرُ فِيْ اَعْفِرْكُمْ يَا
 عِبَادِيْ اِنِّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا حُسْرِيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ
 تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا
 عِبَادِيْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاخِرُكُمْ
 وَاِسْكُكُمْ وَجَنَّتْكُمْ كَاثُرًا عَلٰى
 اَثَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّ اَحَدٍ مِّنْكُمْ
 مَا كَادَ اُولٰٓئِكَ فِىْ مُلْكِيْ شَيْئًا
 يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاخِرُكُمْ
 وَاِسْكُكُمْ وَجَنَّتْكُمْ كَاثُرًا عَلٰى
 اَثَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّ اَحَدٍ مِّنْكُمْ
 مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئًا
 يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاخِرُكُمْ
 وَاِسْكُكُمْ وَجَنَّتْكُمْ
 قَامُوا فِىْ صَبِيْءٍ وَّ اَحَدٍ مِّنْ اَوْلَادِيْ
 فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مِّسْكَلًا
 مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ اَعْدَدِيْ
 اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْبَحْرِ اِذَا

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو گمراہ ہے میں
 ہدایت دوں پس مجھ سے ہدایت طلب کرو میں
 تمہیں ہدایت دوں گالے میرے بندو! تم سب بھوکے
 ہو گمراہ ہے میں کھانا دوں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں
 تمہیں کھانا دوں گالے میرے بندو! تم سب تنگے ہو
 گرمی میں لباس عطا کروں پس تم لوگ مجھ سے لباس
 طلب کرو میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو
 ہے شک تم لوگ گناہ کرتے ہو رات میں بھی اور دن
 میں بھی اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو مجھ
 سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے
 بندو! ہے شک تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو
 بھی تم مجھے پہنچانا چاہو اور اگر تم ہرگز مجھے نفع
 نہیں پہنچا سکتے ہو بھی مجھے نفع پہنچانا چاہو اے میرے
 بندو! اگر تمہارے پہلے تمہارے پچھلے تم میں سے ان کا
 اہم میں سے جن سب کے سب کسی اعلیٰ ترین مرد
 کے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ والے دل پر ہو جائیں
 یا تم میں سے کوئی اس حالت کا ہو جائے تو یہ بات
 میرے ملک میں کسی چیز کو بڑھانیں سکتی۔ اے
 میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے پچھلے
 اور تمہارے انسان تمہارے جن ایک فاسد ترین
 آدمی کے دل کی حالت پر ہو جائیں یا تم میں سے کوئی
 ایک اس کی حالت پر ہو جائے تو اس سے میرے
 ملک میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہو سکتی اے میرے بندو
 اگر تمہارے پہلے تمہارے پچھلے تمہارے انسان اور تمہارے
 جن ایک روئے زمین پر کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے

اَدْخِلْ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي اِنَّمَا
هِيَ اَعْمَالُكُمْ اَحْصِيْهَا حَتِيْكُمْ
تُشْعَرُوْا فِيْكُمْ اِيَّاها فَمَنْ وَجِدَ
نَحِيْثًا فَلْيَحْتَمِلْهُ اللهُ وَمَنْ وَجِدَ
غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَكُوْنُ مِنْ اِلَآ
نَفْسِهِ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سوال کریں جو وہ چاہیں اور میں ہر ایک انسان کو اس کے
سوال کے مطابق عطا کروں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس
میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی مگر اتنی کمی کہ اگر کوئی شخص ہند میں
مول داخل کرے اور اس سے جو پانی ٹپک کر باہر آئے
اسے میرے ہندو تہا سے اعمال ہی ہیں جن کو میں گن رہا
ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ تو وہ شخص
جو خیر کو پائے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور
جو شخص اس کے سوا کچھ اور پائے تو وہ نہ طاقت کرے
مگر اپنے نفس کو ہی۔ (مسلم)

۱۔ یعنی میں نے اپنی ذات سے ظلم کو بالکل ہی سلب کر رکھا ہے یہ اس امر سے کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے
بالکل منزہ و متقدس ہے۔ حرام کرنے کا ذکر اگلی عبارت کے ساتھ مناسب کی بنا پر ہے یعنی میں نے اسے تہا سے
اندھ بھی حرام کیا ہے۔

۲۔ یعنی مراعتِ احوال و انصاف سے تجاوز نہ کرو۔

۳۔ یعنی سب کچھ میری طرف سے ہے۔ بلکہ دینی نعمت ہر جیسے ہایت۔ چاہے دنیا کی نعمت ہر جیسے خدا کے
باس۔ مگر پہلی نعمت بعض انسانوں کے ساتھ خاص ہے اور دوسری سب کو عام ہے۔ پس یہ سوال وارد ہو گا کہ
الام کی کسوٹہ فاسکسٹری اکسم۔ استثنائ کا تعلق کس سے ہو گا مالا لکھ وہ سب کے لیے ثابت ہے اور اس سے کوئی
محروم نہیں۔ طبیعت نے کہا یہاں طعام اور لباس سے رزق و دولت میں کراخی مراد ہے۔ اسے سمجھو۔

۴۔ یہاں مدیث میں تھیلون آیا ہے تاکہ پیش عا ساکن لہما کی تفسیر۔

۵۔ یعنی نافرمانی کر کے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہاں مدیث میں لفظ مَنْرَ آیا ہے جن کی پیش اور زبر
سے یعنی نقصان پہنچانا یہ لفظ نفع کی ضد ہے جبکہ جن پر پیش ہو۔ اس کا رُض پر زبر ہو تو پھر یہ معنی ہے۔ جیسا کہ فارسی
میں فرمایا اور کتاب شارح میں فرمایا کہ مُنْر کے ساتھ جب نفع کا لفظ آیا ہو تو جن پر پیش ہو پڑی جاتی ہے۔

۶۔ یعنی نافرمانی کر کے تم مجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور بندوں کی معیت سے وہ گناہ صحت حق کو
کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نافرمانی سے اسے کوئی نفع اور کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دونوں صورتوں میں
بندوں کا ہی نفع اور نقصان ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخَدْرِيِّ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَيْتِ إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةَ تِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَسِرَ يَسْأَلُ فَإِيَّاهُ رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنَّكَ تَتُوبُ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَنْتَ قَرِيبٌ كَذًا وَكَذَا فَكَادُوكَ الْمَوْتَ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ تَحْوَمًا فَانْتَصَبَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَادْخُلِي اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي وَ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبْكَاعِدِي فَقَالَ قِيْسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرِ فُغَيْرَ لَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک کم سوانازوں کو قتل کیا پھر وہ مسئلہ پوچھنے نکلا تو وہ ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اُس نے کہا تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی اُس نے اُسے بھی قتل کر دیا اور پھر اُس نے پوچھنا شروع کر دیا تو ایک آدمی نے اُس سے کہا کہ فلاں فلاں بستی میں جا وہاں پر چل پڑا اور راستے میں ہی اُسے موت ٹھٹھنے آیا۔ تو اُس آدمی نے اپنا سینہ گھسیٹ کر اُس بستی کے نزدیک کیا پھر اُس کی موت واقع ہو گئی تو اُس بندے کے بارے میں رحمت اہل عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا شروع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی طرف وحی بھیجی کہ تو قریب ہو جا اداس زمین کی طرف وحی بھیجی کہ دور ہو جا۔ پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان پیمائش کر دو تو وہ بندہ موت ایک بالشت اُس بستی کے قریب پایا گیا تو اُسے بخش دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا وہ خدا سے مغفرت کی دعا کر سکتا ہے اور استغفار کر سکتا ہے۔ پہلا منہا اگے قول کہ وہ ایک راہب کے پاس آیا زیادہ مناسب ہے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ اُی توبہ آیا ہے۔ بعض نسخوں میں اَلہ توبہ آیا ہے اور یہ اگر چہ منہا کے لحاظ سے زیادہ ظاہر ہے مگر روایت کے لحاظ سے پہلا لفظ زیادہ صحیح ہے۔

۳۔ جو کہ رحمت کی جگہ ہے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اُس بستی میں ایک عالم ہے جو تیری شکل حل کرے گا۔ کہ یعنی موت کی علامات ظاہر ہو گئیں۔

۴۔ یعنی اپنے سینے کو زمین پر گھسیٹا اور اُس جانب قریب ہوا بعد معرودہ جا رہا تھا یہاں حدیث میں لفظ نا بعدہ آیا ہے یعنی سینے کے کسی جانب لڑھکتا۔

۱۷۔ رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ مرحوم مغفور ہے اور عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ مغضوب و معذب ہے۔

۱۸۔ یعنی اس بستی کی طرف جہصر یہ جا رہا تھا کہ تو اس کے نزدیک ہو جا۔

۱۹۔ یعنی ظلم والی بستی سے فرمایا جس سے وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا کہ تو میت سے دور ہو جا۔

۲۰۔ اس حدیث میں رحمت الہی کی وسعت کمال درجہ بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خدا کے

تعالیٰ کی مغفرت کی بڑی امید رکھنی چاہیے مگر اس کے لیے توبہ و استغفار میں صدق نیت ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے

اگر تم لوگ گناہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بے جاہل

اور ایسی قوم لائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللہ تعالیٰ

سے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش

دیں گے۔ (مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَالَّذِي كَفَيْتُ بِبِلَاةِ

لَوْلَكُمْ تَذَنُّبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ

بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذَنِّبُونَ

فَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ

(دَوَاةٌ مُسْلِيَةٌ)

۱۔ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کا بندے سے گناہوں کو بخشنا اور عطا کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے اسم

مغفور و مغفور کے تقاضے کا اظہار فرمائے۔ بہت

گر جرم نہ بندگانِ نیا یہ

توجہ۔ اگر بندوں سے جرم صادر ہو تو تیرا غفور کیسے اپنا جمال دیکھائے۔

۲۔ ادا اس لیے بھی اللہ تعالیٰ مغفرت چاہتا ہے کہ لوگ اس کے حضور توبہ و استغفار کریں اس سے مراد گناہوں پر

دلیکرنا نہیں ہے اور نہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ گناہ کوئی چیز نہیں۔ اس لیے کہ خداوند تعالیٰ نے گناہوں سے روک دیا

اور پنیروں کو بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو گناہوں سے باز رکھے اسے سمجھو اور توفیق اللہ تعالیٰ ہے ہی حاصل ہوتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ

لِيَتُوبَ مُسِيئَاتِ النَّهَارِ وَيَبْسُطَ

يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيئَاتِ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ

تعالیٰ رات کو اپنا دست رحمت پھیلاتا ہے تاکہ دن کو

برائی کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے اور دن کو اپنا

دست رحمت پھیلاتا ہے تاکہ رات کے وقت برائی

بِالْبَلَدِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ
مِنْ مَغْرِبِهَا

(دَوَاۃ مُسْلِمٌ)

اے ہاتھ پھیلاتا مغرب کی سمت اور اظہارِ کرم سے کنارہ ہے۔

۱۷۱۱ اس کا بیان کتاب کے آخر میں علاماتِ قیامت کے بیان میں آئے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ شَرَّ تَابَ
كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ

(مُبْتَدَأٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب اپنے گناہ
کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی
رحمت کی جانب رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ
قبول کرتا اور اپنی رحمت سے اُس کی جانب رجوع کرتا
ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب سے
سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ
اُس کی توبہ قبول کرے گا اور اُس پر اپنا فضل و کرم
فرارے گا۔

(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
اپنے بندے کی توبہ سے انتہائی خوش ہوتا ہے جبکہ وہ
اُس کے حضور توبہ کرتا ہے اُس کی خوشی اس آدمی
سے زیادہ ہوتی ہے جس کی سواری جنگل میں گم ہوگئی
اور اُس سواری پر اُس کا کھانا اور پانی تھا اور وہ اُس
سواری کے دستیاب ہونے سے مایوس ہو گیا تو وہ
ایک درخت کے نیچے آیا اور اُس کے سایے کے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۖ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ
الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللَّهُ
عَلَيْهِ

(دَوَاۃ مُسْلِمٌ)

وَعَنْ أَنَسٍ ۖ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اللَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ
عَبْدِهِ جِئْتَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ
أَحَدِكُمْ كَأَنْتَ دَاحِلَةٌ بِأَذْنِ
فُلَانٍ فَأَنْفَلَتْ مِنْهُ وَ عَلَيْهَا
طَعَامَةٌ وَ خَرَابَةٌ فَأَيِسَ مِنْهَا
فَأَتَى شَجَرَةً فَأَضْطَجَعَ فِي

ظَلَمَآ قَدْ آيِسَ مِنْ دَاجِلِيَّتِهِ
فَبَيِّنَمَا هُوَ كَذَابِكَ إِذْ هُوَ
قَائِمَةٌ عِنْدَكَ فَتَأْخُذُ بِخَطَايِمَا
شَمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ
اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ
أَخْطَا مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نیچے سو گیا اس حالت میں کہ وہ اپنی سواری سے ناامید
ہو چکا تھا وہ اسی مایوسی کی حالت میں ہوتا ہے کہ چانک
اُس کی وہ سواری اُس کے پاس اگر کھڑی ہو جاتی ہے تو وہ
اُس کی دھار پکڑ لیتا ہے پھر وہ بندہ شدت خوشی سے
یوں کہ اٹھتا ہے اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا
نائب ہوں یہ خطا وہ انتہائی خوشی کی وجہ سے کرتا ہے

(مسلم)

اے یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ وہ یوں کہتا کہ تو میرا پروردگار اور میں تیرا بندہ مقصود توبہ تھا کہ انتہائی بے رضا سے حق کو
بیان کرے اور اس بات کی تشریح ہے کہ ایک شخص جو اپنی گم شدہ اور بھاگی ہوئی چیز کو پا کر بہت ہی خوش ہوتا ہے اور
بندہ گناہگار اللہ تعالیٰ سے بھاگا ہوا بندہ ہے اور اُس کا توبہ کرنا اس طرح ہے جیسا کہ بھاگا ہوا غلام واپس دروازے
پر آجلے۔ اے مجھو۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا
فَقَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ فَأَغْفِرْهُ فَقَالَ
رَبُّهُ أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ
رَبًّا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ وَيَأْخُذُ
بِهِ عَقْرَتَ لِعَبْدِي مَعَهُ مَكْتُ
مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا
فَقَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ فَأَغْفِرْهُ فَقَالَ
رَبُّهُ أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ وَيَأْخُذُ بِهِ عَقْرَتَ
لِعَبْدِي مَعَهُ مَكْتُ مَا شَاءَ اللَّهُ
ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ
وَأَمَّا الْخَرَفُ فَأَغْفِرْهُ لِي فَقَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک بندہ
گناہ کرتا ہے تو کہتا ہے اے میرے رب میں نے گناہ
کیا پس اے گناہ کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے
فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا رب ایسا ہے
جو گناہ بخش دیتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش
دیا پھر بندہ جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ٹھہرا رہتا ہے
یعنی گناہ نہیں کرتا پھر گناہ کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے اے میرے
رب میں نے گناہ کیا پس اے بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا
کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا رب ہے جو اُس کا گناہ
بخش دے اور جہاں کی گرفت بھی کر سکتا ہے میں نے
اپنے بندے کا گناہ بخش دیا پھر بندہ جب تک اللہ
چاہتا ہے ٹھہرا رہتا ہے یعنی گناہ نہیں کرتا پھر بندہ گناہ
کرتا ہے تو عرض کرتا ہے اے میرے رب مجھ سے

أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ
الدَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ عَقْرَتَ
رَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور گناہ ہو گیا تو میرے لیے وہ گناہ بخش دے اللہ تعالیٰ
فراموش کیا میرا بندہ ہانتا ہے کہ اُس کا سب اُس کا گناہ
بخش دیتا ہے اور اُسے گرفت میں بھی لاسکتا ہے۔ میں
نہ اپنے بندے کو بخش دیا۔ بندہ جو چاہے کرے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ اے مرتبہ لفظی آیا ہے اور بعض نسخوں میں اول اور دوم مرتبہ بھی لفظی موجود ہے مگر صحیح نسخے میں اسی طرح
ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

۲۔ اس سے مقصود استغفار کی فضیلت کا بیان
تاثر رکھتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بندہ جتنے چاہے گناہ کرے۔

وَعَنْ جَعْدِ بْنِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَدَّثَنَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَ اللَّهِ
لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لِفُلَانٍ ذَاتَ
اللَّهِ تَعَالَى قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي
يَتَنَاهَى عَلَى آفٍ لَا أَعْفِرُ لِفُلَانٍ
فَاتَى قَدْ عَقَرْتُ لِفُلَانٍ وَ أَحْبَبْتُ
عَمَلَكَ أَوْ كَمَا قَالَ.

حضرت جعد بن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک شخص
نے کہا خدا کی قسم اللہ فلاں کو نہیں بخشنے گا۔ اور بیشک
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جو میرے اوپر قسم
ڈالتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ بے شک میں نے
بخش دیا فلاں کو اور بے شک تیرے سارے عمل
ضائع کر دیئے۔ یا جیسا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

(مسلم)

(دَوَاكَ مُسْلِمٌ)

۳۔ جیم کی پیش نوں ساکن دکی پیش اور زبر یہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام ہے آپ اکابر و زاہد صحابہ
میں سے ہیں۔ جناب بعض دوسرے صحابہ کا نام بھی ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں حضرت ابو ذر مراد ہیں۔

۴۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ فلاں شخص اپنے فسق و گناہ پر اٹا ہوا تھا اور اس مرد نے فضول کلام کیا اور یہ قسم کھالی کہ اللہ تعالیٰ
اس کو نہیں بخشنے گا۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ تیناٹی آیا ہے یعنی معمرہ اور لام مشدود کا کسر۔ یہ لفظ ایلا سے بنا ہے بمعنی قسم کھانا۔
۶۔ یہاں اُس مرد سے خطاب ہے جس نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو نہیں بخشنے گا۔ یا اس سے مراد اُس کا
قسم والا یہ عمل مراد ہے یعنی میں نے تجھے جھوٹا قرار دیا اور میں نے تیری قسم کو باطل کر دیا۔ اور میں نے اُس کو

بخش دیا۔

شہ یارادی نے کہا۔ ایسے الفاظ وہاں کہے جاتے ہیں جہاں راوی کو یقین ہی حدیث کے الفاظ محفوظ نہ رہے ہوں۔ اے مسلم نے روایت کیا۔ اس حدیث میں اس شخص کو ڈانٹا گیا ہے اور حقیقت پسندی کا راستہ بتایا گیا ہے جو فاسق اور بدکار کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اللہ اُسے نہیں بخشے گا بلکہ اُسے پکڑے گا۔ یہی کہا گیا ہے۔ بیت۔

نا امید کن از سابقہ روز ازل تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب است و کز زشت

ترجمہ روز ازل میں جو کچھ ہو چکا ہے مجھے اُس سے نا امید نہ کر کہ اُسے غالب تو نہیں جانتا کہ پردے کے پیچھے اچائی ہے یا برائی۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْإِسْتِغْفَارِ أَنْ
تَقُولَ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ
وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
مَنْ أَسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ
كَثِيرٍ مَا صَنَعْتَ أَبَوْهُ لَكَ
بِعَمَلِكَ عَلَيْكَ وَأَبَوْهُ يَدَايِي
فَاعْفُ عَنِّي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
إِلَّا أَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنْ
الشَّهْرِ مُوقِنًا بِهَا فَنَاتَ مِنْ
يَوْمِهِ قِيلَ أَنْ يُبَشِّرَ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الاستغفار یہ ہے کہ تو کہے اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وان عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت من استطعت اعوذ بک من شوما صنعت ابوء لک بعملتک علی۔ فاعفونی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص یہ کلمات یقین سے پڑھتا رہے اور وہ اسی دن فوت ہو جاتا ہے تو وہ اہل جنت میں سے ہے اور جو شخص ان کلمات کو سات کے وقت پڑھتا ہے، ان پر بھیہے رکھتے ہوئے اور وہ پھر صبح ہونے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔

(بخاری)

فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ
قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ
بِهَا فَنَاتَ قَبْلَ أَنْ تَصْبِحَ
فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

(رداء بخاری)

۱۔ پہلے شیخ مشدود کے ساتھ اوس صغیرہ کی زبردستی تھی۔ آپ انصاری صحابی ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت کے بیٹے ہیں یہ اور ان کے باپ دونوں صحابی ہیں۔

۲۔ اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود حق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکے اور جو شر بھی تو نے بنایا ہے میں اُس سے پناہ مانگتا ہوں میں اعتراف کرتا ہوں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اور میں اپنے گناہ کا بھی اعتراف کرتا ہوں تو مجھے بخش دے بے شک کوئی نہیں بخشے والا مگر تو۔

۳۔ یعنی میں تیری عبودیت کے عہد پر قائم ہوں اور جو وعدہ میں نے تجھ سے کیا ہے اگرچہ میں اُسے پورا نہیں کر سکتا اور میں عہد و وعدہ تو نہیں نبھاسکتا مگر تیرے فضل و کرم سے اہل ایمان کے لیے اور تیرے اہل طاعت کے لیے پس میں تیرے عہد پر مقیم اور اعتماد کرنے والا ہوں اور تیرے وعدے کی تصدیق کرنے والا ہوں اور دل باندہ مگر تیری امید کے دروازہ پر بیٹھا ہوں اگرچہ مجھ میں ایسی کوئی عبادت نہیں جو ہونی چاہیے۔

۴۔ یعنی میں اتنی پابندی کر سکتا ہوں جتنی مجھ میں استعداد ہے اتنی نہیں کر سکتا جو تیری درگاہ کے لائق ہو۔ اور جس سے میں تیرا حق ادا کر سکوں کیونکہ وہ بشر کی قدرت اور آدمی کی طاقت سے باہر ہے۔

۵۔ اور میں تیری ذات کے پاس پناہ لیتا ہوں اُس بدی سے جو مجھ سے سرزد ہو چکی ہے۔ اور اُن گناہوں سے جو مجھ سے ہوئے ہیں بلکہ اس بندگی اور طاعت سے بھی میں پناہ پکڑتا ہوں۔ کیونکہ میری یہ طاعت معنی احسان سے خالی ہے اور میری اپنی یا قوت اور قوت کے دعوے کو مشتمل ہے۔ لغو و باطل من ذالک۔

میں تیری نعمت کا اعتراف کرتا ہوں جو کہ میرے اوپر ممتاز فیضان کی طرح نازل ہو رہی ہے۔

۶۔ یعنی ہمیشہ اور دائمًا جو گناہ مجھ سے ہوتے ہیں میں اُن کا اعتراف کرتا ہوں اور تیری نعمتوں کے شکر کی کوتاہی کو بھی تسلیم کرتا ہوں یہ معنی دائمی ہے اس میں انقطاع نہیں ہے۔ نعمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور گناہوں کا صدور بندے کی طرف سے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کب تک میری طرف سے تجھ پر خیر و برکت نازل ہوتی رہے گی اور کب تک تیری طرف سے شرک و کفران صادر ہوتا رہے گا۔ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تجھ سے دوستی رکھتا ہوں حالانکہ میں تجھ سے بے نیاز ہوں اور تو مجھ سے دشمنی کرتا ہے اور میری معصیت اور نافرمانی کرتا ہے۔ حالانکہ تو میرا محتاج ہے۔

۷۔ کہ اس میں غایت درجہ عجز و انکسار اور نہایت درجہ ذلت و محتاجی دیکھائی ہے اس لیے اس کو سید الاستغفار کہا گیا ہے کیونکہ اس میں بہت سے معافی جمع ہو چکے ہیں۔ سیدائے کتب ہیں جو قوم کا سردار و پیشوا ہو۔ سب

حاجتیں اُس کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اس استغفار کا حاصل معنی یہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے گناہوں و تقصیرات پر نظر رکھے اور بالکل محتاج و فقیر ظاہر کرے۔ اس لیے کہ اگر اپنے نفس کے عیوب کی تفتیش کرے گا تو اپنے عمل کو ناقص پائے گا کہ وہ اعمال اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں قربت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور وہی اُس کی شان کے لائق ہیں کسی نے کتنا ہی اچھا کہا ہے۔ بیت۔

اطاعت ناقص بموجب غفران نشود راجیم گرد و علت عصیان نہ شود

ترجمہ۔ ہماری ناقص طاعات ہماری بخشش کا سبب نہیں بن سکتی۔ ہم راضی ہیں اگر ہمارے گناہوں کو کہیں سے مردہ نہ کرے۔

بیت۔ مگر طاعت خود نقش کتم بر ناسنے و آن نان بنم پیش گئے بر خواسنے
واں سگ سلسے مگر ستہ دزدانے از جنگ دران نزد دندانے

ترجمہ (۱) اگر میں اپنی طاعت اور فرمانبرداری کا کسی روٹی پر نقش بنالغز اور وہ روٹی کتے کے آگے رکھ دوں تو وہ کتا اگر سال بھر بھی قہر میں پڑا رہے اور وہ روٹی اس کے سامنے ہو تو شرم کے مارے اُس روٹی کو مات نہ لگائے اللہ تعالیٰ اس سے کہنے والے پر رحم فرمائے۔

اور اگر فرشتا کوئی عمل خالص بھی ہو جائے مگر مالِ معیج نہ ہو جب اُس کا وقت صاف اور ٹھیک ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا مشاہدہ کرتا ہے اپنی طرف سے نہیں جانتا اور اُس پر ضرور اور دھوکے میں نہیں آتا۔ اور اپنے آپ کو اہلِ دستِ حق نہیں سمجھتا۔ پس بندہ ہمیشہ اپنے عمل کے عیوب کو دیکھتا رہتا ہے اُس کے بالمقابل خدا کے فضل پر نگاہ رکھتا ہے۔ بندے کا یہ حال اعلیٰ درجے کا عرفان اور بہت ہی نفع اور سلامتی والی حالت ہے۔ بندہ اس کے باوجود حق تعالیٰ کے وعدے کو مضبوطی سے تھامے اور اُس کے عہد کو مضبوطی سے باندھے۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ بندہ عہدِ عبودیت کو پورا کرنے میں ثبات و استقامت دیکھنے اور عبودیت کے حقوق ادا کرنے میں پورے کوشش کرتا ہے اب اس کے بعد حضور علیہ السلام سید الاستغفار کی فضیلت بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات دن کو پڑھتا ہے اپنی آخر۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے بے شک

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ

إِنَّكَ مَا عَفَوْتَ لَكَ عَلَى مَا كَانَ رِيقَكَ
وَلَا أَبَايَا يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ
بَكَعْتَ دُمُوعَكَ عَنَانَ السَّمَاءِ
لَمْ أَسْتَغْفِرْ لَكَ عَفْوَتُ لَكَ
وَلَا أَبَايَا يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ
لَوْ كَفَيْتَكَ بِقَرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا
لَمْ كَفَيْتَكَ ۚ كُتِبَ لَكَ فِي شَيْئَا
لَا تَكُنْ بِقَرَابِهَا مَغْفِرَةً .

(مسند احمد الترمذی و درکاء احمد
و الثاری عن ابی یوسف)

و قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

لہ یعنی تیرے گناہ۔

لہ کہ کوئی یہ کہے کہ جو شخص گناہ کا ردائق نہ اٹھا لے کیوں بخش دیا۔

لہ بیان حدیث میں لفظ حنان آیا ہے عین کی زیر سے یعنی ابراہیم کی نسبت بلندی میں مہالے کے لیے کہی
جاتی ہے۔ ایک روایت میں حنان عین کی زیر سے بھی آیا ہے یعنی وہ چیز جب قنار پر کو سرٹھائے تو بکے آسمان میں
نظر آئے اور تو اس کی جانب دیکھے اور حنان یعنی ارد گرد جمع من بھی ایک روایت ہے۔

لہ بیان حدیث میں لفظ قراب آیا ہے ق کی زیر یا پیش سے یعنی ایسی چیز جو مقدار میں دوسری کے قریب
ہو پس قراب اصل یعنی زمین کے صبر ہوئے ہوئے کے قریب۔

کتاب مشرق میں دریا کہ قراب ق کی زیر سے چلے کے لیے برتن کو کہتے ہیں جس میں تلوار یا نیام یا چھری
اور تادیب وغیرہ رکھتے ہیں اور سوال کا توشہ جو ہلکا ہوتا ہے وہ بھی اس میں رکھتے ہیں اور قراب یعنی ق کی پیش سے
یعنی قرب آتا ہے۔ حدیث میں پیش اور زیر دونوں طرح آیا ہے۔ کتاب مشرق کا کلام ختم ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
مَنْ عَلِمَ آتَى ذُو فَتْدَرَةٍ عَلَى
مَغْفِرَةٍ الذُّنُوبِ عَقَرَتْ لَهُ
وَلَا أَبَالِي مَا لَمْ يُشْرِكْ بِي
شَيْئًا.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو بندہ یہ جانتا ہے کہ میں گناہوں
کے بخشنے پر قدرت رکھتا ہوں تو میں اُسے بخش دیتا
ہوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جب تک کہ اُس
نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا ہوگا۔
اسے شرح سنہ میں روایت

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّنَّةِ)

کیا۔

لہٰذا کیونکہ جب وہ جانتا ہے کہ خداوند تعالیٰ گناہوں کو بخشنے پر قادر ہے تو وہ اُس سے اُمید رکھتا ہے اور جو
شخص کریم سے اُمید رکھتا ہے تو کریم اُسے محروم نہیں کرتا قدرت کا ذکر اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ کو عذاب دینے کی
طاقت بھی ہے اسی لیے وہ بندہ خوف بھی رکھتا ہے اور جو شخص قادر سے ڈرتا ہے وہ اُس پر رحم کرتا ہے۔ نیز یہ شخص
کیونکہ خدا سے تعالیٰ اور اُس کی صفوں پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کے شامل حال ہوتی ہے یہاں شرک
نہ کرنے کا ذکر ایمان کی تاکید کے لیے آیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ لَزِمَ إِلَّا سِتْفَعَارًا جَعَلَ
اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا
وَمِنْ كُلِّ هَوٍّ قَدْرًا وَتَزَوَّدَ
مِنْ حَيْثُ لَا تَحْتَسِبُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص اپنے لیے استغفار کو لازم کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے
ہر تنگی سے نکلنے کی جگہ مہیا کر دیتا ہے اور ہر فکر سے اُسے
کنارا رکھ دیتا ہے اور اُسے اُس جگہ سے رزق دیتا
ہے جہاں سے اُسے گمان نہیں ہوتا۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ
مَاجَةَ)

کیا ہے۔

لہٰذا اور جہاں سے اُس کو امید نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص استغفار کو اپنے لیے لازم کر لیتا ہے تو اُس کے گناہ بخش
دیے جاتے ہیں وہ متقی کے حکم میں ہو جاتا ہے جس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور متقی کا حال یہی ہے جو ذکر کیا گیا
ہے کہ اُسے وہاں سے روزی ملتی ہے جہاں سے کوئی گمان نہیں ہوتا۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصَدَّ مَنِ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص نے استغفار کر لیا اُس نے گناہ پر اصرار نہ کیا

اسْتَغْفَرَ وَ لَ اِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ
سَبْعِينَ مَرَّةً

اگر چہ وہ دن میں ستر دفعہ گناہ کی طرف لوٹے۔
اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔

(تَوَاہُ التَّوْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ اصرار یعنی کس حالت پر ہمیشہ رہنا اور کسی چیز پر مقیم ہو جانا گناہ پر اصرار کرنا مذموم ہے اور مغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے پس حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص استغفار کرتا ہے وہ اصرار سے باہر نکل آتا ہے اور بے استغفار گناہ کرنے والا گناہ پر اصرار کر رہا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ گناہ کو بار بار کرے اور دل میں بے یاسی محسوس کرے بحر مال استغفار کرنے سے اصرار کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَيِّنَةٍ أَدَمَ خَطَايَا وَ تَحِيَّرَ الْخَطَايَيْنِ الشَّوَابُونَ رَوَاهُ التَّوْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ قَالَ دَارِمِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کے اکثر بیٹے خطا کار ہیں اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو بہت توبہ کرنے والے ہیں۔

اسے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے

روایت کیا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ خطا آیا ہے یہ صیغہ مبالغہ ہے اور اس میں کثرت خطا کا اعتبار کیا گیا ہے۔ یہاں یہ معنی ظاہر کرنے کے لیے کہ آدم کا بیٹا بہت ہی خطا کار ہے یا وہ ہے کہ خطا ثواب کی منہ ہے اسی طرح آدم کا بیٹا برائی اور گناہ بھی کرتا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی لوگ خطا سے معصوم نہیں۔ اور اگر خطا میں مغیرہ گناہ بھی شامل کریں جیسا کہ بعض کے قول کے مطابق کہ مغیرے کا صارف ہونا بھی جائز مانتے ہیں اور خطا کو مغیرے میں شامل کرتے ہیں تو اس صورت میں انبیاء بھی اس میں داخل ہوں گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَ اِنْ الْمُؤْمِنِ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ مَكْتَبَةً مَسْوُودَةً فِي قَلْبِهِ كَ اِنْ كَتَبَ وَ اسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ وَ لَ اِنْ كَاذَا كَاذَتْ حَقِّي تَعَلُّوا قَلْبَهُ فَذَلِكُمُ السَّوْءُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک میں جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک کالا نکتہ پڑ جاتا ہے پھر اگر توبہ اور استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اس کا گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نکتہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتا ہے قریم ہی میل کچیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے

اپنے کلام میں فرمایا ہے دلائل ران علی تلوہم ما کاذبا
(یکسبون)

الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى كَلَّا بَلْ
ذَانِ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ .

اے احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے
روایت کیا۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
ابْنُ مَاجَةَ)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح

وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۱۔ یعنی وہ گناہ دل میں سیاہ نکتہ پڑنے کا سبب بن جاتا ہے اور نکتہ بمعنی نقطہ آتا ہے اصل میں نکتہ اس اثر کو
کہتے ہیں جہنم میں پر چڑی اسے پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ بلکہ اُن کے دلوں پر رنگ چڑھ گیا ہے اُن کے اُن اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (کہتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک
اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کریتا ہے اس کے
کے میں جان پہننے سے پہلے تک۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا نَ اللَّهُ يَقْبَلُ تَوْبَةَ
الْعَبْدِ مَا لَمْ يَكْزُ حِينَئِذٍ .

اے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ یعنی جب تک کہ اس کی روح گمے میں نہیں پہنچ رہی۔ یہاں حدیث میں یغیر فرمایا ہے جو کہ غفرہ سے بنا
ہے جس کا معنی ہے آواز کا گمے میں آنا جانا اور ہانک گمے میں پہنچ جانا۔ اصل میں غفرہ کہتے ہیں گمے میں پانی کو گھمانا
اور مرنے کے وقت گمے میں غفرے کی طرح آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ مسک کے ماضی
ہو جانے پر توبہ قبول نہیں ہوتی چاہے کفر سے توبہ ہو یا گناہ سے۔ اور آئیے ہمارے کہ انا التوبہ بھی اس معنی کو ظاہر کرتی
ہے مگر بعض علماء اس جانب گئے ہیں کہ مسک دیکھ لینے کے وقت گناہ سے توبہ صحیح ہے کفر سے صحیح نہیں ہے۔ پس
اُن کے نزدیک وہ ایمان مقبول نہیں جو ایسی کے وقت بندہ قبول کرتا ہے مگر توبہ مایوسی کے وقت کی بھی مقبول
ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
شیطان نے کہا یا اب مجھے میری عزت کی قسم ہے میں

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا نَ الشَّيْطَانُ قَالَ وَ

عِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْذُرُ أُخْيُو
عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ
فِي أَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ
عَزَّوَجَلَّ وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي وَ
اِزْتِنَاعِ مَكَانِي لَا آذَالَ اِعْغِزُ
لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ
مَسِيرَةُ سَبْعِينَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ
لَا يَغْلِقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ
مِنْ قَبْلِهِ وَ ذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ
تَعَالَى يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا
لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
(رَوَاهُ التَّيْمِيذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

سہ سال عین کی زبردست مشد آپ صوابی ہیں رکوع میں سکوت پذیر رہے آپ بارہ جنگوں میں شریک ہوئے۔
کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود ان سے حدیث روایت کرتے تھے۔

سہ لیکن اس آیت کا ظاہر یہ واضح کرتا ہے کہ ایمان قبول نہیں ہوتا جب تک کہ کفر سے توبہ نہ ہے اور حدیث مطلقاً دلالت
کرتی ہے کہ اُس وقت کسی قسم کی کوئی توبہ قبول نہ ہوگی چاہے کفر سے ہو چاہے گناہ سے ہو جیسا کہ کہا گیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجرت ختم
نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی اور توبہ منقطع نہ ہوگی

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْهَجْرَةُ

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا۔

حَتَّى تَنْقُطَ التَّوْبَةُ وَكَأَنَّ
تَنْقُطَ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ
الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا.

اے احمد ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُو دَاوُدَ
وَالدَّارِمِيُّ

اے یہاں ہجرت سے مراد ہجرت متعارف نہیں جو کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہو کیونکہ وہ تو منقطع ہو چکی ہے بلکہ ہجرت سے گناہوں اور خطاؤں کو چھوڑ دینا مراد ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور خطاؤں کو چھوڑ دے یا ہجرت سے وہ مقام مراد ہے جس میں نیک بات کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی قدرت ختم ہو جائے۔ تو بندے کو حکم ہے کہ وہاں سے چلا جائے۔ یہ ہجرت اُس وقت منقطع ہوگی جب اللہ تعالیٰ کا حکم اور اُس کی شریعت ختم ہوگی اور یہ وہ وقت ہوگا جبکہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا کہ اُس وقت توبہ قبول نہ ہوگی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَجُلَيْنِ
كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَعَابَيْنِ
أَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ
وَالْآخَرُ يَقُولُ مُدْنِيكَ فَجَعَلَ
يَقُولُ أَقْصِرْ عَمَّا أَنْتَ فِيهِ
كَيَقُولَ خَلِيقِي وَرَبِّي حَتَّى وَجَدَهُ
يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَهُ فَقَالَ
أَقْصِرْ فَقَالَ حَيِّئِي وَرَبِّي أَبْعَثْتَ
عَلَيَّ رَقِيبًا فَقَالَ وَاللَّهِ
لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ أَبَدًا
وَلَا يَدْخِلُكَ الْجَنَّةَ فَبَعَثَ
اللَّهُ إِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بنی اسرائیل میں دو آدمی بہتے تھے اُن دونوں کی آپس میں بڑی محبت تھی اُن میں سے ایک عبادت میں بڑی کوشش کرتا تھا دوسرا یہ کہتا تھا کہ میں بڑا گناہگار ہوں تو وہ آدمی جو عبادت زیادہ کرتا تھا اُس نے کہا اے گناہ کرنے والے تو اُس سے رک جا جس میں تو پڑا ہوا ہے وہ بندہ کہتا تھا مجھے اور میرے رہا کر خالی چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ ایک دن اُس عاجز ہونے دوسرے کو ایک گناہ میں پلایا جائے بڑا عظیم محسوس ہوا تو اُس سے کہا باز آ جاؤ اُس نے کہا مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو کیا تو میرے اوپر نگہبان بن کر آیا ہے تو اُس مابہ نے کہا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تجھے کبھی نہ بخشے گا اور تجھے جنت میں داخل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کی طرف فرشتہ

أَرْوَاهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهُ
فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ ادْخُلِ الْجَنَّةَ
بِرَحْمَتِي وَ قَالَ لِلْآخِرِ اسْتَطِيعُ
أَنْ تَحْطُرَ عَلَى عَبْدِي رَحْمَتِي
فَقَالَ يَا لَذَاتِ قَالَ أَذْهَبُوا
بِهِ إِلَى النَّارِ -

(دَوَاۤءُ أَحْمَدُ)

بیچ دیا فرشتے نے اُن دونوں کی رو میں قبض کر لیں تو
وہ دونوں بندے اُس کے پاس جمع ہو گئے اللہ تعالیٰ نے
عکس دیکھا تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہوا اور
دوسرے فرمایا کیا تجھ میں طاقت ہے کہ تو میری رحمت میرے
بندوں سے روکے۔ عرض کیا یا رب مجھے یہ طاقت نہیں
ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے دوزخ میں لے جاؤ۔

(احمد)

اے اور تو میرے اُپر نگران بن گیا ہے گویا وہ مرد استغفار کرتا تھا اور اپنے استغفار کو چھپا کر رکھتا تھا۔ اسی وجہ
سے یہ حدیث باب استغفار میں لائی گئی۔ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بہشت میں جائیگا
تو مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو باب وسعت رحمت میں لایا جاتا جو کہ آگے آئے گا۔
نہ کیونکہ یہ اپنے عمل پر عجب و اعتماد کرتا تھا اور گناہ گار کیلئے قادرِ کریم کی بخشش کی نفی کرتا تھا مگر امید ہے کہ آخر کار یہ عمل والا انسان بھی بخشا جائیگا اور بہشت میں
داخل ہوگا بیت غافل مشو کہ مرکب مردانِ زہد را در سنگاخ باد یہ پیا بریدہ اند
ترجمہ تو غفلت اور فریب میں نہ پڑ کہ زہد پر نیرگاری دکھانے والوں کی سراریں پر سلوک و طریقت کے چھریلے صحرائوں میں ڈاکے پڑ چکے ہیں (شیطان انہیں
بکھانے میں کامیاب ہو چکا ہے) اور قدسے ازلی بصلوں کے تحت رحمت و بخشش سے دور چھینک دے گئے ہیں بیت
نومیدم مباش کہ زمان باد و نش ناگہ بیک طروش بنزل رسیدہ اند
یعنی ایک ہی بار سچی توبہ کی اور اللہ کی درگاہ میں قبول ہو گئی تو سب ہی حق کی موت کے امیدوار ہیں اور وہ قادر و مختار ہے۔ بیت

ای سوختہ سوختہ سوختنی دسے آنش دوزخ ز تو افزوختنی

تاکے گئے کہ بر عمر رحمت کن حق را تو کئی کہ رحمت آمرختنی

ترجمہ (۱) اے جلتے ہوئے تو جل کر ہی ہے گا اور آتش دوزخ تجھ سے ہی روشن ہوگی۔

(۲) تو کب تک کہے گا کہ عمر پر رحمت کر تو کون ہے جو حق کو رحمت کرنا سکھاتا ہے۔

وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ عَنْهَا

يَزِيدُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقْرَأُ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا

عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ

حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ

یہ آیت پڑھتے تھے۔ یا عبادِ الذین اسرفوا علی انفسہم

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً اے میرے

بند و جنوں نے اپنی جانوں پر زیارت کی کہ ہے اللہ تعالیٰ کی

رَحْمَةً اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ
الدُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّ لَا يُبَالِي
(دَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
غَرِيبٌ وَفِي شَرْحِ الشُّنَّةِ يَقُولُ
بَدَلًا يَقْرَأُ

رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ تمام
گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اسے کوئی پرواہ نہیں ہے
اے احمد و ترمذی نے روایت کیا۔

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب
ہے اور شرح السنۃ میں یقرا کی جگہ بقول
آیا ہے۔

۱۔ آپ جلیل القدر انصاری صحابیہ میں آپ کا خاندان عقل دین و شجاعت میں مشہور تھا۔ آپ غزوہ تبوک میں شریک
تھیں اور آپ نے غیمے کی ٹکڑی سے نو کافروں کو مارا تھا۔
۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کا قول مبارک ہے یعنی اللہ تعالیٰ گناہ بخش دیتا ہے اور اسے کوئی پرواہ
نہیں ہوتی جیسا کہ فصل اول میں گزرا کہ اے بندے میں نے تجھے بخشا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ یہ راوی کا قول ہو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھتے تھے اور کوئی ڈر محسوس نہیں کرتے تھے اور نہ اس مضمون
کو چھپاتے تھے۔ تیسری فصل میں حضرت ثوبان کی حدیث کے بیان میں اس کی مزید وضاحت آرہی ہے۔
۳۔ چنانچہ وہاں اس طرح روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یا باری
الذین اسرؤا الی آخر۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ
اللّٰهِ اِلَّا اَللّٰمَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ
اِنَّ تَغْفِرَ اللّٰهُمَّ تَغْفِرُ جَمًّا
وَ اَيُّ عَبْدٍ تَلَ لَا اَلَمَّا
(دَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے
اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق کہ اے اللہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہلی اگر تو بخشنے کو بڑے
گناہ بخش دے گناہ مغیرہ کس بندے نے نہیں
کیا ہے

(ترمذی)

اور کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ہے۔

۱۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْاَشْيَاءِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّعْمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ
یعنی وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور فواحشات سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ بے شک تیرا سب
بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔ یعنی مغفیر۔ اور تھوڑے گناہ۔ تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گناہوں کے لیے فراغ مغفرت والا ہے

نعت کی کتاب صراح میں آیا ہے لم یعنی گناہ منفرہ کرنا۔

۲۷ یہاں حدیث میں بڑے گناہ کے لیے لفظ مجا آیا ہے۔ جمیم کی ذریم کی شر سے بمعنی کبیر و عظیم۔

۲۸ یعنی تیری شان اور تیرا فضل یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کو بھی بخش دے۔ منفرہ کیا ہوتے ہیں۔ امتیر سے بندوں میں سے کون ہیں جن سے منفرہ گناہ نہ ہوا ہو اور تیری شان تو یہ ہے کہ تو گناہ حسنات سے بدل دیتا ہے۔ دراصل یہ اُمیہ بن ابی العلی کا شعر ہے جو شرائے جاہلیت میں سے ہوا ہے۔ یہ شخص اپنے زمانے میں اپنے آپ کو دین دار سمجھتا تھا اور حکمت اور دانائی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے شر سے انکار کرتے تھے اور انہیں پڑھا کرتے تھے اس شخص کے حالات بیان شعر کے باب میں آ رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ صبح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شر بنائیں سکتے تھے دوسرے کے شر پڑھ سکتے تھے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا
عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا
مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُونِي الْهُدَى
أَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فُضَّاءٌ إِلَّا
مَنْ آغْنَيْتُ فَسَلُونِي آرِزُوا فَكُمُ
وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ
عَافَيْتُ فَتَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ
إِنِّي ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ
فَاَسْتَغْفِرْنِي عَفْرَتُ لَهُ وَكَأ
أَبَائِي وَكُوْنُ أَنْ أَوْ لَكُمْ وَ
أَخْرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيَّتَكُمْ
وَرَطَبَكُمْ وَ يَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا
عَلَى آتِي قَلْبٍ عَقِيدٍ مِّنْ
عِبَادِي مَا زَادَ ذَلِكَ فِي
مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَكُوْنُ أَنْ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو
سوائے اُن کے جسے میں ہدایت دوں تو مجھ سے
ہی ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دوں گا۔ تم سب بغیر
ہو سوائے اُن کے جسے میں غنی کر دوں تو مجھ ہی
سے مانگو میں نہیں روزی دوں گا اور تم سب گناہگار
ہو سوائے اُن کے جسے میں سلامتی عطا کروں۔ تو تم
میں سے جس نے جان لیا کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں
پھر اُس نے مجھ سے معافی مانگی تو میں اُسے بخش دوں گا اور
مجھے کوئی پرہیز نہیں اور اگر تمہارے اگلے
اور تمہارے پچھلے زندے مردے تر و خشک
میرے بندوں میں سے نیک ترین بندے کے
دل پر جمع ہو جائیں تو ان کی یہ نیکی میرے ملک
میں پھر کے پر کے برابر بھی نہیں بڑھا سکے گی
اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مردے تر و
خشک میرے بندوں میں سے بد بخت ترین دل پر

أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَتَّىٰ كُمْ وَ
مَتَىٰ كُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَا بَسَكُمْ
اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَثْقَىٰ قَلْبِ عَبْدٍ
مِّنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ
مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَكَوَأَنَّ
أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَتَّىٰ كُمْ وَ

مَتَىٰ كُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَا بَسَكُمْ
اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ
فَنَسَّأَلُ كُلُّ إِنْسَانٍ مِّنْكُمْ مَا
بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِدٍ مَا
نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا
كَوَأَنَّ أَحَدَكُمْ مَرًّا بِالْبَحْرِ
فَقَعَسَ فِيهِ إِبْرَةً لَّهُمْ دَكَّتْهَا
ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ قَاسِمٌ أَعْلَىٰ
مَا أُمْنِيَّتُ عَطَايَ كَلَامِي وَهَذَا فِي
كَلَامِي إِنَّمَا أُمِرْتُ لِشَيْءٍ إِذَا
أَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ
رَمَاوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّوْحِيدُ مِذْيَ وَ

(ابن ماجہ)

رعایت کیا۔

لے اس کلام میں اس چیز کا بیان ہے کہ عاقبت گناہوں کے چھوڑنے میں ہے۔ اور ایسی ہی عاقبت اتم اور
اکمل ہے۔

لے درحقیقت یہ کناہ ہے تمام بندوں سے وہ جس صفت پر بھی ہیں جیسا کہ فرمایا (ولا رطب ولا یابس الا فی
کتاب مبین) انیس ہے کوئی تر اور خشک چیز مگر وہ روشن کتاب میں موجود ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ تر سے نباتات
و درخت مراد ہیں اور خشک سے پتھر اور انیس دغیر یعنی اگر فرض کر لیں کہ جو کچھ زمین میں ہے یعنی پتھر و درخت
سب انسان بن جائیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تر اور خشک سے انسان اور جن مراد ہوں کیونکہ انسان کو پانی سے پیدا کیا گیا۔

مَرْثَاةٌ

تھے

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَابْنُ مَاجَةَ

(احمد، ترمذی، ابوداؤد)

ابن ماجہ

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارٍ بْنِ
زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ
جَدِّي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ
أَتُوبُ إِلَيْهِ عُفِيَ لَهُ وَإِنْ
كَانَ قَدْ قَرَّ مِنَ الرَّحْمَةِ

حضرت بلال بن یسار بن زید سے روایت ہے
جو حضور نبی کریم علیہ السلام کے غلام ہیں فرماتے ہیں مجھ
سے میرے والد نے میرے دادا نے روایت کی انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے
میں معافی مانگتا ہوں اُس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود
نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اُس کی
بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اُس کی بخشش کر دی جائے
گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگتا ہو۔

(ترمذی، ابوداؤد)

لیکن ابوداؤد کے نزدیک راوی
بلال بن یسار ہیں اور ترمذی نے فرمایا
یہ حدیث غریب ہے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ أَبِي دَاوُدَ هِلَالِ
بْنِ يَسَارٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ
هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اے یسار یا کہ زبیر غیر مشد آب حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں اور یہ زید کی معیت ہے۔ یہ زید زید بن عمار
کے علاوہ ہیں۔ آپ زید بن بولہ باکی زبیر و ساکن سے۔ یہ بولہ کے غلام ہیں صحابی ہیں۔ یہ بلال اور ان کے باپ تابعی
ہیں بلال باپ سے روایت کرتے ہیں اور اپنے دادا سے۔

اے قاضی میں بھی بلال بن یسار درایا مگر مشہور بلال بن یسار ہے۔ اور اکثر کتابوں میں جیسے جامع الاصول
اور الکاشف وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت ابیہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَسَمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ
لَيَرْفَعَنَّ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ
فِي الْجَنَّةِ قِيْقُولُ يَا رَبِّ أَتَى
لِي هَذِهِ قِيْقُولُ بِاسْتِغْفَارِ
وَلَدِكَ لَكَ .

(تَوَاہِدُ أَحْمَدُ)

(احمد)

اے یہ نکاح کے منافع میں ایک نفع ہے اور فرائد نکاح میں سے بہت بڑا فائدہ ہے۔ اور یہ ان تین چیزوں میں سے ایک ہے جو بندہ مومن کی موت کے بعد اس کے عمل اور اس کی نیکیوں میں سے اس تک پہنچتی رہتی ہیں۔ جیسا کہ کتاب کے ابتدا میں گزرا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي
الْقَبْرِ إِلَّا كَالْفَرِيقِ الْمَتَّعِثِ
يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تُلَحُّهُ مِنْ
أَبٍ وَ أُمٍّ وَ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ
فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ
مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا وَ إِنْ
اللَّهُ تَعَالَى لَيَدْخِلَنَّ عَلَى أَهْلِ
الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ
أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ
الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ
لَهُمْ - رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيمَانِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہوتا میت قبر میں گرو دہنے والے اور فریاد کرنے والے کی طرح جو کہ دعا کی انتظار میں ہوتا ہے جو اسے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے جب ان میں سے کسی کی طرف سے اُسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس میت کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ البتہ اہل قبور کے لیے داخل کرتا ہے۔ اہل زمین کی دعائیں پہاڑوں کی مانند بنا کر اور بے شک زندوں کا ہر یہ مردوں کے لیے اُن کے لیے استغفار ہے۔

اے بیٹی نے شب الایمان میں روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبارک ہے اس

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِي لِيَمَنْ وَجَدَ
فِي صَحِيفَتِهِ اِلِسْتِغْفَارًا كَثِيرًا -
پائے گا۔

رَمَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى
النَّسَائِيُّ فِي حَمَلِ يَوْمٍ وَ اللَّيْلَةِ
اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور نسائی نے
عمل الیوم واللیلہ میں روایت کیا۔

اے ہاکی پیش سین ساکن۔ آپ صحابی ہیں آپ کے باپ ماں، بھائی بہن سب صحابی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
ان لوگوں کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے اور ان کے لیے دوائے خیر فرماتے تھے
آپ نے ملک شام میں قیام فرمایا اور حمص شہر میں وفات پائی۔
اے اس سے مطلوب استغفار کی طرح اور اہل استغفار کو بشارت ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ
الَّذِينَ اِذَا احْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَ اِذَا
اسَاؤُا اسْتَغْفَرُوا -
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اے اللہ مجھے ان
لوگوں میں سے کر کہ جب وہ نیکی کریں تو خوش ہوں اور
جب ان سے برا کام ہو جائے تو استغفار
کریں۔

رَمَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ الْبَيْهَقِيُّ
فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى
اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے
الذمات الکبیر میں۔

اے یعنی توفیق الہی کا شکر کر کے خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوشی منائیں اور جب برائی ہو جانے کی صورت
میں اپنی کوتاہی کو دیکھ کر استغفار کریں تو نیک عمل سے آراستہ نہ ہونے پر پریشان ہوں۔ بزرگ فرماتے ہیں دل کے زندہ
ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جب ان سے نیک عمل ہو تو خوش محسوس کریں اور جب کوئی برائی ہو جائے تو ملناک ہوں۔

وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ
حَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
الْآخَرُ عَنْ تَقْسِيمٍ قَالَ رَأَيْتُ
الْمُؤْمِنَ يَذِي ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَائِدٌ
تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ
حضرت حارث بن سويد سے روایت ہے فرماتے ہیں
ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے دو حدیثیں بیان
فرمائیں۔ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے اپنی طرف
سے جو آپ نے حدیث بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ آپ
نے فرمایا کہ بے شک مومن جب اپنے گناہ دیکھتا
ہے تو یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ کسی پہاڑ کے

وَلَا النَّاجِزَ تَبْرِي دُتُوبَةٍ كَذَّبَ
مَرَّ عَلَى آتِيهِ فَقَالَ بِهِ هَكَذَا
أَيُّ بَيْدَةٍ قَدَبَتْ عَنْهُ شَقَّ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ
أَفْرَحُ بِتُوبَةِ عَبْدٍ الْمُؤْمِنِ
مِنْ رَجُلٍ تَوَلَّى فِي أَرْضٍ دَرِيَّةٍ
مَمْلُوكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا
طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَنَوَضَعُ
رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَأَسْتَيْقِظُ
وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا
حَتَّى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ
أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ
أَرْجِعْ إِلَى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ
فِيهِ فَنَامَ حَتَّى آمَرَتْ فَوَضَعُ
رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ
فَأَسْتَيْقِظُ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ
عَلَيْهَا زَادَةٌ وَشَرَابُهُ فَاللَّهُ
أَشَدُّ فَرَحًا بِتُوبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ
مِنْ هَذَا بِرَاحِلَتِهِ وَزَادَهُ رَوَى
مُسْلِمٌ التِّرْمِذِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ
فَحَسَبُ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمُؤَقِّفُ
عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ أَيْضًا۔

نیچے بیٹھا ہوا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے کہ وہ اس پر گری
پڑے گا اور بے شک فاجر اور بدکردار اپنے گناہ
دیکھتا ہے تو یوں محسوس کرتا ہے جیسے کھمی اس کی ناک
کے اوپر سے گزر گئی۔ تو اس کھمی کی طرف یوں اشارہ
کیا تو اسے اپنے پر سے اٹا دیا۔ دوسری حدیث
جو حضرت علیہ السلام سے روایت کی وہ یہ تھی کہ پھر
حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے
تھے اے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی توبہ سے
اُس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی زمین میں
اُترا جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو اور وہ بیابان ہو۔ اُس
کے ساتھ اُس کی سواری ہو سواری پر اُس کا کھانا
پینا ہو۔ اُس نے اپنا زمین پر سر رکھ دیا اور سو گیا پھر
بیدار ہوا اس حالت میں کہ اُس کی سواری کہیں جا چکی
ہو وہ اُسے تلاش کرے یہاں تک کہ جب اُس پر
گرمی اور پیاس شدید ہو جائے یا جرات تعالیٰ چاہے اُس
بلا مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو کہنے لگے میں اپنے
اُس مکان کی طرف چلتا ہوں جہاں میں تھا۔ تاکہ میں
مراؤں تو وہ اپنا سراپنی کلائی پر رکھتا ہے تاکہ مر جائے
پھر وہ آنکھیں کھولتا ہے تو اپنا کھانا اپنی سواری کو اپنے پاس
پاتا ہے۔ اُس پر اس کا سفر خرچ اور پانی موجود ہوتا ہے تو
اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے
اُس آدمی کی نسبت جس کی سواری اور سفر خرچ واپس مل جاتا ہے
روایت کیا مسلم نے مرفوع حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور
پس۔ اور روایت کیا بخاری نے موقوف حدیث کو حضرت ابن مسعود سے بھی۔

۱۷۔ سین کی پیش داوکی زبر یا ساکن سے آپ کو فہ کے اکابر تابعین اور وہاں کے ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ شخصیت اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جن کا مال بیان ہر کے یعنی ان کی خوبیاں اعلاہ بیان سے باہر ہیں۔

۱۸۔ یعنی وہ اپنے گناہوں کو چاہے کبیرہ ہوں یا صغیرہ پیٹروں کی مانند دیکھتا ہے ہر وقت ڈر رہا ہوتا ہے۔ یہ میرے اوپر گرنے پڑے۔ یعنی گناہ کو بہت بڑی پریشانی اور نقصان کی چیز خیال کرتا ہے۔

۱۹۔ یعنی اپنے ناک کے اوپر سے کبھی کو اڑا دیتا ہے یا اپنے اوپر سے اڑا دیتا ہے اور اسے اپنے گناہ سے کوئی خوف و ڈر نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کی سزا کے طور پر ہلاکت میں گرنے کا خوف محسوس کرتا ہے۔

۲۰۔ یہاں حدیث میں لفظ دویتہ آیا ہے۔ دکی زبرد شدہ کی زیر اُس کے بعد یا مشد و معنی بیابان اور ایسی خالی زمین جس میں گھاس نہ اُگتی ہو۔ ایک روایت میں الف کی زیادتی کے ساتھ داویتہ بھی آیا ہے۔ دویتہ کا اصل دلد شدہ کے ساتھ معنی بیابانی زمین بعض دفعہ ایسے کلمے میں الف کو بھی زیادہ کر دیتے ہیں۔ جیسے طی کو طائی یہاں حدیث میں ایک دوسرا لفظ ہلکتہ آیا ہے یعنی جائے ہلاکت میم کی زبر لام کی زیر سے اور ایک روایت میں ہلکتہ آیا ہے یعنی میم کی پیش لام کی زیر سے معنی ہلاک کرنے والی جگہ۔

۲۱۔ اس آدمی سے بھی جس کا توشہ گم ہو چکا ہوتا اور اُس کی سواری بھاگ چکی ہوتی ہے اسی طرح بندہ گناہگار اپنے مولا تعالیٰ سے بھاگا ہوتا ہے۔ اور توبہ کرنے سے وہ پھر اُس کے پاس آ جاتا ہے۔

۲۲۔ مسلم نے ان دونوں حدیثوں میں سے اسی مرفوع حدیث کو جو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتی ہے روایت کیا جس میں کہ سواری کے بھاگ جانے اور پھر واپس آنے کا قصہ مذکور ہے۔ پس موقوف حدیث کو جہاں مسعود پر موقوف ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ مومن گناہ کر پیٹڑ کی طرح دیکھتا ہے اور منافق کبھی کی طرح روایت نہیں کی۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي عَدُوٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَ النَّوَابِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ بندہ مومن سے جو سنتے ہیں مبتلا اور توبہ کرنے والا ہو، محبت کرتا ہے۔

۲۳۔ یعنی اُس بندہ مومن سے پیار کرتا ہے جو مامی میں مبتلا ہو اور گناہوں کی آزمائش میں پڑا ہو مگر بڑی توبہ کرتا ہو اللہ تعالیٰ کی جانب رحمت و مغفرت میں رجوع کرتا ہو اور گناہوں کی آزمائش میں پڑا ہو مگر بڑی محبت اُس کی توبہ کی وجہ سے ہے اُس کی معصیت کی وجہ سے نہیں ہے اسی لیے بعض لوگ ایسے توبہ کرنے والے کو فضیلت دیتے ہیں جو ثبوت و معصیت کا لذت چکھ چکا ہو۔ اُس آدمی پر جہاں ابتلا ہو ہی عفت اور نیکی پر پیدا ہوا ہو یا دوسرے کہ یہ بات قابل غور ہے

کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص جو ابتداءً عمر سے ہی تقویٰ پر پروان چڑھا ہو وہ قیامت کے دن اللہ کے سایہ کے نیچے ہوگا جس دن اُس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (از مترجم)

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَحَبُّ أَنْ إِلَى الدُّنْيَا بِهَذِهِ آيَةِ يُعْبَادِي الَّذِينَ اسْتَوْفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا آيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ كَمَنْ أَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِلَّا وَمَنْ أَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ میں اس آیت کے بدلے تمام دنیا کی چیزوں کو بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ اس آیت میں تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی گئی ہے اور وہ آیت یہ ہے - یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمة اللہ - اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں) ایک شخص نے کہا کہ جس نے شرک کیا کیا وہ بھی بخشا جائیگا نبی پاک علیہ السلام خاموش ہے پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا آگاہ ہو اور سو جس نے شرک کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے بھی بخش دے گا لیکن توبہ کس قدر شرک کے سوا باقی گناہ اگر چاہے گا تو بغیر توبہ کے بھی بخش دے گا صحیح مذہب میں ایسا ہی آیا ہے۔ یہ بات حضور علیہ السلام نے تین بار ارشاد فرمائی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پردہ واقع ہونے سے پہلے اپنے بندے کو بخش دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پردہ کیا چیز ہے فرمایا پردہ یہ ہے کہ انسان شرک و کفر پر مہر جائے۔ ان تینوں احادیث کو امام احمد نے روایت کیا اور بیہقی نے آخری حدیث کو کتاب البعث والنشور میں روایت کیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَيُغْفِرُ لِعَبْدِهِ مَا كَمُ يَنْتَعِ الْحِجَابُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ أَنْ تَمُوتَ النَّفْسُ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ رَوَى الْأَحَادِيثُ الثَّلَاثَةُ أَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَخِيرُ فِي كِتَابِ الْبُعْثِ وَالنُّشُورِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا یُعَدِلُ بِهِ
شَیْئًا فِی الدُّنْیَا ثُمَّ كَانَ
عَلَیْهِ مِثْلَ جَبَالٍ ذُتُوبٌ غَفَرَ
اللّٰهُ لَهُ -

(مَرَوَاتُ الْبَیْهَقِ فِی کِتَابِ الْبَعَثِ
وَالنَّشُورِ)

اے یعنی آخرت میں ملے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الثَّائِبُ
مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ
لَهُ - (مَرَوَاتُ الْبَیْهَقِ
فِی شُعَبِ الْإِیْمَانِ)

وَقَالَ تَفَرَّدَ بِهِ النَّهْرَالِیُّ
وَهُوَ مَجْهُولٌ وَفِی شَرْحِ
السُّنَنِ رَوَى عَنْهُ مَوْقُوفًا
قَالَ التَّدَامُ تَوْبَةً وَ الثَّائِبُ
كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ -

اے کیونکہ توبہ کی وجہ سے بندے کو اس گناہ کا کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ چیز ناقص کو کمالی کے
ساتھ ملانے کے باب میں ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۔ اور شرح السنہ میں اس سے یعنی ابن مسعود سے بطریق موقوف حدیث کو روایت کیا۔
۲۔ اور گناہ کی طرف دوبارہ کبھی رجوع نہ کرنے کا ارادہ بھی ندامت میں ہی داخل ہے۔
۳۔ آگے گوشتہ ابواب کے لواحات تمہات کا باب ۱ بعض نسخوں میں یہاں باب فی مستہ آیا ہے۔

بَابُ فِي سَعَةِ رَحْمَتِهِ

گزشتہ ابواب کے لواحقات و متمات کا باب

بعض نسخوں میں یہاں باب فی سعة رحمة اللہ آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کا باب یہ ترجمہ باب میں واقع احادیث کے مناسب ہے۔

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو اس نے ایک کتاب لکھی وہ کتاب اُس کے پاس اُس کے سر پر ہے۔ وہ کتاب یعنی تحریر یہ ہے بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت لفظ سبقت کی جگہ غلبت آیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللَّهُ قَضَى اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ عَلَى غَضَبِي وَفِي مِثْرَةٍ غَلَبَتْ غَضَبِي.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ ان الفاظ میں اس امر کی تفسیر ہے کہ وہ کتاب بڑی عظمت والی اور اُس کی شان بڑی بلند ہے۔
 ۲۔ دونوں کا مقصد ایک ہے۔ اور رحمت کا غضب پر سبقت لے جانا اور اس پر غالب آنا یا اس کی رحمت کے غلبے کے آثار یعنی وجودِ الہام تمام مخلوق پر چھائے ہوئے ہیں گنتی میں نہیں آسکتے بخلاف غضب کے آثار کہ وہ انسانوں میں بعض درجہ سے ظاہر ہے جیسا کہ فرمایا وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ اور اگر تم لوگ اللہ کی نعمتوں کو گنتے گو تو شمار نہ کر سکو اور یہ بھی فرمایا عذابا اميب به من اثار در حقیقت وسعت کل شیء میرا عذاب پہنچاتا ہوں میں انہیں جہنم میں پاتا ہوں اور میری رحمت تمام چیزوں کو وسیع ہے۔ پھر بندے سستی اور کوتاہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کی ادائیگی نہیں کر سکتے اُن کی یہ سستی اور کوتاہی حد سے بڑھ چکی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَكَوَيْدًا يَخُذُ اللَّهُ النَّاسَ بَظُلِّيهِمْ فَمَا يَكُونُ حَيْكَهُمُ مِنْ دَابَّةٍ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُن کے ظلم کی وجہ سے پکڑتا تو زمین پر کوئی پٹنے والی چیز باقی نہ چھوڑتا۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ انہیں زمین پر باقی رکھتا ہے روزی

دیتا ہے۔ انہیں نعمت سے سرفراز کرتا ہے اور دنیا میں انہیں عذاب نہیں کرتا اور آخرت میں اللہ سبحانہ کی رحمت اس طرح ظاہر ہوگی کہ اگلی حدیث اسے بیان کر رہی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ
أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً
بَيْنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ
وَالْهَوَامِّ فِيهَا يَتَعَاظِفُونَ
وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَقْطِفُ
الْوَحْشُ عَلَى وَلَدَيْهَا وَآخَرُ
اللَّهِ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً
يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ
سَلْمَانَ نَحْوَهُ وَفِي آخِرِهِ قَالَ
فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ أَكْمَلَهَا
بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ
کی شورشیں ہیں اُس نے اُن میں سے جنوں اور انسانوں
کے درمیان صرف ایک نعمت نازل فرمائی ہے اور
موشیوں اور کیڑوں کوڑوں کے درمیان بھی ایک ہی
رحمت نازل فرمائی ہے جس کے ساتھ وہ ایک دوسرے
پر مہربانی کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت
کرتے ہیں اور اس رحمت کے ساتھ وحشی جانور اپنی اولاد
پر مہربانہ مہرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نوے اور نو
رحمتیں قیامت کے دن کیسے پیچھے کر رکھی ہیں اُن
کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر رحمت کرے گا۔ (بخاری و مسلم)
اور ایک روایت میں مسلم کے نزدیک سلمان سے بھی ایسی
ہی حدیث مروی ہے۔ اُس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں
حضرت علیہ السلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا
اللہ تعالیٰ اُن ایک کم سو رحمتوں کو اس ایک رحمت کے
ساتھ مکمل فرما دے گا جو اس نے جنوں اور انسانوں
وغیرہ پر رکھی تھی۔

اے ظاہر یہ ہے کہ اس سے کثرت کی جانب اشارہ ہے۔ یا اس سے اُن کی انواع مراد ہیں کہ ہر نوع کے نیچے
غیر متناہی افراد ہیں۔ یا سو میں حصہ اس وصف کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو
نام ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۔ وحشی جانوروں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اُن میں اُنست و الفت کا پایا جانا بڑی بعید بات ہے۔
۲۔ کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ آخرت میں بخشش اور رحمت ایمان والوں کے ساتھ خاص ہوگی۔ لہذا بندوں سے
مراد اُن کے بندگان مومن ہیں۔ کیونکہ آخرت میں رحمت مومنوں کے لیے ہی ہوگی۔

۴ یعنی حضرت سلمان فارسی سے ایسی ہی روایت آئی ہے جو معنی میں متفق علیہ ہے۔ اور لفظوں میں اختلاف ہے۔

۵ اس روایت سے لازم آتا ہے کہ قیامت کے دن یہ رحمت بھی ہوگی اور ایک کم سو دوسری رحمتیں بھی اس کے ساتھ ملائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ کل سو رحمتیں بن جائیں گی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ
يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ
الْعُقُوبَةِ مَا طَمَعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدًا
وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ
اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ
مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بندہ مومن جانے
لے جہنم کے پاس عذاب ہے جس کے ساتھ وہ بندہ
کو نرا دے گا تو کوئی بھی ایمان والوں میں سے بہشت کی
امید اور اس کا طمع نہ کرے۔ اور اگر کافر یہ جان لے کہ
اللہ کی رحمت کتنی ہے تو اس کی جنت سے کوئی بھی
ناامید نہ ہو۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۶ یعنی کافروں میں سے بھی کوئی ناامید نہ ہو یہاں حدیث میں قنط آیا ہے نون کذبر اور زیر سے۔ بھی ایک روایت ہے
اور کتب صراح میں ملے نصر اور ضرب و سب سے کہا۔ حاموس میں فرمایا کہ یہ نصر اور ضرب اور سب اور کرم سے آتا ہے
اس حدیث کا انداز اللہ تعالیٰ کی صفت لطف و قہر اور رحمت و غضب کے بیان کے لیے ہے کہ کوئی بھی اس کی حقیقت
تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس مومن جو کہ خلائے تعالیٰ کی رحمت و لطف کا مظہر ہے اگر اس کے قہر کا تصور کرے تو ان میں سے
کوئی بھی بہشت کا تصور نہ کر سکے۔ اگر کافر جو کہ غضب و قہر کا مظہر ہے اگر اس کی رحمت و لطف پر نگاہ ڈالے تو وہ بھی ناامید
نہ ہو۔ اور یہ ایک دوسرا مقصود ہے جو کہ غضب پر غلبہ رحمت اور بوقت اس طریقے سے جو بیان کی گئی ہے کوئی ٹکراؤ
نہیں رکھتا۔ یعنی معانی میں سہمی نے فرمایا ہے

تہدید گر بر کشد تیغ حکم

بماند کرد بیان صم و بکم

دگر در وہد یک صلے کرم

عزیزیل گوید نصیب برم

(۱) اگر ڈانٹ کے طور پر اٹھائے تلوار حکم کی تورہ جائیں گے فرشتے بھی ہرے اور گونگے۔

(۲) اگر وہ کرم کی ایک آواز دے تو ابلیس کہے گا کہ مجھے بھی حصہ ملنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سب کو شامل ہے مگر ہوگا وہی کچھ جس کے پاس ہے میں اس نے ارادہ فرمایا۔

يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُخْلِقُ مَا يَرِيدُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے

کم دیتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةُ أَقْرَبُ
إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ
وَالثَّارِ مِثْلُ ذَلِكَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت
تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ
قریب ہے۔ اور آگ بھی ایسی ہی ہے۔

(رداۃ البخاری)

اسے بخاری نے روایت کیا۔

اسلئے یعنی وہ بھی جوتے کے تسمے سے زیادہ نزدیک ہے۔ یہ جنت اور دوزخ کے مردوں کے قریب ہونے کی تمثیل و تشبیہ
ہے کیونکہ جنت یا دوزخ میں جانے کا سبب بندے کی کسی اور خدا کا حکم ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں بالافعل موجود اور حاصل
ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

وَعَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ
يَعُدْ تَحِيْرًا قَطُّ لِأَهْلِيهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص جس
نے کسی کوئی نیکی نہ کی تھی اُس نے اپنے گھروالوں سے
کہا۔

وَفِي رِوَايَةٍ أُسْرَفَ
رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَقَرَهُ
الْمَوْتُ أَوْطَى بِلَبِيهِ إِذَا مَا تَ
فَحَرَّقُوهُ ثُمَّ أَذْرُوا نِصْفَهُ
فِي النَّارِ وَنِصْفَهُ فِي الْبَحْرِ
قَالَ اللَّهُ لِمَنْ قَدَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ
لَيُعَذِّبَنَّكَ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهُ
أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَلَمَّا
مَاتَ فَعَلُوا مَا أَمَرَهُمْ فَأَمَرَ
اللَّهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيهِ وَ
أَمَرَ النَّارَ فَجَمَعَ مَا فِيهِ ثُمَّ

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی
جان پر دیاردی کی تھی جب اُسے موت آئی تو اُس نے
اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اُسے
جلاوے پھرائیں گا اور صاعہ جسم کا جھگل میں اسیادھا
دریا میں اٹھا دو رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی
کی تو اُسے وہ عذاب دے گا جو جہنم میں کسی
کو نہ دے پھر جب وہ مر گیا تو جو اُس نے
کہا تھا وہ اُن لوگوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ
نے دنیا کو حکم دیا اُس نے اپنے اندر کا
سب جمع کر دیا اور جھگل کر حکم دیا تو اُس
نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا پھر اُس سے

قَالَ لَهُ لِمَ قَعَلْتَ هَذَا قَالَ
مِنْ تَخَشُّعِكَ يَا رَبِّ وَ أَنْتَ
أَعْلَمُ فَقَرَأَ لَهُ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یا رب
تیرے ڈر سے تجھے تو خود خبر ہے تو اس بندے
کو سب تعالیٰ نے بخش دیا۔

(بخاری و مسلم)

۱۱۔ حدیث میں لفظ اذرو آیہ ہے جو کہ ذر سے بنا ہے۔ یعنی ذر کے ساتھ یعنی پہلو ہلکیان وغیرہ کو اڑانا اسی سے لفظ
ذاریات بنا ہے یعنی اڑانے والی ہوائیں اور لفظ اذرو ہمزہ کے وصل اور قطع دونوں طرح روایت ہے اور ذرونی بھی
ایک روایت ہے یعنی ذکی زبر یا پیش سے اور راک شذر سے۔ ذر کا مٹی ہے پیمانہ اور بکیرنا۔ گویا اس مرد کا گمان یہ تھا
کہ عذاب اُکی کو ہوتا ہے جس کو قبر میں رکھتے ہیں۔

۱۲۔ یعنی اُسے زندہ کرنے کے بعد اُس سے پوچھا کہ تو نے ایسی وصیت کیوں کی۔

۱۳۔ یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ (لَنْ يَمُوتَ) یعنی اگر اللہ کو قدرت
ہوئی اور یہ خدا کی قدرت میں شک ہے اور یہ کفر ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں بہت سی توجیہات و تاویلات
کی گئی ہیں۔ چنانچہ بعض نے کہا کہ یہاں لفظ قدر قدرت سے نہیں بلکہ قدر سے ہے جس کا معنی تضاد قدر سے
اور ایک روایت میں لفظ قدر بھی آیا ہے دکی شذر سے۔ یہ قول معنی قدر میں مرتکب ہے اور یہی توجیہ حضرت یونس
علیہ السلام کے قول مبارک ظن ان من قدر میں بھی کی گئی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہاں قدر بمعنی تنگی ہے۔ جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کے قول من قدر علیہ مذکور میں فرمایا اور جس پر اُس کا مذاق تنگ کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کلام عرب میں مجاز
ہے۔ اُسے تباہی العارف کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ شک کی صورت میں ہے مگر مراد اس سے یقین ہے اور بعض کہتے ہیں
کہ یہ ایک ایسے مرد کا واقعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت سے بے خبر تھا اور متکلمین کا اس میں اختلاف ہے
کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی صفت سے باہل ہو وہ کافر ہے یا نہیں یا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ شخص اُس زمانے
میں ہوا ہے جو زمانہ قدرت کہلاتا ہے جس میں صرف توحیدی کافی اور نفع مند ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ کلام ہے
جو غلبہ قبر اور دہشت و خوف و خشیت کی حالت میں واقع ہوا ہے۔ اس حالت میں مرد مجنون کی طرح اور طوب القتل ہوتا
ہے اس حالت میں بندے کی گرفت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اُس شخص کا قول جس نے امتحان فرحت و سرور کی حالت میں
بے غری کے اندر کہہ دیا کہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ
قیدی آئے تو قیدیوں میں سے ایک عورت کی

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
قَالَ قَدِمَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا فَإِذَا

أَمْرًا أَقْنِ الشَّيْ قَدْ تَعَلَّتْ
 كَذِبُهَا كَسْنَى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا
 فِي الشَّيْ أَخَذَتْهُ فَالْصَقْتُ
 بِبَطْنِهَا وَ أَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَتَرُونَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا
 فِي النَّارِ قَتْلًا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ
 عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ اللَّهُ
 أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ
 بِوَلَدِهَا.

چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں وہ دوطر
 رہی تھی جب قیدیں میں سے کوئی بچہ پاتی تو اسے
 پکڑتی اپنے پیٹ سے چٹا لیتی اور اسے دودھ
 پلاتی یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے
 کو آگ میں پھینک سکتی ہے ہم نے عرض کیا
 کہ اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے
 فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے
 بھی زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے
 پر۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ یہاں حدیث میں اتر دین ہے۔ یعنی تا کی پیش سے ایک روایت میں اتر دین تا کی زیر سے۔
 ۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ دوزخ میں نہ ڈالے یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو کافروں کو ہمیشہ
 کیلے اور گناہگاروں کو جب تک پہلے گا دوزخ میں ڈالے گا اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں کو ان کے انکار و
 تکبر اور نافرمانیوں کو ان کی عدم پیروی اور بندگی کے ترک پر ڈالے گا مگر یہ کہ وہ اللہ کے بندے ہی نہ رہے تھے
 جیسا کہ فعل اشارت میں حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں آ رہا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَتَّبِعِيَ أَحَدًا
 مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا
 إِلَّا أَنْ يَتَّبِعُنِي اللَّهُ مِنْهُ
 بِرَحْمَتِهِ فَمَنْ دُؤِبَا وَ قَادِبُوا
 وَ اعْدُوا وَ دُؤِحُوا وَ هَتُوا
 مِنَ الدُّلْجَةِ وَ الْقَصْدِ الْقَصْدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی
 کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا وہ کسی نے عرض کیا
 یا رسول اللہ آپ کو بھی نہ دے سکے گا فرمایا جی
 بھی نہ دے سکے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے مہربانی سے
 اپنی رحمت میں چھپائے۔ لہذا ایک مہربانہ روی
 اختیار کرو مگر شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں
 کر لیا کرو۔ میانہ روی میں رہو پہنچ
 جاؤ گے۔

تَبْكُنُوا -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ لوگوں نے بطریق استغنام پوچھا یعنی آپ بھی اپنے عمل سے نجات نہ پائیں گے۔ حالانکہ آپ کا عمل بڑا عظیم و کامل ہے فرمایا نہیں۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ غمہ آیا ہے۔ غمہ کی زیر معنی تموار کا غلات جبکہ یہ عمل اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نجات کی علت بننے میں عمل کی کوئی حیثیت نہیں تو یہ بات عمل کے سبب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اور بندے کے عمل کا بندے کی نجات میں دخل ہے۔ اسی لیے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کے ثابت کرنے کا اشارہ فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ اپنے عمل کو ٹھیک اور درست کرو اس میں افراط و تفریط نہ آنے دو جیسا کہ بالکل سیدھا تیر نشانے پر جاتا ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ سدو آیا ہے جو سدو سے بنا ہے۔ سدو سین کی زبردستی یعنی کردار و گفتگو کی درستی و راستی یہاں حدیث میں دوسرے لفظ قاروا آیا ہے یعنی عمل میں میانہ روی اختیار کرو اس میں افراط و تفریط نہ کرو۔ یہ معنی سدو کی طرح ہے۔

۳۔ یہاں حدیث کا لفظ دُجُجہ ہے دکی پیش لام ساکن یعنی رات کے کچھ حصے میں بھی عبارت الہی میں سیر کرو۔ یہ نماز تہجد سے کنایہ ہے۔ اور حدیث میں واقع لفظ شئی زیر و پیش دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۴۔ یعنی تاکہ منزل مقصود تک پہنچ جاؤ یہ تینوں چیزوں کا جواب ہے یعنی صبح کو چلو شام کو چلو اور رات کے کچھ حصے میں چلو یا اس کا تعلق میانہ روی سے ہے۔ یعنی میانہ روی سے لگے رہو گے تو اپنے مقصد کو پاؤ گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل مد جنت میں پہنچا سکے گا نہ آگ سے بچا سکے گا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے۔

(مسلم شریف)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب اسلام لایا اور اس کا اسلام اچھا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر برائی جو وہ گزشتہ زمانہ میں کر چکا ہوتا ہے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخِلُ أَحَدًا قِنَاقُ عَمَلِهِ الْجَنَّةَ وَلَا يُخْرِجُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا آثَا إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ -

(دَوَالِ مُسْلِم)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللَّهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا

ٹاڈیتا اور بخش دیتا ہے اس کے بعد
قصاص اور بدلہ ہوتا رہتا ہے۔ کہ نیکی تو
ایک سے دس اور دس سے سات سو تک
ملتی ہے۔ اور گناہ اس کے برابر مگر یہ کہ اللہ
تعالیٰ معافی عطا کر دیتے۔

(دہماری)

وَ كَانَ بَعْدَ الْقِصَاصِ الْحَسَنَةُ
بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ
ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ
وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ
يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا۔

(رَدَّ اَلَا الْبُخَارِيُّ)

۱۔ یعنی اس میں شک وفاق کا شائبہ تک نہ رہا بلکہ وہ اخلاص و یقین سے پوری طرح مہمور ہو گیا۔
۲۔ یہاں حدیث میں لفظ زلفا ہے لام کی شد سے تخفیف لام سے بھی ایک روایت ہے۔ زلف زلفت۔ اذلت
سب کا ایک معنی ہے۔ اس کا اصل زلفی ہے۔ بمعنی قرب۔
۳۔ یعنی اس کے بعد عمل میں جزا اور مائت پائی جاتی ہے۔ یعنی اسے وجود میں لایا جاتا ہے۔ قصاص قصص سے
نکلا ہے بمعنی نشان کے پیچھے چلنا اور مرد کا اس جگہ پٹے جانا جہاں سے آیا تھا۔ اور جب کہ جزا مل کے پیچھے
آتا ہے اس لیے اسے بھی قصاص کہہ دیتے ہیں۔

۴۔ یعنی بندے کی مشقت اور صدق و اخلاص کے مطابق ملتی ہے۔
۵۔ اور اس ایک برائی کی نرا بھی نہ دے۔ یہ فعل و کرم الہی ہے کہ نیکی کی جزا تو آتی زیادہ عطا کرتا ہے اور بدی
سے مکمل طور پر درگزر فرماتا ہے۔ اور اگر برائی کا بدلہ دیتا بھی ہے تو صرف ایک۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے
اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں کچھ دی ہوئی
ہیں۔ تو جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر اسے
علم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس پوری
نیکی کھاتا ہے۔ اگر وہ ارادہ بھی کرتا ہے اور
علم بھی وہ نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے
یہ اپنے پاس دس نیکیوں سے سات سو
گنا تک کھاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کئی شل زیادہ
کھاتا ہے جو برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر علم اسے

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ
وَالسَّيِّئَاتِ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ
عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَمَنْ
هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ
لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى
سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ إِلَى
أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَ مَنْ

هَمْ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا
كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدًا حَسَنَةً
كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمْ بِهَا
فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ
سَيِّئَةً وَاحِدَةً

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے برے ایک نیکی
کامل لکھتا ہے۔ اور اگر وہ اس کا ارادہ بھی کرتا
ہے پھر عمل بھی وہ برائی کر لیتا ہے۔ تو
اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک برائی
لکھتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

اے یعنی ایک حقیر قیل برائی لکھتا ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے بے انتہائی فضل و کرم و عفو و درگزر کا ذکر ہے
جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

الفصل الثانی

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنْ مَثَلَ الْإِنْسَانِ يَعْمَلُ
السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ
كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دُرْعَةٌ
صَلْبَةً قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ
حَسَنَةً فَأَنْفَكَتْ حَلْقَتَهُ ثُمَّ
عَمِلَ أُخْرَى فَأَنْفَكَتْ أُخْرَى
حَتَّى تَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ الْمَثَلَةِ)

اے آپ شہور صحابی ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اُس شخص کا مال جو برے عمل کرتا ہے پھر اچھے عمل
کرتا ہے اُس شخص کے مال کی طرح ہے جس پر تنگ
زرہ ہو۔ جس نے اُس کے گلے کو تنگ کر رکھا ہو پھر
وہ کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اُس کا حلقہ کشادہ ہو
جاتا ہے۔ پھر دوسری نیکی کرتا ہے پھر دوسرا حلقہ کشادہ
ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ زنجیر زنجیر بن سے
اُگ ہو کر زمین پر اُگرتی ہے۔

اے شرح السنہ میں روایت کیا۔

اے غلامِ یہ ہے کہ نیکی کرنا سینے کی کشادگی و فرحت کا موجب ہے اور برا کام کرنا سینے اور دل کی تنگی کا
موجب ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس کیفیت کو زور و پٹنے کے ساتھ تشبیہ دی جو بعد میں تنگی اور کشادہ ہوتی چلی جاتی ہے
جس سے بندے کو فراخی اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرما رہے تھے اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہے تھے (ولمن خان مقام ربہ جنتان) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کے لیے کھڑے ہونے سے ڈرے گا اُس کے لیے دو بہشتیں ہیں میں نے عرض کیا یعنی بطور سوال استہنام کہا کہ اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو چوری کی ہو یا رسول اللہ آپ نے دوبارہ فرمایا (ولمن خان مقام ربہ جنتان) میں نے دوبارہ کہا اگر اُس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو آپ نے تیسری دفعہ پڑھا (ولمن خان مقام ربہ جنتان) میں نے تیسری بار عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں اگرچہ یہودوں کی ناک ناک آلودہ ہی ہو۔ (احمد)

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ عَلَى الْيَهُودِ وَهُوَ يَقُولُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَيْنِ قُلْتُ وَ إِنْ ذُنِيَ وَ إِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الثَّانِيَّةُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَيْنِ فَقُلْتُ الثَّانِيَّةُ وَ إِنْ ذُنِيَ وَ إِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الثَّلَاثَةُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَيْنِ فَقُلْتُ الثَّلَاثَةُ وَ إِنْ ذُنِيَ وَ إِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ وَ إِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّادَاءِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

اے ناک کے ناک آلودہ ہونے سے مراد ناپسندگی اور خواری ہے جب حضرت ابو درواس نے اسی حکم میں دعویٰ محسوس کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے قول کے خلاف کرار اور بار بار فرمایا اہل میں حضرت ابو درواس کے لیے ناپسندگی پائی باقی تھی اور وہ جو عرت میں کہتے ہیں کہ میں نے اُس کے رخم پر یوں کیا اور یوں کہا تو اُس کا بھی یہی معنی ہوتا ہے کہ اگرچہ تمہیں کتنا بھی ناگوار ہر بات ایسی ہی ہے۔ اور ایسی بات کہنا اس امر کو مستلزم نہیں ہوتا کہ نفس الامر میں بھی اُس کے خلاف ہی ہو جیسا کہ عرت عام میں لوگ سمجھ لیتے ہیں۔

حضرت عامر اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اُن کے معنی ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس پر کیل تھا۔ اُس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کیل پیٹا تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک درخت کی جھاڑی

وَعَنْ عَامِرٍ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَكَ يَغِي عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَ فِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدْ التَفَتَ

عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَرَرْتُ بِغَيْصَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ
فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاحٍ طَائِرٍ
فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِي
كِسَائِي فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ
فَأَسْتَدَارَتْ عَلَيَّ رَأْسِي
فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ
عَلَيْهِنَّ فَلَقَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي
فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِيَ قَالَ صَنَعْتُهُنَّ
فَوَضَعْتُهُنَّ وَابَتْ أُمُّهُنَّ
إِلَّا لَزُومَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَنْفَرِ
فِرَاحِهَا فَوَالِدِي بَعَثَنِي
بِالْحَقِّ اللَّهُ أَرْحَمُ بَعِيدٍ
مِنْ أُمِّ الْأَنْفَرِ يَفْرَاحُهَا
أَرْجَمَ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ
مِنْ حَيْثُ أَخَذَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ
مَعَهُنَّ فَدَجَعَهُنَّ بِهِنَّ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

۱۔ رام رانی کا صنف ہے معنی تیر انداز اور بعض عامرین الرام کہتے ہیں مگر اول صحیح تر ہے۔
۲۔ یہاں حدیث کے بعض نسخوں میں بغرا جنہا آیا ہے اور رام کی بجائے رحم آیا ہے۔ یعنی راکہ پیش حاساکن
اور ماک پیش۔

۳۔ کیونکہ اُس نے اس قدر بے اندازہ نعمتیں بندوں کے حال پر شمار کر رکھی ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ بندے میری طرف
آئیں، توبہ کریں اور اُس کی مدد گاہ قبولیت میں حاضر ہو جائیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَاوَيْهِ فَمَرَّ
بِقَوْمٍ فَقَالَ مِنْ الْقَوْمِ قَالُوا
نَحْنُ الْمُسْلِمُونَ وَامْرَأَةٌ
تَخْضِبُ بِقَدِّهَا وَ مَعَهَا
ابْنٌ لَهَا فَإِذَا ارْتَكَمَ وَهَبُهُ
تَنَحَّثَ بِهِ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَتْ أَنْتَ
رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ
يَا بِي أَنْتَ وَ أُرْقِي أَلَيْسَ اللَّهُ
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ قَالَ بَلَى
قَالَتْ أَلَيْسَ اللَّهُ أَرْحَمَ
بِعِبَادِهِ مِنْ الْأُمِّ يُولَدُهَا
قَالَ بَلَى قَالَتْ إِنَّ الْأُمَّ
لَا تُلْقِي وَلَدَهَا فِي النَّارِ
فَأَكْبَرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي ثُمَّ رَفَعَهُ
تَأْسَهُ إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا
الْمَارَّةَ الْمُتَمَرَّةَ الَّتِي يَتَمَرَّدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ ہم نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ایک قوم پر گزرے پوچھا تم کون لوگ
ہو وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ایک عورت
ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی اُس کے ساتھ
اُس کا بچہ تھا جب آگ بھڑک کر اونچی ہوئی تو
عورت بچے کو دور ہٹا دیتی وہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی
اور بولی کیا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا
ہاں تو اُس نے عرض کیا میرے ماں باپ
آپ پر خدا ہوں کیا اللہ تعالیٰ تمام
رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم
نہیں فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے
بندوں پر ماں کے اپنے بچے سے
زیادہ مہربان نہیں فرمایا ہاں تو
بولی کہ ماں تو اپنے بچے کو آگ میں
نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مسرے جھکا دیا اور آپ
بہت رونے لگے پھر سر مبارک اس
کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ
اپنے بندوں میں سے صرف سرکش
بندے ہی کو عذاب دے گا جو اللہ تعالیٰ

پر سرکشی کرے اور لا اِلهَ اِلا اللہ کہنے سے
انکاری ہو۔

عَلَى اللَّهِ وَآبَى أَنْ يَقُولَ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(ابن ماجہ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ حسب آیا ہے بمعنی اُگ جلانا اور ایدھن کے لیے لفظ حسب آتا ہے۔ اور ابن عباس نے قرآن پاک کے لفظ حسب جہنم کو حسب جہنم بھی پڑھا ہے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ وارج آیا ہے دونوں زبروں کے ساتھ بمعنی اُگ کا شعلہ۔

۳۔ یہاں حدیث میں اُکب آیا ہے جو کہ اکباب سے بنا ہے بمعنی منہ نیچے کر لینا۔ یہاں اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ آپ پوری طرح متوجہ ہوئے۔ یہ معنی خاموشی میں بیان کیا گیا ہے بعض احادیث میں بھی یہ معنی آیا ہے۔

۴۔ یعنی توحید الہی کے اقرار سے سرکشی کرتا ہے۔ لفظ بار د یا مرید جنوں اور انسانوں میں سے اُن شیاطین کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے خالی اور عاری ہوں اور جو کچھ اُن کے ذمے واجب ہے اُن سے وہ باہر ہوتے ہیں اور مٹھکے کہتے ہیں جو بہت ہی سرکش ہو۔ اس کا اصل مروجہ فارو پرہنہ ہونے اور خالی ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ امروا اُس جوان کو کہتے ہیں جسے ابھی داڑھی نہ آئی ہو۔ اور اُس درخت کو بھی کہتے ہیں جس پر پتے نہ ہوں۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى

الْعَبْدَ كَيْلَتَيْسَ مَرْضَاةَ اللَّهِ

فَلَا يَزَالُ بِذَلِكَ يَقُولُ اللَّهُ

عَزَّ وَجَلَّ لِحَبْرَتَيْلَ إِنَّ فُلَانًا

عَبِيدِي يَلْتَمِسُ أَنْ يُؤْضِيَنِي

أَلَا وَ إِنَّ رَحْمَتِي عَلَيْهِ

فَيَقُولُ حَبْرَتَيْلُ رَحْمَةُ اللَّهِ

عَلَى فُلَانٍ وَ يَقُولُهَا حَمَلَةٌ

الْعَرِشِ وَ يَقُولُهَا مَنْ حَوَّلَهُمْ

حَتَّى يَقُولُهَا أَهْلُ السَّمَوَاتِ

السَّبْعِ ثُمَّ تَهَيِّطُ لَهُ إِلَى

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا

رہتا ہے۔ اس جستجو میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ

حضرت جبرائیل سے فرماتا ہے کہ میرا غلام بندہ

مجھے راضی کرنا چاہتا ہے۔ آگاہ رہو کہ اس پر

میری رحمت ہے تو حضرت جبرائیل کہتے ہیں

غلام پر اللہ کی رحمت ہو یہی بات عرش اٹھانے

والے فرشتے کہتے ہیں یہی اُن کے ارد گرد

کے فرشتے کہتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں

آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ

رحمت اُس کے لیے زمین پر نازل ہوتی

الْأَرْضِ -

ہے۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

لاحضہ

اے یہاں حدیث میں لفظ تَنْبِطُ آیا ہے یعنی بے بیغہ معلوم بھی آیا ہے۔ یہ لفظ بہوڑ سے بنا ہے بمعنی نیچے اترنا اور اجاڑ بمعنی نیچے لانا۔ اس کی مثل ایک اور حدیث ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے قول **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** سے پہلے **لَهُمُ الدَّرَجَاتُ** کے بعد **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** کے لیے دوستی پیدا کرے گا۔ کی تفسیر میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں میں سے کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو حضرت جبرائیل سے فرماتا ہے میں نے فلاں بندے کو اپنی دوستی کے لیے چن لیا۔ تو بھی اُسے دوست بنا اور ملائکہ کو بھی خبر دے دے کہ وہ بھی اُس سے دوستی کریں۔ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے کی محبت انسانوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے تو سارے انسان اُس سے دوستی کرنے لگتے ہیں۔ یہی سبب ہے اولیاء کرام اور دوستان حق کی قبولیت و شہرت کا کہ تمام اُن سے دوستی کرتے ہیں اور وہ لوگ جو مختلف حیوں اور مکرو فریب کے ذریعے عوام کے دل اپنی طرف کھینچتے ہیں ایسے لوگ کسی اہمیت کے لائق نہیں اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو مکرو فریب سے بچائے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے جاتے ہیں اس سے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں۔ اے جنتی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا۔

وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ
جَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ
وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ
سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ
فِي الْجَنَّةِ .

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنَّشُورِ)

اے اسامہ بن زید بن مارثہ آپ درگاہ نبوت کے محبوب و مقرب صحابی ہیں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب کہتے تھے اور زید بن مارثہ جو آپ کے باپ ہیں حضور علیہ السلام کے متبنی تھے۔ یہ حضرت اسامہ بن زید اللہ تعالیٰ کے قول مبارک **جَوَادٍ مَّرْكُورٍ** ہے کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس آیت کا اول حصہ اس طرح ہے۔ **ثُمَّ** **أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ**۔ ترجمہ تو ہم نے وہی کتاب اور شریعت ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ فرمایا۔ ایمان اور اسلام کے ساتھ پس ان برگزیدہ بندوں میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں جو کہ عمل میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں مامدان میں سے کچھ میانہ رو ہیں جو غافلہ اوقات

عمل میں لگے رہتے ہیں مگر جتنی کوشش چاہیے نہیں کرتے اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عمل میں غایت درجہ کی کوشش و محنت کرتے اور علم و عمل سے خود منور ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی تعلیم و ارشاد میں بھی لگے رہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ظالم سے باطل، میانہ رو سے طالب علم اور سابق سے عالم مراد ہیں۔ اس قیاس کے مطابق خیرات اور بھلائیوں میں ایک تو ادنیٰ مرتبہ ہے ایک درمیانہ اور ایک اعلیٰ یہ تینوں قسم کے لوگ برگزیدگان میں شامل ہیں اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث کے آخر میں فرمایا کَلِمَاتُ الْجَنَّةِ کہ یہ سب کے سب اپنے مراتب و درجات کے مطابق جنت میں ہوں گے۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رحمت کا اندازہ کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الصُّبْحِ وَالْمَسَاءِ وَالْمَنَامِ ان دعاؤں کا باب جو صبح شام اور سونے کے وقت پڑھی جاتی ہیں

لفظ صبح و صبح یعنی فجر اور سورج نکلنے کے وقت تک پر بھی صبح کا اطلاق کرتے ہیں۔ مساء یعنی شام صبح کی ضد ہے۔ اس باب میں مذکورہ دعائیں جو صبح اور شام کو پڑھی جاتی ہیں انہیں بھی شامل ہیں جو نماز فجر و مغرب سے پہلے اور ان کے بعد اور سونے کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ سونے سے رات مراد ہے۔ یہ قیلوے کو شامل نہیں ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ایک قول جس میں فرمایا اِذَا اخَذَ مَفْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ۔ یعنی جب آپ رات کو اپنے بستر پر جاتے تھے۔ اس میں خود کروا لیا اُطْلِمَ۔

الفصل الأول

پہلی فصل

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شام کرتے تو کہتے ہم نے رات کی اور ملک نے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے رات کی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کوئی معبود نہیں سوائے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى فَقَالَ أَمْسَيْنَا وَ أَمْسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ
لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ
اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَ
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَمِّ
وَسُوِّ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا
وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ
قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا
وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ رَّبِّ اِنِّيْ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ
النَّارِ وَ عَذَابِ فِي الْقَبْرِ.
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اُس کے وہ وحدہ لا شریک ہے۔ ملک اُسی کا ہے
اُس کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے
اے اللہ بے شک میں تجھ سے اس رات کی خیر
مانگتا ہوں اور اُس کی خیر خواہی میں ہے اور میں تیرے
ساتھ اس رات کے شرے اور اس رات میں جو
شر ہے اُس سے پناہ لیتا ہوں اے اللہ بے شک
میں تیرے ساتھ کابل سے، اردنی تسم کے بڑے
اور بڑے کے برائی سے پناہ لیتا ہوں اور
دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے بھی پناہ لیتا ہوں ہم نے
صبح کی اور ملک نے بھی اللہ کے لیے صبح کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضور
پڑھتے تھے اے میرے رب بے شک میں تیرے
پاس عذاب و عذاب اور عذاب قبر سے پناہ لیتا
ہوں۔ (مسلم)

۱۔ یعنی کائنات اور حادث کی یہی جو اس رات میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ ہرم آیا ہے دونوں زبروں کے ساتھ۔ یعنی بہت زیادہ بڑھا ہوا۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ سورہ اکبر آیا ہے کہ کی زیر باکی زبر یہ گویا لفظ ہرم کی تفسیر اس کی تاکید ہے کہ کی

زیر اور باساکن سے بھی ایک روایت ہے یعنی تکبر۔ مگر پہلی روایت زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

۴۔ یعنی اُس کی بلاؤں انا لٹوں سے اور عذاب قبر سے یعنی متہ عذاب قبر سے۔

۵۔ یعنی جب آپ صبح کرتے تھے تو اس طرح فرماتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو
جب اپنے بستر پر جگہ لیتے تھے تو اپنا دست مبارک
اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے تھے۔ اپنے
دائیں پہلو پر پیراں فرماتے تھے اے اللہ میں تیرے

وَعَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ
وَضَعَّ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ
يَقُولُ اَللّٰهُمَّ يَا سَمِيعُ اَمُوْتُ

وَأَخِي وَإِذَا اسْتَكَيْتَ قَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ
مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ
رَمَادَا الْبَخَارِ مِي وَمُسْلِمًا عَنِ
الْبَرَآءِ

نام کے ساتھ مرتا اور تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوتا
ہو اور جب بیدار ہوتے تھے تو کہتے تھے تمام تعریفیں
اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مازے کے بعد زندگی عطا
فرمائی اور اسی کی طرف اٹھنا ہے اے ہماری نصیحت
کیا۔ اور مسلم نے اس حدیث کو حضرت براء بن عازب
سے روایت کیا۔

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ ”مُتَجَمِّعًا“ آیا ہے بمعنی خواب گاہ یہ لفظ جمعہ سے بنا ہے بمعنی زمین پر پہلو رکھنا۔ بمعنی
میں اور جیم کی زبردستی پہلو رکھنے کی جگہ اور اسے ”مُتَجَمِّعًا“ بھی کہتے ہیں۔
۱۸ یعنی دائیں ہاتھ مبارک جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔
۱۹ یعنی تیرے نام سے سوتا اور تیرے نام سے بیدار ہوتا ہوں۔ ہر کتاب ہے کہ اس سے حقیقی موت و حیات
مراد ہے۔

۲۰ اس عبارت کا ظاہر معنی اول کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۱ یعنی قیامت کے دن اُس کے حضور اٹھنا ہے۔

۲۲ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس حدیث کی بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا تو پھر اسے متفق علیہ
کیوں نہ کہہ سکیں؟ جواب یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں اصطلاح کے مطابق ایک صحابی سے روایت ہوئی چاہیے۔ اور جب کہ
بخاری نے اے مذہب سے روایت کیا اور مسلم نے حضرت براء سے تو یہ حدیث متفق علیہ نہ ہوئی۔ جیسا کہ شیخ
نے فرمایا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا أَدَى أَحَدُكُمْ إِلَى
فِرَاشِهِ فَلْيَتَنَفَّسْ فِرَاشَهُ
بِدَاخِلِهِ إِذَا رِمَ فَإِنَّهُ لَا
يَكْذِبُ مَا خَلَقَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ
يَقُولُ يَا سَمِيكَ رَبِّي وَصَفْتِ
جَنَّتِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ رَاتِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر میں جائے تو اپنے
تہ بند کے اندر دے پلے پلے سے بستر جھاڑ
لے کہ کیا جگر کہ بستر پر کیا چیز پڑی ہے
پھر کہے یا سب میں تیرے نام پر اپنا پہلو رکھ
راہوں اور تیرے نام پر ہی اٹھاؤں گا اگر آج
میری جان تو قبض کرے تو اس پر رحم فرمانا

اَمْسَكَتْ نَفْسِيْ فَادْرَحْمَهَا وَ
اِنْ اَدْرَسْتُهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا
تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ
وَ فِيْ رِوَايَةٍ ثَمَّ لِيَضْطَجِعُ
عَلَى شِقِيهِ الْاَيْمَنِ ثَمَّ لَيَقْلُ
بِاسْمِكَ -

اور اگر اُسے واپس نیچے تراُس کی اُس ہی سے
حفاظت فرماتا جس سے تو اپنے نیک بندوں کی
حفاظت فرماتا ہے۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ پھر اپنی
دائیں کروٹ پر لیٹ جائے پھر کہے با اسمک
رب الی آخر۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلْيَنْفُضْهُ
بِصَنِفَةٍ ثَوْبِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
وَ اِنْ اَمْسَكَتْ نَفْسِيْ فَاعْقِدْ
لَهَا -

اور ایک روایت میں ہے کہ پھر اپنے
پلے کے پلو سے بستر تین بار جھاڑے اور
یوں کہے کہ اگر تو میری جان قبض فرمائے تو
اُسے بخش دینا۔

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ اوی آیا ہے یعنی الف مقصورہ کے ساتھ یعنی اُس نے پناہ لی اور مد کے ساتھ اوی یعنی
پناہ دی اور کبھی دونوں لکھے ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اگر الف مقصورہ کے ساتھ پڑھنا زیادہ
نفع دے گا۔ لہذا یہاں قرعے پڑھا جائے گا۔ مد بھی ایک روایت ہے۔ اور حضرت انس کی حدیث میں جو
اَوْثَمًا آیا ہے وہ مد سے ہے۔

۲۔ اندر والے کتاب سے جو جسم سے لگا ہوتا ہے۔

۳۔ یعنی پہلے اپنے پلے سے بستر جھاڑنا چاہیے پھر اُس پر سونا چاہیے شاید کوئی کیڑا یا خس و غاشاک اُس پر
پڑا ہو اور۔

۴۔ کہ آدمی جب سو جاتا ہے تو مرد سے کی طرح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی روح نکال لیتا ہے یا اُس کی روح کی
حفاظت کرتا ہے اور پھر اُس کی روح کو واپس بھیجتا ہے اور اُسے زندہ کرتا ہے۔ پس بندہ دعا کرتا ہے خداوند اگر
تو نے میری حفاظت کی اور مجھے موت دی ہے تو مجھے بخش دے۔ اور اگر تو نے میری روح کو واپس بھیجا
اور زندہ رکھا ہے تو میری اُس طرح حفاظت فرما جس طرح تو صالح بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ صنفہ ص کی زبر نون کی زیر اور بعد میں فا آیا ہے بمعنی تہ بند کا وہ کنارہ جس طرف سے
کھلا ہوتا ہے اس روایت میں اَمْسَكَتْ نفسی فا غفر لہا بجائے فارحما آیا ہے۔
بندگ فرماتے ہیں کہ دائیں پہلو پر سونے میں حکمت یہ ہے کہ دل بائیں پہلو میں ہے بندہ جب دائیں پہلو پر سوتا

ہے تو دل لٹک جاتا ہے اور اسے کوئی زیادہ استراحت حاصل نہیں ہوتی، گریہ بند نہیں پڑتی اور شب بیداری کے لیے اٹھنا آسان ہو جاتا ہے اور اگر بندہ بائیں پہلو پر سو جائے تو دل کو قرار ملتا ہے زیادہ راحت حاصل ہوتی ہے اور نیند بھی گری آتی ہے۔ کتاب شرح سفر السعادت میں یہ بات زیادہ تحقیق کے ساتھ بیان کی گئی ہے وہاں سے دیکھ لی جائے۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ
كَانَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى
فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ
الْأَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ
أَسْكَنْتُ لِقَسِيٍّ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ
وَجْهِي إِلَيْكَ وَكَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَ
الْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً
وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا
مَنْجَأَ مِثْلِكَ إِلَّا إِلَيْكَ أَمَنْتُ
بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ
الَّذِي أَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ
كَلْبَتِهِ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ.

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِيَحْكُمَ تَمَّا فَلَانُ إِذَا
أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَتَوَضَّأَ
وَمُتَّعَكَ لِلْمَلَكِ ثُمَّ ائْتِ بِحُجَّتِكَ
عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ كُلِ

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی
دائیں کرٹ پر بیٹھتے پھریں کہتے ابلی میں
نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور اپنا چہرہ تیری
طرف متوجہ کیا اور اپنا کام تیرے سپرد کیا۔
تیرے کرم پر ٹیک لگاؤ تیری طرف رغبت
کرتے اور تمہارے ڈرتے ہوئے تجھ
سے نہ کہیں پناہ ہے نہ رہائی سوائے
تیری طرف کے۔ میں تیری اناری ہوئی کتاب
اور تیرے نبی سے ہوئے رسول پر
ایمان لایا جس کو تو نے رسول بنا کر بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ یہ کلمات
کہہ لیتا ہے پھر اسی سات مر جائے تو
ایمان پر مرے گا۔

اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
شخص سے فرمایا جب تو اپنے بستر پر جائے
تو نماز کی طرح کا وضو کر پھر اپنی دائیں
کرٹ پر بیٹ جا پھر کہہ میں نے
اپنے کو تیرے سپرد کیا آخر کلام ارسلتک

اللَّهُمَّ أَسْأَلُكَ نَفْسِي إِلَيْكَ
إِلَى قَوْلِهِ أَرْسَلْتَ وَقَالَ فَإِنْ
مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مَتَّ عَلَى
الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ
خَيْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور فرمایا اگر تم اس رات مر گئے
تو اسلام پر مر گئے۔ اور اگر
تم صبح پاؤ گئے تو بہت بھلائی حاصل
کر گئے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی میں نے تیرے اوپر ہی اعتماد کیا اور تمام کاموں میں میں نے تیری ہی پناہ لی۔

۲۔ یعنی تیری صفات بہرہ سے تیری صفات لطیفہ کے پاس ہی پناہ لیتا ہوں فقط لمجاہم منہ سے اور منجاہم سے ہے۔

۳۔ یعنی ہر کتاب پر پیغمبر پر یا قرآن پاک اور حضور کی ذات پاک۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور قرآن پر ایمان لانا ہر مومن کے لیے فرض ہے اسی طرح ہر پیغمبر پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاسِهِ
قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا
وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا
فَكَرْمٌ مِمَّنْ لَا كَافِيَ
لَهُ وَلَا مُؤَدِّيَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر
جاتے تو فرماتے خدا کا شکر ہے جس نے
ہمیں کھلایا پلایا اور جس نے ہمیں بچایا اور
ہمیں پناہ دی کیونکہ بہت سے وہ
ہیں جنہیں نہ کوئی بچانے والا ہے نہ
پناہ دینے والا۔

(مسلم)

(رواہ مسلم)

۱۔ اپنی تمام سمات میں ہمارے لیے کافی ہوا اور ہر قسم کی مضر چیزوں کے شر سے ہمیں بچایا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ آوٰنا مد سے آیا ہے۔ ایک روایت قصر سے بھی ہے۔

۳۔ بلکہ انہیں ان کے شر کے ساتھ ہی چھوڑ دیا ہے اور انہیں کوئی جگہ بھی نہیں دی بلکہ انہیں حیران و پریشان جگہ
اور ادویوں میں چھوڑ دیا ہے یا کفایت اور مدد سے مومنوں کی مدد مراد ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ
مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ۔ ترجمہ۔ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا محافظ
ہے اور بے شک کافروں کے لیے کوئی محافظ نہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ قَاطِمَةَ
أُمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
فاطمہ الزہرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

وَسَلِّمْ كُشْكُورًا إِلَيْهِ مَا تَلَقَّى
فِي يَدَيْهَا مِنَ الرِّحَى وَ
بَلَفْهَا آتَهُ جَاءَكَ رَقِيقٌ
فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرْتَ ذَلِكَ
لِعَائِشَةَ فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ
عَائِشَةُ قَالَتْ فَجَاءَنَا وَتَدُّ
أَخَذْنَا مَصْنَجَعَنَا فَذَهَبْنَا
نَقُومُ فَقَالَ عَلَى مَكَانِكُمَا
فَجَاءَ فَقَعَدَا بَيْنِي وَبَيْنَهُمَا
حَقٌّ وَحَدَّثَ بَرْدٌ قَدَمِهِ عَلَى
بَطْنِي فَقَالَ أَرَأَيْتُمَا عَلَى
خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا
مَضَجَعَكُمَا فَسَبَّحَا ثَلَاثًا وَ
تَلَايَيْنِ وَ أَحْمَدَا ثَلَاثًا وَ
تَلَايَيْنِ وَ كَتَبَا أَرْبَعًا وَ
تَلَايَيْنِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ
تَحَادِيدٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ مال غنیمت میں۔

۲۔ اور اس وجہ سے اپنا حال بیان نہ کر سکیں۔

۳۔ یہ حضور علیہ السلام کی اُن کے ساتھ انتہائی ہر بانی شفقت اور بے تکلفی تھی۔ جیسا کہ عربی کا محاورہ ہے جب
الغٹ آجاتی ہے تو کلفت اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔

۴۔ ہر کتاب ہے ٹھنڈک سے یقین کی ٹھنڈک مراد ہو جو کہ حضور علیہ السلام کے پاؤں مبارک سے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے ہاتھ شریف میں سلطیت کر گئی تھی۔

۵۔ جس کام نے سوال کیا ہے اور جو تم نے خدمت گزار مانگے ہیں پس یہ ورد تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے

میں حاضر ہوئیں اُس تکلیف کی شکایت کرنے
کے لیے جو اُن کے ساتھ کو چکی سے پہنچتی تھی انہیں
خبر ملی تھی کہ حضور کے پاس غلام آئے ہیں۔ مگر انہوں
نے حضور کو نہ پایا اور حضرت عائشہ سے کہہ
اُیں جب حضور تشریف لائے تو حضرت عائشہ
نے یہ قصہ عرض کیا فرماتے ہیں کہ حضور
ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم بستر پکڑ
پکے تھے تو ہم اٹھنے کے فرمایا اپنی جگہ رہو
تشریف لائے میرے اور فاطمہ الزہرا
کے درمیان بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ میں نے حضور
کے قدم کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس
کی فرمایا میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر
چیز بتاؤں جب تم اپنے بستر تو بستر
تو تین بار سبحان اللہ پڑھو اور تین بار
الحمد للہ اور چوتیس بار اللہ اکبر یہ
تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(بخاری و مسلم)

لفظ خادم خدم کا واحد ہے۔ اور یہ ذکر مرثیہ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کتاب صراح میں ہے کہ خادم بمعنی نوکر ظاہر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کوئی لڑائی مانگی تھی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ
تَحَادِمًا فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكَ
عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ تَحَادِمٍ
تُسَبِّحِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَتُكَلِّمِينَ
وَتُحَمِّدِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَتُكَلِّمِينَ
وَتُكَلِّمِينَ اللَّهَ أَرْبَعًا وَتُكَلِّمِينَ
عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَعِنْدَ
مَنَامِكَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں حضرت فاطمہ الزہراء
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
خادم مانگنے کے لیے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ میں
تمہیں وہ چیز بتا دوں جو خادم سے بہتر ہے
تیس بار سبحان اللہ پڑھا کرو تیس بار
الحمد للہ اور چوبیس بار اللہ اکبر ہر
نماز کے وقت اور سوتے وقت پڑھو
لیا کرو۔

(مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ اس حدیث میں نماز کے بعد اور سوتے کے وقت دونوں کا ذکر ہے گزشتہ حدیث میں صرف سوتے کے
وقت کا ذکر ہے۔ ان کلمات کا ہر نماز کے بعد پڑھنا مقرر اور مشہور ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ فرمایا یہ در کہیں بھی مجھ سے سنت نہ ہر ایساں تک کہ بھگ سنین کی بات بھی۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب صبح کا وقت پانے تو کہتے ابھی ہم نے
تیری ہرمان سے صبح پائی اور تیری ہرمان
سے ہی شام کریں گے تیرے دم سے جیوں
گے تیرے فضل سے مریں گے اور تیری طرف
رجوع ہے اور جب شام پانے تو کہتے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصْبَحَ
قَالَ اللَّهُمَّ بِكَ تَبَوُّتُ وَ
بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ قُضِيَ
وَبِكَ تَبَوُّتُ وَإِلَيْكَ
الْمَصِيرُ وَإِذَا أَمْسَى قَالَ

اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَ بِكَ
أَصْبَحْنَا وَ بِكَ نَحْيُ وَ بِكَ
نَمُوتُ وَ إِلَيْكَ النُّشُورُ۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد و ابن
ماجہ)

ابلی تیرے فضل سے ہم نے شام پائی اور تیرے
فضل سے صبح کریں گے تیری مرہانی سے جنیں گے
اور مریں گے تیری ہی طرف اٹھنا ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

لے اس حدیث میں صبح اور شام دونوں میں اُٹھنا اور اُٹھنا دونوں کا ذکر آیا ہے لیکن صبح میں اُٹھنا کو اُٹھنا سے پہلے
بیان کیا۔ اور شام میں اُٹھنا کو اُٹھنا پر مقدم کیا اور صبح میں ایک المصیر اور شام میں ایک النور آیا ہے۔ مشہور روایت میں
صرف اُٹھنا ہے۔ اور ایک النور صبح شام دونوں کے لیے صحیح ہے۔ لے اچھی طرح سمجھ لو اور ہر ایک نئی ایک نورت
صبح میں مذکور ہے شام میں مذکور نہیں ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَوْفِي
بِشَيْءٍ أَقُولُهُ إِذَا أَصْبَحْتُ
وَ إِذَا أَمْسَيْتُ قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ
عَالِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَاطِرُ
السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ مَنْ تَبَتَّ كُلُّ
شَيْءٍ وَ مَلِيكُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ
شَرِّ نَفْسِي وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ
وَ شَرِّكِهِ قُلْ إِذَا أَصْبَحْتُ
وَ إِذَا أَمْسَيْتُ وَ إِذَا أَخَذْتُ
مَضْجَعِي۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد)

(الداریمی)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز
بتائیے جو میں صبح اور شام کے وقت پڑھ
لیا کروں فرمایا یوں کہا کہ لے اللہ اے کھلی دھپی
چیزوں کے جاننے والے۔ لے آسمانوں و زمین
کے پیدا کرنے والے۔ لے ہر چیز کے رب و مالک
میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں
اپنے نفس کی اور شیطان کی شرارت اور
اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جب صبح
پاؤ جب شام پاؤ جب اپنے بستر پر لیٹو تو
یہ کلمات پڑھ لیا کرو۔

(ترمذی۔ ابوداؤد)

(دارمی)

لے یہاں حدیث میں لفظ شرک آیا ہے شرک شین کی درجہ سے بھی ایک روایت ہے اس کا معنی ہے ٹکاری کا
جال اس سے مراد دفعہ اور اخلاص میں جس میں وہ ڈالتا ہے اور جن کے سبب وہ آدمی کو گرفتار کرتا ہے جیسے عدتیں

مال و اولاد کہ یہ چیزیں انسان کو خدا کی یاد سے غافل کرتی ہیں۔

وَعَنْ أَبَانَ بْنِ عَشْمَانَ
قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي
صَبَاحٍ كُلِّ يَوْمٍ وَ مَسَاءٍ
كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي
لَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ فِي
الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
فَيَضُرُّهُ شَيْءٌ فَكَانَ أَبَانُ قَدْ
أَصَابَهُ طَرَفٌ فَالَجَّ فَجَعَلَ
الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ
أَبَانُ مَا تَنْظُرُ إِلَيَّ أَمَا إِنَّ
الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثْتَنِي وَلَكِنِّي
لَمْ أَقُلْهُ يَوْمَئِذٍ لِيُبْخِيَنِي اللَّهُ
عَلَى قَدْرِكَ۔

رَوَاهُ الْتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَأَبُو دَاوُدَ

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ تُصْبِحُهُ
فَجَاءَهُ بَلَاءٌ حَتَّى يُضَيِّرَهُ
مَنْ قَالَهَا حِينَ يُضَيِّرُهُ لَمْ
تُصْبِحُهُ فَجَاءَهُ بَلَاءٌ حَتَّى
يُنْسِيَ۔

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے
والدہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی بندہ نہیں جو
ہر دن صبح و شام اور ہر رات تین بار یہ کہہ
یا کرے میں نے اس کے نام سے صبح اور شام
کی جس کے نام کی برکت سے نہ زمین کی
کوئی چیز نقصان دے سکتی ہے نہ آسمان کی
اور وہ سنا اور جانتا ہے پھر اسے کوئی
چیز نقصان بھی ہے۔ حضرت ابان کو کچھ
تالچہ ہو گیا ایک شخص انہیں غور سے دیکھنے
لگا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو
مجھے کیوں دیکھ رہا ہے حدیث ویسی ہی
ہے جیسی کہ میں نے تجھے سنائی لیکن
میں اس حال میں یہ دعا نہ کر سکا کہ اللہ مجھ پر
اپنا قضا کرنا فرمادے۔

ترمذی۔ ابن ماجہ

(ابوداؤد)

اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے
کہ اُسے صبح بائے ناگہانی نہ پہنچے
گی اور جو صبح کو یہ پڑھ یا کرے اُسے
سہم تک آفت ناگہانی نہ پہنچے گی۔

اے ہمزہ کا زہرا اور با محنت سے آپ تابعین میں سے ہیں جبکہ مجلی میں جو حضرت عائشہ کے ساتھ ہوئی سب

سے پہلے جو شخص اس جنگ میں بھاگ کھڑے ہوئے وہ یہی ہیں۔ یہ بھیگے اور مرض جذام کے مریض اور کانوں سے بہرے تھے۔ اور آخر میں ان کو فالج ہو گیا تھا یہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی۔

۳۔ فالج یہ ایک مشہور مرض ہے جو بندے کو زمین پر مگر دیتا ہے اور بدن کے دو حصوں میں سے ایک حصہ شلت اور بیکار ہو جاتا ہے کیونکہ اُس حصے میں سے بلغمی مواد بہہ جاتا ہے۔ جس نے روح کے راستوں کو بند کیا ہوا ہے۔

۴۔ یعنی تم نے خود روایت کی ہے کہ جو شخص ہر روز یہ دعا پڑھ لیتا ہے اُسے کوئی بیماری نہیں پہنچتی اور تم پڑھتے بھی ہر روز پھر تمہیں فالج کی بیماری کیوں لاحق ہوئی اُس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں نے اُس حالت میں یہ دعا نہیں پڑھی تھی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آج اس کو پڑھنے کی توفیق نہ دی۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ فجارۃ آیا ہے یعنی فاکہ زبرجیم ساکن اور ہمزہ کی زبر سے اور فاکہ جیم کی زبر اور مد سے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَى أَمْسَيْتُمْ وَأَمْسَيْتُمْ أَمْسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لَهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ اسْتَمْلِكْ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاعْوِذْ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ اعْوِذْ بِكَ مِنَ الْكُسَلِ وَ مِنَ سُوءِ الْكِبَرِ أَوْ الْكُفْرِ وَفِي رِوَايَةٍ قِنْ سُوءِ الْكِبَرِ وَ الْكِبَرِ رَبِّ اعْوِذْ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَ إِذَا أَصْبَحَ قَاتَلَ ذَلِكَ أَيْضًا أَصْبَحْنَا وَ أَصْبَحَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ پڑھتے تھے ہم نے اور اللہ کے سامنے ملک نے شام پالی اللہ کا شکر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کا ملک ہے اُس کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اہلی میں تمہارے اس رات کی بھلائی اور اُس کے بعد کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کے شر اور اس کے بعد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں یا رب میں سستی اور بڑے بڑھاپے یا کفر سے

اور ایک روایت ہے کہ بڑے بڑھاپے اور بکری سے تیری پناہ مانگتا ہوں یا رب میں آگ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور آپ جب صبح پاتے تو یہی کہتے کہ ہم نے اور

الْمُلْكُ لِلَّهِ

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

وَفِي رَوَايَتِهِ لَمْ يَذْكُرْ

مِنْ سُورَةِ الْكَافِرِ-

وَعَنْ بَعْضِ بَنَاتِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَعْلَمُهَا فَيَقُولُ قُتُولِي

حِينَ تَصْبِحِينَ سُبْحَانَ اللَّهِ

وَيَحْمَدُهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ

يَشَأْ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ

قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

فَاتَّهَ مَنْ قَالَهَا حِينَ يُتْرَكُ

حَفِظَ حَتَّى يُصْبِحَ-

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ

يُصْبِحُ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ

تُسَوَّى وَحِينَ تَصْبَحُونَ

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ مِنْ دَعَائِيَا وَحِينَ

تُظَاهِرُونَ إِلَى قَوْلِهِ وَكَذَلِكَ

اللہ کے ملک نے صبح پائی۔

(ابوداؤد، ترمذی)

ابو ایک روایت میں کفر کی برائی کا ذکر

فرمایا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض

عاجزادیں سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے تھے اور

فرماتے تھے صبح کے وقت یہ کہہ لیا کرو اللہ

پاک ہے اُس کا شکر ہے اللہ کے بے شرکت

نہیں جو اللہ نے پایا وہ ہوا اور جو نہ پایا

نہ ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر

قادر ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو گہرے

ہر سطح پر ہے۔ جو صبح کے وقت یہ کہہ لے گا

شام تک اُس کی حفاظت کی جائے گی۔

اور جو شام کے وقت یہ کہے گا تو صبح تک

اُس کی حفاظت ہوگی۔

(ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کے

وقت کہہ لے اللہ کا پاک شام و صبح

پاتے وقت اس کی حمد ہو رہی ہے۔

آسمانوں اور زمین میں اور مصرعہ اور

نعرہ کو بھی بیع پڑے۔ کذاک تفرجون

بک تو اس دن میں جو لگی چوٹ

گہی ہر اُسے پائے گا اور شام
کے وقت یہ پڑھے گا تو اس
رات میں چوٹی نیکی پائے گا۔

(ابوداؤد)

تُخْرِجُونَ آذْرَكَ مَا فَاتَهُ
فِي يَوْمِهِ كَذَلِكَ وَ مَنْ
قَالَهُنَّ حِينَ يُسَبِّحُ آذْرَكَ
مَا فَاتَهُ فِي لَيْلَتِهِ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

لے اس آیت میں پانچ ناموں کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کا ذکر ہو گا۔

حضرت ابو عیاش رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت
یہ کہہ لیا کرے کہ اے اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں
اُمی کا ملک ہے اُس کی حمد ہے اور
وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اُسے اولاد
اسمائل میں سے ایک غلام آباد کرنے
کا ثواب ہے اور اُس کے بے دس
نیکیاں مکمل جائیں گی اور اُس کے
دس گناہ معاف ہوں گے اور اُس
کے درجے بلند ہوں گے اور اُس
کے بے شام تک شیطان سے
مقاومت ہوگی اور اگر یہ کلمات
شام کے وقت کہہ دے تو صبح
تک اُسے میں سے کسی ایک شخص
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا۔
یا رسول اللہ! ابو عیاش آپ سے

وَعَنْ أَبِي عِيَّاشٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ إِذَا
أَصْبَحَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ
الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ
لَهُ عِدْلُ رَقَبَةٍ مِّنْ وَلَدِ
إِسْمَاعِيلَ وَ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ
حَسَنَاتٍ وَ حُطَّ عَنْهُ عَشْرُ
سَيِّئَاتٍ وَ رُفِعَ لَهُ عَشْرُ
دَرَجَاتٍ وَ كَانَ فِي حِزْبٍ مِّنَ
الشَّيْطَانِ حَتَّى يُسَبِّحَ وَ إِنْ
قَالَهَا إِذَا أَمْسَى كَانَ لَهُ
مِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ فَرَأَى
رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَدُ
النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنَّ آتَا عِيَّاشَ يُحَدِّثُ

ایسی ایسی حدیث روایت کرتے ہیں۔ فرمایا
ابو عیاش سچے ہیں۔

(ابو داؤد ابن ماجہ)

عَنْكَ بِكَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ
أَبُو عِيَّاشٍ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

لے باکی شہادہ شین سے آپ صحابی ہیں آپ کا نام زید بن ثابت انصاری ہے۔ ایک ابو عیاش تابعی ہے۔ وہ
زید ابن عیاش مخزومی ہے۔

لے اس کا بیان باب تسبیح و تحمید میں حدیث عمر ابن شیبہ فعل الاثنی کے اندر گزر چکا ہے۔

حضرت عمارؓ بن مسلم تمہی سے روایت

ہے وہ اپنے والد سے اور وہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ حضور علیہ السلام نے غنیمہؓ فرمایا جب

غزوہ بدر سے فارغ ہو تو کسی سے کلام

کرنے سے پہلے سات بار یہ پڑھ

لیا کرو۔ الہی مجھے آگ سے بچا جب

تم یہ کہہ دو گے تو پھر اگر اُس رات میں

مر جاؤ گے تو میں آگ سے گزر جانا

کہا جائے گا۔ اور جب تم فجر پڑھو یہ

کہہ دو پھر اگر تم اس دن فوت ہو جاؤ

تو تمہارے لیے آگ سے گزر جانا

جائے گا۔

(ابو داؤد)

وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ

التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ إِذَا

انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ

فَقُلْ قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمَ أَحَدًا

اَللّٰهُمَّ اَجِدْنِي مِنَ الْمَقَارِ

سَبْعَ مَرَّاتٍ يَا اَللّٰهُ إِذَا

قُلْتَ ذَلِكَ ثُمَّ مِتَّ فِي

لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جَوَارُ

مِنْهَا وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ

فَقُلْ كَذَلِكَ يَا اَللّٰهُ إِذَا مِتَّ

فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جَوَارُ مِنْهَا.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

لے آپ تابعی ہیں۔

لے یہاں حدیث میں لفظ اسر جو اسرار سے بنا ہے حمزہ کی زیر ہے یعنی کوئی بات پوشیدہ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صبح و شام کے وقت یہ کلمات پڑھنا کبھی نہ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ

يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو هُوَ وَلَا آءٍ

الْكَلِمَاتِ حِينَ يُنْسَى وَ حِينَ
يُضَيِّعُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَ
الْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَ دُنْيَايَ وَ
أَهْلِي وَ مَالِي اللَّهُمَّ اسْتُرْ
عَوْنِي وَ أَمِنْ رَوْعَاتِي
اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ وَ عَنْ
يَمِينِي وَ عَنْ شِمَالِي وَ مِنْ
فَوْقِي وَ أَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ
أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي يَعْنِي
الْخَسْفَ .

چھوڑتے تھے الہی میں تجھ سے
عافیت مانگتا ہوں دنیا اور آخرت میں
الہی میں تجھ سے اپنے دین و دنیا
اور گھر بار اور مال میں معافی اور عافیت
مانگتا ہوں۔ الہی میرے عیبوں کو چھپالے
اور مجھے خوف کی چیزوں سے امن دے
الہی مجھے آگے پیچھے دائیں بائیں اور
اوپر سے محفوظ رکھ میں تیری عظمت کی
پناہ مانگتا ہوں۔ اس لیے کہ نیچے
سے نہ ہلاک کیا جاؤں یعنی زمین میں
دھنسا کر۔

(البواؤد)

(رَوَا لَا أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ عورات آتے ہیں یعنی بہت سے عیب سراچ میں ہے عورت یعنی وہ معنوجسے برہنہ
کرنے سے، دیکھنے سے، انسان خرم محسوس کرتے ہیں۔ یہاں عیب مراد ہے۔
۲۔ یعنی کوئی عذاب یا آفت آسمان سے نازل ہو۔
۳۔ یعنی ایسی جگہ سے جس کا مجھے شعور نہ ہو۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُضَيِّعُ
اللَّهُمَّ أَصْبَحْنَا نَشْهَدُكَ وَ
نَشْهَدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَ
مَلَائِكَتَكَ وَ جَمِيعَةَ خَلْقِكَ
أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو صبح کے وقت یہ کہہ لے
الہی ہم نے صبح کو پایا ہے ہم تجھے اور
تیرا عرش اٹھانے والوں اور دوسرے
فرشتوں اور تیری ساری مخلوق کو گواہ
بناتے ہیں کہ تو اللہ ہے تجھ اکیلے کے

سوا کوئی معبود نہیں تیرا کوئی شریک
نہیں اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور
تیرے رسول ہیں مگر اللہ اس دن
کے سارے گناہ معاف کر دے گا اور
اگر یہ کلمات شام کے وقت کہہ لے گا تو
اللہ تعالیٰ اُس رات کے اُس کے سارے گناہ
معاف کر دے گا۔

ترمذی۔ ابوداؤد۔

ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب
ہے۔

لے یہ آٹھ فرشتے ہیں اور اتنے بڑے بڑے فرشتے ہیں کہ ان کے کان اور کندھوں کے درمیان دو ہزار
سال کا سفر اور ایک روایت میں سات ہزار سال کا سفر ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ فراتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے کوئی بندہ مسلمان نہیں
جو شام اور صبح تین بار یہ کہہ لیا کرے
میں اللہ کی رعبیت اسلام کے دین ہونے
اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی
ہونے پر راضی ہوا مگر اللہ کے ذمہ کرم
پر ہوگا کہ قیامت میں اُسے راضی فرمائے۔

(احمد و ترمذی)

لے ان کلمات کی شرح کتاب کے ابتداء میں کتاب الایمان کی فصل اول میں گزر چکی ہے۔

۲۔ یعنی اُسے انا ثواب عطا فرمائے گا کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب

أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ
وَ أَنْ مَحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ
إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا أَصَابَهُ
فِي يَوْمِهِ مِنْ ذَلِكَ مِنْ ذَنْبٍ
وَ إِنْ قَاتَلَهَا حِينَ يُمَسِّي
غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا أَصَابَهُ فِي
تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِنْ ذَنْبٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ دَاوُدَ)

وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ

وَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ
يَقُولُ إِذَا أَمْسَى وَ إِذَا
أَصْبَحَ ثَلَاثًا رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا
وَ بِإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ
نَبِيًّا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى
اللَّهِ أَنْ يُرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ)

وَ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ
وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ
ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ
يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ أَوْ تَبْعَثُ
عِبَادَكَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ
عَنِ الْبَرَاءِ)

سونا چاہتے تو آپ اپنا ہاتھ اپنے سر کے
بچے رکھتے پھر فرماتے اے الہی مجھے اپنے
عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں
کو جمع کرے گا، یا اپنے بندوں کو اٹھائے
گا۔

ترمذی اور احمد نے حضرت براء سے
روایت کی۔

۱۔ فصل اول میں حضرت حذیفہ کی حدیث میں بھی ایسا ہی گزر چکا ہے اور آگے حضرت حنفہ کی حدیث
میں آ رہا ہے کہ آپ اپنا دست مبارک رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔ پس احتمال ہے کہ سر اور رخسار کے قریب ہونے
کی بنا پر کبھی رخسار مبارک کے نیچے رکھتے تھے کبھی سر کے نیچے۔ ہر صورت اس طرح سونے میں محنت یہ تھی کہ آپ
بیداری کی تیاری کے لیے ایسا کرتے تھے جیسا کہ دائیں پہلو پر سونے میں بھی یہی محنت ہے۔ جیسا کہ گزرا۔
۲۔ یہ لہجی کاشک ہے کہ حدیث کے الفاظ جمع ہیں یا تبت ہیں۔

وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ
يَنَامَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى
تَحْتَ خَدِّهِ لِكُلِّ يَقُولُ اللَّهُمَّ
قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ
عِبَادَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ عِنْدَ مَضْجَعِهِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرُجُوعِهِ
الْكَرِيمِ وَكَلِمَاتِكَ الثَّامَاتِ

حضرت حنفہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو
اپنا دائیں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے
پھر تین بار کہتے خدایا مجھے اپنے عذاب
سے بچا۔ جس دن تو اپنے بندوں کو
اٹھائے گا۔

(ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے بستر پر لیٹنے وقت کہتے
تھے اے الہی میں تیرا ذات کریم کی اور
تیرے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اُس کی

خداوت سے جس کی پیشانی تو پکڑے ہوئے
ہے۔ اہلی تو ہی کرب اور گناہ کو دور
کرتا ہے۔ اہلی تیرا شکر کبھی شکست نہیں
کھاتا۔ تیرا وعدہ کبھی ظلمات نہیں ہوتا اور تیرے
مقابل بخت وائے کو بخت نفع نہیں دیتا۔
تو پاک ہے اور تیری ہی حمد
ہے۔

مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ
بِنَاصِيَتِهِ اللَّهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ
الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ اللَّهُمَّ لَا
يُهْزِمُ جُنْدُكَ وَلَا يَخْلِفُ
وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ
مِنْكَ الْجَدُّ مَسْبُحَانِكَ وَ
بِحَمْدِكَ۔

(تو اے آئو داؤد)

(ابو داؤد)

۱۔ یعنی ہر وہ چیز جو زمین پر چلنے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک میں فرمایا۔ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ
آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ نہیں ہے کوئی بھی چلنے والی چیز مگر وہ اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔
۲۔ یعنی کسی کا بخت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ یہاں حدیث میں لفظ بدایا ہے یعنی باپ کا باپ۔ ہیں
سے وہ بھی مراد لیا گیا ہے یعنی کسی کا نسب کام نہ دے گا یہ لفظ جیم کی زبیر سے بھی پڑھا گیا ہے یعنی کسی کی کوشش
کام نہیں دے سکتی۔ رکوع کے باب میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ پہلی وجہ یعنی بخت زیادہ صبح زیادہ مشہور اور
زیادہ ظاہر ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو شخص اپنے بستر پر جاتے وقت یہ
کہے میں اُس اللہ سے سہاؤ لگتا ہوں جس
کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قائم
رکھنے والا ہے اور اُس کی بارگاہ میں توبہ کرتا
ہوں تین بار کہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے
گناہ بخش دے گا۔ اگرچہ سمدھ کے
جھاگ یا اڑنے والی ریت یا درختوں
کے چوں یا دنیا کے درختوں کے برابر
ہوں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ
يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ أَسْتَغْفِرُ
اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَاسْتَوْبَ إِلَيْهِ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ
ذُنُوبَهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ
رَبْدِ الْبَحْرِ أَوْ عَدَدِ رَمْلِ
عَالِيٍّ أَوْ عَدَدِ وَرَقِ الشَّجَرِ
أَوْ عَدَدِ أَيَّامِ الدُّنْيَا۔

(رَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَقَالَ هَذَا

حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

ترمذی شریف۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث
غریب ہے۔

۱۔ یعنی اگرچہ اس کے گناہ وادی عاج جتنے ہوں یہ علاقہ مغرب میں ایک وادی ہے جس میں ریت بہت زیادہ
ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عاج یعنی بہت اور صراطِ صریح بکھرنے والی ریت۔ اس صورت میں لفظ عاج لفظ رمل یعنی ریت
کی صفت ہوگا۔

۲۔ یہاں چار چیزوں کے درمیان لفظ یا آیا ہے اور یہ ماننے کے لیے ہے یعنی ان میں سے جو بھی زیادہ
ہم اس کے مطابق شمار کرو۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ
يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ بِقِرَاءَةِ سُورَةٍ
مِنْ كِتَابِ اللَّهِ إِلَّا وَكَّلَ اللَّهُ
بِهِ مَلَكًا فَلَا يَفْرُبُهُ شَيْءٌ
يُؤْوِيهِ حَتَّى يَهْبَ مَتَّى هَبْ.
(رَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ)

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو
بستر پر لیٹ کر قرآن شریف کی کوئی سورت
پڑھے مگر اللہ تعالیٰ اس پر ایک
درشتہ مقرر فرما دیتا ہے پھر کوئی ایذا پہنچنے
والی چیز اس کے قریب نہیں آ سکتی حتیٰ کہ بیدار
ہو جب بھی بیدار ہو۔ (ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
ابْنِ الْعَامِرِ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَخْلَتَانِ لَا يُخَصِّمُهُمَا
رَجُلٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ
أَلَا وَهُمَا كَيْسِرٌ وَمَنْ يَعْمَلْ
بِهِمَا قَلِيلٌ يُسَبِّحُ اللَّهَ فِي دُبُرِ
كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَ يَحْمَدُهُ
عَشْرًا وَ يَكْبِرُهُ عَشْرًا قَالَ
فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمر ابن عامر رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو خصلتیں ایسی
ہیں کہ کوئی مسلمان آدمی انہیں اختیار نہیں کرتا مگر
مزدِ جنت میں بائیسے گا وہ ہیں تو اسان گراں پر
عمل کرنے والے تھوڑے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر نماز
کے بعد دس مرتبہ اللہ کی تسبیح کہے دس بار اس کی
حمد کرے اور دس بار تکبیر کہے راوی فرماتے ہیں
پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
کہ آپ نے اپنی انگلیوں پر گن کر فرمایا کہ یہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهِ
 قَالَ فَمِثْلُكَ تَحْسُونُ وَ مِائَةً
 بِاللِّسَانِ وَ أَلْفٌ وَ تَحْسُنُ مِائَةً
 فِي الْمِيزَانِ وَإِذَا أَخَذَ
 مَضْجَعَهُ يَسْبَحُهَا وَ يَكْبِرُهَا
 وَيَحْمَدُهَا مِائَةً فَتِلْكَ
 مِائَةً بِاللِّسَانِ وَ أَلْفٌ فِي
 الْمِيزَانِ فَأَتَى كُرَّ يَعْمَلُ فِي
 الْيَوْمِ وَ اللَّيْلَةِ وَ أَلْفَيْنِ
 وَ خَمْسَ مِائَةٍ سِتِّينَةَ قَالُوا
 وَ كَيْفَ لَا نَحْمِصُهَا قَالَ يَأْتِي
 أَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ وَ هُوَ فِي
 صَلَاتِهِ فَيَقُولُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا
 حَتَّى يَنْفُتِلَ فَلَمَّا أَنْ لَا
 يَفْعَلَ وَ يَأْتِيهِ فِي مَضْجَعِهِ
 فَلَا يَذَالُ يَتَوَمَّهٌ حَتَّى يَنَامَ
 (مَرْوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ
 النَّسَائِيُّ)

و فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ
 قَالَ تَحْصِلَتَانِ أَوْ تَحْلَتَانِ لَا
 يُحَافِظُ عَلَيْهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ
 وَ كَذَلِكَ رِوَايَتُهُ بِنَدَا قَوْلِهِ
 وَ أَلْفٌ وَ خَمْسُ مِائَةٍ فِي
 الْمِيزَانِ قَالَ وَ يَكْبِرُ أَرْبَعًا
 وَ تَلْهِفَتَيْنِ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ

زبان میں تو ڈیڑھ سو ہیں مگر میزان میں
 ترازو میں ڈیڑھ ہزار ہوں گی اور جب
 اپنے بستر پر پہنچے تو سو بار اللہ کی تسبیح
 تکبیر اور حمد کرے تو یہ زبان میں ایک
 سو ہیں مگر میزان میں ایک ہزار تو بتاؤ
 تم میں سے کون ہے جو کہ ایک رات
 دن میں ڈھائی ہزار گناہ کرے لوگوں
 نے عرض کیا کہ ہم ان کلمات کی
 کیوں نہ پابندی کریں گے فرمایا جب
 کوئی نماز میں ہوتا ہے تو شیطان
 اس کے پاس پہنچ کر کہتا ہے
 فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر
 حتیٰ کہ نمازی کو ہار رکھ دیتا ہے
 تو شاید وہ یہ عمل نہ کر سکے اور
 شیطان اُس کی خواب گاہ پر پہنچ
 کر اُسے سلاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ
 سو جاتا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے
 کہ درایا دو غسلیں یا دو حادیں
 ایسی ہیں جن کی کوئی بندہ مسلمان
 حفاظت نہیں کرتا اس طرح ابو داؤد
 کی روایت میں اس کلام کے
 بعد کہ میزان میں ڈیڑھ ہزار ہے
 اور درایا چوبیس بار تکبیر ہے جب اپنا

وَيَحْمَدُ ثَلَاثًا وَ تَلِيْثِيْنَ وَ
يُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَ تَلِيْثِيْنَ وَ رُوِيَ
اَكْثَرُ كَسَخِ النَّصَارَةِ عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو -

بسترے اور تینیں بار الحمد للہ کہے
تینیں بار سبحان اللہ کہے اور معاینے کے
اکثر نسخوں میں عبد اللہ بن عمر سے
روایت ہے۔

۱۷ یعنی بحساب ایک کے پڑھے دس۔

۱۸ اور ان دو خصلتوں کا مجموعہ دو ہزار پانچ سو ہوگا۔

۱۹ یعنی ان کلمات کا ثواب اڑھائی ہزار گنا ہوں کو بھی مل سکتا ہے۔ اور دن رات میں اڑھائی ہزار گناہ کون کر سکتا ہے
لہذا جتنے گناہ ہوں گے وہ بخشنے جائیں گے اور باقی ثواب سے درجات بلند ہوں گے۔

۲۰ کچھ بعض نسخوں میں یہاں تثنیہ کا صیغہ آیا ہے یعنی ہم ان دونوں عادتوں پر کیوں پابندی نہ کریں۔

۲۱ یہ کہنا یہ ہے شیطان کے خطرات کو دوسروں سے جو وہ غازی کے دل میں ڈالتا ہے۔

۲۲ یعنی جب کہ نماز میں حضور قلب فوت ہو گیا اور غازی دوسروں میں گزرتا رہ گیا تو شاید اسے یہ کلمات یاد
نہ آئیں اور اسے ان کا کہنا میر نہ آ سکے یہ انہیں نہ گننے کا بیان ہے اور پہلی خصلت یعنی نماز کے بعد ان کلمات
کو پڑھنے کا بیان ہے دوسری خصلت پر پابندی نہ کرنے کا بیان جو رات کو سونے کے وقت ہوتا ہے اگلے
الفاظ میں مذکور ہے۔

۲۳ کہ یہ بعض الفاظ میں اختلاف کی جانب اشارہ ہے ایک یہ کہ ابو داؤد کی روایت میں اس طرح آیا ہے کہ خصلتان
او خلقان یعنی اس میں شک ہے کہ خصلتان فرمایا یا خلقان ۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ فرمایا لا یحافظ علیہما
عبد مسلم بہائے لا یحییٰ راجل مسلم۔

۲۴ اس میں اس طرح واقع ہوا ہے کہ چھ تینیں بار اللہ اکبر کو پہلے بیان فرمایا اور بستر پر آنے کا لفظ بعد میں
اور حمد و تسبیح کا ذکر بھی بعد میں فرمایا اور پھر ایک کا بیان عدد بھی بعد میں بیان کیا اور دوسری روایت میں بستر پر
آنے کا ذکر مقدم ہے اسی طرح تسبیح اور حمد کا ذکر بھی مقدم ہے اور تکبیر کا ذکر بعد میں ہے اور عدد کا بیان ہے ہی
نہیں اور معاینے کے اکثر نسخوں میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے یہ دوسرا قائلہ مذکور ہے۔ جو کہ عبد اللہ بن عمر کی حدیث
میں مذکور ہے۔ پیغمبر معاینے کے اکثر نسخوں میں عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے روایت کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ
حَضَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ غَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ صبح

کے وقت یہ پڑھے الہی تیری ہر نعمت جو
مجھے یا تیری کسی مخلوق کو ملی وہ صرف
تجہ اکیلے کی طرف سے ہے تیرا کوئی شریک
نہیں اس لیے تیری ہی حمد ہے اور تیرا ہی شکر
ہے تو اُس نے آج کے دن کا شکر
ادا کر دیا اور جو اسی طرح شام کے
وقت کہہ دے تو اُس نے اُس رات
کا شکر ادا کر دیا۔

يُصْبِحُ اللَّهُ مَا أَصْبَحَ رَحِي
مِنْ تَعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِمَّنْ
خَلَقْتَ فَبَيْنَكَ وَحَدَكَ لَا
شَرِيكَ لَكَ فَالْحَمْدُ وَالْشُّكْرُ
لَكَ الشُّكْرُ فَقَدْ آذَى شُكْرُ
يَوْمِهِ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ
حِينَ يُحْسِنُ فَقَدْ آذَى شُكْرُ
كَتَبَتْهُ -

(رواہ ابو داؤد)

۱۔ اگرچہ نعمت کے ملنے میں درمیان میں کوئی سبب و واسطہ بھی ہو کیونکہ وہ سبب و واسطہ بھی تیری طرف سے
اور تیری قدرت اور تیرے ارادے سے ہے۔

۲۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار تیری نعمتیں میرے پاس بہت زیادہ
ہیں میں ان کا شکر کیسے کروں تو فرمان الہی آیا اے داؤد جب تو نے جان لیا کہ جو کچھ تیرے پاس نہیں ہیں وہ میری طرف سے
ہیں تو تو نے ان کا شکر ادا کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ حضور جب اپنے
بستر پر جاتے تو عرض کرتے اے اللہ
اے آسمانوں کے رب اے زمین کے
رب اے ہر چیز کے رب۔ اے داؤد
اور گھٹلی کو پھاڑ کر نکالنے والے اور
توراة و انجیل اور قرآن کو اتارنے
والے میں ہر اس کی شکر تیری
پناہ مانگتا ہوں جس کی بیشانی تیری گرفت
میں ہے تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہیں

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ قَالَ يَقُولُ إِذَا آذَى
إِلَى فِرَاشِهِ اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ
وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ
شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى
مَنْزِلَ الْخُورَةِ وَالْإِنجِيلِ
وَالْقُرْآنِ وَاعْزُذْ بِكَ مِنْ
شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ أَنْتَ
أَخِذُ بِنَاصِيَتِهِ أَنْتَ الْأَوَّلُ
فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ

فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ
فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ
الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ
اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاعْزِزْنِي
مِنَ الْفَقْرِ۔

اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے پیچھے کچھ
نہیں اور تو ہی ظاہر ہے کہ تیرے اوپر
کوئی چیز نہیں تو ہی چھپا ہے کہ تیرے پیچھے
کچھ نہیں میرا قرض ادا کر دے اور مجھے محتاجی
سے بے نیاز کر کے دولت مند بنادے۔

رَمَّادَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ
وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ تَوَالَا مُسْلِمٌ
مَعَ اخْتِلَافٍ كَثِيرٍ۔

ابو داؤد و ترمذی۔ ابن ماجہ
امام مسلم نے اسے تھوڑے فرق سے
رہایت کیا۔

اس میں بقائے عالم کے اسباب و کلیہ کی جانب اشارہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہر چیز کو عام ہے جو بھی آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے وہ غلام ہے یا ان سے
پیدا ہونے والی چیزیں یا افراد و جزئیات۔

۴۔ اس میں جسمانی ارزاق کی جانب اشارہ ہے جس سے اجسام کی بقا وابستہ ہے۔ دانہ انسانی خدک کے لیے
استعمال ہوتا ہے اور گٹھلی پھل و میوہ کے لیے۔

۵۔ یعنی یہ جلیل الشان تین کتابیں اُس نے نازل فرمائیں۔ اس میں روحانی ارزاق کی جانب اشارہ ہے۔ جو آخرت
کے حالات کی تدبیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں نہ بوجہ ذکر نہ کیا کیونکہ اُس میں احکام و شرائع کا ذکر نہیں تھا بلکہ اُس میں اکثر
دو چیز اذکار و دعوات و مناجاتیں مذکور تھیں بلکہ زبور حقیقتاً توراۃ کا ایک جزو تھا جیسا کہ علماء نے فرمایا۔

۶۔ جو چیز بلند ہوتی ہے وہ ظاہر ہوتی ہے جو چیز نیچے ہوتی ہے وہ پوشیدہ ہوتی ہے تو اوپر ہونے کی
لفظی ظہور کے مناسب ہے اور نیچے ہونے کی لفظ پوشیدگی کے مناسب ہے یہاں حدیث میں واقع لفظ دون
فق کی مندر ہے۔

۷۔ یعنی مجھے ترسے سے بری کر دے اور مجھے توفیق دے کہ میں ترسے کو ادا کروں وہ اس طرح کہ مجھے ترسے کے
ادا کرنے کے اسباب عطا فرما۔ عربی میں لفظ قضا کا معنی ہے ادا کرنا پہنچانا اور کسی کی حاجت پوری کرنا۔

۸۔ یہاں حدیث میں لفظ من الفقر ہے اور من یعنی بعد ہے یعنی مجھے محتاجی کے بعد دولت مند بنادے عطا فرما۔

حضرت ابوالاثر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے
رہایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب رات کو اپنی خواب گاہ پر

وَعَنْ أَبِي الْأَثَرِ هِرَ الْأَنْصَارِيِّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ

مِنَ اللَّيْلِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ
وَضَعْتُ جَنِيَّ لِلَّهِ أَلْهُمَّ
اعْفُ عَنِّي ذَنْبِي وَ اَحْصِبْ
شَيْطَانِي وَ قَلْبِي رَهْمَانِي وَ اجْعَلْنِي
فِي السَّادَةِ الْأَعْلَى .
(دَقَاةُ أَبُو دَاوُدَ)

تشریف لے جاتے تو کہتے اللہ کے نام پر
اللہ کے لیے میں نے اپنی کرپٹ رکھ دی
ابلی میرے گناہ بخش دے میرے
شیطان کو دور کر دے اور میرا رہن چھڑا
دے اور مجھے اعلیٰ مجلس میں داخل فرما۔
(راہدراؤ)

۱۔ صمزد کی زبردن ساکن آپ صوابی ہیں شام میں سکونت رکھتے تھے۔

۲۔ یعنی اُس شیطان کو جو میرا ساتھی ہے یا ہر اُس شیطان کو جو بہکانے کا ارادہ کرے۔ یہاں حدیث میں لفظ
خضاء آیا ہے جس کا معنی ہے کتے کو دستکارنا۔

۳۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میرے نفس کو میرے اعمال کی جناحیں نہاتے ہوئے اور میرے اعمال کے بدلے
مجھے دہاں گرد نہ رکھ لینا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ) ہر جان اپنے کئے کے بدلے مرہون
ہوگی۔ عربی میں لفظ نك غلامی دینے اور رہن سے باہر آنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہاں ر کی زیر سے
یعنی گرو۔

۴۔ جو کہ ملائکہ کرام مقربین کی مجلس ہے ہندی نون کی ذبردن کی زیر اور شد یعنی مجلس اور اہل عیسیٰ کو بھی کہتے ہیں
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مرتبہ عزت و فضیلت و کرامت میں ملائکہ سے اعلیٰ داخل ہیں مگر درگاہ علو و ارتفاع
کے قرب کی ملاقات کا شوق آپ کو مان گیر رہتا تھا۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ ہمیشہ تمام ملکوت میں ہی تشریف فرما
رہیں اور آپ بھی چاہتے تھے کہ عالم نازل یعنی عالم دنیا سے مل جل اور خلط ملط جو کہ بشریت کا تقاضا ہے اسے بالکل برا
اور بلند رہیں اسے سمجھو و باللہ التوفیق۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ قَالَ الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي كَفَانِي وَادَانِي وَ
أَطْعَمَنِي وَسَقَانِي وَالتَّوَدُّ
مَنْ عَلَيَّ فَأَقْضَدَ وَ الَّذِي
أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب رات کو اپنا بستر اختیار
فرماتے تو کہتے تھے کہ اے اللہ کا جو
میرے لیے کافی ہوا اور جس نے مجھے
کھلایا اور جس نے مجھ پر احسان پھر
فضل کیا اور جس نے مجھے دیا تو بہت

عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ رَبِّ
كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكُهُ وَ اِلٰه
كُلِّ شَيْءٍ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ
الشَّارِ

دیادہ دیا۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اے
اللہ اے ہر چیز کے رب اور بادشاہ
اے ہر چیز کے معبود میں آگ سے تیری
پناہ پتا ہوں۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

اے پہلا فقرہ کیفیت کے اعتبار سے ہے اور دوسرا مقدار کے اعتبار سے۔

اسے یعنی فقر و غنا کی حالت ہر یا شدت و کسادگی کی یا نعمت و بلا کی حالت کہ دونوں میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم یا ظاہر ہوتا ہے یا پوشیدہ اور دونوں صورتیں بندے کے شامل حال ہوتی ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
نکابت کی کہ یا رسول اللہ میں بے خوابی
کے باعث رات کو سوتا نہیں ہوں اس پر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے
بستر پر جاؤ تو یوں کہو اے اللہ اے سات
آسمانوں کے اور جن پر یہ آسمان سایہ نکلے ہیں
اُن کے رب اور اے زمینوں کے اور جنہیں
زمین اٹھائے ہوئے ہے اُن کے رب اور
اے شیطانوں کے اور جنہیں وہ گمراہ کریں اُن
کے رب تو اپنی ساری مخلوق کے شر سے میری
پناہ بن جا کہ اُن میں سے کوئی بھی مجھ پر زیادتی
یا ظلم نہ کر سکے تیری پناہ غالب ہے تیری ثنا بہت
عزت والی ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں صرف
تو ہی معبود ہے

(ترمذی شریف)

وَ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ عَنْهُ قَالَ
شَكَى خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَنَا مِنَ
النَّاسِ مِنَ الْأَسَاقِ فَقَالَ نَبِيُّ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَوَيْتَ إِلَىٰ فِرَاشِكَ فَقُلِ
اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ
وَمَا أَظَلَّتْ وَ رَبَّ الْأَرْضَيْنِ
وَمَا أَقَلَّتْ وَ رَبَّ الشَّيْطَانِ
وَمَا أَضَلَّتْ كُنْ لِي جَارًا
مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا
أَنْ يَكْمُرُوا عَلَيَّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ
أَوْ أَنْ يَنْبَغِيَ عَذْرَ جَارِكَ وَ
جَلَّ ثَنَاءُكَ وَ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ
إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَحَكِيمٌ بَوَّ
ظَهَرَ الزَّائِرِيُّ قَدْ تَرَكَ حَدِيثَهُ
بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ۔

اور ترمذی نے کہا کہ اس حدیث
کی اسناد قوی نہیں اور حکیم بن ظہیر
طبری کی حدیث کو بعض محدثین نے
چھوڑ دیا ہے۔

۱۷ یا کی پیش سے آپ مقرر ممال ہیں۔

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ اَلْأَرْقُ صغیرہ اور را کی زبر سے۔ آخر میں ق ایسی بیلادی جو کسی بیلادی کی وجہ سے ہو۔
۱۹ زمین کو بھی مفرد لاتے ہیں یہ اعتبار کرتے ہوئے کہ زمین کے لبقات ایک ہی جلتے کی طرح ہیں کبھی جمع
لاتے ہیں اس لیے کہ زمین کے ٹکڑے متعدد ہیں اور کبھی جمع کی تاویل لفظ آفاق اور اقالیم سے کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔
۲۰ مراد شیاطین کے شکر ہیں تاکہ جنوں اور انسانوں سب کو شامل ہو جائیں۔

۲۱ یہ توحید کی تاکید و تقریر ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خوابی شیطان اور جن کے تصرفات میں
ہے۔

۲۲ بعض روایتوں میں حکم بن ظہیر یعنی حکم دونوں پیشوں سے اور ظہیر میں نا پر پیش اور صا پر زبر
کے امام بخاری اور ابو زامہ۔ نسائی اور ابن ابی حاتم نے ایسا ہی کہا ہے۔ ابن حسین نے کہا کہ یہ شخص کوئی شے نہیں۔
ابن عدی نے کہا اس کی اکثر امارت غیر محفوظ ہیں۔ حاشیہ میں کہا ہے کہ حکیم کی بجائے حکم یا کے بغیر زیادہ درست ہے
میا کہ تقریب اور کاشت میں مذکور ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ
فَلْيَقُلْ أَصْبَحْنَا وَآصْبَحَ
الْمَلِكُ يَلُو رَبِّ الْعَالَمِينَ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذَا
الْيَوْمِ كَسَحَةٍ وَكَصَرَكَةٍ وَ
نَوْمَكَةٍ وَبَرَكَتَهُ وَهُدَاهُ

حضرت ابی مالک رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اگر تم میں سے کوئی صبح پائے
تو کہے ہم نے صبح کی اور اللہ رب العالمین
کے ملک نے صبح کی۔ اے اللہ میں تجھ سے
اس دن کی بھلائی اس کی کشادگی اس کا
دور اس کی برکت اور اس کی ہدایت مانگتا

وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
فِيهِ وَكَثِيرٌ مَا يَعْدَاكَ شَرٌّ
۱۵۱ آمَنِي كُلِّيْلٌ مِثْلَ ذَلِكَ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

ہوں اور جو اس دن میں ہے اس کی اور
اس کے بعد کی غرض سے پناہ مانگتا ہوں
بھر جب شام پائے تو اسی طرح کہہ دے۔

(ابوداؤد)

۱۔ بعض مالک انجی کہتے ہیں آپ صحابی ہیں آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا
نام کعب بن مالک ہے۔

۲۔ یعنی عمل و اعتقاد میں راہ راست کی توفیق مانگتا ہوں اور حق و ثواب پر قائم رہنے کا سوال کرتا ہوں تمام برکتوں اور
تمام خیرات کا منبع یہی چیز ہے اور توفیق دتا پیدا ہل کے سوا میر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا کرے۔
۳۔ اس میں تاکید و مبالغہ اور اس بات کا بیان ہے کہ میں ہر شر سے جو مسلسل آ رہا ہو یا مسلسل نہ آ رہا ہو
پناہ مانگتا ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
بَكْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ
اسْمِعْكَ اللَّهُمَّ عَافِيَنِي فِي بَدَنِي
تَقُولُ كُلَّ عَدَاةٍ اللَّهُمَّ عَافِيَنِي
فِي سَمْعِي اللَّهُمَّ عَافِيَنِي فِي
بَصَرِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ مُكْرِمٌ ذَا
كَرَمٍ حِينَ تَصْبِرُ وَكَلِمَةً
حِينَ تُسَيِّئُ فَقَالَ يَا بُنَيَّ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِمْ كَانَا
أَحَبُّ أَنْ أَسْتَنْتَ بِسُنَّتِهِ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے
والد سے عرض کیا ابا جان میں آپ کو ہر
صبح یہ کہتے سنتا ہوں اہلی بھے میرے بدن
میں عافیت دے اہلی بھے میرے کانوں میں
عافیت دے اہلی بھے میری آنکھوں میں
عافیت دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اسے
تین بار کہہ دلاتے ہیں جب سویرا ہوتا ہے اور تین
بار جب شام ہوتی ہے فرمایا اے میرے بیٹے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا
انگنتے سنا کہ اس سنت کی پیروی کروں۔

(ابوداؤد)

۱۔ بکرہ باکی رہا آخر میں تا آپ مشہور صحابی ہیں آپ نے جنگ خائف کے دن ایک حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا کہ کنوئیں
سے چٹ کر اپنے آپ کو زمین پر نیچے ڈالا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے آپ کی کنیت ابو بکرہ مقرر فرمائی بکرہ کنوئیں کے راہٹ کو کہتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی بکر تابعی ہیں کثیر الحدیث ہیں۔

۱۷ یہاں حدیث میں لفظ غلۃ آیا ہے یہاں اس سے دن مراد ہے جو صبح شام کو شامل ہے۔

۱۸ یعنی میری بنائی کرمائیت عطا فرما۔ یہاں اعضا اور اجزاء بدن میں سے کان اور آنکھ کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ یہ دو عضو بڑی اہمیت و عظمت والے ہیں پھر کان کا ذکر آنکھ سے پہلے کیا کیونکہ کان آنکھ سے افضل ہے۔ جیسا کہ اکثر علماء فرماتے ہیں اکثر و بیشتر ان دو صفتوں کا ذکر اسی ترتیب سے آتا ہے۔

۱۹ کہ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ دعا وغیرہ کے عمل میں مطلوب اصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کی بجا آوری اور سنت کی اتباع ہے نہ کہ عمل کی جزا اور قبولیت دعا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَدُوٍّ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ
أُصْبِحَنَّ وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْكَبْرِيَاءُ وَالْأَعْظَمَةُ
لِلَّهِ وَالْخَلْقُ وَالْأَمْرُ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ
وَمَا سَكَنَ فِيهِمَا لِلَّهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ أَوَّلَ
هَذَا النَّهَارِ صَلَاحًا وَآدُسَةً
تَجَاحًا وَآخِرَهُ فَلَاحًا يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ ذَكَرَهُ التَّوَوُّيُّ فِي
كِتَابِ الْأَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ
السَّيْتِيِّ۔

۱۷ آپ مشر صحابی ہیں۔

۱۸ سنی سین کی پیش اور زون شدہ سے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
أَبِي زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
إِذَا أَصْبَحَ أَصْبَحْنَا عَلَى فِطْرَةِ

حضرت عبداللہ بن ابی ادنی رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح پاتے
تویں کہتے ہم نے اور اللہ کے ملک نے صبح
پایا اللہ ہی کی حمد و بڑائی ہے۔ اور
عظمت اللہ کے لیے ہے، خلق و حکم اور
رات و دن اور جو ان میں رہتے ہیں سب
اللہ کے لیے ہیں۔ اہی اس دن کا اول
دستی بنا، درمیان کو کامیابی اور آخر
کو چٹکارا بنا لے تمام رحم والوں سے بڑے
رحم کرنے والے اسے امام نوری نے کتاب
الاذکار میں ابن سنی کی روایت
سے بیان کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی زید رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح پاتے
تو کہتے ہم نے اللہ کے دین پر اور

الْإِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْإِحْلَاصِ
وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مِلَّةِ
آبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ)

انخاص کے کلمے پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے والد
حضرت ابراہیم کی ملت پر صبح کو پایا۔
حضرت ابراہیم ہر برائی سے دور تھے۔
شرکوں سے نہ تھے۔

(احمد دارمی)

اس صغیرہ کی زبرداساکن نامتصورہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا ہے اور حضور علیہ السلام کے پیچھے
نماز پڑھی ہے آپ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے۔ آپ کی اکثر روایات امیر المؤمنین
حضرت عمر و حضرت ابی بن کعب سے مروی ہیں۔

بَابُ الدَّعَوَاتِ فِي الْأَوْقَاتِ

مقررہ وقت کی دعاؤں کا باب

یعنی ان دعاؤں کے ذکر کا باب جنہیں مخصوص اوقات میں پڑھا جاتا ہے۔ وقت ایسے زمانے کو کہتے ہیں جو کسی چیز
کے لیے مخصوص کیا گیا ہو۔ جیسے کہتے ہیں وقت نماز وقت روزہ اور وقت حج پھر جس طرح دعا کے لیے مخصوص اوقات
ہیں اس کے لیے مخصوص حالات بھی ہیں جیسے حالت غضب اور کافروں کے مقابلے میں جنگ کرنے کے وقت، صف بنانے
کی حالت وغیرہ۔ چونکہ حالت بھی اوقات میں ہی ہوتی ہے۔ اس لیے مؤلف نے سب کو اوقات میں ہی داخل کر دیا تاہم بعض
حضرت اوقات کا جدا ذکر کرتے ہیں اور حالات کا الگ کیونکہ جہاں حالات کو الگ بیان کرتے ہیں وہاں حالات کا بیان
کرنا مطلوب و مقصود ہوتا ہے نہ کہ وقت اسے اچھی طرح سمجھو۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
رعایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے

إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ
قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَبِّبْنَا
الشَّيْطَانَ وَجَبِّبِ الشَّيْطَانَ
مِمَّا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يَفْتَدِرْ
بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ
يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کوئی جب اپنی بری کے پاس جاتا ہے
تو یہ کہہ دے بسم اللہ خدایا شیطان
سے دور رکھ اور شیطان کو اُس سے دور
رکھ جو تو ہمیں دے گا۔ تو اُس صحبت میں اُن
کے نسب میں بچہ ہر تو اُسے شیطان
کبھی نقصان نہ دے سکے گا۔

(بخاری و مسلم)

لے یعنی جامع صحبت کے لیے۔

۱۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس مخصوص وقت میں یہ دعا نہ پڑھے اور اُسے دعا کے ذکر کی توفیق نصیب
نہ ہو تو شیطان کو اُس وقت بھی اپنی شیطانی کرنے کا راستہ مل جاتا ہے اور وہ نقصان پہنچاتا ہے ایسا خوش قسمت کون ہے
جسے اُس وقت بھی ذکر و دعا کی توفیق مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل اولاد کے حالات ادا اُن کی تباہ کاریاں اور اُن کا
فساد طبیعت حد سے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْكَلِيمُ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ
وَرَبُّ الْأَرْضِينَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْكَرِيمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت
ہے جسے مک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سخت تکلیف کے وقت یہ کہتے تھے اللہ کے
سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ عظمت والا
علم والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو
بڑے عرش کا رب ہے اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں جو آسمانوں کا رب زمین کا رب اور کرم
والے عرش کا رب ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۲ یہاں حدیث میں لفظ کرب آیا ہے مراح میں لکھا ہے کہ کرب ایسی تکلیف کو کہتے ہیں جو بندے کا سانس بند
کر دے یعنی سخت تکلیف۔

۱۳ عظیم و کریم عرش کی صفت ہے یا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر کہا جائے کہ یہ ذکر ہے دعا نہیں اس کا جواب یہ ہے
کہ ذکر بھی دعا کے حکم میں ہے کیونکہ کریم کی ثنا کرنا اُس سے سوال کرنے کے مترادف ہے نیز یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ
فرماتا ہے جس بندے کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دیتا ہے میں اُسے مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔

وَعَنْ سَلِيمَانَ بْنِ صُرَدٍ
قَالَ اسْتَبْتِ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحَنُّنٌ
عِنْدَكَ جُلُوسِي وَ أَحَدُهُمَا
كَيْسَبُ صَاحِبَةُ مُغْضِبًا قَدِ
احْتَمَرَتْ وَجْهَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّيْ
لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً تَوْقَالَهَا كَذَهَبَ
عَنْهُ مَا يَجِدُ . آعُوذُ يَا اللَّهُ
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالُوا
لِيُجِدْ لَا تَسْمَعْ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِيَّيْ كَسْتُ بِمَجْنُونٍ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سلیمان بن صرڈ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں دو شخصوں نے حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپس میں گالی گلوچ
کی ہم لوگ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے
تھے ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص کو
غصے میں برا بھلا کہہ رہا تھا اس کا منہ سرخ
ہرچکا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسی دعا جانتا ہوں
اگر وہ پڑھے تو اس کی یہ حالت باقی رہے
جسے وہ محسوس کر رہا ہے وہ دعا یہ ہے میں
مرد و شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں لوگوں
نے اس سے کہا کیا تو سننا نہیں جو نبی پاک
علیہ السلام فرما رہے ہیں وہ بولا میں دیکھتا نہیں۔

(بخاری و مسلم)

اس میں کہ بیش دکی دربر سے آپ مہابی ہیں بہت بڑے عالم و فاضل اور بڑے عبادت گزار ہوئے ہیں
کافی عمر پائی اپنی قوم کے معزز اور خریف انسان سمجھے جاتے تھے اور اس لشکر کے امیر بنے جس نے کینے کے تحت
امام شہید حسین بن علی بن ابی طالب کا خون گرایا تھا۔
۳۔ اور یہ کلمات اس شخص کہتے ہیں جو دیوانہ ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں ایسا کلام وہ شخص کرتا ہے جو انوار شریعت سے
آراستہ نہ ہو اور جس کو دین کی سمجھ نہ ہو تو اس شخص نے یہ وہم کیا کہ اعوذ باللہ پڑھنا دینا کے لیے فاس ہے۔ اس کو یہ
معلوم نہ ہو سکا کہ غصہ بھی شیطان کے اثرات میں سے ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شخص منافق یا عرب
کے تحت مزاج لوگوں میں سے تھا۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا سَيَفَعُكُمْ مَيَّاحُ
الْيَدِيكُمَا فَسُئِلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب تم مرغ کی آواز سناؤ تو اللہ سے
اس کا فضل مانگو کیونکہ مرغ فرشتے کو دیکھتا ہے

فَاتَّهَا دَاثٌ مَّكَآ إِذَا سَمِعْتُمْ
نَهْيُ الْخِمَارِ فَتَعَوُّذًا يَا اللَّهُ
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَإِنَّهُ
دَاي شَيْطَانًا.

اور جب تم گدھے کا صیکنہ سنا
تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ
مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو
دیکھا ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

لہ یہاں حدیث میں لفظ دیکھ آیا ہے بمعنی بہت سے مرتبے یہ لفظ دکی زیر یا کی زیر سے پڑھا گیا ہے یہ دیکھ کی
جمع ہے دکی زیر یا ساکن جیسے قِرْدَةٌ وَقِرْدٌ۔

لہ تو اس وقت اس امید میں دعا کہو کہ شاید وہ فرشتہ ہماری دعا پر آمین کہے۔ واضح ہو کہ مرغ کی فضیلت میں بہت
سی حدیثیں آئی ہیں مگر محدثین ان احادیث میں قیل وقال کرتے ہیں اور وہ حدیث جو سفید مرغ کے بارے میں آئی ہے
کہ وہ عرش کے نیچے ہوتا ہے جب وہ بانگ دیتا ہے تو سارے مرغ بانگ دیتے ہیں اس حدیث میں بھی قیل وقال
ہے یہ بحث تفصیل سے شرح سفر السادات میں مذکور ہے۔

وَعِنِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ
خَارِجًا إِلَى السَّفَرِ كَثَّرَ ثَلَاثًا
لَهُمْ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ
لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا مُقَرَّبِينَ وَ
إِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ اللَّهُمَّ
إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا
الْزَيَّادَ وَالتَّقْوَى وَ مِنَ الْعَمَلِ
مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا
سَفَرَنَا هَذَا وَ اطْوِلْنَا بَعْدَهُ
اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي
السَّفَرِ وَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب سفر کو روانہ ہوتے ہوئے
اونٹ پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے
پھر یہ فرماتے پاک ہے وہ اللہ جس نے اُسے
ہمارا تامل کر دیا۔ ہم اُسے بطرح نہ کر سکتے
تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے
ہیں الہی ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی
پر ہیزگاری اور تیرے پسندیدہ امور کی
تزیین مانگتے ہیں اے اللہ ہم پر اس سفر کو
آسان کر دے اور اس کی درازی سمیٹ لے لے
اللہ تمہاری سفر میں ساتھی ہے اور گھر بار میں
دالی ہے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی
مشقتوں سے اور زبرد سے انتظار رکھو اور بری دالیں

سے مال میں ، گمراہ میں اور جب واپس
ہوتے تو بھی یہی فرماتے۔ ان کلمات میں یہ
کلمے اور بڑھا دیتے تھے ہم لوٹنے والے توبہ
کرنے والے عبادت کرنے والے رب تعالیٰ
کے ثنا گو ہیں۔

وَعَثَاءُ الشَّفَرِ وَ كَابَةِ الْمَنْظَرِ
وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي السَّمَالِ
وَالْأَهْلِ وَ إِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ
وَزَادَ فِيهِنَّ أَيْبُونَنَ تَأْيِبُونَنَ
عَابِدُونَنَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَنَ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

یعنی اونٹ ہریا کوئی اور سواری۔

۱۷ حقیقت یہ ہے کہ حیوانات میں سے گھوڑا اونٹ اور ہاتھی اگر خدا نے تعالیٰ انہیں تابع نہ کرے تو انسان میں
ان پر سواری کرنے اور انہیں تابع کرنے کی کب طاقت ہے یہ محض خدا نے تعالیٰ کی قدرت اور اس کا اقتدار ہے کہ یہ
انسان کے تابع کر دیے گئے ہیں۔ سراج میں ہے کہ مقررین راکی زیر سے اُسے کہتے ہیں جس کے پاس مویشی چلانے
کی طاقت یا ہمت نہ ہو۔

۱۸ اس عبارت کا پہلے کلام سے یہ تعلق ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے لیے انسان سواری اختیار کرتا ہے
اور مجرا انتقال وہ انتقال ہے جو خدا نے تعالیٰ کی طرف پر نیز سواری خطرے اور ہلاکت کی چیز ہے پس سوار کو چاہیے کہ اپنی
ہلاکت سے غافل نہ ہو۔ بلکہ خدا نے تعالیٰ سے ملنے کے لیے تیار رہے۔

۱۹ تاکہ ہمیں اس میں تصادم اور تکلیف نہ پہنچے۔

۲۰ یہاں حدیث میں لفظ وعثاء آیا ہے جو دھشت سے بنا ہے۔ یعنی ایسی نرم جگہ جس میں پاؤں نیچے دھنس جائے اور
آسانی سے چلنا مشکل ہو بلکہ وہاں چلنے سے پاؤں لڑکھراتے ہوں۔

۲۱ یہاں حدیث میں لفظ کابۃ المنظر آیا ہے یعنی نفس کی ٹکسلی جو کہ آنکھوں سے دیکھنے کا مقام ہے لفظ کابۃ کا ت کی
زیر سے بروزن رفت۔ بمعنی خشکی بد حالی اور غم و اندوہ۔

۲۲ یہاں حدیث میں لفظ سوء المنقلب آیا ہے۔ لام کی زیر سے۔ یعنی مال اور اہل میں بری واپسی سے۔ یعنی
ایسا نہ ہو کہ ہماری واپسی ہمیں غم و اندوہ میں ڈال دے وہ اس طرح کہ ہم گمراہوں میں کوئی نقصان یا گمشدگی دیکھیں
یا ایسی حالت میں اپنے گمراہی پس نہ آئیں کہ جس مقصود کے لیے گئے تھے وہ حاصل نہ ہوا ہو۔

۲۳ بعض نسخوں میں آمین و تائبین و عابدين۔ حامدين بھی آیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

سَرَجٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

علیہ وسلم سفر کرتے تو ان چیزوں سے پناہ مانگتے تھے۔ سفر کے نقصانات سے واپسی کی تکلیف سے بھلائی کے بعد برائی سے مظلوم کی بددعا سے اور گھر بار و مال میں برائی دیکھنے سے۔

(مسلم)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ
الشَّقَرِ وَكَأَبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ
الْحَوْرِ بَعْدَ الْكُورِ وَدَعْوَةِ
الْمَظْلُومِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي
الْأَهْلِ وَالْمَالِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ سر جس سین کی زبرد اساکن جیم کی زیر آپ بصری صحابی ہیں۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ الحور بعد کور ہے یعنی زیادتی کے بعد نقصان سے اور سامانے کے بعد کمی سے۔ اور درستی کے بعد فساد سے اور ساتھیوں کی جماعت کے بعد اکیلا رہ جانے سے۔ ایک روایت میں الحور بعد اکون بھی آیا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ اچھی حالت نصیب ہونے کے بعد بری حالت طاری ہونے سے پناہ مانگتا ہوں اور ثابت قدمی کے بعد پاؤں کے ٹکڑا کرنے سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ اصل لغت میں کور دستار پٹنے کو کہتے ہیں اور حور اسے کھول دینے کو کہتے ہیں۔

۳۔ مظلوم کی بددعا سے پناہ مانگنا درحقیقت ظلم سے پناہ مانگنا ہے۔ یعنی ہم کسی پر ظلم نہ کریں تاکہ وہ مظلوم ہمارے خلاف بددعا نہ کرے۔

حضرت خولہ بنت بحیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کسی منزل پر اسے تو یہ کہہ لے میں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ساری مخلوق کے شر سے تو اس منزل سے کوچ کرتے وقت تک اسے کوئی چیز نقصان نہ دے گی۔

(مسلم)

وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ
قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
تَزَلَّ مَنَزِلًا فَقَالَ أَعُوذُ
بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ
شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ
حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنَزِلِهِ
ذَلِكَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ خاک زبرد اساکن سے آپ عالم و فاضل صحابیات میں سے ہیں۔

یعنی وہ کلمات تمام اور کامل ہیں جن میں نقصان کو راستہ نہیں مل سکتا مراد قرآنی کلمات ہیں۔ بعض نے کہا اس سے حق تعالیٰ کے اسماء و صفات مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی شر پیدا کیا ہے بندہ ان اسماء کی برکت سے اُن سے محفوظ رہتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَيْتِي مِنْ
عَذَابٍ كَذَعْتَنِي الْبَارِحَةَ قَالَ
أَمَا لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ
أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّمَانِيَةِ
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ

(رواہ مسلم)

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَانَ فِي
سَفَرٍ وَاسْتَحْوَا يَعْتُولُ سَمِعَ
سَامِعٌ بِحَمْدِ اللَّهِ وَحُسْنِ
بَلَايِهِ عَلَيْهِمَا رَبَّنَا صَاحِبِنَا
وَافْضِلْ عَلَيْنَا عَاثِدًا بِاللَّهِ
مِنَ النَّارِ۔

(رواہ مسلم)

اس میں حدیث میں لفظ سمع آیا ہے اسے دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے ایک میم کی زیر سے اور میم پر بنیر شد کے معنی سماع سے یعنی استنا۔ دوسری روایت یوں ہے کہ سمع میم زبر اور شد سے جو تسمیع سے بنا ہے بمعنی کسی کو سنانا دونوں صورتوں میں الفاظ خبر ہیں اور معنی امر ہے۔

پہلی صورت کے مطابق معنی یہ ہے کہ ہم خدا کی جو حمد کرتے ہیں اُسے سننے والا سننے اور ہم پر جو اس نے اچھی اچھی نعمتیں کیں ہیں وہ بھی سننے اور دیکھنے تاکہ اس کی اتباع کرے اور اُس پر گواہ بنے۔ بلا کا لفظ نعمت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا یا رسول اللہ آج رات مجھے بچھو کے کاٹ لینے سے بہت تکلیف پہنچی فرمایا اگر تم شام کے وقت یہ کہہ لیتے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلموں کی پناہ لیتا ہوں۔ تمہم مخلوق کے شر سے تو تمہیں بچھو تکلیف نہ پہنچا سکتا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سویرا پاتے تو یہ فرماتے سننے والے سن لیں کہ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اُس کی حمد پر اچھی نعمت ہے اے ہمارے رب تو ہمارا ساتھی ہو جا اور ہم پر فضل کرے اگ سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔

(مسلم)

کی حقیقت خدا کی طرف سے بندے کا ابتلا اور امتحان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو بندے کو تکلیف پہنچا کر اُس کا امتحان لیتا ہے تاکہ یہ دیکھے کہ بندہ صبر کرتا ہے کہ نہیں اور کبھی مسرت و خوشی عطا کر کے بندے کو آزتا ہے کہ یہ میرا شکر کرتا ہے کہ نہیں اور یہ دونوں نعمتیں ہیں۔ اس اعتبار سے کہ جب بندہ اُس کے مطابق اپنے آپ کو رکھتا ہے تو اُس پر اجر و ثواب ملتا ہے اور کمال ایمان سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ لفظ کی دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ دوسروں کو بھی سناوے اور دوسروں تک بھی اپنا حمد کرنا پہنچائے تاکہ دوسرے بھی حمد کرنے میں پیردی کریں۔

جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دین کی باتیں سننے والے کو چاہیے کہ وہ غائب تک بھی دین کی باتیں پہنچائے بعض علماء اس کو خبر کے معنی میں ہی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ جس کے کان میں اُس نے ہماری حمد سن لی ہے اور دوسروں کو بھی سنا دی ہے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو مشہور و عام ہے کسی سے مخفی نہیں ہے۔

۱۰ یعنی اپنے کرم و عنایت سے ہم پر مزید احسان فرما۔ درحقیقت یہ مزید عنایت و نعمت کے ہمیشہ رہنے اور حصول برکت کی مزید طلب ہے۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی نگار بارش کے باوجود اُن کی مزید نعمتوں سے بے نیاز نہیں ہے۔

آنانکہ معنی تسامد محتاج تراند

جو لوگ جتنے زیادہ غنی ہوتے ہیں اتنے ہی زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔

۱۱ یا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہوئے اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ پہلے معنی کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو گا اور ثانی معانی کے مطابق یہ راوی کا قول ہے۔ اسے سمجھ لو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے یا حج یا عمرے سے واپس تشریف لاتے تو زمین میں ہر ادنیٰ پڑھتے ہوئے میں تکبیریں پڑھا کرتے تھے پھر آپ فرماتے کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ وحدہ لا شریک ہے اس کے لیے ملک اور وہی حمد کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوگ لوٹنے والے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرْفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قَدْ يَرْوِ الْيَتِيمَ تَتَابَعُونَ عَابِدُونَ
سَاجِدُونَ لِرَبِّكَ حَامِدُونَ صَدَقَ
اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَ
هَذَا مِنَ الْآخِزَاتِ وَحْدَهُ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اس کے حضور سجدہ
کرنے والے اور اسی کی حمد کرنے والے اللہ تعالیٰ کا وعدہ
پہنچے اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے
دشمنوں کے تمام شکروں کو: اکیلے شکست دی۔
(بخاری و مسلم)

۱۔ یہ آپ کی تمام حالات میں دائمی عادت تھی کہ جب بھی آپ بلند جگہ پر چڑھتے تو تجمیر کہتے۔ تو رپشتی نے کہا کہ نئی
حالت اور نئی کیفیت پیدا ہونے کے وقت ذکر کرنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی رعایت اور اس کا لحاظ جگہ
اور وقت کے مطابق کرتے تھے۔ جیسا کہ وقت صبح اور شام اور بیداری اور نیند کے وقت ذکر کرتے تھے۔ اس طرح آپ
اس جانب اشارہ کرتے تھے کہ انسان کو چاہیے کہ حالات کی تبدیلی کے وقت حالات تبدیل کرنے والی ذات سے غافل نہ ہو۔
بعض کہتے ہیں ہر سکت ہے کہ تبدیلی حالت کے وقت تجمیر کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب بندے کو بلند جگہ پر چڑھنے
کا موقع میسر آتا ہو اور بخیریت رفعت حاصل ہوتی ہو تو شاید اس کے دل میں تجر و عنبر میں سے کوئی چیز پیدا ہوتی ہو تو نفس
کے اس دوسرے کو خدا نے تعالیٰ کی کبرائی کے مشاہدے اور اس کی عظمت کے تصور سے دور کرے اور اپنے
نفس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی یہ خوبی حاصل کرے اور یہ معنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مال شریف کے
بہت موافق و احسن ہے۔ قیسری فصل کے آغاز میں آ رہا ہے کہ اترتے وقت آپ سبحان اللہ پڑھتے تھے۔ بعض روایات
میں آیلے ہے کہ نیچے اترتے وقت آپ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ یہ اس وجہ سے آپ کرتے تھے کہ نیچے اترنا ذات
انکسار اور تنزل کی حالت ہے پس آپ خدا نے تعالیٰ کو اس سے منز و ظاہر کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے قول مہرک
سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ یعنی دین اسلام کی تعزیت و تائید میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پہنچا ہے۔

۳۔ یہ حضور علیہ السلام کے اپنے وجود شریف سے عبارت ہے۔

۴۔ اگرچہ بظاہر مسلمانوں نے جہاد کیا اور شکست دی لیکن حقیقت میں سب کچھ اللہ ہی کی قدرت سے ہوتا ہے
یہ بھی احتمال ہے کہ گرد ہوں بے شرکین کے گردہ اور یود کے قبائل مراد ہوں۔ کہ غزوہ خندق میں جسے غزوہ اخطاب
بھی کہتے ہیں جمع ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے لشکر ترتیب دیے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف
دائے پرمشق ہو کر آئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجیں۔ اور ملائکہ کے لشکر روانہ کیے جنہوں نے ان پر ہلاکت
بتا ہی سسل کر دی اور اللہ تعالیٰ کے قول صدق ہوئے خدا نے تعالیٰ سبحانہ کے اس قول کی جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں
اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف سے رٹنے میں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ قوی و غالب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي آدَى
قَالَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ
عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُمَّ
مَنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ
اللَّهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ
اهْزِمَهُمْ وَذَلِّزْلَهُمْ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن ابی آدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دن
مشرکین پر دعا فرمائی اور فرمایا اے اللہ کتاب یعنی قرآن
یا تمام آسمانی کتابیں نازل کرنے والے بندوں سے جلد
حساب لینے والے یعنی علم و معاملہ کی بدولت بندوں کے
قیل و کثیر تمام اعمال کا حساب لینے والے اے اللہ
کفار کے ان گردہوں کو شکست دے اے اللہ انہیں شکست
دے اللہ انہیں بلا ادا ان کے پاؤں کو پھلا دے۔ بخاری و مسلم

اے ادنیٰ ہرزہ کی درہلو ساکن اُس کے بعد فنا۔ آپ شہر صحابی ہیں۔ صحابہ کرام میں سے کوفہ میں سب سے آخر وفات
پانے والے صحابی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ
قَالَ كَوَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ قُتْرِبَةَ
إِلَيْهِ طَعَامًا وَ وَطْبَةً قَا كَلَّ
مِنْهَا شَقَّ أَهْوَى يَشْتَبِي فَكَانَ
يَأْكُلُهُ وَ يُلْقِي الْقَوَى تَبِين
إِضْبَتِيهِ وَ يَجْمَعُ الشَّبَابَةَ وَ
الْوُسْلَى وَ فِي رِوَايَةٍ فَجَعَلَ
يُلْقِي الْقَوَى عَلَى ظَهْرِ إِضْبَتِيهِ
الشَّبَابَةَ وَ الْوُسْلَى شَقَّ أَهْوَى
بِكِرَابٍ مَشْرُوبَةٍ فَقَالَ ابْنُ وَ
أَخَذَ يَلْجَأُ مَرَّةً آتِيَهُ إِذْ دَخَلَ اللَّهُ
لَنَا فَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ
فِيهِمَا وَ زِدْ قَتْلَهُمْ وَ اغْزِرْ لَهُمْ
وَ إِضْحِكْ لَهُمْ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن بصرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جانب سے والد کے پاس تشریف لائے تو ہم نے
آپ کی خدمت میں کھانا اور کھجور کا ٹوکہ پیش کیا
اس سے حضور علیہ السلام نے کچھ کھایا
پھر کھجوریں چھین لیں تو انہیں کھانے لگے اور
گٹھیاں دو انگلیوں کے بیچ لے کر پھینکے
گئے کہ کھجور کی انگلی اور بیج کی انگلی جمع
فرماتے اور ایک دوسرے میں سے کہ گٹھیاں
لے لے کہہ کر اور بیج کی انگلی کا پشت پر ٹپکانے
گئے پھر بائیں لایا گیا تو حضور نے اٹھ بیا پھر بیج
والد نے آپ کے گھڑے کی لٹام پڑا کر عرض کیا حضور
مبارک حق میں اللہ سے دعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا اے اللہ
میں انہیں جو روزی دے اُس میں برکت ڈال اور انہیں
خوش رکھ ادا ان پر رحم فرما۔ (مسلم)

اے بھراؤں کی پیش سین ساکن آپ مشورہ عالی میں۔ آپ آپ کے باپ آپ کے ماں آپ کے بھائی اور آپ کی بہن سب کو مصابت کاشرف حاصل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے گھر تشریف لائے کھانا کھایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے۔

۱۰ یہاں حدیث میں لفظ وطبتہ آیا ہے۔ اس لفظ کو کئی صورتوں میں روایت کیا گیا ہے اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے۔ تاجی میاض نے مشارق الانوار میں حرف ط میں فرمایا کہ یہ لفظ وطبتہ ہے۔ طاک کی زیر اس کے بعد ہمزہ مدودہ اس کجور کو کہتے ہیں جسے پہلے خستہ کرتے ہیں پھر اس میں دو مدد ملاتے ہیں۔ ابن درید نے فرمایا کہ یہ لفظ طبعیہ ہے یعنی کجور کا شیرہ۔ اس لفظ میں اختلاف و دہم بہت زیادہ ہے اور صحیح یہی ہے اور بحر قنذی نے کہا کہ یہ لفظ طبعیہ ہے۔ طاک کی زیر وطبتہ کا واء مد یعنی ترکجور اور وطبتہ بھی آیا ہے یعنی طاساکن اس کے بعد بارہ نقل کرنے والوں نے نووی سے نقل کیا ہے کہ اکثر روایت داود طاساکن اور باہجہ ہے۔ مشکوٰۃ کے نسخوں میں ایسا ہی موجود ہے اس کا معنی دو دھ کی مشک بھی آیا ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو کہتے اے اللہ اے ہم پر امن و ایمان سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر چکا اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

(ترمذی)

ابو قریب نے کہا یہ حدیث حسن طریق

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا رَأَى الْهَلَالَ قَالَ
اللَّهُمَّ أَهْلُهُ عَلَيْنَا بِأَلَا مِنْ
وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ
رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ

(رواہ الترمذی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قَرِيبٌ۔

ہے۔

۱۱ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مشورہ میں سے ہیں۔

۱۲ عینا آفات نفس اور ناس نے کی عورتاں چیزیں سے ہیں اس چاند میں حالت امن میں رکھو اور اس میں ہمیں ایمان کی پیشگی بھی عطا فرما۔ ہمارے دل کی سلامتی اور اسلام کے بہتر حالات ہمیں نصیب فرما اور ہمیں احکام الہی پر عمل کی توفیق سے سرفراز فرما۔ یہ چاند امن و سلام کے ساتھ ہم پہنچتا ہے۔ نیز یہ عطاؤں اور خیرات نعمتوں کے اصول ہیں بکہ تمام نعمتوں

کو شامل ہیں۔ مشورہ یہ ہے کہ ہلال تین رات تک کے چاند کو کہتے ہیں اُس کے بعد اُسے قمر کہتے ہیں۔ قمر میں فرمایا کہ ہلال دو یا تین رات یا سات رات تک کے چاند کو کہتے ہیں اور مہینے کی آخری دو راتیں جو کہ چھبیسویں اور ستائیسویں رات ہوتی ہے اُسے چاند کو قمر کہتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ دعائیں اول مہینے کا چاند مراد ہے۔ اور اقوال میں سے مشورہ قول بھی یہی ہے واللہ اعلم۔

۳۔ اس میں اس امر کی تنبیہ اور پاکیزگی کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تیرا اور میرا خالق اور شریک سے پاک ہے اس میں فرقہ دہریہ کا رد ہے۔ اس حدیث میں اس امر پر بھی تنبیہ ہے کہ نشانیوں کے ظہور حالات کے بدلنے اور خدا کے تعالیٰ کی مصنوعات میں نظر کرنے اور اُن کا مشاہدہ کرنے کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنْ رَجُلٍ رَأَى مُبْتَلًى فَقَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَاقَبَنِي بِمَا
ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ
مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا إِلَّا لَمْ
يُصِيبْهُ ذَلِكَ الْبَلَاءُ كَأَيُّهَا
مَا كَانَ.

حضرت عمر ابن الخطاب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو کسی کو بلا میں گرفتار دیکھے تو یہ کہہ دے۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اس آفت سے بچایا۔ جس میں مجھے مبتلا کیا اور اس نے مجھے بہت سے مخلوق پر فضیلت اور بزرگی عطا کی۔ مگر اُسے یہ بلا و مصیبت نہ پہنچے گی۔ جو بھی بلا و مصیبت ہو۔

(رِقَاعُ التَّزْمِيدِ وَرَوَاهُ ابْنُ

مَاجَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ)

وَقَالَ التَّزْمِيدِيُّ هَذَا

حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ ابْنِ وَثَّاقٍ

الزَّادِيُّ كَيْسٌ بِالْعَوِي.

اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اسے حضرت ابن عمر سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور یحمر ابن وثاق راوی قوی نہیں۔

۴۔ لیکن علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ یہ کتنا امدان کلمات سے مخاطب کرنا اُس شخص کے لیے ہے جو فتنہ و مصیبت میں مبتلا ہو اور اعلانیہ فتنہ و مصیبت کا ارتکاب کرتا ہو تاکہ وہ یہ سن کر متاثر ہو۔ اور فتنہ و مصیبت کو ترک کر دے لیکن اگر کسی بیمار یا ناقص الجسم انسان کو دیکھے یا ایسے فاسق کو دیکھے جس کا حال پرستیدہ ہو تو اُسے مخاطب نہ کرے اور بلند آواز سے یہ کلمات نہ پڑھے بلکہ دل میں کہے اور بس۔ تاکہ وہ تکلیف اور ادیت محسوس نہ کرے اور ٹکڑہ ہو جائے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بَيِّدًا الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ مَحَاسِنُهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَ دَفَعَهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ دَرَجَةٍ وَ بَنَى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (تَعَالَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَفِي شَرْحِ الشُّعْبَةِ مَنْ قَالَ فِي سُوْقٍ جَامِعٍ يُبَايَعُ فِيهِ بَدَلًا مَنْ دَخَلَ السُّوقَ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بازار میں داخل ہونے پر یہ کہہ لیا کرے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اُسی کی تعریف ہے زندگی اور موت وہی دیتا ہے وہ خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا اس کے تبعہ میں خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے عمل لاکھ گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتا ہے اور اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے (ترمذی - ابن ماجہ)

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور شرح منت میں اس طرح ہے کہ جو بھرے بازار میں جائے جہاں تجارت ہوتی ہے یہ الفاظ دخل السوق کے بجائے کہے۔

اسے علامہ طیبی نے اس حدیث کی تقریر میں دراز گفتگو فرمائی ہے۔ اور جامع بیان سیر و قلم کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام ثواب اس وجہ سے ہے کہ ایسا شخص درحقیقت اہل بازار سے جو کہ جھوٹ اور جھوٹی قسموں کی جگہ ہے غفلت کی تاریکی کو دور کرتا ہے۔ اور جبکہ بازار میں یہ تاریکی گئی اور صحت ہوتا ہے تو ان کلمات کے پڑھنے پر ثواب بھی کثیر اور عظیم مقرر کیا۔ چونکہ جو شخص یہ کلمات پڑھتا ہے وہ ہدایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتا ہے اس لیے اسے اجر بھی بہت زیادہ ملتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے یہ کہتے سنا اہلی میں تمہارے پوری نعمت مانگتا ہوں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَجَلًا يَدْعُو يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَتَامَ التَّعَمَّرَةِ فَقَالَ

آتَى شَيْءٍ تَمَامُ النِّعْمَةِ فَقَالَ دَعْوَةُ
 اَرْجُو اِيهَا خَيْرًا فَقَالَ اِنْ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ دُخُولُ
 الْجَنَّةِ وَالْفَوْزُ مِنَ الشَّارِ وَ
 مِمَّةٍ رَجُلًا يَقُولُ يَا ذَا الْجَلَالِ
 وَ الْاَكْرَامِ فَقَالَ قَدْ اسْتَجَبْتُ
 لَكَ فَسَلْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَهُوَ
 يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصَّبْرَ
 فَقَالَ سَأَلْتَ اللَّهَ الْبَلَاءَ فَسَلْهُ
 الْعَافِيَةَ - (رَوَاهُ الْيَتْرُمِيدِيُّ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا پوری نعمت کیا چیز ہے اس
 نے عرض کیا یہ ایک دعا ہے جس سے میں بھلائی کی
 امید کرتا ہوں فرمایا کہ پوری نعمت جنت میں جانا
 اور آگ سے نجات ہے۔ اور آپ نے ایک شخص
 کو کہتے سنا اے بزرگی و اکرام واسے تو فرمایا تیری
 دعا قبول ہوگی اب مانگ لے اور نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا الہی میں تجھ سے
 صبر مانگتا ہوں فرمایا تو نے اللہ سے مصیبت اور
 آفت مانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگ۔

(ترمذی)

۱۷ یعنی وہ تمام نعمت جو تو مانگ رہا ہے کیا ہے۔

۱۸ یعنی میں مجھل طور پر جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پوری نعمت ہے اور میں اسے ہی طلب کرتا ہوں مگر اس کی
 حقیقت تفصیل سے نہیں جانتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے پوری نعمت سے آگاہ فرمایا۔
 ۱۹ کہ بندہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نعمتوں سے محفوظ و مسرور زندگی بسر کرے آخرت میں عذاب و دوزخ
 سے محفوظ رہتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائے اور وہاں اللہ تعالیٰ کے دربار و شاہدہ سے مشرف ہو جائے تو اس
 سے زیادہ کمال نعمت اور کیا ہوگی۔

۲۰ کیونکہ صبر بلا مصیبت کے وقت ہوتا ہے۔

۲۱ یعنی خدا نے تعالیٰ سے عافیت طلب کرنا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تمام آفات و بلاؤں سے محفوظ رکھے کہ نہ تو
 مصیبت کو برداشت کرنا درحقیقت بلا مصیبت ہے۔ جو نہیں طلب کرنا چاہیے اور اگر بلا نازل ہو تو صبر کرنا چاہیے۔ یہ صحیح طریقہ
 یہ ہے اور بندے کے مال کی بہتری اور آسائش کی اصلاح ہی اس سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا جو کسی جگہ بیٹھے جہاں شر و شغف زیادہ
 ہو تو اٹھنے سے پہلے یہ کہہ دے پاک ہے
 تو اے اللہ اور تیری حمد ہے میں گناہی میتا ہوں

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ
 مَجْلِسًا فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ فَقَالَ
 قَبْلَ أَنْ يَقُومَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

و بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ إِلَّا غُفْرًا لَكَ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذَلِكَ .

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ

کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے یہاں مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں مگر اس کی وہ تمام حرکات معات کردی جائیں گی جو اس مجلس میں ہوں۔

ترمذی شریف اور بیہقی نے دعوات اکبر میں۔

اسے یہاں حدیث میں لفظ لفظ آیا ہے۔ تاہم میں فرمایا لفظ غفر کی ترجمہ اور جزم سے بھی آیا ہے۔ بمعنی آمازی یا ایسی آوازیں جن کا معنی سمجھ نہ آئے۔ یہاں بے فائدہ اور لایینی کلام مراد ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْفَى بِدَعَايَةِ لِيَزَكِّيَنَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِبِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلَاثًا وَ اللَّهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاعْفُ عَنِّي فَإِنَّكَ لَا تَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ اللَّهُ ضَعِيفٌ قَتِيلٌ مِنْ آتِي شَيْءٍ خَشِيتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتَ ثُمَّ ضَعِيفٌ فَقُلْتُ مِنْ آتِي شَيْءٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ کی سواری کے لیے ایک گھوڑا لایا گیا آپ نے جب رکاب میں اپنا پیر ہار رکھا تو فرمایا بسم اللہ جب اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو فرمایا الحمد للہ پھر فرمایا پاک ہے وہ رب جس نے اسے ہمارا تا بعد از موت دیا۔ اور ہم اسے ملیں نہ کر سکتے تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں پھر تین بار کہا الحمد للہ پھر تین بار اللہ اکبر پاک ہے تو میں نے یقیناً اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا پھر آپ ہنس پڑے عرض کیا گیا یا امیر المؤمنین آپ کس چیز سے ہنسے ہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وہی کیا جو میں نے کیا پھر آپ ہنسے میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس چیز سے ہنسے ہیں فرمایا تمہارا رب اپنے بند سے

سے خوش ہوتا ہے جب وہ کتاب ہے
خدا یا میرے گناہ بخش دے رب تعالیٰ
فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے
سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔

(احمد، ترمذی)

(ابوداؤد)

صَحِيحَتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدٍ
إِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي
يَقُولُ يَعْلَمُ أَنَّكَ لَا تَغْفِرُ
الذُّنُوبَ غَيْرِي.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ

أَبُو دَاوُدَ)

لے اس کا ترجمہ فصل اول میں گزر چکا ہے۔

لے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رب العزت جل شانہ کے قول مبارک سے ہنس پڑے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
لے حضور کی اتباع کے ارادے سے ایسا کیا یا آپ بھی اللہ تعالیٰ کے مذکورہ قول مبارک سے ہنس پڑے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
جب کسی شخص کو دماغ فرماتے تو اس کا
ہاتھ پکڑ لیتے خود اسے نہ چھڑاتے یہاں
نہ کہ وہ شخص خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ کو چھوڑ دیتا اور فرماتے میں تیرا دین تیری
امانت اور میرا آخری عمل اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا
ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ تیرے عمل کے
خاتمہوں کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ان دونوں

کی روایت میں آخر عَمَلُكَ کا ذکر
نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا وَدَّعَ رَجُلًا أَخَذَ بِيَدِهِ
فَلَا يَدَاغُهَا حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ
هُوَ يَدَاغُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ اسْتَوْدِعُ
اللَّهُ دِينَكَ وَآمَانَتَكَ وَآخِرَ
عَمَلِكَ وَفِي رَوَايَةٍ وَخَوَاتِيمَ
عَمَلِكَ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رَوَايَةٍ
لَمْ يُذَكَّرْ وَآخِرَ عَمَلِكَ.

لے آپ کا یہ طرز عمل غایت تواضع اور امانت کے ساتھ انتہائی نرمی اور شفقت کی بنا پر ہوتا تھا۔

لے تعجب اس مرد کے مال پر کرنا چاہیے جو اپنا ہاتھ حضور کے ہاتھ میں دے اور پھر جلدی اپنا ہاتھ چھڑالے۔

خوش دولتی است اینکہ توادست دادہ ست

ترجمہ۔ یہ کتنی اعلیٰ درجے کی دولت ہے کہ تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں۔

یعنی وہ مال جس کے ذریعے تو لوگوں سے لین دین کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لیے اُس کے امر دین دنیا کی حفاظت کی دعا فرمائی۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ انسان کو سفر کی وجہ سے مشقت اور تکلیف پہنچتی ہے جس کی وجہ سے انسان بے اوقات طاعات و اوراد سے محروم رہتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ اور اچھی معاشرت اختیار نہیں کر سکتا۔ بعض کہتے ہیں کہ امانت سے اہل واداد مراد ہیں۔

۳۔ یعنی ایک روایت میں آخر ملک کی بجائے خاتمہ ملک آیا ہے۔ آخر عمل کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اُس روایت میں خاتمہ ملک بھی موجود نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ غلٹی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شکر کو دماغ کرنا چاہتے تو فرماتے ہیں تم لوگوں کا دین تم لوگوں کی امانت اور تم لوگوں کے آخری عمل اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْخَطَّابِيِّ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ وَبَيْنَكُمْ وَآمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَكُمْ أَعْمَالَكُمْ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابو داؤد)

۱۔ خاکِ زبرِ ملاکی خرم آپ انصاری صحابی ہیں۔ آپ سترہ سال کی عمر کے تھے کہ غزوہ حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں مجھے کچھ سفر خرچ ملے گا فرمائیے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے پہنیز گاری کا گوشہ عطا کرے عرض کیا کچھ زیادہ دیجیے فرمایا تیرے گناہ بخش دے عرض کیا میرے ماں باپ فلا کچھ ادا عطا کیجیے۔ فرمایا اللہ تجھے بھلائی عطا کرے تو جہاں بھی ہو۔ تو رزقی شریف۔ اور توفیق نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِي فَقَالَ نَزَّكَ اللَّهُ التَّقْوَى قَالَ زِدْنِي قَالَ وَعَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ زِدْنِي يَا نَبِيَّ أَتَى قَالَ وَارْتَقِ قَالَ وَكَيْتَرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

لے یعنی میرے لیے برکت اور سفر میں امن و عافیت کی دعا فرمائیں جو سفر خرچ کی طرح ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ توشہ سے ظاہری اور مشہور سفر خرچ مراد ہوا اُس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے اُس کے لیے توشہ کی دعا فرمائی جو راہ آخرت کا توشہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي
أُرِيدُ أَنْ أَسَافِرَ فَأَوْصِيْنِي
قَالَ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَ
التَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرٍّ فَلَكَمَّا
وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ اللَّهُمَّ
أَطْوِلْهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ
السَّفَرَ.

(دَوَاۃ التَّزْمِيذِي)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ
الْبَيْتَ قَالَ يَا أَرْضُ دَيْقِي وَ
رَبِّكَ اللَّهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّكَ
وَشَرِّ مَا فِيكَ وَشَرِّ مَا خَلَقَ
فِيكَ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكَ
وَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ أَسَدٍ وَ
أَسْوَدٍ وَ مِنْ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ
وَ مِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَ مِنْ
قَالِدٍ وَ مَا وَ لَدَ.

(دَوَاۃ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ
میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں مجھے کچھ وصیت فرمائیے
فرمایا اللہ تعالیٰ کا تقویٰ پانے پر لازم کرے اور
ہر بندی پر تکبیر کہہ جب اُس شخص نے پیٹھ پھری
تو حضور نے فرمایا الہی اس کے لیے دُوری
پیٹ سے اور اس پر سفر آسان
کر دے۔

(ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب ہجرتِ اہلبیت آجاتی تو فرماتے اے زمین
تیرا اور میرا رب اللہ ہے میں تیرے امتیری اندرون
چیزوں اور جو کچھ تجھ میں پیدا کیا گیا ہے اُس کی اور
جو تجھ پر پڑے ہیں اُن کے شر سے اللہ کی پناہ
مانگتا ہوں میں تیرے سے کالے سانپ سے تمام
سانپوں سے اور بچھوٹوں سے اور ظہر میں رہنے
والوں کے شر سے اور ہر بھنے والے سے اور
جنے ہوئے کے شر سے۔ اللہ کی پناہ
لیتا ہوں۔

(ابوداؤد)

لے یعنی اُس شر سے جو تیری ذات میں پیدا ہو جیسے زمین میں دھننا اور صحراؤں میں حیران اور سرگردان ہونا۔

۲۷ یعنی حیوانات کیڑوں مکوڑوں اور جنوں و انس سے۔

۲۸ جیسے غاریں اور گڑھے وغیرہ۔

۲۹ کہ یہ سانپوں کی ایک بدترین قسم ہے۔

۳۰ ایک روایت میں اور کا لفظ نہیں ہے۔

۳۱ اس سے مراد انسان ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد جن ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد جن ہیں جو ہر شہر اور زمین میں ہوتے ہیں اور اگر ان سے دونوں مراد لیے جائیں تو بھی ٹھیک ہے۔

۳۲ کہ جنے مارے سے ابلیس مراد ہے اور بننے ہوئے سے اُس کی نسل۔ اور اگر عام چیزیں مراد لی جائیں تو زیادہ مناسب ہے تاکہ سب کو شامل ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
جہاد کرتے تو فرماتے اہلی تو میری قوت بازو
ہے میرا مددگار ہے تیرے بھروسے ہی سے دفع
کرتا ہے تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں تیری امید
سے جہاد کرتا ہوں۔

(ترمذی۔ ابوداؤد)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَالَ اللَّهُمَّ
أَنْتَ عَضْدِي وَنَصِيرِي بِكَ
أَحْوَلُ وَبِكَ أَصْوَلُ وَبِكَ
أَقَاتِلُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ)

۳۳ یہاں حدیث میں لفظ عَضْدِی کی زیر من کی پیش سے یہ اس لفظ کا مشور استعمال ہے اور یہ مشہور عضو کا نام ہے
یعنی بازو اور عرف میں یعنی ہمارے مددگار ہیں۔ پس اس سے اگلا قول و نصیری اس کی تفسیر اور اس کا بیان ہے۔
۳۴ تاکہ دشمنوں کو دفع کر دوں یا میں تیرے ساتھ ایک مال سے دوسرے مال کی طرف حرکت کرتا ہوں۔
۳۵ یعنی تیرے ساتھ امید و نصرت سے جہاد کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب
کسی قوم سے خطر محسوس کرتے تو فرماتے اے اللہ
ہم اُن کے مقابل تجھے کرتے ہیں اور اُن کے شر
سے تیری پناہ لیتے ہیں۔

(احمد و ابوداؤد)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
الْحَبِشِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ
اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي مَحْوِيهِمْ
وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُودِهِمْ۔
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ)

اسے یہاں حدیث میں لفظ نحر آیا ہے جو نحر کی جمع ہے نحرینے کے اوپر کے حصے کو کہتے ہیں جہاں سے جانور کو ذبح کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں میں نے اسے دشمن کے سینے میں کر دیا۔ یہ کلمہ اُس وقت بولتے ہیں جبکہ کسی کو دشمن کے مقابلے میں مقرر کرتے ہیں تاکہ وہ اُن کی طرف سے لڑے اور جنگ کرے اور درمیان میں حائل ہو جائے۔ سینے کا ذکر اس لیے کیا کہ لڑائی کے وقت دشمن سینے کے مقابل ہی کھڑا ہوتا ہے یا اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ ہم اُسے ذبح اور قتل کر کے ہی رہیں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلنے تو فرماتے شرع اللہ کے نام سے اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں خدا یا ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم پھسل جائیں یا بہکت جائیں یا کسی کو ستائیں یا ستائے جائیں یا کسی سے جہالت سے پیش آئیں یا کوئی ہم سے جہالت سے پیش آئے۔

(احمد۔ ترمذی۔ نسائی)

اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے ابو داؤد ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ ام سلمہ درمیان میں کہ میرے گھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ نکلے گا آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے پھر فرماتے اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ بہکوں یا بہکتا جاؤں یا ظلم کروں یا مستایا جاؤں یا جہالت سے پیش آؤں یا کوئی مجھ سے جہالت سے پیش آئے۔

ۛ

اسے یہ لفظ زلت سے بنا ہے بمعنی راستے میں پلٹے ہوئے پاؤں کا پھسلنا اور گر پڑنا حاصل یہ کنایہ ہے۔ اس بات سے کہ انسان بلا ارادہ گناہ میں گر پڑے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ أَلَمْ يَأْتَا تَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تَضِلَّ أَوْ تَضِلَّ أَوْ تَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْكَ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةٍ أَبِي دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مَا تَخْرُجُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا رَفَعَ طَرَفَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

۱۰ یا راہ راست چھوڑ دیں اور ٹیڑھے راستے پر چل پڑیں اور اختیاراً ہم سے گناہ واقع ہو جائے۔
 ۱۱ یہاں حدیث میں لفظ **تَظْلُمُ** آیا ہے **نُون** کی زیر سے اس سے اگلا لفظ **تَظْلُمُ** **نُون** کی پیش لام کی زیر سے
 معنی یہ ہے کہ ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے کیونکہ یہ بھی ناپسندیدہ اور مذہب سے اس لیے کہ ذلت و خواری
 اور خستہ حالی پر اگر چہ انسان کو اجڑتا ہے مگر اس میں ایک دوسرا نقصان بھی ہے کہ شاید بندہ تنگ اگر ظالم کے لیے بددعا
 کرے یا بدلہ لینے میں مدد سے بڑھ جائے ایسی صورت میں ظلم اُس بندے کی طرف لوٹ آئے گا تو سلامتی اسی میں ہے کہ نہ
 ظالم بنے نہ مظلوم۔

۱۲ کہ معنی کسی کو ایذا یا نقصان پہنچائیں یا کوئی ہمیں ایذا پہنچائے۔

۱۳ اس روایت میں لفظ ازل نہیں ہے اور لفظ **فَلَمَّا** صیغہ مجہول زیادہ آیا ہے اور دوا لفظ مفرد سے کی گئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے تو کہہ لے اللہ

کے نام سے میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اللہ کے

بہرہ طاعت ہے نہ قوت تو اُس سے کہا جاتا

ہے تجھے ہدایت اور کفایت دی گئی اور تو

محفوظ کر یا گیا۔ پھر شیطان وہ بھاگ جاتا

ہے۔ اور اُس سے دوسرا شیطان کہتا ہے

تجھے اُس شخص سے کیا تعلق ہے جسے ہدایت

اور کفایت دی گئی اور جو محفوظ کیا گیا۔

ابوداؤد۔ اور حذیفہ نے کہ شیطان تک

روایت کیا۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا تَخَرَّجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْتِهِ

فَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ

عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

إِلَّا بِاللَّهِ يُقَالُ لَهُ حِينَئِذٍ

هُدِيتَ وَكُفِيتَ وَوُحِيتَ

فَيَتَنَحَّى لَهُ الشَّيْطَانُ وَيَقُولُ

شَيْطَانُ أَخَذُ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ

قَدْ هَدَى وَكُفَى وَوُحِيَ

(رَدَّاهُ أَبُو دَاوُدَ وَدَوَى

التِّرْمِذِيُّ إِلَى قَوْلِهِ لَهُ الشَّيْطَانُ) ۱۴

۱۴ یعنی تیرے گھر سے نکلنے کے بعد تجھے صحیح راستہ ملے اور تو درست و ٹھیک کام کرے یا مراد یہ ہے کہ تو

نے خدا کا نام لیا اُس پر توکل کیا اپنی قوت و طاقت سے تو باہر نکل آیا تو تو نے ہدایت پالی۔ اور تجھے سیدھا راستہ دکھادیا

یہ چیز اُس وقت انسان کو نصیب ہوتی ہے کہ بندہ خدا کی یاد میں ہو اور اپنے کام اُس کے حوالے کر دے۔ بیت

کار خدا بخدا باز گزار

کت نمی بنیم ازین بہتر کار

ترجمہ۔ اپنا کام خدا کے حوالے کر دے کیونکہ اس سے بہتر میرے نزدیک کوئی کام نہیں ہے۔

۲۷ یعنی تمام نعمات تیری حفاظت میں کر دی گئیں اور تمام شرور سے تمہیں بچا لیا گیا۔

۲۸ اور اُسے گمراہ کرنے بھگانے اور ایذا پہنچانے سے رک جاتا ہے۔

۲۹ دوسرا شیطان اُس شیطان سے کتاب ہے جو ایک طرف ناکام و نامراد ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اُسے بھگانے اور گمراہ کرنے سے عاجز آ جاتا ہے یہ اُس کی تسلی کے لیے کتاب ہے۔

۳۰ یعنی تجھے اُس سے کوئی چھڑ چھاڑ کی گنجائش نہیں جو کہ ہدایت کی راہ پر قائم ہو گیا اور جس کے لیے اللہ کافی ہو گیا اور جسے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ امام لیبی کی تقریر یہی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ شیطان بندے سے ہتھ دقت حسرت کھاتے نامراد و ناکام ہونے کے بعد پھر اُسے اغوا کرنے اور گمراہی میں ڈالنے کا خیال کرے اور کسی دوسرے فکر و فکر اور جیلے میں مبتلا کرنے لگے اور اس کام کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھے میں دوسرا شیطان اُس سے کہے کہ یہ خیال چھوڑ دے کیونکہ اب تیرا اس کے گمراہ کرنے کی فکر میں پڑنا بالکل بے فائدہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ
بَيْتَهُ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
خَيْرَ التَّوَلُّجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ
بِسْمِ اللَّهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللَّهِ
تَوَكَّلْنَا اللَّهُمَّ لَئِنْ لَمْ يَنْصُرْنَا
لَا نَنْصُرْ وَلَا نَكُونُ مِنَ الْغَالِبِينَ

حضرت مالک اشجری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل
ہو تو کہے اے اہل میں تجھ سے واسطے کی اور
نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں اللہ کے نام سے
ہم داخل ہوئے اور اپنے رہنا اللہ پر
ہم نے بھروسہ کیا پھر گھر والوں کو
سلام کہیں۔

(ابوداؤد)

(تَذَاتُ آبُو دَاوُدَ)

۳۱ کہ میرا گھر سے نکلنا اور گھر میں آنا یہی پر مشتمل ہوا دسائیں میں بھی یہی پالی جاتی ہو یہاں حدیث میں مریخ آیا
لام کی زیر اور مخرج رکی زیر ہے۔

۳۲ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر گھر میں کوئی بھی نہ ہو تب بھی سلام کہے اور یوں بے اسلام علی عبادہ الصالحین
اور ملائکہ کی نیت کرے۔ جو وہاں موجود ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی
شخص کے نکاح پر دعا کرتے تو فرماتے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا دَقَّ الْإِثْنَانَ إِذَا

تَذَوَّبِرَ قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ
وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا
فِي خَيْرٍ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

اللہ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت
کرے اور تم دونوں کو شہلائی میں جمع
رکھے۔

(احمد۔ ترمذی)

(ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۱۔ یہ مرد کو خطاب ہے پھر آپ مرد و عورت دونوں کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت
عطا کرے۔ برکت کا معنی نعمت میں زیادہ کرنے کا ہے۔ تبریک کا معنی ہے برکت کی دعا کرنا۔

۲۔ یعنی تم دونوں کو اتفاق اور حسن سلوک عطا کرے۔ یہاں حدیث میں لفظ رفاہ آیا ہے فاکہی شد آخر میں معزہ یہ لفظ
ترغیب سے نکلا ہے۔ نعمت میں رفاہ کا معنی ہے آپس میں ملنا اور نیکی میں کپڑا پہننا اور کاٹنا اور بھاڑنا۔ جاہلیت میں نکاح
کے وقت ان الفاظ سے دعا کی جاتی تھی بالرفاء والبنین یعنی تم دونوں کے درمیان اتفاق رہے اور تمہیں نرینہ اولاد عطا ہو
شرع میں یہ دعا کرنا منع ہے کیونکہ اس میں بچیوں سے نفرت کا اظہار پایا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس
موقع پر دعا کرتے تو یہیں فرماتے ہمارک اللہ لک۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا تَذَوَّبِرَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً
أَوْ امْرَأَةً تَخَادِمًا فَلْيَقُلْ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آتَاكَ مَا تَحْتَاجُهَا
وَتَحْتَاجُ مَا جَبَلَتْهَا عَلَيْكَ وَ
أَعُوذُ بِكَ مِنْ مَكْرِهَا وَ شَرِّ
مَا جَبَلَتْهَا عَلَيْكَ وَإِذَا اشْتَرَى
بَعِيْرًا فَلْيَأْخُذْ بِذِمَّتِهِ سِتَامَةً
وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ وَ فِي
يَدَايِهِ فِي الْمَرْأَةِ وَالْمَخَادِمِ
لَهُمْ لِيَأْخُذَ بِمَا صَبَّغَتْهَا وَ لِيَذْهَبَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور
اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے نکاح
کرے یا خادمہ خریدے تو یوں کہے اے اللہ
بے شک میں تجھ سے اس کی خیر مانگتا ہوں
اور اس چیز کی خیر مانگتا ہوں جس پر تو نے
اسے پیدا کیا اور بے شک میں تیرے ساتھ
پناہ پکڑتا ہوں اس کے شر سے اور اس
چیز کے شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا
اور جب تم میں سے کوئی ادنیٰ خریدے تو
اس کی کوہان پکڑے اور یہی کلمات کہے ایک
رہایت میں اس طرح ہے کہ عورت اور خادمہ خریدتے

بِالْبَرَكَةِ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

وقت اُن کی پیشانی کو پڑھے اور برکت کی دعا کرے۔

(ابو داؤد۔ ابن ماجہ)

اسے یہاں حدیث میں لفظ دُرود یا ذرود یعنی پیش یا زیر سے ہر چیز کی بندی کو کہتے ہیں اور کوہان کی بندی اور پہاڑ کی بندی اور سنام بھٹی پہاڑ۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَوَاتُ الْمَكْرُوبِ اللَّهُمَّ رَحِّمْتَنِي أَرْجُو فَتَلَا تَكَلِّفْنِي إِلَى كَفْسِي طَرْفَةً عَيْنٍ وَاصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غمگین بندے کی دعائیں یہ ہیں۔ الہی میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں تو مجھے ایک لمحہ کے بعد بھی میرے نفس کے حواسے دک میرے سارے کام بنا۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابو داؤد)

اسے بکرہ پاک زبرک ساکن آخر میں تا آپ مشورہ صابی ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔
اسے یعنی وہ دعا جو غمگین آدمی پڑھے تو کوئی غم ماند وہ باقی نہ رہے اور جبکہ یہ دعا معانی کثیرہ پر مشتمل ہے۔ اس لحاظ سے گویا یہ کئی دعائیں ہیں اس لیے اس ایک دعا کے لیے لفظ جمع یعنی دعوات کا لفظ لایا گیا۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْكَ وَفَضَى عَنْكَ دَيْنُكَ قَالَ قُلْتَ بَلَى قَالَ قُلْ إِذَا أَصْبَحْتَ وَإِذَا أَمْسَيْتَ اللَّهُمَّ اِنِّتُ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تنہم و قرض چٹ گئے تو فرمایا میں تجھے وہ دعا نہ سکھا دوں کہ جب تو اُسے پڑھے تو اللہ تعالیٰ تیرے سارے غم مٹا دے اور تیرا قرض اٹا دے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ضرور فرمایا روزانہ صبح و شام کے وقت یہ پڑھ لیا کر الہی میں رنج و غم سے تیری پناہ لیتا ہوں اور عاجزی و سستی سے بھی تیری ہی پناہ لیتا ہوں اے کبروہی۔ دین دلی

الْكسَلِ وَ اعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ
و النُّجْبَنِ وَ اعُوذُ بِكَ مِنْ
غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ
قَالَ فَعَمَلْتُ ذَلِكَ فَادَّهَبَ
اللَّهُ هَيْئِي وَ قَضَى عَنِّي دَيْنِي۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور قرض کے چھا جانے اور
لوگوں کے غالب آجانے سے تیری پناہ لیتا ہوں
یہ صحابی فرماتے ہیں میں نے اس عمل پر عمل کیا تو
اللہ تعالیٰ نے میرا غم مٹا دیا اور میرا قرض
املا کر دیا۔

(ابوداؤد)

۱۷ حدیث میں لفظ ہم آ یا ہے یعنی ایسا غم اور ایسی بیماری جو جسم کو گھملا کر رکھ دے۔
۱۸ حدیث میں لفظ ہم و حزن آ یا ہے دونوں کا معنی غم ہے مگر اتنا سا فرق ہے کہ ہم اُسے کہتے ہیں جس کی توقع ہو
اور حزن وہ غم جس میں بندہ مبتلا ہو چکا ہو۔

۱۹ یعنی میں نے صبح و شام یہ کلمات پڑھے۔
و عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَهُ
مَكَاتِبٌ فَقَالَ إِنِّي عَجِزْتُ
عَنْ كِتَابَتِي فَأَعْيَيْتُ قَالَ أَلَا
أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَوْكَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ
جَبَلٍ كَبِيرٍ دَيْنًا آذَاهُ اللَّهُ
عَنْكَ قُلِ اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ
عَنْ حَرَامِكَ وَ اكْفِنِي بِفَضْلِكَ
عَمَّنْ سِوَاكَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
بے شک آپ کے پاس ایک کتاب آ یا اور کہنے
لگائیں اپنی ادائیگی کتابت سے عاجز آ گیا ہوں
میری کچھ مدد فرمائیے۔ فرمایا میں تجھے وہ
کلمات نہ سکھا دوں جو مجھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں اگر تجھ
پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو تو اللہ تجھ سے
ادا کرادے۔ یہ پڑھا کر خدا یا مجھے اپنے
حلال کے ساتھ اپنے حرام سے تو کافی
برہا اور مجھے تو اپنی ہربانی سے اپنے سوا سے
بے نیاز کر دے۔

ترمذی و بیہقی

دعوات الکبیر

اور ہم حضرت جابر کی یہ حدیث کہ جب
تم کتوں کا روٹنا سنو الی آخر۔ برتن ڈھکنے
کے باب میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي
الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى

و سَنَدُ كُرْ حَدِيثِ جَابِرٍ
إِذَا سَمِعْتُمْ بُنَاءَ الْكِلَابِ
فِي بَابِ تَغْلِيهِ إِلَّا وَإِنْ شَاءَ

۱۷۔ مکاتیب اُس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنی قیمت اپنی آئادہ کے لیے مقرر کر لی جب وہ ادا کر دے تو آئادہ ہر جائے۔

۱۸۔ یعنی آپ مجھے ایسی چیزیں جو میرے لیے بدلے کتابت بن جائے مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک مصرفِ مکاتیب بھی ہے کہ زکوٰۃ میں سے بدلے کتابت دینا جائز ہے یا اُس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے آپ ایسی دعا سکھائیں کہ میں اُس کی برکت سے بدلے کتابت ادا کر کے غلامی سے نجات حاصل کروں۔

۱۹۔ یعنی مجھے رزق، طلال دے تاکہ میں حرام سے بے نیاز ہو جاؤں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات کہتے۔ میں نے حضور سے ان کلمات کے متعلق پوچھا تو فرمایا اگر اچھی بات کی جائے تو اُن پر روزِ قیامت تھہر لگ جاتی ہے۔ اور اگر بُری بات کہی گئی ہو تو یہ کلمات اُس کا کفارہ بن جاتے ہیں وہ کلمات یہ ہیں۔ الہی تو پاک ہے میری حمد ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور میرے حضور تو یہ کرتا ہوں۔

(النسائی)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ يَجْلِسًا أَوْ صَلَّى تَكَلَّمَ بِكَلِمَاتٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ الْكَلِمَاتِ فَقَالَ إِنْ تَكَلَّمْتَ بِخَيْرٍ كَانَ كَلَامًا عَلَيْهِنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَإِنْ تَكَلَّمْتَ بِشَرٍّ كَانَ كَقَامَرَةٍ لَكَ شَيْعَانِكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَسْتَغْفِرُكَ إِلَيْكَ - (بِقَوَاةِ النَّسَائِيِّ)

۱۷۔ اُس کام میں اچھی بات کی جائے تو اُس پر ثواب ہے یا اُس میں غلب نہیں اس صحت میں حدیث میں واضح لفظ تکلم ہو گا یعنی قافیہ زیر کاف ساکن یا اگر تکلم پڑھا جائے۔ اس صحت میں تینوں حرفوں پر زبر ہو گی یعنی تا کات اور لام پر۔

۱۸۔ یعنی اُن کے صحیح ہونے کی دلیل بن جائے گی۔

۱۹۔ یعنی ان کلمات کے سوا اُس کا گناہ چھپا دیا جائے اور اُسے بخش دیا جائے گا اور یہ کلمات یا تو مجلس میں کہے جائیں یا بعد نماز۔

وَعَنْ قَتَادَةَ بَلَّغَهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى الْهَلَالَ قَالَ
هَلَالٌ خَيْرٌ وَرُشْدٌ هَلَالٌ
خَيْرٌ وَرُشْدٌ هَلَالٌ خَيْرٌ وَ
رُشْدٌ أَمِنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُولُ الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَدَّ
وَجَاءَ بِشَهْرِ كَدَّ

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہیں یہ خبر پہنچی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو فرماتے بھلائی
اور ہدایت کا چاند ہو۔ بھلائی اور ہدایت کا
چاند ہو۔ بھلائی اور خیر کا چاند ہو پھر فرماتے
اِس رب کا شکر ہے جو فلاں مہینہ لے
گیا اور فلاں مہینہ لے آیا۔

(البرداف)

۱۔ آپ جلیل القدر علمائے تابعین اور اُن کے مشاہیر میں سے ہوئے ہیں آپ اکثر روایات حضرت انس سے روایت
کرتے ہیں۔ اور ابو طفیل و سید ابن المسیب سے بھی روایت کرتے ہیں۔
۲۔ یہ لفظ آپ نے تین بار فرمایا یا رُشد کی پیش شین ساکن یعنی صبح راستے پر چلنا اور گمراہی سے بچنا۔
۳۔ اور آپ آئندہ ماہ کا نام لیتے اور آپ شکر ادا کرتے تھے آپ کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ گزرنے والا مہینہ
ادا لے والا مہینہ دونوں خیر دے ہوں یا یہ کہ ان میں عمر اور سلامتی باقی رہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَثُرَ هَمُّهُ
فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ
وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ أَمَتِكَ
وَ فِي قَبْضَتِكَ نَاصِيَّتِي بِيَدِكَ
مَاضٍ فِي حَكْمِكَ عَدْلٌ وَ فِي
قَضَائِكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ
هُوَ لَكَ سَمِيَّتٌ بِهِ نَفْسُكَ
أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس پر رنج و غم زیادہ چھا جائے وہ
یہ دعا پڑھے الہی میں تیرا بندہ ہوں تیرے
بندے اور تیری بندی کا بچہ ہوں میری پٹھانی
تیرے قبضے میں ہے۔ مجھ میں تیرا حکم جاری ہے
میرے بارے میں تیرا فیصلہ عین انصاف ہے۔ میں
تجھ سے تیرے ہر اِس نام کی برکت سے جو تو
نے اپنا رکھا یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں اتارا
یا جو نام اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا جو

نام اپنے پاس پردہ غیب میں پوشیدہ ہے یہ
ماگتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے
ریح و نعم کا علاج اور دغیب بنا دے۔ یہ
کلمات کوئی بندہ نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ
اس کا غم دور کر دیتا۔ اور اس
کے عرض کشادگی عطا کرتا ہے

عَلِمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ
أَوْ اسْتَأْذَنْتَ بِهِ فِي مَكْنُونٍ
الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ
رَبِيعَ قَلْبِي وَجِلَاءَ هَتِّي وَ
غَيْي مَا قَالَهَا عَبْدٌ قَطُّ إِلَّا
أَذْهَبَ اللَّهُ غَمَّهُ وَآبَدَ لَهُ
بِهِ فَرْجًا.

(دَوَاۃُ دَرِيْن)

(ذریں)

۱۔ یعنی تیری ملک اور تیرے تصرف میں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں تیرے قبضے میں ہے یعنی تیری ملک میں ہے
اور لفظ قبضہ کف کی پیش اور زبرد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۲۔ یعنی اُسے کوئی روک نہیں سکتا نہ اُس میں کوئی دیر ہو سکتی ہے تو جو چاہتا ہے اور کتاب ہے وہی ہوتا ہے۔

۳۔ یہ عام ہے اور تمام اقسام کو شامل ہے اس کے بعد خود اُن اقسام کا ذکر فرمایا۔

۴۔ بعض نسخوں میں ماخیے میں جیم کی علامت آئی ہے اور اُس کے بعد لفظ انزل نہ فی کتابک۔

۵۔ یعنی جس طرح موسم بہار زمین میں زندگی اور آثار رحمت کے ظہور کا سبب ہے ساری قرآنی سے بھی میرا دل زندہ
کر دے اور اُسے نزول رحمت کی جگہ بنا دے۔

۶۔ ریح و نعم دونوں کا ایک ہی معنی ہے مگر لفظ ہم مستقبل کے لیے اور غم ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
۷۔ یہاں حدیث میں لفظ فرج آیا ہے یا فَا اور اِلا کی زبر یعنی کشائش۔ چنانچہ کہتے ہیں فرج اللہ عنک غمک یعنی
اللہ تعالیٰ تیرا غم دور کرے اور یہاں فرج کی جگہ فرما یعنی خوشی بھی آیا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں ایسے مقامات میں جیم
کے ساتھ ہی آتا ہے۔ مگر اس جگہ بعض نسخوں میں ما کے ساتھ فرما بھی آیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں کہ جب ہم ادبھی جگہ چڑھتے تو تکبیر
کہتے تو ادرجیب اترتے تو تبیع کہتے تھے۔

(بخاری)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا إِذَا
صَعِدْنَا كَتَبْنَا وَ إِذَا نَزَلْنَا
سَبَّحْنَا.

(دَوَاۃُ الْبُخَارِي)

۱۔ بعض روایات میں لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی آیا ہے۔ اس کی وجہ تبیع تکبیر اور تہلیل کے باب میں گزر چکی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ

ہے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز ممکن کرتی تو فرماتے اے دائمی ذمہ اے قائم رکھنے والے تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں۔

(ترمذی)

اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور محفوظ نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے خندق کے دن عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ایسا ذلیفہ ہے جو ہم پڑھیں کیونکہ دل گلوں میں پہنچ گئے ہیں فرمایا ہاں اے اللہ ہمارے عیب ڈھکے دے ہمارے غزوں کو امن سے بدل دے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعے اپنے دشمنوں کے منہ پھیر دیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے ساتھ بھگا دیا۔ (احمد)

اے یہ غم اور تنگ دلی سے کیا یہ ہے۔ علامہ بیضاوی نے فرمایا کہ یعنی ہر طرف سے ہم پر غم کے بادل چھا رہے ہیں خوف کی سختی بڑھ رہی ہے جس سے ہمارے دل گلے میں اور گلے کے باہر کے حصے میں پہنچنے کو تیار ہیں جو کہ کھانے اور پانی کے داخل ہونے کی جگہ ہے مگر بیضاوی کا یہ کہنا کہ دل اُس جگہ پہنچ جائے جو کھانے پینے کی جگہ ہے۔ قابل اعتراض ہے بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ دل اُس رگ کے اوپر کے سرے تک پہنچ جائے جو سانس کی گزرگاہ ہے۔ طعام اور پانی کی گزرگاہ وہ رگ ہے جسے مری کہتے ہیں اور یہ سانس کی رگ سے نیچے ہوتی ہے۔

اگر یہاں حدیث میں لفظ عورات آیا ہے یعنی بہت سے عیب۔ لفظ عورت کا معنی اصل میں یہ ہے کہ ایسی چیز ظاہر ہو نایا دیکھنا جس سے شرم لاحق ہو۔ یہاں دوسرا لفظ رو عات آیا ہے۔ یعنی ڈرنا جبکہ رکی دہر سے ہوا اور یعنی دل جبکہ راکھی پیش سے ہو۔

اسے یہ واقعہ قرآن میں صراحتاً مذکور ہے اور یہ غزوہ خندق کا قصہ ہے اے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ مفصل واقعہ ہیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ

حضرت بريد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے تو فرماتے اللہ کے نام سے الہی میں تجھ سے اس بازار کی خیر اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس بازار کے شر اور جو اس میں ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ الہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ کوئی گھاسٹے کا سودا کروں۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ السُّوقَ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ السُّوقِ وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُصِيبَ فِيهَا صَفَقَةً تَحَاسِرَةً.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى)

اسے یہی نے دعوات کبیر میں روایت کیا۔
اسے یہاں حدیث میں لفظ صنفہ آیا ہے یعنی سودا کرتے وقت ہاتھ مارنا جس سے آواز پیدا ہو۔ یہ چیز سودا بیچنے وقت اور بیعت کرتے وقت کی جاتی ہے۔

بَابُ الْإِسْتِعَاذَةِ

پناہ طلب کرنے کا باب

لفظ کے مطابق لفظ عوذ و عیازہ معالہ استعاذہ یعنی پناہ حاصل کرنا چنانچہ کہتے ہیں عفت بہ واستعدت بہ میں نے اس سے پناہ لی۔ و صوریادی یعنی وہ میری پناہ ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ افضل احوذ باللہ ہے یا استعین باللہ اکثر دوسرے قول پر ہیں کیونکہ ظاہر قرآن بھی اسی پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يَا إِذَا تَرَأْتِ الْفُؤَادَ فَاُتَعِدْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ ترجمہ جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کے پاس پناہ لے اخبار و آثار اول کلمے میں بھی وارد ہوئی ہیں اور یہ قرآن پڑھنے میں ہے ماثورہ دعاؤں میں لفظ عوذ کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ معنی سب کا ایک ہے۔ اختلاف و گفتگو صرف لفظ میں ہے۔

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ
جَهْدِ الْبَلَاءِ وَذُلِّ الشَّقَاءِ
وَسُوءِ الْقَصَاةِ وَشَمَاتَةِ
الْأَعْدَاءِ.

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ کی پناہ مانگو آنت کی مشقتوں
سے اور بد بختی کے پہنچنے سے اور
برے فیصلے سے اور دشمنوں کے
لعنوں سے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اسے یعنی بلا کی مشقت اس کے اتنا اور شدت سے انسان کا حال یہ ہے کہ انسان کو امتحان کے طور پر مشقت
اور بلا کے نقتے میں ڈالا جاتا ہے انسان اس سے گزرنے میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ یہاں حدیث میں لفظ جہد آیا
ہے جیم کی پیش سے یعنی طاقت اور وسعت زبرد سے بھی پڑھا گیا ہے یعنی مشقت و اہتہا۔ یہاں زبرد سے پڑھا مناسب ہے
بعض نے کہا اس سے مراد وہ حالت ہے کہ انسان موت کو زندگی پر اختیار کرنے لگے۔ بعض نے کہا قلت مال اور کثرت
عیال مراد ہے مگر صحیح تر یہ ہے کہ اس سے ہر طرح کی مشقت اور تکلیف مراد ہے۔ اس حدیث میں واقع اگلا لفظ درک
الشفاء ہے یعنی استغنی و دشواری کا پیش آنا شقائقین کی زبرد سے یعنی شدت اور تنگ دستی۔ حدیث میں واقع تیسرا لفظ سوء القضا
ہے یعنی بری قضا سے بھی پناہ مانگو۔ اس سے وہ قضا مراد ہے جس میں انسان کو بری اور نا پسندیدہ چیزیں پیش آتی ہیں۔
اور بری قضا کے گئے کام سے تعلق رکھتی ہے قضا سے تعلق نہیں رکھتی اور یہ اس کے عکس ہے جو کہتے ہیں کہ قضا پر راضی
ہونا واجب ہے تاکہ اس تکلیف بختمیہ جو تنگداری گئی ہے راضی ہو جائے اگلا لفظ شماتۃ الاحدا یعنی دینی و دنیوی دشمنوں کے خوش
ہونے سے بھی پناہ مانگو۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہو جو دنیا کی چیزوں میں اسراف کرے اور فسق و فجور اور ظلم و ستم پیوئے
اور دشمن ایسے شخص کے زوال پر خوش ہوں تو اس سے پناہ مانگنا جائز نہیں۔ اس سے پناہ مانگنا تو طلب نفع و ظلم ہو گا اور
اس طلب کے لیے دعا کرنا جائز نہیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ
وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
وَمِنْ صُلْبِ الدَّيْنِ وَغَلْبَةِ
الرِّجَالِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
یہ پڑھا کرتے تھے اہلی میں تیری پناہ مانگتا
ہوں رنج و غم سے۔ عاجزی اور سستی سے
بزدلی اور کنبوسی سے۔ اور قرض چڑھا
جانے اور لوگوں کے غلبہ سے۔

(بخاری و مسلم)

لہ بیان مدیف میں لفظ مُلَع من کی زیر لام کی زیر یحق بیماری بوجہ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي

أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَمِّ

وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ اللَّهُمَّ

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ

النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ

الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ

شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَ شَرِّ فِتْنَةِ

الْفَقْرِ وَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الدَّجَالِ

اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ

التَّلْحِيقِ وَ الْبَرْدِ وَ تَقِ قَلْبِي

كَمَا يَنْتَقِي الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ

مِنَ الدَّائِسِ وَ بَاعِدْ بَيْنِي

وَ بَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ

بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا

کرتے تھے۔ الہی میں تیری پناہ لیتا ہوں کستی سے

بڑھاپے سے قرض سے اور گناہ سے۔ الہی

میں تیری پناہ لیتا ہوں آگ کے عذاب

سے اور آگ کے فتنے سے اور قبر

کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے اور

مالداری اور فقری کے فتنے سے اور صبح

وصال کے فتنے سے۔ اللہ میری خطائیں

دھو دے برن کے اولوں کے گناہوں

سے۔ اور میرا دل ایسا صاف کر دے

جیسے سفید کپڑا عسل سے صاف کیا

جاتا ہے اور میری اور میری خطاؤں

کے درمیان ایسا فاصلہ کر دے جیسا

مشرق و مغرب میں کیا ہے۔

(بخاری و مسلم)

لہ یعنی ایسے فتنے سے پناہ لیتا ہوں جو عذاب نار میں پہنچانے کا باعث بنے۔

۱۔ اس عبارت میں زیادہ شرک کا جانب اشارہ ہے حقیقت میں یہ اس جانب اشارہ ہے کہ بندہ مالدار اور محتاجی

دونوں حالتوں میں فتنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور انسان کے فتنے میں مبتلا ہونے میں اس کا بظاہر دخل ہے۔ پھر انسان دولت

کی وجہ سے فسق و اسراف میں مبتلا ہوتا ہے اور محتاجی کی وجہ سے بے مبری کے فتنے میں مبتلا ہوتا ہے۔

۲۔ اس کا بیان کتاب کے ابتدا میں گزر چکا ہے۔ و علامات قیامت میں انشاء اللہ العزیز مزید آئے گا۔

۳۔ بعض روایتوں میں پانی اور برت اور اولوں کا الگ الگ ذکر آیا ہے۔

۴۔ سفید کپڑے کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ سفید کپڑے میں صفائی اور نکھار زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور اس میں صفات

نظرت اور طہارت کی جانب اشارہ ہے اور اس جانب بھی اشارہ ہے کہ دل پر جو میل کچیل چڑھتی ہے وہ ماری اور دھنچک چیز ہے۔ بندے کی اصل نظرت طہارت کا تقاضا کرتی ہے۔

۱۷ اس کی شرح بھی کتاب الصلوٰۃ کے باب المکرہ بدلتکبیر میں آچکی ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ
وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
وَالْقَهَرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ
اللَّهُمَّ إِنِّي تَقَوَّاهَا وَزَكَّيْتَهَا
أَنْتَ وَلِيَّتُهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ
إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا
يَنْفَعُ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ
وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَ
مِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا.
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ پڑھا کرتے تھے اہلی میں عاجز رہ جانے سستی، بزدلی، کنجوسی، بڑھاپے اور عذاب قبر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ اہلی تو میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری دے۔ اُسے پاک کر دے تو بہترین پاک کرنے والا ہے تو ہی نفس کا دال دواست ہے۔ اہلی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس علم سے جو نفع نہ دے اور اُس دل سے جو عاجزی نہ کرے اور اُس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اُس دعا سے جس کی قبولیت نہ ہو۔

(مسلم)

۱۸ آپ انصاری صہابی ہیں آپ سترہ غزوں میں حاضر ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خصوصی ساتھیوں میں سے ہیں۔

۱۹ جس طرح وہ علماء جو دین سے تعلق رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ
رَقَالٍ يَعْتَمِتُكَ وَتَحَوُّلٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی اہلی میں تیری پناہ لیتا ہوں تیری نعمت کے نائل ہو جانے سے اور تیری عافیت کے بدل جانے سے

عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ
وَ جَمِيعِ سَخَطِكَ -
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور تیرے اچانک عتاب سے اور تیری تمام
ناراضگیوں سے۔

(مسلم)

اسے یہاں حدیث میں لفظ فوجاءۃ ناکہ پیش پھر صغیرہ اور ایک روایت میں ناکہ کی برابر جیم ساکن بغیر مد کے بھی آیا ہے
معنی یہ ہے اچانک پڑ لینا۔ اور لفظ نِقْمَتِک زحمت کی برابر اور
زیر سے پڑھا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے
تھے اہلی میں تیری پناہ لینا ہوں کئے کی
برائی سے اور دلشکے کی برائی
سے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ
وَمِنْ مَالَمُ أَفْعَلُ -
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

اسے یعنی مستقبل میں بھی مجھ سے ایسا کام نہ ہو جس سے تو راضی نہ ہو یا مجھ میں ایسا گمان پیدا نہ ہو کہ میں دعویٰ تو یہ
کروں کہ مجھ سے برائی نہ ہوگی مگر عملاً ہر جاتی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کرتے تھے اہلی میں تیرا ملحق ہوا میں تجھ پر
ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع
کیا اور تیرے بھروسے پر کفار سے جھگڑتا ہوں
اہلی میں تیری عزت کی پناہ لینا ہوں تیرے
سوا کوئی معبود نہیں اس سے کہ تو مجھے گمراہ
کرے تو وہ زندہ ذات ہے مجھے موت
نہیں۔ اور تمام جن انسان مر جائیں
گئے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَكَ
أَسْلَمْتُ وَ بِكَ أَمَنْتُ وَ
عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ إِلَيْكَ أُنَبِّئُ
وَ إِلَيْكَ خَاصَمْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا
أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ
الَّذِي لَا يَمُوتُ وَ الْجَنُّ وَ
الْإِنْسُ يَمُوتُونَ -

(مسلم بخاری)

(مُسْتَفْنًى عَلَيْهِ)

❖

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْآرْبَعِ
مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَ مِنْ
قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَ مِنْ نَفْسٍ
لَا تَتُوبُ وَ مِنْ دُعَاءٍ لَا
يُسْمَعُ .

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ
مَاجَةَ (

وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَ النَّسَائِيُّ
حَدَّثَنَا .

وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعُوذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْجُبْنِ
وَ الْبُخْلِ وَ بُنُوِي الْعُمَرِ وَ فِتْنَةِ
الصُّدُورِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ .
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ (

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھا کرتے تھے اہلی میں چار چیزوں سے تیری
پناہ لیتا ہوں اُس علم سے جو نفع نہ دے اُس دل
سے جس میں عاجزی نہ ہو اُس نفس
سے جو سیر نہ ہو اور اُس دعا سے
جو سنی نہ جائے۔

احمد ابو داؤد

ابن ماجہ

اور ترمذی نے اسے حضرت
عبداللہ بن امر سے روایت کیا اور نسائی
نے ان دونوں سے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پانچ چیزوں سے پناہ مانگتے تھے۔ بزدلی سے
بخل سے بُری عمر سے سینوں کے فتنوں سے
اور عذاب قبر سے۔

(ابو داؤد و نسائی)

۱۔ یعنی اُس کی ایسی دماغی قوت و طاقت اور بندگی کی سکنت نہ رہے۔
۲۔ یعنی بُرے اخلاق و عقائد باطلہ سے جن سے دلوں کو تنگی لاحق ہوتی ہے اور وہ قبول حق اور مشقت برداشت
کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ فقیری اور کمی اور ذلت سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ کسی کو ستاؤں یا ستایا جاؤں۔

(ابوداؤد و نسائی)

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْغِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ۔
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۱۔ یعنی خیرات اور نیکیوں کی کمی سے۔

۲۔ ذلت و کمی ویر سے یعنی نفس کی خواہش سے جو خدا کے تعالیٰ اور اہل دین کے نزدیک خاری بھی جاتی ہے بکہ مجھے عزت عطا فرما جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔ عزت اللہ کے لیے اُس کے رسول کے لیے اور اُس کے ایمان والوں کے لیے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں عداوت منافقت اور بدعتی سے۔

(ابوداؤد و نسائی)

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْإِخْلَاقِ۔
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ شقاق ہے فحش کی زیر سے یعنی اہل دین سے عداوت کرنا اور اُن سے مخالفت کرنے سے پناہ لینا۔

۲۔ نفاق کا اصل معنی کفر کا چھپانا اور ایمان کا ظاہر کرنا یہاں شاید اس سے بھی عام معنی مراد ہے جو ریا کو بھی شامل ہے نفاق کی علامتیں جھوٹ خیانت، غلات دھڑ اور اپنے احباب و اصحاب کے ساتھ اُس کے غلات ظاہر کرنا ہے جو دل میں ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے ابلیس میں جھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ یہ بستر کی بڑی ساتھی ہے۔ اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ یہ بدترین مشورہ دینے والی اور بُری صفت ہے

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ فَإِنَّهُ يَلْسَنُ الْفُجْيَةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا يَلْسَنُ الْبَطَانَةِ۔

رَدَّوْا كَا أَبُو دَاوُدَ وَ الشَّافِعِيُّ

ابوداؤد۔ شافعی

وَ ابْنُ مَاجَةَ

ابن ماجہ

۱۔ بھوک سے پناہ لینا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان کے بدن اور اُس کی توتوں، ظاہری اور باطنی حواس کو اس سے نقصان پہنچتا ہے اور بندے کی دلجمعی اور حضور طلب میں فتور لاحق ہوتا ہے۔ اور بندہ اللہ تعالیٰ کی خدمت و طاقت سے رک جاتا ہے اس لیے حضور علیہ السلام نے ایسی بھوک کو بستر کا ساتھی قرار دیا جو اُس کے ساتھ بستر پر بھی چٹا رہتا ہے اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ انسان کے لیے وہ بھوک مذہم ہے جو اُس کے ساتھ چٹتی رہے اور جو بھوک عبرت نصیحت اور ریاضت کے طور پر اعتدال کی حد تک ہو اور بندے کے باطنی مال کی درستی کے موافق ہو ورنہ مضر نہیں ہے۔ بلکہ وہ باطن کی صفائی، دل کی ذرا نیت بدن کی صحت اور سلامتی کی وجہ سے کیونکہ بندہ ایسی بھوک کی برکت سے غیر متعلق امور سے منہ پھیرے رکھتا ہے۔

۲۔ یعنی ہے امانتی اور بے دیانتی سے بھی پناہ لیتا ہوں۔ صراح میں لکھا ہے خیانت ناملاستی اور کسی کا حق کم کرنا ۳۔ یہاں حدیث میں لفظ بطنہ آیا ہے باکی زیر مسائل میں بطنہ کوٹ وغیرہ کے اندر کے کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے لگا ہوتا ہے کوٹ کے ظاہری کپڑے کو ظہار اور بارہ کہتے ہیں۔ درحقیقت اس میں اشارہ ہے کہ وہ خیانت بہت ہی بدترین ہے جو بندے کے باطن میں گھس چکی ہو۔ اور اُس کے باطن کا مزاج بن چکی ہو۔ اور بندہ اُسے اپنے اندر چھپا کر رکھتا ہو۔ مگر دوستی کو بھی بطنہ کہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے
تھے۔ یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں برص
کی بیماری سے کوڑھ سے دیوانگی سے
اور بری بیماریوں سے۔

(ابوداؤد و نسائی)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجَذَامِ
وَالْجُنُونِ وَ مِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ
(رَدَّوْا كَا أَبُو دَاوُدَ وَ الشَّافِعِيُّ)

۱۔ با اور لگانہ جینی جسم کے بعض حصوں کا سفید ہو جانا جو مزاج میں خللی کی وجہ سے ہوتا ہے۔
۲۔ یہاں حدیث میں لفظ ہنام آیا ہے جیم کی پیش اُس کے بعد فال یہ ایک مشورہ بھڑی ہے جو بدن میں سودا کے
پھیلنے سے پیدا ہوتی ہے اُس سے امضاء کا مزاج اور اُن کی ٹھیکیں خراب ہو جاتی ہیں۔

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ
قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

پڑھا کرتے تھے یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں
بری عادتوں سے بُرے کاموں سے اور
بری خواہشوں سے۔

(ترمذی)

وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
بِكَ مِنْ مُمَكَّرَاتِ الْإِخْلَاقِ وَ
وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ -
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۱۔ ق کی پیش طاساکن اُس کے بعد بلا آپ کو فی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یعنی ایسی خواہشوں سے جن کی طرف نفس میلان کرے اور منکر وہ چیزیں ہیں جو شرع میں ناپسندیدہ اور
دین میں نا آشنا ہوں۔

حضرت شعیب بن مسلم بن حید سے روایت ہے کہ
باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے
فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے کوئی ایسا
تعوذ سکھائیے جس سے میں تعویذ کیا کروں فرمایا
کہ یا اللہ میں پناہ لیتا ہوں اپنے کان اپنی
آنکھ اپنی زبان۔ اپنے دل اور اپنی منی کے
شر سے۔

ابو داؤد۔ ترمذی

طائ۔

وَعَنْ شُعَيْبِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ قَالَ
يَا نَبِيَّ اللَّهِ عَلِّمْنِي تَعْوِذًا
أَتَعُوذُ بِهِ قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَ
شَرِّ بَصَرِي وَ شَرِّ لِسَانِي وَ
شَرِّ قَلْبِي وَ شَرِّ مَنِيَّ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

وَالنَّسَائِيُّ)

۱۔ شین کی پیش تاک زبر یا ساکن آخر میں را۔

۲۔ شین اور کاف کی زبر سے۔

۳۔ ماک کی پیش میم کی زبر سے۔ آپ کو فی تابعی ہیں ان کے باپ حضرت شعیب بن حید کو فی صحابی ہیں۔ یاد رہے
کہ ان کے بیٹے کے سوا کسی نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

۴۔ صراح میں ہے تعویذ بمعنی ایسی چیز جس کے ساتھ پناہ حاصل کی جائے۔

۵۔ اُس سے بری باتیں سنا۔ آنکھ کا شر یہ ہے کہ اُس سے بری باتیں دیکھنا۔ اور زبان کا شر یہ کہ اُس سے بری باتیں
سنی جائیں دل میں جو بُرے خیالات نہیں رہیں زبان پر لانا اور منی کا شر یہ کہ انسان اُس کی وجہ سے زنا کی برائی میں گھرے۔
غیر محرموں کو دیکھے اور شہوت کے نغمے میں مبتلا ہو کیونکہ ان چیزوں کی بنیاد یہ مادہ ہے۔

حضرت ابوالیثر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ أَبِي الْيَاسِرِ أَنَّ رَسُولَ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کَانَ
یَدْعُوْا اللّٰهَ اِیَّیْ اَعُوْذُ بِکَ
مِنَ الْهَمِّ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ
التَّرَدُّیِّ وَ مِنَ الْفَرَقِ وَ
الْحَرَقِ وَ الْهَمِّ وَ اَعُوْذُ بِکَ
مِنْ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِی الشَّیْطَانُ عِنْدَ
السُّوْتِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ
اَمُوْتُ فِی سَبِیْلِکَ مَذْبُوًّا
وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتُ
لَدِیْغًا۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا
کرتے تھے الہی میں تیری پناہ لیتا ہوں نعمت
مگرنے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اُوپر
سے گر جانے اور ڈوب جانے، بل جانے اور
بڑھاپے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ
مجھے شیطان دوسرے میں ڈالے موت کے
وقت اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تیری
راہ میں پٹھر پھیرتا مردوں اور تیری پناہ لیتا ہوں
اس سے کہ سانپ سے ڈسا ہوا
مرد۔

ابوداؤد۔ نسائی۔ اور دوسری روایت میں

یہ زیادتی ہے کہ غم سے

(رَوَاہُ اَبُو دَاوُدَ وَ الْکَسَائِیُّ وَ

تَرَاوَدَ فِی رِوَایَۃِ اُخْرٰی وَ الْفَحْمِ)

اے یا کی زبر سے۔ آپ مشہور صحابی ہیں انصار میں سے ہیں۔ بیت عقبہ اور جنگ بدر میں حاضر تھے۔

۱۔ حدیث میں لفظ ہم آیا ہے ہاکی زبر سے اُس مکان کو کہتے ہیں جو گر جانے وال کی زیر سے بھی آیا ہے اس کا
معنی ہوتا ہے وہ ادنیٰ جو دیوار کے نیچے آکر مر جائے۔ حدیث کی مشور روایت میں یہاں دساکن سے ہے جیسا کہ
اس کے ساتھ والے الفاظ میں ہے اور دکی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے۔

۲۔ یہ دونوں لفظ فرق اور حلق ہیں۔ یعنی خین ذرا کی زبر اور حادرا کی زبر اور ایک روایت میں دونوں ہیں،
لاکوساکن بھی کہا گیا ہے۔ مگر تو ریشتی نے کہا کہ لاکوزبر سے پڑھنا خطا ہے۔

۳۔ یعنی اس بات سے کہ شیطان دوسرے اندازی کرے ایذا پہنچائے اور تباہ کر دے۔ صراح میں ہے کہ لفظ
تَجَبُّطُ کا معنی ہے کسی کو جن وغیرہ کا دیوانہ بنا دینا۔ قرآن مجید میں ہے۔ کَاٰلِیْ یَّتَجَبَّطُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ یعنی اُس شخص
کی طرح جسے شیطان چھو کر خرابی میں ڈال دے۔

۴۔ یعنی میں اس بات سے بھی پناہ لیتا ہوں کہ تیرے راستے میں پٹھر پھیرتے اور بھاگتے ہوئے مجھے موت
آئے۔ بھاگنے سے کافروں کی جنگ سے بھاگنا مراد ہے اور ہو سکتا ہے کہ شیطان شکر سے بھاگنا مراد ہو یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ طلب حق اور سلوک طریقت سے بھاگنا مراد ہو اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اُنس حاصل ہونے کے بعد پھر اُنس
سے عدم لگاؤ مراد ہو نیز یہ کہ اللہ کے رستے میں گری اور طلب پیدا ہونے کے بعد جذبات کا سرد ہو جانا مراد ہو ہم ایسی

حالت سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ طَمَعٍ
يَهْدِي إِلَى طَبْعٍ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے
ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو اس طمع سے
جو ہر گم جانے تک پہنچا دے۔

احمد ربیع

دعوات کبیر

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّبَهَقِيُّ فِي
الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى)

لہ یعنی ایسے طمع سے پناہ لیتا ہوں جو عیب اور برائی اور دین میں نقصان و شرافت اور انسانیت کے لیے نقصان
کا موجب ہو فقط طمع دوز بروں کے ساتھ ہے یعنی لوگوں سے مال کی امید رکھنا اور طمع طاکی زبرد سے اصل میں توار و غیرہ پر زنگ
و غیرہ آجانے کے معنی میں آتا ہے یہاں مراد عیب اور نقص کا پیدا ہونا ہے۔ مجمع البحار میں فرمایا کہ طمع باساکن سے یعنی
ہر گناہ اور اگر با پر بھی زبرد پڑھی جائے یعنی کبکھا کر اس کا معنی میل کا آتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طمع ایسے مال کی امید رکھنا جس کا ملنا بندے کے لیے مشکوک ہو اور اگر یقین ہو جیسا کہ
تنخواہ یا وظیفہ یا وعدہ صادق یا محبت راسخ تو اسے طمع نہیں کہتے اور میرے شیخ نے فرمایا جب ہماری کشتی جزیرہ
کمران میں پہنچی تو تین عرب ہونیوں کے لباس میں ہمارے پاس آئے اور کہا کہ جب کشتی کا موسم ختم ہو جائے گا اس سے ہمارے
باطن میں امید پیدا ہوگی کہ کچھ لوگ ہمارے پاس پہنچیں گے اور ہمیں کچھ دیں گے۔ فرمایا یہ چیز اور یہ امید طمع میں داخل تھی یا
نہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک ایسی امید طمع میں داخل اور مذموم ہے ہم نے اُن کے جواب میں کہا کہ کشتی کا موسم
تمہارے حق اور ہمارے حق میں بارش کے موسم کی طرح ہے اگر کوئی شخص بارش کے موسم میں بارش کی امید رکھے تو وہ
مذموم نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند
دیکھا تو فرمایا اے عائشہ اس کے شر سے اللہ کی
پناہ مانگ۔ یہ وہی غائب ہو جانے والا ہے
عرہ بن گننے کے وقت۔

(ترمذی)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ
إِلَى الْقَمَرِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ
اسْتَعِيذِي بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ هَذَا
فَإِنَّ هَذَا هُوَ الْقَاسِقُ إِذَا
وَقَبَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

لہ یعنی یہی ہے غائب ہونے والا جبکہ غروب ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ نطق میں واقع ہے۔ ومن شر قاسق اذا

دُب (یعنی اُس کے شر سے جو غاسق ہے جبکہ وہ ڈوب جاتا ہے۔ مفسرین نے غاسق کی تفسیر شب تاریک سے کی ہے جبکہ سورج کی سرخی اور چاند کے روپوش ہونے سے تاریکی چھاتی ہے اور غاسق سے مرد کا مخصوص آلہ بھی مراد لیا گیا ہے جبکہ وہ عورت کے اندام نہانی میں چھپ جاتا ہے یا جبکہ وہ قائم ہوتا ہے اسی طرح دُب کا معنی آفتاب وغیرہ غروب ہو جانے کا بھی آتا ہے۔ نیز تاریکی کا آنا اور چاند و آفتاب کو چھپا لینا یہ منی بھی کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں غاسق کی تفسیر چاند سے کی گئی ہے۔ جبکہ اُسے گرہن لگ جائے۔ اس سے پناہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ سورج یا چاند گرہن اللہ تعالیٰ کی اُن نشانیوں میں سے ہیں جو خوف اور ڈر پیدا کرتی ہیں اور اِس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ وقت حادثات اور مصائب کے نازل ہونے کا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب سورج گرہن ہوا تو آپ ڈرا اور خوف کی حالت میں کھڑے ہو گئے مگر اس سے وہ حادثہ و سائل مراد نہیں ہیں جو بخوشی لوگ سورج یا چاند کے گرہن کے وقت ثابت کرتے ہیں کیونکہ بخوشیوں کے قاعدوں کا اہل اسلام کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس سے خدائی نشانیاں مراد ہیں۔ مثلاً یہ کہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں کہ جب چاند اس قدر فرادیت کے باوجود اس گھڑی میں بے نور ہو جاتا ہے اور اُس سے نور چھین لیا جاتا ہے تو بندے کو بھی ڈرنا چاہیے کہ اُس کے سینے سے ذرا سی غلطی کی بنا پر نور ایمان و عمل چھین نہ لیا جائے اسی طرح عبرت کی اور باتیں حاصل کرنی چاہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا اے ابو حصین تم آج کل کتنے معبودوں کو پوجتے ہو۔ میرے والد نے عرض کیا سات معبودوں کو۔ چھ زمین کے اور ایک آسمان کا فرمایا ان میں سے امید اور ڈر کس سے رکھتے ہو۔ عرض کیا اُس آسمان والے سے فرمایا اے حصین اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں دو دعائیں ایسی سکھاؤں گا جو تمہیں بہت فائدہ دیں گی۔ فرماتے ہیں جب حصین مسلمان ہو گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وہ دعائیں سکھائیے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ فرمایا یہ

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي يَٰ حُصَيْنُ
كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ إِلَهًا قَالَ
أَبِي سَبْعَةً سِتًّا فِي الْأَرْضِ
وَ وَاحِدًا فِي السَّمَاءِ قَالَ
فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَ
رَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ
قَالَ يَٰ حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ
لَوْ أَسْأَلْتُ عَنْكَ كَلِمَتَيْنِ
تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا أَسْأَلَمَ
حُصَيْنٌ قَالَ يَٰ رَسُولَ اللَّهِ
عَلِّمْنِي الْكَلِمَتَيْنِ اللَّكَّتَيْنِ وَ

پڑھا کرو۔ یا اللہ مجھے میری ہدایت کا الہام کر
اور مجھے میرے نفس کی شرارت سے
پناہ دے۔

عَدَّتْنِي فَقَالَ قُلِ اللَّهُمَّ
الْهِنِّيْ رُشْدِيْ وَ اَعِزَّنِيْ مِنْ
شَرِّ نَفْسِيْ۔

(ترمذی)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۱۔ اور وہ بیوقوف نصرات منات اور عجزی ہیں ان چند تہوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور ایک آسان میں
ہے جو تمام اشیاء کا غافی ہے۔

حضرت عمرو ابن شیبہ اپنے باپ اور اپنے
دادا سے رعایت کرتے ہیں کہ بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم
میں سے کوئی اپنی خواب سے جھلٹے تو کہہ لے
میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں
اُس کی ناراضگی اور اُس کے عذاب سے
اور اُس کے بندوں کے شر اور شیطانوں
کے دوسروں سے اُن کی عاصری سے تو ان
سے کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ حضرت عبد اللہ
بن عمر اپنی بالغ اولاد کو یہ دعا سکھاتے
تھے اور اُن میں سے نابالغوں کے گے
میں کسی کا غز پر کھڑے کر ڈال دیتے تھے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَرِعَ أَحَدُكُمْ
فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ
اللَّهِ الثَّامَةِ مِنْ غَضَبِهِ وَ
عِقَابِهِ وَ شَرِّ عِبَادِهِ وَ مِنْ
هَمَزَةِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يُخْضَرُونَ
فَاتِّهَا لَنْ تَضُرَّكَ وَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عَمْرِو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ
مِنْ وَلَدِهِ وَ مَنْ لَمْ يَبْلُغْ
مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَدِّقِ رَقْعٍ
عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

(وَهَذَا لَقْظُهُ)

ابوداؤد۔ ترمذی اور ترمذی کے

یہ لفظ ہیں۔

۱۔ یعنی ایسے کلمات جو کامل اور نقصان سے برابر ہیں۔

۲۔ جنہیں وہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں ڈرنا شیطان کی مداخلت سے ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت شیبہ کے دادا اور اس حدیث کے راوی ہیں اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھایا کرتے تھے۔

۵۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعویذ مکہ کرگردن میں ڈالنا جائز ہے۔ علماء کا یہاں اختلاف ہے مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ مریگے وغیرہ مکے میں لٹکانا حرام اور مکروہ ہے۔ مگر قرآن پاک یا اس لئے الہی لکھ کر مکے میں ڈالنا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ تعویذات کی تفسیر میں بیان ہوا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت مانگتا ہے تو
جنت کسٹی ہے یا اللہ اسے جنت میں داخل فرما۔
اور جو تین بار آگ سے پناہ مانگتا ہے
تو آگ کسٹی ہے یا اللہ اسے آگ سے
امن دے دے۔

(ترمذی و نسائی)

تیسری فصل

حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ بے شک حضرت کعب احبار نے فرمایا
کہ اگر میں تین کلمات مذکور یا کرتا تو یہود مجھے گدھا
بنادیتے اُن سے عرض کیا گیا وہ کلمات کیا ہیں فرمایا پناہ
لینا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی جو عظمت
مالا ہے جس سے بڑی کوئی چیز نہیں اور اللہ تعالیٰ
کے پورے کلموں کی جن سے کوئی نیک کار اور
بدکار آگے نہیں بڑھ سکتا اور اللہ تعالیٰ کے اچھے
ناموں کی جو مجھے معلوم ہیں اور جو مجھے معلوم نہیں
اُن تمام چیزوں کے شر سے جنہیں اللہ تعالیٰ
نے پیدا کیا اور پھیلایا اور ٹھیک کیا۔

(ماک)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْجَنَّةَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ
اللَّهُمَّ ادْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ مِنْ
اسْتَجَابَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ
النَّارُ اللَّهُمَّ آجِرْهُ مِنَ النَّارِ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ)

الفصل الثالث

عَنِ الْقَعْقَاعِ أَنَّ كَعْبَ
الْأَحْبَارِ قَالَ لَوْ لَا كَلِمَاتُ
أَقُولُهُنَّ لَجَعَلَنِي يَهُودِيًّا
فَقِيلَ لَهُ مَا هُنَّ قَالَ أَعُوذُ
بِوَجْهِ اللَّهِ الْعَظِيمِ الَّذِي
لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمُ مِنْهُ وَ
بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّامَاتِ الَّتِي
لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرْءٌ وَلَا فَاجِرٌ
وَ بِأَسْمَاءِ اللَّهِ الْحُسْنَى مَا
عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ
مِنْ شَيْءٍ مَا خَلَقَ وَ ذَا وَ بَرَأَ -
(رَوَاهُ مَالِكٌ)

۱۷۱ ق کی زبر عین ساکن آپ تابعی ہیں۔ کعب اجار بھی تابعی ہیں یہ یہود کے دانشوروں میں سے ہیں نبوت کا زمانہ پایا مگر حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ حضرت عمر ابن الخطاب کے زمانے میں ایمان لائے۔
۱۷۲ یعنی جادو کے زور سے کیونکہ میرا ایمان لانا انہیں بڑا دشوار گزارا اور گدھا بنانے سے مراد یا تو انہیں ذلیل کرنا یا کندہ بنانا۔ یا بے عقل کرنا ہے۔ یا واقعہً انہیں گدھے کی شکل میں تبدیل کر دینا بھی مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ طبری نے ذکر کیا۔

۱۷۳ کلمات سے اُس کے اسماء و صفات مراد ہیں۔ پس تمام اشیاء اُس کے احاطے سے باہر نہیں ہیں اور اگر کلمات سے قرآن کے کلمات مراد ہوں جیسے اُس کا وعدہ و وعید۔ ثواب و عذاب تو اس سے بھی کوئی چیز خارج نہیں۔

۱۷۴ یہ تینوں الفاظ معنی میں ایک دوسرے کے نزدیک ہیں۔ تھوڑے تھوڑے فرق سے تفسیر کے حاشی میں لفظ بزرگ لکھا گیا ہے یعنی اُس نے مخلوق کو نقصان اور کمی بیشی سے پاک پیدا کیا اور اُس کی حکمت جس کا تقاضا کرتی تھی اُس کے مطابق پیدا کیا۔

حضرت مسلم بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میرے والد ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر حجاجی اور قبر کے عذاب سے تو میں بھی یہ دعا پڑھنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے تو نے یہ دعا کس سے حاصل کی میں نے کہا آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے۔

(ترمذی۔ نسائی)

لیکن ترمذی نے نماز کے بعد لکھا ذکر نہیں کیا۔ اور احمد نے اس حدیث کے الفاظ روایت کیے اور اُن کے نزدیک ہر نماز کے پیچھے ۲ لفظ آیا ہے۔

وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
قَالَ كَانَ أَبِي يَقُولُ فِي دُبُرِ
الصَّلَاةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ
مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَ عَذَابِ
القَبْرِ فَكُنْتُ اَقُوْلُهُنَّ فَقَالَ
اَبِيْ بَكْرٍ عَمَّنْ اَخَذَتْ هَذَا
قُلْتُ عَنْكَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُوْلُهُنَّ فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ التَّوْمِيْدِيُّ
اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْ دُبُرِ
الصَّلَاةِ وَ رَوَى اَحْمَدُ لَفْظَ
التَّحْدِيثِ وَعِنْدَا فِيْ دُبُرِ كُلِّ
صَلَاةٍ۔

۱۷۵ آپ آتہ تابعی ہیں۔

۱۷۶ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوراد و دعا ہشامی اور بزرگوں سے حاصل کرنا اور اُن سے اجازت لے کر شروع کرنا

اچکات ہے۔

۳۷ اس روایت میں لفظ کل زیادہ آیا ہے ظاہر یہ ہے کہ نسائی کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔
 وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَعُوذُ
 بِاللَّهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالَّذِينَ فَقَالَ
 رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْدِلُ
 الْكُفْرَ بِاللَّهِ فَقَالَ نَعَمْ
 وَ فِي رِوَايَةٍ آخَرَةٍ إِنِّي
 أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَ
 الْفَقْرِ قَالَ رَجُلٌ وَ يَعْدِلَانِ
 قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو یہ فرماتے سنا میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں
 کفر اور قرض سے ایک شخص نے عرض کیا۔
 یا رسول اللہ کیا آپ کفر کو قرض کے برابر
 سمجھتے ہیں فرمایا ہاں اور ایک روایت میں
 اس طرح آیا ہے یا اللہ میں تیری
 پناہ لیتا ہوں کفر اور محتاجی سے
 تو ایک شخص بولا کیا یہ دونوں برابر ہیں
 فرمایا ہاں۔

(نسائی)

(رِوَاةُ النَّسَائِيِّ)

۳۸ گر آپ نے اس کی وجہ بیان نہ فرمائی وجہ یہ ہے کہ لوگ قرض کی وجہ سے جھوٹ بولتے ہیں اور خلاف وعدہ
 کرتے ہیں اور یہ منات کفار و منافقین کی ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں آچکا ہے۔
 ۳۹ یعنی اُس شخص نے بطور استغنام پوچھا کہ کیا یہ دونوں برابر ہیں فرمایا ہاں کیونکہ فقر بھی انسان کو کفر تک
 پہنچا دیتا ہے جبکہ انسان اُس پر صبر نہ کرے اور ایسی باتیں کہے اور ایسے کام کرے جن سے کفر لازم آجائے۔

بَابُ جَامِعِ الدُّعَاءِ

جامع دعا کا باب

گزشتہ الباب میں جو کچھ مذکور ہوا وہ استغفار یا استعاذہ سے خاص تھا اور اوقات و حالات سے
 مخصوص تھا۔ اس باب میں جو دعائیں ذکر کی گئی ہیں وہ تمام مقاصد و مطالب کو جامع ہیں کسی خاص وقت یا
 حالت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔ یا جامع سے مراد ایسی دعائیں ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں جیسے

وہ احادیث اور دعائیں جو جامع الکمل کہلاتی ہیں۔

الفصل الأول

پہلی فصل

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو
بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي
مَخْطِئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي
فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ
بِي مِنْي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جَدِي
وَهَرِي وَخَطَايَايَ وَعَمْدِي
وَ كُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ
وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ
وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي
أَنْتَ الْبَاقِي وَ أَنْتَ الْمَوْجِدُ
وَ أَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ میری خطائیں میری
نلدانی اور میرے ہر کام میں حد سے بڑھ جانے
کو بخش دے اور جو کچھ تو مجھ سے زیادہ
جاتا ہے اسے بخش دے یا اللہ میری دانستہ
نامانستہ اند ساری خطائیں اور برے ارادے
جو میرے پاس ہیں بخش دے اہلی وہ بخش
دے جو میں نے آگے کیے اور جو پیچھے
کیئے جو چھپ کر کیے اور جو تو مجھ سے زیادہ
جاتا ہے تو ہی آگے بڑھا جانے
والا ہے اور تو ہی پیچھے کر دینے
والا اور تو ہر چیز پر قادر
ہے۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی یہ سب قسمیں میرے پاس ہیں۔ یہ قاضی اور کسری اور اللہ کے حضور میں اظہار مجرب ہے حقیقت میں یہ
امت کریم ہے کہ وہ اس طرح استغفار کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے قول لیغفرک اللہ میں جو توجیہات علماء نے بیان کی
ہیں وہ اس میں بھی جاری ہوتی ہیں۔

۲۔ یہ تمام گناہوں سے کنا یہ ہے یا اگلے پچھلے گناہوں سے قطع نظر صرف یہ معنی مراد ہے کہ میرے تمام گناہ
بخش دے یا نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کی تمام خطائیں اگر سرزد ہوتی ہوں مراد ہیں یا بعض گناہوں کا بعض سے
اعتبار سے ماقع ہونا مراد ہے یعنی کچھ پہلے اور کچھ بعد یا پیچھے والے گناہوں سے وہ گناہ مراد ہیں جو ابھی سرزد نہیں ہوئے
ان کی بخشش سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ سرزد ہو جائیں تو انہیں بھی بخش دے۔

۳۷ یعنی اپنی درگاہ قرب کی طرف قریب کرنے والا ہے جسے تو توفیق دیتا ہے اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا ہے جسے چاہتا ہے اس معنی کی تحقیق باب اسما اللہ تعالیٰ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ
عِصْمَتِي أَمْرِي وَآصِلِي لِي
دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي
وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي
فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلْ الْحَيَاةَ
زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَ
اجْعَلْ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي
مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ دعا انکا کرتے تھے یا اللہ میرا دین ٹھیک
کر دے جو میرے کام کی حفاظت کرے اور
میری دنیا درست کر دے جس میں میری زندگی
ہے اور میری آخرت درست فرما دے جہاں
مجھے لطف کر جانا ہے۔ اور میری
زندگی کو ہر بھلائی میں زیادتی بنا اور
میری موت کو ہر تکلیف سے راحت
قرار دے۔

(مسلم)

(دَوَاۃ مُسْلِم)

۳۸ اس لیے کہ نفس مال اور عزت دین سے حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے اور عذاب آخرت سے امن ایمان
کامل سے نصیب ہوتا ہے۔

۳۹ مدتی نساد کی ضد ہے۔ دنیا کی اصلاح اس چیز میں ہے کہ انسان جتنے ہو سکے حلال روزی حاصل کرے تاکہ اُس سے
اُس کی ضروری معیشت پوری ہو سکے۔ حلال روزی میں یہ برکت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لیے معاون
و مددگار ہوتی ہے اور دینی و دنیوی آفات کے رونما ہونے کے غل اور تشویش سے بچاتی ہے۔ یہ بھی آخرت کی اصلاح
ہے کہ انسان کو ایسے کاموں کی توفیق ملے جو اُس کے لیے عذاب سے نجات کا سبب ہوتے ہیں اور جس سے سعادت آخرت
نصیب ہوتی ہے۔

۴۰ کہ میں زیادہ دیر زندہ رہوں اور وہ سارا وقت زیادہ سے زیادہ نیک کاموں میں ہی بسر کروں اس میں کوئی شک
نہیں کہ کار خیر میں لگے رہنا دراز زندگی ملنے اور اُس میں برکت کا سبب ہے۔

۴۱ کہ یعنی اگر کوئی نشتہ پیدا ہو جو گناہ کے اتساک کا باعث بنے اور جس سے دین اور احکام ایمان سے برگزشتہ
ہونے کا خطرہ پیدا ہو تو مجھے اس سے پہلے دنیا سے اٹھا لینا۔ اور مجھے اس نشتہ میں مبتلا نہ کرنا۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اُس قول کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا کہ جب تو کسی قوم کو نقتے میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے اُس نقتے میں پڑنے سے پہلے ہی موت دے دینا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَ
الْعِفَّةَ وَالْغِنَى۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
کہ بے شک آپ غرض کرتے یا اللہ بے شک
میں تجھ سے راہ راست پر چلنا پرہیزگاری، پاک دامنی
اور دولت مندگی مانگتا ہوں۔

(رواہ مسلم)

(مسلم شریف)

۱۔ پاک دامنی یعنی اُس چیز سے بچے رہنا جو شریعت میں حلال و محمود نہ ہو جیسے مانگنا گداگری کرنا اور خوار ہونا، لغت
کی کتاب مزاج میں ہے عفت بمعنی پارسائی اور حرام کام اور سوال سے باز رہنا۔
۲۔ دولت مندگی سے مال اور دل کی دولت مندگی مراد ہے کیونکہ اصل دولت مندگی دل کی اور ماضی حق سے
بے نیاز ہونا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قُلِ اللَّهُمَّ اهْدِنِي
سَبِيلَ دِينِي وَادْكُرْ بِالْهُدَى
هَذَا بَيْتَكَ الطَّرِيقَ وَبِالسَّادِ
سَدَادِ الشَّهْرِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے
علی یوں کہو یا اللہ مجھے ہدایت دے، مجھے ٹھیک
رکھ اور (علی) ہدایت سے راستہ کی ہدایت کا
خیال کرنا۔ اور درستی سے تیر جیسی درستی
مراد لینا۔

(رواہ مسلم)

(مسلم)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ سدا یا سدا بمعنی کرمار و گفتار کی درستی۔
۲۔ جیسا کہ ایک راستہ سیدھا اور درمیانہ ہو اور اُس کے ساتھ کئی راستے ٹیڑھے ہوں تو جب قریہ کہے کہ
یا اللہ مجھے ہدایت دے تو اس سے سیدھے راستے پر چلنے کا تصور کرنا درحقیقت اس کلام میں عقلی چیز کو حسی چیز کے ساتھ
تشبیہ کی گئی ہے تاکہ بات بہتر طور پر سمجھ میں آجائے۔

وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ

حضرت ابوماکب اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے
باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

إِذَا أَسْلَمَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ
ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُو بِهِمْ وَلَا يَرْ
كَلِمَتِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَ
ارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي
وَارْزُقْنِي -

کہ کوئی شخص جب اسلام لاتا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اُسے نماز کی تعلیم دیتے تھے۔ پھر آپ اُسے حکم
دیتے تھے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ دعا
کیا کرے یا اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم
فرما مجھے عافیت عطا کر اور مجھے رزق
دے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ
دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ -

(مسلم)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر و بیشتر
یہ دعا ہوتی تھی۔ اے اللہ ہمیں دنیا میں حسنہ
عطا فرما اور آخرت میں حسنہ عطا فرما۔
اور نار کے عذاب سے بچا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے یہ دعا تمام خیرات و حسنات کی جامع ہے۔ طالب صادق اگر حضور مناجات کے وقت خلوت و صفائی
باطن کی حالت میں ذبیہ اور اخروی اور ظاہری اور باطنی تمام حسنات و بھلائیوں کا تصور کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگے اور
چاہے اور اس بات کو جانے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمانے والا ہے تو اُسے بہت زیادہ ذوق و شوق جمیعت
و نورانیت اور سعادت حاصل ہوگی پھر حسنات کا سب سے ادنیٰ اور اعلیٰ فرد یہ ہے کہ حسنہ سے دنیا میں حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور تحصیل کمال کا ارادہ کرے اور حسنہ آخرت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور اللہ تعالیٰ کے جمال کے دیدار کا ارادہ کرے کیونکہ یہی معنی اتم و اکمل ہے۔ اے اللہ ہمیں یہ سعادت
عطا فرما۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
جب دعا مانگتے تو یوں عرض کرتے یا رب میری

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَدْعُو وَيَقُولُ رَبِّ اَعِزِّي وَلَا

تُعِنِ عَلَيَّ وَانصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ
عَلَيَّ وَامْكُرْنِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ
وَهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي وَ
انصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ رَبِّ
اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا لَكَ ذَاكِرًا
لَكَ رَاهِبًا لَكَ مَطْوَعًا لَكَ
مُخِيبًا إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا
رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي وَاغْسِلْ خَوْفِي
وَاجِبْ دَعْوَتِي وَثَبِّتْ حُجَّتِي
وَسَدِّدْ لِسَانِي وَاهْدِ قَلْبِي
وَاسْأَلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي -
رَدَاةُ الْوُضُوءِ وَأَبُودَاوُدُ ابْنُ مَالِجَةَ

مرد کو میرے خلاف دوسروں کی مدد نہ کرے مجھے مدد
نصرت عطا فرما میرے مقابل کسی کو مدد نصرت نہ دے
میرے لیے تمہیں فرما میرے خلاف تمہیں نہ فرما۔
مجھے ہدایت دے اور میرے لیے ہدایت آسان کر مجھے
اُن پر فتح عطا فرما جو میرے خلاف بغاوت کریں۔ یا رب
مجھے اپنا بندہ شکر گزار اپنا ذکر کرنے والا اپنے سے
خوف کرنے والا تیرا مطیع تیری طرف رجوع کرنے
والا آہ ناری کرنے والا۔ تیری طرف لوٹنے
والا ہا۔ یا رب میری توبہ قبول کر میرے گناہ
دھو دے میری دعا قبول فرما میری دلیل مضبوط
کر میری زبان درست رکھ میرے دل کو ہدایت دے
میرے سینے کی سیاہی دور کر دے۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۱۔ مجھے دین دنیا میں میرے دشمن پر اور نفس و شیطان۔ جن مانس پر غلبہ عطا فرما۔
۲۔ یعنی اور اُن پر فتح اور کامیابی عطا فرما۔ انہیں مجھ پر فتح اور کامیابی عطا کر۔ یہاں حدیث میں لفظ نصرت آیا ہے
یعنی مدد کرنا۔ ہم نے یہاں مدد سے اُس کا اثر اور ترجمہ مراد لیا۔ تاکہ معنی اعانت سے ذرا الگ معنی سامنے آئے۔ لغت کی کتاب
مراج میں نصرت بمعنی عطا بھی آیا ہے۔

۳۔ یعنی میرے دشمنوں کے لیے مجھے تمہیں عطا فرما، اور میری مدد فرما۔ میرے خلاف تمہیں نہ کر۔ یہاں حدیث میں لفظ
کر آیا ہے بمعنی دھوکا اور خدا کے کمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں پر ایسی مصیبت مسلط کرے جس کا انہیں گمان
نہ ہو جیسا کہ استدراج کے معنی میں کہا گیا ہے۔ مراج میں کہا کہ کر بمعنی حیلہ اور بمعنی بُرا سوچنا اور کسی پر فریفتہ ہونا۔
۴۔ یعنی مجھے ایسا بندہ شکر گزار بنا کہ میں تیری تمام نعمتوں کا شکر ادا کروں اور ہر حالت میں تیرے ذکر میں رہوں۔
۵۔ یعنی وہ ڈنڈ عطا فرما جو تیری محبت اور تعلیم کی وجہ سے ہو اور وہ تیری فرماں برداری اور تیرے احکام کی بجا آمدی
کا شوق پیدا کرے۔ وحشت و نفرت کا خوف دل میں نہ ڈال جو کہ فرار اور فراق کا باعث بنے۔ دوسری روایات میں
بطور مبالغہ یہ الفاظ آئے ہیں شکارا، ذکارا اور ہابا۔

۶۔ یہاں حدیث میں لفظ مُخِيبُتُ آیا ہے یعنی تیرے حضور تواضع اور عاجزی کرنے والا یہ لفظ خبت سے بنا ہے

بمعنی پست اور رستلی زمین۔

۷۸ یہاں حدیث میں لفظ اداہ آیا ہے وہی گناہوں کی وجہ سے بہت آہ و نزاری کرنے والا اور ہر وہ کلام جو غم و حزن ظاہر کرے اُسے بھی آہ و نزاری سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح اداہ کا معنی دعا میں یقین کرنے والا مہربان نرم دل بہت نفع جاننے والا مومن اور عاجزی کرنے والے کا بھی آتا ہے۔

۷۹ یہاں حدیث میں لفظ حوبہ ماکہ زبر اور پیش سے بمعنی گناہ ہے۔

۸۰ تاکہ کھوٹ کینے حسد اور باقی تمام صفات ذمیرہ سے پاک اور صاف ہو جائے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غریب پر تشریف فرما ہوئے پھر وہ ٹپس تو فرمایا اللہ تعالیٰ سے معافی اور سامن مانگو کیونکہ کسی کو ایمان کے بعد اس سے بہتر نعمت نہیں دی گئی ہے

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُنْتَبِرِ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ سَلُوا اللَّهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے حسن طریب ہے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا۔

۸۱ یعنی گناہوں سے معافی اور نفع و بلا سے امن۔

۸۲ یعنی یقین مایمان کے بعد امن و عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں گویا حضور علیہ السلام کا گریہ اُمت کے فتنوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تھا اور وہ سنتے یہ تھے کہ میری امت جنگ و قتال غم و غصہ و غفلت و تقصیرات اور بری علامات میں غرق ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کوئی دعا افضل ہے فرمایا اپنے رب تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں امن و چین مانگ پھر وہ دوسرے دن حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ آتِنِي الدُّعَاءَ أَفْضَلَ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَقَالَ

کوئی دعا افضل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پھر فرمایا۔ پھر وہ شخص تیسرے دن حاضر ہوا اور اسی طرح عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دنیا و آخرت میں امن و معافی دے دی جائے تو تو کامیاب ہو جائے گا۔

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن
اور اسناد کے لحاظ سے غریب

ہے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ
فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ
فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ
ذَلِكَ قَالَ فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعَافِيَةَ
وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
فَقَدْ أَفْلَحْتَ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ
قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ ثَلَاثٍ حَسَنٍ
غَرِيبٍ اسْنَادًا -

اے اوس بہتر اور نفع کے لحاظ سے بڑھ کر ہے۔

اے یعنی ظاہری و باطنی آفات و بلیات سے امن و چین کہ اللہ تعالیٰ تمہے لوگوں سے امن میں رکھے اور اُن کا آزار
تمہے دور کرے اور تیرے آزار سے انہیں بچائے تاکہ ہر ایک ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہے۔

حضرت عبداللہ بن یزید غلطی رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے،
یا اللہ مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اُس کی محبت بھی
جس کی محبت تیرے ہاں مجھے نفع دے، یا اللہ
مجھے جو تیری پسندیدہ چیز ہے تو مجھے اُس کی
توت بخش جسے تو پسند کرتے یا اللہ جو میری محبوب
چیز مجھ سے دور رکھے تو اُسے میرے لیے اپنی
محبوب چیز میں فراغت بنا دے۔

(ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ
الْخَطْبِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ
يَقُولُ فِي دُعَائِهِمُ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي
حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِي حُبُّهُ
عِنْدَكَ اللَّهُمَّ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا
أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِي فِيمَا
تُحِبُّ اللَّهُمَّ مَا زَوَيْتَ عِبْرَتِي
مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فِرَاقًا لِي فِيمَا
تُحِبُّ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اے غاکی زبر طاسا کن۔ قبیلہ خطمہ کی طرف نسبت ہے جو کہ قبیلہ ادس کی ایک شاخ ہے آپ صحابی ہیں سترہ سال کی

عمر میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔

اے یعنی مجھے اُسے تو اتنا ہی کا سبب بنا دے جن چیزوں کو تو پسند کرتا ہے یعنی جو نعمتیں تو نے مجھے مال و عافیت اور

اسن وچین کی شکل میں اور باقی نعمتیں بھی جو دنیا میں دی ہیں، انہیں شکر و طاعت کا باعث بنا۔

سہ یعنی جو چیز تو نے مجھ سے لے لی جو میں ان مذکورہ چیزوں میں چاہتا تھا تو اُس چیز کو میرے لیے فارغ ابالی کا سبب بنا اُس چیز میں جسے تو چاہتا ہے تاکہ میں فارغ ابالی سے بغیر رکاوٹوں اور موانع کے تیری عبادت میں مشغول رہوں۔

غلامہ کلام یہ ہے کہ اگر دنیا کی کوئی چیز تو مجھے عطا کرے تو اُس پر مجھے شکر کی توفیق عطا فرما تاکہ میں شکر گزار دوں و تمندوں میں سے بن جاؤں اور اگر کوئی محبوب چیز مجھ سے روک لے اور مجھے نہ دے تو میرے دل کو اُس سے فارغ کر دیتا۔ میرے دل کو اُس سے گلے نہ دینا تاکہ میں صابر و فیروزوں میں سے ہو جاؤں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْنَا
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتَّى
يَدْعُو بِهَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ
إِلَّا ضَحَائِيهِ اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا
مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ
بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ وَ مِنْ
طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتِكَ
وَمِنْ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ
عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا وَ مَتِّعْنَا
بِإِسْمَاعِنَا وَ ابْصَارِنَا وَ قُوَّتِنَا
مَا أَحْيَيْتَنَا وَ اجْعَلْهُ الْوَارِثَ
مِنَّا وَ اجْعَلْ ثَوَارِنَا عَلَى مَنْ
ظَلَمْنَا وَ انصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا
وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا
وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا
وَلَا تَبْلُغْ عَلَيْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا
مَنْ لَا يَرْحَمُنَا ۝ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم کسی مجلس سے
اٹھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے صحابہ کے لیے یہ دعائیں
مانگ لیتے تھے یا اہل ہمسایہ خوف سے وہ
حصہ عطا فرما جس سے تو ہمارے اور اپنی نافرمانیوں
کے درمیان اڑاؤ رکاوٹ بن جائے اور ہمیں اپنی
طاعت سے وہ حصہ عطا کر جس سے تو
ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے اور یقین کا
وہ حصہ نصیب فرما جس سے تو ہم پر دنیا
کی مصیبتیں آسان کرے اور ہمیں اپنی آنکھوں
کانوں اور قوت سے نفع دے جب تک
تو ہمیں زندہ رکھے۔ اور اُسے ہمارا
وارث بنائے۔ اور ہمارا غضب و غصہ اُس پر ڈال
جو ہم پر ظلم کرے اور ہمیں اُن پر فتح دے جو ہم سے دشمنی
کریں اور ہمارے دین میں ہمارے اوپر مصیبت نہ ڈال
اور دنیا کو ہمارا بڑا اور اہم مقصد نہ بنا اور نہ ہمارے علم
کا شہتہ بنا اور ہم پر ایسا شخص مسلط نہ کر جو ہم پر
رحم نہ کرے۔ (ترمذی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۵ یعنی جب ہم تیرے گناہ کا ارادہ کریں تو تیرا ڈر اور خوف درمیان میں رکاوٹ بن جائے اور ہمیں ایسا موقع فراہم نہ کرنے دے جس سے ہم گناہ میں پڑ جائیں۔

۱۶ مصیبت سختی اور غم کو کہتے ہیں جو کسی کو پہنچتا ہے۔

۱۷ بعض روایتوں میں قوت کی بجائے قرانا آیا ہے یعنی قات کی پیش جمع قوت کہ دوسرے الفاظ میں اُسے حواس کہتے ہیں۔

۱۸ یعنی ہمارے اس جہان سے جانے کے بعد اُسے باقی اور موجود رکھ کیونکہ مردے کا وارث وہ ہوتا ہے جو اُس کے بعد باقی رہتا ہے۔ باقی رہنے سے مراد خیرات کے بارے میں اچھی وصیت بھی ہو سکتی ہے۔ یا مذکورہ چیزوں کو یعنی کانوں آنکھوں اور قوتوں کو وارث بنا۔ مطلب یہ کہ موت تک انہیں باقی رکھ۔ یعنی مت حیات تک اعضاء و حواس کو سلامت رکھ۔
۱۹ یعنی ہمیں ظالموں پر قدرت عطا فرما۔ یا ہماری طرف سے تو اُن پر اپنا غصہ ڈال بغیر اس کے کہ ہم اپنی کینہ کشی کا اظہار کریں۔ علماء فرماتے ہیں اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ ہماری کینہ کشی ظالموں کے لیے ہی خاص رکھ ایسا نہ ہو کہ ہم کینہ کشی میں حد سے بڑھیں اور غیر ظالم کو اُس کا نشانہ بنائیں جیسا کہ لوگ جاہلیت میں کرتے تھے کہ ظالم کے تعلق داروں کو بھی اپنے کینے کا نشانہ بناتے تھے اور ظالم کے قبیلے اور اُس کے خویش و اقارب کو بھی قتل کر دیتے اور مار دیتے تھے۔

۲۰ یعنی ہمارے دین دنیا کے دشمن۔

۲۱ کہ ہم کامل طور پر دنیا کی فکر میں ہی ڈوب جائیں اور اُسی کی مہمات کے اہتمام میں لگے رہیں۔ اہم کا لفظ اس لیے فرمایا کہ کھانے پینے اور لباس وغیرہ ذمیہ ضروریات سے تو کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

حضرت الہم ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ تو مجھے اُس سے نفع دے جو تو نے مجھے سکھایا اور مجھے نافع چیزیں سکھا اور میرا علم زیادہ کر۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اور روزخیزوں کے حال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں۔

ترمذی اور ابن ماجہ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَاعْلَمْنِي بِمَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

غَرِيبٌ اِسْتَاذًا۔

غریب ہے۔

اے مجھے اس عمل کی توفیق عطا فرما۔

۱۷۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے جو وارد ہوا ہے کہ جو شخص پانے سکھے ہوئے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ناسیکھا ہوا علم عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ آگے فرمایا کہ یا اللہ میرا علم زیادہ کر۔

۱۸۔ یعنی نعمت بلا شدت اور کشادگی ہر حالت میں خدا کا شکر ہے کیونکہ کوئی بھی حال اللہ تعالیٰ کے لطف مہربانی سے خالی نہیں وہ لطف و مہربانی ظاہر ہوا یا پوشیدہ اور اُس کا کم سے کم لطف یہ ہے کہ اُس نے موجود مصیبت سے بڑھ کر زیادہ مصیبت میں مبتلا نہ کیا اس میں اُس بات کی دلیل بھی موجود ہے جو بعض عارفین نے کہی ہے کہ بلا اور مصیبت کے وقت و نفعہ جاری رکھنا بھی شکر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لطف خفی کا شاہدہ ہے اور یہ جزا اور ثواب آخرت کو شامل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات قہر و جلالت کی بندے کو پہچان نصیب ہوتی ہے۔ مگر طبیعت اور بشریت کے ضعف کا لحاظ کرتے ہوئے صبر کے بیان پر کفایت کی گئی ہے۔

۱۹۔ اس میں اشارہ ہے ایمان کی نعمت کے شکر کی جانب جو تمام نعمتوں کو شامل ہے اگر فرضاً دنیا میں ہمیشہ مصیبتوں میں ہی بندہ رہے تو آخرت میں آتش دوزخ سے نجات پانے کی نعمت ہی کافی اور بس ہے کہ بندہ اُس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ سَمِعَ
عِنْدَ وَجْهِهِ دَوِّي كَدَوِي الثَّلْجِ
فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَّنَا سَاعَةً
فَسُرِّي عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ
وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ
زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَآكِرْمْنَا وَلَا
تُهِنَّا وَاعْظِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَ
آيِّرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضِنَا
وَارْضَ عَنَّا ثُمَّ قَالَ
أُنْزِلْ عَلَيَّ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب
وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ اندک کے پاس شہد کی
لکھنوں کی سی بھنبھناہٹ سنی جاتی تھی ایک دن آپ
پر وحی نازل ہوئی تو ہم کچھ دیر ٹھہرے پھر وہ حالت
جاتی رہی تو حضور علیہ السلام نے قبلہ کی جانب
منہ کیا دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی یا اہلی ہم سب
کو بڑھائے گھاٹت ہمیں عزت دے ذیل نہ کرے
ہمیں عطا میں دے محروم نہ کر ہم کو ترجیح دے ہم پر
اوروں کو ترجیح نہ دے ہمیں راضی کر ہم سے راضی
ہو جا پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتاری ہیں جو
انہیں قائم کرے گا یعنی ان پر عمل کرے گا تو جنت

اقَا مَهْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ
قَرَعَ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى
خَتَمَ عَشْرَ آيَاتٍ -

میں جائے گا۔ پھر تلاوت فرمائی۔
مَدَامُ الْمُؤْمِنُونَ سے دس آیتوں
تک۔

(راحمہ ترمذی)

(رَدَاةُ أَحْمَدُ وَالتَّحْمِذِيُّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ دوی کی زیادہ کی زیر یا کی شد بمعنی آواز۔ لفظ دوی الريح یعنی ہوا کی آواز۔ اسی طرح
دوی نخل و طائر بھی آتا ہے یہ آواز یا تو وحی کی آواز تھی جسے صحابہ نے سنا مگر ان پر اس کا مطلب واضح طور پر نکشف نہ ہوا اور
انہوں نے جو کچھ سنا اُسے سمجھ نہ سکے جیسا کسی آدمی سے کوئی شخص گنگناہٹ سے مگر مطلب نہ سمجھے یا یہ وہ آواز تھی
جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کے سانس کی تکی اور سختی کی آواز ہوتی تھی جو وحی کے بوجھ کی وجہ سے
ہوتی تھی مگر اول معنی سب سے ظاہر ہے۔ کیونکہ وحی کی آواز کی صفت گھنٹی کی آواز کی صفت سے بھی کی گئی ہے۔

۲۔ یعنی جو حالت عارض ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ یہ لفظ تسریہ سے بنا ہے یعنی غم کا دور ہو جانا۔

۳۔ یعنی دنیا اور آخرت کی نعمتیں زیادہ کرانہیں کم نہ کر۔

۴۔ یہ لفظ حدیث میں اہانت آیا ہے اور ہران و صانت سے بنا ہے جس کا معنی ہے خاری اذلت اور تنگ کرنا

اور معمولی سمجھنا۔

۵۔ اور میں اتنا دے کہ ہم راضی ہو جائیں اور تو بھی ہم سے راضی ہو جا یعنی ہمیں ایسے کاموں کی توفیق دے جو تیری
رضا کا سبب بن جائیں۔ رضا کا معنی ہے خوش ہونا اور پسند کر لینا۔

۶۔ جو انہیں قائم کرتا ہے یعنی انہیں پڑھتا اور ان پر عمل کرتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُكَيْمٍ

كَانَ إِذَا رَجُلًا ضَرَبَ الْبَصَرَ أَتَى

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَعَافِيَ بَصِيرَتِي

فَقَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ

شِئْتَ صَبَوْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ

قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَأَمَسَ أَنْ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں بے شک ایک نابینا شخص حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوا اور عرض کیا حضور اللہ سے دعا کیجیے کہ

مجھے آرام دے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں۔

اور اگر چاہے تو صبر کر۔ یہ ممبر تیرے لیے اچھا ہے

اس نے عرض کی حضور رب تعالیٰ سے دعا کریں۔

يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ وَ
يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ
إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ
بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ
إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَاقِي
لِيَقْضِيَ لِي حَاجَتِي هَذِهِ
اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ -
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَحِيحٌ غَرِيبٌ -

ملکی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے حکم دیا
کہ اچھی طرح وضو کرے۔ اور یہ دعا کرے۔ یا اللہ میں
تجھ سے آگتا ہوں اور تیری طرف تیری رحمت مانگتا ہوں
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے متوجہ
ہوتا ہوں یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے
اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری
یہ حاجت پوری کرے۔ الہی میرے بارے میں
اُن کی شفاعت قبول کرے (ترمذی)
اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب

ہے۔

۱۔ دعا کی پیش نون کی زبر یا ساکن آپ صوابی ہیں انصار کے معززین میں سے ہیں آپ کا شمار اہل کوفہ میں
ہوتا ہے۔

۲۔ کیونکہ اس پر آخرت کا ثواب ملے گا کہ اس کا ثواب بہشت ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔
جس بندے کی آنکھیں میں سے لیتا ہوں اور وہ بندہ اُس پر صبر کرتا ہے تو میں اُس کے عوض اُسے بہشت دوں گا۔
۳۔ اُس شخص نے کہا میں آنکھوں کی بیماری کا آرام چاہتا ہوں تو آپ خداوند تعالیٰ سے دعا کریں اُس نے یہ بات
پریشانی اور بے صبری کی وجہ سے کہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے لیے ثواب چاہتے تھے اسی لیے آپ اُس سے سلامتی
نہ ہوئے اور اُس کے لیے دعا میں مشغول نہ ہوئے بلکہ اُسے یہی فرمایا کہ تو دعا کرتا رہا جب آپ نے اُسے مجبور دیکھا تو اُسے
دعا سکھائی اور اپنے آپ کو شفیع اور وسیلہ قبریت دعا بتایا جیسا کہ فرمایا۔

۴۔ کہ آپ کو رحمتہ العالمین بنا کر بھیجا گیا ہے اور نبی الرحمت آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۵۔ یہ حضور علیہ السلام کو خطاب ہے اور بعض روایات میں صریحاً یا محمد اِنِّی تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی بٰی یعنی اے محمد بے شک
میں آپ کے طفیل اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

۶۔ یہاں کلمہ فی زیادہ آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک واصلح لی فی ذریتی میں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا میں سے یہ دعا بھی تھی

وَعَنْ أَبِي الدَّادِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَائِهِ دَاوُدَ

يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ
وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلِ
الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ
اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ
نَفْسِي وَمَالِي وَاهْلِي وَمِنْ
الْمَاءِ الْبَارِدِ وَقَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
ذَكَرَ دَاوُدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ يَقُولُ
كَانَ أَعْبَدَ الْبَشَرِ -

د رواة الترمذی و قال هذا
حدیث حسن غریب

کہ آپ عرض کیا کرتے تھے یا اللہ بے شک میں تجھ
سے تیری رحمت اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت
کرتا ہے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت
نہم پہنچائے، مانگتا ہوں۔ یا اللہ تو اپنی محبت میرے
نزدیک میری ذات میرے مال اور میرے اہل اور
ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ کر دے حضرت ابو دردا
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت
داؤد کا ذکر فرماتے اور ان کی باتیں بیان فرماتے
تویوں کہتے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے زمانے
میں تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے
اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث
حسن غریب ہے۔

۱۔ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں الی العطشان یعنی پیاسے آدمی کے نزدیک ٹھنڈے پانی کی محبت سے
بھی زیادہ اپنی محبت میرے دل میں کر۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّى بِنَا عَمَّادُ بْنُ
يَاسِرٍ صَلَوةً فَأَوْجَزَ فِيهَا فَقَالَ
لَهُ بَعْضُ الْقَوْمِ لَقَدْ خَفَفْتَ
وَأَوْجَزْتَ الصَّلَوةَ فَقَالَ إِنَّمَا
عَلَى ذَلِكَ لَقَدْ دَعَوْتُ فِيهَا
بِدَعَوَاتِ سَمْعَتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا قَامَ تَبِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ
هُوَ أَبِي غَيْرٍ أَنَّهُ كُنِيَ عَنْ نَفْسِهِ
فَسَأَلَهُ عَنِ الدُّعَاءِ ثُمَّ حَبَّأَ

حضرت عطاء بن السائب سے روایت ہے وہ
اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں
حضرت عمار بن یاسر نے نماز پڑھائی تو اس میں اختصار
فرمایا اس پر ان سے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ آپ
نے نماز بہت ہلکی اور مختصر پڑھی تو فرمایا مجھے اس کا
کوئی نقصان نہیں میں نے اس میں وہ دعائیں مانگی ہیں
جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں
جب آپ اٹھے تو لوگوں میں سے ایک شخص آپ کے
پیچھے چل پڑا وہ میرے والد تھے ان اہل انہوں نے اپنی
فات کو اشارہ ذکر کیا۔ تو ان سے وہ دعا
پوچھی پھر اسے اندر وہ دعا لوگوں کو بتائی کہ اہل

فَاخْبِرْ بِهِنَّ الْقَوْمَ اَللّٰهُمَّ
 بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلٰى
 الْخَلْقِ اَحْيِنِىْ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ
 خَيْرًا لِّىْ وَ تَوَفِّىْ اِذَا عَلِمْتَ
 الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّىْ اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ
 خَشِيَّتَكَ فِى الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
 وَ اَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِى
 الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَ اَسْأَلُكَ
 الْقَصْدَ فِى الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَ
 اَسْأَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَ اَسْأَلُكَ
 قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَ اَسْأَلُكَ
 الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَا وَ اَسْأَلُكَ
 بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ
 اَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى
 وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ
 فِى غَيْرِ ضَرَاوٍ مُّضِرَّةٍ وَ لَا
 فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَا بِرَبِّنَا
 الْاِيْمَانَ وَ اجْعَلْنَا هَدٰىةً مَّهْدِيّٰتٍ

(رَدَدَاةُ النَّسَائِىِّ)

(نسائی)

۱۔ حضرت علامہ ثقہ تابعین میں سے ہیں یہ اپنے باپ حضرت سائب صحابی سے روایت کرتے ہیں۔
 ۲۔ یعنی ہماری امامت کی۔

۳۔ یعنی قرأت لمبی نہ کی یا زیادہ لمبی دعا نہ مانگی جیسا کہ امتداد حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ دعائیں آپ نے تہجد میں پڑھی ہوں گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ شروع نماز میں ہی پڑھ لی ہوں یہ جواب اُس صوبہ میں ہے جبکہ اختصار سے قرأت میں اختصار مراد ہو۔ مطلب یہ ہو گا کہ میں نے اگر قرأت میں اختصار کیا ہے تو دعائیں زیادہ مانگ لی ہیں لہذا اس نقصان کی کمی میں نے پوری کر دی ہے اور اگر دعا میں اختصار مراد ہو تو

پھر مطلب ظاہر ہے یعنی میں نے وہ دعا مانگ لی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے سنی تھی اس لیے بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

۵۵ یعنی حضرت عطاؤ نے بتایا کہ وہ میرے والد حضرت سائب تھے انہوں نے اپنا ذکر کنایہ کے طور پر کیا۔
 ۵۶ یعنی لوگوں کی رضامندی اور اُن کے غصے کی حالت میں مطلب یہ ہے کہ میں حق ہی کہوں مخلوق راضی ہو یا ناراض جیسا کہ کہا گیا ہے ہمیشہ حق بات ہی کہو اگرچہ وہ کڑی ہی کیوں نہ ہو۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے راضی ہونے کی حالت میں اور ان کے ناراضی ہونے کی حالت میں میری زبان پر سچی بات ہی آئے۔ ایسا نہ ہو کہ جب میں اُن سے راضی ہوں تو اُن کی صفت ڈنکروں اور جب ناراض ہوں تو اُن کی برائی بیان کروں جیسا کہ عوام کی عادت ہے۔
 ۵۷ کہ نہ تو زیادہ غریب ہو جاؤں اور محنت و شفقت میں پڑ جاؤں اور نہ زیادہ امیر ہو جاؤں کہ اسراف و فحول خرچی شروع کر دوں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے بقدر کفایت روزی فقر و غنا سے بہتر ہے۔

۵۸ یعنی بہشت کی نعمت دنیا کی ایسی نعمت جس کے خیر و بھلائی کے نشان تا ابد باقی رہیں۔
 ۵۹ مراد یہ ہے کہ میرے بعد میری اولاد باقی رہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا (وَهَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا مُّقْرَّنَةً بِأَعْيُنِنَا) یا اللہ ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹنڈک بنا دیا ہمیں پابند نماز بنا۔ اور اُس کا ثواب ہمارے لیے ہمیشہ باقی رکھ۔ جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا میرے لیے میری آنکھوں کی ٹنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ آنکھوں کی ٹنڈک یعنی آنکھوں کا سرد و قرار اور محبوب کو دیکھنا جس سے آنکھ قرار اور ٹنڈک پاتی ہے اور اُسے دائیں بائیں دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی۔
 ۶۰ اگر آنکھ سے دیکھنا مراد ہو تو پھر یہ لذت آخرت میں نصیب ہوگی اور اگر دل کی آنکھ سے دیکھنا مراد ہو تو پھر یہ لذت دنیا میں بھی حاصل ہے۔

۶۱ یعنی ایسی موت جو مجھے تیرے دھال سے ہمکنار کر دے۔

۶۲ اس کا تعلق یا تو شوق ملاقات سے ہے مراد یہ ہے کہ میں ایسا شوق چاہتا ہوں جو میری طریقت کے سیر و سلوک میں مجھے نقصان نہ پہنچائے بلکہ احکام شرعی کی رعایت اور طریق ادب کے مطابق استقامت سے بہرہ ور ہو کیونکہ جو شوق سالک کو غلبہ مال کے وقت نقصان پہنچائے اور بے ہوشی میں غیر شرعی عسکات میں مبتلا کرے مجھے اُس سے محفوظ رکھ۔

۶۳ اس کا تعلق یا تو اس سے ہے جو مجھے فرمایا کہ مجھے زندگی عطا فرما کہ یہ لفظ سب الفاظ سے متعلق ہو جائے یعنی مجھے ان مذکورہ تمام نعمتوں کے ساتھ زندہ رکھ۔ اور اُس غربت میں بھی زندہ رکھ جس میں مجھے سیر نصیب ہو اور میں تیری فکری گزاری میں رہوں۔

۱۷ یعنی جس طرح ہم دوسروں کو راستہ دکھائیں خود بھی راہ راست پر قائم رہیں اور ان لوگوں میں سے نہ ہوں جن کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا (لَا تَقُولُوا مَا لَا تَعْمَلُونَ) اے لوگو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد یہ کہا کرتے تھے اہلی میں تجھ سے نفع بخش علم مقبول عمل اور حلال و طیب روزی مانگتا ہوں۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبْرِ الْفَجْرِ اللَّهُمَّ رَافِي أَسْأَلُكَ عِلْمًا تَأْفِقًا وَ عَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَ رِزْقًا طَيِّبًا۔

احمد۔ ابن ماجہ بیہقی
دعوات کبیر میں

رَدَاةُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ۔

۱۸ بعض روایتوں میں فجر کے بعد کا لفظ آیا ہے یعنی بعد الفجر ۱۷ یہاں نماز فجر کا ذکر اتفاقی ہے۔ یا راوی نے اس وقت دعا کے یہ الفاظ سنے یا فجر کی نماز کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ جب دن کی ابتداء علم و عمل اور حصول رزق لیب سے ہوگی تو دن نیکیوں اور خیر میں گزرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا ایسی یاد کی ہے جسے میں کبھی نہیں چھوڑتا یعنی اہلی مجھے ایسا کر دے کہ تیرا بہت ہی شکر کروں اور تیرا بہت ہی ذکر کروں اور تیری نصیحت کی پیروی کروں اور تیری وصیت کی مخالفت کروں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دُعَاؤُ حَفِظْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدَعُهُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَكْثَرُ ذِكْرِكَ وَ أَتَمُّ شُكْرِكَ وَ أَحْفَظُ وَصِيَّتِكَ۔

(ترمذی)

رَدَاةُ التِّرْمِذِيِّ

۱۹ یہاں حدیث میں لفظ اعظم آیا ہے جو اعظام اور تعظیم دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ اکثر دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی اکثر سے یا تکثیر سے۔

۲۰ نصیحت کا معنی غاص ہونے کا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں غسل نامع یعنی شہد غاص۔ یعنی تیرے حقوق کے ادا کرنے میں صدق و خلوص کے راستے پر گامزن رہوں اور تو نے جو وصیتیں فرمائی ہیں ان کی مخالفت کروں ان کے حقوق پورے کروں۔ علامہ طیبی نے فرمایا لفظ نفع اور وصیت جو حدیث میں آئے ہیں۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَ
حُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ -
۱۷ یعنی صحت بدن۔

روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ دعا کیا کرتے تھے یا اللہ میں تجھ سے صحت پاک
دامنی، امانت حسین اخلاق اور تقدیر پر راضی
رہنا مانگتا ہوں۔

۱۸ یعنی حرام اور گدگری سے پاک رہنا۔
۱۹ یعنی لوگوں کے مالوں میں یا تمام حقوق شرعی میں۔

وَعَنْ أُمِّ مَعْبَدٍ قَالَتْ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ طَهِّرْ
قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَ عَمَلِي مِنَ
الرِّيَاسِ وَ لِسَانِي مِنَ الْكِبَابِ
وَ عَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ
خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي
الضُّدُورُ -

حضرت ام مہد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
دعا کرتے سنا یا اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک
کر اور میرے عمل کو ریا سے بری زبان کو جھوٹ سے
اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کہ بے شک
تو خیانت کرنے والی آنکھ کو ہاتھ ہے اور اُن چیزوں
کو بھی ہاتھ ہے جنہیں سینے اپنے اندر چھپا کر
رہکتے ہیں۔

رَزَا هُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ
الْكَبِيرِ

ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے دعوات
کبیر میں روایت کیا۔

۱۷ یہ دو حدیثوں کے نام ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں ایک تو وہ ہیں کہ سفر ہجرت میں حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے اُن کے پاس نزل فرمایا۔ دوسری بنت کعب بن مالک ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسری مراد ہے۔
واللہ اعلم۔

۱۸ اور اس کی صفت اور علامتوں سے بھی پاک کہ
۱۹ اپنا نیک عمل لوگوں کو دکھلاتا۔

۲۰ یعنی نظر حرام سے۔ صراح میں ہے خیانت یعنی غلط روی اور کسی کا حق کم کرنا۔

۲۱ یعنی شہوت اور گناہوں کے ارادے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فائزہ الامین کی تفسیر میں مروی ہے کہ
شکا مردوں کی ایک جماعت بیٹھی ہو کہ اچانک کوئی عورت اُن کے سامنے سے گزرے اور وہ ایک دوسرے کے شرم

کی وجہ سے اُس عمریت کو نہ دیکھیں اور جب وہ سب اپنی آنکھیں بند کر لیں تو ایک آدمی اپنی آنکھ اٹھا کر اُن سے چوری چوری اُس کو دیکھے تو یہ نگاہ کی خیانت ہو گئی۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ
رَجُلًا مِّنَ السُّلَمِيِّينَ قَدْ خَفَتَ
فَصَادَ مِثْلَ الْفَرَسِ فَقَالَ لَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ كُنْتَ تَدْعُو اللَّهَ بِشَيْءٍ
أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ
أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتُ مُعَاقِبِي بِهِ
فِي الْآخِرَةِ فَعَجَّلَهُ لِي فِي الدُّنْيَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ لَا
تُطِيقُهُ وَلَا تَسْتُطِيعُهُ أَفَلَا تُلْتِ
اللَّهُمَّ إِنِّي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ
فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ قَالَ قَدْ عَا اللَّهَ بِهِ
فَشَقَّاهُ اللَّهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

لہ بیان تک کہ اُس کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ حدیث میں لفظ خفت آیا ہے بمعنی لپٹی اور آواز کا بیٹھ جانا کہتے ہیں۔ سخت المیت جبکہ مرنے والا خاموش ہو جائے اور کلام کرنا بند کر دے۔

لہ بیان کلمہ یا میں شک کا احتمال یہ ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو مختلف چیزیں بیان کرنا مطلوب ہوں

حضرت مزینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مومن کو لائق نہیں کہ اپنے آپ کو دلیل کرے لوگوں

وَعَنْ حَذِيفَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُدِلَّ

نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُدَالُّ نَفْسَهُ
قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا
لَا يَطِيقُ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَ
قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ غَرِيبٌ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ قَالٍ عَلَّمَنِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِرِّي سِرِّي
خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِي وَاجْعَلْ
عَلَانِيَتِي صَالِحَةً اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي
النَّاسَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْأَلِ
وَالْوَلَدِ غَيْرِ النَّصَانِ وَالْمُضِلِّ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

نے پوچھا حضور ذیل کرنے سے کیا مراد ہے فرمایا کہ
اپنے آپ کو ان آفتوں پر پیش کرے جن کی طاقت نہ
رکھتا ہو۔

ترمذی - ابن ماجہ - بیہقی - شعب الایمان
اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث
حسن غریب

ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
سکھایا اور فرمایا یوں کہو یا اللہ میرے باطن کو میرے
ظاہر سے بہتر بنا۔ اور میرے ظاہر کو نیک بنا۔ اے اللہ
بے شک میں تجھ سے وہ نیک ترین چیز مانگتا ہوں
جو تو لوگوں کو اہل - مال اور اولاد میں سے دیتا ہے
جو نہ گمراہ ہو اور نہ گمراہ کن ہو۔

(ترمذی)

لے یہ اس لیے فرمایا کہ شاید کہ باطن ظاہر سے بہتر ہو جائے مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ ظاہر بھی نیک ہو اور باطن اُس
سے بھی نیک ہو۔
اے اللہ تبارک و تعالیٰ جو عطا میں کرنے والا ہے اُس کی توفیق سے کتاب الدعوات مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد
اس سے متصل کتاب الناسک ہے۔

کِتَابُ الْمَنَاسِكِ

احکام حج کا بیان

لفظ مناسک منسک سین کی زیر یا سین کی زیر سے یعنی قرانی کرنا قرانی کی جگہ اور قربانی کا مکان اور اگر یہ کلمہ لک لون اور سین کی پیش سے شتن ہو تو یعنی عبادت ہوگا اور منسک یعنی ہائے ذبح بھی آتا ہے لیکہ ذبیحہ کو کہتے ہیں اس لفظ کا اکثر استعمال حج کے امور کے لیے ہوتا ہے اور لفظ حج میں حاکی دربار و زبیر دونوں لغات آئی ہیں اور دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قول مبارک وَبَلِّغْ عَلَی الْاَكْثَرِ رِجَالِ الْبَيْتِ اس آیت میں حج بیت اور حج البیت دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ حج ہجرت کے بعد فرض ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہجرت سے پہلے حج کرنے کا جو ذکر آیا ہے تو وہ دور جاہلیت میں قریش کی عادت کے طور پر آیا ہے کہ وہ لوگ زمانہ جاہلیت میں حج کرتے تھے جمہور علماء اس پر ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال حج فرض ہوا۔ علماء کا ایک گروہ اس پر ہے کہ شہد ہجری میں حج فرض ہوا اور اسی سال میں خود حضور نبی کریم اسباب سفر حج کی تیاری میں مصروف ہوئے تھے۔ لیکن غزوات احکام شریعت کی بچگی اور مختلف وفود کو تعلیم دینے کی مصروفیت کی بنا پر اس سال حج کو نہ جاسکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحاج بنا کر مکہ شریف بھیجا تاکہ لوگوں کے ساتھ حج ادا کریں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جب حضرت علی وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ امیر بن کر آئے ہیں یا میرے ماتحت بن کر آئے ہیں آپ نے عرض کیا بلکہ میں آپ کے ماتحت رہنے کے لیے آیا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور مصلحت کے لیے بھیجا تھا وہ یہ تھی کہ آپ جمع حج میں لوگوں کے سامنے سودہ توبہ کی تلاوت کریں اور منافقین کے ساتھ یکے گئے ساہدوں کو توڑ ڈالیں اور معاہدہ توڑنے کے لیے اہل بیت میں سے آدمی ہوتا چاہیے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فراٹے میں ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ خَطْبَنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرضَ عَلَيْكُمْ
الْحَجُّ فَحُجُّوا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلْتُ عَامًا
رَسُولَ اللَّهِ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا
فَقَالَ نُو قُلْتُ نَعَمْ لَوْ جَبَبْتُ وَلَمَّا
اسْتَطَعْتُ ثُمَّ قَالَ ذَرُونِي مَا
تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
بِكثْرَةِ مَسْئَلِهِمْ وَإِخْتِلَافِهِمْ عَلَى
أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ
فَاتُّوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا
نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَذَعُوهُ.
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نے خطبہ پڑھا تو فرمایا اے لوگو تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے
تو حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر
سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش رہے یہاں تک
کہ اس شخص نے تین بار کہا تو فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا
تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے پھر فرمایا
مجھے چھوڑے رسول جس کام میں میں تم کو آنا دیتی ہوں رکھوں
کہ تم سے اگلے لوگ اپنے پیروں سے زیادہ پوچھ گچھ اور
زیادہ جھگڑنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔ اس لیے
جب میں نہیں کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے
اُسے کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کروں۔ تو
اُسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

۱۔ یہ عرض کر کے اے حضرت اقرع بن مابس تھے۔

۲۔ گویا اس مرد نے دوسرے فرائض پر قیاس کیا تھا جو بار بار کیے جاتے ہیں۔

۳۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ شرعی احکام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیے گئے ہیں یعنی آپ
جو کچھ فرمائیں وہی شرعی حکم بن جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا مذہب یہی ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس
مرد سے فرمایا گیا تھے دوبارہ جواب دیا جائے گا کیونکہ قل عام ہے وحی سے ہو یا اپنی طرف سے اسے بھرو۔

۴۔ یعنی مجھ سے یہ سوال نہ کرو کہ کتاب ہے اور کیوں ہے جب تک کہ میں اس تفسیر میں نہ باؤں اور میں طور و بیان نہ کروں
کہ کتاب ہے اور کیوں ہے یعنی جو کچھ میں کہوں تم اُسے کرو۔ اگر میں مطلق حکم دوں بغیر کسی قید کے تو اُس کے مطابق عمل کرو۔
اور اگر میں یہ کہوں کہ اتنی بات کرو یا اس طرح کرو تو پھر اُس کے مطابق کرو۔ کیونکہ مجھے شرعی احکام کے بیان کرنے کے لیے
بھیجا گیا اور شرعی احکام کی تبلیغ کے لیے مبعوث کیا گیا ہے جو کچھ ہے میں اُسے خود بیان کروں گا۔ تمہارے پوچھنے کی
کوئی ضرورت نہیں۔

۵۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے ماضیات منقول ہیں۔

۶۔ یہ احکام الہیہ کے ادا کرنے میں مبالغہ اور تاکید ہے اور یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری
میں اپنی پوری طاقت خرچ کر دیا جہاں تک تم میں طاقت ہے اس لفظ میں آسانی اور رفع حرج کی جانب اشارہ ہے جیسا کہ
نماز اس کے ارکان اور شرائط وغیرہ میں ہے کہ جب کسی رکن یا شرط کے بجالانے سے عاجز ہو تو اُس حد تک کرو

جتنا کہ کر سکتے ہو۔ یہ کرنے کے احکام میں ہے نہ کرنے کے احکام میں چاہیے کہ احتیاط کرے اور نہ کرنے میں پوری کوشش صرف کرے جہاں تک کہ وہ کر سکتا ہے جیسا کہ اپنے قول مبارک سے حضور نے اس جانب اشارہ کیا۔

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مُبْرُورٌ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا بہتر عمل کونسا ہے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کونسا عمل بہتر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا عرض کیا گیا پھر کونسا فرمایا حج۔ (بخاری و مسلم)

اے داغ ہو کہ حج مبرور کونسا ہوتا ہے علماء نے اس کی مفاسد میں فرمایا ہے حج مبرور وہ ہے جس میں حاجی خلافت شرع پذیروں کا انتخاب نہ کرے اور نہ ہی ریا اور نمائش کا دل میں خیال آئے یہ صحیح ہے۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ حج مبرور سے وہ حج مراد ہے جو خدا نے تعالیٰ کی دگاہ میں قبول ہو جائے اور اگرچہ قبولیت کا حج سبب وہی ہے جو علماء نے بیان فرمایا ہے کہ منوعات سے بچے لیکن خدا کا فضل بہت وسیع ہے وہ کبھی بندے کی نیکی قبول کر لیتا ہے اور اس کے گناہوں اور تقصیرات سے دیگر رفرما دیتا ہے۔ علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حج سے واپس آنے کے بعد اس کی علی مالیت پہلے سے بہتر ہو چکی ہو۔ اور آخرت کی طرف رغبت بڑھ چکی ہو۔ دنیا سے بے رغبتی میں اضافہ ہو چکا ہو اور گناہوں کی طرف جانے کا خیال دوبارہ اس میں نہ آئے۔

تنبیہ۔ احادیث الفضل اعمال کے بیان میں مختلف ہیں اُن میں موافقت کی وجہ جہات، حیثیات مقامات سوال کرنے والوں اور مخاطبین کے مال کا اختلاف ہے۔ جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ کے ابتداء میں ہم اس جانب اشارہ کر چکے ہیں اس کو ذہن نشین کر لو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَذُفْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے حج کیا اس میں کوئی فحش کلام نہ کی نہ فسق کی باتیں کیں تو حج سے ایسا ہو کر واپس لوٹے گا جیسے اسے ماں نے آج ہی جنا۔ (بخاری و مسلم)

لہ یعنی جس نے صرف خدا کے لیے حج کیا دکھلا دے یا کسی اور غرض کے لیے نہ کیا پھر اس نے رنٹ یعنی فحش کلامی نہ کی۔ اور فسق کا مرتکب نہ ہوا۔ رنٹ را اور ناکی ذہر سے بمعنی عورت سے مجامعت کرنا اور عورتوں سے مجامعت کی حالت میں نگلی باتیں کرنا۔ اور نہایت میں فرمایا وہ رنٹ جس سے منع کیا گیا ہے یہ ہے کہ عورت کو مخاطب کر کے فحش اور بے حیائی کی بات کی جائے اگر عورت کو سننے کے بغیر کوئی ایسی بات کرے تو یہ رنٹ نہ ہوگا اور فسق سے مراد یہ ہے کہ انسان شرع کی حدود سے نکل کر حرام کا ارتکاب کرے۔ قرآن مجید میں حج کے دوران جلال سے منع کیا گیا ہے۔ جلال سے مراد یہ ہے کہ اپنے رفیقوں خادموں سے لڑے جھگڑے ادایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ اس حدیث میں جلال کا ذکر نہیں آیا گیا اس لیے بھی فسق میں داخل فرمایا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.

(رُتَّفَقُ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ بن جاتا ہے ان کے درمیان وقفے کے لیے یعنی ان دونوں کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور حج مبرور کی جزا اداس کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

لہ جیسا کہ دنونمازا اور رمضان شریف کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے۔ علمائے کرام وہاں صغیرہ گناہوں سے خاص کرتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہاں بھی صغیرہ گناہ ہی مراد ہیں۔ کبیرہ گناہوں کی معافی حج کے ساتھ خاص ہے۔ اسے سمجھ لو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ عُمِرْتَ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً. (رُتَّفَقُ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک رمضان شریف میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ (بخاری و مسلم)

لہ یعنی ثواب میں اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ عمرہ اس حج کے برابر ہے جو اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔ یہ بالغہ ہے اور اس میں ناقص کو کمال سے لائق کیا گیا ہے جیسا کہ اس طرح کی دوسری مثالوں میں بھی واقع ہوا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَاكِبًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بِالزَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا
الْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةً
صَبِيغًا فَقَالَتْ أَلَيْذَا حَبِجٌ قَالَ
نَعَمْ ذَلِكَ أَجْرٌ

(رَدِّ الْأُمُوسِلْمِ)

مقام رسو میں کچھ سواروں سے ملے فرمایا یہ کون لوگ
ہیں انہوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں پھر وہ برسے
آپ کون ہیں فرمایا اللہ کا رسول ہوں تب آپ کی
خدمت میں کسی عورت نے ایک بچہ آپ کی طرف
اٹھایا اور بولی کیا اس کا بھی حج ہو سکتا ہے فرمایا
ہاں اور ثواب تجھے ملے گا۔ (مسلم)

۱۷ یعنی راکی زبر وادساکن حاکی مد سے یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب مکہ تین منزل کے فاصلے
پر ہے۔

۱۸ یعنی اگر بچہ حج کرے تو اسے اجر و ثواب ملے گا حالانکہ یہ بالغ نہیں ہے نہ اس پر حج فرض ہے۔ آپ نے
فرمایا ہاں اور اسے بھی ثواب ملے گا اور تجھے بھی کیونکہ تو نے اسے اٹھایا ہوا ہے اور اٹھا کرے جا رہی ہے اس
کی دیکھ بھال کر رہی ہے مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر بچہ نابالغ کی حالت میں حج کرے تو اس پر بالغ ہونے کے بعد حج
فرض ہوگا۔ اسی طرح غلام اگر آزاد ہو جائے تو پھر اس پر حج فرض ہوگا مگر فقیر اگر حج کرے تو وہ فرض کی ادائیگی میں شمار
ہوگا اور امیر ہونے کے بعد اس پر حج کرنا فرض نہ ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ إِنْ أَمْرًا مِّنْ

خَشَعَمَ كَالْتِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ

فَرِيضَةً اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَبِجِ

أَوْرَكَتُ إِيَّاهُ شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ

عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحْبَبُ عَنْهُ قَالَ

نَعَمْ وَذَلِكَ فِي حَجَّتِهِ الْوَدَاعِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
کہ انہوں نے میں بے شک قبیلہ غنم کی ایک عورت نے
عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کے فریضہ میں جو کچھ حج ہے
اُس نے میرے باپ کو بہت بڑھاپے
میں پایا ہے جو سواری پر بیٹھ نہیں سکتا تو کیا میں
اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں فرمایا ہاں اور
یہ واقعہ حجة الوداع میں ہوا۔ (بخاری و مسلم)

۱۹ عاکی زبر وادساکن حاکی مد سے یہ ایک قبیلے کا نام ہے۔

۲۰ مسئلہ یہ ہے کہ غیر کی جانب سے اگر اس پر حج فرض ہو تو کرنا جائز ہے جبکہ وہ خود عاجز ہو اور اس کا یہ عمر
موت تک باقی رہے اور وہ غیر کو حج پر بھیجے والے کو حکم دے اور خرچہ بھی دے اور موت کے بعد اگر وصیت کر جائے
تو بھی اس کی طرف سے حج کیا جائے۔ اور اگر نفل ہو تو خود حج کی قدرت کے باوجود دوسرے کو اپنی طرف سے بھیجا مطلقاً
جائز ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ مالہ دین کی طرف سے ان کے حکم دینے اور ان کے وصیت کرنے کے بغیر بھی

جائز ہے اس کی تفسیر فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

۵۳ یعنی اس عورت کا یہ کہنا، اپنے باپ کی حالت بیان کرنا اور حضور علیہ السلام کا اُسے جواب دینا حجۃ الوداع میں ہوا وہاں ایک قصہ اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر حضور علیہ السلام کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نہایت حسین و جمیل اور اٹھتی جوانی کی عمر میں تھے یہ عورت حضرت فضل کے حسن و جمال کو دیکھ کر اُن پر شیدا ہو گئی اور انہیں دیکھنے لگی یہ عورت بھی صاحب حسن و جمال تھی اور قبیلہ شعم کی اکثر عورتیں حسین و جمیل ہوتی ہیں دونوں نے اپنی اپنی آنکھیں ایک دوسرے کی نگاہ میں سی دیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس حالت کا مشاہدہ فرمایا تو حضرت فضل بن عباس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور اُن کی گردن دوسری طرف موڑ دی۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچے کے بیٹے کی گردن کیوں دوسری طرف پھیر دی ہے۔ فرمایا اے چچا کے بیٹے شیطان آدم کے بیٹے پر مسلط ہو جاتا ہے اور اُس کی رگوں اور چمڑے میں گھس جاتا ہے

وَعَنْهُ قَالَ آتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُخِيتُ

نَذَرْتُ أَنْ تَحْبِبَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتُ قَاضِيَهُ

قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاضٍ دَيْنَ اللَّهِ

فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت

ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میری بہن نے

حج کی ہندوانی تھی مگر وہ فوت ہو گئی اس پر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اُس پر قرض ہوتا

تو قرض ادا کرتا۔ اُس نے عرض کی ہاں ضرور کرتا

فرمایا اللہ کا قرض بھی ادا کر کہ وہ قضا کے زیادہ

لائق ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کا قرض ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اُس کا قرض ادا کیا جائے مگر اس صورت میں بھی اسی رقت جائز ہو گا جبکہ وہ وصیت کر جائے اور خیر چاہے بھی دے جائے۔ یہ ہم حنفیوں کا مذہب ہے شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک جو کوئی مرگیا اس اُس کی گردن پر خدا کا حق قرض بر یا خیر حج اُس حق کا ادا کرنا لازم ہے۔ اُس کے چھوڑے ہوئے مال سے اور اس قرضہ کی ادائیگی وصیت اور وارثوں میں تقسیم سے پہلے کرنا ضروری ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوتُ

رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تَسَاوِدُونَ امْرَأَةً

إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کوئی شخص کسی عورت سے خلوت نہ کرے اور کوئی

عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اُس کے ساتھ اُس کا

يَا رَسُولَ اللَّهِ اُكْتُبْتُ فِي عَزْدَةٍ
كَذَا وَكَذَا وَخَرَجْتُ امْرَأَتِي
حَاجَّةً قَالَ اِذْهَبْ فَاحْجُجْ
مَعَ امْرَأَتِكَ -

محرم ہونا چاہیے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ
میں فلاں جہاد میں مکہ گیا ہوں اور میری بیوی حج کو
جا رہی ہے فرمایا جا اپنی بیوی کے ساتھ حج
کر۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی بیگانی عورت کے ساتھ چاہے وہ جوان ہو چاہے بوڑھی خلوت کا معنی ہے تنہائی۔

۲۔ محرم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ کبھی نکاح جائز نہ ہو سکے چاہے وہ جوان ہو یا بوڑھی۔ بعض فقہی روایات میں آیا ہے
کہ اگر سفر میں اُس کے ساتھ کوئی با اعتماد بادشوق اور با اعتماد اور نیک عورت ہو تو بغیر محرم کے بھی سفر جائز ہے بعض نے
فرمایا کہ متعدد باعتبار عورتیں ہونی چاہئیں جن کے ساتھ وہ سفر میں جائے۔ بعض نے فرمایا کہ ہجرت کے وقت کفار کے
ملک سے نکلنے کے لیے ساتھی کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ کفار کے ملک میں ٹھہرنا حرام ہے۔

۳۔ یہ لفظ حدیث میں اُکْتُبْتُ یعنی معززہ کی پیش کاف ساکن پھر پہلی تا کی پیش دوسری تا کی زیر پھر با ساکن بمعنی
میرا نام لکھا گیا ہے۔ مجاہدین کے دفتر میں فلاں فلاں جنگ میں کہ میں نے بھی اُن کے ساتھ جانا ہے۔ اور میری عورت
حج کے ارادہ سے خانہ کعبہ کی طرف اپنے گھر سے نکل پڑی تو میرے متعلق کیا حکم ہے کہ میں جہاد کو جاؤں اور عورت کو
تنہا حج کے لیے جانے دوں یا جہاد پر جانے کی بجائے اپنی عورت کے ساتھ حج کو جاؤں حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جاؤ کیونکہ اُس کے ساتھ کوئی نہیں اور جہاد کو جانے والے بہت ہیں

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ اُسْتَاذَنْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُ كُنَّ الْحَبَرُ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی
ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں
جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا تمہارا جہاد
حج ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت چاہی کہ میں جہاد کے لیے جاؤں۔

۲۔ یعنی عورتوں کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ حج کے لیے باہر نکلیں۔ انہیں جہاد کو جانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کوئی عورت ایک دن رات کے سفر
پر نہ نکلے مگر اس حالت میں کہ اُس کے ساتھ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَسَافِرُوْا امْرَاةً مُسَيَّرَةً يَوْمٍ
وَلَيْلَةٍ إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اُس كا محرم ہونا چاہیے۔ (بخاری و مسلم)

اے یہاں حدیث میں لفظ ذو محرم آیا ہے یہاں لفظ ذونا مدرب ہے بعض روایات میں عین دن کی سافت کا ذکر آیا ہے علماء نے فرمایا ہے کہ ہر تقدیر پر کوئی عینہ حد مراد نہیں مطلق سفر مراد ہے۔ لبا ہر یا چھوٹا محدثین کے نزدیک سفر اور اُس کے احکام میں شارع علیہ السلام سے کوئی حد عین ثابت نہیں اس کی تحقیق باب ناز سفر میں گزر چکی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحَلِيفَةِ وَ لِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَكْلَمَ فَهِنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيْنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَهَلَهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَلِكَ وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهْلَوْنَ مِنْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اے ذوالحلیفہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب کہ پانچ چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ میقات بمعنی کام کا وقت اور کام کی جگہ پھر یہ نام اُس جگہ کے لیے استعمال ہونے لگا جہاں سے حاجی کے لیے بغیر احرام کے آگے گزرنا منع ہے یاد رہے کہ ان جگہوں سے باہر کے لوگوں کے لیے چند جگہیں ایسی مقرر ہیں جہاں سے بغیر احرام کے کہ کی طرت جانا بالکل منع ہے۔ پس اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات قرار کیا گیا ہے۔

۲۔ یعنی اہل شام کی میقات مقام ہے جیم کا پتی ماساکن اُس کے بعد عایہ بھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

۳۔ اور اہل نجد کے لیے میقات قرن المنازل ہے یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے بنحو اصل میں نشیبی زمین کے بالمقابل اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ آج کل نجد اُن تمام بلاد عرب کو کہتے ہیں جو یمامہ سے سرزمین عراق تک پھیلے ہوئے ہیں۔ قرن بفتح کاف و سکون اے قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی طائف کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے لیکن وہ قرن جس کی

طرف حضرت اویس قرنی منسوب ہیں وہ راکی دہرے سے یعنی قرنی۔ یہ بلاوین میں سے ایک شہر ہے جیسا کہ تائوس میں مذکور ہے۔

۱۷۷ یعنی اہل بن کا میقات۔ معلوم ہے۔ یا کی زبیر لام کی زبیر اور دونوں میم ساکن یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ پس یہ مذکورہ جگہیں حج کے لیے جانے والے لوگوں کے لیے میقات ہیں جو ان کے پاس سے گزر کر خانہ کعبہ کی طرف جاتے ہیں اور وہ تمام لوگ جو دوسرے ممالک سے آتے اور ان مقامات سے گزر کر حج کے لیے بیت اللہ شریف جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل مدینہ براستہ شام مکہ کو آئیں تو انہیں جحہ سے احرام باندھنا ہوگا حالانکہ ان کا اصل میقات ذوالحلیفہ ہے اور ہندوستانی میں کی سمت سے مکہ جاتے ہیں تو انہیں یثلم سے احرام باندھنا ہوگا۔

۱۷۸ یعنی یہ میقات ان لوگوں کے لیے ہے جو حج اور عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص میقات سے گزرے مگر اس کا ارادہ حج و عمرے کا نہ ہو تو اس کے کعبے میں داخل ہونے کے لیے احرام لازم نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب یہی ہے مگر ہم احکامات کے نزدیک بے احرام کہ میں داخل ہونا جائز نہیں۔ اگرچہ حج اور عمرے کا ارادہ نہ بھی ہو۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کوئی شخص بغیر احرام میقات کے آگے نہ گزرے یہ حدیث مطلق ہے اس میں حج اور عمرہ کے ارادہ کی کوئی قید نہیں۔ بلکہ احرام کا وجود اس مقدس مقام کی تعظیم کے لیے ہے لہذا حاجی اور عمرہ کرنے والا ارادہ کے ماسوا سب کے لیے یہ حکم مساوی ہے ہاں وہ شخص جو میقات کے اندر رہتا ہو اس کے لیے بغیر احرام کہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ جبکہ وہ کسی کام کے لیے مکہ شریف آ رہا ہو کیونکہ جو لوگ اپنے ذاتی کام کا حج کے لیے مکہ شریف آتے ہوں ان کے لیے ہر بار احرام کی شرط لگانا ٹھیک اور وقت کا باعث ہے لہذا ایسے شخص کا حکم اہل مکہ کا حکم ہے۔ جیسا کہ ہا یہ میں مذکور ہے۔

۱۷۹ یہاں حدیث میں لفظ مُعَلَّکَ آیا ہے یعنی میم کی پیش ہا کی زبیر اور لام کی شذیہ سے مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان مذکورہ جگہوں کے اندر رہتا ہو وہ اُنسی جگہ سے احرام باندھے جہاں وہ رہتا ہو یہ لفظ اہمال سے بنا ہے جس کا اصل معنی ہے آواز بلند کرنا۔ مگر یہاں احرام مراد ہے کیونکہ اس میں بھی لیکھتے ہوئے آواز بلند کی جاتی ہے۔

۱۸۰ یعنی جو شخص جہاں جہاں بھی میقات کے اندر رہتا ہے تو اس کی جائے احرام وہی ہے جہاں وہ رہتا ہے۔

۱۸۱ مگر یہ احرام حج کے ساتھ خاص ہے یعنی حج کا احرام کے کے اندر سے باندھا جائے۔ البتہ عمرے کے لیے احرام اہل مکہ کو حرم کی حدود سے باہر نکل کر باندھنا پڑے گا۔ اور آج کل اہل مکہ کے لیے عمرے کا احرام باندھنے کے لیے ایک جگہ مشہور ہے جسے تنیم کہتے ہیں۔ یہ جگہ حدود حرم سے باہر حرم مکہ کی حدود کے سب سے زیادہ قریب ترین جگہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی جگہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ آپ نے یہ احرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے حکم سے باندھا تھا یہاں ایک جگہ ہے جسے مسجد عائشہ کہتے ہیں یعنی یہ مسجد اُنیں جگہ تعمیر کی گئی ہے جہاں حضرت عائشہ نے غلاما کی اور احرام باندھا جیسا کہ حجۃ الوداع کے باب میں یہ واقعہ آ رہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مدینہ والوں کی احرام گاہ ذوالحلیفہ ہے اور ان کا دوسرا راستہ جحفہ ہے اور عراق والوں کی احرام گاہ ذات عرق ہے اور نجد والوں کی احرام گاہ قرن ہے اور یمن والوں کی احرام گاہ یلم ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّوِيقِ الْآخَرِ الْجُحْفَةُ وَمَهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عَرَقٍ وَمَهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ وَمَهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمُ -
رَدَّوَالْمُسْلِمُ

(مسلم)

اس حدیث کا ترجمہ گزشتہ حدیث کی شرح سے معلوم ہو چکا ہے، حضور علیہ السلام کے قول مبارک کہ دوسرا راستہ جحفہ ہے مراد یہ ہے کہ اہل مدینہ جب شام کے راستے سے آئیں تو ان کا میقات جحفہ مرتاب ہے اور جائز ہے کہ وہ یہاں سے احرام باندھیں اور ذات عرق جو اہل عراق کی میقات ہے وہ حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ پھر عراق مشرقی علاقے کا نام ہے جس کی لمبائی بامان سے رمل تک اور چوڑائی تارسہ سے طوان تک ہے۔ اس علاقے کا نام عراق اس بنا پر رکھا گیا ہے کہ یہ علاقہ جبلہ اور فرات کے کنارے واقع ہے۔ عراق شامل نجد کر سکتے ہیں ذات عرق ایک جگہ ہے۔ مکہ سے مشرق کی جانب در منزل کے فاصلے پر یہ جگہ قرن کے بالمقابل ہے۔ عرق یمن کی ذیر سے چوسٹے ٹیلے کو کہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے سب کے سب ذالقعده میں یکے کے بعد عمرہ جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا ان عمروں میں سے ایک عمرہ آپ نے ذالقعده میں مدینہ سے کیا۔ دوسرا عمرہ اگلے سال ذالقعده میں ہی کیا تیسرا عمرہ جبرائیل سے کیا جہاں آپ نے حنین کی غنیمتیں تقسیم کیں یہ بھی ذالقعده میں کیا اور ایک عمرہ آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا۔
(بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ أَجْمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرَاءَ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَاجَتِهِمْ عُمَرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةً مِنَ الْجَعْفَرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةً مَعَ حَاجَتِهِمْ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لے کہ وہ عمرہ آپ نے ذوالحجہ میں حج کے ایام میں کیا۔

اسی بیان حدیث میں عمرہ کے لفظ پر پیش و زبر دونوں پڑھے گئے ہیں ان چار میں سے یہ پہلا عمرہ تھا آپ نے کیا مقام مدیہ سے کیا۔ ماکہ میں دکن زبر۔ پھر ہا کی زیارہ یا پر شداد بغیر شد کے دونوں طرح آیا ہے بغیر شد کے پڑھنا زیادہ مشہور اکثر ہے یہ ایک بستی کا نام ہے جو کہ معظہ سے قریل کے فاصلے پر ہے۔ اس بستی کا اکثر حصہ حرم کی حدود میں ہے باقی حصہ مل میں داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مدیہ ایک کنوئیں کا نام ہے بعض نے کہا ایک درخت کا نام ہے اور یہ جگہ اُس درخت کے نام پر مشہور ہے بیعت الرضوان جو اس درخت کے نیچے لی گئی تھی اور قرآن مجید میں جس کی شان میں فرمایا (لَقَدْ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرًا يٰعَبْدُكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ آپ سے بیعت ہو رہے تھے۔ درخت کے نیچے یہ درخت اسی جگہ میں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے پیر کے دن سال چھ ہجری ذوالقعدہ کا چاند طلوع ہونے پر بقصد عمرہ چودہ صویا اس سے زیادہ افراد کے ساتھ اس مقام پر جمع ہوئے مگر قریش نے حضور علیہ السلام کو روک دیا کہ آپ کے میں داخل نہیں ہو سکتے آپ نے اُن سے صلح کر کے واپسی اختیار فرمائی اور قریش سے معاہدہ ہو گیا کہ آپ آئندہ سال آئیں اور عمرہ ادا کریں۔ حقیقت میں یہ عمرہ تھا مگر اسے عمرہ شمار کر لیا گیا۔ اور محرم کے لیے راہ حج میں رکاوٹ کا مسئلہ یہیں سے شروع ہوا۔ اس صلح مدیہ کو فتح بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ فتح دوسری فتوحات کی بنیاد بنی۔ چنانچہ اس کے بعد فتح خیبر وغیرہ کے واقعات پیش آئے۔ مدیہ کا مکمل قصہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کتاب الجہاد میں اس کا کچھ حصہ مزید بیان کیا جائے گا۔

اسی عمرہ بھی ذوالقعدہ میں آپ نے کیا۔ یہ گزشتہ سال کی صلح کے نتیجے میں آپ نے کیا چنانچہ آپ کہ معظہ میں داخل ہوئے عمرہ کیا تین دن وہاں ٹھہرے چوتھے روز کہ معظہ سے برآمد ہوئے۔ اس عمرہ کو احادیث میں عمرہ قضا کہا گیا ہے۔ یہ واقعہ حنفیہ کے مذہب کی تائید کرتا ہے جبرہ کہتے ہیں کہ محرم رکاوٹ کی وجہ سے جب راستے میں ہی احرام کھول دئے تو فوت شدہ عمرہ کی قضا لازم ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم نہیں اور احادیث میں اس کے لیے جو لفظ تضاد آیا ہے وہ معنی صلح ہے۔ تضاد کا معنی صلح بھی آتا ہے۔

شافعی حضرات کے نزدیک عمرہ تضاد بائی معنی ہے کہ سال آئندہ کے لیے حضور علیہ السلام کی اُن کے ساتھ عمرہ کرنے کے واسطے میں صلح ہو گئی۔

اسی تیسرا عمرہ آپ نے جبرائیل سے کہ شریف اگر کیا کیونکہ جبرائیل میں فتح خین کی غنیمتیں تقسیم کرتے رہے۔ جبرائیل جیم کی زیرین کی زیارہ اور ماکہ کی شد یہ بھی کہ معظہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے آپ فتح مکہ کے بعد شہر ہجری کو غزوہ خین کے لیے چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دفعے میں آپ کو بے شمار مال غنیمت عطا فرمایا۔ اور آپ

مقام جمرانہ میں پندرہ یا سولہ دن اقامت پذیر رہے اور مال غنیمت تقسیم کرتے رہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلات کے وقت عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سوار ہوئے اور کے شریف آئے عمرہ ادا فرمایا اور اسی رات واپس ہو گئے اور صبح کی نماز جمرانہ میں جا کر ادا فرمائی۔

۱۵ یعنی چوتھا عمرہ جو آپ نے حج فرمانے کے بعد حج کے ساتھ کیا یہ عمرہ بہر حال فدا الحجۃ میں ادا فرمایا یہ چار عمرے ہیں جو نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے۔ مگر آپ کا اسلامی حج صرف ایک ہی تھا۔ ایام جاہلیت میں قریش حج کیا کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اُس وقت حج کیا کرتے تھے جن کی تعداد علماء نے بیان نہیں فرمائی۔ واللہ اعلم۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ
اَعْتَمَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ
أَنْ يَخْرُجَ مَرَّتَيْنِ - (ردا کا بخاری)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فالقعدہ کے مہینے میں حج سے پہلے دو عمرے
کیے۔ (بخاری)

۱۶ گویا حضرت براء بن عازب نے عمرہ مدینہ کو شمار نہ کیا۔ کیونکہ مدینہ میں فی الحقیقت آپ نے عمرہ نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمرے تین ہی ہوئے دو حج سے پہلے ایک عمرہ قضا و دوسرا وہ عمرہ جو آپ نے جمرانہ سے کیا اور ایک حج کے بعد جو حجة الوداع کے ساتھ کیا۔

۱۷ حج اور عمرے کی کیفیت آگے آرہی ہے اُس کا بھل بیان یہ ہے کہ حج عرفات میں کھڑے ہونے، بیت اللہ کا طواف اور صفا و رواہ کے درمیان سی کر کے کا نام ہے۔ اور عمرہ طواف امدی کر کے کا۔ احرام دونوں میں شرط ہے حج فرض ہی ہوتا ہے اور نفل بھی اور عمرہ نفل ہی ہوتا ہے۔ مگر وہ شخص جو اپنے دے اُس کی قربان لے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو واجب کیا ہے
یعنی فرض کر دیا ہے اس پر حضرت اقرن بن مالک
کھڑے ہوئے اور عرض کی کیا ہر سال میں حج فرض
ہے۔ یا رسول اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
اگر میں اُس پر ہاں کہہ دیتا تو وہ ہر سال فرض ہو جاتا اور

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ
الْحَجَّ فَقَامَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ
فَقَالَ أَيْ كُلِّ عَامٍ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ تَوَقَّلْتُهَا نَعَمْ تَوَجِبَتْ
وَلَوْ وَجِبَتْ لَمْ تَعْمَلُوا بِهَا وَلَمْ

تَسْتَطِيعُوْنَ وَالْحَبْرُ مَرَّةٌ فَمَنْ
نَزَادَ فَتَطْوَعُ -
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّسَارُّفُ وَالسَّذَارِيفُ

اگر وہ ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس پر عمل نہ کر سکتے۔
نہ تم اس کی طاقت رکھتے ہو تو یہ ایک ہی بار فرض ہے
جو ایک بار سے زیادہ کرے وہ نفل و کرے گا۔

(احمد نسائی۔ دارمی)

۱۔ یہ نفع کہہ کے دن کا واقعہ ہے۔ یہ صاحب بنی تمیم کے دند میں اسلام لانے کے لیے آئے تھے پہلے آپ
مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ اسلام اور جاہلیت دونوں میں بڑے شریف الطبع انسان تھے، بڑی بلند شان کے
مالک تھے۔

۲۔ یعنی اگر میں اس کی فریفت کے لیے لفظ ہاں کہہ دیتا تو ہر سال میں حج فرض ہو جاتا۔
۳۔ کیونکہ اس میں بڑی سخت مشقت ہے کہ اس سفر میں مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اہل و اولاد کی جدائی برداشت کرنا
پڑتی ہے۔ اپنے وطنوں سے دور ہونا پڑتا ہے بھروسہ اُن لوگوں کے لیے جن کے شرار و ملامت کے مغمومہ سے بہت درد
واقع ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ
زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ
اللَّهِ وَكَوْءُ يَحْتَرُ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ
يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذَلِكَ
أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ
وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجْرُ الْبَيْتِ مِنَ
اسْتِعْطَاعِ إِلَيْهِ سَبِيلًا -
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ لِهَذَا أَحَدِيثٌ
غَرِيبٌ وَ فِي إِسْنَادِهِ مُعَالٌ وَ هِلَالٌ
بُنَا عَبْدُ اللَّهِ مَجْهُولٌ وَ الْحَارِثُ
يُضَعَّفُ فِي الْمُحَوِّثِ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سفر خرچہ اور
سواری کا مالک ہو جو اسے خانہ کعبہ تک پہنچا سکتی ہے پھر
اس نے حج نہ کیا تو اس کے لیے کوئی فرق نہیں کہ وہ
کافر بن کر یہودی دین پر یا نصاریٰ کے دین پر مرمی
یا سب سے کہے بشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
اللہ کے لیے لوگوں کے ذمے بیت اللہ کا حج لازم ہے
جو بھی اس تک پہنچنے کے راستے کی طاقت رکھتا ہے۔
اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ
حدیث غریب ہے اور اس کے اسناد میں
قیل و قال ہے اور ہلال بن عبد اللہ مجہول ہے اور
حدیث راوی حدیث میں ضعیف ہے۔

۱۔ ان الفاظ میں ہمارے حج کے لیے سخت کمالات و شہرت کا اظہار ہے۔ آپ نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا کیونکہ یہ
دونوں آسمانی کتاب اور دین کے مدعی ہیں اگرچہ کافر ہیں۔ مشرکوں اور مجوسیوں وغیرہ میں سے نہیں ہیں جو کہ ایمان اور دین سے

محرم اور ذی الحجہ میں۔

۱۷ اس آیت کے آخر میں فرمایا اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ سب جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ یعنی جو شخص کفر اختیار کرے اور کفرانِ نعمت کرے تو خدا نے تعالیٰ تمام اہل جہان سے بے نیاز ہے۔ لوگ حج کریں یا نہ کریں اُسے اُس سے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچتا نفع اور نقصان خداؤں کا اپنا ہے۔ یہاں آیت میں جس قسم کی شدت کا اظہار کیا گیا ہے وہ اس حدیث میں واقع شدت اور ڈانٹ کے بالکل موافق ہے۔ گویا بڑی شدت اور ڈانٹ کا اظہار کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے۔

(ابوداؤد)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا صَدُورَ فِي الْإِسْلَامِ -

رَدَاةُ أَبُو دَاوُدَ

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ صرست آیا ہے۔ صرست بروزن صرست یعنی نکاح نہ کرنا اور حج نہ کرنا لغت کی کتاب صراح میں اس شخص کو جس نے حج نہ کیا ہو، عورت کے قریب نہ گیا ہو کو صارورہ اور صرارہ کہتے ہیں۔ اصل کلمہ صر سے بنا ہے یعنی روکنا اور منع کرنا یعنی مسلمان کو چاہیے کہ نکاح اور حج ترک نہ کرے۔

انہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
حج کا ارادہ کیا اور وہ اُس پر قادر بھی ہو اور اس کی
استطاعت رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ جلدی کرے۔

(ابوداؤد - حاکم)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ
الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ -
رَدَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَالذَّارِقِيُّ

۱۹ اور صرست کو غنیمت جانے تاخیر نہ کرے۔

کہ آنتہاست در تاخیر و طالب رازیان وارو

ترجمہ۔ تاخیر میں بڑی خرابیاں ہیں اور طالب کو نقصان پہنچتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کر دینی ہر ایک کو
دوسرے کے پیچھے کر دے کہ بے شک یہ دونوں فرائد

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا
يُسْفِيَانِ الْغَفْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا

يَنْفِي الْكِذَّ نَجَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ وَ لَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمُبْرُورَةِ
ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ -

رَدَّاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَدَوَاهُ
أَخْبَدُ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ عُمَرَ إِلَى قَوْلِهِ
نَجَثَ الْحَدِيدِ -

مگں ہوں کو بندے سے دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے
اور سونے اور چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور
نہیں ہے حج مقبول کا ثواب مگر جنت۔

اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور احمد
وابن ماجہ نے نجث الحدید تک روایت
کیا۔

اسے یہاں حدیث میں بھٹی کے لیے کیر آیا ہے۔ کان کی زیر اس کے بعد یا اصل میں اس مشک کو کہتے ہیں جس میں
لوہا ہوا بھرتے ہیں اور کوہ یعنی کان کی پیش سے اس خانے کو کہتے ہیں جسے لوہا مٹی سے تیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ تانوس میں
آیا ہے۔ بعض کیر کو بھی اس بھٹی کے معنی میں استعمال کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث میں فقط نجث آیا ہے غا اور باکی
زیر سے یعنی وہ میل کچیل جسے بھٹی کی آگ معدنی جواہر سے اگ کرتی ہے۔ خاک کی پیش با ساکن سے بھی روایت کی گئی ہے
یعنی خبیث وردی مگر اصل روایت زیادہ مشہور و زیادہ ظاہر ہے۔ بے شک حج و عمرہ بندے سے فقر و گناہوں کو دور
کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں دوسروں سے سوال کرنے کی بجائے سوال کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کیا جاتا ہے
اور بہت سال بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا پڑتا ہے اور بندہ کئی گنا ثواب پاتا ہے اور حاجی بڑی مشقت اور
تسکارت سے دوچار ہوتے ہیں جو کہ عفو و مغفرت کا موجب ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ
رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُوجِبُ
الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالزَّاحِلَةُ -
رَدَّاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے
فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کنسی چیز حج کو فرض کرتی
ہے (یعنی بلوغت کے بعد مکلف ہونے پر) آپ
نے فرمایا زاد و زادہ اور سواری کا موجود ہونا حج کو
فرض کرتا ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

اسے یعنی اتنا سفر خرچ جس سے بندہ کہ معظمہ جا سکے اور اسکے اور پیچھے اپنے عیال کے لیے بھی اتنے دنوں کا
خرچہ کافی ہو۔ سواری سے مراد ایسی سواری ہے جس پر وہ جا آ سکے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر پیدل چل کر حج
کرنے کی طاقت موجود ہو تو پھر سواری کی شرط نہیں ہے۔

انہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْهُ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

مَا الْخَاجِرُ قَالَ الشَّعْثُ الثَّقِلُ فَقَامَ
 آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْحَجِّ
 أَفْضَلُ قَالَ الْغَبَرُ وَالشَّجَرُ فَقَامَ
 آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا السَّبِيلُ
 قَالَ زَادُ زَاوِيَّةٍ
 رَدَّاهُ فِي شَرْحِ الشُّنَّةِ وَرَدَّى ابْنُ
 مَاجَةٍ فِي سُنَنِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ
 الْفَصْلَ الْأَخِيرَ

سے پوچھا اور کہا حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے اور اس کی حالت
 کی ہونی چاہیے آپ نے فرمایا پرگندہ بال اور پرگندہ سر
 اور سیلا کھٹا ہرنا چاہیے اس پر ایک دوسرے شخص
 نے کہا رسول اللہ افضل حج کو نسبہ فرمایا بلند دانہ سے
 لیسٹ کہنا استقرانی کا خون بہانا، ایک اور شخص کھڑا
 ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کی آیت میں واقع راستے
 کی طاق سے کیا مراد ہے فرمایا سفر خروج اور سواری
 کے لئے شرع سنت میں رعایت کیا اور ماہن ماہہ نے پلٹے
 سن میں رعایت کیا، مگر انہوں نے راستے کے واسطے حفاظت
 کا ذکر نہیں کیا۔

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ شعث آیا ہے یعنی ظہن کی زیرین کی زیر یعنی پرگندہ بال اور گرد آلودہ سر۔
 ۲۔ یہاں حدیث میں ثقل آیا ہے ت کی زبرد کی زیر یعنی ناک سے بہنے والا پسینہ اور میل کھیل محرم میں
 یہ دو منقش متنی زیادہ ہوں گی ریاضت و مشقت بھی زیادہ ہوگی اسی لیے ان دو صفتوں کا ذکر کیا گیا۔
 ۳۔ یہاں حدیث میں حج آیا ہے عین کی زبردیم کی شرب یعنی تہیہ کے لیے آواز بلند کرنا، ال کے بعد ہر لفظ کا ہے یعنی
 ح کی زبردیم کی شرب یعنی ترانی کا خون بہانا۔

۴۔ یعنی آیت میں جو راستے کی طاق کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سواری اور سفر خروج موجود ہو۔
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے رعایت ہے بے شک
 وہ ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت میں حاضر ہوئے
 اور عرض کی یا رسول اللہ بے شک میرا باپ بہت بوڑھا
 ہے حج و عمرے کی طاق نہیں رکھتا نہ ہی سواری ہونے
 کی طاق رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ کی طرف
 سے حج اور عمرہ کر لے لے کر مذی۔ ابو داؤد
 اور نسائی نے رعایت کیا اور حرذی نے
 کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ الْعُقَيْلِيِّ أَنَّهُ
 أَقَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي سَكِينٌ
 كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَا
 السَّطْعَ قَالَ حَجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمَرَ
 رَدَّاهُ الزُّمَيْدِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَ
 النَّسَائِيُّ وَقَالَ الزُّمَيْدِيُّ هَذَا
 حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۱۔ را کی زبردیم کی زیر العقیل یعنی عین کی پیش کاف کی زبردیم کا نام تعبط ہے۔ آپ مشرر صحابی ہیں آپ کا شمار

اہل طائف میں ہوتا ہے۔

۲۔ کیونکہ اُس کے لیے اسباب سفر یعنی زاد راہ اور سواری موجود نہیں۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ ظعن آیا ہے۔ ظا کی پیش عین ساکن اور عین کی زبر بمعنی سیر و سفر۔ سراج میں آیا ہے کہ ظعن عین ساکن اور اُس کی حرکت سے بمعنی ہانا اور کوچ کرنا۔

۴۔ یعنی اُس کی طرف سے حج و عمرہ کر اگر اُس پر حج فرض ہے جیسا کہ ظاہر ہی ہے۔ یا اُس کا نفع مراد ہو گا اور اگر حج نفل ہے تو اُس کا ثواب اپنے باپ کو بخش دے اور یہ درست ہے اُس اختلاف کے ساتھ جو بدنی عبادت میں ہے بعض کے نزدیک والدین کی طرف سے مطلقاً حج کرنا ٹھیک ہے۔ یہ حدیث اور اسی طرح کی دوسری احادیث ان کی دلیل و حجت ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا جو کہہ رہا تھا ایک من خبرتہ فرمایا خبرتہ کرنا میں اُس نے کہا میرا بھائی ہے یا میرا قریب ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر نہ اپنی طرف سے حج کر پھر خبرتہ کی طرف سے حج کر۔ اسے شافعی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لَبَيْكَ مِنْ شُبْرُمَةَ قَالَ مَنْ شُبْرُمَةَ قَرِيبٌ لِي قَالَ أَحَبُّتُ عَنْ نَفْسِكَ قَالَ لَا قَالَ حُبٌّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُبٌّ عَنْ شُبْرُمَةَ۔

رَدَّاهُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

۵۔ شین کی پیش با ساکن را کی پیش یہ اُس شخص کا نام ہے جس کی طرف سے یہ شخص تبلیہ کہہ رہا تھا۔ اور اُس کی جانب سے حج کرنا پاتا تھا۔

۶۔ یہ لادھی کا شک ہے۔

۷۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دوسرے کی طرف سے نائب بن کر حج کرنا اُس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ خدا پناہ فرض نہ کرے۔ اس مسئلے کی جانب آئمہ کی ایک جماعت گئی ہے امام شافعی امام احمدی جماعت میں سے ہیں امام ایک جماعت اس جانب گئی ہے کہ خدا پناہ حج نہ بھی کیا ہو تو بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے۔ فقہائے احناف امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے

وَعَنْهُ قَالَ وَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الشَّرْقِ
الْعَقِيقَ -

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مشرق
کے لیے مرنع عقیق کو میقات مقرر کیا۔

(ترمذی - ابو داؤد)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ

لہ عقیق عین کی زبرقانات کی زیر یہ ایک جگہ ہے ذات عرق کے قریب جو اہل عراق کی میقات ہے۔ لیکن یہ یعنی
ذات عرق عقیق سے کچھ پہلے آتی ہے۔

پس امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ چاہیے کہ عقیق سے احرام باندھا جائے امتیازاً دونوں حدیثوں پر عمل پیرا ہونے کے
لیے پھر عقیق اس مادی کا نام بھی ہے جو مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس عقیق سے مدینہ منورہ
کی مادی عقیق مراد نہیں۔ مگر جبکہ کوئی شخص اس جانب سے آنا چاہے۔ واللہ اعلم۔

طیبی نے کہا کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مشرق کے لیے کوئی میقات بیان نہیں فرمائی
بلکہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب عراق فتح کیا تو ان کے لیے مدینہ فرمائی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ
لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عَرُوقٍ -
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل
عراق کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا۔
(ابو داؤد - ترمذی)

لہ یاد ہے اہل مشرق اور اہل عراق دونوں کے لیے ذات عرق ہی میقات ہے۔ مرنع عقیق بھی ذات عرق
میں ہی شامل ہے۔ کیونکہ دونوں جگہیں ایک دوسرے کے قریب ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ أَهْلًا بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ
مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ دَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ -
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا
آپ فرماتے تھے جس نے حج اور عمرے کا احرام مسجد
سے باندھا اور مسجد خانہ کعبہ تک گیا اس کی گناہیں
اس کے تمام گناہ بخش دیے گئے۔ یا اس کے لیے
جنت واجب ہو گئی۔

(ابو داؤد - ابن ماجہ)

لہ یہ بیت المقدس کا نام ہے جو شام میں واقع ہے۔

۲ یعنی انرا دل تا آخر سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۵۳ یہ راوی کا شک ہے جب کوئی شخص مسجد اقصیٰ کو کہ ملک شام میں واقع ہے، مکہ معظمہ کو آتا ہے تو راستے میں مدینہ منورہ بھی آتا ہے تو یہ شخص افضل مقامات سے مشرف ہوتا ہے۔ یعنی ابتدا میں بھی کہ مسجد اقصیٰ سے روانہ ہوتا ہے درمیان میں بھی کہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور آخر کار خانہ کعبہ پہنچتا ہے تو لازماً ایسا شخص ثواب عظیم کا مستحق ہوتا ہے اسے خوب سمجھ لو۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ
الْيَمَنِ يَحْجُّونَ فَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَ
يَقُولُونَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ فَإِذَا قَدِمُوا
مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى
وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى.
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں اہل یمن حج کے لیے روانہ ہوتے تھے مگر وہ زادراہ
ساتھ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ جب
وہ مکہ شریف پہنچتے تو لوگوں سے مانگتے اور گدگری
کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور زادراہ
اپنے ساتھ لے کر چلو کہ بہتر زادراہ تقویٰ ہے۔

(بخاری)

۱۔ اور تقویٰ امتیاز کر دینی سوال و گدگری سے پرہیز کرو کیونکہ تقویٰ سفر آخرت کے لیے بہترین زادراہ ہے۔ گویا کماؤں
اہل یمن نے تقویٰ کی بجائے توکل کو زادراہ خیال کر لیا تھا۔ تو انہیں حکم دیا کہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔ اُسے اپنا توشہ اور زادراہ
بنالو۔ اُن کا توکل حقیقت میں توکل نہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ فی الواقع متوکل ہوتے تو اُس کا حق ادا کرتے۔ کسی سے سوال
نہ کرتے۔ اسے سمجھ لو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ عَلَى الْمَسَاءِ جِهَادٌ
قَالَ لَعَمْرُؤِ عَلَيْكَ جِهَادٌ لَا يَتَّعَلَقُ
بِهِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ
عورتوں پر جہاد ہے فرمایا ہاں اُن پر جہاد ہے جس میں کوئی
لڑائی نہیں۔ وہ حج و عمرہ ہے۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(ابن ماجہ)

۲۔ چونکہ حضور علیہ السلام کے یہ فرمانے پر یہ وہم ہوتا تھا کہ وہ کونسا جہاد ہے جس میں لڑائی نہیں تو آپ نے اس وہم
کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جہاد حج و عمرہ ہے یعنی حج و عمرہ عورتوں کے لیے جہاد کی طرح ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ
حَضْرَتُ ابْنِ مَاجَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَوَايَتَهُ فَرَمَاتِهِ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ لَمْ يَنْتَعِ مِنْ الْحَجِّ حَاجَةً
ظَاهِرَةً أَوْ سُلْطَانًا حَاجِيًّا أَوْ مَرَضًا
حَاسِسًا فَمَاتَ وَلَمْ يَحْجِرْ فَلَيْسَتْ
إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا وَ إِنْ شَاءَ
نَصْرَانِيًّا - (رداء الدارمی)

اے یعنی زاد راہ اور ساری۔

اے یہاں حدیث میں لفظ سلطان جائز آیا ہے۔ سلطان دراصل یعنی سلطنت و غلبہ آتا ہے پھر اس کا استعمال صاحب
سلطنت کے لیے بھی ہونے لگا۔

اے اس حدیث کی شرح حضرت علی کی حدیث میں فصل ثانی میں گزر چکی ہے۔ مؤلف نے ترمذی سے اس حدیث کے بعض
راویوں پر طعن کیا ہے مگر دائی کی اس حدیث میں کوئی طعن مذکور نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
وہ حضرت سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حج
دعوت کرنے والے اللہ کی جماعت میں اگر یہ طلب
تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے گا۔
اگر یہ اس سے حضرت طلب کریں کہ انہیں بخش دے گا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
الْحَاجُّ وَالْعُمَرَاءُ وَبَدَأَ اللَّهُ إِنْ
دَعَوْهُ أَحَابَهُمْ وَلَوْ اسْتَغْفَرُوا
غُفِرَ لَهُمْ -

(رداء ابن ماجہ)

اے یعنی وہ لوگ جو حج و عمرہ کی نیت سے گھرنے سے باہر آتے ہیں یا وہ لوگ جو حج و عمرہ کر رہے ہیں۔ یہ غلط دونوں کو
شامل ہے حج دراصل یعنی ارادہ ہے۔

اے یہاں حدیث میں لفظ دعا آیا ہے یعنی آنے والے اور خدا کی درگاہ میں پہنچنے والے۔ یہ لفظ وفات سے بنا ہے
یعنی لوگوں کی زمین سے یعنی قاصدین کر آنا۔ اسی سے مانع بنا ہے یعنی قاصد۔ وہ لوگوں کی رہائش گاہ اور دعا کا لہجہ سے بمعنی
جماعت۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا
اللہ کا دعوتین لوگ ہیں عازمی، حاجی، عمرہ کرنے والا۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَدَّ
اللَّهُ ثَلَاثَةَ الْغَاوِي وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ -

رَوَاةُ النَّسَائِيِّ وَالْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ
الْإِيمَانِ -

نسائی شریف اور بیہقی شعب الایمان
میں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا لَقِيتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ
وَصَافِحْهُ وَمُرَّاهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ
قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ
لَكَ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو حاجی
کو ملے اور اُسے دیکھے تو اُسے سلام کہہ اور اُس سے مسافحہ
کر اور اُسے کہہ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے
پہلے تیرے لیے دعائے مغفرت کرے کیونکہ وہ حاجی
بخشا ہوا ہوتا ہے۔

(رَوَاةُ أَحْمَدُ)

(احمد)

اسے مسافحہ کا معنی ہے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا۔ لفظ حاج اہم مفرد ہے اور جامع کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
سَلَّمَ لِمَنْ لَقِيَ بَخَشْتِ بَوَّاسٍ کا استغفار اور اُس کی دعا مستجاب ہے۔ اُس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کی قید اس لیے
لگائی کہ ابھی وہ خدا کے راستے میں ہے اور اپنے اہل و عیال سے جا کر مشغول نہیں ہوا۔ تو یہ وقت خاص۔ اور حالت بھی
خاص ہے اس حالت میں اُس کی دعا قبول ہونے کے قریب ہے۔ درحقیقت مراد یہ ہے کہ حاجی کا ثواب اور اس کا اللہ
کے وفد میں سے ہونا گھر سے نکلنے سے لے کر واپس گھر میں داخل ہونے تک بدستور موجود ہے۔ حج سے واپسی پر
ابھی تک منتقل نہیں ہوا۔

وَعَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ حَوَّجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا
ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيقِهِ كَتَبَ اللَّهُ
لَهُ أَجْرَ الْغَازِي وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ -
رَوَاةُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو
شخص نکلا حاجی بن کر یا عمرے کے لیے یا جہاد کے لیے
پھر وہ اُس راستے میں فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے
لیے غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ
دیتا ہے۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

اسے اور اسی کے حکم میں ہے وہ شخص جو تعلیم، علم اور احکام دین سیکھنے کے لیے گھر سے نکلا۔

بَابُ الْاِحْرَامِ وَالتَّلْبِيَةِ

احرام اور تلبیہ کا باب

احرام و تحریم کا معنی ہے کسی چیز کو حرام کر لینا۔ حج اور عمرے میں چند چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جن کا بیان آگے آ رہا ہے۔ تحریمہ نماز بھی اسی باب میں سے ہے۔ یعنی جب تکبیر تحریمہ کہہ لی جاتی ہے تو نماز کے علاوہ باقی کام حرام ہو جاتے ہیں۔ یا احرام کا معنی ہے حرم شریف کے اندر آنا۔ اور چونکہ احرام حرم شریف کے اندر داخل ہونے کے جواز کا سبب ہے۔ اس لیے اسے احرام کہتے ہیں۔ تلبیہ کا معنی ہے لبیک کہنا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوشبو تیار کیا کرتی تھی آپ کے کلمے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے اور آپ کے کھانے کے لیے طواف بیت اللہ سے پہلے ایسی خوشبو جس میں مشک ہوئی تھی۔ مگر میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک بجا کرتا احرام دیکھ کر ہی ہوتا۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يُطَوِّفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبَيْضِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے یعنی عید کے دن جبکہ لوگ مزدلفہ سے منیٰ میں آتے ہیں اُس کے بعد آخری جہر (شیطان) کو رمی کرتے اور احرام سے باہر آتے ہیں۔ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ پھر کھاتے اور طواف کرتے ہیں اُس کے بعد پھر منیٰ چلے جاتے ہیں۔ پھر بعلات کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جاتی ہیں۔ اے یعنی میں نے آپ کے لیے خوشبو تیار کی جس میں مشک ملی ہوئی تھی۔ مستحب ہے کہ احرام میں مشک و گلاب استعمال کیا جائے۔ یعنی احرام باندھنے سے پہلے پہلے۔

۳۵ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ گویا کہ میں آپ کے سر کی مانگ میں خوشبو کی چمک دمک دیکھ رہی ہوں۔ یہاں حدیث میں لفظ دہیں۔ اس کے ساتھ آیا ہے یعنی بجلی وغیرہ کا چمکنا۔ یہاں دوسرا لفظ مفارق آیا ہے جو مفروق کی جمع ہے۔ اس کی زیر سے بمعنی سر کی مانگ اور مفارق بلفظ جمع بھی لاتے ہیں۔ جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ گویا کہ ماتھے سے سے کر پیچھے تک مانگ کے کئی حصے ہیں تو ہر حصے کے لحاظ سے لفظ جمع لایا گیا ہے۔ اور ہر حصے کو گویا ایک ایک مانگ قرار دیا گیا۔ حالانکہ آپ محرم تھے یعنی خوشبو کا اثر مبارک میں دکھائی دے رہا تھا۔

۳۶ اس حدیث میں دلیل ہے کہ احرام کے بعد بحالت احرام خوشبو کا افر باقی رہنا احرام کو نہیں توڑتا بلکہ احرام باندھ کر خوشبو کا استعمال کرنا احرام کو توڑ دیتا ہے۔ وہ خوشبو جو احرام باندھنے کے وقت استعمال کر لی جائے اور پھر اس کا اثر باقی رہے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ ہم احناف اور امام احمد کا مذہب یہی ہے۔ جہاں حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت کے مطابق ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے مکروہ ہے۔ اور علامہ طہی نے امام شافعی کے قول کی اباحت اور امام مالک کے قول کی کراہت اور امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق مذہب کا واجب ہونا بیان کیا ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ ہلایہ اداس کی شرح میں مذکور تھا اور کتاب خرقی جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی کتاب ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے فتلات کو احرام باندھا اور خوشبو لگائی۔ جب صبح کو اٹھا تو اس سے خوشبو کی مشک بہک رہی تھی حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میرا اپنے جسم پر گندھک کو مل لینا میرے نزدیک ایسا کرنے سے بہتر ہے۔ یہ خبر حضرت عائشہ تک پہنچی تو حضرت عائشہ نے اُن کی اس بات پر اعتراض کیا اور اس حدیث کو روایت کیا۔ اور لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ آپ نے احرام باندھا ہوا تھا اور آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں خوشبو لگی ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْتُمُّ مُكَبِّدًا يَقُولُ كَبَيْتُكَ اللَّهُمَّ كَبَيْتُكَ كَبَيْتُكَ لَا شَرِيكَ لَكَ كَبَيْتُكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ لَا يَزِيدُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ - رُتَّفَقَ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں، میں نے سنا کہ آپ نے اپنے بال مبارک ایک دوسرے سے کسی چیز کے ساتھ جوڑے ہوئے تھے مثلاً گوند وغیرہ کے ساتھ اور آپ اس طرح تلبیہ کہہ رہے تھے بیک اللہم بیک۔ لا شریک لک بیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک۔ آپ ان کلمات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۳۷ یعنی جبکہ آپ تلبیہ کہہ رہے تھے اس وقت آپ نے اپنے بالوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا ہوا تھا جیسے گوند اور خطمی وغیرہ سے تاکہ بال ایک دوسرے کے ساتھ چسپاں ہو جائیں تاکہ پراگندہ اور غبار آلودہ نہ ہو اور ہوا سے بھی محفوظ رہیں۔

۱۲ میں تیری خدمت و طاعت کے لیے کھڑا ہوں یا خلتیرا کوئی شریک نہیں خدمت و طاعت میں
 ۱۳ ان الحمد میں لفظ اِنَّ کے صغیرہ پر زیر و زبر پڑھنا دونوں طرح مروی ہے۔
 ۱۴ ہم کی پیش سے معنی بادشاہی۔

۱۵ بعض روایات میں زیادہ الفاظ بھی آئے ہیں مگر ابن عمر فرماتے ہیں تبلیغ کے جو الفاظ میں نے سنے وہ یہی ہیں ان سے زیادہ نہیں ہیں۔ اتنی مقدار ہی کافی ہے۔ اسے سمجھ لو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے۔
 فرماتے ہیں یہ شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا
 پاؤں مبارک جب رکابے میں داخل کرتے اور آپ کا
 ناکہ مبارک آپ کے ساتھ سیٹھا کھڑا ہوتا تو آپ
 مسجدنا الحلیفہ کے پاس سے تبلیغ پڑھنا شروع کر دیتے
 (بخاری و مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ادْخَلَ
 رِجْلَهُ فِي الْفَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ
 قَائِمَةً أَهْلًا مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي
 الْحَلِيفَةِ -
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۶ یہاں حدیث میں لفظ غرز آیا ہے غین کی زبر لساکن آخر میں زار یہ اس رکاب کو کہتے ہیں جو چڑھے کی بنی ہوا اور
 جو کھڑی اور لوہے کی بنی ہو اسے عربی میں رکاب کہتے ہیں۔

۱۷ جو کہ اہل مدینہ کی میقات ہے یہاں مسجد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے بعد تعمیر کی گئی۔ حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں یہاں مسجد نہ تھی راوی نے مسجد کا ذکر بعد کے زمانے کے مطابق کر دیا۔ حضور نبی پاک
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ پاک میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ مدینہ منورہ سے مدینہ ہرٹے اذان عصرنا الحلیفہ میں آکر ادا فرمائی۔
 پھر رات بھی یہیں بسر کی۔ صبح کو احلام باندھا۔ جب اونٹنی کی پشت مبارک پر ٹھیک طرح کھڑے ہو گئے اذان دہنی کھڑی
 ہو گئی تو آپ نے لبیک اللہم لبیک ائی آخر دم تک پڑھنا شروع کیا۔

۱۸ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی پشت پر بیٹھ کر اذان دہنی کے کھڑے ہونے
 کے بعد تبلیغ کہا۔ اسی کو امام شافعی نے لیا ہے۔ حنفیوں کے نزدیک نماز کے بعد تبلیغ کہنا مستحب ہے۔ امام مالک کا قول
 بھی یہی ہے۔

۱۹ یہ میں فرماتے ہیں کہ تبلیغ کہنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نماز کے بعد مروی ہے لیکن اگر سواری کی پشت پر
 ٹھیک طرح بیٹھنے کے بعد تبلیغ شروع کرے تو بھی درست ہے۔ لیکن نماز کے بعد کثرت افضل ہے۔ امام احمد کا مشورہ
 مذہب یہ ہے کہ نماز کے بعد شروع کر دینا چاہیے مگر ان کے بعض ساتھیوں کے نزدیک سواری پر ٹھیک طرح بیٹھ جانے کے
 بعد تبلیغ شروع کرنا پسندیدہ طریقہ ہے۔

کتاب خرقی کی شرح میں فرمایا کہ حضرت سعید ابن جبیر فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز کے بعد تلبیہ کہنے یا اذنی کی پشت پر ٹھیک طرح بیٹھ جانے کے بعد تلبیہ کہنے میں اختلاف کیا ہے۔ اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کہنے کی حقیقت کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ نے احرام کی دو رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تلبیہ کہا تو اُسے کچھ لوگوں نے سنا اور یاد کر لیا۔ اُس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اذنی پر سوار ہوئے پھر تلبیہ کہا تو اُسے کچھ اور لوگوں نے سنا تو انہوں نے یہ کہہ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلبیہ ابھی اذنی پر سوار ہو کر ہی کہا ہے۔ اُس کے بعد حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک بلند جگہ جس کا نام بیابان ہے پہنچے تو تلبیہ کہا لوگوں نے اُسے سنا تو گمان کیا کہ حضور علیہ السلام نے اب تلبیہ کہنا شروع کیا۔ حالانکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تلبیہ کی ابتدا کو جانتا ہوں کہ آپ نے صلی نماز پر ہی تلبیہ کہنا شروع کر دیا۔ اس گفتگو سے روایات میں مطابقت واقع ہو گئی۔ چونکہ حج کے اس موقع پر صحابہ کرام کا اجتماع اور ہجوم بہت تھا۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ شمار سے باہر تھا۔ کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد آپ کے ساتھ تھے۔ ہر طرف جہاں تک نگاہ پہنچتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے کہ حج کا طواف پھرتے تھے یعنی بلند آواز سے تلبیہ کہتے تھے۔ (مسلم)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ
قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُحُ بِالنَّحْبِ
صَوَاخًا.

رَدَّوْا كَاسِيْلَهُ

اسے یعنی ہم نے صرف حج کی نیت کی تھی یہ اختلاف کا مقام ہے آئندہ احادیث میں اس اختلاف کی شرح بیان ہوگی۔ یہاں حدیث میں لفظ صراخ میں کی پیش سے آخر میں غابنی زیاد کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابوطالبہ کے ساتھ سواری پر اُن کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور بے شک صحابہ کرام سب کے سب بلند آواز سے حج اور عمرے کے لیے تلبیہ کہہ رہے تھے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ہم لوگ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم نے بعض دن وہ تھے جنہوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا۔ اہم

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ
أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُونَ
بِهِمْ جَمِيعًا النَّحْبِ وَالْعُمْرَةِ.

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ

أَهْلًا بِعُمْرَةٍ وَوَيْثًا مِنْ أَهْلٍ بِحَجٍّ
وَعُمْرَةٍ وَوَيْثًا مِنْ أَهْلٍ بِالْحَجِّ وَأَهْلًا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهْلًا بِعُمْرَةٍ فَقَدْ
وَأَمَّا مَنْ أَهْلًا بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ
الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى
كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

میں سے کچھ وہ تھے جنہوں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا
تھا۔ کچھ ایسے تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا
جس نے عمرے کا احرام باندھا تھا وہ عمرے کے احرام سے
عمرہ کرنے کے بعد باہر آ گیا لیکن جس نے حج کا احرام باندھا
تھا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا وہ دوسری تاریخ
تک احرام سے باہر نہ نکلائے

(بخاری و مسلم)

۱۔ حجۃ الوداع کو حجۃ الوداع کہنے کی وجہ اگے معلوم ہوگی۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ کلمہ بکمال آیا ہے اور بعض نسخوں میں ظلم بکلمہ جمع کی ضمیر سے آیا ہے۔ یہاں تک کہ دوسری تاریخ
یعنی عید کا دن آگیا جو حج کے مکمل ہونے اور احرام سے باہر آنے کا دن ہے۔ اگرچہ ابھی طواف باقی ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دن
عمرے سے حج کا تمتع کیا تو آپ نے پہلے عمرے کا
احرام باندھا پھر حج کا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَمَتَّعَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي حَجَّتِهِ الْوَدَاعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى
الْحَجِّ بَدَأَ فَأَهْلًا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ
أَهْلًا بِالْحَجِّ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ اُس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ نے پہلے عمرہ کیا پھر عمرے سے فارغ ہو کر احرام کھول دیا اُس کے بعد حج کا احرام
باندھا۔

۲۔ ارکان حج ادا کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں ایک مفرد۔ میم کی پیش فاساکن را کی زیر سے یعنی حج مفرد کرنے والا
جو صرف حج کے لیے
یا صرف عمرے کے لیے احرام باندھتا ہے۔ دوسرا قارن یعنی قرآن کرنے والا۔
جو حج و عمرہ دونوں کے لیے احرام باندھتا ہے۔ تیسرا تمتع تمتع کی صورت یہ ہے کہ اول عمرہ کرے اگر قربانی کا جانور
ساتھ لے گیا ہو تو عمرہ کرنے کے بعد احرام کی حالت میں ہی رہے اور اگر قربانی کا جانور ساتھ نہ لے گیا ہو تو عمرہ کرنے کے
بعد احرام سے باہر آ جائے۔ اور کہے میں ہی بیٹھا رہے جب حج کے ایام آئیں تو پھر حج کا احرام باندھے اور حج کرے جیسا کہ
ان احکام کے بیان میں آ رہا ہے۔ حج تمتع کی فضیلت یہ ہے کہ یہ دونوں عبادتیں ایک ہی سال میں میسر آ جاتی ہیں۔

احادیث و اخبار مختلف ہیں کہ صحابہ حج مفرد کرتے تھے یا حج قرآن یا حج تمتع اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک میں بھی صحیح احادیث آئی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج قرآن کیا۔ سترہ صحابہ نے اسے روایت کیا ہے۔ حج مفرد کے بارے میں بھی بہت سی احادیث آئی ہیں اور تمتع میں بھی احادیث مروی ہیں۔

علمائے کرام نے ان احادیث و روایات کی موافقت و تطبیق میں گفتگو فرمائی ہے۔ اور قرآن کو ترجیح دی ہے یہ ساری بحث شرح سفر السادات میں بیان کر دی گئی ہے۔ وہاں دیکھ لی جائے۔ بعض بے دین لوگوں نے یہاں اہل اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا کہ اپنے پیغمبر کے اصل مال کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکے۔ کہ آپ قاصد تھے یا مفرد حالانکہ اُس وقت تمہاری بڑی کثرت اور ہجوم تھا۔ مگر یہ اعتراض کرنے والے نادان لوگ یہ نہ جان سکے کہ یہی کثرت و اجتماع اور ہجوم لشعین و قعین میں رکاوٹ بن گیا اور اس کے باوجود کہ تحقیق و تطبیق سے مالت کا تعین ہو گیا۔ مگر تم لوگ بلاوجہ زبان اعتراض کو لے ہوئے ہو۔

غور سے بدرا بیانہ بسیار است

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ اپنے احرام کے لیے برہنہ ہوئے اور
غسل فرمایا۔ (ترمذی و دارمی)

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَجَدَّدَ لِإِهْلَائِهِمْ وَاعْتَسَلَ -
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْذَاوِيُّ

اے حضرت زید ابن ثابت نقمائے صحابہ اور ان کے اکابر میں سے ہیں آپ کاتب وحی بھی ہیں قرآن کے جامع بھی ہیں۔
علم میراث کے مسائل کے ماہر تھے۔

اے یہاں حدیث میں لفظ اہلال آیا ہے بمعنی تلبیہ کے یہ آواز بلند کرنا۔ یہاں احرام مراد ہے جو کہ تلبیہ کا سبب
ہے۔ چھ صایح کے نسخے میں لا حرامہ آیا ہے احرام کے لیے غسل کرنا افضل و اکمل ہے۔ اور اگر صرف وضو کرے
تو بھی کافی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے بال مبارک خطمی سے چپکائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّسَ
رَأْسَهُ بِالْخِطَمِ -

(ابو داؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

اے یہاں حدیث میں لفظ بُعْدَ آج ہے یعنی سر کو خطمی اور مٹی وغیرہ سے آپس میں چپکایا تاکہ بال منتشر و پرگندہ نہ ہوں
جیسا کہ فصل اول میں گزرا۔۔۔ بعض نے حدیث میں واقع لفظ غسل کو غسل پڑھا ہے بمعنی شہد مگر یہ بالکل غلط ہے۔

حضرت غلام بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس حضرت جبریلؑ اور مجھے
حکم دیا کہ میں اپنے صحابہ کو بلند آواز سے بیک کہنے کا حکم
دوں یا میں انہیں کہوں کہ بلند آواز سے تلبیہ کہو۔

ماک۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ

مارفی۔

وَعَنْ خَلَادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا فِي جَبْرِيلَ
فَأَمَرَنِي أَنْ أَمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَرْفَعُوا
أَصْوَاتَهُمْ بِالْأَهْلَالِ أَوِ التَّلْبِيَةِ۔

رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

اے غلام یعنی خاکی و بربلاں مشدود آپ ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

اے یعنی یا آپ نے اہلال کی بجائے لفظ تلبیہ ارشاد فرمایا۔ مراد ایک ہی ہے۔ ذکر میں اگرچہ اختتامِ فعل ہے
مگر یہاں بلند آواز کرنا افضل ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان
بیک نہیں کہتا اور نہیں پڑھتا گمراہی کے دائیں اور
بائیں پھر درخت یا مٹی کے ڈھیلے سب پڑھتے
ہیں۔ یہاں سے لے کر زمین کے آخری کنارے
تک۔

(ترمذی سابقین ماجہ)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُكَبِّرُ إِلَّا لَبَّى
مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ مِنْ
حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدْيٍ حَتَّى يَنْقُطَ
الْأَرْضُ مِنْ هَهُنَا وَهَهُنَا۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

اے یعنی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ جو اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں سب سے آخری طرف ہونے
والے صحابی یہی ہیں۔

اے یہاں حدیث میں لفظ من حجر و شجر و مدی آج ہے۔ ایک روایت میں ما من یمنہ و شمالہ آج ہے۔

اے یعنی اس بندے کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری کنارے تک حجر و شجر یعنی بھی چیزیں ہوتی ہیں سب
تلبیہ کہہ رہی ہوتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام خالخلیفہ میں دو رکعت نماز
بلئے احکام ادا فرماتے تھے۔ پھر آپ مسجد خالخلیفہ کے پاس
جب اپنی ناقہ مبارک کو جو کہ کھڑی ہوتی تھی صحیح طرح
میٹھ جاتے تھے تو ان کلمات کے ساتھ تلبیہ کہتے تھے
یعنی لبیک اللہ لبیک۔ لبیک و سدریک
یا غیر فی یریک لبیک و الرعباء علیک
والعمل

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدکر
یدوی الخلیفۃ رکعتین ثم اذا
استوت بہ الناقۃ قائمۃ عند
مسجد ذی الخلیفۃ اهلہ بالولاء
الکلمات ویقول لبیک اللہ
لبیک لبیک وسعدیک والخیر
فی یدیک لبیک والرعباء الیک
والعمل

رُتَفَقُ عَلَیْہِ وَلَفْظُہُ (لُسْلُمِ) بخاری و مسلم۔ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

۱۔ لبیک کے معنی تو معلوم ہو چکے ہیں سدریک کا معنی یہ ہے میں بار بار تیری موافقت کرتا ہوں اور ہمیشہ تیرے دین
کی نصرت و تقویت اور تیرے حکم کی بجا آوری میں مصروف رہتا ہوں۔
۲۔ یعنی لبیک بھی تیرے ہاتھ میں ہے اور قدرت و نصرت بھی تیرا ہی ہے۔

۳۔ یعنی میلان رغبت اور طلب بھی تیری ہی ہے۔ کیونکہ ہر طرح کی غیرتیرے ہاتھ میں ہے۔ لفظ رعباء را کی زبرغین
کا جزم آخر میں مادہ ر کی پیش امدالت مقصورہ دونوں روایتیں ہیں۔

۴۔ یعنی عمل کی انتہا بھی تیری طرف ہی ہے اور عمل سے مقصود بھی تو ہے اور ہر نیک عمل تیری طرف ہی چڑھتا ہے۔

حضرت عمارہ بن خزمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باپ
خزمیر بن ثابت سے روایت کرتے ہیں وہ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تلبیہ سے فارغ ہوتے
تو اللہ تعالیٰ سے اُس کی رضا اور جنت مانگتے اور اُس کی
رحمت کے ساتھ اُس کی آگ سے بھی معافی طلب کرتے

وَعَنْ عَمَّارَ بْنِ خُزَيْمَةَ
بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی
اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا
فَدَخَ مِنْ تَلْبِیَّتِہِ سَأَلَ اللہَ رِضْوَانَہُ
وَالْجَنَّةَ وَاسْتَعْفَا بِرِجْحَتِہِ مِنَ
النَّارِ۔

(شافعی)

تھے۔

(رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ)

۱۔ کہ یہ ج و عمرہ اللہ تعالیٰ کے حضور پسندیدہ اور مقبول ہو، آپ یہ بھی سوال کرتے تھے کہ بہشت کی سعادت میں مجھے
ان کا ثواب ملے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ ج و عمرہ کا ثواب جنت ہے۔
۲۔ سنت یہ ہے کہ جب بھی حاجی تلبیہ کہے تو یہ دعا بھی کرے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ حَبِيبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَدَاكَ الْحَجَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فَاجْتَمَعُوا فَلَمَّا أَتَى الْبَيْدَاءَ أَحْرَمَ -
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان کیا۔ چنانچہ لوگ اکٹھے ہو گئے پھر جب آپ مقام بیدا میں پہنچے تو وہاں سے احرام باندھا۔
(بخاری)

اسے بیدا ایک جگہ کا نام ہے یہ لفظ جنگل و بیابان کے معنی میں بھی آتا ہے آپ نے احرام باندھا اور تبلیہ کہا۔ آپ نے احرام کو مسجد ذوالحلیفہ سے باندھا، مگر تبلیہ یہاں سے شروع کیا۔ ایک روایت کے مطابق تبلیہ بھی مسجد سے ہی کہنا شروع کر دیا اور ایک روایت کے مطابق اپنی اونٹنی کی پشت پر بیٹھ کر تبلیہ کہنا شروع کیا۔ ان روایات کے درمیان مطابقت کا بیان یہ بھی گزر چکا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ قَالَ كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ نَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُكْمُ قَدِ رَأَى شَرِيكَاً هُوَ لَكَ تَمِيكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُولُونَ هَذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مشرکین تبلیہ کہتے وقت کہا کرتے تھے لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اتنے الفاظ پر جب وہ پہنچتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تم پر انہوں میں کوئی شریک نہ ہو۔ مگر وہ لوگ اس کے بعد اس طرح پڑھتے لَا شَرِيكَ لَكَ تَمِيكُهُ مَا مَلَكَ یعنی ہم مانتر میں تیرا کوئی شریک نہیں جس پر اللہ سلام اُن کے اس کلمے کو سن کر فرماتے کہ میں یہی کلمات پڑھ رہا ہوں۔ مگر وہ لوگ اُس کے بعد یہ بھی کہتے کہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو میرے لیے ہے جس کا تو مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اُس کا بھی تو مالک ہے یہ الفاظ کہتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے۔ (مسلم)

اسے یہاں حدیث میں لفظ قدماً یا ہے کات کی زبردست سائن اس ایک روایت میں تخرین سے بھی پڑھا گیا ہے۔ دونوں روایتیں ہیں۔

اسے مشرکین بھی حج و عمرہ طواف اور حجرا سود کو چرتے۔ اور اس گھر کی ہیبت تعظیم کرتے تھے لیکن شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تبلیہ میں یہ الفاظ پڑھتے تھے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ لوگ اس عبادت میں اگرچہ اللہ تعالیٰ سے شریک کا نفی کرتے تھے

گر اپنے تئیں کو مستثنیٰ کر لیتے اور کہتے تھے کہ وہ خدا کے شریک ہیں۔ مگر وہ اُن کے ملوک ہیں۔ مگر وہ بت کسی چیز کے مالک ہیں تو وہ بھی خدا ہی کی ملکیت ہے۔ جب یہ لوگ ایک لاشریک لکے پہنچتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بس اتنی مقدار سے آگے نہ بڑھو کیونکہ خدا کا کوئی شریک نہیں، اس سے بڑھ کر لاشریک کا کے الفاظ نہ کہو۔ حقیقت یہ ہے کہ شرکت و ملکیت دونوں چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں کیونکہ ملوک مالک کا شریک نہیں ہوتا۔

بَابُ قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

قصہ حجۃ الوداع کا بیان

وداع داد کی زبردستی کسی کو رخصت اور وداع کرنا پھر اُس حج کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا، حجۃ الوداع کہتے ہیں کیونکہ آپ نے اس میں لوگوں کو شریعت کی تعلیم دی انہیں وداع فرمایا۔ اور اپنی رحلت کی خبر دی۔ اور انہیں ادا کیے رسالت و تبلیغ احکام پر گواہ بنایا۔ یہ سلسلہ ہجری کا واقعہ ہے جو کہ حضور علیہ السلام کی عمر شریف کے سالوں کا آخری سال ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک اس بارے میں نہایت جامع ادا تم حدیث ہے یہ حدیث حضرت امام جعفر سے اُن کے باپ امام محمد باقر سے اور حضرت جابر سے روایت ہے۔ امام محمد باقر حضرت جابر کے شاگرد ہیں اور انہیں حضرت جابر سے حدیث سننے کا شرف حاصل ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ایسا دی تھی کہ میری اولاد میں سے ایک شخص تجھ سے خدا کا علم حاصل کرے گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے تابعین اور اکابر علماء میں سے ہوئے ہیں۔ رضی اللہ عنہ وعن آباءہم الاکرام۔

پہلی فصل

الفصل الاول

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو برس مدینہ طیبہ میں مقیم رہے ان سالوں میں آپ نے حج نہ کیا پھر دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ مدینہ پاک میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے تو ہم لوگ آپ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينَ كُذِّحَ ثُمَّ أُذِّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ

الْمَدِينَةِ بِشَرِّ كَثِيرٍ فَنَحْنُجُنَا مَعَهُ
 حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ قَوْلَدَتْ
 أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي
 بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ
 اغْتَسِلِي وَاسْتَتْفِرِي بِثَوْبٍ وَآخِرِي
 فَصَلِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ
 حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى
 الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ كَلَيْكَ اللَّهُمَّ
 كَلَيْكَ كَلَيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ كَلَيْكَ
 إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ
 لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ جَابِرٌ لَسْنَا نَنْوِي
 إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى
 إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ
 فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَ مَشَى
 أَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ
 فَقَرَأَ وَاتَّخَذَ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ
 مُصَلًّى فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
 الْبَيْتِ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَرَأَ فِي
 الرُّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ
 يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ
 فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى
 الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ
 إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

جب ہم ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت اسماء بنت عیس کے
 کے ہاں حضرت محمد بن ابوبکر صدیق پیدا ہوئے اُس بوی
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھلا بھیجا کہ
 اب میں کیا کروں فرمایا ہمارے اور کوئی کپڑا باندھ سادہ
 احرام باندھ لے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں
 نماز ادا کی اور پھر آپ صوماء اذنی پر سواڑ باندھے کہ
 جب اذنی آپ کوئے کہ میدان میں سیدھا کھڑی ہوئی
 تو حضور علیہ السلام نے کلمہ توحید بلند ادا کر کے پکا لینی
 حاضر ہوں الہی میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں
 حاضر ہوں بے شک توحید نعمت تک تیرے ہیں
 تیرا کوئی شریک نہیں حضرت جابر کہتے ہیں ہم صرف حج
 کی نیت سے تھے عمرہ کو نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ
 جب ہم لوگ کعبہ شریف میں حضور نبی کریم علیہ السلام کے
 ساتھ پہنچے تو حضور علیہ السلام نے رکش کو بوسہ دیا پھر سات
 پیرے لوات کیا جس کے تین پکڑوں میں رمل فرمایا اور چار میں
 رسول کے مطابق چال پٹے پھر مقام ابراہیم پر ٹھہر گئے تھے
 آیت تلاوت فرمائی کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا پھر دو
 رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقام کو اپنے اور بیت کے درمیان
 کر لیا ایک اور رعایت میں ہے کہ آپ نے اُن دونوں
 رکعتوں میں قل صوا اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون پڑھیں
 پھر رکعتیں اسود کی طرف لڑے اور اُسے چومے پھر مرد و از سے
 سے صفا پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے جب صفا کے
 قریب ہوئے تو یہ آیت تلاوت کی بے شک صفا
 مرد اللہ تعالیٰ کی دینی نشانیوں میں سے ہیں۔ ہم
 اُس سے ابتدا کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ نے

أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ فَبَدَأُ بِالصُّفَا
فَرَقَى عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللَّهَ وَكَبَّرَهُ وَقَالَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ
عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ثُمَّ
دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ قَالَ هَذَا مِثْلُ هَذِهِ الثَّلَاثِ
مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ وَمَشَى إِلَى الْمَرْدَةِ
حَتَّى انْصَبَتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ
الْوَادِي ثُمَّ سَعَى حَتَّى إِذَا اصْعَدَتَا
مَشَى حَتَّى آتَى الْمَرْدَةَ ففَعَلَ عَلَى
الْمَرْدَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصُّفَا حَتَّى
إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَائِفِ عَلَى الْمَرْدَةِ
نَادَى وَهُوَ عَلَى الْمَرْدَةِ وَالنَّاسُ
تَحْتَهُ فَقَالَ لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ
أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسْقِ
الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَ
لِيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَقَامَ سَرَّاقَةُ بْنُ
مَالِكٍ بْنُ جُعْشَمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَلِغَامِنَا هَذَا أَمْ لَا بَدِ
فَشَبَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْآخِرَى

ابتدا کی۔ چنانچہ آپ نے صفا سے ہی شروع کی اس پر
چڑھے یہاں تک کہ کعبہ معظمہ کو دیکھ لیا۔ تو کعبہ شریف
کی طرف منہ کیا اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تکبیر
بیان کی۔ اور فرمایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا
کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کے لیے تعریف
ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ اکیلے کے سوا
کوئی معبود نہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اپنے
بندے کی مدد کی اس اکیلے رب نے گردہوں کو جگایا پھر
اُن اذکار کے درمیان دعا مانگی۔ تین بار یہ فرمایا پھر اسے
اور مردہ کی طرف چلے یہاں تک کہ جب نیچے وادی
میں پہنچے اور آپ کے قدم مبارک سیدھے برابر
برگئے تو پھر دوڑے یہاں تک کہ جب آپ کے
قدم چڑھنے لگے رسول کی چال چلے حتیٰ کہ مردہ پر
پہنچ گئے۔ پھر مردہ پر بھی وہی کیا جیسا صفا پر کیا تھا
یہاں تک کہ جب مردہ پر آخری چکر ہوا تو آپ
نے آواز دی جبکہ آپ مردہ پر تشریف فرما تھے اور
لوگ آپ سے نیچے تھے فرمایا اگر ہم اس کام کا پہلے
سے خیال کرتے جس کا بعد میں خیال آیا تو ہم ہدی نہ
چلاتے اور اسے عمرہ قرار دیتے لہذا تم میں سے جس
کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے اور اسے
عمرہ بنائے اُس وقت حضرت سراقہ بن مالک بن جشم
کھڑے ہو کر بوسے یا رسول اللہ کیا یہ حکم ہمارے اسی
سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ
کی انگلیوں میں داخل فرمائیں اور دوبار فرمایا کہ عمرہ حج

وَقَالَ دَخَلْتُ الْعُمْرَةَ فِي الْحَجِّ
مَرَّتَيْنِ لَا بَلَّ لِأَبَدٍ أَبَدٍ وَ قَدِمَ
عَلَى مَنْ أَيْمَنَ بِبُذْنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاذَا قُلْتَ
حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اللَّهُمَّ
إِنِّي أَهْلٌ بِمَا أَهَلَ بِهِ رَسُولُكَ
قَالَ فَإِنَّمَا مَعِيَ الْهَدْيُ فَلَا تَحِلَّ
قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِينَ
قَدِمَ بِهِ عَلَى مَنْ أَيْمَنَ وَالَّذِي
أَتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِائَةً قَالَ فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَ
قَصَرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ
فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ التَّوْبَةِ تَوَجَّهُوا
إِلَى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ وَ دَكِبَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى
بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَ
الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا
حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَ أَمَرَ بِقَبَّةِ
مِنْ شَعْرِ تَصْرِبَ لَهُ بِخِمَرَةٍ قَسَامَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا تَشُقُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ
الشَّعْرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ
تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى

میں داخل ہو گیا۔ یہ حکم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدی
کے اذن سے کرائے تو ان سے حضور علیہ السلام نے
پوچھا جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا۔ میں نے
عرض کیا میں نے کہا تھا الہی میں اس کا احرام باندھتا ہوں
جس کا احرام تیرے رسول نے باندھا ہے فرمایا میرے ساتھ
تو صدی ہے اس لیے تم احرام نہ کھو تا راوی فرماتے ہیں کہ ان
صدیوں کا مجموعہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لائے تھے
اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے کلی سو تھا۔
فرماتے ہیں پھر تمام لوگوں نے احرام کھول دیے اور بال
کٹوائے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سوائے
ان حضرات کے جن کے ساتھ صدی کا باندھا تھا پھر جب
بقریہ کی آٹھویں تاریخ ہوئی تو لوگوں نے نئی کاروغ
کیا اور حج کا احرام باندھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سوار ہوئے ادنیٰ میں ظہر عصر مغرب عشا اور فجر
پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو غزوہ میں آپ تکہ یہ
اولیٰ خیمہ لگا دیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پہتے رہتے قریش کو اس میں شک و تردید ہی نہ تھا
کہ آپ شمر الحرام کے پاس قہام کوں گے یعنی ٹھہرا لیں
گے جیسے اسلام سے پہلے دجاہلیت میں قریش کرتے
تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے
آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرۃ پہنچ گئے تو
آپ نے مقام فزد میں خیمہ لگا ہوا پایا وہیں اتر
پڑے یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا تو اذنی

اَنۡی عَرَفْتَهٗ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ تَدۡضُرِبُثَ
 لَہٗ بِنَمِرَةٍ فَتَزَلَّ بِہَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ
 الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاۤءِ فَرُجِلَتْ لَہٗ
 فَاَتٰی بَطْنِ الْوَادِیۡ فَخَطَبَ النَّاسَ
 وَقَالَ اِنَّ دِمَآءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ
 حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَتِ یَوْمِکُمْ ہَذَا
 فِی شَہْرِکُمْ ہَذَا فِی بَلَدِکُمْ ہَذَا
 اِلَّا کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاہِلِیَّةِ
 تَحْتَ قَدَاحِی مَوْضُوعٌ وَ دِمَآءُ
 الْجَاہِلِیَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ
 اَضَعُ مِنْ دِمَآءٍ نَادَمُ ابْنِ رَسِیۡعَہٗ بْنِ الْحَارِثِ
 وَ کَانَ مُسْتَرْضَعًا فِی بَنِی سَعْدٍ
 فَقَتَلَهُ هَذِیْلٌ وَرَبَّآ الْجَاہِلِیَّةِ
 مَوْضُوعٌ وَ اَوَّلُ رَبِّآ اَضَعُ مِنْ رَبَّآ نَارِیَا
 عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمَطْلَبِ فَانہٗ مَوْضُوعٌ
 کُلُّہٗ فَاَتَقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ فَاَمَّا کُمْ
 اَخَذْتُمُوھُنَّ بِاَمَانٍ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمُ
 فُرُوجَھُنَّ بِکَلِمَتِ اللّٰہِ وَ لَکُمْ عَلَیْھُنَّ
 اَنْ لَا یُعْطِیَنَّ کُرْشَکُمْ اَحَدًا
 تَتَّکِفُوْنَہٗ فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِکَ فَاصْرِیْوْھُنَّ
 صَوْبًا غَیْرَ مُبْرَاجٍ وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ
 رِزْقُھُنَّ وَ کَسَوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
 قَدْ تَزَوَّجْتُ فِیْکُمْ مَا لَنْ تَصِلُوْا بَعْدَہَا
 اِلَّا اَعْتَصَمْتُمْ بِہٖ کِتَابُ اللّٰہِ وَ
 اَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّی فَا اَنْتُمْ

قصداً کا حکم دیا اُس پر کجاوا کس دیا۔ پھر آپ ﷺ کے
 نشیب میں تشریف لے گئے لوگوں کو خطبہ دیا اور
 فرمایا تمہارے خون تمہارے آپس کے مال تم پر یہی
 حرام ہیں۔ جیسے تمہارے اس دن کی اس عید اور اس
 شہر میں حرمت ہے۔ خبردار یہ زمانہ جاہلیت کی تمام
 رسمیں میرے قدموں کے نیچے روند دی گئیں اور زمانہ
 جاہلیت کے خون ختم کر دیے گئے ہیں میں اپنے خوں
 میں سے پہلا خون ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث
 کا خون ہے یہ بنی سعد میں شیرخوار بچہ تھا تو انہیں
 قوم ہذیل نے قتل کیا اور زمانہ جاہلیت کے تمام
 سود ختم کر دیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا سود جسے
 میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے
 وہ سدا ہی ختم ہے عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے
 ڈرو کہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کے امان میں لے لیا ہے
 اور کلمۃ اللہ سے اُن کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے
 تمہارے اُن پر یہ حقوق ہیں کہ وہ تمہارے بستروں
 کو اُن سے پا مال نہ کرائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو
 پھر اگر وہ عورتیں ایسا کریں تو تم انہیں غیر مسک
 مار مار سکتے ہو اور عورتوں کی تم پر بھلائی ہے
 روزی اور بھلائی سے اُن کا کپڑا ہے۔ میں تم میں
 وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اُس کے ہوتے ہوئے
 تم کبھی گمراہ نہ ہو گے جب تک کہ تم اسے تمہارے
 رہو گے یعنی قرآن مجید اور تم سے میرے متعلق پوچھا
 جائے گا تو تم کیا کہو گے سب بوسے ہم گواہی دیں
 گے کہ آپ نے تبلیغ فرمائی اور امانت ادا کر دی

قَارِئُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ
بَلَغْتَ وَآذَيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ
بِإِصْبَعِهِ السَّيَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى
السَّمَاءِ وَيُنْكِتُهَا إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ
اشْهَدُ اللَّهُمَّ اشْهَدُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
ثُمَّ آذَنَ بِلَالٍ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى
الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ
يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ
حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ
نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ
وَجَعَلَ حَبْلَ الشَّاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَأَسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا
حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّلَّةُ
قَلِيلًا حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ وَآرَدَتْ
أَسَامَةُ وَدَفَعَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ
فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ
وَاحِدٍ وَاقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ
بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى
طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ
الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَاقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ
الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى النَّشْعَةَ الْحَرَامَ
فَأَسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ نَدَاعًا وَكَبْرًا
وَهَلَلَةً وَوَحْدَةً فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا
حَتَّى أَشْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ تَبْلًا أَنْ
تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَآرَدَتْ الْفَضْلَ

اور پوری خیر خواہی فرمائی۔ اس پر آپ نے اپنی شہادت
کی اٹلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف
جھٹکائی فرمایا اے خدا گواہ ہو جا اے خدا گواہ ہو جا تین بار
فرمایا پھر حضرت بلال نے اذان دی پھر تکبیر کہی حضور
انہ نے نماز ظہر پڑھی پھر تکبیر کہی تو عصر پڑھ لی۔
ان دو نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا پھر آپ سوار
ہوئے یہاں تک کہ عرفات میں پہنچے اور جائے قیام
پر تشریف فرما ہوئے تو اپنی قصود کا پیٹ بڑے پتھروں
کی طرف کر دیا اور جبل المشاة کو اپنے سامنے لیا
اور قبلہ شریف کو منہ کیا پھر وہاں اتنی دیر ٹھہرے
رہے کہ سورج ڈوب گیا اور کچھ زردی غائب
ہو گئی یہاں تک کہ سورج کی ٹیکہ پورے طور پر
چھپ گئی۔ اور حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے اپنی
سواری پر بٹھایا اور روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ
مزدلہ پہنچ گئے۔ پھر وہاں ایک اذان اور دو
تکبیریں سے نماز مغرب و عشا پڑھیں درمیان
میں کچھ نفل نہ پڑھے پھر کچھ لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر
طلوع ہو گئی پھر سویرا بچھتے ہی اذان و تکبیر کے
ساتھ فجر پڑھی پھر قصود پر سوار ہو گئے یہاں تک کہ
مشعر الحرام پہاڑ کے پاس تشریف لے گئے پھر قبلہ کو
منہ کیا اور سب تعالیٰ سے دعا کی تکبیر و تحمیل اور
توحید کہتے رہے وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ
غیب آجالا ہو گیا تو سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے
دعا مانہ ہوئے اور حضرت فضل ابن عباس کو
اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ یہاں تک بطن دادی میں

روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار دلائل عظم۔
 ۳۷ یعنی حضرت اسماء جو عیسیٰ کی بیٹی ہیں عین کی پیش میم کی زبردستی۔ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کی بیوی، اور محمد بن ابوبکر کی والدہ ہیں یہ اسماء بنت عیسیٰ نہایت خوب صورت اور مائتھورت تھیں۔ سب لوگ اُن کو چاہتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کے نکاح میں آئیں اُس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ نے اُن کے ساتھ نکاح کیا اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔ اور جس وقت کہ آپ حج کے لیے روانہ ہوئی تھیں اُس وقت حضرت ابوبکر کے نکاح میں تھیں۔ اور ان کے ہاں حضرت محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔

۳۸ یعنی بیر سے متعلق کیا حکم ہے میں احرام باندھے رکھوں یا نہ اور اگر باندھوں تو کیسے باندھوں۔
 ۳۹ یعنی خون نکلنے کی جگہ پر کپڑا باندھنے اور جائے خون پر کپڑا باندھنے کی صورت یہ ہے یہاں حدیث میں لفظ استنثار یعنی ٹا اور فا کے ساتھ یہ اُس چیز کو کہتے ہیں جو کمر سے باندھی جاتی ہے اور وہ کپڑے کا ایک چٹا ٹکڑا ہوتا ہے۔ جسے خون نکلنے کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اُس کے دونوں کناروں کو کمر کے آگے پیچھے مضبوطی سے باندھ دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو ٹھہرے تشیع دی ہے ٹھہر یعنی ٹا اور فا کے ساتھ بمعنی خون کا ٹکڑا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نفاس دالی عورت کا احرام صحیح ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۴۰ یعنی اُس اذنی پر سوار ہوئے جہاں نام قصود تھا۔ کاف کی زبردستی ساکن اس کا نام قصود اس بنا پر رکھا گیا کہ یہ پہلے میں سب سے تیز چلتی تھی رفتار میں بڑی تیز اور دلیر تھی۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام قصود اس لیے رکھا گیا کہ اُس کے کان کی ایک جانب کٹی ہوئی تھی۔ اور قصود اُس اذنی کو کہتے ہیں جس کے کان کی کئی طرف کٹی ہوئی ہو۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں رشاۃ قصود رشاۃ القصود جبل اقصیٰ اُس بھری یا اذنی یا اونٹ کہتے ہیں جس کے کان کا کوئی حصہ کٹا ہوا ہو۔ علامہ نے کلام فرماتے ہیں کہ قصود اور عشاء عین کی زبردستی ساکن آخر میں با اور جد عادیج اور مال سے یہ حضور علیہ السلام کی ناقہ مبارکہ کا نام ہے۔ علامہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کان چوتھے حصے سے کم کٹا ہو تو اُسے بدعاد کہتے ہیں اور اگر چوتھے حصے تک کٹا ہو تو اُسے قصود کہتے ہیں اور اگر چوتھے حصے سے زیادہ کٹا ہو تو اُسے عشاء کہتے ہیں اور اگر کسی اذنی کے کان چوتھے حصے سے کم کٹے ہوں تو اُسے صماء کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ان تمام الفاظ کے ساتھ روایات آئی ہیں۔ علامہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کی اذنی مبارک کے کان بالکل کٹے ہوئے نہ تھے بلکہ بیلاشتی طور پر ہی ایسے تھے۔

۴۱ یعنی حج کے پہلے میں عمرہ کرنا ہمارے علم میں نہ تھا۔

۴۲ یعنی حجر اسود کو بوسہ دیا۔ رکن کو کہنے کو کہتے ہیں مراد اس سے وہ کو نہ ہے جس میں حجر اسود رکھا گیا ہے۔ اسے رکن اسود بھی کہتے ہیں۔ اور جب رکن کا لفظ مطلق بولا جائے تو اُس سے یہی کو نہ مراد ہوتا ہے۔ استلام سے مراد بوسہ دینا ہے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ کو چومنا ہے۔ استلام سلام سے باب افعال ہے۔ اس کا معنی ہے کسی پر سلام کرنا اور

اُس پتھر پر ہی سلام ہے کہ اُس کو بوسہ دیا جائے۔ اسی لیے اہل یمن اس رکن کو میا کہتے ہیں۔ میم کی پیش یا کی شد سے یعنی اُسے سلام کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سلام سین کی ذریعہ سے ہے۔ یعنی پتھر اس کا دامن سلجھتا ہے۔ لام کی ذریعہ سے۔ پھر اس سے لفظ استلام بنا۔ جیسا کہ لفظ اکتال کھل سے بنا یعنی سر مرہ ڈالنا۔ عرب لوگ کہتے ہیں اتملت الحجر یعنی میں نے اُس پتھر کو چھوا اس کی اور وہیں بھی ہیں۔ جو ہم نے شرح میں ذکر کی ہیں۔

۹۹ یعنی اپنے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکر عادت کے مطابق پورے کیے۔ یہاں حدیث میں طواف کا ذکر نہیں آیا کیونکہ ان الفاظ سے طواف پوری طرح سمجھا جاتا ہے۔ بعض نسخوں میں یوں لکھا ہے کہ آپ نے طواف کے سات چکر لگائے کہ رمل فرمایا الی آخر۔ لفظ رمل را اور میم کی ذریعہ سے یعنی چلنے میں اچھل اچھل کر چلنا مگر اچھلنے کی کیفیت زیادہ نہ ہو۔ یا اپنے دونوں کندھوں کو پیلوانوں اور صف جگج میں آنے والوں کی طرح ہلانا اور جنبش دینا اور چاہیے کہ رمل میں قدم نزدیک نزدیک ڈالیں۔ شریعت میں اس فعل کی اصل یہ ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قنات کے لیے مکہ تشریف لائے تو مشرکین نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا ان لوگوں کو بثر ب کے بنار نے لاغز اور سست کر دیا۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ رمل کی شکل میں گاندھے ہلاتے ہوئے پیلوانوں کی طرح چلیں۔ اس طرح حرکت سے قوت مضبوطی کا اظہار کریں۔ علت کے ختم ہونے کے بعد یہ حکم باقی رہا۔ اور حجۃ الوداع میں بھی ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض دفعہ علت کے زوال سے حکم بھی نازل ہو جاتا ہے۔

نہ جیسا کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ مگر یہاں رمل کا حکم ہمیشہ کے لیے باقی ہے۔ رمل ہر اُس طواف میں مسنون ہے جس کے بعد کسی کرنی ہوتی ہے۔ جیسا کہ طواف عمرہ و طواف قدوم، طواف اقامہ، طواف وداع میں رمل نہیں ہے کیونکہ اُس کے بعد کسی نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ خطبہ یوم النحر کے باب کے آخر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف اقامہ میں رمل نہ کیا اس میں غور کرو۔ ان الفاظ کے معانی احادیث کی شرح میں انشاء اللہ العزیز آ رہے ہیں۔ اس حدیث میں اضطباع (من اور با) کے ساتھ کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ اضطباع بھی مسنون ہے۔ دوسری احادیث میں اُس کا ذکر آ رہا ہے۔ اضطباع کی کیفیت یہ ہے کہ چادر دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈالی جائے۔ لفظ فبیع کا معنی باز ہے۔ زیر بغل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس صورت میں بھی اپنی قوت کا اظہار ہے۔ جیسا کہ رمل میں۔

نہ مقام ابراہیم ایک پتھر کا نام ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کا نشان ہے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے سامنے ایک جھرو میں اُسے رکھا گیا۔

اللہ یہاں آیت میں لفظ اتخذ یعنی خاک کی ذریعہ سے دونوں طرح پڑھا گیا ہے مگر یہاں حدیث میں خاک کی ذریعہ سے ہے۔

۱۲۔ یہ دو رکعتیں احاث کے نزدیک واجب ہیں اور یہ ہر طواف کے بعد پڑھنی چاہئیں کیونکہ اس کے بارے میں سرگیا حکم آچکا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ دو رکعتیں سنت ہیں۔

۱۳۔ یعنی آپ مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے، یہ جگہ ان دو رکعتوں کے ادا کرنے کی سب سے افضل جگہ ہے ویسے جہاں بھی یہ دو رکعتیں ادا کرے جائز ہے۔

۱۴۔ یہاں قل صوائد احد کو یا ایہا الکافرون سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں ایسے ہی آیا ہے۔ فروع سنہ کی ایک روایت میں بھی ایسا ہی ہے اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ قل صوائد صوائد اثبات توحید کے لیے ہے اور قل یا ایہا الکافرون شرک سے بزراری کے لیے، لہذا اثبات توحید کی اہمیت کے پیش نظر سورہ قل صوائد احد پہلی رکعت میں پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

بعض روایات میں یا ایہا الکافرون پہلے بھی آیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پہلی رکعت کو پہلی رکعت میں پڑھنا جائز ہے احادیث میں اس کے ثرا بہت ہیں۔

۱۵۔ یعنی صفا کے دروازے سے برآمد ہوئے صفا لغت میں بڑے اور سخت پتھر کو کہتے ہیں اب یہ اس پہاڑ کا نام ہے جو ابوقبیس سے متصل ہے۔

۱۶۔ اُس زمانے میں خانہ کعبہ صفا پہاڑ کے اوپر سے دیکھائی دیتا تھا۔ مدیان میں کوئی پردہ نہ تھا ساج کل حرم کی تعمیر کی وجہ سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود حرم کے بعض دروازوں سے جو صفا کے بالمقابل ہیں۔ جو اس وقت ہنگامہ پڑھ سکتی ہے۔

۱۷۔ یعنی مکہ معظمہ فتح کیا اور دوسری عظیم فتوحات بھی حاصل ہوئیں۔

۱۸۔ یعنی حضور نبی پاک علیہ السلام کی ذات مبارک کی۔

۱۹۔ یعنی آپ نے ذکر کیا اور دعا کی پھر ذکر کیا اور دعا کی آپ نے اس طرح تین دفعہ کیا۔

۲۰۔ مردہ بھی ایک پہاڑ ہے جو صفا کے بالمقابل ہے۔

۲۱۔ یعنی بلندی سے پستی میں آگئے، پھر اُس میں رشتہ تابی چلنے لگے۔ یہاں حدیث میں لفظ انصباب آیا ہے۔

انصباب سے بنا ہے۔ اصل میں اس کا معنی پانی گرانے کا ہے۔ جب دو زبروں کے ساتھ معنی انصباب جبکہ پانی بلندی سے پستی کی طرف تیزی کے ساتھ نیچے آئے ہیں۔ اس لیے لفظ انصباب سے تعبیر فرمایا۔ حدیث میں واقع لفظ بلین کا معنی شکم اور زمین کا گڑھا ہے۔

۲۲۔ حدیث میں اصعد آیا ہے ہمزہ کی زبر ص ساکن سے یعنی آپ نے چڑھنا شروع کیا۔ یعنی آپ پستی سے بلندی کی طرف

جانے لگے اور آہستہ ہو گئے اور سعی کو چھوڑ دیا۔ اصعد کا معنی اصل لغت میں زمین کے اندر دور جانے کا ہے چاہے

بلندی میں جائے چاہئے پستی میں یہاں بلندی کی طرف جائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ امام قاضی یاض نے مشارق میں فرمایا کہ صعود و اعداد کا ایک ہی معنی ہے۔ اس باب کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ماجر جمیم کی زبردستی یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ایک دن جبکہ حضرت اسماعیل پنجے تھے پانی کی تلاش کے لیے نکلی جب آپ صفا مردہ کے درمیان نیچے وادی میں پہنچی تو حضرت اسماعیل آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تو حضرت ماجر رضی اللہ عنہا صفا مردہ کے اوپر آئے تاکہ وہ حضرت اسماعیل کو دیکھ سکیں۔ پس یہ سنت اُن سے باقی رہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سعی فرمائی اور اب چونکہ زمین بلند کو خاک سے پر کر کے ٹھکانا نہیں چھوڑا گیا اس لیے صفا سے نیچے اترنے کے بعد نیچے کی طرف جانا موجود نہیں رہا اس لیے تکلف کرنا چاہیے کہ سعی میں انسان دوڑے سنت بجالانے کے لیے۔

۲۳ جو کہ صفا کے بالمقابل ایک پہاڑ ہے مردہ دراصل سفید چھکنے والے پتھر کو کہتے ہیں جس سے آگ ٹپکتی ہو۔
 ۲۴ مگر تکرار توحید تکبیر اور دعائے کی یاد رہے صفا مردہ کے درمیان سات بار سعی کرنا واجب ہے۔ صفا سے مردہ تک ایک چکر ہوگا اور مردہ سے صفا تک دوسرا پس صفا سے ابتدا کرے اور مردہ پر ختم کرے۔
 ۲۵ صدی صفا کی زبردستی ساکن سے یعنی وہ قربانی جو حرم میں بھیجی جاتی ہے۔
 ۲۶ اور احرام سے باہر نکل آتے۔

۲۷ اس کلام کی شرح تفسیر چاہتی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچے عمرہ کرنے کے بعد صحابہ کرام کو حکم دیا کہ جو اپنے ساتھ صدی لے کر نہیں آیا (وہ قربانی جو ایام نحر میں ذبح کی جاتی ہے) ساتھ نہ لایا ایسا شخص عمرہ کرے اور احرام سے باہر نکل آئے اور عمرے کے ساتھ حج کو فصیح کرے اُس کے بعد پھر حج کے ایام میں احرام باندھے اور حج کرے مگر جس شخص نے اپنے ساتھ صدی لائی ہو وہ عمرہ کرے اور حالت احرام میں ہی رہے۔ تاکہ حج کرنے کے بعد احرام سے باہر آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود صدی اپنے ساتھ لائی تھی اور آپ اپنے احرام پر باقی رہے تھے یہ معنی کئی وجوہ سے صحابہ پر گراں گزرا ایک یہ کہ خود وہ تو احرام سے باہر آجائیں مگر حضور علیہ السلام حالت احرام میں ہی رہیں۔ ایسی صورت میں صحابہ کے لیے حضور کی متابعت کا ترک لازم آتا ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے کہا ہمارے اور عرفہ کے درمیان پانچ دن سے زیادہ عرصہ نہیں۔ تو مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگ احرام سے باہر نکل جائیں اور اپنی عورتوں کے قریب پہنچ جائیں۔ اور ابھی ہمارے حضور غصوں سے مٹی ٹپک رہی ہو کہ ہم فوراً بعد حج کا احرام باندھ کر عرفات میں پہنچ جائیں۔ تیسری بات صحابہ کو یہ ناگوار گزری کہ حج کے عینوں میں جاہلیت کے زمانہ میں عمرہ کرنا بہت برا سمجھا جاتا تھا۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے اور فرمایا میں کیا کروں حکم الہی ایسا ہی ہے اگر میں یہ جانتا کہ تمہارا احرام سے باہر آنا تمہیں گراں گزرے گا تو میں اپنی صدی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے باہر نہ آتا۔ اور میں بھی عمرے کے ساتھ احرام کرنا کر دیتا مجھے معلوم نہ ہوا کہ حکم الہی ایسا ہی ہوگا۔

۲۸ سین کی پیش سے۔

۲۹ جیم کی پیش عین ساکن اُس کے بعد شین۔

۳۰ مقصود جاہلیت کے طریقے کو باطل کرنا تھا جو کہ حج کے دنوں میں عمرے کو ممنوع قرار دیتے تھے۔

۳۱ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ عین کے قاصی بن کر بھیجے گئے تھے۔ انہی ایام حج میں مکہ شریف آئے۔

۳۲ یہاں حدیث میں لفظ بدن آیا ہے یہ بُدُنہ کی جمع ہے یعنی باکی پیش اوٹال ساکن سے۔ جمع بُدُنہ باکی زبرد اور دوسے

یعنی اونٹ و گائے کی قربانی جو حرم میں لا کر کرتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک بدنہ کا لفظ اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور بہت سے قربانی کے جانور حضور علیہ السلام کے لیے لائے۔

۳۳ اور تو نے کیا نیت کی تھی جبکہ تو نے حج فرض کا ارادہ کیا اور احرام باندھا۔

۳۴ یعنی حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

۳۵ یعنی مدینہ منورہ سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

۳۶ یعنی حضرت جابر۔

۳۷ گویا کہ بال کٹنا ناسر منڈانے کے افضل ہونے کے باوجود جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس وجہ سے تھا تا کہ جو بال

بچ جائیں اُن کو حج میں منڈایا جائے۔ یا ابھی تک ان کی طبیعتوں میں احرام سے باہر آنے کی تنگی موجود تھی۔ تو انہوں نے سر منڈانے کی بجائے بال کاٹے اور بقدر کفایت پر انہوں نے کفایت کی۔ عا دلتا علم۔

۳۸ متنی کو متنی اس لیے کہتے ہیں کہ اُس میں خوں بہا نہ جاتے ہیں یا اس وجہ سے منی کہتے ہیں کہ جب جبرائیل علیہ السلام

والسلام حضرت آدم علیہ السلام سے جلا ہونے لگے تو ان سے پوچھا آپ جس چیز کی تنا کرتے ہیں بتائیں۔ فرمایا میں بہشت جاتا ہوں۔

۳۹ یعنی سب نے یوم تہہ یہ کہے دن جو ذوالحجہ کی چھ تاریخ ہوتی ہے اس کا نام تہہ یہ اس لیے رکھا گیا کہ اُس میں رنگ اونٹوں

کو پانی سے سیراب کرتے تھے یا اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دنی کی اسی اپنی خواب کے بارے میں غصہ کر کیا جو کہ آپ نے حضرت اسماعیل کے ذبح کے بارے میں دیکھا تھا جیسا کہ قاضی میں آچکا ہے۔ آٹھویں تاریخ کو نکلیں چانا اور ملت گرا کر نا اخاف کے نزدیک واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

۴۰ یعنی وادی نمرہ میں نمرہ فون کی زبر جیم کی زبر سے۔ یہ وادی عطاہت کے قریب ہے۔ زمین حرم کے اختتام پر

واقع ہے۔ وہاں ایک پہاڑ ہے پہاڑ پاک مینارہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرم کا نشان عالم کیا ہے۔ عرفات حرم سے باہر مل میں واقع ہے۔ فخر ایک مشہور حیوان کا نام ہے جسے چیتا بھی کہتے ہیں۔ اس پہاڑ پر سیاہ اور سفید رنگتے ہیں۔ اس وجہ سے اس پہاڑ کو چیتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۴۲؎ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ میں واقع ہے اور اسے فزع بھی کہتے ہیں۔

۴۳؎ کیونکہ قریش عرفات کی بجائے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے اور اسے وقف جس اصائل حرم اللہ کہتے تھے عرفات میں نہیں جاتے تھے بخلاف باقی عرب کے کہ وہ عرفات میں جاتے اور عرفات میں قیام کرتے تھے اُن کا گمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزدلفہ میں قیام و وقف کریں گے۔

۴۴؎ عرفہ یعنی راکی زبر یہ عرفات کا مغرب ہے۔ زم نے اور مکاں دونوں کے لیے آتا ہے۔ مگر لفظ عرفات جو کہ جمع ہے مکان کے ساتھ خاص ہے۔ عرفہ کی وجہ تسمیہ آگے آرہی ہے۔

۴۵؎ کہ اُس پر پالان رکھ دیا جائے۔

۴۶؎ یعنی اُس پر حضور علیہ السلام کے لیے پالان کس دیا گیا۔

۴۷؎ یعنی وادیِ نمرہ میں تشریف لے گئے۔

۴۸؎ یعنی کہ معظمہ میں اور یہ خون اور مال کے حرام ہونے کی تاکید و توثیق ہے۔ تمام عرب اس دن اس جیسے احساسِ خیر کی حرمت کے قائل تھے کہ اس میں کوئی غیر مناسب کام نہیں کرنا چاہیے۔

۴۹؎ یعنی غارِ و۔ باطل اور متروک کر دی گئی ہیں۔

۵۰؎ یعنی متروک اور ضائع کر دیے ہیں اہل جاہلیت کی یہ رسم تھی کہ وہ لوگ کینہ دلوں میں بٹھا رکھتے تھے۔ ہر شخص ہر قبیلے میں سے جس نے خون کیا بڑھاتا تھا چاہے کتنی ہی مدت وہ خون ہوئے گزر چکی ہوتی تھی۔ کینہ اُن کے دلوں میں موجود ہی رہتا تھا اور وہ قتل کر کے ہی رہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام خون باطل کر دیے۔

۵۱؎ یعنی حادث بن عبدالمطلب۔ حادث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں اور ربیعہ اُن کے بیٹے صحابی ہیں انہوں نے خلافت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام آدم یا تمام یا ایاس تھا۔ وہ ایک جنگ میں جو سعد ابن ہذیل کے درمیان ہوئی تھی ایک چھر گرنے سے مارا گیا تھا۔

۵۲؎ یعنی ربیعہ کے بیٹے قبیلہ بنی سعد میں شیر خوار تھے قاسم نے ہذیل نے قتل کر دیا۔ ہذیل ہاکی پیش زکی زبر یعنی یہ سعد اور ہذیل کے درمیان جنگ کی وجہ سے قتل ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح خون ابن ربیعہ کا تھا۔ لفظ ابن کی زیادتی کے ساتھ جیسا کہ مسلم کی روایت سے مشکوٰۃ کی عبارت میں واقع ہوا ہے۔ اور مصابیح کے نسخوں میں ربیعہ کا خون واقع ہوا ہے۔ اُس میں ابن کے لفظ کا ذکر نہیں ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں نے خطا کی ہے کہ ربیعہ کا خون کہہ دیا۔ صحیح ابن ربیعہ کا خون ہے تو بعض لوگوں نے لفظ ابن کو مصابیح کے نسخوں کے مطابق کر دیا۔ تو روایتی فرقہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ خطا معنی حدیث کے صحیح طود پر بیان ہونے کے باوجود راویان حدیث کو خطا پر مانا جائے حالانکہ یہ بخاری کی روایت ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے اور حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے کہ وہ ربیعہ کا

خون تھا اس کے صبح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خون کی نسبت رسیہ کی طرف اس بنا پر ہے کہ وہ خون کے دلی ہیں اور خون کی نسبت جس طرح کہ مقتول کی طرف کی جاسکتی ہے اُس کے مالی اور حادث کی طرف بھی کی جاسکتی ہے اور کان میں جو منیر ہے وہ مقتول کی طرف ٹوٹتی ہے۔ اے بکھر۔

۵۵۳ اور باطل ہے عباس ابن عبدالمطلب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچے دور جاہلیت میں لوگوں سے سود کھاتے تھے۔ اُن کے مال سود کے طور پر لوگوں کے ذمے تھے آپ نے اُن سب کو لوگوں کے ذمے سے گرا دیا اور باطل کر دیا۔

۵۵۴ یعنی اُن کے حقوق ادا کرو۔

۵۵۵ اور تمہارے ساتھ اُس کا ہمد ہو چکا ہے یا وہ ہمد جو تم نے اُن کے ساتھ کیا ہے کہ اُن کے حقوق کی رعایت کرو۔

۵۵۶ اور وہ کلمہ خدا کا یہ حکم ہے کہ نکاح کرو باجواب و قبول کی صورت میں جس کا نہیں حکم دیا گیا ہے۔ یا کلمہ سے کلمہ توحید مراد ہے کہ جو کلمہ مسلمان عورت مسلمان مرد کے لیے ہی حلال ہے۔

۵۵۷ یہاں حدیث میں لفظ لایطین آیا ہے یہ لفظ ایطاسے بنا ہے، ایطاسے نکلا ہے۔ یعنی پا مال کرنا یہ کلمہ ہے کہ عورت غیر مرد کو اپنے آپ پر قادر کر دے اور غیر مرد سے بلی جمل قائم کرے۔ اور اُن سے باتیں کرنے میں دریغ نہ کرے جیسا کہ عربوں کی عادت تھی۔

۵۵۸ یہاں حدیث میں لفظ غیر مبرح آیا ہے یعنی ما کے ساتھ یعنی سختی اور نقصان و خشیت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا بستر کو پا مال کرنا ناپسندیدہ نہیں ہے۔ ورنہ اُس کی سزا تو وہی ہے جو ناک کی ہوتی ہے۔

۵۵۹ یعنی شریعت کے مطابق اور احتیال کے دائرے میں مدق کے معنی اُن کی عداوت کا انتظام ہے اور کپڑے سے انہیں کپڑا پہنا نامراد ہے۔

۵۶۰ یعنی اُس پر عمل کرو گے اور اُسے مغربی سے پکڑو گے اور اُس کے پاس پناہ دو گے کتاب اللہ سے قرآن مجید مراد ہے نہ سنت رسول کتاب اللہ کے حکم میں ہے۔ اور اُس کی مراد کو پورا کرنے والی ہے۔ یا اس سے مراد وہ ہے جو عدل سے کھدیا حد توں پر فرقی کر دیا۔

۵۶۱ کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اور میں نے تمہیں دین کے احکام پہنچائے یا نہ پہنچائے اور میں نے امانت و نصیحت ادا کی یا نہ کی۔

۵۶۲ صراح میں ہے کہ لفظ نکتہ نقطہ کی طرح ہے یعنی نیچے جھکانا۔

۵۶۳ میں بار یہ کلمہ فرمایا یا میں باسما غفرہ کیا اور اُنکی نیچے جھکائی، لوگوں کو گمراہ بنایا یعنی کہتے ہیں کہ یہاں حدیث

میں واقع لفظ ٹیٹھا کے بارے میں بعض نے فرمایا کہ ٹیٹھا ہے یعنی ہا کے ساتھ تا کے بجائے کتاب مشارق میں فرمایا کہ رعایت یا تا سے زیادہ بہتر ہے اور بعض ماہرین نے فرمایا کہ درست ایک نقطے کے ساتھ ہے تنکیہ کا معنی ہے پھیرنا اور کیس کرنا یعنی انگلیاں اٹھا کر لوگوں کی طرف اشارہ کرنا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام سواری کی حالت میں تھے مشارق کی عبارت ختم ہوئی۔ الصات یہ ہے کہ تا کی رعایت غیر ظاہر ہے۔ اگرچہ کلمہ الی کے قرینہ سے مجازاً اشارہ کیا جاسکتا ہے اور مجمع البہار میں دونوں روایتیں لائیں اور فرمایا کہ تا والی روایت معتدل کے لحاظ سے بعید ہے۔

۶۴۷ یعنی سنت ہو کر اور فرائض کچھ نہ پڑھنے اس میں عرفات کے میدان میں جلدی کھڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے یہاں سوال کیا جاتا ہے کہ کوئی ایسی جگہ جہاں غزوں کو نفل کی وجہ سے ترک کیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ ان عرفات کے میدان میں فرض نماز وقت عصر میں ہے۔ مگر جلدی عرفات میں کھڑا ہونے کے لیے جو کہ نفل ہے۔ اس فرض کو ترک کیا گیا ہے۔

۶۴۸ یہاں حدیث میں لفظ معزات آیا ہے جو کہ مضر کی جمع ہے بمعنی بڑا پتھر ایک روایت میں تصغیر کے ساتھ لفظ معیرات آیا ہے بمعنی چھوٹے اور سیاہ پتھر جو کہ جبل رحمت کے قریب ہیں۔ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت فرمایا تھا۔ ۶۴۹ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو دین عرفات میں ہے۔ یعنی اس جگہ کو آپ نے اپنے ماسے لیا اور منہ مبارک قبلہ کی طرف کھینچ کر اٹھا کر جبل یعنی خاک زبر اور باساکن سے بمعنی دودھ دلاؤ پھیلی ہوئی ریت بعض کہتے ہیں کہ ریت کے بڑے ٹیلے کو جبل کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع جبال آتی ہے بعض نے کہا جبال ما کے ساتھ ریت کے لیے آتا ہے۔ جس طرح جبال جیم کے ساتھ خیریت کے لیے آتا ہے اور مشاة جیم کی پیش سے ماشی کی جمع ہے یعنی پلنے والے اور جبل کی اصناف مشاة کی طرف اس وجہ سے ہے کہ حاجی لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔

قاضی عیاض نے فرمایا کہ جبل المشاة سے مراد مشاة کی صفت، اور ان کے جمع ہونے کی جگہ ہے اس میں ان کی صفت کو ریت کے میدان سے تشبیہ دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرفات میں توقف اسی جگہ تھا اور اگر چاہے کا موقف شریف لشعہ متعین نہیں ہو سکا مگر ہو سکتا ہے کہ اسی جگہ کے ارد گرد ہوا ہو کبھی اس جگہ اور کبھی اُس جگہ جو کہ وہاں قدیم عمارت کے قریب ہے۔ جسے عام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کا باورچی خانہ قرار دیتے ہیں شاید کہانی اس موقف شریف سے فائدہ اور اس نعمت سے مشرف ہو۔

۶۴۹ یہ سورج کے ڈوبنے کی تاکید ہے تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ مراد مسجد کا قریب الغروب ہوتا ہے۔

۶۵۰ اور میدان عرفات سے باہر آئے اور جلدی جلدی پلنے لگے۔

۶۵۱ مزدلفہ عرفات اور منی کے درمیان ایک جگہ ہے۔ اخاف کے نزدیک یہاں رات گزارنی واجب ہے۔ اسی طرح امام احمد اور بعض شافعیہ کے نزدیک بھی اور ان میں سے بعض کے نزدیک فرض ہے۔

اس جگہ کو مزدلفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مزدلفہ زلف سے بنا ہے یعنی نزدیک لوگ اس میں منی کے قریب جو کراکان جگہ کی جگہ ہے میں آتے ہیں اسی طرح زلف ہوا زمین کو بھی کہتے ہیں جسے جھاڑو سے کر صاف کیا گیا ہوا دوسراں جگہ کی زمین اسی ہے اور مزدلفہ کو جمع (مجمع کی زبردست ساکن سے) بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم و حوا کے درمیان اسی جگہ ملاپ ہوا اور دونوں اسی جگہ اکٹھے ہوئے۔ اور عرفات میں دونوں کا تعارف ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷۸۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام زفر بھی اسی کے قائل ہیں اور بعض دوسرے ائمہ بھی یہی کہتے ہیں امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد اور بہت سے علماء ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کرتے ہیں کیونکہ عشا یاں اپنے وقت میں ہے لہذا اس کے لیے جدا اقامت اعلان کی ضرورت نہیں اور عصر چونکہ اپنے غیر وقت میں پڑھنی جا رہی ہے لہذا اس میں اعلان کی ضرورت زیادہ ہے۔ صحیح مسلم میں اسے ابن عمر سے روایت کیا۔ ترمذی نے بھی اسے اچھا اور صحیح قرار دیا۔

۱۷۹۔ اس رات میں آپ تہجد کی نماز کے لیے بھی نہ اٹھے مالاںکہ یہ آپ کی دائمی سنت تھی۔
۱۸۰۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو معلوم نہ ہوا تھا کہ صبح ہوئی ہے یہاں تک کہ بعد میں یہ روایت کر دیا کہ آپ نے فجر کی نماز غیر وقت میں پڑھی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے یہ نماز تاریکی میں ادا کی مگر صحیح یہ ہے کہ آپ نے وقت میں نماز ادا کی۔ لیکن لوگوں کو شک گزرا کہ صبح ہوئی ہے یا نہیں کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وحی یا کمال علم کی بنا پر ظاہر ہو گیا کہ طلوع فجر ہو چکی ہے۔ امد یہ فقط کہ آپ نے غیر وقت میں نماز ادا کی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے آج کی صبح اُس وقت میں نماز ادا نہ کی جس وقت میں عادتاً آپ نماز ادا فرماتے تھے اسی بارے میں گفتگو باب روایت الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۱۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ در کرنے کے لیے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ آپ نے عید کی دعوت پر یہ نماز پڑھی مگر اذان و اقامت جو آپ کی سنت دائمہ تھی اسے ترک نہ کیا۔

۱۸۲۔ یہ بھی مزدلفہ میں ایک جگہ کا نام ہے جسے قریح کہتے ہیں کاف کی پیش نہ کی نہ براخہ میں ما کہ قریش زمام مالیت میں اس جگہ وقوف کرتے تھے۔ شاعر شمر کی جمع ہے اور شاعر خیر کی جمع اس سے مراد واد کے امرا ودارکان اور اس کی علاتیں ہیں۔ اصل شور یعنی علم ہے۔

۱۸۳۔ یہاں حدیث میں لفظ بڑا آیا ہے یعنی کسی کام میں خوب کوشش کرنا۔ مزدلفہ میں یہ وقوف احاف کے نزدیک واجب ہے۔

۱۸۴۔ جس طرح کہ عرفات میں حضرت اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے سوار کیا تھا۔

۱۷ یعنی بطن وادی عمر میں آئے میم کی پیش ماکہ دربر میں مشد یہ مزدلفہ و منی کے درمیان ایک وادی ہے، دونوں کے درمیان گویا یہ ایک پردہ اور برزخ ہے اس کا کچھ حصہ مزدلفہ میں شامل ہے، کچھ منی میں یہ لفظ حور سے مشتق ہے بمعنی تھک جانا اسی سے تحیر بنا ہے بمعنی تھکا دینا یہ وادی گزرنے والوں کو تھکا دیتی ہے۔ یا اصحاب فیل کو اس نے تھکا دیا تھا جیسا کہ اس کی حکمت میں معلوم ہوگا۔

۱۸ اور تیز چلایا بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسے بہت ہی تیز چلایا، شاید کہ قلت زمانے کے اعتبار سے تھی جو کہ وادی کی مسافت کے مطابق ہے، اس وادی سے جلدی نکل جانا مستحب ہے اگر پیادہ پاؤں ہو تو جلدی چلے اگر سوار ہو تو سواری تیز چلائے اس ارادے سے کہ اسے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع نصیب ہو۔ اس وادی میں تیز چلنے کے سبب اور حکمت میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں اپنی ناقہ کو کیوں تیز چلایا تھا۔ مشہور یہ ہے کہ یہ وادی اصحاب فیل پر نزول عذاب کی جگہ ہے۔ اصحاب فیل وہ لوگ ہیں جو بیت اللہ شریف زادہا اللہ تعالیٰ و مکریمہا کے گرانے کے ارادے سے آئے تھے اس بناء پر حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں سے جلدی جانے کو مستحب جانا۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم لوط اور قوم ثود کے علاقوں میں سے گزرنے والوں کو تیز چلنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان علاقوں کو دیکھ کر روئیں اور ان سے عبرت پکڑیں اسی طرح آپ کی عادت مبارک تھی کہ جن جن جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا وہاں سے جلدی گزرتے تھے۔

کتاب مہاسب لدنیہ میں امام اسنوی سے جو علمائے شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ اس جگہ میں نصاریٰ کھڑے ہوئے تھے جیسا کہ امام لانی نے کہا یا مشرکین عرب اس جگہ کھڑے تھے جیسا کہ کتاب دسیط میں کہا گیا ہے تو ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے املا میں فرمایا کہ یہ جگہ کھلی اور کثرت نہیں ہے۔ بعض نے فرمایا اس کی وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ شیاطین کی جگہ ہے۔ یہاں طاعون کے مرض سے بھاگنے والوں کے لیے دلیل اختیار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جب نزول عذاب کی جگہ سے تیز گزر جانا جائز ہے تو طاعون کی جگہ سے بھاگنا بھی جائز ہو کیونکہ یہ طاعون عدم فہم اور محض غلط ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس مقام سے تیز گزرنے کا حکم خوف حق اور اللہ تعالیٰ کے قہر و جلالت کے مشاہدے کی وجہ سے تھا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ جگہ منوسس ہو چکی تھی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا۔ اور اگر آپ بھی کھڑے ہو جاتے تو عذاب نازل ہو جاتا۔ لہذا اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود طاعون سے بھاگنے کی صریح نہی اور منع اور ڈانٹ وارد ہو چکی ہے اور یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے جس کا کچھ ناڈہ نہیں۔ دوسری بعض جگہوں سے بھی بھاگ جانے کا ذکر آیا ہے جس طرح کوئی شخص کسی گھر میں بیٹھا ہو اور وہاں زلزلہ آجائے اور یہ گمان ہو جائے کہ یہ مکان گر پڑے گا یا ایسی جگہ جہاں آگ لگ جائے اور اگر وہ وہیں رہے گا تو جل جائے گا یا ایسی جگہوں سے باہر آ جانا چاہیے۔ اور اگر طاعون کمان جگہوں پر قیاس کریں تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ان جگہوں

سے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ہلاک ہونے کا ظن غالب ہے اور طاعون کی جگہ صرف وہم ہے کہ طاعون کی بیماری مجھے بھی آگے گی۔ اور وہ اسباب جو فنا کرتے ہیں اور وہ اسباب جن سے فنا کرنے کا محض وہم ہوتا ہے دونوں میں فرق ہے جہاں ہلاکت کا ظن غالب ہو وہاں سے بھاگنا توکل کے معنی میں نہیں ہے اور جہاں ہلاکت کا صرف وہم ہو وہاں سے بھاگنا توکل کے معنی میں ہے لہذا ایسی جگہوں سے بھاگنا ممنوع و نادرہا آیات ہے اور اس کے ترکیب ہونے پر ڈانٹ ڈپٹ آئی ہے۔ جب طاعون کی جگہ سے بھاگنا نادرہا ہے تو ایسی دوسری جگہوں سے بھاگنا کب جائز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غمے اور عذاب کے اسباب و موجبات سے اپنی پناہ میں رکھے۔

۵۹ اور یہ اُس راستے کے علاوہ راستہ تھا جس راستے سے آپ پہلے گئے تھے۔ اُس پہلے راستے کو طریق جنب کہتے ہیں۔ جنب من اور بامشدد سے۔ اس راستے کو طریق ماہمین کہتے ہیں۔ یہ دو پہاڑوں کا نام ہے اس میں زاکریا اور یحییٰ کی زبیر سے۔ لہذا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ دے کر گزرے تھے۔

۶۰ جبکہ مزدلفہ کی جانب سے بوغین کے قریب مقصود راستے کی تعیین ہے مگر آج کل اُس جمرہ کے پاس سے گزرتے ہیں اور اُس جمرہ سے تک پہنچتے ہیں جو جانب مکہ ہے جسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔ عقبہ عین اور کات کی زبیر سے پہاڑ کے اندر سے گزرنے والے راستے کو عقبہ کہتے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں گھاٹی ہے۔ یہ جمرہ اُس پہاڑ کے نیچے ہے اور بیتہ العقبہ جہاں انصاری نے بیعت کی تھی وہ بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ ان جمرہوں کو ککریاں مارنے کے احکام اپنے الگ باب میں آئے ہیں۔

۶۱ اس سے مراد یہی گزشتہ جمرہ عقبہ ہے جس کا ذکر ہوا۔

۶۲ یہاں حدیث میں لفظ خذت آیا ہے۔ خذت خاکی زبیر زساکن سے یعنی انگلیوں سے ککری پھینکنا۔ یہاں ایک لفظ مخذفہ ہے۔ یم کی زیر خا ساکن بمعنی غلیل۔ ککری پھینکنے کی صورت یہ ہے کہ ککری شہادت اور مدد سے انگلی کے مٹھان پکڑی جائے یا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی پر رکھی جائے اور پھر اُسے پھینکا جائے یا کڑی سے غلیل بنائی جائے اور اُس سے ککری پھینکی جائے۔ حدیث میں اس طرح پھینکنے سے نہیں واقع ہوئی ہے۔ اس تشریح سے مقصود سنگریزوں کی مقدار ہے کہ وہ سنگریزے بڑے ہوں کہ چھوٹے۔ بعض علماء پھینکی جانے والی ککریوں کی مقدار دویہا کے دانے جتنی بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ چھنے سے ذرا بڑی ہو اور بندوق کی گولی سے ذرا چھوٹی۔ بعض بکری کی بیگنی جتنی مقدار بتلاتے ہیں۔

۶۳ جہاں پر یہ جمرہ واقع ہے۔

۶۴ جہاں کہ منیٰ میں ہے۔

۶۵ یہاں حدیث میں لفظ غمرا یا ہے بمعنی اونٹ کے سینے پر نیزہ مارنا۔ عمرو ذبیح اور جو کچھ اس بار سے میں

منت ہے کہ اونٹ میں ٹھوکریاں ادا کر کے غیر میں ذبح اس کی پوری تحقیق باب انھیہ میں گزر چکی ہے۔
۵۸۶ یعنی اونٹ یا بھری حضرت علی کو دی۔ تو آپ نے باقی اونٹوں کا ٹھوکریاں گزشتہ بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ کل اونٹ
سوٹھے پس باقی بیٹھیں رہ گئے تھے۔

۵۸۷ یہاں حدیث میں لفظ بَدَن آیا ہے قینوں پہلے حروف پر زبر یہ بدن کا واحد ہے یعنی باکی پیش اور ساکن۔
۵۸۸ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن قربانوں کے گوشت سے یا ہانڈی میں پکے ہوئے
گوشت سے کھایا۔ یاد رہے کہ ہانڈی بزنٹ استعمال ہوتی ہے۔

۵۸۹ یہاں حدیث میں لفظ مَرَق آیا ہے ہم اور ساکن زبر سے بمعنی شہد بہ کیونکہ اپنی قربانی کے جانور سے کچھ کھانا مستحب
ہے۔ باقی گوشت بخش دیا جائے یعنی تقسیم کر دیا جائے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ باقی گوشت آپ نے تقسیم کروا دیا اور
فرمایا کہ جو چاہے لے جائے۔

۵۹۰ اور غاذ کہہ کا طواف کیا ہے طواف تافہ کہتے ہیں یہ عزت میں وقوف کے بعد ع کا دوسرا رکن ہے۔
اس طواف کے ساتھ حج مکمل ہو جاتا ہے۔ دعویٰ کے دن ہی یہ طواف کر لینا افضل ہے۔ اور اگر گیارہویں بار ہویں تو کریں
چوتھی بار ہے۔

۵۹۱ یہ حضرت جابر کی روایت ہے اور حضرت عائشہ بھی اسی جانب ہیں۔ ابن عمر کی روایت میں آیا ہے کہ آپ نے ظہر کی
نماز کے سے واپس آکر متلی میں ماما فرمائی یہ دونوں روایتیں صحیح میں موجود ہیں یہاں کافی گفتگو کی گئی ہے۔ شرع میں اُسے
بیان کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۹۲ یعنی آپ عبدالمطلب کے بیٹوں اور دادا کے پاس آئے جیسے حضرت عباس اور اُن کی اولاد عبدالمطلب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ماما کا نام ہے۔ زمزم سے پانی پلانے کا عہدہ اُن کے ہاتھ میں تھا۔
۵۹۳ یہ غطواں بنو ہاشم کا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پانی سے ڈول کھینچنے لگتے تو سب لوگ آپ کی اتباع
میں یہ کام کرنا شروع کر دیتے اسی طرح یہ عہدہ تمہارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اور ڈول سے پانی کھینچنے کی خواہش میرے دل
میں اس وجہ سے ہے کہ یہ کام اپنے اندر فضیلت اور ثمرت رکھتا ہے۔

۵۹۴ کے یہ احکام حضور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوئے ہیں دوسرے احکام جو طواف کے بعد
ہیں جنہیں متلی کے ایام میں کرتے ہیں، اپنی جگہ پر انشاء اللہ مذکور ہوں گے۔

دَعَا عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهْلًا
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
ہم لوگ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ہم میں سے بعض نے عمرے

يَعْمَرُوهُ وَ مِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجِّهِ فَلَمَّا
 قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ
 وَ لَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَ مَنْ أَحْرَمَ
 بِعُمْرَةٍ وَ أَهْدَى فَلْيُحِلِّ بِالنَّحْبِ
 مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ مِنْهُمَا
 وَ فِي رَوَايَةٍ فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ
 بِنَحْرِ هَدْيِهِ وَ مَنْ أَهَلَ بِحَجِّهِ
 فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ فَحَضُّتُ وَ لَمْ
 أَطِفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا
 وَ الْمَرْوَةِ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى
 كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَ لَمْ أَهْلِلْ إِلَّا
 بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَنْ أَتَقَضَّ رَأْسِي وَ أَمْتَشِطَ
 وَ أَهْلًا بِالنَّحْبِ وَ أَتْرُكَ الْعُمْرَةَ
 فَفَعَلْتُ حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي بَعَثَ
 مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ
 وَ أَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِدَ مَكَانَ عُمَرَةَ
 مِنَ الشَّنْعِيِّ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ
 كَانُوا أَهْلًا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ
 الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ
 طَافُوا طَوَافًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ
 مِنًى وَ أَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ
 وَ الْعُمْرَةَ فَارْتَمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا جب ہم لوگ کہ پہنچے
 تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمرے
 کا احرام باندھا ہو اور قربانی ساتھ نہ لایا ہو وہ احرام سے
 باہر نکل آئے اور جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور
 قربانی ساتھ لایا ہو وہ عمرے کے ساتھ حج کا احرام باندھ
 لے اور احرام سے باہر نہ نکلے یہاں تک کہ ان دونوں سے
 فارغ ہو جائے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ
 پھر احرام سے باہر نہ نکلے یہاں تک کہ ہدی کا قربانی کر لے
 اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ اپنا حج پورا
 کرے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مجھے بحالت
 احرام غن حیفض آنا شروع ہو گیا حالانکہ میں نے ابھی
 نہ تو بیت اللہ کا طواف کیا تھا نہ منامروہ کے درمیان
 تسبیح کی تھی تو میں اسی حالت حیفض میں رہی حتیٰ کہ عرفہ
 کا دن آگیا اور میں نے صرف عمرہ ہی کا احرام باندھا
 ہوا تھا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ
 میں اپنے بال کھول دوں اور گھسی کر لوں، حج کا احرام
 باندھ لوں اور چھوڑ دوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا
 یہاں تک کہ میں نے خاپناج پہنا کر لیا میرے ساتھ عبدالرحمن
 بن ابوبکر صدیق کہ سچا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے چہرے
 پر سے عمو کی جگہ مقام تنیم سے عمو کروں فرماتی ہیں میں
 لوگوں سے عمو کا احرام باندھا انہوں نے طواف بیت اللہ کا طواف کیا
 اور منامروہ کے درمیان میں کہ پھر احرام سے باہر آ گئے
 پھر منی سے رطنے کے بعد ایک طواف کیا لیکن جنہوں
 نے حج و عمرہ جمع کیا تھا انہوں نے ایک ہی طواف
 کیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی اس کے بعد حج کے لیے ایام حج میں نیا احرام باندھے۔

۱۸ عمرے کا احرام باندھنے والے کا یہی حکم ہے۔

۱۹ یاد رہے کہ کسی پر بھی طواف کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔

۲۰ یعنی احرام سے باہر نکل آؤں اور وہ کام اپنے لیے مباح کروں جو حالت احرام میں میرے لیے حرام تھے۔

۲۱ عبدالرحمن حضرت عائشہ کے بھائی ہیں ان دونوں کی ماں بھی ایک ہے۔

۲۲ جو کہ حیف کی وجہ سے چھوٹ گیا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے احرام سے باہر آنا پڑا تھا۔

۲۳ تنیم مکہ معظمہ سے باہر تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جو کہ حرم سے باہر حلق کے اندر واقع ہے۔ یہ جگہ زمین

حرم کے نزدیک ترین ہے۔ اس جگہ کو مسجد عائشہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ جگہ جہاں سے حضرت عائشہ نے احرام باندھا تھا۔ عوام ان کی اس تنیم کو عمرہ کہتے ہیں کیونکہ یہاں سے عمرہ کے لیے احرام باندھتے ہیں۔

۲۴ یعنی یم غمر کو منی سے واپس آنے کے بعد طواف زیارت کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ عُمَرُو قَالَ

تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ بِالْعُمْرَةِ

إِلَى الْحَجِّ فَسَاقَ مَعَهُ الْهُدًى

مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ قَاهِلًا

بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهْلًا بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ

النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ

مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى وَ مِنْهُمْ

مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ

لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ

لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرَمَ مِنْهُ

حَتَّى يَقْضَى حَجُّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ

مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَ

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع

میں حج و عمرہ کا تمتع کیا تو اپنے ساتھ ذی الحلیفہ

سے صدی لے کر گئے تو ابتداء میں فرمائی کہ پہلے

عمرہ کا پھر حج کا احرام باندھا لوگوں نے

بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

حج و عمرہ کا تمتع کیا۔ بعض لوگ تعداد سے

گئے تھے اور بعض نہیں لے گئے تھے جب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو

لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو صدی

لایا ہو وہ کسی حصہ خندہ چیز سے طواف نہ

ہوتا آنکہ حج پورا کرے اور جو صدی نہ

لایا ہو وہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا

مردہ میں دوڑے اور بال کٹوائے اور

احرام سے باہر نکل آئے پھر حج کا احرام

بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيَقْصِرْ وَلْيَعْلِلْ
ثُمَّ لِيُهْلِكَ بِالْحَجِّ وَلِيُهْدِيَ فَمَنْ
لَمْ يَجِدْ هَذَا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ
أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةَ إِذَا رَجَعَ
إِلَى أَهْلِهِ فَطَانَ حِينَ قَدِمَ
مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الزُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ
ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَانٍ وَ مَشَى
أَذْبَعًا فَذَكَرَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ
بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ
ثُمَّ سَلَّمَ فَأَنْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَانَ
بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَانٍ ثُمَّ
لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرَمٍ مِنْهُ
حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَ نَحَرَ هَذِيهِ
يَوْمَ النَّحْرِ وَ أَقَامَ طَانَ بِالْبَيْتِ
ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرَمٍ مِنْهُ حَتَّى
نَسَاءُ نَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
سَاقِ الْهُدْيِ مِنَ النَّاسِ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

باندھے اور قربانی کر گئے اور جسے قربانی میر
نہ آئے وہ تین روزے رکھے زمانہ حج
میں اور سات روزے مگر روتے وقت پھر
جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف
آئے تو طواف کیا سب سے پہلے حجر اسود کو چوم پھر
تین چکر میں رمل فرمایا۔ اور چار میں عام رفتار
سے پہلے پھر جب طواف کعبہ پورا کر لیا تو مقام
ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام
پھیرا اور لوٹے تو صفا پر آئے اور مقام روہ
کا سات بار طواف کیا پھر آپ کسی حرام
شدہ چیز سے طلال نہ ہوئے حتیٰ کہ حج پورا
فرمایا۔ اور قربانی کا صدی دیک کر دی
اور منی سے لپٹے تو اگر بیت اللہ کا طواف
کیا پھر تمام حرام چیزوں سے طلال
ہو گئے اور یہاں تک کہ عورتیں بھی
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح
کے تمام کام صدی لانے والے لوگوں
نے ہی کیے۔

(بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی احرام سے باہر نہ آئے بلکہ حالت احرام پر ہی قائم و ثابت رہے۔

۱۸ یہ ادنیٰ درجہ ہے ورنہ سالہا سر منڈانا انقل ہے۔

۱۹ اور ارکان حج اور اعمال عمرہ کو بجالائے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گزرا یہاں مزید لکھ دیا ہے
کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حج جمع کیا۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے یہ حج جمع کران کیا تھا۔ اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ تمتع سے اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی نفع اور لذت حاصل کرنا
اس میں کوئی شک نہیں کہ نفع اور لذت کا معنی حج قرآن میں بھی موجود ہے کیونکہ اس میں بندہ و دارکان ادا کرنے کی بجائے

ایک ہی رکن ادا کرنے سے عہدہ براد ہو جاتا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام کو حج تمتع کا حکم دیا۔ اور آپ کی طرف تمتع کی نسبت آپ کے سبب بھنے کی وجہ سے کر دی۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں بادشاہ نے فلاں شہر تعمیر کیا۔ حالانکہ تعمیر کرنے والے عمار ہوتے ہیں نہ کہ بادشاہ خود تعمیر کرتا ہے مگر چونکہ وہ کاریگروں کو شہر تعمیر کرنے کا حکم دیتا ہے اس لیے شہر کی تعمیر کی نسبت بادشاہ کی طرف کر دیتے ہیں۔ باقی یہی روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے احرام حج کا باندھا اس کے بعد عمرہ کی نیت فرمائی۔ اور آپ قارن بن گئے تو جس نے پہلے لفظ کو سنا یعنی مفرد کو اس نے یہ خیال کیا کہ آپ نے صرف حج کے لیے احرام باندھا اور حج مفرد کیا۔ یہ تاویلات روایات کے درمیان مطابقت کے لیے کی گئی ہیں۔ اس مقام میں کافی کلام ہے جو شرح سفر السعادت میں کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس کے بعد تمتع کا حال بیان فرمایا جو حدیث سے نہیں چلتا کہ جب تمتع احرام سے باہر آجائے اور طواف رسی کر کے عمرے کو مکمل کرے تو پھر وہ حج کے لیے احرام باندھے۔

۷۷ یاد رہے کہ حدیث سے جانے کا مطلب یہ ہے کہ تمتع کے لیے خون بہانا ضروری ہے اس وقت کی شکر گزاری کے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دونوں ارکان یعنی حج و عمرہ ادا کرنے کی توفیق دی۔

۷۸ افضل یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ساتویں آٹھویں اور نویں کو رکھے (بعض نے کہا کہ یہ تین روزے نویں تاریخ سے پہلے رکھ لے۔

۷۹ پہلے تین کے ساتھ یہ سات روزے ملنے سے کل دس روزے ہو گئے۔ قرآن مجید میں صرف نوٹنے کا ذکر آیا ہے کیونکہ فرمایا وبعثہ اذ ارجمتم تو بعض نے نوٹنے کی تفصیل اپنے گھر والوں کی طرف نوٹنے سے کی اور بعض نے نوٹنے سے اعمال حج سے فارغ ہونا۔ اور منیٰ سے مکہ کی جانب آنا مراد لیا۔ بیضاوی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہی ہے طبعی نے بھی اسی کے موافق کہا لیکن ہا یہ میں کہا کہ یہ سات روزے اس وقت رکھے جب اپنے اہل کی طرف واپس لوٹ آئے۔ اس حدیث کا ظاہر اس مذہب کی تائید کرتا ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ خریف تشریف لائے تو صحابہ کرام کو حدیث میں مذکور اگلی بات کا حکم دیا۔

۸۰ جیسا کہ پہلے گزرا یعنی تین طوافوں میں یاد رہے کہ ایک دفعہ خانہ کعبہ کے گرد گھومنے کو ایک پکر کہتے ہیں۔

۸۱ مجموعہ سات پکر ہوئے۔ اسی عمل کو طواف کہتے ہیں۔

۸۲ یہاں طواف سے ان دونوں کے درمیان سات پکر لگانا مراد ہے۔ اسے منامرہ کے درمیان سسی بھی کہتے ہیں۔

۸۳ اس احرام سے باہر نہ آئے کیونکہ آپ قارن تھے۔ اگرچہ آپ تمتع بھی تھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی تھے۔

اللہ یعنی منیٰ سے چل کر مکہ شریف آئے۔

۱۲ قرآنی کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے عورتیں طہال نہیں ہوتیں جب طواف زیارت کر لیا جاتا ہے تو عورتیں بھی طہال ہو جاتی ہیں ان ارکان کے ادا کرنے سے حج مکمل ہو جاتا ہے۔ اور حاجی احرام سے بھی مکمل طور پر باہر جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایسا عمرہ ہے جس سے ہم نے نفع اٹھایا تو جس کے پاس صدی نہ ہو وہ احرام سے مکمل طور پر باہر نکل آئے۔ بے شک عمر قیامت کے لیے حج میں داخل ہو گیا ہے۔
(اس سنائی کی شرح گزربھی ہے)

اسے مسلم نے روایت کیا اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

تیسری فصل

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے ساتھی لوگوں کی جماعت میں حضرت جابر بن عبد اللہ کو سنا وہ فرماتے تھے ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خالی حج کے لیے احرام باندھا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقرعہ کا جو قصہ سات گزرنے پر حج کو کہتے تھے پہنچے تو ہمیں احرام سے باہر آنے کا حکم دیا وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا طہال ہو جاؤ اور عورتیں سے صحبت کرنا عطا کہتے ہیں صحبت ان پر واجب ہے کہ اگر ان کے لیے عورتیں طہال فرما دیں۔ ہم نے خیال کیا کہ جب ہم اسے اور عرقہ کے درمیان صرف پانچ دن باقی رہ گئے ہیں تو ہم کو جو یوں

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْسَقْنَا بِهَا فَسَوْفَ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ فَإِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔
رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَهَذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِي۔

الفصل الثالث

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فِي نَاسٍ مَعِيَ قَالَ أَهْلُنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ يَا الْحَبِيبُ خَارِصًا وَحَدَا قَالَ عَطَاءُ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَأَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ قَالَ عَطَاءُ قَالَ نَحَلْنَا وَأَصْبَحُوا النِّسَاءُ قَالَ عَطَاءُ وَ لَمْ يَعِزُّمْ عَلَيْهِمْ وَلَكِنْ أَحَلَّهُمْ لَهُمْ فَقُلْنَا لَنَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَزَّةٍ إِلَّا خَشْشُ أَمْرِنَا أَنْ تَقْفِي إِلَى نِسَائِنَا ثَنَانِي عَزَّةَ

تَقَطُّوْهُ مَذَاكِیْرُنَا الَّذِیْ قَالَ یَقُوْلُ
جَابِرٌ بِیَدِهِ کَاثِرٌ اَنْظُرْ اِلٰی قَوْلِهِ
بِیَدِهِ یُحَرِّکُهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِیُّ
صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْنَا فَقَالَ
قَدْ عَلِمْتُمْ اِلٰی اَتَقُكُمْ بِاللّٰهِ وَاصْدُقْکُمْ
وَاَبْذُکُمْ وَلَوْ لَا هَدٰی اَحَلَلْتُ
کَمَا تَحِلُّوْنَ وَلَوْ اَسْتَقْبَلْتُ مِنْ
اَمْرِیْ مَا اَسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسْقِ
الْهَدٰی فِیْکُمْ فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَ
اَطَعْنَا قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ
عَلِیٌّ مِنْ سَعَائِمِهِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتُ
قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِہِ النَّبِیُّ صَلٰی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ
وَبِیْنَنَا اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاهْدِ
وَاَمَلْتُ حَرَامًا قَالَ وَاهْدِ لَہٗ
عَلِیٌّ هَدٰیَا فَقَالَ سُدَاقَةُ بَنِی مَالِکٍ
بَنِی جُبَشْمٍ کَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْعَامِنَا
هٰذَا اَمْ لَا یَبْدِ قَلَلٌ لِابَدٍ
رَدَّوْاہُ مُسْلِمًا

کے پاس جانے کی اجازت دے دی تو کیا ہم لوگ صرفہ کر
اس حال میں جائیں کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل منی
پھکاتے ہوں۔ راوی کہتے ہیں حضرت جابر اپنے
ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے گویا میں ان کا ہاتھ ہٹا دیکھ
رہا ہوں فرماتے ہیں تو ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کھڑے ہوئے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے
زیادہ اللہ سے ڈرتے والا سب سے زیادہ پکا اور سب
سے زیادہ نیک عمل والا ہوں اگر میری ہدی ہوتی تو جیسے تم
حلال ہو رہے ہو میں بھی حلال ہو جاتا اور جو بات بعد
میں کھلی اگر پہلے سے ہم جانتے تھے ہدی ہی نہ لاتے
لہذا حلال ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم حلال ہو گئے ہم نے آپ کا
حکم سنا اور بجا لائے۔ عطا فرماتے ہیں کہ حضرت
جابر نے کہا پھر حضرت علی اپنے دارالعمال سے آئے
تو حضور انور نے پوچھا تم نے کونسا احرام باندھا
ہے عرض کیا وہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے باندھا حضور نے فرمایا ہدی ذبح کرو۔ اور احرام
میں ٹھہرو۔ حضرت علی ہدی لائے تھے حضرت مراد بن
مالک بن جبشم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا یہ ہمارے اسی
سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے فرمایا ہمیشہ کے لیے
(مسلم)

۱۷ یعنی عمرہ کی طواف کے بغیر۔

۱۸ حضرت جابر کے قول کی تفسیر کرتے ہوئے کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ کھول دینے کا حکم فرمایا۔

۱۹ اور آپ نے عورتوں سے مخصوص محبت کرنا جائز قرار دیا۔

۲۰ کہ یہاں حدیث میں لفظ مذاکیر آیا ہے جو لفظ ذکر کی جمع ہے یعنی ذاکر کات کی جمع ہے۔ یہ جمع خلاف

قیاس ہے۔

۵۵ یعنی تشیل سے حقیقت کو دافع کرنے کے لیے ہاتھ سے اشارہ کر کے دیکھاتے تھے۔

۵۶ بعض نسخوں میں لفظ علی اللہ آیا ہے یعنی تم سب سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک اور متقی میں ہوں۔

۵۷ یعنی اگر میں یہ بات جان لیتا کہ تمہارا احرام سے باہر آنا تمہیں اس قدر شاق گنہگار تو میں حدی اپنے ساتھ چلا کر نہ لاتا

اور میں بھی احرام سے باہر آ جاتا۔

۵۸ اور احرام سے باہر آ جاؤ کہ فلائے تعالیٰ کا حکم ایسا ہی ہے۔

۵۹ یعنی ہم نے رضا و طاعت کے ساتھ آپ کا قول مبارک سنا۔

۶۰ یعنی میں سے تشریف لائے آپ میں لوگوں سے صدقات وصول کرنے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ یہاں حدیث میں

لفظ سبایۃ آیا ہے۔ یہ لفظ خراہ اور مایہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۶۱ یعنی حدی اپنے ساتھ لے کر چل اور حالت احرام میں ہی ٹھہرا رہا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔

۶۲ جیسا کہ نفل اول میں گزرا۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید بقر کے چار یا

پانچ دن گزر گئے تو کہ معظمہ میں داخل ہوئے اور

میرے پاس غصے کی حالت میں تشریف لائے میں نے

عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس نے غصے میں ڈالا۔

ملائے دوزخ میں ڈالے۔ فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں

کہ میں نے لوگوں کو ایک حکم دیا تو وہ اس میں تمہد کرتے

ہیں اور اگر بے شک میں پہلے سے وہ جانتا ہوں میں

جانا تو میں اپنے ساتھ صحنہ لانا۔ بلکہ یہاں سے ہی

قربانی فرماتا ہوں جیسے یہ لوگ احرام سے باہر آئے

میں بھی احرام سے باہر آ جاتا ہے۔

(مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ بَعِثَ

مَضْبِينَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ أَوْ تَحْمِشٍ

فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضَبَانٌ فَقُلْتُ

مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْخَلَهُ

اللَّهُ النَّارَ قَالَ أَوْ مَا شَعَرْتُ أَنَّي

أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا مِنْهُمْ

يَكْذَبُ دُونَ ذَلِكَ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ

أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سَقَتُ

الْهَدْيَ مَعِيَ حَتَّى اسْتَرَيْتُكُمْ

أَجَلًا كَمَا خَلُّوا-

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۶۳ یعنی میرے حکم کی بجا آوری میں یہ لوگ دیر اور توقف کر رہے تھے۔

۶۴ یعنی احرام کے بعد قربانی فرماتا۔

بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ وَالطَّوَافِ

مکہ میں داخل ہونے اور طواف کا باب

مصنف نے اس باب میں مکہ شریف میں داخل ہونے کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ کس طرف سے مکے میں داخل ہو۔ اور کس وقت مکہ داخل ہو پھر اس باب میں طواف کی کیفیت بھی ذکر کی گئی ہے۔ اور یہ بھی کہ حجر اسود کو چومنا لازم ہے۔ علاوہ انہیں اور بھی مسائل بیان کیے۔ کہ مکہ سے بنائے یعنی ہلاک کرنا، نقصان کرنا اس مقدس شہر کو کما سیتے کہتے ہیں کہ یہ شہر گناہوں کو ہلاک اور مٹاتی کر دیتا ہے اور اسے بھی ہلاک کر دیتا ہے جو اس شہر میں ظلم کرتا، اور الحاد و بے دینی پھیلاتا ہے۔ اسی شہر کا دوسرا نام بکہ ہے بکہ یکسے بناتے۔ بکہ یعنی کوٹنا ہے چونکہ یہ جاہل لوگوں کی گردنوں کو کوٹ دیتا ہے۔ اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں یا اس وجہ سے اس کا نام بکہ ہے کہ یہاں زبردست ہجوم کی وجہ سے لوگوں کی گردنیں پس جاتی ہیں یا اس وجہ سے اسے بکہ کہتے ہیں کہ یہ شہر لوگوں کو پس ڈالتا ہے یعنی سیاحت و مجاہدے کی وجہ سے لوگوں کی قوت نفس اور تیزی کو پس ڈالتا ہے۔ لفظ طواف کا معنی ہے کسی چیز کے ارد گرد گھومنا۔ پھر یہ لفظ خانہ کعبہ کے گرد گھومنے کے لیے ہی اکثر اور بیشتر استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کی تعظیم و بزرگی ہمیشہ بٹھاتا رہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

حضرت تافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی کہ منظرہ میں داخل نہ ہوتے مگر پہلے صبح تک مقام ذی طویٰ میں رات گزار دیتے یہاں تک کہ آپ غسل کرتے۔ نماز پڑھتے پھر دن کے وقت کہ منظرہ میں داخل ہوتے۔ اور جب کہ شریف سے واپس ہوتے تو ذی طویٰ سے گزرتے وہاں رات گزارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ تَافِعٍ قَالَ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْدُمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ يَذِي طَوًى حَتَّى يُصْبِحَ وَ يَغْتَسِلَ وَ يُصَلِّيَ فَيَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا وَ إِذَا نَفَرَ مِنْهَا مَرَّ يَذِي طَوًى وَ بَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ وَ يَذْكُرُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَ سَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ رُتْبَةً عَلَيْهِمْ

۱۷ ذی طوی کی زیر یا پیش اور زیر بھی آئی ہے مگر زبرد زیادہ صحیح زیادہ فصیح اور زیادہ مشہور ہے پھر یہ لفظ تنوین اور زبے تنوین بھی پڑھا گیا ہے یہ عرم شریف کے اندر مکہ معظمہ کے قریب عمرہ کے راستہ پر ایک جگہ ہے۔
۱۸ ظاہر یہ ہے کہ اس سے نماز نفل مراد ہے جو کہ اس مقدس مقام میں داخل ہونے کی عظمت کے لیے آپ پڑھتے تھے۔

۱۹ یعنی جس طرح حضرت ابن عمر مقام ذی طوی میں رات بسر کرتے غسل کرتے اور نماز پڑھتے تھے ایسا ہی حضور علیہ السلام کرتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں دن کے وقت داخل ہونا مستحب ہے تاکہ کعبہ شریف پر نگاہ پڑے اور وہاں بندہ دعا کرے اور اس پر عادت جاری ہے کہ لوگ جو بدھ سے آتے ہیں وہ سحری کے وقت خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں مگر سنت اول تحقیق کے مطابق ہے اور اگر چہ خانہ کعبہ میں سحری کے وقت داخل ہونے کا ذوق و حال کچھ اور ہی ہے مگر بیت اللہ شریف کی عظمت، حریت اور جلالت و بزرگی وقت چاشت میں زیادہ ظاہر و واضح معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیت اللہ شریف کی تعلیم و زندگی کو ہمیشہ بڑھاتا رہے۔ دن میں داخل ہوتے وقت خانہ کعبہ کی بزرگی کا احساس اہل ذوق کو محسوس ہوتا ہے واللہ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّا جَاءُوا إِلَى مَكَّةَ وَخَلَعْنَا مِنْ أَعْلَاهَا وَتَجَنَّبْنَا بَحْرَ مِنْ أَسْفَلِهَا - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ تشریف لاتے تو اس کے اوپر کے کپڑے اُسی میں داخل ہوتے تھے۔ اور اس کے نیچے کسے سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ اور یہ وہی ذی طوی کی جانب ہے۔ اور اسی جانب مکہ معظمہ کا قبرستان ہے جسے جنت المعلیٰ کہتے ہیں۔ معلیٰ میم کی زبردین ساکن اور لام مخفف کے ساتھ۔ عامۃ الناس اسے معلیٰ کہتے ہیں۔ یعنی میم کی پیش اور لام کی شد سے۔
۱۸ جو اس سے دوسری جانب ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاک کیا تو مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پہلا وہ کلام جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ آکر ابتداء کی یہ تھا کہ آپ نے وضو فرمایا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کیا پھر عمرہ نہ ہوا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ زُبَيْرٍ قَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ أَوَّلَ

مَشَى بَدْوَهُ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ عُمَرُو
ثُمَّ عُمَرُو ثُمَّ عُمَرَانُ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نے حج کیا تو پہلا وہ کام جس سے ابتداء کی یہ تھا کہ بیت اللہ کا
طواف کیا پھر عمرہ نہ ہوا پھر حضرت عمر نے پھر حضرت عثمان نے
بھی اسی طرح عمل کیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ آپ اکابر تابعین اور اُن میں سے ثقہ اور معتبر شخصیت ہیں حضرت مالک شہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ کے صاحبزادے
ہیں اور حضرت اسماء بنت ابوبکر کے بیٹے ہیں۔

۲۔ اس طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں۔

۳۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قیوں خلفاء مکہ شریف میں آتے تو پہلا کام جو کرتے وہ خانہ کعبہ کا طواف ہوتا
تھا اور وہ عمرہ بجا نہ لاتے تھے۔ یہاں بعض روایات میں لفظ ثم لم یکن غیرہ آیا ہے یعنی طواف کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا
بعض نے کہا کہ یہ دوسری روایت غلط ہے لیکن معنی صحیح ہے۔ واضح ہو کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مکہ معظمہ میں آنے کے بعد عمرہ کرتے تھے اور جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا ہوتا تھا وہ
اپنے احرام پر ہی قائم رہتا تھا۔ اور جو قربانی ساتھ نہیں لایا ہوتا تھا وہ احرام سے باہر آ جاتا تھا مگر یہ کہ عمرہ کی نفی سے عمرہ
کے ذریعے حج کو نسخ کرنا اور احرام سے باہر آنا مراد ہو۔ حضرت عمرہ نے یہ کلام کسی ایسے شخص کے رو میں کہا
جس نے یہ گمان کیا کہ حضور علیہ السلام نے حج کو عمرہ سے نسخ کیا تھا اور بیان فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے
قرآن پر باقی رہے ہاں وہ حضرات احرام سے باہر آ گئے، جو قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہیں لائے تھے انہیں
فرمایا کہ وہ احرام سے باہر آ جائیں اور عمرہ کے ساتھ حج کو نسخ کر دیں پھر حج کے لیے دوسرا احرام باندھیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ
أَوَّلَ مَا يَقْدُمُ سَعْيَ ثَلَاثَةِ أَطْوَافٍ
وَمَشَى أَرْبَعَةً ثُمَّ مَجَّدَ سَجْدَتَيْنِ
ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْدَةِ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کو
آجئے تو طواف کرتے اور تین چکروں میں تیز چلتے
اور چار میں درمیانی چال چلتے پھر دو رکعتیں
پڑھتے پھر صفا مروہ کا طواف فرماتے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یہ کل سات چکر بنتے ہیں ہر چکر کو شرط کہتے ہیں ارکان حج کے مسائل میں یہی لفظ شرط واقع ہوا ہے تاویس
میں فرمایا کہ نقباء کی ایک جماعت نے طواف کی بجائے اس لفظ کا اطلاق کر دیا ہونا ہے مگر اس کی وجہ بیان نہیں کی شاید
اس کی وجہ یہ ہو کہ لفظ طواف تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور لفظ شرط جاہلیت کا لفظ ہے جیسا کہ مدینہ طیبہ کے لیے

لفظ شرب کا اطلاق مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ رَمَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ
الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَ مَشَى
أَرْبَعًا وَ كَانَ يَسْعَى بِبَطْنِ الْمَسِيلِ
إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ابنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود
تک تین پکڑوں میں رمل فرمایا یعنی تیز چلے اور چار میں
معمولی رفتار سے اور جب مقامِ مروہ کا طواف کیا تو
نشیب داری میں دوڑتے تھے۔

(مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ إِنْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ
أَنَّ الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ مَشَى عَلَى
يَمِينِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَ مَشَى أَرْبَعًا -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ منظرہ تشریف لائے تو
حجر اسود کے پاس پہنچے اُسے چومنا پھر اس کی طہنی طرف چلے
تو تین پکڑوں میں رمل کیا اور چار میں معمول کی چال اختیار
کی۔

(مسلم)

لہ یعنی طواف کی ابتدا حجر اسود سے کہ۔

وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدْبِيِّ قَالَ
سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَاقِ
الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقْبِلُهُ -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے حجر اسود
کو چومنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے ہاتھ لگاتے اور
چومنے دیکھا۔

(بخاری)

لہ آپ تابعی ہیں اور ابن زبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں حجر اسود کو چومنے کے بارے میں ان سے یہ ایک

حدیث مروی ہے۔

۷ گزشتہ ایک روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہاتھ سے چومنے پر بھی چومنے کا اطلاق ہوتا ہے اور منہ سے
چومنا بھی آیا ہے گویا یہاں چومنے سے ہاتھ سے چومنا مراد ہے کیونکہ آگے چومنے کا ذکر آگے آیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَرَّ أَر
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ
مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا التُّرْكَيْنِ الْيَمَانَيْنِ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ
شریف کے دو دیوانی گوشوں کے سوا کسی اور چیز

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کو چوتھے نہیں دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

لہٰذا ان میں سے ایک حجر اسود والا کوہ اور دوسرا کوہ جو اُس کے بالمقابل ہے۔ یحییٰ اسی کوں کا نام ہے لیکن یہاں دونوں کو بطور تغیب یحییٰ کہہ دیتے ہیں۔ بیت اللہ شریف کے دو کوہ ہیں ایک عراقی و دوسرا شامی اور دونوں کو شامی کہتے ہیں۔ دونوں یحییٰ کو نے افضل ہیں کیونکہ یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنا اور بنیاد پر قائم ہیں اسی بنا پر ان دونوں کے چومنے کی تعمیل آئی ہے۔ حجر اسود والا کوہ سب سے افضل ہے۔ کیونکہ اس میں حجر اسود ہے اور اسی سے چوما جاتا ہے۔ اور رکن یحییٰ میں صرف چومنے پر کفایت کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکن یحییٰ کو چومنا ثابت نہیں ہے۔ چہرہ علماء اسی پر ہیں اور وہ شامی رکنوں کو چومنے میں کلام ہے۔ جس کا ذکر ہم نے فرج سفر سعادت میں کیا ہے۔ لفظ یحییٰ کی تصریح بھی شرح میں کر دی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف فرمایا۔ آپ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز کے ساتھ رکن کو چومتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الزُّكُنَّ بِحُجَجَةٍ.

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لہٰذا یعنی آپ حجر اسود کو اُس کڑی سے اشارہ کر کے کڑی کو چومتے تھے۔ یہاں حدیث میں لفظ یحییٰ آیا ہے ہم کی زیر ماساکن اور ہم کی زیر اسی کڑی جس کا سر آگے سے ٹیڑھا ہو جیسے ہاکی دیو۔

انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے آتے تھے تو اُسے اُس چیز سے اُس کی جانب اشارہ کرتے تھے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور نیز بھی کہتے تھے۔ (بخاری)

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ مُكَلَّمًا آتَى عَلَى الزُّكُنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ.

(رَدَاةُ الْبُخَارِيِّ)

لہٰذا یعنی وہ کڑی جو آپ کے دست مبارک میں تھی۔ لہٰذا اس حدیث میں اُس چیز کو بوسہ دینے کا ذکر نہیں۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور حجر اسود

وَعَنْ أَبِي الطَّفَيْلِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الزُّكُنَّ

بِیْحَجِّينَ مَعَهُ وَ يُقْبَلُ إِلَيْهِمْ حَجَّيْنِ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کہ اپنے ہاتھ کی کڑی سے چوستے تھے اور کڑی کو بھیٹے
چوستے تھے۔

۱۔ آپ صحابی ہیں اور وفات کے لحاظ سے سب سے آخری صحابی ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
خاص ساتھیوں اور پیروکاروں میں سے ہیں۔

۲۔ اس حدیث میں جہرا سود کو کڑی سے اور کڑی کو منہ سے چوستے کا ذکر ہے۔ گزشتہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ
آپ نے کڑی سے اشارہ فرمایا تھا۔ مختصر یہ کہ جس چیز کی استطاعت رکھتا ہو وہ کرے جو جہرا سود کو بوسہ دینے کی
طاعت رکھتا ہو تو وہ کرے یا ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کرے یا کڑی وغیرہ سے اُس کی جانب اشارہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
رفا نہ ہوئے اور حج کے سوا کسی چیز کا خیال بھی نہیں
کرتے تھے جب ہم مقام شرف میں پہنچے تو مجھے خون
حیض آنا شروع ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لے کر میں رو رہی تھی۔ فرمایا شاید تم مخصوص آیام
میں داخل ہو گئی ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا کہ
یہ تو وہ شے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیویوں
پر عذر فرمادی ہے تو جو کچھ حاجی کریں تم بھی کر لے
اس کے کہ طواف بیت اللہ نہ کرو یاں تک کہ

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا نَدْنَا كُودًا إِلَّا الْحَجَّزَ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفٍ
طَمِثْتُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَدَانَا أَبِي فَقَالَ لَعَلَّكَ
نَفِثْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذَاكَ
شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ
فَأَفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَائِضُ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوقِي
بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي۔
(مُسْلِمٌ عَلَيْهِ)

پاک ہو جاؤ۔ (مسلم بخاری)

۱۔ سرف سین کی زبردستی زیرا غریب فایہ ایک جگہ کا نام ہے جو کہ ایک منزل کہ سے دور ہے۔ اسی جگہ حضرت
نیمونہ رضی اللہ عنہا کا مرقہ مبارک ہے۔ آپ کا نکاح اور آپ کی شب زفات اور موت تینوں کام اتفاق سے اسی
جگہ ہوئے۔

۲۔ اس وجہ سے کہ مجھے یہاں حیض آنا شروع ہو گیا تب مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ شاید یہ میرے حج ادا کرنے
میں مانع نہ بن جائے۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ نفاس آیا ہے مگر یہاں نفاس سے حیض مراد ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت جو خون
آلب اسے نفاس کہتے ہیں اور وہاں لفظ نفست بھول استعمال ہوتا ہے۔

۱۷۷ لہذا آپ کو کوئی اندیشہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ غن حیض ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر کسی واسطے کے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دی گئی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ غن حیض کی ابتداء بنی اسرائیل کا عورتوں سے ہوئی اس میں مفصل گفتگو باب حیض میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اکس ج میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لیرالچ بنایا تھا یعنی حجة الوداع سے پہلے بقرہ کے دن مجھے ایک جماعت میں بھیجا جسے آپ نے حکم دیا کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ خبردار اس سال کے بعد کوئی کافر حج نہ کر سکے اور نہ کوئی نکاح طواف کرے۔

(بخاری و مسلم)

۱۷۸ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود تشریف لے گئے مگر مشتمل بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ جب حج فرض ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوں میں مصروفیت کی بناء پر خود حج کے لیے نہ جاسکے۔ بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنا کر بھیجا۔

۱۷۹ یہاں احتمال ہے کہ حدیث میں باقی لفظ امرہ میں ضمیر منصوب متصل حضرت ابو ہریرہ کی طرف لوثی ہو۔

۱۸۰ بلکہ حج مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص کر دیا گیا۔

۱۸۱ یہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ لوگ برہنہ طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ ان کپڑوں میں خدا سے تعالیٰ کی عبادت نہیں کریں گے جن سے ہم گتہا کرتے رہے ہیں۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت مہاجر کی لے سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بیت اللہ شریف کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہم لوگ حضور علیہ السلام

عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ قَالَ سَأَلَ جَابِرٌ عَنِ الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَجَّجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَكُنْ نَفْعَلُهُ۔

رَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ (کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تھے) (ترمذی۔ ابو داؤد)

لہ آپ تابعین میں سے ہیں۔

۱۔ یہاں لفظ نفلہ زن کے ساتھ آیا ہے۔ ایک روایت میں یا کے ساتھ بھی آیا ہے۔ زن کی صورت میں منیٰ یہ ہوگا کہ ہم ایسا نہیں کرتے تھے۔ یا کی صورت میں منیٰ یہ ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے۔ تینوں ائمہ کا مذہب یہی ہے۔ البتہ امام احمد نے فرمایا کہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے۔ اور کتاب خرقہ کی شرح میں جو امام احمد کے مذہب کی کتاب ہے۔ اس باب میں ایک حدیث روایت کی ہے۔ بعض رسائل میں جو مذہب حنفی میں لکھے گئے ہیں، مذکور ہے کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نگاہ پڑنے کے ساتھ دعا کرے۔ اور دعائیں ہاتھ اٹھانا دعا کا صحیح اور مناسب طریقہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کہ شریف میں داخل ہوئے تو حجر اسود کی طرف بڑھے اور اسے چاہا پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا پہاڑ پر گئے تو اس پر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ آپ غادہ کعبہ کو دیکھتے تھے اور آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے تو آپ اللہ کا ذکر کرتے تھے جتنا آپ نے چاہا اور آپ نے

دعا بھی کی۔ (ابو داؤد)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَأَقْبَلَ إِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ أَتَى الصَّفَا فَعَلَاهُ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللَّهَ مَا شَاءَ وَيَدْعُو۔

رَوَاہُ أَبُو دَاوُدَ

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غادہ کعبہ پر نظر ڈالتے وقت آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور دعا بھی فرمائی مگر گوشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ کام صفا پر چڑھنے کی حالت کے علاوہ دوسری حالت میں کیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ شریف کے گرد طواف کرنا نماز کی طرح ہے۔ مگر اتنی بات ہے کہ بے شک تم لوگ اس میں بات چیت کر سکتے ہو تو جو آدمی بحالت طواف کوئی بات کرے تو پتھر کی بات ہی کرے

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْطَوَا عَنْ حَوْلِ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنْكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ۔

اسے ترمذی نسائی اور طبری نے روایت کیا اور امام ترمذی نے

رَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَطَبْرِيُّ

وَالذَّارِعَاتُ وَذَكَرَ الْتَوْمِيذِي
جَمَاعَةً وَقَفُّوْا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

۱۷ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تم اس میں بات چیت کر سکتے ہو مگر نماز میں بات کرنے کی اجازت نہیں اس عبارت میں اس جانب اشارہ ہے کہ بات نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

۱۸ یعنی نیک بات ہی کرے اگرچہ لوگوں کے کلام کی جنس میں سے ہی ہو۔ اس حدیث سے یہ دلیل اخذ کی گئی ہے کہ حقیقتاً ہر اعتبار سے تشبیہ مراد نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ نماز میں شرط ہے۔ ائمہ کا مذہب یہی ہے مگر پوشیدہ نہ رہے کہ حقیقتاً ہر اعتبار سے تشبیہ مراد نہیں ہے۔ کپڑوں کی طہارت قبلہ شریف کی طرف رخ، قرأت، باقی ارکان کا اس میں اعتبار نہیں ہے۔ تاہم اخاف کے نزدیک با وضو ہونا افضل ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ نماز طواف سے افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے طواف افضل ہے کہ وہ ان کے لیے غنیمت ہے کیونکہ وہ کسی اور جگہ نہیں ہو سکتا۔

۱۹ اور کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگی واللہ اعلم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ
الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ
أَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ
خَطَايَا بَنِي آدَمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
راتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
حجر اسود جنت سے اس حالت میں اتر ا تھا کہ وہ دودھ
سے زیادہ سفید تھا اُسے آدمیوں کے گناہوں نے
سیاہ کر دیا۔

وَدَعَا أَحْمَدُ وَالتَّوْمِيذِي
قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح
ہے۔

۲۰ علامہ کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان کا امتحان مراد ہے اگر کامل الایمان ہے تو وہ اسے بلا تردد اور
بلا تاویل قبول کرے گا۔ اور اگر ضعیف الایمان ہوگا تو اسے اس میں تردد رہے گا۔ اور کافر انکار کرے گا۔ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ
اس حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو دلیل قاطعہ کی مخالفت اور ناممکن ہو۔ تاکہ تاویل کی ضرورت پیش آئے اور الفاظ کا معنی
ظاہر سے پھیرا جائے۔ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ ہم واضح دلائل سے جانتے ہیں کہ بہشت اور جہنم کچھ اُس میں ہے،
سب حقیقتاً اُن چیزوں سے بالکل الگ ہے جو اس دنیا فانی میں پیدا کی گئی ہیں اور دنیا کی چیزیں اور آخرت کی چیزوں کی
خاصیتیں اور لوازمات بالکل الگ الگ ہیں کہ دنیا کی چیزیں زوال و فنا اور آفات میں گھری ہوئی ہیں۔ اور اس پتھر کو

بھی بہت سی آفات پہنچی ہیں۔ یہاں تک کہ قرامطہ اور ملاحدہ کے ہاتھوں سے ٹٹ گیا۔ ابھی تک اُس ٹٹنے کا اثر اس میں باقی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں اترنے کے بعد اس پتھر کے حالات میں تغیر و تبدل پیدا ہوا ہو جس کا آدم علیہ السلام میں بھی تبدیلی واقع ہوئی کہ دنیا میں آکر آپ کو بھوک اور پیاس گھنے لگی، دوسرے عوارض بھی لاحق ہونے لگے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس پتھر کے جنت سے آنے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں یمن ہرکت اور شرف و کرامت اس قدر زیادہ ہے کہ گویا یہ جنت کی چیز ہے اور وہاں سے آیا ہوا ہے اور اس کے مفید ہونے پھر لوگوں کے گناہوں سے سیاہ ہو جانے سے اس امر کی جانب تنبیہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے گناہوں سے عبرت پکڑیں کہ جب گناہ پتھر میں اثر کر سکتے ہیں تو دونوں میں وہ کیوں اثر نہ کریں گے۔ اس بارے میں اگر کسی کو تردد و شک ہو اور تاویل کی ضرورت محسوس کرے تو یہ اُس کی ظلمت باطن اور حیلہ نفس ہے۔ راہ راست یہ ہے کہ اس کے ظاہر پر ایمان لائیں۔ اور اس کی حقیقت کو عظیم الہی کے حوالے کریں اور یوں کہیں کہ ان اللہ علی کل شیء قدير عزلی شرح میں اس سے زیادہ وضاحت و تفصیل سے سیر حاصل فرمائی گئی ہے۔

فائدہ :-

لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ حجر اسود میں ابھی تک کچھ نہ کچھ سفیدی موجود ہے۔ جب سفیدی بالکل ختم ہو جائے گی تو قیامت آجائے گی یا قیامت نزدیک آجائے گی۔ یہ فقیر حقیر اس بات میں متحیر تھا کہ اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں تو تاریخ کہ میں جو فارسی زبان میں تصنیف کی گئی ہے، کہا گیا ہے کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حجر اسود میں ایک چھوٹا سا سفید چمک دار نقطہ اب تک موجود ہے حضرت ابن حجر یا پھر اناسی جبری ۷۸۵ھ میں ہوئے ہیں اور فقیر سلیمان عقلانی نے اپنے مناسک میں فرمایا کہ میں نے حجر اسود میں تین جگہ سفیدی دیکھی ہے اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سفیدی ہر وقت کم سے کم تر ہوتی چلی گئی یہ بزرگ ۷۸۵ھ جبری میں ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفِي
الْحَجَرِ وَاللَّهُ لَيَبْعَثَنَّهُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا
وَلِسَانٌ يُنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ
عَلَى مَنْ اسْتَلَمَهُ بِحَقِّهِ
رَدَّاهُ الْتَوَمِدِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَالذَّارِمِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے
معلق کر لیا اللہ کی قسم رب تعالیٰ اسے اس طرح اٹھا لے
گا کہ اس کی فٹو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتا
ہوگا، ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولتا ہوگا
ایمان کے ساتھ چھٹے مالوں کی گواہی دے گا۔

ترمذی - ابن ماجہ

دارمی

۱۷ یعنی اُس کی شان میں۔

۱۸ جن کے ساتھ وہ میکے کا اور حنبلی نے اُسے چاہوگا انہیں پہچانے گا۔

۱۹ احسان کا محافظ و نگہبان بنے گا۔ یہاں حدیث میں لفظ حق آیا ہے یعنی جو ایمان پر ہوگا اور صدق و یقین سے

اُسے چوسے گا۔ یہ حدیث بھی ظاہر پر عمل ہے کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ پتھر میں بھی دیکھنے اور بوسنے کی طاقت پیدا کر سکتا ہے مگر جن لوگوں کے دلوں میں کجی اور فلسفے کا اثر ہے وہ اس کی تاویل کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ چوسنے والے کے ثواب کے ثبوت اور اجر و سعی کے منافع نہ ہونے سے کنایہ ہے۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ظن غالب یہی ہے کہ مراد یہی تاویلی معنی ہے۔ اگرچہ ظاہری معنی بھی ناممکن نہیں مگر علامہ بیضاوی کے اس قسم کے کلام پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں کہ اُن کے مزاج میں ہی قرآن مجید کی تفسیر اور احادیث کی شرح میں تاویل و تفسیت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے درگزر فرمائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رکن اشود اور مقام ابراہیم جنت کے یا قوتوں میں سے یا قوت ہیں جن کی روٹی اللہ تعالیٰ نے چھپالی ہے۔ اگر ان کی روشنی نہ چھپاتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان کو جگہ دیتے۔

(ترمذی)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْوُكُنَّ
وَالْمَقَامَ يَا قُوتَتَانِ مِنْ تِاقُوتِ
الْجَنَّةِ طَمَسَ اللَّهُ نُورَهُمَا وَلَوَّاهُ
يَطْمِسُ نُورَهُمَا لَا ضَاءَ مَا بَيْنَ
الشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۱۷ یعنی جہاں اور مقام سے مقام ابراہیم مراد ہے اور وہ ایک پتھر ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے اثر کا نشان ہے۔ یا قوت مشہور موتی کا نام ہے۔

۱۸ یعنی تمام دنیا گریا ان کے نور کے چھپانے میں حکمت یہ ہے تاکہ ایمان بالغیب قائم رہے۔ اس صورت میں ایمان کا امتحان بھی ہے۔

۱۹ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی اسے روایت کیا ہے۔

حضرت حمید بن عمار سے روایت ہے کہ بے شک ابن عمر رضی اللہ عنہ دو رکعتوں پر اس قدر بھیڑ میں گھس جاتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

وَعَنْ حَمِيدِ بْنِ عَمْرِو
أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَذْأَحِمُ
عَلَى السُّكُنَيْنِ نِزَاحًا مَا رَأَيْتُ

أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُزَاحِمُهُ عَلَيْهِ قَالَ إِنْ أَفْعَلُ
فَلَرِّنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ
مَسَحَ هُمَا كَفَّارَةً لِلْخَطَايَا وَ
سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ طَافَ بِهَذَا
الْبَيْتِ أُسْبُوعًا فَأَحْصَاهُ كَانَ
كَعِثْرِ رَقَبَةٍ وَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ
لَا يَضَعُ قَدَمًا وَلَا يَرْفَعُ أُخْرَى
إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً
وَكُتِبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱۷۔ یہ دونوں لفظ یعنی عبید و عبیر اسم تصغیر ہیں۔ حضرت عبید بن جراح اور ثقیف لوگوں میں سے ہیں زمانہ نبوت میں آپ پیدا ہو چکے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے حضور علیہ السلام کو دیکھا بھی تھا۔ واللہ اعلم۔

۱۸۔ اور اس کے منکر نہ بنو۔ کیونکہ میرے پاس اس کے لیے دلیل موجود ہے۔ وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی حدیث کا اگلا مضمون میں نے خود حضور سے سنا ہے۔

۳۔ یعنی واجبات سنتوں اور آداب کی حفاظت کرتا ہے۔

لکھ یعنی ہر قدم پر ایک گناہ کم ہوتا ہے اور ایک نیکی بھی جاتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا بَيْنَ
الزُّكْنَيْنِ رَأْيَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ - (رَدَّاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن السائب پنجمائے غم سے روایات
ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو
رکنوں کے درمیان درکن عیانی درکن البصیر وید و باطل سے
ہم سے سنا یعنی ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة
حسنة وقنا عذاب النار

رابطہ دار

اسے علامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کی حالت میں سوائے اس دعا کے اور کوئی دعا کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں دوسری دعائیں جو لوگ پڑھتے ہیں وہ صحابہ تابعین اور سلف صالحین سے مروی ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ
قَالَتْ أَخْبَرَتْنِي بِنْتُ أَبِي نُجْرَاءَ
قَالَتْ دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِنْ
قُرَيْشٍ دَارَ آلِ أَبِي حُسَيْنٍ
تَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُسْعَى
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَرَأَيْتُهُ
يُسْعَى وَإِنَّ مِيزَرًا لِبَدَاوَرٍ
مِنْ شِدَّةِ الشَّعْيِ وَسَمِعْتُهُ
يَقُولُ اشْعَوْا فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ
عَلَيْكُمْ الشَّعْيَ۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں مجھے ابو نجر آؤ کی بیٹی نے خبر دی کہ میں چند قریشی عورتوں کے ساتھ ابو حسین کے فامان کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے گئی۔ جبکہ آپ مقامہ کے درمیان سعی کر رہے تھے میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا تہہ ہند شریف تیز دوڑتے ہوئے کے باعث گردش کر رہا تھا اور میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ لوگو سعی کرو کہ بے شک اللہ تمہارے تم پر سعی واجب کر دیا ہے۔

رَوَاهُ رِقُّ شَوْحِ السَّنَةِ
وَرَوَاهُ أَحْمَدُ مَعَ اخْتِلَافٍ
سے روایت کیا۔

اسے بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ بعض کہتے ہیں نہیں دیکھا تھا اور محدث ابن حبان نے کتاب ثقات میں تابعین میں لکھا ہے۔ آپ صفیہ بنت شیبہ بن عثمان بن طلحہ بخاری ہیں۔ خانہ کعبہ کی پابی جن کے ہاتھ میں تھی۔
اسے تاکی پیش جیم ساکن راکی زبر بعض نسخوں میں یہاں الف کی بجائے ہمزہ آیا ہے۔
اسے یہاں حدیث میں تہہ بند کے لیے لفظ میسر آیا ہے۔ جیم کی زیر سے لاف دلف کے معنی ہیں ہی آئندہ وہ لباس جو نیچے والے کپڑوں کے اوپر پہتا ہوا اس جگہ میں مراد ہے۔

اسکے امام ایک۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک کسی کرنا فرض ہے۔ احاث کے نزدیک واجب ہے۔ بعض اسے نفل قرار دیتے ہیں۔ اس آیت کے ظاہر الفاظ کو دیکھئے یعنی فلا جناح علیہ ان یطوف بہما ترجمہ۔ حاجی کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف بھی کرے۔

یہ یعنی کتاب شرح سنتہ میں اس حدیث کو ان لفظوں سے روایت کیا جو یہاں گور سے ہیں اور امام احمد سے جو روایت آئی ہے اس کے الفاظ اس حدیث سے کچھ مختلف ہیں۔

حضرت قدامہ بن عبد اللہ بن عمار فرماتے ہیں میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منامرہ کے درمیان
اونٹ پر سہی کرتے دیکھا۔ جس میں نہ اونٹ کا مارنا
پینا نہ گولوں کو ہٹانا نہ ہٹو پھوڑنا۔

(شرح سنہ)

وَعَنْ قَدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَقَّارٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرٍ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ -

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ)

۱۰ قدامہ کات کی پیش و ساکن آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں کہ شریف میں ہی رہائش پذیر رہے وہاں سے ہجرت نہ کی۔
۱۱ یعنی آپ کی سہی کے دوران نہ تو راستہ صاف کرنے کے لیے کسی کو مارا گیا نہ کسی کو دور کیا گیا۔ اور نہ کسی کو ہٹایا گیا
جس طرح کہ بادشاہوں اور حاکموں کے لیے کیا جاتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن ابراہیم سے روایت ہے فرماتے ہیں۔
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز چادر
پنل سے لٹکائے ہوئے بیت اللہ شریف کا طواف
کیا۔

(ترمذی - ابوداؤد - ابن ماجہ)

عاری

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ اِبْرَاهِيمَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ أَخْضَرٍ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ قَالُوا رِيًّا -
لہ یا کی زبر سین ساکن۔

۱۲ ہمزہ کی پیش میم کی زبر یا کی شد آپ صحابی ہیں قریش کے حلیف ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے جنگ خین
طائف اور تبوک میں شامل ہوئے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے نجران کے حاکم تھے۔

۱۳ یہاں حدیث میں لفظ مضطبعاً آیا ہے جس کا معنی ہے چادر مائیں قبل کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسباب کے
معاہدے مقام جہارہ سے غزوہ کیا تو بیت اللہ شریف
کا تین بار رمل کیا۔ اور اپنی چادروں کو اپنی
پلوں کے نیچے سے یا پھر انہیں اپنے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاصَّابَهُ اعْتَمَرُوا مِنَ الْبَيْتِ أَنْهَ
قَرَمَلُوا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا ثُمَّ جَعَلُوا
أَرْدِيَّتَهُمْ تَحْتَ أَبْطَاطِهِمْ ثُمَّ

قَدْ قُوَّهَا عَلَى عَوَائِقِهِمُ الْيُسْرَى -
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(ابوداؤد)

۱۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمرہ کرنے کے بیان میں پیچھے مذکور ہوا۔
۲۔ جو کہ اضطباع کا معنی ہے۔ مشورہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوار نہ سے رات میں ہی مکہ تشریف لائے اور رات کو ہی واپس تشریف لے گئے کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عمرہ کسی دوسرے وقت میں کیا ہو گا۔
لاوی اس کی روایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے رکن یمانی اور رکن اسود کا چومنا سہولت یا دشواری میں کبھی نہ چھوڑا۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں چومتے دیکھا (بخاری و مسلم)

ان کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت نافع فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کو اپنا ہاتھ لگاتے پھر ہاتھ چوم لیتے اور فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے دیکھا اس وقت سے کبھی نہیں چھوڑا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس میں عرض کی کہ بے شک میں بیمار ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کرے۔ تو میں نے سوار ہو کر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا تَوَكَّنَا اسْتِلامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رُخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لَهَا قَالَ نَافِعٌ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَبَلَ يَدَهُ وَقَالَ مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ -

۱۔ یعنی ہجوم و غلو میں کبھی ان کو چومنا ترک نہ کیا۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ شَكُوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَشْتَكِي فَقَالَ طَوِّفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطَفْتُ وَرَسُولُ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ
بِالنُّطُورِ وَكِتَابٌ مَسْطُورٌ -

رُتِّفَقَ عَلَيْهِ

طواف کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاد کعبہ
کی ایک جانب نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز میں
سورۃ فاتحہ کتابِ منشور پڑھ رہے۔

(بخاری و مسلم)

اے کہ پیدل چل کر طواف نہیں کر سکتی۔ یہاں حدیث میں لفظ شکوت آیا ہے۔ جو لفظ شکوئی و شکایت سے نکلا ہے۔
بمعنی گلہ کرنا۔ بیمار ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مگر حقیقت یہ دہرا معنی ہی پیچھے معنی کی جانب ہی رجوع کرتا ہے۔ گیا بیماری میں
بیمار عنواپنی بیماری کے حال کی شکایت کرتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشِ بْنِ رَجِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَيْتُ
قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يَقْبِلُ الْحَجَرَ
وَيَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَتَشْكُ
حَجْرًا مَّا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَا
أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِلُ
مَا قَبِلْتَكَ -

رُتِّفَقَ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ بن رجبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ
حجرِ اسود کو چوم رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں۔
بے شک میں جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہے کسی کو
نفع نقصان نہیں دے سکتا۔ اور اگر میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے دیکھا
ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

(بخاری و مسلم)

اے عائشہ عین ہمدہ! کسورہ آخر میں سینہ بعض علماء ان کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ بعض تابعین میں اکثر اسی پر ہیں کہ
آپ تابعین میں سے ہیں۔

۱۷ یعنی دنیا میں ظاہر ایک پتھر ہے۔ کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۱۸ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ لوگ تیرا اور پتھروں کی پوجہ چھوڑ کر ابجائے نئے مسلمان ہو گئے تھے اس لیے
اس امر کا اندیشہ تھا کہ اسی پتھر کی عبادت کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود
کو یہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المؤمنین یہ لفظ نہ کہیں کہ پتھر باذن اللہ تعالیٰ لوگوں کو کلع نقصان دیتا ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ كُلُّ يَمٍ سَبْعُونَ مَلَكًا
يَعْنِي التُّكُنَّ الْيَمَانِيَّ فَمَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس
پر یعنی رکنِ یمن پر ستر ہشتے مقرر کیے گئے ہیں تو جو
شخص یہ دعا پڑھتا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت

قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ
وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ
فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ قَالُوا آمِينَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

میں مغفرت مانگتا ہوں۔ سب سے سب میں دنیا
میں حسنہ عطا فرما اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور
میں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا تو وہ
سرفرشتے اس دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہتے
ہیں۔

(ابن ماجہ)

اے جب رکن یمانی کی یہ فضیلت ہے تو اس سے رکن اسود (حجر اسود) کی فضیلت خود بخود ثابت ہو گئی بلکہ اس سے زیادہ
ثابت ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ فضیلت و خاصیت رکن یمانی سے خاص ہو اور رکن اسود کے اور فضائل ہوں جو اس سے بھی
اعظم و اہل اور زیادہ ہوں۔

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَافَ
بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا
بِسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مُجِئَتْ
عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ تُكَتَبُ لَهُ
عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَ رُفِعَ لَهُ عَشْرُ
دَرَجَاتٍ وَ مَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ
وَهُوَ فِي تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِي
الرَّحْمَةِ بِرَجُلَيْهِ كَخَاتِئِغِ
الْمَاءِ بِرَجُلَيْهِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
بیت اللہ شریف کا طواف سات چکر کرے۔ اور
اس کے سوا اور بات چیت نہ کرے کہ اللہ پاک
ہے اللہ کی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا نہ طاقت ہے نہ قوت
تو اس کے دس گنا، شاید یہ جائیں گے اور اس
کے یہ دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس
درجے بلند ہوں گے۔ اور جو شخص طواف کرے
اور ساتھ باتیں بھی کرے تو رحمت میں اپنے
دونوں پاؤں سے ایسے گھس جائے گا جیسے
پانی میں پاؤں سے گھس جاتا ہے۔

(ابن ماجہ)

اے یعنی اپنی کلمات کو پڑھے۔

اے علامہ لمبہبی نے اس حدیث کے معنی میں یہی تقریر کی ہے۔ بندہ ضعیف اللہ اسے محفوظ رکھے کہتا ہے کہ دل میں
یہ بات آتی ہے کہ اگر گفتگو کرے بھی تو لوگوں جیسی گفتگو کرے، تبسح، تحمید، تہلیل اور تجکیر نہ کہے کیونکہ یہ الفاظ ولایت تکلم

الاسمان اللہ کے مقابلے میں آئے ہیں۔ تو اس کام کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے کہ یہ شخص اُس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو دیائے رحمت میں دونوں پاؤں سے داخل ہو جائے۔ اور بدن کے پچھلے حصے تک اللہ کی رحمت پہنچ جائے اُس کے اوپر کے حصے تک رحمت نہ پہنچے۔ کیونکہ وہ غیر خدا کے ذکر میں مشغول ہوا۔ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو سر تا پا نیچے سے اوپر تک اللہ کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اسے سمجھو اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے۔

بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں کھڑے ہونے کا باب

داخل ہونے کے عرفات میں کھڑا ہونا حج کے دو رکنوں میں ایک رکن ہے۔ یہ رکن عظیم ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ کہ حج عرفہ ہی ہے۔ عرفہ مخصوص مکان کا نام ہے تاہم زمانے کے بدلے جو کہ عرفہ کا دن ہے بھی آتا ہے۔ لیکن بصورت جمع یعنی لفظ عرفات صرف مکان کے بدلے آتا ہے اور شاید کہ جمع اس وجہ سے آتا ہو کہ جہاں کھڑے ہوتے ہیں اُس کے اطراف و اکناف اور مختلف جگہوں میں کھڑے ہونے کی وجہ سے ہذا اس جگہ کو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے اترنے کے بعد اسی جگہ حضرت آدم و حوا کا تعارف ہوا تھا۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اس مقام میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارکان حج کی تعلیم دی تھی اور فرمایا تھا آپ نے پہچان لیا ہے اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہاں میں نے پہچان لیا ہے یا اس جگہ کو اس لیے عرفات کہتے ہیں کہ یہ جگہ معظّم اور مشہور ہے۔ گویا پہچان ہونے سے پہلے ہی یہ پہچانی ہوئی جگہ ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ اس کو عرفات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بندے اللہ تعالیٰ سے اپنی عبادتوں سے جان پہچان پیدا کرتے، اور دعائیں کرتے ہیں اگرچہ یہ معنی اس جگہ اور دوسری جگہوں کے لیے مشترک ہے لیکن یہ ایک عظیم ترین جگہ ہے کہ زمین کی کوئی اور جگہ اس کے برابر و مساوی نہیں ہو سکتی اس لیے اس جگہ کا نام عرفات رکھ دیا گیا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ان وجوہات کے اعتبار سے یہ لفظ معرفت سے مشتق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ عرفت عین کی زبردست کن سے مشتق ہے۔ اس لفظ کا زیادہ استعمال عربوں کے لیے آتا ہے اور جبکہ نئی شریف میں جانوروں کے ذبح ہونے کی بنا پر گندی بو پھلتی ہے تو اُس کے مقابل جگہ یعنی عرفات کو عرفہ کہتے ہیں کیونکہ وہ نئی جیسی بو سے پاک اور خالی ہے۔ پھر عرفہ میں کھڑا ہونا اس سے عبارت ہے۔ کہ انسان وادی عرفات میں کھڑا ہو اگرچہ ایک گھڑی کے لیے اگرچہ نیند کی حالت میں ایک گھڑی کھڑا ہو۔ جو شخص ایک گھڑی کے لیے بھی یہاں کھڑا ہوا وہ حاجی ہو گیا اُس کے بعد طواف ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ
مَالِكٍ وَ هُمَا غَادِيَانِ مِنْ مَنَى
إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ
فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
كَانَ يُهْدَى مِنَّا الْمُهَلُّ فَلَا يُتَكْرَرُ
عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا
فَلَا يُتَكْرَرُ عَلَيْهِ -
(رُتَقْتُ عَلَيْهِ)

حضرت محمد بن ابوبکر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
ہے انہوں نے منیٰ سے عرفہ جاتے ہوئے حضرت
انس بن مالک سے پوچھا کہ آپ حضرات اس دن میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا کرتے تھے
وہ کہنے لگے کہ ہم میں تلبیہ کہنے والا لبیک کہتا
تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا اور
ہم میں سے تکبیر کہنے والا اللہ اکبر کہتا تھا
اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ آپ تلبہ تاہی میں۔

۲۔ یعنی صبح کے وقت عرفات کی طرف جاتے ہوئے۔

۳۔ یعنی یہ لازم نہ تھا کہ تلبیہ ہی کہیں اگر تلبیہ کہیں تو بھی جائز ہے۔ لیکن علماء نے کہا ہے کہ تکبیر کہنا نہایت ہی سنت
یہ ہے کہ تکبیر کہیں ہوئے کے دن ماجروں کے لیے تکبیر کہنا سنت نہیں ہے۔ سنت یہ ہے کہ عمرہ العقبہ کی رومی تک تلبیہ کہیں
تکبیر کہنا نمازوں کے بعد سنت ہے چاہے حاجی ہو یا غیر حاجی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے یہاں
قربانی کر لی ہے مگر سارا منیٰ ہی قربان گاہ ہے لہذا
اپنی منزلوں میں قربانی کر سکتے ہیں اور ہم نے یہاں
قیام فرمایا ہے مگر سارا عرفہ ہی قیام گاہ ہے اور ہم
نے یہاں وقوف کیا ہے مگر سارا مزدلفہ ہی ہے مگر سارا منیٰ ہی ہے
کا جگر ہے۔

(مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ نَحَرْتُ هَهُنَا وَمِنَى كُلُّهَا
مَنْحَرٌ فَأَنْحَرُوا لِي رِجَائِكُمْ
وَوَقِفْتُ هَهُنَا وَ عَرَفَةَ كُلُّهَا
مَوْقِفٌ وَوَقِفْتُ هَهُنَا وَجَمْعُ
كُلِّهَا مَوْقِفٌ -

(رواہ مسلم)

۱۔ یہاں منیٰ کی جگہوں میں سے مین جگہ کی طرف اشارہ ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کی اب بھی وہ جگہ معلوم و معروف ہے کہ اُسے منیٰ کہتے ہیں۔ یہاں تبرگہ ایک عمارت بنا دی گئی ہے۔
۲۔ ورنہ سالہ مقام قربانی کی جگہ ہے۔

۳۔ جہاں تمہارا سامان وغیرہ پڑا ہوا ہے یہ بات آپ نے منیٰ کے بارے میں فرمائی۔ عرفات کے بارے میں آگے فرمایا۔

۴۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں جیم کی زبر سے اس بناء پر کہ یہاں حضرت آدم و حوا جمع ہوئے تھے۔ یہ لفظ از دلف سے نکلا ہے جس کے معنی قرب اور جمع ہونے کے بھی آتے ہیں۔

۵۔ اس میں شک نہیں کہ وہ جگہ جہاں حضور علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے سب سے افضل و اشرف ہے مگر کھڑا ہونا ہر جگہ جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا رَوَايَتُ هِيَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ
أَنْ يُعْتَقَ اللَّهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ
النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَ إِنَّهُ
لَيَسْدُنُوا ثُمَّ يُبَاهِي بِهِ الْمَلَائِكَةُ
فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هَذَا
(رداء المسليم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
کہ جاتی ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا عرفہ سے بڑھ کر ایسا کوئی دن نہیں جس میں
اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے بندوں کو آگ سے آزاد
کرے اُس دن بہت ہی قریب ہوتا ہے پھر اُس سے
فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ
کیا چاہتے ہیں۔

(مسلم)

۱۔ یعنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔

۲۔ یعنی لفظ استغفار سے تعجب کرتا ہے تاکہ فرشتے اولاد آدم کی فضیلت کا اعتراف کریں۔ اور اپنے اعتراض سے
جواہروں نے ان پر کیا تھا نادم و پشیمان ہوں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ صَفْوَانَ عَنْ خَالِ كَثْرَةَ
بَقَالُ لَهُ يَزِيدُ بْنُ شَيْبَانَ

حضرت عمرو بن عبد اللہ بن صفوان سے روایت ہے
وہ اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں جنہیں یزید
بن شیبان کہا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں ہم لگ عرفات میں

قَالَ كُنَّا فِي مَوْقِفٍ لَّنَا بِعَوْفَةَ
يُبَاعِدُهَا عَنْوُو مِنَّا مَوْقِفِ
الْإِمَامِ جَدًّا فَأَتَانَا ابْنُ مَرْبِعٍ
الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَيْكُمْ يَقُولُ لَكُمْ قِفُوا عَلَى
مَشَارِعِكُمْ فَأَتَكُمْ عَلَى رَأْسِ
مِن رَأْسِ أَبِيكُمْ رَابِعًا هَيْمًا
عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اپنی منزل تک میں تھے۔ عمرو نے فرمایا کہ وہ جگہ
امام کی جگہ سے بہت دور تھی تو
ہمارے پاس ابن مریج انصاری آئے
اور بوسے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا تمہاری طرف قاصد ہوں۔ حضور
علیہ السلام تم سے فرماتے ہیں کہ لوگو اپنی
جگہ ٹھہرے رہو تم لوگ اپنے والد ابراہیم
علیہ السلام کی وراثت پر ہو۔

ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی
ابن ماجہ

رَدَاةُ الْمَذْمُونِ وَ ابْنُ مَرْبِعٍ
وَالنَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَرْبِعٍ

۱۷۔ آپ ترشی تابعی ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں شمار کیا۔

۱۸۔ یہ یزید بن شیبان صحابی ہیں۔

۱۹۔ جو کہ زمانہ جاہلیت میں قدیم عرصہ سے ہمارے آباد و آباد کی طرف سے میراث چلی آرہی تھی۔ لوگ اُس جگہ میں
کھڑے ہوتے تھے۔

۲۰۔ یعنی عمر بن عبداللہ نے امام کے موقف سے اپنے موقف کو بہت دور بیان کیا۔

۲۱۔ مریج مہم کی زیر راساکن باکی زبر سے ان کا نام زید ہے یا یزید یا عبداللہ ہے۔

۲۲۔ حدیث کا حاصل معنی یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں کے ہر قبیلے کی عرفات میں کھڑے ہونے کی جگہ معین
اور الگ تھی کہ ہر قبیلہ اپنی اپنی جگہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ یزید بن شیبان کے قبیلے کی جائے وقوف حضور علیہ السلام کی
کھڑے ہونے کی جگہ سے بہت دور تھی اور آپ امام کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ انہوں نے چاہا کہ حضور علیہ السلام
کے قریب کھڑے ہوں یا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرست بالٹنی سے خود جان لیا ہو گا کہ وہ یہ چاہتے ہیں
تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو جنہیں ابن مریج کہتے تھے، اُن کے پاس بھیجا کہ اپنی اپنی پرانی جگہوں پر ہی
کھڑے رہو جہاں تمہارے باپ دادا کھڑے ہوتے تھے اور جو اُن کی مخصوص جگہیں تھیں۔ اُن سے دوسری جگہ نہ کھڑے
ہو کیونکہ میدان عرفات سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے۔ امام سے دور ہونے یا نزدیک ہونے سے کوئی فرق نہیں
پڑتا آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اُن کے آپس کے درمیان کوئی تنازعہ یا مخالفت نہ اٹھ کھڑی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارا عرفہ ٹھہرنے
 کی جگہ ہے اور سارا منی قربانی کا ہے اور سارا عرفہ قیام کا
 ہے۔ اور کہ معظّمہ کی ہر شے راستہ اور
 جائے قربانی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 كُلُّ عَرَفَةٍ مَوْقِفٌ وَكُلُّ مَنَى
 مَنَحَرٌ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ
 وَكُلُّ نَجَاجٍ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَ
 مَنَحَوٌّ۔

(البعاء دہارمی)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ نجاج آیا ہے ناکی زیر سے حج کی جمع یعنی دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستہ یعنی جس
 راستے سے بھی کہ شریف میں داخل ہوں درست ہے اور کہ معظّمہ میں جس جگہ بھی قربانی کریں جائز ہے۔ چاہیے تو یہ کہ قربانی
 حرم کے اندر ہو کیونکہ کہ شریف حرم ہے لیکن منی میں ذبح کرنا ایک عادت بن چکی ہے۔ اور اس بنا پر بھی منی میں ذبح کرتے ہیں
 کہ حاجی لوگ دسویں خدائے کو منی میں ہوتے ہیں تو وہیں قربانی کر لیتے ہیں اور بعد ہی شکر تمتع اور تہجد وغیرہ کی قربانی اگر کہ میں کر لیں
 تو کوئی حرج نہیں حرم کی تمام جگہیں اصل جواز کے لحاظ سے برابر ہیں۔ ان میں سے کسی جگہ بھی قربانی کرنے سے حاجی قربانی کی
 ذمہ داری پوری کر دیتا ہے۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں ٹھہرے اور جہاں قربانی کی اور جس راستے سے چلے اُس کی
 نفیست اپنی جگہ باقی ہے۔ جیسا کہ معنی نہیں۔

حضرت خالد بن برمّہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
 آپ عرفہ کے دن اپنے دونوں رکابوں میں کھڑے
 ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔

(ابو داؤد)

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ بَرْمَةَ
 قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ
 عَلَى بَعِيرٍ قَائِمًا فِي الرِّكَابَيْنِ۔
 (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ ہر وہ ہاکی زبرد ساکن اور نہ۔

۲۔ یعنی میدان عرفات میں ساری پرانوں کی رکابوں میں پاؤں رکھے ہوئے بحالت قیام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ
 اس طرح اس لیے خطبہ دے رہے تھے تاکہ آپ لوگوں سے بلند ہو جائیں اور کلام میں قوت پیدا ہو جائے۔ اس طرح دور نزدیک
 والے سب لوگ سن لیں گے۔

حضرت عمرو بن شیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اپنے
 داماد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شَيْبَةَ عَنْ
 أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ
وَحَيْثُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ
مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دعا عرفہ کے
دن کی دعا ہے اور یہ بہترین دعا اور ذکر ہے جو
میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کیا۔ اور وہ
یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ لا الملک ولا الحمد وهو علی کل شیء
قدیر۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى مَالِكٌ
عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ إِلَى
قَوْلِهِ (لَا شَرِيكَ لَهُ)

اسے ترمذی نے روایت کیا اور امام
مالک نے طلحہ بن عبید اللہ سے لا شریک
لہ تک روایت کیا۔

لہ جو کہ میلان عرفات میں یا ہر جگہ کرتے ہیں اس سے اصل مقصود حج اور حاجیوں کا بیان کرنا ہے۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ
بْنِ كُرَيْبٍ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا رَأَى
الشَّيْطَانُ يَوْمَ مَا هُوَ فِيهِ أَصْغَرُ
وَلَا أَذْهَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْيَطُ
مِنْهُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ
إِلَّا لِمَا يَرَى مِنْ تَنْزِيلِ الرَّحْمَةِ
وَتَجَاوُزِ اللَّهِ عَنِ الذُّبُوبِ الْعِظَامِ
إِلَّا مَا رَأَى يَوْمَ بَدِي فَزَانَهُ
قَدْ رَأَى جِبْرَائِيلَ يَزْعُمُ الْمَلَائِكَةَ۔
رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا وَفِي شَرْحِ
السُّنَنِ يَلْقُظُ الْمَصَابِيحَ۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کرئیب رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن شیطان
بہت چڑھا بہت چٹکا ہوا اور بہت ذلیل و غناک
نہ دیکھا گیا۔ یہ سب اس لیے ہے کہ وہ آج کے دن
رحمت باری کا نزول اور اللہ تعالیٰ کا بڑے گناہوں
کی معافی دینا دیکھتا ہے اُس کے سوا جو بدر کے دن
دیکھا گیا۔ عرض کیا گیا حضور بدر کے دن کیا دیکھا گیا
فرمایا اُس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا
کہ وہ فرشتوں کی صفیں بنا رہے ہیں۔

مالک نے اسے مرسل روایت کیا اور شرح
سنہ میں معایج سے۔

لہ کرئیکات کی زیر لاکہ زیر اور با ساکن آخر میں زار عبید اللہ لفظ تصغیر کے ساتھ مشکوٰۃ کے نسخوں میں اسی طرح
واقع ہوا ہے۔ یہ معایج اور ذہبی کی کاشت کے بعض نسخوں کے مطابق ہے۔ بعض دوسری کتابوں میں بھی ایسا ہی

آیا ہے مگر صحیح عبد اللہ ہے یعنی یا کے بغیر اور یہ اسماء الرجال کی اکثر کتابوں کے موافق ہے۔ آپ تابعی ہیں ان سے حیدر الطویل
حامد بن سلمہ اور مالک وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ان کی حدیث مرسل ہے اور طلحہ بن عبید اللہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ
طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان ہیں۔ اور عثمان حضرت ابو قحافہ کا نام ہے۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔

۱۲ یہاں حدیث میں لفظ آخر آئی ہے یعنی مال اور مال کے ساتھ یعنی بیت دور بھینکا ہوا۔ یعنی شیطان ہمیشہ انسانوں
کی طرف سے خیر و غلبہ دیکھنے کے وقت سخت غصے ہوتا اور ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ مگر عرفہ کے دن باقی تمام دنوں سے
زیادہ غصے اور غواری میں پڑتا ہے۔

۱۳ یعنی لوگوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتے دیکھتا ہے۔

۱۴ یعنی بدر کے دن مسلمانوں کی فتح و نصرت اور اسلام کی عزت و شوکت کو جب شیطان نے دیکھا تو عرفہ کے
دن کی طرح یا اُس سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہوا۔

۱۵ کہ وہ صف بنا رہے ہیں مشرکوں سے جنگ کرنے کے لیے یہاں حدیث میں لفظ نیز آئی ہے جو وزع دنا
اور عین کے ساتھ یعنی باز رکھنا اور روکنا اور شکر کو جمع کرنا۔ اس کے ایک لفظ وزع بنا ہے ماؤ کی زبر سے یعنی لشکر
کا سردار اور روک کر رکھنے والا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عرفہ
کا دن ہوتا ہے تو ہے شک اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر
نزل فرماتا ہے تو لوگوں سے فرشتوں پر فخر و تراز
کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے اے فرشتے میرے بندوں
کی طرف دیکھو کہ وہ میرے پاس پرانگندہ بالوں
سے اور دریاؤں گندہ آئے ہیں ہر دور مردانہ اور
کشادہ راستہ سے چل کر میں تم کو گواہ بناتا ہوں
کہ بے شک میں نے ان کو بخش دیا تو ملائکہ
عرض کرتے ہیں کہ یا رب ظالم شخص تو ظالم اور
بدکار تھا اس ظالم مرد ظالم رحمت بھی حضور علیہ السلام
نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش
دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ رَأَى اللَّهُ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَارِكُ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُ انظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْتًا غُبْرًا ضَاجِّينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُ الْمَلَائِكَةُ يَارَبِّ فَلَانْ كَانَ يَرْهَقُ وَفُلَانٌ وَفُلَانَةٌ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَمَى

يَوْمٍ أَكْثَرُ عِتْقًا وَمِنَ النَّبَادِ
مِنْ لَحْمِهِ عَذَقًا -

(شرح سنن)

(رداۃ فی شروح السنن)

۱۔ یعنی وہ اپنی رحمت احسان اور کرم سے بندوں کے نزدیک ہوتا ہے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ شت آیلے شین کی پیش سے جمع اشت اسی طرح لفظ غیر کی پیش سے جمع انبر۔ بمعنی غبار آلودہ اور ایک لفظ ضاجین آیلے یہ مخ سے بنا ہے مخ کے ساتھ بمعنی آواز دینا اور فریاد کرنا۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ یرہق آیا جو یرہق سے بنا ہے بمعنی بدی کرنا حرام کا مرتکب ہونا اور جرم کرنا اسی طرح ملائکہ یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ یاسب ظاں مرد اور ظاں عورت بھی غلط کار تھے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتی ہیں۔ قریش اور ان کا طریقہ اختیار کرنے
وہ اسے مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے تھے انہیں
بہادر کہا جاتا تھا۔ باقی عرب عرفات میں
ٹھہرے تھے پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ
عرفات پہنچیں وہاں ہی ٹھہریں پھر وہاں
سے واپس آئیں۔ یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ
کا کہ تم وہاں سے چلو جہاں سے لوگ
چلیں۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ
قُرَيْشٌ وَ مِنْ دَانَ وَ يَنْهَا
يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَ كَانُوا
يُسَمُّونَ الْحُحْنَ فَكَانَ سَائِرُ
الْعَرَبِ يَقِفُونَ بِعَرَفَةَ فَلَمَّا
جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهٖ
أَنْ يَأْتِيَ عَرَكَاتٍ فَيَقِفَ بِهَآ
ثُمَّ يُفِيضَ مِنْهَا فَاذَلِكَ تَوَلَّاهُ
عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ
أَفَاضَ النَّاسُ -

(مشفق علیہ)

۱۔ یعنی ان کی متابعت کرنے والے۔

۲۔ لوگوں پر اپنی برتری اور فوقیت ظاہر کرنے کے لیے یہ لوگ کہا کرتے تھے ہم اہل اللہ و اس کے حرم میں
رہنے والے ہیں۔ ہم مدد و حرم سے باہر نہ نکلیں گے۔ اور مزدلفہ حرم ہے عرفات حرم سے باہر ہے۔
۳۔ یہاں حدیث میں لفظ حس آیلے یہ احس کی جمع ہے۔ بمعنی ببا و شجاع یہ لفظ حماسہ سے بنا ہے۔

یعنی شدت و شجاعت یا انکے اپنے دین میں شدید ہونے کی وجہ سے ان کو جس کہا جاتا تھا یا چونکہ ان کی التجا نسبت خانہ کعبہ کی طرف زیادہ تھی کہ خانہ کعبہ کو محاسبی کہتے ہیں کیونکہ وہاں ایسے پتھر ہیں جو سیاہ مائل سفیدی ہوتے ہیں نیز سخت بھی ہوتے ہیں تو یہ لوگ اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے جس کہتے ہیں۔

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ فیض آیا ہے یا کی پیش سے یہ اقامت سے بنا ہے یعنی آنسو اور پانی کثرت سے بہانا اور عرفات سے یکبارگی روانہ ہو پڑنا

۵۔ یہ قریش کو خطاب ہے اس سے تمام مسلمانوں پر بھی یہ حکم لاگو آتا ہے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لیے دعائے مغفرت کی تو جواب ملا کہ حقوق العباد کے سوا باقی گناہ بخش دیے البتہ مظلوم کا حق ضرور یوں گا۔ عرض کیا یا رب اگر تو چاہیے تو مظلوم کو جنت دے دے اور ظالم کو جنت دے اس شام کو جواب نہ ملا مگر جب مزدلفہ میں حضور نے صبح کی وہی دعا دوبارہ کی تو آپ کا سوال پورا کر دیا گیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ سوال پورا ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یا سکرائے۔ خدمت عالی میں حضرت ابو بکر و عمر نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اس گھڑی آپ تسمیہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خوش رکھے کیا چیز آپ کو غصا رہی ہے فرمایا جب اللہ کے دشمن ابلیس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کو بخش دیا تو مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے اور اسے ہاتھ سے کرنے لگا۔ ہم نے

وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ مَرْدَاسٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ
بِالْمَغْفِرَةِ فَلُجِبَ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ
لَهُمْ مَا خَلَا الْمَظَالِمَ نَا فِي
أَخَذُ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ قَالَ
أَيُّ رَبِّ إِنْ شِئْتَ أُعْطِيتَ
الْمَظْلُومَ مِنَ الْجَنَّةِ وَغَفَرْتَ
الظَّالِمَ فَلَمْ يُجِبْ عَشِيَّتَهُ فَلَمَّا
أَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ آعَادَ الدُّعَاءَ
فَأُجِيبَ إِلَى مَا سَأَلَ قَالَ فَضَحِكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَوْ قَالَ تَبَسَّمَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ
وَعُمَرُ يَا أَبَا أَنْتَ دَائِي إِنْ
هَذِهِ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ
فِيهَا فَمَا الَّذِي أَضْحَكَكَ أَهَكَ اللَّهُ
سِنَّكَ قَالَ إِنْ عَدَدَ اللَّهُ إِبْلِيسَ
لَنَا عَلِيمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدِ
اسْتَجَابَ دُعَائِي وَغَفَرَ لِأُمَّتِي

اس کی گھبراہٹ دیکھی تو اس سے
ہنسی آگئی۔

(ابن ماجہ)

اللہ بیقی نے کتاب البعث والنشور میں
اس کی مثل روایت کی۔

أَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْشُوهُ
عَلَى رَأْسِهِ وَيَذْعُو بِالْوَيْلِ
وَالْتَّبُورِ فَأَضْحَكَنِي مَا رَأَيْتُ
مِنْ جَزَعٍ - (رواه ابن ماجه و كوفي
البيهقي في كتاب البعث والنشور نحوه)

۱۷۔ آپ صحابی ہیں۔ مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔ فتح مکہ سے ذرا پہلے اسلام لائے آپ کا اسلام صحیح اور مضبوط
ہو گیا اپنی قوم میں بڑے سبکے جاتے تھے فتح مکہ کے دن اپنی قوم کے اُن پانچ سو آدمیوں کو لے کر حنظلہ کے ساتھ آکر سٹے
جنوں نے زمانہ جاہلیت میں خراب کر پائے اور پر حرام کر رکھا تھا۔

۱۸۔ امت سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں جو اُس دن عرفات میں حاضر تھے یا مطلق امت مراد ہے۔ اول معنی زیادہ ظاہر
۱۹۔ مظالم سے مراد حقوق العباد ہیں۔ یہ مظلمہ لام کی زیر یا زبر کے بعض لوگ زبر کے منکر ہیں، بعض پیش کو بھی
جائزہ کہتے ہیں۔ لفظ مظالم عام ہے جو مال و عزت سب کو شامل ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
بے شک میں مظلوم کا حق ضرور لوں گا اور اس قسم کے گناہ نہیں بخشوں گا۔ یہاں حدیث میں لفظ اخذ لفظ تسکلم سے بھی
روایت ہے۔

۲۰۔ یعنی ظالم کے ظلم کے بدلے مظلوم کو جنت کی نعمتیں عطا کرے۔

۲۱۔ کہ امت کے تمام گناہ بخش دیے گئے۔ اگرچہ مظالم ہی کیوں نہ ہوں۔

۲۲۔ یعنی اس حالت کی شان اور تقاضا یہ نہیں ہے کہ آپ صنیع یا تبسم فرمائیں یا اس گھڑی کی مثل مراد ہے۔ یہ تاویل
میں اس لیے کر رہا ہوں کہ ابو بکر و عمر نے حضور علیہ السلام کو اس سے پہلے کہیں مزدلفہ میں نہ دیکھا تھا تا کہ انہیں یہ کہنا پڑے
کہ آپ اس گھڑی میں صفا نہیں کرتے تھے۔

۲۳۔ یعنی آپ ہمیشہ خوش اور خوشحال رہیں۔

۲۴۔ یہاں حدیث میں یاد دلا یا شہر دہل یعنی ہائے اور سختی اور شبور یعنی ہلاکت۔ تاہم اس میں فرمایا دہل یعنی شرکا

اترنا اور شبور نما کے ساتھ بمعنی شرمندگی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دہل و وزخ میں ایک وادی کا نام ہے۔

۲۵۔ یعنی اُس کی بے مبری اور اُس کے نالہ و فریاد کو دیکھ کر۔ واضح ہو کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح

سے حقوق العباد بھی بخش دیے جاتے ہیں، طہرانی نے کہا یہ ایسے ظالم کے لیے ہے جو توبہ کر چکا ہو اور ادائے حقوق سے

عاجز آچکا ہو۔ بیقی نے کہا اس حدیث کے اور بہت سے شواہد ہیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے اور حجت ہے ورنہ حق

سبحانہ و تعالیٰ کا قول و تعظیم اور دن ذلک (اور شرک کے ماسوا باقی تمام گناہوں کو بخش دے گا) کافی ہے اور ظلم شرک

کے ماسوا میں داخل ہے۔ موابب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ ترمذی نے کہا جو کچھ حدیث میں آیا ہے جو کوئی حج کرے کہ اس میں فسق اختیار نہ کرے وہ گناہوں سے اس طرح باہر آجاتا ہے جس طرح اُسے آج ہی ماں نے جناہور یہ حدیث اُن معاصی سے متعلق ہے جو حقوق اللہ ہیں نہ کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ میں بھی نفس حق بندے کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا پس وہ شخص جس کے ذمے نماز یا کفارہ یا اس طرح کا کوئی اور حق اللہ ہو سوہ ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ چیزیں حقوق میں ذنب نہیں ہیں یہاں گناہ یہ ہے کہ اُس نے حقوق کے ادا کرنے میں دیر کی توجع کرنے سے تاخیر کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے نہ کہ اصل حقوق حج بہرہ مخالفت کے گناہ کو ساقط کرتا ہے۔ حقوق کو نہیں مٹا سکتا۔ ابن تیمیہ نے جو مشہور علمائے محدثین میں سے ہے۔ کہا ہے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ حج اُس چیز کو ساقط کر دیتا ہے جو اللہ کے حقوق میں سے بندے پر واجب و لازم ہے جیسے نماز جو اُس کے ذمے ہوتی ہے تو اُس کے بخشے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس قول سے تجربہ کرنے کی توفیق دیتا ہے، مگر وہ توبہ نہیں کرتا تو اُسے قتل کر دیا جائے۔ مگر آدمی کا حق حج سے کسی طرح بھی ساقط نہیں ہوتا۔ اس کلام میں بڑی زیادہ تشدید اور تنگی پائی جاتی ہے۔ جو پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حج کے ذریعے حقوق اللہ بخش دیے جاتے ہیں۔ حقوق عباد کے بخشے جانے میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اس پر ہیں کہ وہ حج سے نہیں بخشے جاتے مگر ظاہر حدیث سے علوم محسوس ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ وَالْمَزْدَلِفَةِ

عرفہ اور مزدلفہ سے واپسی کا باب

یہ باب عرفہ اور مزدلفہ سے واپس آنے اور وہاں سے باہر نکلنے اور جلد چلنے کے بیان میں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دفع کی بجائے اندفاع کا لفظ ہونا چاہیے کیونکہ دفع پھیرنے اور باہر لانے کے معنی میں آتا ہے نہ کہ واپس آنے اور باہر آنے کے معنی میں ہے۔ لیکن یہاں دفع نکلنے اور جانے کے معنی میں ہے۔ اس معنی کو لفظ دفع سے اس بنا پر تعبیر کیا گیا کہ جب واپس لٹنے کے وقت بہت ہجوم ہوتا ہے تو لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں۔ یا دفع سے مراد سواری ہوتی ہے اُس کا ذکر فضول سابقہ کی امادیت سے معلوم ہو چکا ہے۔ یہاں اُس کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حضرت اسامہ بن

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ

كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ خُجُوعًا نَفَسَ رُشْفَقٌ عَلَيْهِ

زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے دن جب عرفات سے واپس لوٹے تو آپ کے چلنے کی کیا کیفیت تھی حضرت اسامہ نے فرمایا کہ آپ تیز چلتے تھے جب آپ راستہ پاتے تھے تو زیادہ تیز چلتے تھے۔ (بخاری مسلم)

۱۔ حضرت ہشام اپنے باپ کی طرح تابعی ہیں۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ عنق آیا ہے۔ دو زبروں کے ساتھ یعنی تیزی سے چلنا بعض کہتے ہیں اس کا معنی وہ رفتار ہے جو تیزی اور تسلی کے درمیان ہوتی ہے۔ بعض نے کہا قدم بے بے رکھنا مراد ہے۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ خجوع آیا ہے۔ سراج میں ہے کہ خجوع فاک زبر جم ساکن سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے قصہ میں فرمایا (وَصُمُّوا فِي خُجُوعٍ مِنْهُمْ) (اور وہ اصحاب کہف اُس نماز کے اندر رکھی جگہ میں ہیں۔)

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ نفس آیا ہے ایسی رفتار جو خوب تیز ہو۔ سراج میں فرمایا نفس اذ منی تیز چلانے کو کہتے ہیں ایسی تیز کہ جتنی وہ تیز چل سکتی ہو چلے اس کا اصل معنی کسی چیز کی نہایت تک پہنچنے کا ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّ أُسَامَةَ كَانَ رَوَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمَزْدَلِفَةِ ثُمَّ ارْتَدَّ الْفَضْلُ مِنَ الْمَزْدَلِفَةِ إِلَى مَنَى فَكَلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِي حَتَّىٰ إِلَى جَمْرَةٍ الْعُقْبَةِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے بے شک اسامہ بن زید عرفہ سے مزدلفہ تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری پر حضور کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فضل کو مزدلفہ سے منیٰ تک اپنے پیچھے بٹھایا تو یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک سارا وقت تلبیہ کہتے رہے۔ (بخاری مسلم)

(رُشْفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی حضرت فضل بن عباس کہ

۲۔ یعنی دوسری کے دن جمرہ عقبہ کی رمی جب شروع کی تو رمی کے بعد تلبیہ پڑھنا ختم کر دیا۔ جمرہ عقبہ کا ذکر گزشتہ احادیث میں گزر چکا ہے۔ اور رمی جمار کے باب میں مزید آ رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ عرفہ کے دن چلے تو حضور نے اپنے پیچھے بڑی دانٹ ڈپٹ اعداد نموں کو مارنے کی آواز سنی تو آپ نے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنََّّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَوْهُ لَا زَجْرًا شَدِيدًا وَضَرْبًا

ان کی جانب اپنے چابک سے اشارہ کیا اور فرمایا
لوگو! سکون اور سنجیدگی اختیار کرو کہ نیکی انہیں تیز
جلانے میں نہیں ملے گی۔

(بخاری شریف)

لَا يَدْرِي قَائِلًا بِسَوَاطِلِهِ إِلَهُهُ وَ
قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ
بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ
بِالْإِضْطَاعِ - رَدَّوَاهُ الْبُخَارِيُّ

۱۔ یہ لوگ انہیں تیز جلانے جلدی کرنے اور بے مپنی ظاہر کرنے کے لیے مار رہے تھے۔

۲۔ کہ حج وغیرہ میں سواریوں کو مارنے انہیں تیز جلانے۔ جلدی کرنے۔ افزائری کرنے میں نہیں ہے بلکہ نیکی محرمات و مکروہات
اور رفت و فسوق سے اجتناب کرنے میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء
کو مزدلفہ میں اکٹھا کر کے پڑھا۔ ہر ایک کے لیے ایک
اقامت کی گئی تھی۔ اور دونوں نمازوں کے
درمیان اور ان کے پیچھے کوئی نفل نماز نہ
پڑھی تھی۔ (بخاری)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ كُنْ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَ لَمْ
يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ
وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا رَدَّوَاهُ الْبُخَارِيُّ

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ جمع آیا ہے یہ بھی مزدلفہ کا ہی نام ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔
۲۔ اگرچہ ان ایک ہی دی۔ جیسا کہ حجتہ الوداع کے باب کی فصل اول میں گزرا۔

۳۔ یعنی آپ نے ان دونوں نمازوں کے بعد بالکل کوئی نفل نماز نہ پڑھی۔ یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کے بعد کی
سنتیں بھی نہ پڑھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ
نے کوئی نماز اس کے وقت کے علاوہ پڑھی ہو مگر دو
نمازیں مغرب اور عشاء۔ آپ نے یہ دونوں نمازیں
مزدلفہ میں ایک ہی وقت میں پڑھیں۔ اور آپ نے
بجز ان نمازوں دن پانے وقت سے پہلے پڑھی۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً
إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ
وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَ صَلَّى الْفَجْرَ
تَوَسُّدًا قَبْلَ مِيقَاتِهَا - (صَفَّحٌ عَلَيْهِ)

۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چند نمازوں کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا اس طریقہ پر جو شافعی حضرات نے
مجماہ نے درست نہیں ہے۔ ظہر اور عصر کو عرفات میں اکٹھے پڑھنے کا یہاں ذکر نہ فرمایا۔ اس کی وجہ وہ مشہور

بات ہے جس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سہ یعنی آپ فجر کی نماز ہمیشہ خمس وقت ادا فرمایا کرتے تھے اور جو آپ کی عادت مبارک تھی اس وقت میں نہ پڑھی بلکہ تاریکی میں پڑھی۔ چنانچہ لوگوں کو شک و شبہ ہوا کہ وقت ہو گیا یا نہیں اور فجر طلوع ہو گئی یا ابھی نہیں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی سے جان لیا تھا کہ فجر ہو چکی ہے یا آپ نے اپنی زیادتی علم کے ذریعے جان لیا۔ ایک دوسری روایت جو صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہی مروی ہے، آیا ہے وہ حدیث اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ اور وہ دوسری حدیث اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ آپ نے فجر کی نماز طلوع فجر کے بعد پڑھی تاکہ پہلے۔

بخاری شریف کی ہی بعض روایتوں میں جو حضرت ابن مسعود سے ہی مروی ہیں فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے مزدلفہ میں فجر کی نماز طلوع فجر کے بعد پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فجر کی نماز اس گھڑی میں ادا کی تھی۔ بعض لوگوں کا یہ وہم ہے کہ آپ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز دخول وقت سے پہلے ہی ادا فرمائی تھی۔ مگر یہ بات غلط اور خلاف اجماع ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخَذَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے

مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

میں میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي

نے ان کی کزدری کی وجہ سے اپنے اہل دیال کے ساتھ

ضَعْفَةِ أَهْلِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلے ہی آگے بھیج دیا تھا یعنی مزدلفہ کی رات میں۔ (بخاری مسلم)

لہ چنانچہ آپ نے اپنے گھر کے بچوں عورتوں کو پہلے بھیج دیا خود فجر کے سفید ہونے پر وہاں سے پہلے طلوع آفتاب سے پہلے سوار ہوئے۔ سنت یہی ہے اور اپنے اہل دیال کو پہلے بھیج دیا اور فرمایا جبرہ عقبہ کو رمی نہ کرنا۔ مگر سورج نکلنے کے بعد۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں آ رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی ہے بعض احادیث میں مطلق آیا ہے کہ جاؤ اور جبرہ عقبہ کو رمی کرو اس کے اطلاق کی طرف نظر کرتے ہوئے امام شافعی اور امام احمد نصف رات کے بعد رمی کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ شافعی حضرات کے مستقل قاعدے کے مطابق مطلق کو مقید پر حمل کر دیتے ہیں۔

وَعَنْهُ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ

حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَدِيفَ النَّبِيِّ

اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

کہ مجھے بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فِي عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ

نے عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح سویرے جب

لِلثَّانِ حِينَ دَفَعُوا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ

لوگ روانہ ہوئے تو ان سے فرمایا۔ سکون امتیاز

وَلَهُوَ كَأَنَّ ثِقَاتَهُ حَتَّى دَخَلَ

کہ حضور علیہ السلام خود بھی اپنی ازمنی کی لگام کھینچتے

مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِّنَى قَالَ
عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَدَّتِ الَّذِي
يُرَدِّي بِهِ الْجَمْرَةَ وَقَالَ لَمْ
يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ حَتَّى رَأَى
الْجَمْرَةَ -

ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ قادی محسّر میں داخل ہو گئے
جو منیٰ کا ہی حصہ ہے۔ فرمایا نگر بایں جن کو ٹیکرویں
کی طرح جن سے جمرہ کو مارا جائے۔ اور فرمایا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ کی سی
تک تلبیہ کہتے رہے۔

رَدَّاهُ مُسَلِّمًا

(مسلم شریف)

۱۔ جبکہ انہوں نے سواری تیز چلائی اور سواریاں کی ٹانٹ ڈپٹ کی امد بہت مارا۔
۲۔ یہاں حدیث میں لفظ کاف آیا ہے۔ فاک شد سے یعنی روک رکھنا۔

۳۔ محسّر میں مشرکہ کی زیر سے۔

۴۔ بعض کہتے ہیں مزدلفہ کا حصہ ہے تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں کے درمیان سرحد امد برزخ ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔
۵۔ گزشتہ صفحات میں ان نگر بایں کی مقلد اور مارنے کی کیفیت بیان ہو چکی ہے۔ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ وہ نگر بایں

انہوں نے راستے سے اٹھائے تھے بعض روایات میں ہے کہ مزدلفہ سے اٹھائے تھے، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جہاں سے بھی اٹھایا جائے جائز ہے۔ امد اگر وہاں سے ہی اٹھائی جائیں تو
بھی اصل جواز باقی ہے۔ لیکن غلات اولیٰ اور غلات انفل ہے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ صرف سات نگر بایں اٹھائی جائیں
جن کے ساتھ آج کے دن جمرہ عقبہ کو ری کیا جائے گی یا انٹھی ستر نگر بایں اٹھائی جائیں۔ مسلت آج کے لیے امد ترسٹھ باقی
دونوں کے لیے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
جَمِيعٍ وَ عَلَيْهِ السَّلَامَةُ وَأَمَرَهُمْ
بِالسَّكِينَةِ وَأَوْضَعَ فِي قَادِي
مُحَسِّرٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا
بِشِلِّ حَصَى الْخَدَّتِ وَقَالَ
لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامٍ هَذَا
لَمْ أَجِدْ هَذَا الْحَدِيثَ فِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
صلی اللہ علیہ وسلم سکین وقرار کے ساتھ
مزدلفہ سے روٹے امد آپ نے لوگوں کو سکین وقرار
سے روٹنے کا حکم دیا۔ مگر وادی محسّر میں آپ نے اپنی
سواری کو تیز چلایا اور آپ نے ان کو حکم دیا کہ چٹن
کی مقلد لکروں گے ساتھ رمی کریں اور آپ نے فرمایا
کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھوں گا
مؤلف کہتے ہیں میں نے اس حدیث کو بخاری و مسلم

الْقَصِيحَيْنِ إِلَّا فِي حَيَا مَعَ
الْزَمِينِ مَعَ تَقْدِيمٍ وَتَاخِيرٍ۔
۱۱۔ فاری مکر کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

۱۲۔ یا چھوٹی یگنی کی مقدار جیسا کہ پیچھے گزرا۔

۱۳۔ اس لیے دین کے احکام سیکھ لو اور اسی وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اس میں احکام حج تعلیم فرمائے اور ساتھیوں کو الوداع کہا۔

۱۴۔ حالانکہ صاحب مسایح کا اسے فصل اول میں ذکر کرنا اس باعث کی دلیل ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔
۱۵۔ یعنی بعض الفاظ بعض سے پہلے آئے ہیں اور بعض بعض کے بعد اس کی وجہ یہ ہے جو فصل ثانی میں ذکر کی جائے گی۔

دوسری فصل

حضرت محمد بن قیس بن عفرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا اہل جاہلیت عرفہ سے پھلتے تھے جبکہ سورج ایسا برہتا تھا جیسے لوگوں کی گڑیاں ان کے چہروں میں غروب سے پہلے اور مزدلفہ سے آفتاب پھٹنے کے بعد جبکہ دھوپ ایسی ہوتی تھی جیسے لوگوں کی گڑیاں ان کے چہروں میں اور ہم عرفہ سے سورج ڈوبنے تک روانہ ہوں گے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے ملیں گے ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکوں کے خلاف ہے۔

بیہقی نے وہاں یہ بھی روایت کی کہ ہم پر حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر اس کی مثل روایت کی۔

(بیہقی)

الفصل الثانی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ بْنِ عَفْرَةَ
قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَهْلَ
الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يَدْفَعُونَ مِنْ
عَرَفَةَ حِينَ تَكُونُ الشَّمْسُ كَأَنَّهَا
عَمَاءُ الرِّجَالِ فِي وُجُوهِهِمْ
قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ وَ مِنْ الْمُزْدَلِفَةِ
بَعْدَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ حِينَ
تَكُونُ كَأَنَّهَا عَمَاءُ الرِّجَالِ فِي
وُجُوهِهِمْ وَ إِنَّا لَا نَدْفَعُ مِنْ
عَرَفَةَ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَ
نَدْفَعُ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ قَبْلَ أَنْ
تَطْلُعَ الشَّمْسُ هَدَيْنَا مُخَالَفَ
لِهَذِي عَهْدَ الْأَوْتَانِ وَالشُّرْكِ
رَدَّوْا الْبَيْهَقِيَّ

۱۔ مخبر یعنی یم کی زیر خاساکن راکی در یم کی زیر پائے تالی ہیں۔

۲۔ علامہ طیبی نے تاحی سے اس کی وجہ تشبیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے تشبیہ دی۔ ایک چیز کو جو نور آفتاب کی طرح ہوتی ہے جبکہ وہ افق کے نزدیک ہو تو اس سے علامہ سے تشبیہ دی کیونکہ نور آفتاب لوگوں کے چہروں میں اس طرح چمکتا ہے جس طرح علمائے کی سفیدی۔ بعض نے کہا گویا آفتاب جب غائب ہوتا ہے نصف گویا خاموش ہے۔ پہاڑ کے اوپر کیونکہ علمائے کی شکل نصف دائرے کی ہوتی ہے۔

۳۔ یعنی گزشتہ حدیث کی طرح حدیث روایت کی یعنی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اور اصل کتاب میں بعض الفاظ کی جگہ سفید خالی جگہ ہے۔ اس عبارت کو جزوی نے لکھا اور تخریج میں ان جملے نے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
قَدَّامَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ
أَقْبَلَنَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى
مُحَبَّرَاتٍ فَجَعَلَ يُلْطَحُ أَفْعَادُنَا
وَيَقُولُ أَبْنِيَّتِي تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى
تَطْلُعَ الشَّمْسُ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یعنی عبدالمطلب کے بچوں کو مزدلفہ کی رات آگے بھیج دیا تو حضور علیہ السلام ہماری ٹانگوں پر مار رہے تھے اور فرماتے تھے اے میرے بیٹو جمرہ کو سوجھ کر طوع کرنے سے پہلے ہی نہ کرو۔

(ابو داؤد۔ بیہقی)

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۔ یعنی بلور شفقت و مہربانی کے واسطے کے وقت یہاں حدیث میں لفظ (طرح) آیا ہے جو کہ طبع سے نہیں ہے۔ یعنی ل اور ما کے ساتھ یعنی پشت پر چھلی نرم نرم مارنا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ (نہی) آیا ہے ہمزہ کی پیش باکی زیر یا ساکن فوری کی زیر اور یا مشدود آخر میں پہنچا ہے میرے بیٹو۔ اس لفظ کی تعبیر میں بہت گفتگو کی گئی ہے جسے ہم نے شرح میں بیان کر دیا ہے۔

۳۔ کہ یہ رمی کا مستحب وقت ہے یعنی اخات کے نزدیک سورج نکلنے سے لے کر زوال تک رمی کا وقت حنفیوں کے نزدیک مستحب وقت ہے۔ تاہم طلوع فجر کے بعد بھی جائز ہے اگرچہ اس میں تھوڑی سی پیرائی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک طلوع فجر سے پہلے بھی رمی کرنا بیکراہت و برائی کے جائز ہے۔ بشرطیکہ نصف رات کے بعد ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ أَرْسَلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْرٍ
سَلَّمَ لَيْلَةَ الشَّحْرِ كَوَمَتِ الْجَنَّةُ
قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ فَأَفَاضَتْ
وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الَّذِي
يَكُونُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عِنْدَهَا -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دسویں رات فجر
سے پہلے جبرے کی رمی کے لیے بھیجا۔ پھر
آپ چلی گئیں اور آپ نے طواف اقامہ فرمایا۔
اور یہ وہ دن تھا کہ اُس دن میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۔

(ابو داؤد)

اسے یعنی اُس دن اُن کی باری تھی۔ گویا یہ اس جانب اشارہ ہے کہ رمی اور طواف زیارت میں جلدی کرنی چاہیے۔
واللہ اعلم۔ علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ وہ رخصت ہے جو حضرت ام سلمہ کے ساتھ خاص تھی۔ اس حدیث میں قیل و قال
ہے۔ علم حدیث کے ماہر علماء اس کے منکر ہیں۔ حضرت ام حبیبہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی احادیث
آئی ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امات المؤمنین کو بھیجا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں تَقِمْ یا عمرہ کرنے والا حجر اسود چومنے
بمک تلبیہ کہتے رہیں۔

ابو داؤد اور ابو داؤد نے کہا کہ یہ حدیث ابن عباس
پر موقوف بھی روایت کی گئی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُلَبِّي
الْبَقِيعُ أَوِ الْمُعْتَبِرُ حَتَّى يَسْتَلِمَ
الْحَجَرَ -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ قَالَ وَرَوَى
مَوْثُوفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ (

اسے یہ مادی کا شک ہے اور تقیم سے ایسا شخص مراد ہے جس نے مکہ میں اقامت اختیار کرنی ہو۔ اور وہاں رہ
کر وہ عمرہ بجالائے، پس عمرہ کرنے والے اور تقیم سے ایک ہی شخص مراد ہے مقصود یہ ہے کہ عمرہ میں حجر اسود کے چومنے
کے ساتھ تلبیہ کہنا بند کرے۔ مگر حج میں جبرہ عقبہ کی رمی کے ساتھ تلبیہ بند کرے۔
اسے لیکن یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

تیسری فصل

حضرت یعقوب بن عاصم بن عروہ سے روایت
ہے کہ بے شک انہوں نے حضرت شریف سے
سنا کہ وہ فرماتے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الفصل الثالث

عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَاصِمٍ
بْنِ عُرْدَاةٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الشَّرِيدِ
يَقُولُ أَتَضَتُّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمًا
مَشَتْ قَدًا مَاكَ الْأَرْضَ حَتَّى
آتَى جَمْعًا -

کے ساتھ عرفات سے واپس لوٹا تو آپ کے
دوڑوں قدم مبارک نے زمین کو نہ چھوا یہاں تک
کہ آپ مزدلفہ پہنچ آئے۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) (ابو داؤد)

۱۷ یعنی حضرت بعثت بن ماسم بن عروہ بن مسعود آپ ثقیفی ہیں۔ اور ثقفی تابعی ہیں۔

۱۸ شین کی زیر راکی زیر یا ساکن آخر میں مال آپ صحابہ میں سے ہیں، ثقفی ہیں۔ بعض نے کہا آپ حضرموت کے
رہنے والوں میں سے ہیں۔

۱۹ مقصد یہ ہے کہ آپ نے عرفات سے مزدلفہ تک کا فاصلہ سواری کی حالت میں طے کیا۔ پیدل نہ چلے مگر
یہ مطلب نہیں کہ آپ کے کے سوا کہیں نیچے نہیں اترے۔ بخاری کی حدیث میں جو حضرت اسامہ سے آئی ہے
مروی ہے کہ آپ راستے میں ایک گھاٹی کی جانب تشریف لے گئے وہاں بول گیا اور وضو فرمایا پھر حضرت اسامہ نے
عرض کیا۔ الصلوة یا رسول اللہ۔ یا رسول نماز آپ کے سامنے ہے یعنی مزدلفہ میں آپ نے نماز ادا کر لی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ ابْنِ يُوْسُفَ
عَامَ نَزْلِ رِبْرِ بْنِ الْوُبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ
كَيْفَ نَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ
فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ مُرِيدَ
السُّنَّةِ فَهَجِرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ
عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ
الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ
يَسَارٍ أَفْعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ
وَهَلْ يَتَّبِعُونَ ذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ -
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن شہاب سے روایت ہے فرماتے ہیں۔
مجھے سالم نے خبر دی کہ بے شک حجج بن یوسف
اُس سال جس میں اُس نے حضرت ابن زبیر سے
جنگ کی حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ عرفہ کے دن
ہم موقف میں کیا کریں۔ حضرت سالم نے فرمایا جو کہ
عبداللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اے حجج اگر تو سنت
پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو عرفہ کے دن دوپہر
کے وقت نماز ادا کر۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ
سالم نے ٹھیک کہا ہے۔ کیونکہ بے شک صحابہ کرام ظہر و عصر
کی نماز سنت کے مطابق جمع کر کے پڑھتے تھے نہ ہی کہتے
ہیں میں نے سالم سے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایسا کیا ہے تو سالم نے کہا کیا صحابہ کرام پیغمبر علیہ السلام
کی سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی پیروی کر سکتے تھے

(بخاری شریف)

۱۴ آپ مشہور تابعین میں سے ہیں اپنی کنزہری بھی کہا جاتا ہے۔

۱۵ یعنی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

۱۶ یعنی حجاج ابن یوسف ثقفی مشہور ظالم مکران یہ شخص عبدالملک بن مروان کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلے میں جنگ کے لیے کے میں اترا اور جج بھی کیا۔

۱۷ کہ یہاں حدیث میں لفظ ہجر آیا ہے بمعنی دوپہر۔ لفظ ہجر اور ہاجر دوپہر کے وقت کی گری کہتے ہیں تہجیر و ہجر بمعنی دوپہر کو سفر کرنا۔

۱۸ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ سالم کی ماں نے سالم کا نام ٹھیک اور درست رکھا ہے۔ یعنی اُس نے ظالم کے سامنے کلمہ حق بیان کیا ہے۔ اور وہ مسئلہ بتانے میں مابینت سے محفوظ رہا ہے حالانکہ ایسے ظالم کے سامنے انسان حق بات کہنے سے ہچکچا جاتا ہے۔

۱۹ یعنی دوپہر کرنے میں اور دوپہر کے وقت نماز ادا کرنے میں صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی ہی پیروی کرتے تھے۔

بَابُ رَمِي الْجِمَارِ

کنکریاں مارنے کا باب

جلد واصل ہوئی کنکریوں کہتے ہیں چلچلیج اُن سنگریزوں کا نام ہے جن کے ساتھ رمی کی جاتی ہے اور اُن جگہوں کو جنہیں کنکریاں مار تھے میں ہجرت کہتے ہیں اُن کا نام اس لیے رکھا گیا کہ وہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ کنکریوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ ہجر بمعنی جمع کرنا۔ بعض کہتے ہیں کہ اجمار بمعنی جلدی کرنا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام نے منیٰ میں ابلیس کو کنکریاں ماریں تو ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سے جلدی بھاگ کھڑا ہوا۔

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر بخر کے دن رمی کرتے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے چاہیے کہ تم لوگ احکام حج کو پکڑو اور

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلَى رَأْسِهِ يَوْمَ النَّجْرِ وَيَقُولُ لَتَأْخُذُوا مِنَّا يَكْفُؤُكُمْ فَإِنَّ لَا

اَذْرِي لَعَلِّي لَا أَحْجُرُ بَعْدَ
حَقِّقْ هَذَا -

سیکھو کہ بے شک میں نہیں جانتا شاید میں اس حج
کے بعد اور حج نہ کروں۔

(مسلم)

(ردوالمسئلہ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ مناسک آیا ہے جس کا معنی عبادات کا ہے۔ اس کا زیادہ تر اطلاق استعمال حج کے اعمال اور
اُس کی عبادت کے لیے ہوتا ہے۔ اس کلام میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ آپ نے سوار ہونے کے بعد یہ فرمایا تاکہ سب
لوگ دیکھ لیں اور پالیں۔

۲۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ سواری کی حالت میں بھی رمی جائز ہے۔ ہا یہ میں فرمایا ہر رمی جس کے بعد
رمی ہو جیسا کہ حجر عقبہ کے بعد دوسرے جمرات کی رمی تو وہاں افضل یہ ہے کہ رمی پیادہ پا کرے کیونکہ اس رمی کے
بعد کھڑے ہوتے اور دعا کرتے ہیں۔ اور اگر یہ وزاری کرتے ہیں، پیدل چلنے کی حالت میں یہ وزاری کے زیادہ مناسب
ہے۔ یہ فضیلت حضرت ابویوسف سے مروی ہے۔ چنانچہ ابراہیم بن جراح سے ایک حکایت مروی ہے کہ میں حضرت
ابویوسف کے پاس اُن کی مرض موت کے وقت گیا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا رمی کرنا سواری پر افضل ہے۔
یا پیادہ پا۔ میں نے عرض کیا پیادہ پا کرنا افضل ہے فرمایا تو نے خطا کر لی پھر میں نے کہا سواری پر افضل ہے آپ نے
فرمایا تو نے اس میں بھی خطا کر لی۔ اُس کے بعد فرمایا صحیح یہ ہے کہ ہر رمی جس کے بعد کھڑے ہوتے ہوں پیادہ پا افضل ہے
اور وہ جس کے بعد کھڑے نہیں ہوتے سواری پر افضل ہے پھر میں آپ کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور ابھی گھر پہنچا ہی تھا
کہ آپ کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی۔ مجھے تعجب ہوا اور مجھے اُن کے علم پر حیرت ہوئی کہ انہوں نے
اس آخری وقت بھی مسئلہ بیان فرمایا اللہ تعالیٰ امام ابویوسف پر اپنی بیش رحمتیں نازل فرمائے اور وہ جامادیت
میمونہ میں ایلہیہ کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غمر کے دن حجر عقبہ کی رمی سواری کی حالت میں کی۔ اور باقی دن
میں آپ نے ہر جمرے کی رمی پیادہ پا کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ
آپ جمرے کو لکڑی مار رہے تھے متنی لکڑی کہ چنے
کے دانے جتنی ہوتی ہے۔ (مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى
الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ -
(ردوالمسئلہ)

۱۔ اس کی خراج حجازیہ کے باب میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمر کے دن چاشت

وَعَنْهُ قَالَ رَمَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ

يَوْمَ النُّحُورِ ضُحًى وَآمًا بَعْدَ ذَلِكَ
فَإِذَا ذَاكَ الشَّمْسُ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے وقت جبرے کو ری کی اور نحر کے دن کے بعد
اُس وقت ری کی جبکہ سورج ڈھل گیا ہے
(بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی دسویں کے دن کے علاوہ باقی تین دنوں میں آپ نے سورج ڈھلے ری کی جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجُمُعَةِ الْكُبْرَى
فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَ
مِنَى عَنْ يَمِينِهِ وَدَعَا بِسَبْعِ
حَصَيَاتٍ يَكْبِتُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ
ثُمَّ قَالَ هَكَذَا دَعَى الْوَيْلُ أَنْزَلَتْ
عَلَيْهِ مَكْرُورَةُ الْبَقَرَةِ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ بے شک وہ پہلے جبرہ بکری پر لڑا اپنے بیت اللہ
شریف کو اپنی بائیں جانب لیا اور منیٰ کو دائیں جانب
اور آپ نے سات لکڑیاں ماریں۔ ہر لکڑی کے
ساتھ آپ تکبیر کہتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ
بن مسعود نے فرمایا اسی طرح ری کی تھی اُس فات
نے میں پھر صحت بقروہ نازل ہوئی تھی۔
(بخاری و مسلم)

۱۸ یعنی وہ جبرہ جو سجدہ خیف کی جانب ہے۔

۱۹ اس سے حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی فات شریف مراد ہے۔ سورہ بقرہ کی تھیس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حج
کے مناسک مذکور ہیں۔ یا مقصود قرآن کا ۱۱۱ آیت ہے اور سورہ بقرہ تمام قرآنی سورتوں سے لمبی اور فتح ہے جیسا کہ ایک
حدیث میں آیا ہے کہ ہر چیز کی ایک کوائف ہوتی ہے، قرآن کی کوائف سورہ بقرہ ہے۔

وَعَنْ بَحَايِظٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْتِجَارُ
تَوَلَّى وَرَفَى الْجَنَارُ تَوَلَّى وَالْكَفَى
بَيْنَ الْقَفَا وَالْمَرْوَةِ تَوَلَّى وَ
الْمَرْوَةُ تَوَلَّى إِذَا اسْتَجَارَ
أَخَذَ كَفًّا فَلْيَسْتَجِيرُوا بِتَوَلَّى -

حضرت بحایظ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ استنجا
کرنا طاق بار ہے اور جبروں کا منیٰ طاق بار ہے اور
مضامروہ کے درمیان دوڑنا طاق بار ہے اور
طہات طاق بار ہے اور جب تم میں سے
کوئی شخص ڈھیلے سے تو طاق بار
ہے۔

(مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۲۰ یہاں حدیث میں لفظ تَوَلَّى آیا ہے تاکہ نہ ہر دو کی شد سے یعنی فرد و طاق۔ یہاں استنجا سے پتھروں سے استنجا کرنا مراد
ہے یعنی ہانے استنجا کو پاک کرنے میں سنت یہ ہے کہ تین ڈھیلے یا تین پتھر استعمال کیے جائیں۔ اس کی شرح کتاب الطہارت

کے باب۔ آداب الخلاء میں گزر چکی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے تین بار خوشبو سلگانا مراد ہے۔ یعنی خوشبودار ٹکڑی کے تین ٹکڑے کے جائیں۔ یا تین بار گھمائیں۔

۲۷ یعنی حج میں بھی طلاق سنگرزیے مارے جائیں جو کہ سات ہوتے ہیں۔ بعض روایتوں میں جہار کی رمی مذکور نہیں ہے اور استہجار سے یہی مراد ہے۔ اسی طرح صفا مردہ کے درمیان سہی بھی سات بار ہے ، خانہ کعبہ کے ارد گرد بھی سات چکر ہیں۔ حدیث کے آخر میں پھر جو فرمایا تم میں جو شخص استہجار کرے طلاق عدد میں کرے تو یہ دوبارہ لانا پہلے حکم کی تاکید کے لیے ہے۔ کیونکہ مقصود تین کے عدد کی رعایت کا اہتمام مبالغہ ہے۔

الْفَصْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

عَنْ قَدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عَمَّارٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ
يَوْمَ النَّحْرِ عَلَى نَاقَةٍ صَهْبَاءَ
لَيْسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ وَ لَيْسَ
قِيلُ إِلَيْكَ إِلَيْكَ -

حضرت قدامہ بن عبد اللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عمر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقہ مہربا پر چڑھے کو رہی کرتے دیکھا۔ اس میں کسی کو مارنا اور بٹانہ نہ تھا۔ اس میں یہ کہنا نہ تھا کہ ایک طرف کو ہو جاؤ ایک طرف کو ہو جاؤ۔

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

اسے شافعی، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور

فارسی نے روایت کیا۔

اے عمار عین کی زبردست میم کی شد سے آپ صحابی ہیں قدیم الاسلام ہیں اور کم حدیثیں روایت کرتے ہیں آپ نے مدینہ کی جانب ہجرت نہ کی بلکہ مکے میں ہی مقیم رہے۔

۱۵ یعنی مہیا سفید رنگ کی اونٹنی پر جس کے سر کے بال سرخ تھے۔ مزاح میں ہے اہلبے اہل سفید اونٹ کر کہتے ہیں جس کے ساتھ سرخی ملی ہوئی ہو۔ اسی طرح کہ لپٹم کا اوپر کا حصہ سرخ ہو اور اندر کا حصہ سفید۔

۳۷ یعنی اُس میں نہ تو لوگوں کو ہٹایا جاتا تھا نہ مارا جاتا تھا جیسا کہ بادشاہوں اور امرا کے آگے کیا جاتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ عَنِ ابْنِ أَبِي بَرْزَةَ
أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
يُجْعَلُ رَفِيُّ الْجَمَامِ وَالشَّعْيُ بَيْنَ
الْقَصَا وَالْمَرْوَةِ لِإِقَامَتِهِ ذِكْرُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے سوا نہیں
کہ جبروں کی رمی اور مقامِ ردہ کے درمیان سعی
اللہ کا ذکر قائم کرنے کے لیے مقرر کا گئی ہے

اللہ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ دَالِدًا رِجَالًا
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ اسے ترمذی اور واری نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اے جب کہ ج کے اکثر افعال اس قبیلے میں سے ہیں کہ ان کے اسرار عقل میں نہیں آسکتے اور ان میں عبادت کا معنی محسوس نہیں ہوتا۔ خصوصاً سکرانیوں کو مخصوص کیفیت کے ساتھ پھینکا اور اس جگہ سے اس جگہ تک دوڑنا کہ یہ تمام امور محض شارع علیہ السلام کے کہنے کے مطابق عبادت ہیں۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جانب اشارہ فرمایا کہ یہ امور اللہ کا ذکر اور اس کی یاد کرنے کے لیے مقرر و شروع قرار دیے گئے ہیں۔ اسی لیے ان کے ساتھ دعاؤں اور اذکار کو لایا گیا ہے اگرچہ ان کا عبادت ہونا تمہاری عقل کے نزدیک بظاہر ان کا عبادت ہونا محسوس نہیں ہوتا یا یہ کہ عقل مند انسان اگر کسی و رمی میں مشکافہ خور و فکر کرے گا تو اسے حیرت لاحق ہوگی اور وہ اس میں حکم شرع کے مطابق ہی عبادت کا معنی پائے گا، اپنی عقل کو معذور و مشغول رکھے گا۔ اس میں شارع علیہ السلام کے حکم کے سوا کچھ نہ دیکھے گا اور اسوائے حق کے کچھ یاد میں نہ لائے گا۔ اور یہ بھی فنا کی قسموں میں سے ایک قسم جو ذکر حقیقی کی خاص قسموں میں سے ہے۔ یہ اصل کے اعتبار سے ہے۔ لیکن اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کا تصور اور ان جگہوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھڑے ہونا، حضور کی اتباع میں ان جگہوں میں کھڑے ہونا، آپ سے منافقت کرنا اور نہ اور ہاتھوں اور پاؤں کا اس جگہ گھٹنا اور پہننا جہاں حضور علیہ السلام کا منہ مبارک اور ہاتھ اور پاؤں پہنچے اور گئے۔ لذت و بے نیابت اور ذوق و حالت بندہ مومن کو عطا کرتا ہے و ایسے اثرات، ذوق و ملاوت بندے میں پیدا کرتا ہے کہ زبان ان کی تعبیر سے عاجز ہے۔ اُسے وہی پہچان سکتا ہے جس نے اُسے چکھا ہو۔ کسی نے کہا ہے۔

ذوق ایں سے نشناسی بنیذاتنا بخشی

یعنی خدا کی قسم تو اس شراب کا ذائقہ چکھنے سے پہلے نہیں جان سکتا۔ اے اللہ ہمیں یہ حالت عطا کر۔ اور اس کا مزہ چکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ہم اہل بیت نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ آپ کے لیے منیٰ میں ایسا مکان نہ بنائیں جو آپ پر منیٰ میں ہمایہ کرے آپ نے فرمایا یہ منیٰ ہر اس شخص کی منزل ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔ اے ترمذی

وَعَنْهَا قَالَتْ مُنًى يَا رَسُولَ اللَّهِ
الَّتِي بَنَيْتُ لَكَ بِنَاءً يُظِلُّكَ
يَبْنِي قَالَ لَا مَنِيَّ مُنًى مَنْ
سَبَقَ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ دَالِدًا رِجَالًا

وَالَّذَارِیُّ

ابن ماجہ اور داری سے روایت کیا۔

لے یہاں حدیث میں لفظ مناخ آیا ہے جس کا اصل لغت میں منی اونٹ بٹانے کی جگہ ہے یہاں مراد منزل ہے یعنی منی ایسی جگہ نہیں ہے جو کسی کے لیے خاص کی جائے بلکہ یہ جائے عبادت ہے اگر وہاں شخصوں کو گناہ کے لیے مکان بنائے جائیں تو بندگانِ خدا کے لیے جگہ تنگ ہو جائے گی۔ یہ مطلب شافعی حضرات کی توجیہ کے مطابق ہے۔ خلیفوں کے نزدیک اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ حرم کی زمین وقف زمین ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منظرہ کو فتح کیا اور حرم کی زمین کو وقف کر دیا لہذا کوئی شخص بھی اس کا مالک نہیں ہو سکتا۔ مگر اب عربوں نے بہت سی جگہیں اور وہاں بہت سے محل اور دارنہی عمارتیں اپنی ملک کے طور پر تعمیر کر لی ہیں کہ کوئی شخص ان میں بیٹھنے کی عبادت میں کر سکتا۔ ایک حکایت حضرت شیخ اجل اکرم عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی ہے کہ آپ کے خادموں نے منی میں ایک جگہ کرانے کے طور پر لے کر آپ کے لیے متعین کر رکھی تھی جیسا کہ آج کل بھی عادت ہے۔ حضرت قاضی صالح سندھی مدنی جو ایک موعظ صالح و املاط و فاضل تھے تشریف لائے اور اس جگہ بیٹھ گئے۔ خادم حضرت شیخ کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ قاضی صاحب آگئے ہیں اور بددعاں جگہ بیٹھ گئے ہیں جو ہم نے اپنے لیے متعین کی ہوئی تھی آپ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو۔ بیٹھے وہ پھر آپ نے چند سوال کھانے اور پھلوں کے میا کر کے قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں بھیجے۔ اور فرمایا اے اللہ سے عرض کر کہ آپ نے صاحب لیکس کیلئے کہا کہ یہاں اگر بیٹھے یہ آپ کی جگہ ہے۔ اور آپ نے قاضی صاحب موصوف کے ساتھ حکایت حسن خلق اور حسن ظن کی کاہلیت کیا۔

الفصل الثالث تیسری فصل

عَنْ كَافِرٍ قَالَ إِنَّ ابْنَ عُثْمَانَ

كَانَ يَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ ثَلَاثِينَ

الْأُولَئِينَ دُعَاؤًا طَوِيلًا يَكْتُمُ

اللَّهُ وَ يُسْتَبَحُّ وَ يَحْتَمِلُ وَ

يَدْعُو اللَّهَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَ

جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ۔

رَدَاؤُ مَا لَفَ

لے یہاں حدیث میں لفظ عید الخیف اور عید ذوال طوح روایت ہے۔

لے ان دو مقاموں میں زیادہ دیر کھڑے ہونا اور دعا گو رہنا ناری کرنا مستحب و مستحسن ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ صحت بقرو کی مقدار پڑھنے کے وقت تک یہاں کھڑا ہونا چاہیے، بعض ائمہ قتالی کی روایت کے تحت پانی کے پیاسے

یہاں اتنی دیر کھڑے ہوئے ہیں کہ ان کے پاؤں بھی سرخ جاتے۔ وہ بالکل ترفیق۔

نفلہ یعنی نہ تو دوسری کے دن اور نہ دوسرے دنوں میں۔ یوم نحر کے باب میں آ رہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ عقبہ پہاڑ سے باہر نکلنے کے راستے کو کہتے ہیں یہ جبرہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اس کے پاس ڈکھڑے ہوتے۔ دوسرے دو جہروں کے پاس زیادہ دیر کھڑے ہونے کی وجہ بھی انہیں باب میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگی۔

بَابُ الْهَدْيِ

ہدی کا بیان

لفظ ہدی ہاکی زبرد مال کی جزم اور مع کی زبرد مال کی جزم اور یا کی خرد و دونوں طرح آیا ہے۔ پہلی لغت اہل حجاز اور قرآن کا ملت ہے۔ دوسری بنی تیمم کی لغت ہے۔ دونوں قراتوں سے یہ لفظ پڑھا گیا ہے۔ دونوں کا واحد ہدیہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو چار پاؤں کی قسم سے کہ بھیجی جاتی ہے تاکہ وہاں ذبح کی جائے کہیں یہ لفظ مطلق اونٹ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اسے ہدی کہتے کی وجہ یہ ہے کہ بندہ جناب حق تعالیٰ میں ہدیہ بھیجتا اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب ڈھونڈتا ہے۔ ہدی اونٹ اور گائے دونوں سے جائز ہے۔ بکری کے ہدی ہونے میں اختلاف ہے۔ احاف کے نزدیک بکری کی ہدی بھی جائز ہے۔ پھر وہی میں ہر وہ جانور جائز ہے جو قربانی میں جائز ہے۔

پہلی فصل

الفصل الأول

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا
صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں غار ظہر
ادارائی پھر آپ نے اپنی اونٹنی مبارک بگھائی تو آپ نے
اس کی کوبان کے دائیں جانب کا شمار فرمایا یعنی اسے
نیزہ سے زخمی کیا اور اس کا خلی پاک رسانی کیا اور اس کے
مخے میں دو جوئے ڈھال دیے پھر آپ اپنی ناقہ قبیویٰ پر
سوار ہوئے جب وہ ناقہ آپ کے سرعام بیدار میں پہنچی
تو آپ نے حج کا بیسہ کہا۔ (مسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّكَ صَلَّى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَاهُ بِذِي الْحَلِيفَةِ ثُمَّ دَعَا
بِقَابَتِهِ فَأَشْعَرَهَا لِمَصْفَعٍ سَنَاهَا
الْأَيْمَنِ وَسَلَّتِ الدَّمَ عَنْهَا وَ
قَلَدَهَا تَغْلِيظًا ثُمَّ رَكِبَتْ رَاحِلَتَهُ
فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ
أَمَلَ بِالنَّحْرِ - رَوَاهُ

۱۵ ذوالحلیفہ اہل مدینہ کامیقات ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

۱۶ حدیث میں لفظ صفح آیا ہے۔ صراح میں ہے صفحہ انسان (وغیرہ) کے پہلو کو کہتے ہیں۔

۱۷ حدیث میں لفظ قلذ آیا ہے۔ جو تقلید سے مشتق ہے۔ صراح میں ہے تقلید بمعنی کسی چیز کو قربانی کے جانور کے گلے میں ڈالنا۔ تاکہ وہ اس کے ہدی ہونے کی علامت قرار پائے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی عادت تھی جو وہ کرتے تھے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ ہدی و قربانی کا جانور ہے تاکہ کوئی اسے نہ مارے۔ اس طریقے کو اسلام میں بھی برقرار رکھا گیا کیونکہ اس کی غرض و مقصد درست ہے۔

۱۸ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔

۱۹ واضح کہ اشار کا معنی ہے کوہان کی ایک جانب کو زخمی کرنا یاں تک کہ اس سے خون بہنا شروع ہو جائے یہ لفظ شعور سے مشتق ہے بمعنی علم یعنی تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ ہدی ہے۔ اور دوسرے جانوروں سے رل مل جانے کے وقت وہ متاثر و جدا نظر آئے۔ اور گم ہونے کی صورت میں اس کی شناخت ہو سکے۔ اور تاکہ اس کے مارنے وغیرہ سے لوگ باز رہیں۔ اور اگر وہ ہلاک ہو جائے تو اسے صرف نقرہ ہی کھائیں۔ بکری کو اشار نہ کرنے میں سب کا اتفاق ہے کیونکہ یہ کمزور جانور ہے۔ بکری کو اشار نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اسے زخمی کیا جائے گا تو وہ زخم اس کے بالوں میں چھپ جائے گا۔ لہذا بکری کے گلے میں جو تا وغیرہ لٹکا دینا کافی ہے۔ پھر اشار جہوراً ثمرہ کے نزدیک سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ تقلید مستحب ہے۔ اور اشار کردہ ہے کیونکہ یہ شکل بگاڑتا ہے اور ایک بے زبان حیوان کو عذاب دیتا ہے۔ جو حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجبوری کے تحت اشار کیا کہ مشرکین اشار کے بغیر اس جانور کو چھڑنے سے باز نہ آتے تھے۔ لوگوں نے اس بارے میں بہت ہیج و تاب کھایا ہے۔ چنانچہ کچھ کہنے والوں نے یہ کہا ہے کہ اشار کو تسلیم نہ کرنا احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اشار میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور شکل بگاڑنا نہیں بلکہ یہ فصد چھوڑنے سے لگائی گانے عقنہ کرنے اور داغنے کے حکم میں ہے جو کہ مصلحت و ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے۔ یہ جواب کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ مشرکین اشار کے بغیر جانور کو چھڑنے سے باز نہ آتے تھے۔ کیونکہ اسلام قوت و شوکت پکڑ چکا تھا۔ صحابہ کرام اس قدر کثرت اختیار کر چکے تھے کہ ان کا شمار کرنا شکل ہرچکا تھا۔ قوم کے درمیان یہ کلام بہت مشہور ہو چکا ہے۔

علماء کرام نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اشار کردہ قرار دینا اپنے زمانہ کے اعتبار سے تھا کیونکہ اس زمانہ میں لوگ اشار کرنے میں مبالغہ کرتے تھے (جانب کو زیادہ زخمی کر دیتے تھے) اس حد تک کہ اس سے یہ خطرہ لاحق ہو جاتا تھا کہ زخم جسم میں سرایت کر جائے اور کسی عضو کو ہی نقصان پہنچائے۔ اس نقصان کے اندیشے کے تحت احرام میں صرف تقلید کو کافی قرار دیا گیا۔ کیونکہ مقصد تقلید (گلے میں جو تا وغیرہ لٹکانے) سے پورا ہو جاتا ہے

اشعار کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اشعار کو ہی مکروہ و ناجائز قرار دیتے ہیں اور صرف تقلید کو درست قرار دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ اشعار کو ترک کر چکے تھے اور جو لوگ کرتے تھے وہ سخت قسم کا اشعار کرتے تھے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اشعار عام کی علامت نہ دی تھی۔ اس لیے آپ نے اشعار کو مکروہ قرار دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توجیہ میں کافی کچھ تحریر کیا ہے جسے ہم نے اپنی شرح عزلی میں نقل کیا ہے و اللہ التوفیق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی
طرف ایک بکری بطور ہدیہ روانہ کی۔ تو اس کے گلے میں علامہ
ڈالا اسے اشارہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کی جانب سے عید بقر کے دن ایک گائے ذبح کی۔
(مسلم)

اے شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت و اذن سے کیا۔ کیونکہ دوسرے
کی جانب سے قربانی کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں کی طرف سے
پنچے ج کے دوڑان ایک گائے ذبح فرمائی۔
(مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ نَحَرَا النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ
بَقْرَةً فِي حَاجَتِهِ -
(رواہ مسلم)

اے یہاں حدیث پاک میں واقع لفظ نحر ذبح کے معنی میں ہے۔ کیونکہ نحر کا اصل معنی نیزہ مارنے کا ہے جو کہ اونٹ
کے ساتھ خاص ہے۔ مشہور ہے کہ گائے سات افراد کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔ البتہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک
گائے تمام گھر کے افراد کی جانب سے کافی ہے۔ یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بن سکتی ہے۔ اگر سات
سے زیادہ افراد کی طرف سے ذبح کی گئی ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَتَلْتُ قَلْبِدًا
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

بُذِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَتَيْ ثُمَّ قَلَدَهَا وَ أَشْعَرَهَا
وَأَهْدَاهَا نَسَا حُرْمَةً عَلَيْهِ كَسِيحٌ
كَانَ أَحِلًّا لَهُ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہدی کے اذنوں کے صابریٹے پہرے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انہیں پہنائے۔ اور ان کا اشار
کیا اور ان کی ہدی بھیٹی۔ اس سے کوئی طلال چیز آپ
پر حرام نہ ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

۱۱ یہاں حدیث میں لفظ بکن آیا ہے۔ ب اور وال کے ضمہ سے اور وال کی جزم سے بھی روایت ہے۔ یہ بکرۃ تینوں
زبردوں کے ساتھ کی جمع ہے۔ لفظ بکرۃ اس کا واحد ہے۔

۱۲ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کہ شریف روانہ کیے یہ حج کی فرضیت کے سال اول کا واقعہ ہے
جب کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امیر المومنین بن کر تشریف لائے تھے۔

۱۳ یعنی صرف ہدی روانہ کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام احرام جاری نہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ
اس لیے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کب یہ بات پہنچی تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں جو شخص اپنی ہدی
کو شریف روانہ کر دیتا ہے۔ اس پر ہر چیز حرام ہو جاتی ہے جو حرم پر حرام ہو جاتی ہے۔ یہ حرمت حدی کے حرم میں پہنچنے
اور ذبح ہونے تک باقی رہتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی
تردید فرمائی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَادَتَهَا
مِنْ عَمِّي كَانَ عِنْدِي ثُمَّ
بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے فرماتی
ہیں میرے پاس جو اون تھی میں نے اس سے ہدی کے
ہارے پہرائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے
ہارے کے ساتھ رکے (بھیجا۔ بخاری و مسلم)۔

۱۴ یہاں حدیث میں لفظ عمن آیا ہے۔ (عین کی دیر عا سا کن) بمعنی رنگین اون۔

۱۵ یعنی سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى
رَجُلًا يَسْوُؤُ بَدَنَةً فَقَالَ اذْكَبْهَا
فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ اذْكَبْهَا
وَيَلِّكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوِ الثَّلَاثَةِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ
اپنے اذن کو ساتھ ساتھ چلا رہا ہے آپ نے
فرمایا اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا یہ تو ہدی کا اذن
ہے (میں اس پر کس طرح سوار ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(رُشِّقَ عَلَيْهِ)

نے فرمایا تم پر انوشش اس پر سوار ہو جا۔ آپ نے دوبارہ
بارہ بارہ بھی ایسا ہی فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ کہ میں مجھے کہتا ہوں کہ اس پر سوار ہو جا مگر تو منکر کرتا ہے۔

۱۸ وہ جناب نے اس حدیث میں فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تیسری بار بھی فرمایا۔ یہ تو اس روایت
میں ہے۔ ایک روایت میں دوبارہ ذکر آیا ہے۔ علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ ہدی پر سوار ہونا جائز ہے یا ناجائز۔
کچھ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ہدی کو سواری سے کوئی نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے۔ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ سوار ہونے
پر مجبور ہو تو درست ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے۔ اور حدیث میں واقع شخص کا معلوم
نہیں کہ کیا مال تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے
سنا آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہدی پر سوار ہونا جائز
ہے آپ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا معروف طریقہ سے اس پر سوار ہو جا جب
کہ تو سوار ہونے پر مجبور ہو۔ یہاں تک کہ مجھے دوسری
سواری میسر نہ آئے۔ (مسلم)

وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ
سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ
عَنْ دَكْوَبِ الْهَدْيِ فَقَالَ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
أَرْكَبُهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُجِئَتْ إِلَيْهَا
حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا -
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۹ آپ کا نام محمد بن مسلم ہے۔ آپ کی تابعی میں بڑے وسیع العلم تھے۔

۲۰ یعنی ملاقات تک سوار ہوا اس میں افراط و تفریط نہ کر۔

۲۱ اسے بھی اس کی حاجت و ضرورت ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ لفظ معروف کا بیان اور اس کی تشریح ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اذن ایک
شخص کے ہمارے کہ معلوم زمانہ کیے اور اسے ان اذنوں کا
مکمل اور امیر مقرر فرمایا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ
ان اذنوں میں سے جو اذن چلنے سے عاجز آ جائے
اسے کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اسے ذبح کر دینا پھر
اس کے دونوں پاؤں کو اس کے خون سے رنگ دینا

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سِتَّةَ عَشْرَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ
وَأَمَرَاهُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا أَبْدِعَ عَلَيَّ مِنْهَا
قَالَ انْحَرْهَا ثُمَّ اصْبِغْ نَعْلَيْهَا فِي
دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهَا عَلَى صَفْحَتِهَا وَلَا

تَأْكُلُ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ -

پھر اس کے جوتے (پاؤں) کو اس کے ایک پہلو پر رکھ دینا۔ اس میں سے تو اور تیرا کوئی ساتھی نہ کھائے

(مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس شخص کا نام ناجیہ بن جندب اسلمی تھا۔

۳۷ تاکہ ان کی نگہبانی کرے اور ان کی خبر گیری رکھے۔

۳۸ یہاں حدیث میں لفظ اُبدِ عَ کیا ہے۔ جواب دہ اس سے نکلا ہے۔ یعنی اونٹ کاٹنے سے عاجز آ جانا یا زیادہ بوجھ کی وجہ سے نہ چل سکا۔ لفظ اُبدِ عَ ہمزہ کی پیش، با ساکن مال کی زیر سے اس لفظ کی قد سے تحقیق ہے۔ جس کی فروع عربی زبان میں شرع کے اندر کر دی گئی ہے۔ مگر اس کا خلاصہ یہی ہے جو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

۳۹ یعنی اس اونٹ کے دونوں پاؤں اس کے خون میں رنگ کر اس کے گلے کا ہار بنا دینا۔

۴۰ یعنی ایک پاؤں کو یا دونوں پاؤں کو دونوں کو ایک پاؤں سے تعبیر کرنا بھی درست ہے۔ کیونکہ دونوں اپنے مقصد کے اعتبار سے گویا ایک ہیں۔ اسی لیے ایک دوسری حدیث میں جو دوسری فعل میں آرہی ہے۔ نقل کا لفظ مفرا استعمال فرمایا جاتی کو ان کے ایک پہلو پر رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ رہگذر رنگ جان لیں کہ یہ ہدی ہے نہ اسے نقل ہی کھا سکتے ہیں اغیار نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ اغیار کے لیے ہدی میں سے کھانا حرام ہے۔

۴۱ یعنی تیرے وہ رفیق جو سفر میں تیرے ساتھ ہوں فقیر ہوں یا غنی۔ فقراء کو بھی اس کے کھانے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ سب کے دل سے طمع اور خیانت کو کاٹ دیا جائے۔ ہمت کو ان سے اٹھایا جائے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایک شخص ہدی کو عاجز آنے پر اسے ذبح کرے اور اسے کھا جائے کہ ایسی خیانت درست نہیں۔ حدیث میں واقع لفظ رفقہ را کی پیش اور زیر دونوں طرح آیا ہے۔ اور فاساکن ہے۔ یہ رفیق کی جمع ہے۔ یعنی راستے کا ساتھی جو رفیق۔ بعض نسخوں میں رفقہ کے ساتھ لفظ اہل نہیں ہے۔ لیکن صحیح روایت میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اہل ضانیت بیالی ہے۔ علماء کرام نے فرمایا ہے یہ مخالفت اس اونٹ کے بارے میں ہے۔ جو کسی نے اپنے اوپر لازم رکھا ہو۔ یعنی اونٹ سے کھانے میں کوئی حرج نہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر کوئی انسان نہ کھائے تو جنگلی درندے کھائیں گے اور یہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے جانے کے بعد اہل دیاب آجاتے ہیں اس میں سے کھاتے اور نفع اٹھاتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قافلہ آجاتا ہے۔ وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

حضرت بابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے سال ایک اونٹ سات افراد کی طرف

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ الْبَدَنَةَ عَنْ

سَبْعَةٍ وَابْتَدَتْ عَنْ سَبْعَةٍ -
 رَوَاهُ مُسْلِمٌ
 سے اور ایک گائے سات اٹھناں کی طرف سے ذبح
 کی۔ (مسلم)

۱۷ یعنی مدینہ کے سال جبکہ حضور علیہ السلام صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لائے اور مدینہ میں آپ کو روک
 دیا گیا کہ اس سال آپ کے نہیں جاسکتے۔ یاد رہے بدنہ کا لفظ شافعی حضرات کے نزدیک اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ حنفیہ
 کے نزدیک گائے کو بھی بدنہ کہتے ہیں۔ یہ حدیث بظاہر شافعیہ کی تائید کرتی ہے کہ بدنہ کے مقابل گائے کا ذکر فرمایا باب الحجہ
 میں بھی ایسا ہی آ رہا ہے۔ غالب و اکثر ایسا ہی ہے۔ لیکن احناف یہ کہتے ہیں کہ یہاں اونٹ کے مقابلہ کی وجہ سے گائے
 کو الگ بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ لفظ بدنہ اونٹ گائے اور بکری تینوں کو شامل ہے۔ جیسا کہ اہل سنت نے فرمایا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ
 عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَخَذَ بَدَنَتَهُ
 يَنْحَرُهَا قَالَ أَبْغِثَهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً
 سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت
 ابن عمر ایک شخص کے پاس تشریف لائے جس نے
 اونٹ بٹھا کر اسے ذبح کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا اس کا
 پاؤں بندھا ہوا ہی لے کر آکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنت کو لازم پکڑ۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۸ اونٹ میں سنت عمر ہے۔ عمر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا بایاں پاؤں رسی سے باندھ دیا جائے اور اس کے سینہ
 کے بلند حصہ پر نیزہ مارا جائے۔ یہاں تک کہ خون بہنا شروع ہو جائے اور وہ گر پڑے۔ گائے اور بکری میں ذبح سنت ہے
 اونٹ میں بھی ذبح جائز ہے لیکن مذکورہ طریقہ پر اسے عمر کرنا سنت ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
 أَقُوَّمَهُ عَلَى بُذْنِهِ وَأَنْ أَتَصَدَّقَ
 بِلَحْيَتِهَا وَجُلُودِهَا وَأَجْلَتِهَا وَأَنْ
 لَا أُعْطِيَ الْجِزَاءَ عَنْهَا قَالَ
 نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں صدی کے اونٹوں کے
 کاروبار کی خبر گیری کروں۔ اور مجھے حکم دیا کہ ان کا گوشت
 صدقہ کر دوں۔ اور ان کی بِلّ اور کجاد سے بھی صدقہ
 کروں۔ اور عمر کرنے والے کو اس میں سے بطور
 اہمیت کچھ دے دوں حضور علیہ السلام نے فرمایا عمر کرنے والے
 اور کاٹ کر گوشت بنانے والے کو ہم اپنے پاس سے (اجرت)
 دیں گے۔

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا لَا نَأْكُلُ
مِنْ لَحْمٍ مَبْدُونًا فَوْقَ سَلَابٍ
فَرَفَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوا
وَتَزَوَّدُوا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راستے
میں ہم لوگ اپنی قربانوں کے گوشت سے تین دن
سے زیادہ عرصہ نہ کھاتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمیں رخصت و اجازت دے دی اور فرمایا
کھاؤ اور ذخیرہ بنا دو ہم نے کھایا بھی اور ذخیرہ بھی
بنایا۔
(بخاری و مسلم)

یعنی ہم لوگ تین دن تک قربانوں کا گوشت نہ کھاتے اور لوگوں میں بانٹتے تھے۔ تین دن سے زیادہ کے لیے
اس کا ذخیرہ کرتے تھے۔

۳۔ یعنی تین دن سے زیادہ دن رکھنے کی اجازت دے دی۔

۴۔ جب کہ ابتداء اسلام میں غربت کی وجہ سے لوگوں کو ضرورتاً زیادہ تھی اس وجہ سے حکم دیا تھا کہ گوشت مدفن کر دیا
کریں جمع نہ کریں۔ اور تین دن سے زیادہ وقت اپنے پاس نہ رکھیں۔ اس کے بعد جب منرسیت و محتاجی جاتی رہی اور سب
لوگ قربانی کرنے لگے تو تین دن سے زیادہ وقت رکھنے کی اجازت و رخصت مل گئی۔ اور فرما دیا گیا کہ تین دن سے زیادہ
وقت قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آرہا ہے۔
لے ان ذبح کردہ جانوروں میں ضابطہ اور دستور یہ ہے کہ قربانی، دم تہتے اور دم تیران میں سے کھایا جائے مگر دم جلیات
میں سے نہ کھائے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى
عَامَ الْخُدَيْبِيَّةِ فِي هَذَا يَأْتِيهِ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا
كَانَ لِابْنِ جَهْلٍ فِي رَأْسِهِ بُدٌّ
مِنْ فِئْتِهِ وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ ذَهَبٍ
يَغِيظُ بِذَلِكَ الشُّرَكِيَّةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بہ نیک محل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے
سال انجو پہ یوں میں ایک اونٹ بھیجا جو کہ اچھلی
کا قبلا اس اونٹ کی ناک میں چاندی کا ایک
چھٹا تھا۔ آپ اس کے ساتھ مٹھکین مگر غلط
غضب دلائے تھے۔

(رواہ ابو داؤد)

(ابو داؤد شریف)

۱۱۔ جس میں محصر تھے آپ کو عمرو کے لیے کہ آنے سے روک دیا گیا تھا، یہ اونٹ ہر سکے دن مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔

۱۲۔ یہاں حدیث میں لفظ بڑھ آیا ہے ہاکی زبرد غنیمت یعنی اونٹ کی ناک میں پڑا ہوا چھلا اور حلقہ۔ یا اونٹ کی ناک کے گوشت میں جو حلقہ ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ قمارس میں ہے۔

۱۳۔ تاکہ مشرکین اسے مسلمانوں کے ہاتھ میں دیکھیں اور مسلمان اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین و کفار کو غلبہ کرنا انہیں غصہ دلانا مستحسن و مستحب امر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِيُفِيضَ بِهِمْ اَكْثَرًا تاکہ مسلمانوں کی ترقی و قوت سے اللہ تعالیٰ کفار کو غلبہ و غصہ میں مبتلا کرے۔

حضرت ناجیۃ الخراج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہدی کا جوا اونٹ ہلاک ہو جائے اسے کیا کروں فرمایا اسے ذبح کر پھر اس کے کبھر کو اس کے خون سے رنگ دے پھر اس کے اور لوگوں کے درمیان سے رکاوٹ دور کرے تاکہ لوگ اسے کھائیں۔ اسے مالک، قرظی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابوداؤد اور دارمی نے اسے حضرت ناجیۃ الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا۔

وَعَنْ نَاجِيَةَ الْخُرَاجِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ
بِهَا عَطَبَ مِنَ الْبُذَانِ قَالَ اخْرُجْهَا
ثُمَّ اغْسِ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا
ثُمَّ خَلِّ بَيْنَ النَّاسِ وَ بَيْنَهَا
فَمَا كُلُّوْنَهَا -
رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
مَاجَةَ وَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ
الْذَّارِقِيُّ عَنْ نَاجِيَةَ (الرَّسُولِيِّ)

۱۴۔ آپ صحابی ہیں۔ ان کا نام ذکوان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ناجیۃ رکھا، آپ نے اپنی ہدی کے مالکان کے سپرد کر کے کہ منظرہ روانہ کیا۔ جیسا کہ فصل اول میں گزرا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قریش سے نجات پانے کی وجہ سے ان کا نام ناجیۃ رکھا ہو۔

۱۵۔ یعنی فقراء لوگ کھائیں وہ لوگ نہ کھائیں جو سفر کے رفیق ہوں جیسا کہ گزرا۔

۱۶۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اہل غنیمت نسبت میں ہے فات ایک ہے۔ کیونکہ صحابہ میں ناجیۃ نام کے ایک ہی صحابی ہیں۔ کتابوں میں انہیں اہلی کہا گیا ہے۔ مولف نے انہیں غلامی کہا۔

حضرت عبداللہ بن قرظ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں میں سب سے

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْظٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَنْبَاءِ عِنْدَ اللَّهِ

يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَوْ قَالَ
ثَوْرٌ وَ هُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي قَالَ
دَقِيبَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَسَى أُوَيْتُ
فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيْتِهِنَّ
يَيْدًا قَالَ فَلَمَّا دَجِبَتْ جُودُهَا
قَالَ نَتَكَلَّمُ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ
أَفْهَمَهَا فَقُلْتُ مَا قَالَ قَالَ مَنْ
شَاءَ اقْتَطَعْ۔

رَدَّوَا أَبُو دَاوُدَ وَ ذَكِرَ حَدِيثًا
ابْنِ عَبَّاسٍ وَ حَبَابٍ فِي بَابِ الْأَضْيَةِ

بڑا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضرور دویمیں ذی الحجۃ کا دن ہے
پھر قرآن کا دن ثورادی حدیث فرماتے ہیں کیا یہ دونوں ذی الحجۃ
کا دن ہے۔ حضرت عبداللہ بن قرظ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
پانچ یا چھ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کیے گئے
ان میں سے ہر ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہونے
کی کوشش کرتا تھا کہ آپ پہلے اسے ذبح کریں پھر مجھے
ان کے پلوں میں پرورش دے تو راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے آہستہ اندھنیہ کوئی کلمہ زبان مبارک سے ادا کیا جسے
میں نہ سمجھ سکا۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا کہا ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو شخص چاہے ان میں سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ
لے۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور حضرت ابن عباس
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی حدیث باب الاضیہ میں
ذکر کی گئی ہے۔

اسے قرظات کی پیش راساکن آخر میں طامہ آپ صحابی ہیں۔ جاہلیت میں ان کا نام شیطان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔

اسے قرظات کی زبرامشہدے۔

اسے یعنی یوم القدر و زحر کا دوسرا دن ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لوگوں کے قرار پذیر ہونے کا دن ہے۔ ہذاک
وارکان ج) کی مشقت ادا کرنے کے بعد اس دن لوگ نئی میں سکون پذیر ہوتے اسباب آرام کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ عظیم اللہ
ایام میں سے زحر کا دن بھی ہے۔ در نہ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے (زیر ذی الحجۃ) زحر کا دن بھی
عظیم الشان دنوں میں سے ہے۔ جمعہ کے دن کے متعلق بھی آیا ہے کہ افضل دن ہے۔ لوگوں نے جمعہ اور عرفہ کی افضلیت
میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہفتہ کے ایام میں افضل جمعہ کا دن ہے۔ اور سال کے ایام میں سب سے افضل عرفہ کا دن
واللہ اعلم۔

اسے اور ان کے جسم سرد ہو گئے۔

اسے اس شخص سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور بعض نسخوں میں اس طرح آیا ہے فَأُلْتُ الذی یبہ یعنی

میں نے اس سے دریافت کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

۲۔ یہاں سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مالک کی اجازت سے اس کی چیز لوٹ لینا جائز ہو جاتا ہے۔
۳۔ یعنی ان دونوں حضرات کی حدیث جو یہاں باب اہدی میں ذکر کی گئی ہے معانی میں باب الاضغیہ میں مذکور ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ ضَعَى مِنْكُمْ فَلَا
يُصْبِحَنَّ بَعْدَ كَالِشَوِّ فِي بَيْتِهِ
مِنْهُ شَيْءٌ كَلْنَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَفَعَلْنَا
فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِي قَالَ كُلُّوا
وَاطْعِمُوا وَادْخِرُوا فَإِنَّ ذَلِكَ
الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ
أَنْ تُعِينُوا فِيهِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں
سے جو شخص قربانی کرے وہ تیسرے دن اس حال میں
صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں اس کے گوشت میں سے
کوئی چیز موجود ہو پھر جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے
عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اس سال بھی اسی طرح
کریں جس طرح گزشتہ سال کیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کھاؤ، کھلاؤ اور گوشت بطور ذخیرہ بھی رکھو
کیونکہ گزشتہ سال لوگ فقرا احتیاج اور تنگ دستی
میں تھے۔ تو میں نے پایا کہ ان کو مدد و اعانت کرنا

در بخاری و مسلم

۱۔ آپ شہر صحابی ہیں بہادر و دانا می گرامی میرا فلاں میں سے ہوئے ہیں آپ سواروں کے ساتھ پایادہ جگ کیا کرتے
تھے انسان سے سبقت لے جاتے تھے۔

۲۔ یعنی تین دن سے زیادہ وقت قرآن کا گوشت نہ رکھیں۔

۳۔ کہ لوگوں کو بھی کھلاؤ جب اس سال وہ قحطی اور تنگی جاتی رہی تو ذخیرہ کرنے کی ممانعت بھی ختم ہو گئی اب اگر تم لوگ
رکھو تو اس کی اجازت ہے۔

حضرت نبیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو تین دن سے
زیادہ وقت قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا کرتے
تھے تاکہ تم پر فراخی اور کشادگی کے دن آجائیں تا اللہ تعالیٰ

وَعَنْ نُبَيْشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا
كُنَّا نُهَيِّنَاكُمْ عَنْ لُحُومِهَا أَنْ
تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثِ يَوْمٍ لِكَيْ تَسْتَعْمِدُوا

حَبَّاءُ اللَّهِ بِالسَّعَةِ فَكُلُوا وَذَاجِدُوا
 وَتَجِدُوا إِلَّا وَرَأَى هَذِهِ الْآيَاتِ
 آيَاتُ أَكْلٍ وَشُوبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ
 (رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ)

تم پر لڑائی آمد کشا دگی سے آیا ہے ترکھاؤ اور زخیر بناد
 اداس کے ذریعہ اجرو ثواب کے طلب کار بنو۔ منہ
 بے شک یہ دن کھانے پینے اور ذکر خدا کے دن ہیں۔
 (ابوداؤد)

۱۷۔ ہمیشہ دن کی پیش باکی زبر یا ساکن اور ثنیں مجہد آپ ممالی میں آپ کو ہمیشہ بغیر کہتے ہیں۔

۱۸۔ تاکہ سب لوگوں کو گوشت کھانا میسر آجائے۔

۱۹۔ مہیث میں واقع لفظ انجبروا ہے یعنی اجرو ثواب طلب کرو۔ یہ تجارت سے مشتق نہیں در نہ تاشد سے ہوتا۔
 کہ قربانی کے گوشت کی تجارت جائز نہیں مطلب یہ ہے کہ اے لوگو صدقہ کرو لوگوں کو کھلاؤ شاید اس گوشت کے خورد کھانے
 میں ہی اجرو ثواب ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے دن ہیں جیسا کہ خدا کے فرمایا۔

۲۰۔ یعنی منی شریف میں قیام کے یہ دن کھانے پینے کے دن ہیں۔ یعنی جب کہ تم نے سالہا سال ریاضت و شقت اٹھائی
 ثواب ان چند دنوں میں کہ تم نے حج کر لیا اور تمہاری مغفرت ہو گئی تو کھاؤ اور پیو۔ اور اپنے آپ کو آرام و راحت پہنچاؤ۔ مگر
 اس کے باوجود خدا تعالیٰ کی یاد ضرور کرتے رہو۔ اس کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ یہ دن خدا تعالیٰ کی یاد کے
 دن بھی ہیں۔

بَابُ الْحَلْقِ

سر منڈانے کا باب

حلق کا معنی بال منڈانے کا ہے۔ اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے کے لیے بال کٹوانے کے
 بھلے منڈوانا افضل و بہتر ہے۔ مگر عورتوں کے لیے حلق کرنا حلیم ہے۔ قصر کی نسبت بال منڈانا اس لیے افضل ہے کہ قصر
 کرنے والا اپنے لیے کچھ دیکھ زینت باقی رکھتا ہے حالانکہ حاجی اور عمرہ کرنے والے کے لیے حکم ہے کہ زینت ترک کر دیں
 اور تذلل و انکسار کو بروئے کار لائیں۔ قصر میں کم تر مذہب یہ ہے کہ نمین انگلی کی منقلہ بال کٹوائیں۔ حلق میں اتنی منقلہ سے
 کفایت ہو جاتی ہے کہ چوتھا حصہ سر کا منڈنا لیں۔ تاہم سارے سر کا حلق سنت کے زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ وضو میں
 سر کے مسح میں۔ اور حج و عمرہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلق ثابت نہیں اور سارے بدن کے بال منڈانے میں
 تفصیل ہے۔ جو اپنی جگہ مذکور ہے۔ پھر اصل جواد میں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر اوٹی اور بہتر اس کا ترک ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَّنَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَ أَنْاسَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَ قَصَرَ بَعْضُهُمْ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دن سر کا حلق کیا اور بعض صحابہ کرام نے بھی۔ اور بعض صحابہ نے حلق نہ کیا بلکہ کچھ بال کٹوائے۔

(رُشَقُّ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اسے شرف متابعت حاصل کرنے کے لیے نیز حلق کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقین (سر منڈانے والوں) کے لیے چند بار دعا فرمائی۔

اسے رخصت و اجابت پر مل کرے ہوئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دماغ کے آخر میں قصر کرنے والوں کی درخواست پر ان کے لیے بھی دعا فرمائی تھی۔ جیسا کہ آگے حدیث میں آ رہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَمْرِو قَالَ قَالَ لِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي قُصَّةٍ قُصِرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ بِشَقِصٍ - رُشَقُّ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے کچھ بال کاٹے تھے ان کا قصر کیا تھا، مروہ کے پاس قینچی سے۔ (بخاری و مسلم)

اسے اس حدیث میں ایک اشکال ہے جو شرع کے امد بیان کر دیا گیا ہے۔ یہاں مدیف میں لفظ شققس آیا ہے۔ میم کی زیر خطین ساکن قات کی دبر سے یعنی چوڑا یا لمبا بھالا یا تیرہ بھالا اس میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا شققس یعنی اجلم (قینچی) جیم کی زبر جہ میں لام یعنی وہ قینچی جس سے بال، اذن اصدا نٹ کے بال کاٹتے ہیں۔ یہ معنی زیادہ مناسب و زیادہ ظاہر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اللَّهُمَّ ادْجِمِ السُّحُلَيْنِ قَالُوا وَالْقَصِيرَيْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحمت فرما، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ قصر کرنے والوں پر رحم بھی فرما۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ اللَّهُمَّ ادْعِ
الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ
(رُتِفَ عَلَيْهِ)

یا رسول اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ سر
مڑنے والوں پر رحمت فرما صحابہ کرام نے عرض کیا
اور مقصرین پر بھی فرمایا اور مقصرین پر بھی
دعائی وسلم

لے جب کہ آپ احلام سے باہر تھے۔

۳۷ یعنی صحابہ کرام کے دوبارہ عرض کرنے پر مقصرین کے لیے بھی دعا فرمائی۔ اور فرمایا یا اللہ اور مقصرین پر بھی رحمت فرما۔
اس روایت میں آپ نے دوبارہ مرشدانے والوں کے لیے دعا فرمائی تیسری مرتبہ قصر کرنے والوں کو بھی ان کے ساتھ دعا کی
رحمت میں شامل فرمایا۔ ایک روایت میں آپ نے تین بار مرشدانے والوں کے لیے دعا رحمت فرمائی چوتھی مرتبہ قصر
کرنے والوں کو دعا کی رحمت میں شامل کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حلق کرنے والوں کے لیے اور دعا رحمت کرنے پر قصر کرنے والوں کے لیے
حجۃ الوداع کے موقع پر دعا فرمائی۔ یہاں دعا حلال میں ایک یہ کہ یہ دعا عمرو بن قحطیب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام
کو احلام سے باہر آنے کا حکم صادر فرمایا۔ یا یہ حکم آپ نے عمر کے دن دیا جب کہ صحابہ کے احلام سے باہر آئے۔ بعض نے
کہا ہے کہ حدیبیہ کا واقعہ ہے جب کہ مسلمانوں کو طہرہ کرنے سے روک دیا گیا۔ تو احلام سے باہر آئے اور حلق فرمایا اور صحابہ
کرام کو بھی حلق کرنے کا حکم صادر فرمایا صحابہ نے اس حکم کی بجا آوری میں توقف کیا جیسا کہ باب الاحصاء میں آرہا ہے۔
ما لا علم۔

وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ الْمُصَنَّبِ
عَنْ جَدِّهِمْ أَكْثَرًا سَمِعْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ
الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثًا
وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَلَّةً وَاحِدَةً
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت یحییٰ بن المصنّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
وہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
نے حجۃ الوداع میں سنا کہ
آپ نے حلق کرنے والوں کے لیے تین مرتبہ دعا
فرمائی اور مقصر کرنے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا
(مسلم)

لے ماکہ پیش سے۔ آپ پہلے اور ثلثہ تابعی ہیں۔

۳۸ آپ صحابہ ہیں۔ آپ کی کنیت ام المصنّب سے رضی اللہ عنہا۔

۳۹ ظاہر حدیث یہ ہے کہ آپ نے تین بار اللہم ارحم المصلّین فرمایا پھر چوتھی بار فرمایا یا اللہ مقصرین۔ یہ بھی احتمال ہے
کہ آپ نے دوبارہ حلق کرنے والوں کے لیے دعا کی ہو۔ تیسری مرتبہ مقصرین کے لیے دعا کی ہو اور چوتھی بار فرمایا ہو یا اللہ مقصرین یعنی

طن کرنے والوں کے ساتھ ساتھ قصر کرنے والوں پر بھی رحم فرما۔ یہ امداد بیان دونوں کے لیے دعا میں اشتراک ظاہر کرتا ہے۔ والمقرین کا لفظ ارشاد فرماتے کا یہ کیا عجیب موقع ہے کہ ان سے آپ کے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی سرزد ہوئی اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بھی محروم رہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مِنْهُ فَأَتَى الْجَنَّةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِبَنِي قَعْدَ نُسْكِهِ ثُمَّ دَعَا بِالْحَلِاقِ وَكَادَ الْحَالِقُ شَقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ كَادَ الشَّقِ الْأَيْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ أَقْسِمُ بَيْنَ النَّاسِ -
(رُتِّقْ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تشریف لائے اور ہر وجہ کے پاس پہنچے تو اسے رمی کی۔ پھر آپ منیٰ میں اپنی جائے قیام میں آئے اور اپنی قربانی ذبح فرمائی۔ پھر سر منڈانے والے کو طلب فرمایا اور دایاں حصہ اس کے آگے کیا تو اس نے آپ کے سر کا دایاں حصہ منڈ ڈالا۔ پھر آپ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس حصہ کے بال اس کو عطا فرمائے۔ پھر آپ نے اپنے سر کا بائیں حصہ اس کے آگے کیا اور فرمایا۔ اسے بھی منڈ ڈالو اس نے اسے بھی منڈ ڈالا تو وہ بال بھی حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمائے پس فرمایا۔ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دے۔
(بخاری و مسلم)

ساحر پھر کے دن کا واقعہ ہے۔ جب کہ آپ مزدلفہ سے منیٰ تشریف لائے۔

۱۱۔ ان کا نام عمر بن عبد اللہ ہے۔ قرشی مدوی ہیں۔ اور قدیم الاسلام ہیں۔ امام احمد کی روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت عمر حاضر ہوئے اور ہاتھ میں استرہ پکڑا اور حضور اقدس کے سر اقدس پر کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر مجھے اللہ کے رسول نے اپنے کان کے دونوں طرف تعریف و قدرت دی ہے اور تیرے ہاتھ میں استرہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شیار ہر اور اس نعمت کی قدر پہچان حضرت عمر نے عرض کیا بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ اور یہ اس کا مجھ پر احسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔

۱۲۔ اس حدیث کا ظہر اس امر کو واضح کرتا ہے کہ جب تک کہ وہ مائیں جسے کہیں جس کا سر منڈا جا رہا ہو یعنی حضرات منڈنے والے کا مائیں جانب مراد دیتے ہیں۔

۱۳۔ جو کہ شاہیر صحابہ کرام میں سے ہیں یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد مبارک کھودی تھی

آپ حضرت ام سلیم کے فائدہ میں جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اسی وجہ سے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ بال مبارک ام سلیم کریمے۔

شہ تو ہر شخص کو ایک یاد دہانے مبارک حصے میں آئے گویا ایک شاعر اپنے بیت میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ بیت۔

مراد زلف تو دہے بنداست فنون میکنم ہئے بنداست

ترجمہ ہے تیری زلف کا ایک ہی بال کافی ہے میں نے یہ بے کربات کہہ دی مجھے اس کی صرف خوشبو ہی کافی ہے اسی طرح آپ نے ناخن مبارک ترشاکر وہ بھی حاضرین میں تقسیم کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گل مبارک کی برکتیں آج تک باقی ہیں کہ ان کا تذکرہ باقی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کے اجزا کی یادداشت موجود ہے۔ گویا شاعر نے جو کہا کہ خوشبو ہی کافی ہے اس سے یہی مراد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے احرام

باندھنے سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی اور فجر کے دن

بھی پہلے اس سے کہ آپ بیت اللہ کا طواف کریں،

خوشبو لگاتی تھی۔ ایسی خوشبو جس میں کتوری ملی ہوئی

تھی۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ كُنْتُ

أُطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ

وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ

بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سہ یعنی قبل اس کے کہ آپ حلق کریں یا احرام کے علاوہ دوسرے کپڑے پہنیں۔

سہ علماء کرام نے فرمایا ہے احرام کی خوشبو میں ادنیٰ ما فضل مشک و گلاب ہے۔ جن کی خوشبو ہوتی ہے رنگ نہیں

ہوتا۔ پھر فجر کے دن احرام سے باہر آ جلتے ہیں اور عورتوں کے سوا بال تمام چیزیں بائز ہر جاتی ہیں۔ پھر طواف کے بعد

عورتیں بھی حلال ہر جاتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ہے مشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے

دن طواف افاضہ فرمایا پھر واپس لوٹے اور منیٰ میں پھر

نازکہ ادا فرمائی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ۖ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ

نَعَلَى الظُّهْرِ بِمِنًى

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

سہ مگر حضرت جابر و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ظہر کی نازکہ منیٰ میں ادا فرمائی۔ ان دو

حدیثوں میں تعارض پایا جاتا ہے۔ رفع تعارض کے لیے ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دی گئی ہے۔ حضرت جابر و عائشہ کی

حدیث افراد مسلم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین میں ہے اور متفق علیہ ہے۔ اگرچہ یہاں صرف مسلم سے ان کی حدیث لائے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ وَ عَائِشَةَ قَالَا
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے۔ دونوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا۔
(ترمذی)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ الْحَلْقُ
إِنَّمَا عَلَى الْمَرْأَةِ التَّقْصِيرُ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)
وَهَذَا الْبَابُ خَالِي مِنْ
الْفَصْلِ الثَّالِثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عورتوں پر حلق نہیں۔ بلکہ ان پر صرف قصر کرنا ہے
(ابوداؤد اور دارمی)
اور یہ باب تیسری فصل سے خالی
ہے۔

گزشتہ مضمون کے مہمات و لواحقات کا باب

الفصل الأول

پہلی فصل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّادٍ
بْنِ الْعَامِشِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَتْ
بِي حَاجَتِي الْوَدَاعِ بِسَفَرِي لِلنَّاسِ
يَسْأَلُونَهُ فَبَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ
لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْهَبَ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے
دن منیٰ میں سب کھڑے ہوئے لوگ آپ سے
مسائل و دیانت کرتے تھے تو ایک شخص آپ کی
خدمت میں آیا اور عرض کی میں دم بدم کا میں نے پٹھے حلق کیا
پھر قربانی کی ہے فرمایا ایسا کرنے سے بھی

فَقَالَ اَذْبَحْ وَلَا حَوَجَ فَجَاءَ
اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَتَحَدَّثْتُ
قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اَذْبَحْ وَلَا
حَوَجَ فَمَا سِئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَدْرَمَ وَلَا
اٰخَرُ اِلَّا قَالَ اَتَعَلَّ وَلَا حَوَجَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَفِي رَوَايَةٍ لِّلْمُسْلِمِ
اَنَّهُ رَجُلٌ فَقَالَ سَلَّمْتُ قَبْلَ اَنْ
اَذْبَحَ فَقَالَ اَذْبَحْ وَلَا حَوَجَ وَاَنَّهُ
اٰخَرُ فَقَالَ اَفْعَمْتُ اِلَى الْبَيْتِ
قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اَذْبَحْ وَلَا حَوَجَ

کوئی حرج نہیں۔ پھر آپ کی خدمت میں ایک دوسرا شخص
آیا اور عرض کی مجھے خیال نہیں رہا اور میں شرمی کرنے
سے پہلے قربانی کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اس طرح
کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے کسی کام کے بارے میں سوال نہ کیا گیا جو اپنی جگہ سے پہلے
کیا گیا یا اپنے وقت سے موخر کیا گیا مگر آپ نے یہی فرمایا ایا
کر دیا کرنا میں کوئی حرج نہیں۔ (بخاری و مسلم)
اور مسلم شریف کی ایک روایت میں اس طرح
ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض
کی میں نے رمی کرنے سے پہلے حلق کر لیا ہے۔ فرمایا
رمی کرو کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور ایک
دوسرا شخص آیا اور کہا میں نے رمی کرنے سے پہلے
طوافِ افاغہ (طوافِ زیارت) کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا
رمی کرو اور کوئی حرج نہیں۔

۱۔ یعنی آپ لوگوں کے لیے کھڑے ہوئے۔ (ٹھہرے) لوگ آپ سے مسائل اور احکام دریافت کرتے۔ اور اپنے
فکر و شبہات دور کرتے تھے۔

۲۔ حالانکہ پہلے قربانی پھر حلق کرنا چاہیے۔

۳۔ یہاں دو تین درجے تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ
يَوْمَ النَّحْرِ بِمَنْ لَقِيَهُ لَوْحٌ
تَسْأَلُهُ رَجُلٌ فَقَالَ وَمَيِّتٌ بَعْدَ
مَا أَمْسَيْنَتْ فَقَالَ لَا حَوَجَ

(رداء البخاری)

۱۔ حالانکہ رمی کا وقت صبح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ابن ابی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر کے دن میں بھی مختلف
مسائل کے بارے میں سوال کیا گیا جسے آپ نے جواب دیا
فرماتے تھے کہ کوئی حرج و گناہ میں ایک شخص نے آپ
سے پرہیز میں نے شام کرنے کے بعد رمی کی ہے آپ
نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۱۵ ائمہ کے نزدیک اگر غروب آفتاب تک رومی میں تاخیر کرے تو دم لازم آتا ہے یہاں شام سے مراد عصر کے بعد شام کے قریب کا وقت ہے۔ اخاف کے نزدیک اگر رومی رات کو بھی کرے تو کچھ لازم نہیں آتا اور اگر کل تک تاخیر کرے تو دم لازم آتا ہے۔ طالع ہو کہ یوم غر کے چار افعال ہیں رومی، ذبح، طلق اور طواف۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ترتیب سنت ہے یا واجب۔ اکثر علماء اس پر ہیں اور شافعی و احمدیوں میں سے ہیں کہ ترتیب سنت ہے وہ اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت کہ امام ابو حنیفہ و امام مالک بھی ان میں سے ہیں یہ فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب واجب ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نفی حرج سے جہالت اور نسیان کی وجہ سے گناہ کا لازم نہ آتا مراد ہے لیکن ترتیب بدلتے سے دم ضرور لازم آتا ہے۔ علامہ طیبی نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے اور دم کو واجب قرار دیا ہے تو اگر حضرت ابن عباس حدیث سے یہ معنی نہ سمجھتے تو اس کے خلاف حکم نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص آیا اور کہا
یا رسول اللہ میں نے طلق کرنے سے پہلے طواف افاضہ
کر لیا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ طلق کر یا قصر کر
کوئی حرج نہیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور کہا میں نے
رومی کرنے سے پہلے قربانی کر لی ہے فرمایا رومی کر لے
اور کوئی حرج نہیں۔ (ترمذی)

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ آتَاهُ رَجُلٌ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَفْعُتُ
قَبْلَ أَنْ أَحْلِقَ قَالَ أَحْلِقْ أَوْ
قَعِّرْ وَلَا حَوْبَ وَجَاءَ أَحَدُ
نَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْبِي
قَالَ ارْمِ وَلَا حَوْبَ -
رَدَّاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱۶ جب کہ حضور علیہ السلام نے ترتیب میں اس کے لیے آسان یہاں کی تو اسے مزید یہ اجانت بھی دے دی کہ اگر تو
طلق دکرے تو قصر یا کتفا کرنا بھی جائز ہے۔
۱۷ یہ دو صورتیں گزشتہ احادیث میں مذکور نہیں ہوئیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج
کے لیے نکلا لوگ آپ کے پاس آتے تھے تو کوئی طلعے

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ
خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ

النَّاسُ يَأْتُونَكَ مِنْ قَائِلٍ قِيَا
رَسُولِ اللَّهِ سَعَيْتُ قَبْلَ أَنْ أَطْلُوعَ
أَوْ أَخْرُتُ شَيْئًا أَوْ تَدَامَتْ
شَيْئًا فَكَانَ يَقُولُ لَا حَرَجَ
إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عَرْضَ مُسْلِمٍ
وَهُوَ ظَالِمٌ فَذَاكَ الَّذِي حَوَجَّ
وَهَلَكَ -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(البرق)

سلسلہ ضیق کی زبرداری کی زیر سے آپ مطالبی ہیں۔ کرنے میں قیام فرمایا ان کی حدیث کو فیوں میں شمار ہوتی ہے۔

۱۲۔ یعنی کسی کی غیبت کرے یا توہین وغیرہ کرے یہاں حدیث میں لفظ عرض آیا ہے عین کی زیر سے۔ صراح میں ہے عرض بمعنی عزت و آبرو۔ قاصدوں میں ہے عرض بمعنی مقام مدح و ذم خواہ انسان کی ذات میں ہو یا اُن کے باپ میں یا ہر اُن چیز میں جو اُن کے لیے ضروری ہو اور عرض پر وہ اپنی عرض و خلافیت میں سے فخر کرتا ہوا دیکھے نقص و عیب سے بچتا ہو۔ ایسا شخص ناحق دوسرے کو تکلیف پہنچاتا ہے کسی صحیح دینی عرض کے لیے نہیں کرتا۔ جیسے راویوں پر جرح یا گماہوں کو فاسق کہنا یا ان کی تکذیب کرنا وغیرہ۔ تو یہ شخص گناہگار ہے اور گناہ کی وجہ سے پانے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ یاد ہے کہ حدیث میں واقع لفظ جرح را کی زیر سے بروزن صحیح ہے۔

بَابُ خُطْبَةِ يَوْمِ النَّحْرِ

باب خطبہ یوم نحر اور ایام تشریق میں رمی کرنا اور طواف و سابع کرنا

خطبہ خطب سے بنا ہے۔ غا اور طا کی زیر سے یعنی شان اور وہ کام جس میں گفتگو واقع ہو۔ خطبہ کلام ایچھے کلام کو کہتے ہیں جو نشر بھی ہو اور مسجع بھی ہو جیسا کہ قاضیوں میں کیا ہے۔ یہ لفظ خطاب کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے عرف میں اس کا غالب استعمال پسند و نصیحت کے کلام کے لیے ہوتا ہے۔ جیسا کہ لفظ خطبہ غا کی زیر سے محبت کی طلب کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی اُس کی نگہنی کی طلب کے لیے ایام تشریع یوم فطر کے بعد کے تین دنوں کو کہتے ہیں۔ اصل میں لفظ تشریع کا معنی

ہے گوشت خشک بننا کیونکہ منیٰ میں قربانی کے گوشت ان دنوں میں خشک کیے جاتے تھے اس لیے ان دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں اور اس بنا پر بھی ایام تشریق کہتے ہیں کہ قربانیاں طلوع آفتاب کے وقت کرتے تھے سورج کی روشنی پھکنے کے بعد حدیث میں آیا ہے کہ جس نے سورج پھکنے سے پہلے جانور ذبح کر لیا وہ اپنی قربانی دوبارہ کرے۔ عثمان میں واقع لفظ تودیع سے مراد طواف کے ساتھ غادہ کعبہ کو وداع کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو غادہ کعبہ کے طواف کے بعد وداع فرمایا اس لیے حضور علیہ السلام کے حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ عَطَبَةُ
الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ النُّحْرِ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ
قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ
اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ
إِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ
حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ
وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ
مَقْرَبٌ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَ
شَعْبَانَ وَقَالَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا
قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ
حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ
إِسْمٍ فَقَالَ أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ
قُلْنَا بَلَى قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا
قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ
حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ
إِسْمٍ قَالَ أَلَيْسَ أَقْبَلَدًا قُلْنَا
بَلَى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا قُلْنَا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
عید بقر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ
دیا فرمایا کہ زمانہ گھوم کر پھر اپنی اُس دن کی حالت پر آگیا
جس پر اللہ تعالیٰ نے اُسے زمین و آسمان بنانے کے
دن کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار
یسے عزت و حرمت والے ہیں۔ تین تو مسلسل ہیں یعنی
ذیقعدہ، ذالحجہ، محرم اور چوتھا قبیلہ شمر کا ماہ رجب
جو دو جمادوں اور شعبان کے درمیان ہے اور فرمایا یہ
کونسا مہینہ ہے ہم نے عرض کیا اللہ و رسول بہتر جانتے
ہیں۔ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ یہاں تک
کہ ہم نے گمان کیا کہ حضور علیہ السلام اُس کے نام کے
سوا کوئی اور رکھیں گے تو فرمایا کیا یہ ذالحجہ نہیں ہے
ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا یہ کونسا شہر ہے۔ ہم نے
عرض کیا اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں آپ خاموش ہوئے بیان کے ہم
سمجھے کہ آپ اُس کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں
گے۔ فرمایا کیا یہ شہر کہ معمر نہیں ہے ہم نے عرض کیا
ہاں فرمایا اچھا یہ کونسا ہے ہم نے عرض کیا اللہ و
رسول بہتر جانتے ہیں حضور خاموش رہے یہاں تک کہ

اللَّهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَبِّحُهُ بِغَيْرِ إِسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ إِلَّا قَلِيلًا تَرْجِعُونَ بَعْدِي ضَلًّا لَا تَضُرُّ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ إِلَّا هَلْ بَلَغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ قُلَيْبُغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبُ قَدَرْتُ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ رَمُفَقُّ عَلَيْهِ

۱۔ باقی زبر برکات ساکن آپ مشہور صحابی ہیں۔

۲۔ یعنی سال بلا شک و شبہ اپنی حالت پر واپس لوٹ آیا۔ مطلب یہ ہے کہ انہی کی بناوٹ اور انہی کا حساب پھر واپس آگئے جس پر کہ آسمانوں اور زمینوں کو اس نے بنایا تھا۔

۳۔ یعنی اول پیدائش کے دن سے سال کے بارہ مہینے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے (الرَّحْمَةُ الرَّحْمَاءُ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ) کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے۔ اللہ کی کتاب میں جس دن سے اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے (محرم علیہ السلام کے کلام مبارک کا معنی یہ ہے کہ عرب لوگ محرم کو صفر کے مہینے تک پہنچے کر دیتے تھے تاکہ اُس میں جنگ جاری رکھ سکیں ایسا وہ ہر سال کرتے تھے اور ہر سال سے ایک روز کی چوری کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چند سالوں کے بعد ایک سال تیرو مہینوں کا ہوجاتا تھا اور اسے کیسے العرب کہتے ہیں۔ یہ سال جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا اُسی زمرے سے مخصوص تھا تو آپ نے فرمایا کہ دانہ اپنی اصل حالت پر واپس آگیا اور محرم کا مہینہ اپنی اصل حالت پر آگیا۔ اسی طرح ہر مہینہ اپنی اصل حالت پر واپس آگیا۔ علماء فرماتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حج کو موخر کیا تاکہ

ہمیں گمان ہو گیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لہٰذا اُس کے اصل نام کے سوا، فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے۔ ہم نے کہا ہاں فرمایا تو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری اُبردیں تم میں سے ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر اور اس مہینہ میں۔ عنقریب تم لوگ اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا تو خبردار میرے بعد گمراہ ہو کر واپس گمراہی کی طرف لوٹ نہ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔ خبردار رہو کیا میں نے تبلیغ کر دی سب بوسے ہاں فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا لازم ہے کہ موجود اور حاضر لوگ قافلوں تک پہنچا دیں بہت سے پہنچائے ہوئے سنے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

آپ کا نالہ الجھ کے بیٹے میں واقع ہو جو کہ اُس کا بیچ وقت ہے۔

۱۷۵۔ ان مینوں کو خرم اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں جنگ کرنا حرام ہے۔ لفظ حرم حرام کی جمع ہے۔

۱۷۶۔ قندہ کاف کی زیر سے اور زیر بھی پڑھی گئی ہے قندہ یعنی بیٹہ بانا اس بیٹے میں عرب چونکہ سر کرنے سے بیٹہ جاتے تھے اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ ذالہ ما کی زیر سے وہ مینہ جس میں رچ کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ما پر زیر بھی جاتا ہے۔
۱۷۷۔ میم پر پیش من پر زیر یعنی مضر بن نزار جو قبیلے کا باپ ہے۔ مضر اصل میں کھٹے دودھ کو کہتے ہیں۔ چونکہ مضر ایسے دودھ کو پسند کرتا تھا اور اسے بہت کھاتا تھا۔ اس لیے اس کا نام مضر پڑ گیا۔ یا اُس کے رنگ کی سفیدی کی وجہ سے اُسے مضر کہا گیا۔
۱۷۸۔ پھر رجب کی نسبت مضر کی طرف اس بناء پر کی گئی کہ وہ لوگ اس بیٹے کی بڑی حفاظت کرتے تھے۔ یہ مینہ جمادی اُخریٰ اور خبان کے درمیان یہ اس لیے فرمایا تاکہ اس بیٹے کی شناخت اچھی طرح سے ہو جائے۔

۱۷۹۔ اس سوال سے بیان مقصود کی تمہید و تاسیس اور اسے ذہنوں میں اچھی طرح بٹھانا مقصود ہے۔

۱۸۰۔ صحابہ کرام کی عادت مبارک تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کہنے پر یہ کلام کرتے اور ادب کا اظہار کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کے سوال کا جواب جان رہے ہوتے تھے۔ خصوصاً اس جگہ باوجودیکہ انہیں اُس بیٹے کا نام معلوم اور ان کے ذہنوں میں متعین تھا مگر انہوں نے یہی کہا کہ اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ شاید کہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ اس کے پوچھنے سے کوئی غرض متعلق ہے۔

۱۸۱۔ یہاں حدیث میں لفظ بلند آیا ہے لام کی جزم سے یعنی ہر شہر غیر غالب طور پر اس کا استعمال صرف کہ مسئلہ کے لیے ہونے لگا کیونکہ یہی شہر تمام شہروں سے کامل۔ اور یہی شہر خیرات و برکات اور فضائل و کمالات کا جامع ہے۔
۱۸۲۔ گویا شہر صرف یہی ہے جیسا کہ لفظ بیت کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ لفظ بلند کا معنی لغت میں ٹھہرنا ہے۔
۱۸۳۔ کبے حق شرح کسی کی عزت پر ہوتا ہے میں ظاہر کرتے۔

۱۸۴۔ یہ اُس کی حرمت و عزت کی تاکید ہے کہ یہ مینوں حرمت و احتیاط کا مقام ہیں۔ خصوصاً لوگوں کے اجتماع کے

وقت

۱۸۵۔ ان اُس کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔

۱۸۶۔ یعنی جانا اور آگاہ رہو۔

۱۸۷۔ یعنی میرے دنیا سے جانے کے بعد گراہوں میں سے نہ ہو جانا اور ایک روایت میں لفظ کفلا آیا ہے یعنی میرے

بعد کا فرزند بن جانا۔

۱۸۸۔ یہ خطرات جو گمراہی کی سب سے بڑی قسم ہے مقصود ظلم اور اس بات سے روکنا کہ خون

مال اور عزت کی حرمت میں حد شرع سے نہ بڑھنا۔ اور اگر یہاں کفار کی روایت کو لیا جائے تو اُن کی توجیہ میں چند وجہیں

بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ کفر کا لفظ ظلم کو طالع جاننے والے کے لیے ہے۔ یا کفر سے کفر ان نعمت اور حق اسلام کا ضائع کرنا مراد ہے۔ یا یہاں کفر کے نزدیک پہنچنا مراد ہے۔ کیونکہ حرام فعل کا ارتکاب کرنا انسان کو کفر تک پہنچا دیتا اور کفر کے نزدیک کر دیتا ہے یا اس سے مراد ہے کہ اُن کے افعال خورنریزی وغیرہ میں۔ کفار کے افعال کے مشابہ ہوں۔ بعض نے کہا کہ کفر سے ہتھیار پہننے مراد ہیں کیونکہ لفظ کفر ہتھیار پہننے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس خبطے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا دانا اور آگاہ رہو کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ میں نے رسالت اور حکم شریعت لوگوں تک پہنچا نہیں دیا۔

۱۶ گواہ ہو جا کہ انہوں نے میرے احکام الہی پہنچانے کا اقرار کر لیا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن منکر نہ ہو جائیں اور نہ کوئی عند پیش کر سکیں۔

حضرت دبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں کسی وقت عمروں کی رمی کروں فرمایا جب تیرا امام رمی کرے تو تو بھی رمی کر میں نے اُن سے یہ سوال دوبارہ کیا تو فرمایا ہم لوگ رمی کے وقت کا انتظار کیا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے۔ (بخاری)

وَعَنْ وَ بَرَّةَ قَالَ سَأَلْتُ
ابْنَ عُمَرَ مَتَى أَدْرِي الْجِمَامَ
قَالَ إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَأَرْمِهِ فَأَمَدْتُ
عَلَيْهِ السَّأَلَةَ فَقَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا
زَالَتِ الشَّمْسُ مَأْمِنًا
رَدَوُا الْبُخَارِيَّ

۱۷ وہی دبرہ باکی دبرہ و جزم سے آپ تابعین سے ہیں۔ ابن عمر اور سعید بن جبیر سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

۱۸ ظاہر ہے کہ امام سے سلطان وقت یا امیر مراد ہے جو مناسک حج ادا کرنے میں سلطان وقت کا نائب ہوتا ہے لیکن امام کی اقتداء کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم میں زیادہ ہو اسی لیے علامہ طیبی نے اس کی یہی تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اقتداء جو مجھ سے زیادہ علم والا ہو۔ اس کے بعد حضرت دبرہ نے فرمایا کہ میں نے یہ سوال دوبارہ حضرت عمر سے کیا تو انہوں نے اگلا جواب ارشاد فرمایا۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابن عمر سب سے قریبی جبر سے کہ سات لکھوں سے رمی کرتے تھے۔ ہر لکھ کے پیچھے بکیر کھتے تھے پھر آگے بڑھتے تھے یہاں تک کہ نرم زمین میں پہنچ جاتے تھے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دیر تک کھڑے رہتے تھے اور دعا کرتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر

وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
أَنَّهُ كَانَ يَذْبِي جَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ
حَصِيَّاتٍ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِكُنْ حَصَاةٍ
ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهَلَ فَيَقُومُ
مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ طَوِيلًا وَيَدْعُو
وَيُوقِعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَذْبِي الْوُسْطَى
بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى

بِحَصَاةٍ ثُمَّ يَأْخُذُ بِذَاتِ الشَّامِلِ
فِيْسِهْلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ
ثُمَّ يَذْعُو وَيَذْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ
طَوِيلًا ثُمَّ يَذْرِي جَمْرَةً ذَاتِ
الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي سَبْعَ
حَصِيَّاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ
وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ يَنْصَوِفُ
فَيَقُولُ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُكَ -

رَدَّ اَلَا الْبَخَّارِيُّ

۱۔ جو کہ مسجد خیف کی جانب سکانات کے قریب رہے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ لیل آیا ہے یہ لفظ سہل سے بنا ہے۔ یعنی نرم زمین یہ حزن کی ضد ہے۔ حزن عا کی زبردست
ساکن یعنی پتھر۔ ملی زمین۔

۳۔ علماء فرماتے ہیں آخری دیر تک کھڑے رہتے تھے یعنی دیر میں انسان سورہ بقرہ پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ دیکھتے گزرا۔
۴۔ واضح ہو کہ سنت اسی طرح واقع ہے کہ پہلے دو جہروں کی سی کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے اور کافی دیر کھڑے ہو کر
دعا میں مشغول رہنا چاہیے پھر آخری جہرے کو لکریاں مارتے اور واپس لوٹ جاتے ہیں نہ کھڑے ہوتے ہیں نہ دعا کرتے
ہیں اس کا لازم شارع علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یاد رہے کہ حج کے بڑے بڑے ارکان و افعال سب کے سب
ایسی عبادت ہیں جن کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے عقل کے لیے کوئی راستہ نہیں۔ جہرہ اخیر کے پاس نہ کھڑے ہونا اور
نہ دعا کرنا بھی اسی قبیلہ میں سے ہے۔ اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو ایسا ہی کہتے دیکھا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں نہ کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن بہت زیادہ مصروفیت
ہوتی ہے شکار قربانی کرنا۔ سر منڈانا اور اسکے شریف جا کر طواف اقامہ کرنا مگر یہ متنی متنی کے ایام میں منقود ہے۔ بعض علماء یہ
کہتے ہیں کہ جہرہ عقبہ کو نہ راستے میں واقع ہے لہذا اس کے پاس کھڑے ہونا، ہجوم کا موجب اور راستہ تنگ کرنے کا باعث
ہے اس سے گزرنے والوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ بخلاف دوسرے دو جہروں کے کہ وہ راستے سے ہٹ کر واقع ہیں۔
درمیان میں واقع نہیں۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ دعا عبادت کے ابتدا اور وسط میں ہوتی ہے نہ کہ بالکل آخر میں نیز
دعا عبادت کے اندر افضل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعائیں نماز میں التحیات کے اندر سلام سے پہلے ہوتی تھیں

اور نماز سے باہر آنے کے بعد پہلے دو جہرے درمیان میں ہیں اس لیے اُن میں دعا کی مگر جہرہ عقبہ کے بعد عبادت ختم ہو گئی کتاب ہدایہ میں اس وجہ کی جانب اشارہ آیا ہے مثنیٰ نے بھی ایسا ہی کہل ہے کتاب سفر السعادت میں بھی ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے تاہم یہ وجہ بھی ضعیف و کمزوری سے خالی نہیں، کیونکہ عبادت سے فارغ ہونے کے بعد بھی دعا کرنا جائز و مشروع ہے کتنی ہی دعائیں اور اذکار نماز کے بعد منقول ہیں اسی طرح روزہ افطار کرنے کے بعد بھی دعا کا ذکر آیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قبولیت دعا کے حالات میں سے ایک حالت فرض نماز کے بعد اور قرآن پاک کی تلاوت وغیرہ کے بعد بھی ہے۔ بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ اُس سے درگزر کرے اور معافی عطا فرمائے جبکہ اس عبادت سے مشرف ہوا تو اُس کے دل میں بغیر کسی پیچیدگی غور و فکر کے بطریق الہام یہ نکتہ ڈالا گیا کہ اس جہرہ یعنی جہرہ عقبہ کے پاس نہ کھڑے ہونے کی وجہ اور امید ہے کہ یہ وجہ ٹھیک ہی ہوگی۔ یہ ہے کہ اس جہرے کے پاس کھڑا نہ ہونے میں اس جانب اشارہ ہے کہ رب رحیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بندے نے پہلے دو جہروں میں مجاہدہ کیا ریاضت و مشقت اٹھائی اور اُس میں مبالغے سے کام لیا اور رحمت و دعا کے دروازے پر کھڑا ہوا، سوال کیا اور اپنی رحمت و طاقت کے مطابق حق خدمت ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے کام کو اُس کے لیے آسان کر دیا اور اُس کے لیے اپنے فضل و کرم کی بنا پر انور و رحمت کو مباح کر دیا اور اُس پر اپنی رحمت و عفو و مغفرت کا فیضان بہا دیا خاص کر اس عبادت میں کہ عبادتِ حق ہے جو کہ انتہائی رحمت کے انہار کی شہر اور نتائج مغفرت میں سے ہے۔ جس طرح کہ عرفات شریف میں ایک بار ہی کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے تو جہرہ عقبہ کو کھڑا ہونے کے وقت گویا خدا نے تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے میرے بند و تم نے بڑی مشقت اٹھائی بہت مجاہدہ کیا اب ایک گھڑی کے لیے آرام کرو اور آسودہ ہو جاؤ کہ میں نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا اور میں نے تم پر اپنی رحمت کر دی۔ میں نے اکابر علمائے کرام کے سامنے ایک مجلس میں یہ کہہ پیش کیا۔ خصوصاً ہمارے شیخ و مولانا حضرت تاج الدین بن تاجی جارا اللہ القرشی اللہ ہی مفتی کہ معتمد مشہور بابین علمہ و سب نے اُسے قبول کیا و پسند کیا۔ افسانہ بغیر کے لیے دعائے خیر و برکت فرمائی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
اِسْتَاذَانَ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيْلًا
وَمِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَانَتْ لَهُ
رُشَقٌ فَلَيْسَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے
حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ صبح کی راتیں
مکے میں بسر کریں کیونکہ لوگوں کو آب زم زم پلانے کی
ذمہ داری حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر تھی۔ تو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو اس کی اجازت
دے دی۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ کیونکہ اب زم زم پائے کا عہدہ بنی عبدالمطلب کے پاس تھا اور ان دنوں بنی عبدالمطلب کے سردار حضرت عباس تھے۔ یہاں عزلی میں لفظ سقایہ آیا ہے معنی پانی دینے کی جگہ۔

۲۔ واضح ہو کہ نئی میں عرفات سے اگر راتیں گزارنا مجبور علماء کے نزدیک واجب ، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سنت ہے اسی طرح ایک روایت کے مطابق امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک بھی سنت ہے وہاں رات بسر کرنے سے مراد رات کا اکثر حصہ ہے۔ اسی طرح وہ تمام جگہیں جہاں رات گزارنا مستحب ہے اُس سے رات کا اکثر حصہ گزارنا مراد ہے یعنی علماء نے کہا ہے کہ وہاں ایک گھڑی رہنا بھی کافی ہے۔ اس کے سنت ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے کہ چونکہ اگر وہاں رہنا واجب ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عباس کو مکہ میں راتیں بسر کرنے کی اجازت کیوں دیتے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اجازت ضرور و ضرورت کے تحت تھی۔ بعض روایات میں لفظ اذن کی بجائے لفظ رخصت آیا ہے۔ کبھی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اگر وہاں راتیں بسر کرنا سنت ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ یعنی حضرت عباس بلا اجازت بھی جا سکتے تھے مگر یہ بات کمزور ہے کیونکہ سنت کی مخالفت بھی بڑی خطرناک بات ہے۔ خصوصاً صحابہ کرام کے نزدیک خصوصاً ایسے مقام میں کیونکہ حضرت عباس کا حضور کے پاس سے چلے جانا حضور علیہ السلام سے عیدگی کو ظاہر کرتا ہے ، اس میں دوسرے تمام لوگوں کی مخالفت لازم آتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ بیہنا لازم آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترک سنت میں بھی گناہ پایا جاتا ہے۔ حضرت عباس کا آپ سے اجازت لینا اس گناہ سے بچنے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ہدایہ میں فرمایا کہ منی میں راتیں بسر کرنا حج کے مناسک میں مقصود لذاتہ نہیں بلکہ ری کی آسانی کے لیے ہے تو اگر کوئی شخص منی میں رات نہ رہے۔ مگر رمی کے وقت وہاں حاضر ہو جائے تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں آتا۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا ترک ضرور لازم آتا ہے۔ اسی لیے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس کے ترک پر لوگوں کو مبرا دیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب زم زم پینے کی
جگہ تشریف لائے تو پانی طلب فرمایا اس پر حضرت عباس
نے فرمایا اے نفل اپنی ماں کے پاس جا۔ اور اُس کے
پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی
لے کر آ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے پانی پلانا حضرت
عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک لوگ اپنے
ہاتھ اس پانی میں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے پانی پلانا

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ
إِلَى السَّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى فَقَالَ
الْعَبَّاسُ يَا فَصْلُ اذْهَبْ إِلَى
أُمِّكَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ مِنْ
عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِي فَقَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ

أَيُّدِيهِمْ فِيهِ قَالَ اسْقِيْنِي
فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَفَى ثَمُومًا
وَهُمْ يَسْقُونَ وَ يَعْمَلُونَ فِيهَا
فَقَالَ اعْمَلُوا فَلَكُمْ عَلَى عَمَلٍ
صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ كَوَلَا أَنْ تَغْلِبُوا
لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى
هَذِهِ وَ أَشَارَ إِلَى عَاقِبِهِ -
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تو آپ نے اُس سے پانی پیا پھر آپ آب زم زم کے
پانی تشریف لائے اس حالت میں کہ اولاد عبدالمطلب
لوگوں کو پانی پلا رہی تھی اور آب زم زم پر کام کاج کر رہی
تھی حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ ٹل کرتے رہو بے شک تم
لوگ ٹل صالح بجالا رہے ہو۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا
اگر تمہارے مطلوب ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نیچے اترتا
یہاں تک کہ رسی اس پر مکتا یہ کہتے ہوئے آپ نے
پنہ کندہ سے کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بخاری)

۱۷ یعنی اپنے بیٹے کو فرمایا جن کا نام نفل تھا۔

۱۸ یعنی مجھے یہیں سے آب زم زم پلا کر گھر سے پانی نہ ملا۔

۱۹ کیونکہ لوگ اگر اُس میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو اس سے کیا ہوگا۔

۲۰ کہ یعنی یہ پانی پلانا اور پانی پلانے کی غیبت انجام دینا نیک عمل ہے۔

۲۱ یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری سنت کی اتباع کی وجہ سے خود پانی کھینچنا شروع کر دیں گے، اس نفل

میں تم پر غالب آجائیں گے اور تمہیں آب زم زم کھینچنے کی غیبت نہ دیں گے۔ تو یہ کام تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

۲۲ نیچے اترتا یعنی اپنی اونٹنی سے نیچے اترتا۔ حضور علیہ السلام اُس دن اونٹنی پر سوار تھے تاکہ لوگ آپ کو
دیکھیں اور آپ سے احکام سیکھیں۔

۲۳ یعنی اس لفظ سے حضور علیہ السلام نے اپنے کندہ سے کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر مغرب اور عشا
کی نماز پڑھی پھر آپ محبت میں تھوڑی دیر کے
پسے سو گئے پھر آپ سوار ہو کر بیت اللہ تشریف کی
طرف آئے اس کا طواف کیا۔

(بخاری)

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَ
الْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ
رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ
إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۲۴ محبت میں کی زبرد اور شد سے ہر ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے کنکریاں ہوں۔ آج کل ایک معین جگہ

کا نام ہے جو کہ سے باہر میانہ بنی صلی کے قریب واقع ہے اس جگہ کو ابلح اور بطلح بھی کہتے ہیں۔ خیف بنی کنانہ بھی

اسی جگہ کا نام ہے۔ آپ کا یہاں ٹھہرنا اور کچھ دیر سونا منی سے باہر کے کی طرف تشریف لائے کے وقت تمہاریہ یوم نحر کا چوتھا دن اور ذوالحجہ کی تیرہویں تاریخ تھی۔
۱۷ یعنی طواف وداع۔

حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
سے پوچھا جن نے کہا آپ مجھے ایسی چیز کے بارے میں
خبر دی جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی
کہ حضور نے ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ظہر کی نماز کہاں
پڑھی انہوں نے فرمایا کہ منی میں انہوں نے پھر پوچھا حضور
نے دعا کی کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی فرمایا مقام
ابلیح میں۔ پھر حضرت انس نے فرمایا اُس طرح کہ جس
طرح تیرے امراء ادا احکام کرتے ہیں۔ (بخاری مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ
قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ
أَخْبَرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ
صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّوْدِيَةِ قَالَ
بِمَنَى قَالَ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ
النَّفَرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ أَفْعَلُ
كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۸ راکی پیش۔ فاک زبر سے۔ آپ شہر اور ثقیف نابین میں سے ہیں۔

۱۹ حدیث میں لفظ ترویہ آیا ہے۔ اس دن لوگ مکہ سے منی کو جاتے ہیں۔ اس نام کی وجہ حجۃ الوداع کے باب میں
حضرت جابر کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۲۰ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مکہ معظمہ سے ظہر سے پہلے نکلے۔

۲۱ یعنی حضرت ابن رفیع نے حضرت انس سے یوں کہا حدیث کا ظاہر اسلوب عبارت کے موافق یہ ہے کہ یوں کہا
جائے کہ میں نے کہا۔

۲۲ یہاں حدیث میں اس کے لیے یوم نفر آیا ہے نفرون کی زبر فاساکن اور فاپر زبر بھی جائز ہے نفرا یا نفرا یہ ایام نحر
کے چوتھے دن کا نام ہے جبکہ حاجی لوگ منی سے باہر نکلتے ہیں۔ صراح میں ہے نفرا کی جزم سے یعنی حاجیوں کا گروہ
گروہ بن کر منی سے واپس لوٹنا۔

۲۳ ابلیح وہی جگہ ہے جسے گزشتہ حدیث میں محب کہا گیا ہے۔

۲۴ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو خود ایسا ہی کیا جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ تو اُس طرح کہ جس طرح تیرے امراء
کریں۔ اور اُن کی مخالفت نہ کرنا کہ کوئی قنہ نہ بھڑک اٹھے اور یہ کوئی ضروری بھی نہیں ہے کہ مقام ابلیح میں ہی نماز پڑھی
جائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَزَّوْلُ
الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّهُ كَانَ يَمِمْحُ بِخُودِهِ جَبْهَهُ
إِذَا خَرَجَ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
وادی ابطح میں اترنا سنت نہیں ہے سوائے اس کے
نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ اترے
کیونکہ آپ واپس روانگی کے لیے آسانی
چاہتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

اسے یعنی حضور نبی پاک علیہ السلام کا وادی ابطح میں اترنا سنت کے طور پر نہ تھا، نہ ہی مناسک حج کے طور پر تھا
اور نہ نیت عبادت آپ وہاں اترے۔

اسے یعنی آپ کا اس جگہ اترنا مدینہ منورہ کی جانب روانگی کے لیے سہل تر اور آسان تر تھا۔ اس لیے کہ جب حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام ابطح میں نزول فرمایا اور اپنا سامان وغیرہ وہاں چھوڑا۔ خود مکہ شریف تشریف لائے اور طواف
کیا تو پھر اسی راستے سے واپس مدینے جانا آپ کے لیے آسان ہو گیا۔

واضح ہو کہ وادی محصب میں اترنے کے سنت یا عدم سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں اور یہی حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہاں اترنا حج کی سنتوں اور مناسک حج کے تقیم میں سے ہے کیونکہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے نبی میں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کل انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے کیونکہ وہاں مشرکین نے ایک دوسرے کے
ساتھ عہد کیا تھا اور قسم اٹھائی تھی کہ وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ میل جول رشتہ نکاح خرید و فروخت اور تعلقات
کو ختم کر دیں گے جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پیرو اور حواری نہ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ
آپ اُس جگہ اسلام کے نشانات کو ظاہر کریں جہاں کفار نے کفر کے نشانات ظاہر کیے تھے۔ اور غلامی کی نعمت و فضل
کا شکر ادا کریں۔

لیبرانی نے اوسط میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: روانگی
کی بات ابطح میں اترنا سنت ہے۔ اور آپ لوگوں کو اس بات کا حکم دیا کرتے تھے۔

ہماریہ میں کہا صحیح تر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محصب میں اترنا مشرکین کو دکھانے کے لیے تھا اور اللہ تعالیٰ
کے لطف و کرم کے اظہار کے لیے تھا۔ لہذا یہاں اترنا سنت قرار پایا جیسا کہ طواف میں رمل کرنا۔ صاحب ہدایہ کا کلام
ختم ہوا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے بلکہ آپ کا یہاں اترنا اتفاقی امر تھا۔ حضرت ابورافع جو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے آزاد کردہ غلام تھے اُن کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ آپ کے ذاتی سامان کی دیکھ بھال کیا کریں۔ یہ ابورافع حضور

حضرت علیہ السلام سے پہلے یہاں پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیمہ نصب فرمایا آپ نے یہ کام اپنی رائے اور اپنے خیال سے کیا حضرت علیہ السلام کے حکم کے تقاضا کے تحت نہ کیا۔ جیسا کہ مسلم نے حضرت ابو رافع سے روایت کی ہے، یہی قول حضرت ابن عباس کا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اُن سے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی جانب ہیں جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں آیا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جگہ نزول فرمانا اتفاقی امر تھا تاہم حضور کی اتباع بہت محبوب و احسن ہے۔ صحابہ و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطا میں کہا کہ محصب میں اترنا احسن و اچھا ہے۔ اور اگر کوئی شخص نہ اترے تو کوئی چیز لازم نہیں آتی۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے بندہ مسکین عبد الحق بن سیف الدین اللہ تعالیٰ اس کے حال کی اصلاح کرے اور اس کی ابتداء اور انتہا اچھی کرے کہ جب شیخ امام اجل اکرم یگانہ وقت حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اودان کے زیر سایہ حج ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، پھر منی سے جانب کہ آپ روانہ ہوئے اور محصب میں پہنچے تو آپ نے وہاں نزول فرمایا، حضرت شیخ موصوف نے اس جگہ نماز ظہر ادا فرمائی اور سو گئے اور وہیں عصر کی نماز ادا فرمائی اُس کے بعد فرمایا سوار ہو جایاں اتنی مقدار میں ٹھہرنا اتباع سنت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے اور آپ نے فرمایا کہ یہی بنا صندھ یعنی ہمارے لئے یہاں اتنی دیر ٹھہرنا ہی کافی ہے۔ حضرت شیخ موصوف کا یہ قول اس پر مبنی ہے جو علماء نے کہا ہے کہ محصب میں اترنا سنت ہے۔ تاہم حضور ہی پاک علیہ السلام کا یہاں عشا تک قیام فرمانا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمرے کے لئے تھا۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے فرماتی ہیں میں نے مقام نعیم سے عمرے کا احرام باندھا تو میں مکہ میں داخل ہوئی اور اپنا عمرہ قضا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری انتظار مقام البطح میں کرتے رہے یہاں تک کہ میں عمرے سے فارغ ہوئی تو آپ نے لوگوں کو جانب مدینہ کوچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ محصب سے نکلے اور خانہ کعبہ پہنچے تو نماز صبح سے پہلے اُس کا طواف کیا پھر مدینہ منورہ کی طرف نکل پڑے مولف فرماتے ہیں میں نے اس حدیث کو بخاری و مسلم میں نہیں پایا۔ بلکہ

وَعَنْهَا قَالَتْ أَخْرَجْتُ مِنَ
التَّجْعِيذِ بِحُجْرَةٍ فَدَخَلْتُ فَقَضَيْتُ
عُمْرَتِي وَانْتَظَرْتَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ حَتَّى
قَرَعْتُ فَأَمَرَ النَّاسَ بِالتَّحِيلِ فَخَرَجَ
فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ قَبْلَ
صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى
الْمَدِينَةِ هَذَا الْحَدِيثُ مَا وَجَدْتُهُ
بِرِوَايَةِ الشَّيْخَيْنِ بَلْ بِرِوَايَةِ
أَبِي دَاوُدَ مَعَ اخْتِلَافٍ يُسَيِّرُونِي

اخیرہ -

میں نے اسے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ ابو داؤد کی روایت کے ساتھ پایا ہے۔

۱۷ جو کہ حیض شروع ہو جانے کی وجہ سے نیت ہو چکا تھا جیسا کہ باب قصہ حجتہ الوداع میں گزرا ہے۔

۱۸ یہ طواف ووداع ہے اور اسے طواف صدر (دکڑ برے) بھی کہتے ہیں۔ اس طواف میں رمل نہیں ہے نہ اس کے بعد سہمی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں لوگ ہر طرف سے جاتے آتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کوچ نہ کرے جب تک کہ اس کا آخری کام بیت اللہ شریف میں آنا نہ ہو مگر اتنی بات ہے کہ حیض والی عورت کے لیے تخفیف کر دی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَنْحَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ أَخُو عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۹ یعنی لوگ ہر طرف سے یکے میں آتے جاتے تھے اور طواف ووداع نہ کرتے تھے۔

۲۰ یعنی جب تک کہ طواف ووداع نہ کرے۔

۲۱ یعنی حیض والی عورت کے ذمے ہے طواف ووداع سنا کر دیا گیا ہے جبکہ وہ طواف زیارت کر چکی ہو واضح ہو کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ طواف ووداع واجب ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا مذہب ہے، امام شافعی کا صحیح مذہب بھی یہی ہے۔ امام مالک کے نزدیک منت ہے۔ مگر اتفاق اکثرہ فرض نہیں ہے۔ لیکن گزشتہ حدیث کا ظاہر اگرچہ اس بارے میں ہے کہ کسے سے روانہ ہونے کا حکم طواف کی قید کے بغیر ہے مگر یہ حکم طواف کر کے جانے پر محمول ہے۔ اس حدیث کے قرینے کا بناء پر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف ووداع سے روکا تو حضرت عائشہ نے فرمایا میں نہیں جانتی اپنے آپ کو مگر یہ کہ میں نے تمہیں مدینہ کی جانب روانگی سے روکا تھا۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی) بانجھ بندی ہوئی کیا اس نے تمہارے من طواف زیارت کر لیا؟

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بَيْلَةَ النَّفَرِ فَقَالَتْ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسُكُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَرَّيْ حَلَّتْ أَلَمَاتُ يَوْمِ النَّفَرِ قِيلَ نَعَمْ قَالَ قَانَفِرِي - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

عرض کیا گیا ہاں تو حضور علیہ السلام نے حضرت صفیہ سے
مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ رکنے کی ضرورت نہیں۔
باہر نکل اور روانہ ہو چل۔ (بخاری و مسلم)

۱۲ روایت کی رات سے یہی رات مراد ہے جس میں حضور علیہ السلام محسب میں تھے۔ حج کے باب میں رات گزشتہ دن
سے تعلق رکھنے والی مراد ہوتی ہے نہ کہ آنے والی رات جیسا کہ مشہور ہے۔
۱۳ کیونکہ مجھے حیض آنا شروع ہو گیا ہے اور میں طواف نہیں کر سکی۔
۱۴ یہاں حدیث میں عقری آیا ہے عین کی زبرکات ساکن اور الف مکسورہ سے دوسرا لفظ حلق آیا ہے حاک کی زبر
ہم ساکن آخر میں الف مکسورہ یہ بدو مائیدہ کلمہ ہے مگر حقیقت میں بدو عامرانیہ نہیں ہوتی۔ یہ کلمہ عربوں کی زبان پر عادت کے
طور پر چڑھا ہوا ہے جس طرح کہ اور بہت سے کلمات اُن کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں مگر اُن کا معنی مراد نہیں ہوتا۔ عقری
عقر سے بنا ہے بمعنی زخمی کرنا قتل کرنا اور ہلاک کرنا یا بمعنی بچہ بننا۔ حلق بمعنی گلے میں درد ہونا یا کوئی چیز حلق میں مارنا۔
اسی کہتے ہیں یہ وہ کلمہ ہے جو تعجب کے مقام میں استعمال کرتے ہیں ان دو کلموں کی اس سے زیادہ بھی تحقیق ہے جو
شرح میں ذکر کر دی گئی ہے۔

دوسری فصل

حضرت عمرو بن الاحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ
آپ حجۃ الوداع کے دن فرما رہے تھے یہ کونسا دن
ہے لوگوں نے کہا حج اکبر کا دن ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تو بے شک تمہارے خون تمہارے
مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اسی طرح
حرام ہیں جس طرح کہ تمہارے اس دن کی حرمت۔
تمہارے اس شہر میں آگاہ رہو کوئی زیادتی کرنے والا
اپنی ذات پر زیادتی نہ کرے۔ آگاہ رہو کوئی زیادتی
کرنے والا اپنے فرزند پر زیادتی کرے اور نہ کوئی
فرزند اپنے والد پر زیادتی کرے۔ سو بے شک شیطان

الفصل الثانی

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَلِ بْنِ الْاَحْوَمِ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ
أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا يَوْمُ الْحَجَّةِ
الْاَكْبَرِ قَالَ فَلَئِنْ دِمَاءَكُمْ وَ
أَمْوَالَكُمْ وَأَعْدَاكُمْ بَيْنَكُمْ
حَوَامٌ كَحَوْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي
بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا لَا يَجْنِي حَاجٌّ
عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ
أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيَسَ
أَنْ يُعْبَدَ فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَبَدًا

وَلَكِنْ سَتَكُونُ لَهُ طَاعَةٌ فِيمَا
تَحْتَقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَيَرِثُ بِهَا
رَدَّاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْإِمْدَنِيُّ
وَصَحَّحَهُ۔

البتہ مایوس ہو گیا کہ اُس کی عبادت کی جائے اس شہر میں
ہمیشہ کے لیے۔ لیکن منقریب اُس کے لیے فرما بزماری ہوگی
اُن اعمال میں جنہیں تم حقیر مانتے ہو تو وہ اُسی پر راضی ہو
جائے گا۔ ابن ماجہ و ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح
حدیث قرار دیا۔

۱۔ صغیر کی زہر معاساکن آخر میں میں آپ معافی ہیں آپ کے بیٹے حضرت سلیمان روایت کرتے ہیں۔
۲۔ یاد رہے حج اکبر مطلق حج کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں واقع ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اکبر اصغر کے مقابلہ میں
ہے۔ یعنی اصغر حج عمرہ ہے اور اکبر حج ہے۔ وہ جو لوگوں نے آج کل جمعہ کے دن حج کو حج اکبر کہنا شروع کر دیا ہے
تو یہ علم و شریعت کی بات نہیں ہے اس بارے میں ایک حدیث بھی روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن کا حج ستر حج کے
برابر ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع و باطل ہے ہاں وہ حج جو حضور علیہ السلام نے کیا تھا جمعہ کے دن تھا اور
بے شک جمعہ کے دن کے حج میں خاص فضیلت ہے۔ کیونکہ جگہ اور وقت دونوں کی بزرگی اس میں جمع ہو جاتی ہے۔
۳۔ اس سے مقصود گناہ سے روکنا اور دوسرے پر ظلم کرنے سے منع کرنا ہے۔ کیونکہ جو شخص دوسرے پر ظلم کرتا ہے حقیقت
میں اپنے پر کرتا ہے کیونکہ گناہ اور اُس کا بدلہ اُسی کی جانب ٹوٹتا ہے۔ پس یہ خبر نبی کے معنی میں ہے۔ اور ایک روایت میں اِلا
علی نفسہ۔ اس صورت میں یہ جملہ خبر کے معنی میں ہے نبی کے معنی میں نہیں ہے۔

۴۔ اس حدیث کا ذکر اس بناء پر ہے کہ اپنوں کے ساتھ زیادتی کرنا اجنبی لوگوں پر زیادتی کرنے سے زیادہ قبیح و
بُرا ہے۔ یا اس بناء پر بھی کہ عرب لوگ اپنی عادت جاریہ کے مطابق ایک آدمی کے زیادتی کرنے سے اُس کے قریبیوں
میں سے کسی کو پکڑ لیتے تھے اس وجہ کے مطابق یہ حکم سابق کی تاکید ہوگی اسے سمجھ لو۔

۵۔ یہ تمہارے شہر میں بت پرستوں سے کناہ ہے۔ یعنی ہمیشہ قیامت تک تمہارے اس شہر میں بت پرستی
نہ ہوگی۔

۶۔ یعنی تم ایسے کام کرو گے اور گناہ کے مرتکب ہو گے اور انہیں چھوٹا اور حقیر گناہ کرو گے حالانکہ چھوٹی برائیوں میں
بھی شیطان کی طاعت پائی جاتی ہے۔ جس سے وہ راضی ہوتا ہے پھر چھوٹے درجے کے گناہ منقنہ اور جنگ و شریعت پر کانٹے
کا باعث نہیں گے۔

حضرت رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صیفا
ازٹنی پر سوار ہو کر منیٰ میں پاشت کے وقت لوگوں کو

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْبَزْجِي
قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنَى

حِیْنَ ارْتَفَعَتْ اَلْقُنُحَى عَلٰی بَغْلَةٍ
شَهْبَاءٍ وَ عَلٰی یُعْبَرُ عَنْهُ وَ النَّاسُ
بَيْنَ قَائِمٍ وَ قَائِدٍ -

خلیہ دیتے ہوئے دیکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
آپ کی طرف سے کبیر و تفسیر فرما رہے تھے اور لوگ
کچھ کھڑے اور کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔

(رَدَاہُ الْبُودَاؤُذُ)

(ابوداؤد)

۱۷۔ ہم کی پیش زاک زبرون نسبت کا قبیلہ یہ مزینہ کی طرف نسبت ہے آپ صحابی ہیں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

۱۸۔ مہمالیسی اوٹنی کو کہتے ہیں جس کے بالوں کا اوپر کا حصہ ٹرخ اور اندر کا سفید ہو۔ جیسے شقرار شین اور زفان
کے ساتھ۔

۱۹۔ اوروگوں کو ستارے اور بھجڑے تھے اور ان لوگوں تک باتیں پہنچا رہے تھے جو دور تھے۔

۲۰۔ حج میں تین خطبے سنون ہیں ایک آٹھویں ذوالحجہ کے دن مکہ معظمہ میں دوسرا نویں ذوالحجہ کے دن عرفات میں تیسرا
منی شریف میں ہر جگہ کے جو احکام ہیں وہ آپ سکھاتے اور ان کی تلقین کرتے تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ عَنْهَا ابْنُ عَبَّاسٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَخَذَ طَوَّاتِ الزِّيَادَةِ يَوْمَ
النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ -

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے طواف زیارت دسویں ذوالحجہ کے روز سات
تک برقرار کیا۔

(ترمذی - ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

رَدَاہُ الْبُودَاؤُذُ وَ ابْنُ مَاجَةَ -

۱۷۔ اس حدیث کا ظاہر حضرت عائشہ کی اس حدیث کے معارض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف (زیارت) کیا
اور مکہ معظمہ میں ہی نماز ظہر ادا فرمائی۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اضطراب ہے اس کی وجہ سے حضرت ابن عمر
رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو جاری و مسلم کی حدیث ہے، میں تقدیم و تاخیر کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر منی میں
ادائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ (طواف
زیارت) کے سات چکروں میں رمل نہ کیا۔

(ابوداؤد - ابن ماجہ)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزْمُلْ
فِي السَّبْعِ النَّبِيِّ أَفَاضَ رِقْلَهُ -

(رَدَاہُ الْبُودَاؤُذُ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمل طواف زیارت اور طواف و دعا میں نہیں ہے۔ لہذا رمل صرف طواف قدم میں ہے۔
 وَ عَنْ عَائِشَةَ ۚ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَمَى
 أَحَدُكُمْ جُمُرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ
 لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النَّسَاءَ۔
 رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَ
 قَالَ إسناده ضعیفٌ وَ فِي رَوَايَةٍ
 أَحْمَدَ وَ النَّسَائِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
 قَالَ إِذَا رَمَى الْجُمُرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَهُ
 كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النَّسَاءَ۔

لے شرح سنہ میں روایت کیا اور کہا اس کا اسناد
 ضعیف ہے۔ اور احمد و نسائی کی روایت میں جو حضرت
 ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ
 ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب جمرہ کی رمی
 کر لی تو اس کے بعد تمام چیزیں حلال ہو گئیں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے

لہ اور عورتیں بھی طواف کے بعد حلال ہو جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے بجانب مکہ برائے طواف
 زیارت اس دن کے آخری حصہ میں جبکہ آپ نے ظہر
 ادا فرمایا۔ پھر آپ منیٰ واپس تشریف لائے تو ایام
 تشریق کی راتوں میں آپ نے منیٰ میں ہی قیام فرمایا۔
 آپ ہر جمرے کی رمی کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔
 ہر جمرے کو سات کھریاں مارتے تھے اور ہر کھری کے ساتھ
 تکبیر کہتے تھے اور آپ پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس
 دیر تک کھڑے ہوتے، اس گریہ منادی کرتے پھر
 تیسرے جمرے کو رمی کرتے تو اس کے پاس کھڑے نہ
 ہوتے۔ (ابوداؤد)

وَ عَنْهَا قَالَتْ أَنَا بَضَّ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أُخِرِ
 يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ
 إِلَى مِنَى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ
 التَّشْرِيقِ يَذِي الْجُمُرَةَ إِذَا زَالَتِ
 الشَّمْسُ كُلَّ جُمُرَةٍ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ
 يَكْبُرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَ يَقِفُ عِنْدَ
 الْأُولَى وَ الثَّانِيَةِ فَيُطِيلُ الْقِيَامَ
 وَ يَتَضَرَّعُ وَ يَذِي الثَّالِثَةَ فَلَا
 يَقِفُ عِنْدَهَا۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

لہ اس حدیث کا ظاہر بھی یہی ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں ادا فرمائی۔
 لہ یعنی شرق سے مغرب کی جانب ڈھل جاتا۔

۳۷ یعنی آپ اس کی رمی کرتے اور چل پڑتے۔

وَعَنْ أَبِي الْبَدَا حِ بْنِ قَاصِمِ
بْنِ عَدُوٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَحِمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتِ أَنْ
يَرْمُوا يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَجْمَعُوا
رَمَى يَوْمَيْنِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ
فَيَرْمُوهُ فِي أَحَدِهِمَا .

حضرت ابو البداح بن عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ
سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ چرانے والوں کو رات بسر
کرنے کی رخصت دئی کہ نحر کے دن رمی کر لیں۔ پھر
یوم نحر کے دن کے بعد کہ دو دنوں کی رمی ایک ہی دن
میں کر لیں۔

مالک۔ ترمذی۔ نسائی

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح

رَمَا وَأَمَّا مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
النَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ صَحِيحٌ

۱۷ باقی زبردال کی شد آخر میں ح۔ عام یہ بداح کے باپ ہیں۔ ابو البداح ثقہ تابعی ہیں۔ ان کے باپ

صحابی ہیں۔

۳۷ یعنی اگر منی میں رات بسر نہ کریں تو انہیں اس کی اجازت ہے۔

بَابُ مَا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ

باب اس چیز کا جس سے محرم بچتا ہے

یعنی ان چیزوں کے بیان کا باب جن سے محرم پرہیز کرتا ہے۔ یعنی جن کا کرنا محرم کے لیے حرام ہے۔ خواہ اس کے
کرنے سے دم واجب آئے یا صدقہ یا کچھ لازم نہ آئے۔ صدقہ سے مراد نفقہ صاع گندم یا ایک صاع جویا کوئی تھوڑی
سی چیز جس کی مقدار صاعین نہ ہو۔ اس قسم کے تمام سائل کتب نقد میں مذکور ہیں۔ نیز متاسک ج کے رسائل وغیرہ میں بھی
مذکور ہیں ہم نے خود ایک فارسی رسالہ میں ان سب کو جمع کر دیا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرَانِسَ وَلَا الْخِفَاتِ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ ثَلَاثِينَ خُفَّيْنِ وَلَيَقْطَعَهُمَا أَشْفَلُ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مِثْلَهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا دُرُسٌ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے تو آپ نے فرمایا قمیص نہ پہنو نہ بگڑیاں نہ اور نہ شلواریں۔ اور نہ ٹوپیاں۔ نہ موزے مگر وہ شخص جو جوتا نہ پائے۔ مگر انہیں ٹخنوں سے نیچے کاٹ سکے۔ اور ایسے کپڑے نہ پہنو جنہیں ذرا سا زعفران بھی لگا ہو۔ نہ وہ کپڑا جسے درخش لگا ہو۔

(بخاری و مسلم)

ابو بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ روایت کیے اور احرام والی محبت چہرے پر نقاب نہ ڈالے۔ اور دستانے بھی نہ پہنے۔

رُمُتَقُّ عَلَيْهِ وَذَاكَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْءُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازِينَ)
اس حدیث میں لفظ قمص آیا جو قمیص کی جمع ہے۔

۲۔ قمیص و شلوار اس صورت میں پہننے کی ممانعت ہے جب کہ مشہور و متعارف طریقہ پر انہیں پہنا جائے۔ یعنی قمیص لگے میں ڈالی جائے اور شلوار کو کمر بند سے باندھا جائے۔ اگر انہیں چادر کی طرح بدن پر ڈالا جائے تو کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ اس صورت میں نہیں کہتے کہ اس نے قمیص یا شلوار پہنی ہے۔

۳۔ حدیث میں لفظ برانس آیا ہے جو برنس کی جمع ہے۔ باقی پیش نون کی پیش تراساکن یعنی لمبی ٹوپی۔ مگر یہ تفسیر برنس کی پوری تفسیر کرنے سے قاصر ہے۔ برنس کا مشہور معنی یہ ہے کہ وہ ایک ایسا کپڑا ہے جو بادشام سے لایا جاتا ہے۔ وہ تمام بدن سر و گردن کو اپنے اندر چھپا لیتا ہے۔ اسے بارش کے وقت بھی پہنتے ہیں۔
۴۔ تاکہ وہ موزہ ہونے کی حد سے نکل جائے۔

۵۔ درس داؤ کی زیر تراساکن۔ یہ ایک قسم کی زرد رنگ کی گھاس ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

اسے فارسی میں اسپرگ بھی کہتے ہیں۔

۱۷ یہاں حدیث میں تنقیب آیا ہے۔ یعنی نگوں میں تنقیب آیا ہے یعنی دو تا اور قاف کی شد سے نقاب
دون کی زیر سے یعنی چہرے کو چھپانے والی چیز۔

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ قفازین آیا ہے۔ قفاز کا تفسیر ہے۔ قاف کی پیش ناک شد آخر میں نہ۔ یہ بھی ایک قسم
کی پوشش ہے جسے عرب کی عورتیں پہنتی۔ اپنے ہاتھوں کو سردی و گرمی میں جس سے ان کے ہاتھوں کی انگلیاں
ہتھیلیاں اور کلائیوں سب چھپ جاتی ہیں۔ بعض نے کہا یہ ایک قسم کا زیور ہے جسے عورتیں اپنے ہاتھوں کو پہنتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
خلعہ دیتے سنا کہ آپ فرماتے تھے جب محرم
جوتے نہ پائے تو موزے پہن لے اور جب
تہ بند نہ لے تو شلوار پہن لے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ
إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ نَعْلَيْنِ
لَيْسَ خُفَّيْنِ وَإِذَا لَمْ يَجِدْ إِذَا
لَيْسَ سَوَادِيلَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۹ لیکن موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں بیان فرمایا۔ جہور کا مذہب یہی
ہے اور اگر اسی طرح ٹھیک طہ پر پہن لے تو فدیہ دے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ موزے نہ کاٹے کیونکہ یہ مال کا مناع
کونا ہے۔ بلکہ فرسٹ کے تحت جیسے ہیں ویسے ہی پہن لے اسی صورت میں فدیہ بھی لازم نہیں ساسی طرح شلوار میں
بھی اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شلوار کو دھیر کر اس کا تہہ بند نہ لے۔

حضرت یحییٰ بن ابیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ہم لوگ جواد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھے جبکہ ایک اعرابی شخص آیا اس پر ایک جہ تھا اور
وہ مرد و خلوں خربو کے ساتھ آلودہ تھا۔ اس نے
کہا یا رسول اللہ بے شک میں نے عمرے کا احرام
باندھا ہے اور یہ لباس میرے بدن پر ہے اس
پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خربو جیرے ساتھ
گی ہوئی ہے اسے تین بار دھو ڈال اور جب بدن

وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ أُمَيَّةَ قَالَ
كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالْبَجَرَانَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ
عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُتَغَيَّرٌ بِالْخَلُوقِ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْرَمْتُ
بِالْعُمْرَةِ وَهَذِهِ عَلَيَّ فَقَالَ أَمَّا
النَّطِيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ وَ أَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ

اَصْنَعُ فِي عُمَرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي
حِجَّتِكَ - سے آماروے پھر اپنے عمرے میں وہی کام کر جو تو
اپنے حج میں کرتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷۱۔ یعنی یا کی زیریں ساکن۔

۱۷۲۔ اُمیرہ ہنزہ کی پیش میم کی زیر اور یا شد و آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ جنگ خین و طائف
میں شریک ہوئے۔

۱۷۳۔ یہ جگہ مکہ منظم سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے آپ وہاں سے عمرے کے لیے تشریف لائے تھے۔

۱۷۴۔ خاک کی زیر آخر میں قاف یہ ایک خوشبو کا نام ہے جسے عرب لوگ بناتے ، اور اس میں زعفران ڈالتے ہیں۔ یہ
اُن کے ہاں ایک مشہور خوشبو ہے۔ آلودہ کرنے کے لیے حدیث میں لفظ منمغ آیا ہے یعنی جسم کو خوشبو سے اس طرح
آلودہ کرنا گویا کہ وہ اُس سے ٹپک رہی ہے۔

۱۷۵۔ کیونکہ زعفران کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے اس وجہ سے نہیں کہ احرام کے بعد خوشبو کا اثر باقی رہتا احرام
کو فاسد کرنے والا ہے اسے سمجھ لو۔

۱۷۶۔ گویا وہ شخص حج کے احکام جانتا تھا۔ عمرے کے نہیں جانتا تھا تو حضور علیہ السلام نے عمرے کو حج سے تشبیہ
دی ہے ہوئے فرمایا جو احکام وارکان حج کے ہیں یعنی احرام اور اس کی شرائط عمرے کے احکام بھی وہی ہیں اور حج و
عمرہ میں ماسوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ حج میں عرفات کے اندر وقوف ہوتا ہے عمرے میں وقوف نہیں ہے

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

يُنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا

يُخَطِّبُ - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

محرم شخص حالت احرام میں نہ تو اپنا نکاح کرے اور

نہ کسی دوسرے کے نکاح کا سرپرست و وکیل

بنے اور نہ اپنے نکاح کی کسی عورت سے منگنی

کر لے۔ (مسلم)

(رَدَّالْاَلَامُتِلَمُّ)

۱۷۷۔ یہاں حدیث میں بمنزل لفظ پیش اور جزم سے مروی ہیں۔ منگنی کے لیے یہاں لفظ خطبہ آیا ہے۔ یعنی خاکی لیر
سے یعنی عورت کی خواہش کرنا۔ یہ امام شافعی اور جہود علماء کا مذہب ہے لیکن نکاح کرنے اور کرانے سے ممانعت تحریمی
مراد ہے اور خطبہ سے نفی تنزیہی۔ ہمارے نزدیک سب کچھ جائز ہے۔ ہماری یعنی اخان کی پہلی حضرت میمونہ کا نکاح
ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ
مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ
سے نکاح کیا جبکہ آپ حالت احرام میں تھے۔
(بخاری و مسلم)

اے یعنی آپ نے عمرہ تضا کے لیے احرام باندھا ہوا تھا۔

وَعَنْ يَزِيدَ ابْنِ الْأَصَمِ
أُخْتُ مَيْمُونَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ -

حضرت یزید بن الاصم بن اخت میمونہ سے روایت ہے
وہ حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے
نکاح کیا اُس وقت آپ حالت احرام میں نہ تھے۔

(رواہ مسلم)

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُبَى الشَّيْخِ
رَحِمَهُ اللَّهُ وَالْأَكْثَرُونَ عَلَى أَنَّهُ
تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَقَدْ ظَهَرَ أَمْرُ تَزَوُّجِهَا
وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهُوَ
حَلَالٌ يَسْتَوِي فِي طَرِيقِ مَكَّةَ -

(مسلم شریف)
شیخ محی السنۃ رحمہ اللہ اور اکثر محدثین اس پر
ہیں کہ آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح اُس
وقت کیا جبکہ آپ احرام میں نہ تھے اور آپ کے
نکاح کرنے کا معاملہ اُس وقت ظاہر ہوا جبکہ آپ
حالت احرام میں تھے پھر آپ نے حضرت میمونہ
سے محبت کی جبکہ آپ احرام سے باہر نکل آئے تھے
محبت کرنے کا معاملہ مقام شرف میں ہوا جو کہ کہہ کے
راستے میں ہے۔

اے یعنی آپ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہمیشہ کے بیٹھے ہیں بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور
سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ صحابی ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔

۱۔ شرف سین کی زبرداری دیر آخر میں فایہ ایک جگہ کا نام ہے جو کہہ کے راستے پر کہہ سے دو میل کے فاصلے پر
واقع ہے۔ یہ بات عجیب التفات میں سے ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال شریف بھی یہیں ہوا۔
اب اُس جگہ آپ کے مرقد مبارک پر ایک عمارت بنی ہوئی ہے۔ جو بعض امرا نے تعمیر کی ہے۔

واضح ہو کہ حضرت ابن عباس کی حدیث اور حضرت یزید بن الاصم کی حدیث دونوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ
متعارض ہیں حضرت ابن عباس کی حدیث یہ بیان کرتی ہے کہ حضرت میمونہ کا نکاح حالت احرام میں ہوا۔ ابن الاصم کی

حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مالت احرام کی بجائے مالت غیر احرام میں ہوا۔ ہمارے اصحاب حنفیہ حدیث ابن عباس کو حدیث ابن الامم پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ابن عباس حفظہما لقان وقفہ میں افضل و اکمل ہیں اور ان کی حدیث متفق علیہ ہے۔ باقی سہی یہ بات کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو مالت احرام میں نکاح کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ تو اس کی تاویل کی گئی ہے۔ وہ تاویل یہ ہے کہ نکاح کرنا یا نکاح کرنا محرم کے مال کے مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ دوسرے کام میں مصروف ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے لیے ایسا کرنا حرام ہے۔ اور وہ جو شافعی حضرات نے حدیث ابن عباس کو اس پر محمول کیا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ مالت احرام میں ظاہر ہوا اس وجہ سے کہہ دیا کہ حضرت یحیونہ کا نکاح مالت احرام میں ہوا تو یہ تاویل تکلف پر مبنی ہے اور اس بات پر کہ یہ علت قبل احرام والی اصل علت تھی۔ حالانکہ اکثر روایات اس بارے میں ہیں کہ یہ علت عارضی تھی جو کہ احرام کے بعد حاصل ہوئی تھی اس مفہوم کے مطابق ابن الامم کی حدیث کو بھی اس پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ آپ کے نکاح کرنے کا معاملہ اس وقت ظاہر ہوا جبکہ آپ مالت علت میں تھے علم اصول کی کتابوں میں یہاں اس سے زیادہ گفتگو کی گئی ہے۔ اور میں نے شرح کے اندر اس کا بہت سا حصہ بیان کر دیا ہے۔ اس میں غور کرو۔

حضرت ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مردھوہ ہے
تھے حالانکہ آپ محرم تھے۔

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ رَأْسَهُ
وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ واضح ہو کہ محرم کے لیے جنابت کی بناء پر اپنا مردھوہ یا اتفاق جائز ہے، صرف ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے سر کے دھونے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح غطی وغیرہ کے ساتھ مردھوہ میں بھی اختلاف ہے۔ ہدایہ میں کہا غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں اور حمام میں جانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ شرح میں کہا کہ چونکہ صرف پانی کے دھونے سے بالوں کی پراگندگی دور نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے ہاں ممبر اور واڑھی غطی کے ساتھ نہیں دھونی چاہیے۔ کیونکہ غطی بھی ایک قسم کی خوشبو ہے جو سر کی جوڑوں وغیرہ کا رتی ہے اس لیے مناسب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبکی لگائی حالانکہ آپ
مالت احرام میں تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
مُحْرِمٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۲۔ اکثر علماء محرم کے لیے سبکی لگانے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بال و ٹوٹیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الزَّجْلِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ وَهُوَ
مُحْرِمٌ ضَمَدَهُمَا بِالصَّبْرِ -
رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں ایک شخص
کے پاس میں جس کی دونوں آنکھیں درد کر رہی تھیں۔
حالانکہ وہ حالت احرام میں تھا آپ نے فرمایا دونوں
آنکھوں کو صبر کے ساتھ لپٹ کرے۔ (مسلم)

اے دونوں آنکھوں کی قید اتفاقی ہے اگر ایک آنکھ بھی درد کر رہی ہو تو اسے لپٹ کرنا بطریق اولیٰ ٹھیک ہے
لفظ صبر کی زیر باکی زیر اور جزم دونوں طرح جائز ہے یہ لپٹ کرنا جائز نہیں یعنی حالت احرام میں مگر بالوں کی ضرورت
کے تحت صبر دراصل ایک مشورہ کڑی دوا ہے جس سے درد چشم کا علاج کرتے ہیں۔ اور آنکھ میں ڈالتے ہیں یہاں
لپٹ کرنے کے لیے لفظ تصدیق آیا ہے جس کا معنی ہے پٹی کے ساتھ زخم کو باندھنا۔ زخم پر دوائی لگانے کے
معنی میں بھی آتا ہے اگر پہ اس پر پٹی نہ باندھی گئی ہو ظاہر یہ ہے کہ یہاں پٹی کا باندھنا مراد ہے کیونکہ پٹی چہرے کے
کچھ حصے کو چھپاتی ہے۔ اس لیے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ ضرورت کے تحت ہوا۔ حالت احرام میں
ایسا کرنے سے کوئی جرم لازم نہیں آتا۔

وَعَنْ أُمِّ الْحَصَيْنِ قَالَتْ رَأَيْتُ
أَسَامَةَ وَبِلَالًا وَآحَدَهُمَا اخِذًا
بِخِطَامِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ رَافِعُ
لُؤْبَةٍ يَسْتُرُ مِنَ الْحَزِّ حَتَّى رَفَى
جَمْدَةَ الْعُقْبَةِ -
رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ام الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
فرماتی ہیں میں نے حضرت اسامہ اور حضرت بلال
کو دیکھا اور ان دونوں میں سے ایک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مبارک کی بہار پکڑے
ہوئے تھے اور دوسرے اپنا کپڑا اوپر اٹھائے ہوئے
تھے جس کے ساتھ وہ حضور علیہ السلام کو گری سے
محفوظ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ
کی رشتی کی۔ (مسلم شریف)

اے آپ صحابیہ ہیں حجتہ الوداع میں حاضر تھیں۔

۲۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ان دونوں نے آپ کے سر مبارک پر تاج کی طرح ایک چیز اٹھا رکھی تھی
یہ حدیث اس بات کے جائز کی دلیل ہے کہ محرم کا سائے کے نیچے ہونا ٹھیک ہے۔ یہی نے کہا کہ یہ اکثر علماء کا قول
ہے۔ مالک اور احمد اسے مردہ کہتے ہیں۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَوْ بِهٖ وَهُوَ
بِالْحُدَّيْبِيَّةِ قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ
وَهُوَ مُحْرِمٌ وَهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ
قَدْرِ وَ الْقَيْلُ تَتَهَافَتُ عَلَى وَجْهِهٖ
فَقَالَ اَتُوْذِيْكَ هَوَامَّكَ قَالَ
نَعَمْ قَالَ فَاخْلِقْ رَاسَكَ وَ اطْعَمْ
فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنٍ وَافْرِقْ
ثَلَاثَةً اَصْعِ اَوْصُمُ ثَلَاثَةً اَيَّامٍ
اَوْ اُنْسُكْ نَسِيْكَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس
سے گزرے جبکہ آپ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے
حرمیہ کے مقام میں تھے اور انہوں نے نبی حضرت
کعب نے احرام باندھا ہوا تھا اور وہ ہانڈی کے
نیچے آگ جلا رہے تھے اور اُن کی جوئیں اُن کے چہرے
پر گر رہی تھیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تیری
جوئیں مجھے تکلیف دے رہی ہیں عرض کیا ہاں فرمایا
تو اپنا سر منڈا دے اور چہرہ مسکینوں کو بارہ گلو کھانا
کھلا دے یا تین دن روزہ رکھ دے یا ایک جا لورے

ذبح کر دے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ عمر و عین کی پیش جیم کی جزم آپ انصاری صحابی ہیں ، اصحاب شجرۃ الرمان میں سے ہیں کہا گیا ہے کہ اسلام
لانے سے پہلے ان کا ایک بت تھا جسے یہ پوجا کرتے تھے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان کے دوست تھے۔
حضرت عبادہ ایک دن ان کے پاس آئے دیکھا کہ وہ بت کو پوج کر مکان سے باہر نکلے ہیں حضرت عبادہ ان کے مکان
میں داخل ہوئے اور ان کے بت کو توڑ دیا۔ جب حضرت کعب اپنے گھر میں داخل ہوئے اور بت کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو
غصے میں آگئے۔ اور چاہا کہ حضرت عبادہ کو گالیاں دیں مگر پھر سوچا کہ اگر اس بت میں کچھ طاقت ہوتی تو یہ اپنے آپ
کو ٹوٹنے سے بچا لیتا۔ یہ خیال آنے پر آپ نے اسلام قبول کر لیا۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ فرق کا ذکر ہے آیا ہے معنی میں معام کا ایک فرق ہوتا ہے اس طرح ہر مسکین کو
گندم کا نصف صاع دے جاں ایک لفظ اص اص ہے جو کہ صاع کی جمع ہے یہ اصل میں اصودع تھا تو بدل کر اص
پڑھنے لگے جس طرح آذر و دار کی جمع ہے۔

۳۔ یہاں حدیث میں لفظ انسک آیا ہے بعید امر

دوسری فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بے شک
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ
عورتوں کو اُن کے احرام کی حالت میں منع فرمایا ہے

الفصل الثانی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَنْهَی
النِّسَاءَ فِیْ اِحْدَا مِہِنَ عَنِ الْقَفَازِیْنِ

وَالثِّيَابِ وَمَا مَثَى الْوَرَسِ وَ
الزَّعْفَرَانِ مِنَ الثِّيَابِ وَالتَّلْبَسِ
بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنْ أَلْوَانِ
الثِّيَابِ مُعْصِفٍ أَوْ خَيْرٍ أَوْ حُلِيِّ
أَوْ سَوَادِيْلٍ أَوْ قَيْصِيٍّ أَوْ خَفِيٍّ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

کہ وہ حالت احرام میں دستاں استعمال نہ کریں اور
چہرے پر نقاب نہ ڈالیں۔ اور اس کی کپڑے کو بھی نہ پہنیں
جیسے درس اور زعفران لگا ہوا ہوا اس کے علاوہ جس رنگ
کے بھی کپڑے نہیں تو انہیں اجانت ہے۔ جیسے
پیلے رنگ کا کپڑا۔ لباس خنڈ اور زیور یا قمیص یا
نوزے۔ (ابوداؤد)

۱۔ اس حدیث کا ترجمہ ابن عمر کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے جو فصل اول میں گزری۔
۲۔ یعنی احرام سے باہر آنے کے بعد کپڑوں میں سے جو کپڑا بھی پسند کرنے میں سکتی ہے۔
۳۔ خاندل سے یہ کپڑے کی ایک قسم ہے۔ قانوس میں ہے کہ عصفرا یک شہر بولٹی ہے اس سے لفظ معصفر
بنے ہے یعنی وہ کپڑا جس پر بی رنگا ہوا ہوا اس حدیث میں دیور کو بھی لباس میں داخل فرمایا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ التَّوَكَّيْنُ
يَمْرُؤَانِ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ
فَإِذَا جَاؤُوا بِنَا سَدَلَتْ. إِحْدَانَا
جِلْبَابَهَا مِنْ تَرَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا
جَاؤُونَا كَشَفْنَاهَا.
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ
مَعْنَاهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی
ہیں سوار ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام
میں تھیں تو جب وہ سوار ہمارے نزدیک سے
گزرتے ہم ازواج مطہرات اپنی چادریں اپنے
مونوں پر ڈال لیتی تھیں جب وہ ہمارے پاس سے
گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے نگھنے کر لیتی تھیں۔ اسے ابوداؤد
نے روایت کیا اور ابن ماجہ کے ہاں اس کے معنی کو
روایت کیا ہے۔

۱۔ حدیث میں لفظ جازوا اسی طرح واقع ہوا ہے یہ جواز سے شتق ہے۔ ابن ابوداؤد میں ایسے ہی آیا ہے اور معانی
میں لفظ جازونا آیا ہے جو مجازت سے نکلا ہے۔ حدیث کے بعض الفاظ میں جازوا اور زک کے ساتھ آیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوب تیل لگایا کرتے تھے حالانکہ
آپ محرم ہوتے تھے تاہم آپ ایسا تیل لگاتے تھے۔
جس میں خوشبو نہ ہوتی تھی۔ (ترمذی)

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْهِنُ
بِالذَّيْتِ وَهُوَ مُحْرِمٌ غَيْرَ الْمُقَتَّتِ
يَعْنِي غَيْرَ الْمُطَيَّبِ بِدَعَاءِ التَّهْمِيدِ

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ غیر الوقت آیا ہے یعنی ایسا تیل جس میں خوشبو نہ ملائی گئی ہو وقت میم کی پیش تا کی شد سے
 یعنی ایسا تیل جس میں خوشبو نہیں ملائی گئی ہو یا ایسا تیل جس میں خوشبو مار روغن ڈالے ہوئے ہوں وقت اور تقیت یعنی
 بھول میں روغن کی پرورش کرنا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر تیل میں خوشبو پائی جاتی ہے کیونکہ تیل میں خوشبو
 اصل ہے جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُرْوَةَ جَدَّ
 الْقَرِّ فَقَالَ أَلَيْ عَلَى ثَوْبَايَا نَا رَفَعُ
 فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنَسًا فَقَالَ تَلْقَى
 عَلَى هَذَا وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَهُ
 الْمُحْرِمُ -

(رداۃ ابو داؤد)

حضرت نافع سے روایت ہے بے شک حضرت
 ابن عمر کو مروی محسوس ہوئی تو فرمایا اے نافع میرے
 اوپر کپڑا ڈال دو۔ نافع کہتے ہیں میں نے آپ پر
 برنس (ایک قسم کا سلا ہوا چھ ڈال دیا) اس پر
 حضرت ابن عمر نے فرمایا کیا تو میرے اوپر یہ کپڑا
 ڈالتا ہے مالا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے محرم کے لیے یہ کپڑا پہننے سے منع
 فرمایا۔ (ابوداؤد)

۱۔ کیونکہ مجھے مروی لگ رہی ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمر کا ظاہر مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے مطلقاً پرہیز کرتے تھے جیسے
 بھی اُن کو پہنیں۔ گزشتہ ایک حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ اگر صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو متعارف طریقے سے نہ پہنیں
 تو کوئی حرج نہیں یا آپ نے زیادہ احتیاط کی بنا پر ایسا کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ
 بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ اخْتَجَمَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
 مُحْرِمٌ بِلَحْيٍ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقٍ مَكَّةَ
 فِي وَسْطِ رَأْسِهِ -
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مالک سے روایت ہے جو
 عبداللہ بن حنینہ کے بیٹے ہیں۔ فرماتے ہیں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خون کشید کیا جب کہ آپ
 حالت احرام میں تھے آپ نے یہ کام کئی جگہ میں کیا جو کہ
 مکہ کے راستے میں ہے آپ نے وہ خون اپنے سر کے
 وسط سے کشید کیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یہاں لفظ مالک پر ترمیم ہے اور یہ عبداللہ کی صفت ثانی ہے۔ بحینہ باکی پیش ماکی زبر یا ساکن سے

عبداللہ کی ماں کا نام ہے۔ مالک اُن کے باپ کا نام ہے اور اگر مالک کو توہین سے پڑھا جائے تو لازم آتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہو حالانکہ وہ ان کی بیوی ہیں۔ میں نے اس بات کو مدبری جگہوں میں بھی ذکر کیا ہے اس میں ضرر کردہ ۲۷ لام کی زہا اور حاسا کن سے اور جعل بلفظ حیوان مشہور یہ کہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ ۳۷ یہاں لفظ وسط سین کی زہر سے ہے وسط اور وسط کے درمیان فرق مشہور ہے اور کما گیب ہے کہ آپ نے ایسا مجوری کے تحت کیا کیر نہ سر کے درمیان سے خون کشید کرنا بالوں کے کاٹنے کے بغیر نہیں ہو سکتا اور اگر کسی ایسی جگہ سے خون کشید کیا جائے جہاں بال ہی نہ ہوں تو بغیر خدیے کے جائز ہے۔

دَعْنِ النَّسَّ قَالَ اَحْتَجِمَدُ رُوْلُ
اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
مُحَرِّمٌ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ دَجِيعٍ
كَانَ يَمُ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں کی
پشت سے خون کشید کیا حالانکہ آپ حالت
احرام میں تھے۔ بوجہ اُس درد کے جو آپ کے
پاؤں کو ہو رہا تھا۔ (ابوداؤد و نسائی)

رَدَّاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ

اے اور غالباً پاؤں کی پشت پر بال نہیں ہوتے اور اس کے باوجود آپ کو درد بھی ہو رہا تھا لہذا یہاں سے خون کشید کرنے میں مجوری تھی۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے
نکاح کیا اُس وقت آپ حالت احرام میں نہ تھے
اور اُن سے صحبت بھی کی اُس وقت بھی آپ حالت
احرام میں نہ تھے اور میں اُن دونوں کے درمیان
پیغام رساں تھا۔ اے احمد اور ترمذی نے
روایت کیا ترمذی نے کما یہ حدیث حسن ہے۔

دَعْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ تَزَوَّجَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ وَ بَنَى رِبْعًا
وَهُوَ حَلَالٌ وَ كُنْتُ أَنَا الرُّسُولُ
بَيْنَهُمَا -

رَدَّاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اے حضرت ابورافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں پہلے آپ حضرت عباس کے غلام تھے انہوں
نے انہیں حضور کی خدمت میں پیش کیا آپ قبلی انسل تھے۔ حضرت ابن عباس کو جب ان کے اسلام لانے کی خبر لوگوں
نے پہنچائی تو آپ نے خوشی میں ان کو آزاد کر دیا حضرت ابورافع جنگ خندق اور احد میں شامل ہوئے بعض نے ان کا
نام مصعب بیان کیا ہے بعض ابراہیم بتلاتے ہیں اور کچھ لگ اس کے سوا اور نام بیان کرتے ہیں آپ جنگ بدر
سے پہلے ایمان لا چکے تھے مگر بدر میں حاضر نہ ہو سکے۔

بَابُ الْمَحْرَمِ يَجْتَنِبُ الصَّيْدَ

محرم کا شکار سے بچنے کا بیان

واضح ہو کہ محرم کا شکار کرنا یا دوسرے کو شکار کا راستہ دیکھانا یا شکار کی طرف اشارہ کرنا با لافاق حرام ہے۔ اگر ان افعال میں سے کوئی نفل محرم کرے گا تو اس کا بدلہ اس کے ذمے لازم آئے گا مگر محرم کے شکار کا گوشت کھانے میں قدرے تفصیل ہے اگر وہ خود شکار کرے یا دوسرے محرم کو شکار کا حکم دے تو اس شکار کا کھانا بھی حرام ہے اور اگر غیر محرم اپنے لیے شکار کرے یا محرم کے لیے اس کی اجازت یا بغیر اجازت شکار کرے تو اس میں مختلف مذاہب اور اقوال ہیں بعض صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں اور ابن عباس و طاؤس و ثوری کا مذہب یہ ہے کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے۔ اس کی دلیل حضرت معتب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو کہ آری ہے۔ اور مالک و شافعی و احمد کا مذہب یہ ہے کہ محرم اگر خود شکار کرے یا کوئی دوسرا اس کے لیے شکار کرے اس کی اجازت یا بغیر اجازت کے تو اس کا کھانا بھی حرام ہے اور اگر غیر محرم اپنے لیے شکار کرے مگر اس میں سے کچھ بطور ہدیہ محرم کو دے تو اس کا کھانا محرم کے لیے حلال ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا مذہب یہ ہے کہ دوسرے محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانا حلال ہے جبکہ نہ تو محرم نے خود شکار کیا ہو، نہ اس کا حکم دیا ہو اور نہ اس پر دلالت یا اشارہ یا امانت کی ہو۔ غرض اس نے یا دوسرے محرم نے کسی نے بھی ایسا کیا ہو تو اگرچہ وہ شکار محرم کے لیے کیا ہو تو بھی اس شکار کا گوشت کھانا محرم کے لیے حلال ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے یہ ہے اس بارے میں مذاہب کی تحریر۔ اس بارے میں امارت ظاہر کے اعتبار سے مخالف و متعارض آئی ہیں جو ہم نے شرح سفر السعادت میں پوری تفصیل سے بیان کر دی ہیں وہاں سے دیکھ لی جائیں۔ واللہ اعلم

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت معتب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگی گائے جو انھوں نے شکار کی ہوئی تھی بطور ہدیہ پیش کی جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

عَنِ الصَّغْبِ بْنِ جَثَامَةَ
أَنَّهُ أَهْدَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَادًا مَوْحِشِيًّا وَهُوَ
بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَذَانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ قَلْبًا

رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَكُ
نَزْدًا عَلَيْكَ إِلَّا أَنَا حُرْمٌ -
ر مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مقام ابواء یا مقام ودان میں تشریف فرما تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے وہ ہریہ حضرت صعب کو واپس کر دیا اور اسے
قبول نہ کیا۔ جب آپ نے اُن کے چہرے پر ناخوشی محسوس
کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے فرمایا کہ بیشک
ہم نے وہ ہریہ تجھ پر واپس نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ
ہم حالت احرام میں ہیں۔ (بخاری و مسلم)

:

:

۱۷ ص کی زبر سین کی جزم سے جثامہ جیم کی زبر صا پر شد آپ صحابی ہیں۔ حضرت ابن عباس اُن سے روایت کرتے
ہیں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔
۱۸ ابواء صمزمہ کی زبر با سا کن سے۔

۱۹ ودان و کی زبر و کی شد ابواء اور ودان کہ اور مدینہ کے درمیان دو جگہوں کا نام ہے یہ جگہیں مدینہ کے
زیادہ قریب ہیں کہتے ہیں کہ حضور کے والد حضرت عبداللہ کی قبر وہاں ہے۔ یہ حضرت صعب بن جثامہ اس جگہ کے
باشندے تھے۔

۲۰ یعنی ناخوشی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن کا ہریہ نہ قبول کرنے کی وجہ سے اُن کے چہرے سے غم و اندو
محسوس کیا۔

۲۱ یہاں حدیث میں لفظ حُرْمٌ آیا ہے جو کہ حرم بکسر ما بمعنی حرام کی جمع ہے جیسا کہ تائوس میں آچکا ہے۔ صحاح
میں فرمایا کہ حرام کی جمع ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حدیث کا ظاہر اس بار سے میں ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے جنگلی گائے زندہ بطور
ہریہ پیش کی تھی۔ محرم کے لیے اس کا قبول کرنا جائز نہیں لیکن یہاں گفتگو شکار کے گوشت میں ہے کہ اس کا گوشت حرم
کے لیے کھانا جائز ہے یا نہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ یہ جنگلی گائے کے گوشت کا ہریہ ہے۔ مسلم کی روایات
میں آیا ہے کہ جنگلی گائے کی ران بطور ہریہ پیش کی تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا۔

ایک روایت میں یوں لائے کہ اس کا ایک شق بکسر شین حصہ بطور ہریہ پیش کیا۔ ایک روایت میں اس کے ایک عضو
کے صدریہ کا ذکر ہے۔ پس ان روایات کے قرینہ کی بنا پر اس حدیث میں بھی گوشت ہی مراد ہوگا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
باہر نکلے تو اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ جو حالت

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ خَرَجَ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ مَعَ بَعْضِ اصْحَابِهِ

وَهُمْ مُحْرَمُونَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرَمٍ
فَرَادَا جَمَارًا وَحَشِيًّا قَبْلَ أَنْ
يَرَاهُ فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكَوْهُ حَتَّى رَأَى
أَبُو قَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَسَأَلَهُمْ
أَنْ يُنَازِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَتَنَازَلَهُ
فَحَمَلَ عَلَيْهِ فَعَقَرَهُ ثُمَّ أَكَلَ فَأَكَلُوا
فَنَدِمُوا فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ قَالَ
هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالُوا مَعَنَا
رِجْلُهُ فَآخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَكَلَهَا.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رَوَيْهِ رَوَايَةٌ لَهَا فَلَمَّا اتَّوَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمْرًا أَنْ يُحْمِلَ عَلَيْهَا
أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا قَالُوا لَا قَالَ فَكُلُوا
مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا

❖

❖

❖

احرام میں تھے پیچھے رہ گئے اور وہ خود غیر محرمات احرام میں
تھے قاتلوں نے یعنی احرام والے ساتھیوں نے جنگل ۱۲ اے
کو حضرت قتادہ سے پہلے دیکھ لیا۔ جب انہوں نے اُسے
چھوڑ دیا تو کچھ دیر کے بعد حضرت قتادہ نے خود اُسے دیکھ لیا
اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے
کہا کہ مجھے میرا کوٹا پکڑاؤ انہوں نے ایسا کرنے سے
انکار کر دیا اس پر حضرت ابو قتادہ نے خود نیچے اتر کر
کوٹے کو پکڑا اور جنگل ۱۲ اے پر حملہ کر کے اُسے زخمی کر دیا
پھر اُس کا گوشت خود حضرت ابو قتادہ نے بھی کھایا اور اُن کے
ساتھیوں نے بھی کھایا۔ بعد میں پشیمان ہوئے جب یہ لوگ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ سے
اُس کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا تمہارے
پاس اُس کے گوشت میں سے کچھ ہے انہوں نے
عرض کیا ہمارے پاس اُس کا پاؤں ہے۔ آپ نے اُس
پاؤں کو پکڑا اور اسے کھایا۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم
بخاری کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جب وہ لوگ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اُن
سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے اسی پر حملہ
کرنے کا حکم دیا ہو یا اُس کی جانب اشارہ کیا ہو انہوں نے
نہیں کہا ہم میں کسی نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا تو
اُس کے بچے ہوئے گوشت میں سے کھاؤ

۱۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ یہ واقعہ ۳۴ ہجری۔ مدینہ کے سال کا ہے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں کوٹے سے تلوار مراد ہے۔ بعض روایات میں کوٹے کے ساتھ نیزے کا ذکر
بھی ہے۔

۳۔ انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ محرمات احرام میں تھے۔ احرام کی حالت میں شکاری کی مدد کرنا بھی منع ہے۔

۷۴ ایک روایت میں کوڑے کے ساتھ نیزے کا ذکر بھی آیا ہے۔

۷۵ اس بات پر پشیمان ہوئے کہ ہم نے مالت احرام میں شکار کا گوشت کیوں کھایا۔ حضرت ابوقنادہ نے گوشت کا کچھ حصہ اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

۷۶ ایک روایت میں اُس کے بازو کا ذکر آیا ہے۔

۷۷ یعنی اُس کے شکار کرنے میں کسی قسم کی مدد کی ہو۔

۷۸ یہ حدیث پاک اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ محرم کے لیے شکار کے گوشت میں سے کھانا جائز ہے جب کہ اُسے خرد شکار نہ کیا ہو یا شکار کی جانب نہ نہائی نہ کی ہو۔ یا اُس کی جانب اشارہ نہ کیا ہو یا اُس کے شکار کرنے میں مدد نہ کی ہو۔ گزشتہ حدیث مطلقاً حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ امامیث و آثار و دونوں جانب بہت میں توضیری طور پر بعض ناسخ اور بعض منسوخ ہوں گی جیسا کہ اپنی جگہ پر اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْأَخْرَامِ الْفَارَةُ وَالْغُرَابُ وَالْجِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے پانچ چیزوں کو حرم میں اور مالت احرام میں قتل کیا اُس کے ذمے کوئی گناہ نہیں چڑھے گا۔ کوڑے کو۔ گدھ کوڑے کو۔ بچھو کو اور بکے کتے کو۔

(بخاری و مسلم)

۷۹ یہاں حدیث میں لفظ الفارہ آیا ہے یعنی راء مخفف سے۔

۸۰ حدیث میں لفظ ملة آیا ہے یعنی ما کی زیر دکی زبر حمزہ کی رسم سے بروزن حنیہ ہے ایک مشہور جانور ہے اسے غیواڑ بھی کہتے ہیں۔ مراع میں اسے فات کہا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ تَوَاسَتْ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْأَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْجِدَاةُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق یعنی شریر ہیں انہیں حل و حرم دونوں جگہوں میں قتل کر دیا جائے۔ سانپ، جنگلی کتا، چوہا لڑ پڑنے والا کتا اور گدھ۔

(بخاری و مسلم)

۸۱ محرم کے لیے ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

۱۲ یہاں حدیث میں لفظ البقع آیا ہے یعنی باورق سے یعنی جنگلی کوا جس میں سیاہی اور سفیدی دونوں رنگ ہوتے ہیں؟ اُس کی پشت اور پیٹ پر بھی سفیدی ہوتی ہے۔ یہ صفت اور یہ رنگ اُڑنے والے پرندوں اور کتوں دونوں میں پایا جاتا ہے۔ صراح میں بقع کا معنی پرندے کی سفیدی کا کیا ہے۔ حدیث میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں واقع ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا گو یا کہ میں ایک سفید رنگ کے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو اپنا منہ اہل بیت کے خون میں ڈالے ہوئے ہے۔ شمر ملعون کی رنگت واقعی ایسی ہی تھی کیونکہ اُسے برص کی بیماری تھی۔

۱۳ یہاں حدیث میں لفظ حد یا حداۃ کی تصغیر کی صورت میں آیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث میں مذکور ہوا۔ واضح ہو کہ ان دونوں حدیثوں میں پانچ موزی چیزوں کا ذکر ہوا ہے لیکن گزشتہ حدیث میں بچھو کا ذکر تھا سانپ کا نہ تھا۔ بعد والی حدیث میں اس کے الٹ ہے۔ یعنی سانپ کا ذکر ہے بچھو کا نہیں اور کوا کبھی مطلق مذکور ہوتا ہے اور کبھی البقع کے ساتھ موصوف ہو کہ مراد ہوتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ وہ جانور جسے حل و حرم میں محرم اور غیر محرم دونوں قتل کر سکتے ہیں ان پانچ میں منحصر نہیں، بلکہ تمام موزی جانوروں کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح تمام درندے جیسے شیر، بھیریا۔ اور چیتا سب کاٹنے والے کتے میں داخل ہیں۔ سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم کے لیے انہیں قتل کرنا جائز ہے بلکہ حل و حرم میں ہر موزی جانور کا قتل جائز ہے مگر حرم کرنے والے انسان کا قتل جس نے حرم میں جرم کیا ہو یا حل میں کیا ہو۔ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ اور احناف کے لیے ایک اگر حرم حرم میں کیا ہو یا حرم میں پناہ حاصل کر لی ہو اُس کے لیے یہ حکم ہے کہ اُس پر مینا لنگ کر دیا جائے یعنی اُس کے کھانے پینے کی چیزیں اُس تک نہ پہنچے دی جائیں تاکہ وہ حرم سے نکلے پر مجبور ہو جائے جب وہ مجبور ہو کہ حرم سے باہر نکلے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اُس پر سزا جاری کر دی جائے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا، شکار کا گوشت، تمباکو، یہاں حلال ہے جبکہ تم نے اُسے شکار نہ کیا ہو یا تمہارے لیے شکار نہ کیا ہو۔

(ابو داؤد۔ حروری۔ نسائی)

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَكُمْ الْبَيْضُ لَكُمْ فِي الْأَحْدَامِ حَلَالٌ مِمَّا لَمْ تُؤْمِدُوا أَوْ يُصَادَ لَكُمْ۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

لہ یعنی جبکہ تم مالِ احرام میں ہو۔

۱۲ اگر شکار کرنے والا محرم نہ ہو۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہی ہے۔۔۔ یہ مذہب دو دوسرے مذہبوں کے درمیان ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کڑی سمندری شکار میں سے ہے۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(ابو داؤد و ترمذی)

۱۳ یعنی سمندری شکار کے حکم میں داخل ہے روایات میں آیا ہے کہ کڑی پھلی کے ناک چھیننے سے پیدا ہوئی ہے بعض کہتے ہیں کڑی پھلی سے پیدا ہوتی ہے جیسے کیڑے پیدا ہوتے ہیں پھر دریا انہیں ساحل پر پھینک دیتا ہے تو وہ خشکی میں پرورش پاتی ہیں۔ اس حدیث سے بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے کہ کڑی کا شکار دریائی شکار میں سے ہے۔ اور دریائی شکار اللہ تعالیٰ کے قول مبارک (وَمَنْ لَمْ يَجِدْ الْبَحْرَ يَتِمَّ حَرَامًا) یعنی تمہارے لیے دریائی شکار حلال ہے باوجودیکہ کہ تم حالت احرام میں ہو اس کے مطابق حلال ہے۔ لیکن جو لوگ کڑی کا شکار جائز قرار نہیں دیتے وہ اسے خشکی کے شکار میں شمار کرتے ہیں کیونکہ یہ خشکی میں رہتی ہے۔ زمین میں اٹھا دیتی ہے۔ نباتات اور پھلوں کو جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں اپنی خوراک نباتی ہے۔ یعنی نے یوں کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کڑی کو دریائی شکار کے حکم میں اس لیے شمار کیا کہ اسے دریائی شکار کی طرح بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الشَّيْبَعِ الْعَادِيَّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا محرم حملہ آور ورنہ سے کو قتل کر سکتا ہے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَ

(ترمذی۔ ابو داؤد)

(ابن ماجہ)

ابْنُ مَاجَةَ

۱۴ یہ حملہ آور ورنہ کاٹنے والے کتے کے حکم میں ہے جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَتَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْبَعِ الْأَصْبَعِيِّ فَقَالَ نَعَمْ نَقَلْتُ أَيُّ كُلِّ فَقَالَ نَعَمْ نَقَلْتُ بِمَعْنَى مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبدالرحمان بن ابوعتار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وہ شکار ہے جس کا قتل محرم کیسے حرام ہے تو آپ نے فرمایا ہاں پھر میں نے کہا کیا اس کا کھانا حلال ہے حضرت جابر

قَالَ لَعَمْرُؤُ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَ الشَّافِعِيُّ

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ

نے فرمایا ہاں اُس کا کھانا ملال ہے تو میں نے کہا آپ

نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا ہے فرمایا ہاں۔ ترمذی۔ نسائی۔ شافعی اور

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۔ عین کی دربریم کی شد آپ تابعی ہیں کی اور قرشی ہیں عبادت کا بڑا ہی شوق رکھتے تھے ہمیشہ پاک دامنی اور

ہر قسم کی آلائش سے پاک زندگی گزاری۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ منع آیا ہے من کی زبرد باکی پیش مشورہ جانور ہے۔

۳۔ واضح ہو کہ بچہ کے گوشت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سے آیا ہے کہ وہ اسے کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس سے بھی اس کا جواز مروی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد

اسی طرف گئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اسکی کراہت کی طرف گئے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہر بھاڑنے والے دانت رکھنے والے درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ پھر خاص اس کے گوشت کی کراہت

میں بھی مروی ہے لیکن کہتے ہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ شافعی حضرات یہ کہتے ہیں کہ بچہ کو ہر درندے کے علوم کی

ممانعت سے حضرت جابر کی حدیث کی بنا پر خاص کر لیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچہ کے بارے

میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ شکار ہے اگر

اسے محرم قتل کر ڈالے تو اس کے عروسی ایک مینڈھا

دے دے۔ (ابو داؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

۱۔ کہ اُن کو اگر محرم مار ڈالے تو اس کے ذمے جرم ثابت ہو جائے گا۔

حضرت خدیجہ بن جزی سے روایت ہے فرماتے

ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچہ

کے کھانے کے متعلق پوچھا تو حضور علیہ السلام نے

فرمایا کہ کیا بچہ کو بھی کوئی کھاتا ہے۔ اور میں نے

آپ سے بھیڑیے کے بارے میں پوچھا آپ نے

فرمایا کیا بھیڑیے کو بھی کوئی کھاتا ہے میں نے خیر اور

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّبِيِّ

قَالَ هُوَ صَيْدٌ وَ يَجْعَلُ فِيهِ كَيْشًا

إِذَا أَصَابَهُ الْمُحْرِمُ -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

۱۔ کہ اُن کو اگر محرم مار ڈالے تو اس کے ذمے جرم ثابت ہو جائے گا۔

وَعَنْ خَدِيجَةَ بْنِ جَزِي قَالَ

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الصَّبِيِّ قَالَ أَوْ

يَأْكُلُ الصَّبِيُّ أَحَدٌ وَسَأَلْتُهُ عَنْ

أَكْلِ الذِّئْبِ قَالَ أَوْ يَأْكُلُ الذِّئْبُ

أَحَدٌ فِيهِ خَيْرٌ -

رَدَّوَاهُ الرَّضِيُّ وَقَالَ لَيْسَ إِسْتَلَا
بِالْقَوِي

بھلائی ہو۔ ترمذی شریف اور کہا کہ اس کا اسناد
قوی نہیں۔

۱۷ غاک پیش زاک زبر۔

۱۸ جیم کی زبر زاساکن اُس کے بعد منزہ اور جیم کی زبر زاک زاک اُس کے بعد یا بھی پڑھا گیا ہے بعض حضرت زاک
کی شد اور یا کے بغیر اسے پڑھتے ہیں۔

۱۹ یعنی بجا ایسی چیز نہیں ہے کہ اسے کوئی کھائے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُمَانَ
الْيَمَنِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ
وَ نَحْنُ حُرْمٌ فَأَهْدَى لَهُ طَيْرٌ
وَ طَلْحَةُ رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ أَكَلَ
وَمِنَّا مَنْ تَوَزَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ
طَلْحَةُ وَافَقَ مَنْ أَكَلَهُ قَالَ
فَأَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَدَّوَاهُ مُسْتَلَمٌ

حضرت عبدالرحمن بن عثمان بن عمنی رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے
ساتھ تھے اور ہم نے احرام باندھا ہوا تھا حضرت طلحہ
کے یہے بیٹے ہوئے پرندے بطور ہدیہ لائے گئے طلحہ
اُس وقت سو رہے تھے تو ہم میں سے کچھ لوگوں نے
کھایا اور ہم میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے اُس کے
کھانے سے گریز کیا جب حضرت طلحہ بیدار ہوئے تو
آپ نے کھانے والوں کی ممانعت کی فرمایا ہم نے
اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا ہے

(مسلم شریف)

۱۷ حضرت عبدالرحمن بن عثمان بن عبید اللہ صحابی ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے بھائی کے بیٹے ہیں۔ یہ بیعت الرضوان
کے بعد اسلام لائے بعض کہتے ہیں نفع کہہ کے دن اسلام لائے جس دن حضرت عبداللہ بن زبیر شہید کیے گئے یہ بھی
اُسی دن شہید ہوئے۔

۱۸ یہ ممانعت خواہ زبان سے کی یا عمل سے عمل سے اس طرح کہ ان کا جو گوشت بچا ہوا تھا وہ آپ نے کھالیا۔
۱۹ یعنی حضور نبی پاک علیہ السلام کے یہے بھی بیٹے ہوئے پرندے بطور ہدیہ لائے گئے تھے، آپ نے
انہیں کھایا تھا۔ اس لیے کہ وہ پرندے ان کے لیے شکار نہیں کیے گئے تھے۔ یہ اُس شخص کی تاویل ہے جو کہتا ہے
کہ محرم اُس میں سے کھا سکتا ہے جو غیر محرم نے شکار کیا ہو۔ اس حدیث کا ظاہر مطلق ہے اور جنہوں نے کھانے

سے پرہیز کیا انہوں نے دوسرے احتمالات کی وجہ سے پرہیز کیا یعنی یہ کہ شاید محرم نے شکار کی طرف رہنمائی کی ہو یا اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا شکار کرنے والے کی مدد کی ہو۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْإِحْصَارِ وَفَوْتِ الْحَجِّ

روکے جانے اور حج کے فوت ہوجانے کا باب

حصراً یعنی منع کرنا، روکنا اور کسی کو سفر یا کسی اور کام سے باز رکھنا اور کسی کو تنگی میں ڈالنا عربی میں یہ فقرہ استعمال کرتے ہیں (احصر المرضی اور السلطان) یعنی بیماری یا بادشاہ نے اسے روک لیا یہ الفاظ اس وقت کہتے ہیں جب کہ بیماری یا بادشاہ بندے کو اس کے کام یا مقصد سے روک دیں اسی طرح کہتے ہیں حصراً یعنی اللہ نے انہیں روک لیا جب کوئی شخص جو محرم ہوجانے سے روک دیا گیا۔ چونکہ اس صورت میں وہ اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے وہ احرام سے باہر آجائے لیکن تین ائمہ یہ کہتے ہیں کہ رکاوٹ صرف دشمن کی بنا پر ہو سکتی ہے جیسا کہ واقعہ مدینہ میں ہوا۔ ان کے نزدیک مریض اپنے احرام پر باقی رہے گا اور اگر عذر ختم ہو گیا اور حج بھی فوت ہو گیا تو عمرہ کے نفل کے ساتھ احرام سے باہر نکل آئے۔ اخاف کے نزدیک بیماری بھی رکاوٹ کا سبب ہے حدیث میں آیا ہے جو شخص نفل پر ہو گیا یا اس کا پاؤں ٹٹ گیا تو احرام سے باہر آجائے اور اگلے سال ان کے ذمے حج لازم ہے۔ اس باب میں ایک دوسرا اختلاف بھی ہے وہ یہ ہے کہ اخاف کے نزدیک حرم شریف میں قربانی کا جانور بھیجے۔ کیونکہ خون بہانا قربت و عبادت شمار نہیں کیا گیا مگر مصلوٰی نے اس کے برعکس شافعی حضرات کے نزدیک حرم شریف میں جانور کا پہنچانا بوقرۃ نہیں بلکہ جہاں اسے رکاوٹ لاحق ہوئی ہو وہیں قربانی کا جانور ذبح کرنے جیسا خود حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ میں قربانی کے جانور ذبح کیے اور مدینہ حرم کی زمین سے باہر چلے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ اخاف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کے لیے حرم میں قربانی کے جانور کا پہنچانا ممکن نہ تھا اس لیے مجہولاً ان کو مدینہ ذبح کرنا پڑا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ مدینہ کا کچھ حصہ حل میں ہے اور کچھ حرم میں تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حرم کا نہ میں میں ذبح کیا ہو۔ کتاب موابہب لدنیہ میں محب لبری سے لائے کہ جنہو مدینہ کا اکثر رقبہ حرم میں ہے۔ یہاں ایک اختلاف اور بھی ہے وہ یہ کہ جس کو حج سے روک دیا گیا وہ موقع ملنے پہ اس کی قضا کرے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضا نہیں ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کے عمرے کا عمرۃ القضا نام رکھنا اخاف کے مذہب کی تائید کرتا ہے شافعی حضرات اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں قضا یعنی صلا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
أُحْصِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَحُلِقَ رَأْسُهُ وَجَامَعَ لِسَانُهُ
وَنَحَرَ هَذِيهٖ حَتَّى اجْتَمَعَ عَامًا
قَابِلًا.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ
دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا يَأْهُ فَحُلِقَ
وَقُصِّرَ أَصْحَابُهُ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا گیا تو آپ نے
پہلے سر مبارک کا حلق کیا اپنی عورتوں کے ساتھ
جماعت کی اور اپنی قربانی کے کاؤٹ ڈیج کیے جو کہ
آپ ساتھ لے گئے تھے یہاں تک کہ آپ نے اگلے سال
اہل مکہ کے ساتھ صلح کر بیٹھنے کی بناء پر عمرو کیا۔ (بخاری)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ اہل مکہ میں ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ساتھ نکلے یعنی
عمرو کے لیے مدینہ سے تو قریش کے کفار ہمارے اور
بیت اللہ شریف کے درمیان مائل ہو گئے یعنی وہاں
جانے سے روک دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی قربانیوں کو ذبح کیا جمہا آپ ساتھ لے گئے تھے اور
سر مبارک کا حلق کیا اور آپ کے صحابہ نے بال کٹوائے

(بخاری شریف)

اس یعنی بعض نے مال کٹوائے اور بعض نے کافی دیر توقف کرنے کے بعد حلق کیا احرام سے باہر آنے کے لیے توقف
اس لیے کیا کہ انہیں کہ شریف جانے سے کفار کے روکنے کا بطاغم و مدد نہ لاحق ہوا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض
کیا یا رسول اللہ پہلے آپ عود احرام سے باہر آئیں اور حلق کریں تاکہ دوسرے بھی یہ کام کریں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
احرام سے باہر آئے اور حلق فرمایا حضور کی متابعت کی ضرورت کے تحت صحابہ کرام میں سے بھی بعض نے حلق کیا اور بعض
نے بال کٹوائے حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حلق کی فضیلت بیان کی تھی اس کے باوجود بعض افراد نے صرف بال
کٹوانے پر کفایت کی۔

حضرت مسدد بن مخزومہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ اہل مکہ میں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حلق کرنے سے پہلے قربانی کی اور اپنے اصحاب

وَعَنِ السُّوَرِيِّ بْنِ مَخْرُومَةَ
قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلُقَ

وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ -

کو ہی اس کا حکم دیا۔

رَدَّوْاهُ الْبُخَّارِيُّ

بخاری شریف،

۱۷۰۰ میم کی زیریں کی جزم اور روکی زبردست۔

۱۷۰۰ میم کی زبردستی جزم سے اور خاک کے بعد۔

۱۷۰۰ جیسا کہ دستور ہے۔ ہایہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد زعمہم اللہ کے نزدیک روک لے جانے کی صورت میں ایک قول کے مطابق حلق یا تقصیر نہیں ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حلق یا قصر کرنا چاہیے، اگر نہ کرے تو بھی کوئی جرم نہ مقرر نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سال حلق کیا مگر پہلے دو امام یہ فرماتے ہیں کہ حلق اُس صورت میں قربت و عبادت ہے جبکہ وہ افعال حج و عمرہ پر مرتب ہو۔ اس کے بغیر وہ عبادت نہیں اور حضور علیہ السلام اور صحابہ نے جو کیا وہ اسی سے کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام یہیں سے واپس لوٹنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ أَلَيْسَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک

حَسْبُكُمْ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

انہوں نے فرمایا کہ کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ

فَلَيْسَ وَسَلَمَانٌ حُبَسَ أَحَدُكُمْ عَنِ

علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے؟ سنت یہ ہے اگر

الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالْقَعَمَا وَ

نہ میں سے کسی شخص کو حج سے روک دیا گیا ہو تو وہ

الْمَزْدَقِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

بیت اللہ شریف اور مقام وہ کا طواف کرے یعنی

حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيَ

عمرہ کرے۔ پھر وہ ہر چیز کے لیے طواف ہو جائے گا۔

أَوْ يَصُومَ إِنْ لَمْ يَحُجَّ هَذِيَا -

اور احرام سے باہر آجائے گا یا اس کی جگہ پر وہ اس کے

رَدَّوْاهُ الْبُخَّارِيُّ

سال حج کرے تو ہدی کا جانور ذبح کرے اور اگر

ہدی جیسے نہ آئے تو روزہ رکھے۔ (بخاری شریف)

۱۷۰۰ اس حدیث میں حج سے روک جانے کے احکام بیان فرمائیے گئے یا بعض لوگ ان احکام سے بے خبر تھے

یا اس کے خلاف کرتے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور علیہ السلام کی سنت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج سے روک لیا جائے تو عمرہ کرے اور احرام سے باہر آجائے اُس کے بعد حج کی قضا کرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر کی بیٹی حضرت

عَلَى حُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ

حُبَاعَةَ کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا شاید کہ تو

لَهَا لَعَلَّكَ ارَدْتَ الْحَبَّةَ قَالَتْ وَاللَّهِ
مَا اَجِدُنِي اِلَّا وَجِعةً فَقَالَ لَهَا
حُجِّي وَاشْكُوْطِي وَقُوْلِي اَللّهُمَّ هَبْنِي
حَيْثُ حَبَسْتَنِي۔

(مُشَفَّعٌ عَلَيْهِ)

ج ۲ کا ارادہ رکھتی ہے حضرت ضیاء نے عرض کیا ہاں
میں ج ۲ کا ارادہ رکھتی ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم نہیں پاتی
میں اپنے آپ کو گریباں تو حضور علیہ السلام نے اس
سے فرمایا ج ۲ کو اور شرط لگا لے چنانچہ یوں کہہ لے اللہ
میں میں احرام سے باہر آ جاؤں گی جہاں تو مجھے رک رک
لے گا۔

(بخاری و مسلم)

۱۷۔ ض کی پیش باخفت اس کے بعد عین آپ حضور علیہ السلام کے چمچے کی بیٹی ہیں اور زبیر عبد المطلب کے بیٹے
ہیں جو حضور علیہ السلام کے چچوں میں سے ایک ہیں۔ یہ زبیر شرف باسلام نہ ہوئے مگر حضرت ضیاء صحابیہ ہیں۔ اور ان
غنائین اسلام میں سے ہیں جنہیں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۸۔ یہ شفقت اور ہر بانی کے لیے میں ج ۲ سے متعلق استفسار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا توجع کرنا چاہتی ہے۔
۱۹۔ یعنی اپنے اندر ضعف محسوس کرتی ہوں اور میں ج ۲ پر کرنے کی قدرت مجھ میں ہے یا نہیں۔
یہاں درود کے لیے لفظ وجہ جو جیم کی زبرد اور زیر دونوں سے پڑھا گیا ہے۔ معنی بہت تکلیف جیسے لفظ دروغ
دوروغ۔

۲۰۔ اور مجھے باز رکھنے کا یہاں احرام سے باہر آنے کے لیے لفظ محل آیا ہے جیم کی زبرد اور ماک کی زیر سے یعنی
احرام سے باہر آنے کا مکان یا وقت۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ج ۲ سے رک رک بیماری کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن اس بات پر بھی دلالت
کرتی ہے کہ شرط لگانا بھی ٹھیک ہے اور وہ جماعت جو یہ کہتی ہے کہ صرف دشمن کی وجہ سے ہی ج ۲ سے رک رک
ہو سکتی ہے یہ کہتی ہے کہ اگر مرض ایسا ہو تا جس کی وجہ سے احرام سے باہر آنا جائز ہوتا تو شرط لگانے کی کیا ضرورت
تھی مگر اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شرط احرام سے باہر آنے کے لیے احرام سے باہر آنے میں جلدی ہو سکتی ہے اور
اگر یہ شرط لگائی جاتی تو ہم ہی کے اپنے مقام میں جو کہ حرم ہے احرام سے باہر آنے کو پیچھے کیا جاتا۔ جب یہ شرط لگائی
گئی تو قربانی کے فسخ ہونے سے پہلے بھی احرام سے باہر آنا جائز ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور جریر ان کے موافق ہیں سب کا یہی مذہب ہے کہ بیماری بھی ج ۲ سے رک رک ہے بعض نے
کہا ہے کہ شرط لگانے کے باوجود احرام سے باہر آنا جائز نہیں اور یہ حکم جو اس حدیث میں مذکور ہے صرف حضرت ضیاء
کے ساتھ خاص تھا۔ ما شاء اللہ۔

مجمع روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عمر ج ۲ میں شرط لگانے کے منکر تھے اور گزشتہ حدیث میں

آپ کا ارشاد کہ تمہارے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں اسی وجہ سے ہے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر بیماری کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہونے کے قائل ہیں۔ اسے سمجھ لو۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُبَدِّلُوا الْهَدْيَ الَّذِي نَحَرُوا عَامَ الْحَدَائِدِيَّةِ فِي عُمَرَةَ الْقُضَاءِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا اپنی قربانی کو عمر قضا میں تبدیل کریں جو انہوں نے حدیبیہ میں ذبح کی تھی۔

رَدَّاهُ أَبُو دَاوُدَ

داؤد (د)

۱۔ یعنی گزشتہ سال جہانوں نے وقت رکاوٹ قربانی ذبح کی تھی اُنہ سال عمر قضا میں پھر قربانی کرے تاکہ یہ قضا والی قربانی حرم کی زمین میں ذبح ہو کر رکاوٹ مالی قربانی حرم کے سوا کسی اور جگہ ذبح کرنا باوجود نہیں جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ مگر یہ اس صورت میں تبدیلی کا حکم ہے جب کہ حدیبیہ کے اندر گزشتہ سال غیر حرم میں ذبح کی ہو اور یہ ظاہر بات ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ حدیبیہ میں بھی حرم کے اندر ذبح کی تھی۔ کیونکہ موضع حدیبیہ کا اکثر حصہ حرم میں ہے۔ جیسا کہ ترجمے کی شرح میں ہم نے اس کی جانب اشارہ کر دیا ہے قرآن صحت میں تبدیلی کا حکم احتیاط اور دوبارہ فضیلت حاصل کرنے اور استجاب کے طور پر ہوگا۔

۲۔ بعض نسخوں میں یہ عبارت زیادہ ہے وہ عبارت یہ ہے وفيه ضعف سند محمد بن ابراہیم ابن روایت میں ضعف ہے اور اس کی سند میں محمد بن ابراہیم راوی ہے۔

حضرت مجاہد بن عمر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تراجم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پاؤں ٹوٹ گیا یا ہونٹا آہری تو وہ احرام سے باہر آجائے اور اس پر اگلے سال حج لازم ہے۔ ترمذی ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ اور ابو داؤد نے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے۔ کہ ایک دوسری روایت میں یوں ہے یا بیمار ہو گیا اور ترمذی نے

وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَدِيٍّ وَالْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُسِرَ أَوْ عَوِجَ فَقَدْ عَلَ وَ عَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ وَ كَرَادَ أَبُو دَاوُدَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَوْ

مَوْضِعٌ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ وَفِي الْمَصَابِيحِ ضَعِيفٌ
۱۷۔ آپ صحابی ہیں۔ اہل بیت میں شمار ہوتے ہیں آپ کی حدیث حجاز والوں کے پاس ہے ان سے حضرت مکرمہ
اور دوسرے حضرت روایت کرتے ہیں۔

۱۸۔ یہاں حدیث میں لفظ کسر بضمہ مہمل آیا ہے۔

۱۹۔ یہاں حدیث میں لفظ عرج آیا ہے را کی زیر سے۔

۲۰۔ یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ حج میں رکاوٹ دشمن کے علاوہ دوسری بھوریوں کے تحت بھی ہو سکتی ہے
جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور شرط لگانے کی قید تکلف ہے۔

۲۱۔ ایک نسخے میں اس طرح ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۲۔ ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کو ضعیف کہنا باطل ہے۔ اور کہا کہ اس حدیث کا قول مکرمہ سے تمہ موجود ہے اور یہ
حجاج ابن عمرو کے راویوں میں سے ایک راوی ہے وہ قول یہ ہے کہ کہا یعنی مکرمہ نے کہ میں نے ابو ہریرہ اور ابن عباس
سے اس کا ذکر کیا کہ حجاج ابن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ انہوں نے ٹھیک
فرمایا ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن یحییٰ بن ابی اسحاق
معایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو سنا کہ حج عردہ کا نام ہے جس شخص نے عردہ کو جمع
ہونے کی رات میں طلوع فجر سے پہلے پایا اس نے
حج کو پایا اور منیٰ کے تین ایام ہیں تو جو شخص دو دنوں
میں ہی جلدی کر کے منیٰ سے باہر نکلا اس کے ذمے
کوئی گناہ نہیں اور جو شخص دیکھے تو اس کے ذمے بھی
کوئی گناہ نہیں۔

ترمذی۔ ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ اور ترمذی
اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح
ہے۔

وَمَنْ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَحْيَى
الدِّمَشْقِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَجُّ عَرْدَةٌ
مَنْ أَذْرَكَ عَرْدَةً كَيْلَةً يَجْعَلُ تَبْلَ
طُلُوعِ الْفَجْرِ فَقَدْ أَذْرَكَ الْحَجَّ
أَيَّامُ مِنِّي ثَلَاثَةٌ كَمَنْ تَعَجَّلَ فِي
يَوْمَيْنِ فَلَا رَأْيَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ
فَلَا رَأْيَ عَلَيْهِ -

وَمَا وَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاؤُدُ
وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةٍ وَالْهَارِثِيُّ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَحِيحٌ -

۱۔ یا کی زبردستی ساکن اور میم بھی دہرے۔

۲۔ دکی زبردستی ساکن سے آپ صحابی ہیں کوفے میں رہائش پذیر رہے۔ خراسان میں وفات پائی۔
۳۔ یعنی حج کا دار و مدار اور ارکان حج میں بڑا رکن عرفات میں وقوف ہے اگرچہ طواف بھی رکن ہے لیکن یہ اس سے عظیم تر ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی قطعاً کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

۴۔ یعنی جس شخص نے عرفات میں وقوف مزدلفہ والی رات میں جو کہ ذالحدہ کی دسویں رات ہے، کر لیا صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پہلے تو بے شک اس نے حج پایا عرفات میں کھڑے ہونے کا اول وقت نوں کے دن زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے اس کا آخر وقت عید کے دن کی صبح صادق سے پہلے تک ہے۔ وقوف کا معنی اس وادی میں کھڑا ہونا ہے اگرچہ ایک گھڑی کے لیے اگرچہ نیند کی حالت میں ہو۔ یہاں ایک مسئلہ ہے علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اگر رات کے آخری حصے میں وہاں پہنچا اور اس نے ابھی نماز عشاء پڑھنی ہو تو وہ کیا کرے یعنی کھڑا ہو یا نماز پڑھے کیونکہ اگر وہ کھڑا ہوتا ہے تو نماز کا وقت نکل جاتا ہے اور اگر وہ نماز میں مشغول ہوتا ہے تو حج باق ہے جاتا ہے ایسا شخص کیا کرے نماز پڑھے یا حج کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز پڑھے کیونکہ وہ افضل عبادت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حج کرے کیونکہ حج کے قضا کرنے میں بہت تنگی اور عظیم مشقت ہے۔ پس مدیدہ بات یہی ہے کہ حج کرے۔

۵۔ یعنی گیا رہاں دبار ہواں اور تیر صھاں دن انہیں ایام تشریق بھی کہتے ہیں یہ تین دن منیٰ میں ہی گزارنے چاہیں اور وہیں مدہ کر مئی کرنی چاہیے۔

۶۔ یعنی دوسرے دن ہی وہاں سے باہر آگیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس میں کسی واجب کا شک نہیں پایا جاتا۔

۷۔ اور تیر صویں کے دن بھی ٹھہرے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں اور اس نے کسی غلات سنت کام کا ارتکاب نہ کیا۔ یعنی دونوں ہدوتیں برابر ہیں اگرچہ ٹھہرنا اور تاخیر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کثرت عبادت اور زیادہ مشقت ہے بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں دو گروہ پاسے جاتے تھے ایک گروہ جلدی کو گناہ جانتا تھا دوسرا تاخیر کو اس بارے میں قرآن پاک کا نزول ہوا اور فرمایا گیا کہ تعیل و تاخیر دونوں برابر ہیں ان میں سے کسی کے میں گناہ اور حرج نہیں ہے۔

بَابُ حَرَمِ مَكَّةَ تَحْرُسَهَا

باب حرم مکہ اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت کرے

حرم مکہ مخصوص قطعہ زمین ہے جس کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی تعظیم و بزرگی کرنے کا حکم دیا اُس قطعے کا نام حرم اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس میں بہت سی چیزوں کو دہاں حرام قرار دیا ہے جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں بعض نے حرام قرار دینے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جب زمین پر بھیجا تو آپ ڈر گئے کہ شیاطین آپ کو ہلاک ہی نہ کر دیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حفاظت و نگہبانی کے لیے فرشتوں کو بھیجا تاکہ وہ آپ کی پاسبانی کریں وہ فرشتے حدود حرم کے ہر جانب کھڑے ہو گئے تو زمین کا وہ ٹکڑا جو کہ معظمہ اور فرشتوں کے کھڑا ہونے کے درمیان میں تھا حرم قرار پایا۔ بعض کہتے ہیں جب حضرت خلیل الرحمن صلوٰۃ اللہ واسلام علیہ دُعا فرمائی کہ میرے کعبہ کے دقت حجر اسود کو رکھا تو اُس کے دائیں بائیں اور مشرق و مغرب میں زمین کا کچھ حصہ روشن ہو گیا۔ پس حجر اسود کے نور سے زمین کا جو حصہ روشن ہو گیا وہ حرم کہلایا۔ حدود حرم کی علامات اور نشانیاں ہیں اور وہ سینار سے ہیں جو جدارہ کی جانب کے سوا باقی اطراف میں تعمیر کیے گئے ہیں ان دو بانہوں میں تعمیر کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ کتب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بتانے سے جس نے نشانات نصب کیے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اُس کے بعد قحیٰ ابن کلاب نے نصب کیے بعض کہتے ہیں کہ یہ نشانات حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کے بعد نصب کیے اُس کے بعد قحیٰ نے نصب کیے۔ کہتے واسے یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے علامات نصب کیں وہ عثمان ابن لہس ہے جبکہ اُسے خوف لاحق ہوا کہ حرم کی حدود کہیں مٹ ہی نہ جائیں اُس کے بعد قریش نے نشانات نصب کیے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال نشانات نصب فرمائے اُس کے بعد حضرت عمر ابن خطاب پھر ان کے بعد حضرت عثمان ابن عفان نے نصب کیے پھر اُس کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے حرم کی حدود ہر طرف سے مساوی نہیں۔ غار کعبہ کے سب سے زیادہ نزدیک جانب تنیم ہے۔ تاریخ مکہ میں تمام اطراف و جانب کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَبِئْسَ إِذَا اسْتَفْرَضْتُمْ فَأَنْقُذُوا وَقَالَ يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَمُ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنْقَرُ صَيْدُهُ وَلَا يُلْتَقَطُ لُقْطَتُهُ إِلَّا مَنْ حَرَّنَهَا وَلَا يُحْتَلَى خِلَافُهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا إِذْ خَرَفَانَهُ يَقِينِهِمْ وَبِئْسَ تَهْمٌ فَقَالَ إِلَّا إِذْ خَرَفَ.

رُشِقَ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ سَائِقِطُهَا إِلَّا مُشَدُّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب ہجرت نہیں ہے مگر جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمہیں نکالا جائے تو نکل پڑو اور آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم قرار دیا ہے جب سے اُس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک بلدا الحرام بن گیا ہے اور بے شک واقعہ یہ ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں جنگ کرنا کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی حلال نہیں ہوا اگر وہ کسی کی ایک گڑھی میں پس وہ قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ کی حرمت کی وجہ سے بلدا الحرام بن چکا ہے اس کے کانٹے دھکے کاٹنے جائیں اس کے شجر کو تکلیف نہ دینی جائے اور اس میں پڑی ہوئی گندہ چیز کو دھکے گروہ شخص جو اس کی پہچان کر لے پاتا ہے اور اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے اس پر حرمت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ گروہ غز گھاس کاٹنے کی اجازت دی جائے کیونکہ یہ گھاس اُن کے ساروں کے کام آتی ہے اور ان کے گروہ میں بھی کام آئے گا کیونکہ ہم اس گھاس کو اپنی چرواہوں میں دے دیتے گے اور اس میں ٹھاتے ہیں۔ قراب نے فرمایا کہ اس اور غز گھاس کاٹنے کے برے حکم پر (معاذ اللہ) اور ایک روایت میں ابی ہریرہ سے اس طرح مروی ہے کہ اُن کے حکم سے نہ کاٹنے جائیں احساس کے گروہ ہرے سامان کو نہ کاٹنا ہے کوئی شخص گروہ جو اس کا اعلان کرنے والا ہو۔

لہٰذا یعنی جہاد اور نیت اب بھی باقی ہے اس کا بیان یہ ہے کہ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت ہر اس شخص پر فرض تھی جو ہجرت کی استطاعت رکھتا تھا یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکہ معظمہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے پر دوسرے

صاحب استطاعت مسلمانوں پر بھی ہجرت فرض تھی جب کہ منظم نفع ہو گیا تو جو ہجرت فرض تھی وہ ختم ہو گئی کیونکہ مکہ دارالحرب نہ رہا لیکن دیکھ کر سے دارالسلام کی طرف دین اور اسلام کے احکام کی حفاظت کے لیے ہجرت اب بھی باقی ہے : یہ ہجرت جہاد اور نیت کے لفظ کے تحت داخل ہے۔ یعنی جہاد اب بھی باقی ہے کیونکہ جہاد کے ذریعے وہ ثواب اور فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے جو ہجرت کے ختم ہونے پر موجود ہے باقی رہی نیت کہ نیت کا درست رکھنا ہر عمل کو صحیح نیت سے کرنا یہ بھی ہمیشہ کے لیے باقی ہے اور اس میں بھی ہجرت کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ترک ہوائے نفس اور بشریت کے وطن سے باہر آنا اور شارع علیہ السلام نے جس چیز سے منع کیا ہو اُسے ترک کر دینا کہ یہ بھی ایک قسم کی ہجرت ہے۔

۳۱ یعنی جب تمہیں بلایا جائے اور جہاد کے لیے گھر سے باہر نکالا جائے یعنی ماکم وقت حکم دے کہ کافروں کے ساتھ جگہ کے لیے گھروں سے باہر نکلو مسلمانوں کا مدد اور نصرت کرو تو نکل پڑو اور حکم کی بجا آوری کرو۔
 ۳۲ یعنی بے شک خدا نے تعالیٰ نے شہر مکہ کو بلد حرام بنایا : اور چند چیزوں کے ارتکاب سے یہاں منع فرمایا ہے جس دن سے کہ اُس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے یعنی اس شہر کی حرمت قدیم چیز اور سابقہ شریعت ہے۔ یہ چیز نئی پیدا ہونے والی چیزوں میں سے نہیں اور کسی ایک شریعت کے ساتھ بھی خاص نہیں ہے یا مراد یہ ہے کہ اس شہر کی زمین جب سے پیدا کی ہے حرمت والی پیدا کی ہے، یہ صفت اُس میں رکھ دی اگر کہا جائے کہ باب حرم المدینہ میں آ رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے اور اُسے حرم ٹھہرایا میں نے مدینہ کو حرم بنایا اور حرمت والا ٹھہرایا ہے اگر خانہ کعبہ کو حرم بنانا قدیم بات ہوتی تو پھر اسے باحرمت بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیوں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس کی حرمت کی نسبت اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابراہیم نے حکم الہی لوگوں تک پہنچایا اور اُس سے لوگوں کو آگاہ کیا حقیقت میں شریعتوں اور احکام کا حکم دینے والا خدا ہے تعالیٰ : ہے اُس کا حکم قدیم ہے۔ انبیاء علیہم السلام احکام پہنچانے والے ہیں یا جب بیت المعمور تک جو آسمانوں میں ہے طوفان نوح کے وقت خانہ کعبہ کو اٹھایا گیا اور اُس عمارت کے نشانات بالکل مٹ گئے جو حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کی تھی۔ اور اُس کی حرمت ختم کر دی گئی اور شریعت سابقہ بالکل چھوٹ دی گئی اور فرائض کر دی گئی۔ تو یہ کیفیت ایک عرصہ تک برقرار رہی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ اُس کی حرمت کو زندہ کیا۔

۳۳ یہ اُس لڑائی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت خالد بن ولید کی طرف سے وقوع پذیر ہوئی اور یہ ضروری اور ظاہر بات ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و اذن سے ہی جنگ کی ہوگی ایسے اکثر علماء اور امام ابوحنیفہ بھی اُن علماء میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ نفع کہ قزو علیہ قح ہوا جسے فقہ کی کتابوں میں نفع عنود کہتے ہیں۔ امام شافعی کا مذہب اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ مکہ شریف صلح کی شکل میں نفع ہوا کیونکہ وہ

لوگ جنگ کے لیے تیار نہ تھے اور جو جنگ ہوئی وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مکہ میں داخل ہونے پر اتفاقاً ہو گئی کیونکہ بعض مشرکین نے اُن سے چٹیر چھاڑ کی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکہ شریف میں ایک گھڑی کے لیے جنگ کرنے سے عذر کرنا اس بات میں مترتب ہے کہ مکہ میں جنگ واقع ہوئی اور فتح جبروت پر سے ہوئی اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جو گروہ یہ کہتا ہے کہ مکہ شریف کا فتح کرنا جنگ سے ہوا وہ کہ منظمہ کی زمین کے مکانات کے فروخت کرنے وہاں کی زمین اور مکانات کو کرائے پر دینا جائز قرار نہیں دیتا کیونکہ حضور علیہ السلام نے اُسے کفار سے لیا اور مسلمانوں کے اندر وقف کر دیا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مکہ شریف پر قبضہ صلح صفائی سے ہوا وہ شہر مکہ کی زمین کی خرید و فروخت اور کرائے پر دینا جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس صورت میں وہ زمین اُس کے مالکوں کی ہے اور اُن کی ملک پر اب تک باقی ہے۔

۱۔ جبکہ اُس کے کاسٹے کاٹنے کی اجازت نہیں تو درخت کاٹنے کی اجازت کیسے ہوگی۔ کتاب ہدایہ میں فرمایا کہ جس نے حرم کی گھاس یا درخت کو کاٹا جو کسی کی ملکیت نہیں بلکہ خود بخود اُگا ہوا ہے تو اُس گھاس یا درخت کی قیمت ادا کرنا لازم ہے مگر وہ جو اُس میں سے خشک ہو چکا ہو کہ خشک شدہ گھاس یا درخت میں تاوان نہیں ہے کیونکہ وہ بڑھنے والا نہیں ہے اگرچہ حرم کی گھاس بولیشیوں کو چلانا بھی منع اور اُسے کاٹنا بھی منع ہے مگر اذخر گھاس کہ اُس کی اجازت ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بولیشیوں کو چلانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اُس کی ضرورت ہے اور بولیشیوں کو اُس کے چرنے سے روکا بھی نہیں جاسکتا اس کے برعکس امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ حدیث ہے اور گھاس چلانا اس وجہ سے بھی منع ہے کہ گھاس حرم کے باہر زمین سے بھی لائی جاسکتی ہے لہذا حرم میں سے چلانے کی کوئی جہد ہی نہیں۔ البتہ اذخر گھاس مستثنیٰ ہے جیسا کہ حدیث میں آ رہا ہے اس کا کاٹنا اولیٰ ہے پرانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح کٹنی بھی مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ نباتات میں سے ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جو لوگ اُن کے موافق ہیں حرم کی گھاس بولیشیوں کو چلانا جائز قرار دیتے ہیں۔ امام احمد کا مذہب احناف کے مذہب کی طرح ہے۔ شیخ امام اہل عارف نہایت متقی بہت بڑے عالم حضرت عبداللہ بن شعیب جب اپنی عمر شریف کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے اُس وقت یہ حکایت بیان کیا کرتے تھے کہ اُن کے بھائیوں میں سے ایک شخص جسے احمد سقا کہتے تھے ایک دن حرم کی جہد سے ہاتھ میں پھول لیے حاضر ہوئے وہ پھول اُس لیے ہمارے ہاتھ میں دیا تقدیر الہی کہ پھول واقع ہو گئی اور ہم نے اُس پھول کو سونگھ لیا جیسے ہی کہ اُس کی خوشبو ہم نے محسوس کی ہماری ناک میں درد شروع ہو گیا جیسے کہ ناک میں چیز ٹپی مدھڑ رہی ہو درد ناک سے دماغ میں پہنچا اور دماغ سے دودھ آنکھوں میں آیا پھر من بدن وہ درد بڑھتا گیا حتیٰ کہ اُس حد تک پہنچ گیا جہاں تک کہ بھڑکے۔

۲۔ جب شکار کو تکلیف پہنچانا حرام ہے تو اسے قتل کرنا اور ضائع کرنا بطریق اولیٰ حرام ہو گا اور اگر اُسے تکلیف پہنچائی گئی اور وہ بھاگ پڑا اور شہر نے اور سکون حاصل کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تو اُس کا تاوان لازم آئے گا۔

کچھ یعنی زمین سے گری ہوئی چیز کا اٹھانا بھی منع ہے مگر اس شخص کے لیے جو اس کی پہچان اور شناخت کرے اسے یعنی حرم میں گری ہوئی چیز کو اس کی پہچان کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا بلکہ جب مالک نے ترے دے اسے خرچ نہیں کر سکتا نہ اس کا مالک بن سکتا ہے نہ بطور صدقہ کسی کو دے سکتا ہے جیسا کہ دوسری جگہوں میں گری ہوئی چیزوں کا حکم ہے کہ اس کی شناخت کرے اور اگر فقیر ہو تو خود استعمال کرے اس کے بعد اگر اس کا مالک آجائے ترے دے دے مگر یہاں نہیں دے سکتا یعنی حرم میں گری ہوئی چیز کی صرف پہچان کر سکتا ہے۔ یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر قول ہے اور اکثر علماء حرم میں گری اور غیر حرم میں گری ہوئی چیز کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اخلاف کا مذہب بھی یہی ہے اس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو گری ہوئی چیز کے بارے میں مطلق وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ باب لقطہ میں انشا اللہ آئے گا بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں واقع لفظ الامن عرفیہ کا معنی یہ ہے کہ اٹھانے والا پورا ایک سال اعلان کرے جیسا کہ ہر جگہ کرتے ہیں۔ یہ اعلان موسم حج کے ساتھ خاص نہیں مگر یہ معنی ظاہر عبارت کے غلات ہے نیز اسلوب کلام حرم کہ کی فضیلت اور اس کے خصائص کے بیان میں ہے اور اگر اس کے لقطے کا حکم دوسری جگہوں پر لقطے کے حکم میں ہر توبہ میں اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس میں خود کو۔

۵۵ یہاں حدیث میں گھاس کے لیے لفظ خلا استعمال ہوا ہے الف مکسورہ کے ساتھ۔ یعنی تو گھاس اور حشیش خشک گھاس کو کہتے ہیں اور اس لیے خشک گھاس کا کاٹنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ کاٹوں کے حکم میں ہے۔ بعض حضرات لفظ فلا کو قد سے روایت کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے جیسا کہ قریشی نے کہا۔

۵۶ یعنی آپ گھاس میں سے اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دیں اسے ممانعت سے مستثنیٰ کریں۔ اذخر معززہ کی زیر زساکن سے ایک مشہور خوشبودار گھاس کا نام ہے۔

۵۷ بعض روایات میں لفظ قیوتنا آیا ہے قیون قین فتح قاف و سکون یا ساکن کے ساتھ بمعنی دوبارہ صاحب نہایہ نے کہا کہ دوبارہ اور دگر و ذل کو اس گھاس کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ یہ دونوں قسم کے لوگ حبس اور سونے کو اس سے بچھلاتے ہیں۔

۵۸ کہ اس سے مکانات کی چھتیں تیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلم اور بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ یا رسول اللہ ہم اس گھاس کو اپنی قبروں اور گھروں میں بھی ڈالتے ہیں عرب لوگ اس گھاس کو قبر کے اندر نیچے بچھاتے ہیں حضرت عباس کے عرض گو نے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے الا لاذخر فرماتے ہوئے اس گھاس کے کاٹنے کی اجازت دے دی۔ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ فروع کے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیے گئے ہیں آپ جو چاہتے ہیں جس کے لیے چاہتے ہیں کوئی چیز حلال فرما دیتے اور حرام کر دیتے ہیں۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گھاس کے کاٹنے کی اجازت اپنے اجتہاد سے دی مگر پہلا مذہب صحیح تر اور ظاہر تر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ
أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ -
(رَدَّ الْأَوْسَلِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
میں نے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے
تم میں سے کسی کے لیے مال نہیں کہ کہ خریف کے امیر
بتھیارے کر چلے پھرے۔ (مسلم)

اے یعنی بے ضرورت اور بلا حاجت بعض نے کہا کہ خریف میں بتھیارے کر چلنا مطلقاً مکروہ ہے مگر قول اول زیادہ
صحیح اور جمہور علماء کا قول ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمر و قنہ میں بتھیار بندہ ہو کر شہر میں داخل ہوئے لیکن کافروں
نے کہا کہ حضور علیہ السلام اسلحہ کو پردے میں لے کر آئے ہیں اور فتح مکہ کے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ
يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْفَقْرُ
فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ
إِنَّ ابْنَ خَطْلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَاذِ
الْكُعْبَةِ فَقَالَ انْتَلَهُ -
(مُسْنَدُ عَلِيٍّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ منظرہ میں فتح مکہ کے دن
اسی حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر فقر تھا
جب آپ نے اُس کو اتارا تو ایک شخص آپ کے پاس
آیا اور اُس نے کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے
چٹا ہوا ہے تو آپ نے اُسے فرمایا کہ اُسے قتل کر دو۔
(بخاری و مسلم)

اے حدیث میں خود کے لیے لفظ مغفر استعمال ہوا ہے یعنی ہم کی زیرین ساکن اور فاک ذریعہ یعنی وہ ذرہ جو ٹپنی کے
نیچے پڑتا ہے۔ جیسے کہ مراح میں ہے۔

اے فاک اسلحہ کی ذریعہ سے ابن خطل کا نام عبد اللہ ہے بعض کہتے ہیں اُس کا نام غالب ہے یہ شخص مرتد ہو گیا تھا
اور ایک مسلمان کو قتل کر کے بھاگا ہوا تھا نیز یہ شخص حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں اُس
کی دو لونڈیاں تھیں جو گاتی بجاتی تھیں اور گانے میں مسلمانوں کی خدمت کرتی تھیں۔

امام نووی نے کہا اس حدیث میں اُس شخص کے لیے دلیل ہے جو اس امر کو جائز رکھتا ہے کہ حرم مکہ جس حدود و قصاص قائم
کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ امام مالک و شافعی کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرم کعبہ میں حدود و قصاص قائم کرنا جائز ہے
اور اس حدیث کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ ابن خطل کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول
سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہو گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کے قتل کی اجازت اُس گھڑی میں
ہوئی تھی جس میں کہ حرم کے اندر جنگ کرنے کی اجازت ہوئی تھی اور شاید کہ اُسے باہر سے ہی قتل کیا ہوا لایا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک

حرم کہ اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کرے بفضل

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ
نُفِثَ مَلَكٌ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ
بَغْيَرٍ أَحْمَرٍ -

رَدَّاهُ مُسْلِمًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نزع کر کے دن پیرِ اولم
داخل ہوئے اور آپ کے سر پر سفید رنگ کی دستار
مبارک تھی۔

(4)

۱۷ یعنی آپ بغیر احرام کے داخل ہوئے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سیاہ کپڑا پتہنا مستحب ہے جیسا کہ حنفی مذہب ہے۔ بعض کہتے ہیں سیاہ نہیں تھا مگر تیل کے استعمال اور وہ ہے کی رگڑے سیاہ دکھائی دیتا تھا اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے احرام شرط نہیں، مگر اُس صورت میں جبکہ حج و عمرہ کی نیت سے داخل ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے صحیح قول یہی ہے۔۔۔ منغیہ کا جواب یہ ہے کہ ایک گھڑی کے لیے آپ کو اس کی بھی اجازت دے دی گئی۔

وَعَنْ مَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَعْضُ
 الْكُتُبَةِ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنْ
 الْأَرْضِ يُخَسِّفُ بِأَذْلِهِمْ وَأَخْرَجَهُمْ
 قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُخَسِّفُ بِأَذْلِهِمْ وَأَخْرَجَهُمْ
 يَا مَائِشَةُ أَسْوَأَهُمْ وَمَنْ لَيْسَ
 مِنْهُمْ قَالَ يُخَسِّفُ بِأَذْلِهِمْ وَأَخْرَجَهُمْ
 أَخْرَجَهُمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى رِيَابِهِمْ
 رُفُفًا عَلَيْهِمْ

رُفِيقٌ عَلَيْهِ

۱۔ یہ ایک خبر ہے جو آئندہ آفرینانے میں واقع ہونے والی ہے اور شکر سے شکر فیالی مراد ہے جو ہمدی موعود کے ناسنے میں بادشاہ مصر کی طرف سے نکلے گا اس کی تفصیل سیرت و تاریخ کی کتابوں میں تلاش کرنی چاہیے۔

۲۔ یہی ریابان میں پہنچیں گے بعض کہتے ہیں کہ بیدار کہ احدہ مینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

۳۔ بعض نے کہا کہ یہاں مدیف میں لفظ اساق سوتہ کی جیسے معنی رعیت۔

لکھ یعنی جو ان کے ساتھ کفر و معصیت تفریب کعبہ کے ادا و سدا و مابہل کہہ کے ساتھ جگ کرنے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں گے بلکہ مثال کے طور پر کمزور و قیدی ہوں گے۔

۵۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ وہ برے لوگوں کی نحوست کی بناء پر اُن نیک لوگوں کو بھی

ہلاک کر دیتا ہے جو ان کے ساتھ دل مل کر رہے ہوتے ہیں اُس کے بعد قیامت کے دن ان کے آپس میں جدائی ڈال دی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبشہ کا ایک ذوالسوقین کعبہ کو ویران کرے گا۔

دَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْذِبُ الْكَعْبَةَ ذُو السَّوْقَيْنِ مِنْ الْحَبَشَةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بخاری و مسلم

سلہ السوقین سرقین سے بنا ہے جو ساق کی تصغیر ہے۔ سورتین اُس کا ثنیہ ہے۔ اکثر اہل حبشہ کی پٹریاں چھوٹی نچلی اور باریک ہوتی ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس کی پٹریاں اُن سب سے زیادہ باریک اور چھوٹی ہوں گی۔ اللہ کا حکم یوں ہی جاری ہو چکا ہے کہ کعبہ کی ہلاکت و بربادی اہل حبشہ کے ہاتھ آئے گی، یہ محض عبرت ہے کہ خانہ کعبہ اس قدر عظمت و بزرگی کے باوجود حقیر ترین لوگوں کے ہاتھوں برباد و ویران ہو گا اور سفیانی لوگ اپنی عظیم شوکت و عظمت کے باوجود جب خانہ کعبہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں گے تو زمین میں دھنسا دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب کعبہ ویران ہو جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی، دنیا کا ملک خراب و برباد ہو جائے گا کیونکہ اس عالم کی بقا و بربادی اس معظّم اور مکرم گھر کے وجود سے وابستہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حمزہ بنی کریم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا گویا کہ میں خانہ کعبہ کو ویران کرنے والے کو دیکھ رہا ہوں اور یوں محسوس کرتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہے وہ سیاہ رنگ کا ہے اُس کے دونوں پاؤں کافی کھلے کھلے ہیں وہ خانہ کعبہ کو ایک ایک پتھر کر کے اکھیڑے گا۔ (بخاری)

دَعْنُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجْرًا حَجْرًا۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ یہاں حدیث میں لفظ افحج ہے یعنی نا اور جیم سے پہلے ما بمعنی ایسا شخص جس کے دو پاؤں کے درمیان کافی فاصلہ ہو اور اُس کے دونوں پاؤں ایک دوسرے سے دور ہوں اور پٹنے میں وہ اپنے پاؤں کے نزدیک دکھائی دیتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اُس کی دونوں رانوں کے درمیان فاصلہ ہو گا جیسا کہ اونٹ۔ گائے اور بکری کے درمیان دودھ دھولے کے وقت ہوتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کا ظاہر یہ بیان کرتا ہے کہ وہ ایک آدمی ہو گا جو خانہ کعبہ کو ویران کرے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ

وہ قوم کا سردار ہوا اس کے ساتھ دیران کرنے والی فرج ہو۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ يَعْقَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ إِنْ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ احْتِكَارُ الطَّعَامِ فِي الْحَوْمِ
الْحَادِ فِيهِ -

حضرت یحییٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
حرم شریف میں غلے کو روک کر رکھنا بے دینی اور اللہ
تعالیٰ کی صریح نافرمانی ہے۔

(دَوَاۃُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد شریف)

لے اگرچہ تمام شہروں میں غلے کو روک رکھنا حرام و منع ہے مگر مکہ معظمہ میں ایسا کرنا سخت تر منع اور حرام ہے یہاں
حدیث میں لفظ الحاد آیا ہے جس کا معنی ہے دین سے پھر جانا اور حرم میں حرام فعل کا ارتکاب کرنا۔

وَعَنِ ابْنِ عَمَّارٍ قَالَ تَكَلَّى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِكَلِمَةٍ مَا أَطْلَمْتُكَ مِنْ بَلَدٍ ذَا حَبْلِكَ
إِلَى وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي
مِنْكَ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فرمایا کہ تو کتنا
اچھا شہر ہے تو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اگر
میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا
کسی اور جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔

رَمَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَوِيحٌ غَرِيبٌ (إِسْنَادًا)

لے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث اسناد
کے اعتبار سے حسن صحیح غریب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
حَصْرَاءٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْخُزْنَةِ
فَقَالَ - وَاللَّهِ إِنَّكَ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ
وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ وَلَوْلَا
أَنِّي أُخْرِجُكَ مِنْكَ مَا خَرَجْتُ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خزانہ پر
کھڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا اللہ کی قسم بے شک تو اللہ
کی زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ہے اگر
مجھے تجھ سے نہ نکالاجاتا تو میں نہ نکلتا

(دَوَاۃُ التِّرْمِذِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

لے آپ قرشی زہری ہیں۔ بعض نے کہا ثقیفی ہیں۔ بنی زہرو کے طیف ہیں آپ صحابی ہیں۔ اہل حجاز میں شہرہ ہوتے ہیں۔

۱۷ حذر وہ ماکہ زبر ناسا کن دکی زبر آخر میں تا۔ بعض زنا اور کو شہ سے پڑھتے ہیں کہ مکہ کے عوام اس لفظ کو عزورہ کہہ کر پکارتے ہیں یعنی عین کے ساتھ جو کہ غلط ہے۔ اس لفظ کا معنی ہے چھوٹا ٹیلا اوداب منارہ مسجد خانہ کعبہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے جو کہ باب اجیاد کے متصل ہے۔

۱۸ بعض روایات میں اللہ کے نزدیک کی بجائے میرے نزدیک کا لفظ آیا ہے۔ یعنی میرے نزدیک تو سب سے محبوب ترین جگہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول مبارک اُس وقت فرمایا جبکہ آپ مکہ معظمہ سے عمرہ قضا کے وقت باہر نکلے کیونکہ قریش نے کہا تھا کہ تین روز کے بعد یہاں سے نکل جائیں اور یہاں نہ بیٹھیں بعض کا گمان یہ ہے کہ یہ بات آپ نے ہجرت کے وقت نکلے ہوئے فرمائی۔ مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ الفاظ اُس وقت فرمائے جبکہ آپ سواری پر سوار تھے اور ہجرت کے لیے نکلے وقت آپ اس حالت میں نہ تھے بلکہ آپ خفیہ طریقے سے ہجرت کے وقت مکہ معظمہ سے نکلے اور اس سے بھی بہت دور بات ہے جو تاریخ اذنی میں مذکور ہے کہ یہ بات آپ نے فتح مکہ کے دن فرمائی یہ اس لیے دور ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نکالے نہیں جا رہے تھے بلکہ اُس میں داخل ہوئے تھے مگر یہ کہ گزشتہ مال یاد کر کے آپ نے ایسا فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي ثَرْيَاحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ
قَالَ لِعَتْرِدِ بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ
الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ أَتَذُنُّ لِي
أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثُكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعْتُهُ أَذْنَايَ
وَدَعَا قَلْبِي وَابْعَثْتُهُ عَيْنَايَ حِينَ
تَكَلَّمَ بِهِ حَيْدَ اللَّهِ وَآثَنِي عَلَيْهِ
ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَمَهَا اللَّهُ
وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ
لِأَمْرِي يَوْمَ مِنْ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
أَنْ يَسْلُكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَغْفِدَ بِهَا

حضرت ابو ثریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک امیر نے عمرو ابن سعید سے فرمایا جبکہ وہ
مکہ معظمہ پر لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت
دے کہ میں تجھے وہ فرمان پاک سناؤں جسے کل فتح مکہ
کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا
جس میں میرے کانوں نے سنا میرے دل نے محفوظ کیا
حضور علیہ السلام کی میری آنکھوں نے کام کرتے وقت
کہا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا کی پھر فرمایا کہ مکہ
مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے کسی انسان کے لیے
بنایا تو کسی بھی شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن
پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ وہاں خون بہائے
نہ وہاں کا دھنست کاٹے اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے جہاد سے اجازت سمجھے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی۔ تبہیں اجازت
نہیں دی۔ رب تعالیٰ نے مجھے دن کی ایک گھڑی میں
اجازت تھی اب آج اس کی حرمت کل کی طرح ہی رہے
آئی حاضرین خائبین کو پہنچا دیں۔ ابو شریح سے کہا گیا تو
پھر تم سے عمرو نے کیا کہا فرمایا وہ بولائے ابو شریح
میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم خریف نہ
تو مجرم کو پناہ دیتا ہے نہ خون کر کے بھاگے
ہوئے کو نہ فساد کر کے بھاگنے والے
کو۔

شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَزَحَّصَ يَقْتَالِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَوْفَى
لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ
عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا
بِالْأَمْسِ وَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْقَائِبَ
فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ كَذَّ
عَمُّوْ وَقَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ
مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ
لَا يُعِيدُ عَاصِيًا وَلَا فَادًا يَدِي
وَلَا فَادًا بِخُوبَةٍ -

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي الْبُخَارِيِّ الْحَذِيثُ
الْجَنَابِيَّةُ -

دبخاری و مسلم۔ اور بخاری میں ہے کہ خزہ بہ
خیانت شہ ہے۔

ابو شریح العدوی عین اور وال کی زہر سے آپ بھابی ہیں۔

۱۔ یعنی عمرو بن سعید بن عامر اموی کو جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔
۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔

۳۔ یعنی تھوڑے سے وقت کے لیے۔

۴۔ جانتا ہوں کہ حرم ہے۔

۵۔ یہاں حدیث میں لفظ خزیہ آیا ہے خاک پیش راساکن اور زہر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بار کے بعد یا بمعنی
دین میں فساد یا خیانت یعنی اگر کوئی شخص دین میں فساد یا کسی دوسرے سے خیانت کرے کہ کسی کا مال تلف کرے یا کسی کا
حق ضائع کرے اور حرم میں بھاگ آئے تو اس کی سزا اس کے ذمے لازم رہتی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر
مصیبت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امام کی فرمانبرداری سے باہر نکل گئے ہیں اگر یہ حرم سے باہر نکل آئے تو میں ان کو سزا
دلاؤ گا ورنہ حرم میں ہی ان کو قتل کر دوں گا۔

۶۔ یعنی صحیح بخاری میں خزہ کی تفسیر خیانت سے کی

وَعَنْ عَتِيَّاشِ بْنِ أَبِي دَبِيْعَةَ

حضرت عیاش بن دبیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

الْمَخْرُوجِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ بِغَيْرِ مَا عَظَّمُوا هَذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيمِهَا فَاذَا فَشِعُوا ذَلِكَ هَلَكُوا

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت ہمیشہ بغیر پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ اس حرمت کی تعظیم کرتی رہے گی۔ جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے جب وہ اس تعظیم کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

(دَوَاۓ ابْنِ مَاجَه)

(ابن ماجہ)

۱۔ عین کی ذہر اور یا کی شد بعد میں شین۔ رمیہ را کی زہر اور با کی ذیر سے۔ مخرومی غاصد کے ساتھ آپ صحابی ہیں قدیم الاسلام ہیں۔ ماں کی طرف سے ابو جہل کے بھائی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے لیے قنوت میں دعا کی تھی اور کہا تھا اے اللہ عیاش بن رمیہ کو نجات دے جیسا کہ باب القنوت میں گزر چکا ہے۔

۲۔ یعنی کہ اور حرم کی حرمت بجالاتے رہیں گے اس میں ہر ممنوع فعل کے ارتکاب سے اجتناب کریں گے جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے یعنی حرم کعبہ کی احتیاط کرنے میں پوری توجہ دیں گے۔

بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ حَرَسَهَا اللَّهُ تَعَالَى

باب حرم مدینہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے

مدینہ مطہرہ کی عزت و حرمت میں بہت سی احادیث آئی ہیں علماء نے اس کی چیزوں پر حرمت کا حکم مرتب ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب سے بھی مذہب یہ ہے کہ یہاں حرمت کا معنی صرف تعظیم و تکریم ہے دوسرے احکام کے ثبوت کے بغیر جیسے شکار کی حرمت۔ درخت کاٹنے کی حرمت اور اس پر سزا کا حکم مرتب ہونا اور جو کوئی ان کاموں میں سے کوئی کام کرے تو گنہگار ہوگا اور اس پر کوئی سزا بھی نہیں عائد ہوگی یہی امام مالک کا قول ہے اور ایک روایت میں امام احمد اس ایک قول امام شافعی کا بھی یہی ہے۔ امام نووی نے کہا کہ امام مالک۔ امام شافعی اور جمہور علماء کا مشورہ مذہب یہ ہے کہ مدینہ پاک کے شکار اور اس کے درخت کاٹنے میں کوئی تاوان لازم نہیں ہاں البتہ شکار کرنا اور درخت کاٹنا بغیر تاوان کے بھی حرام ہے۔ تو لپٹی نے کہا کہ مدینہ منورہ کے شکار کو حرام قرار دینے کے قائل نہیں ہوئے مگر گنتی کے چند صحابہ۔ صحابہ کی اکثریت مدینہ منورہ کے پرندوں سے شکار کے جواز کی منکر نہیں ہے اور ہم تک کسی بھی

بمقتدر طریقے سے اس کے بارے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس میں بھی جنا اور بدلا دم ہے جیسا کہ حرم کہ میں بعض نے یہ کہا ہے کہ حرم مدینہ کی خلاف ورزی کرنے کی جزیاء ہے کہ اس شخص کا سامان چھین لیا جائے کیونکہ اس بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مسلم شریف کی ایک حدیث آرہی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اس کے قائل نہیں ہیں مگر امام شافعی وہ بھی اپنے قول قدیم میں۔

الفصل الاول

پہلی فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ غَيْثٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ أَدَّى مُحَدَّثًا فَقَلْبُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يُسْتَعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ لَمَنْ أَخْطَرَهُمْ فَقَلْبُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَ مَنْ أَدَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنٍ مَوَالِيَهُمْ فَقَلْبُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔

(مستفوع علیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا کہ قرآن اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ حرمت والا ہے۔ میرے سے کر ٹور کے درمیان زمین کے ٹکڑے تک تو جو شخص اس میں ایسی چیز ظاہر کرے گا جو ممنوع ہے جیسا کہ کسی بے دین کو پناہ دے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور انہیں قبول کیا جائے گا اس کا فرض، نہ نفل۔ سب مسلمانوں کا جہد ایک ہے۔ کم اور اعلیٰ درجے کا مسلمان بھی اس کے پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو جو شخص کسی مسلمان کے ساتھ جھگڑ لگنی کرے گا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہیں قبول ہوگا اس کی طرف سے فرض نہ نفل اور جو شخص کسی قوم سے مدد کرے گا بغیر اس کے دوستوں کی اجازت کے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت اور نہ قبول ہوگا اس کا فرض نہ نفل۔ (بخاری و مسلم)

وَفِي رَوَايَةٍ لَّهُمَا مَنِ
اَدْعَىٰ رَاٰی غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ كَوَّلٰی غَيْرِ
مَوَالِيْهِ فَعَلِيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ
صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔

بنامی مسلم کی ایک دوسری روایت میں یوں ہے
کہ جو اپنے کو اپنے غیر باپ کی طرف نسبت کرے یا اپنے
غیر موالوں سے ولا کرے تو اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی
اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اُس کے فرض قبول ہوں
نہ نفل۔

۱۔ جب کہ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآن کے علاوہ ایک اور صحیفے سے
بھی مخصوص کیا ہے یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کے سوا اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے اس کے
سوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ لکھ کر نہیں رکھا وہ صحیفہ ایک ورق تھا جس میں دو بقول کے احکام اور
بعض دوسرے احکام تھے یہ صحیفہ اس وقت تیار کے اس بیان میں موجود ہے اور حرم مدینہ کا یہ حکم بھی اس میں ہے جو اس کے
لفظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں۔

۲۔ یعنی حرم مدینہ کی حد غیر (عین کی زیر یا ساکن) اور ثور (ٹاکی زیر و ساکن) یہ مدینہ منورہ کے دو پہاڑوں کا نام
ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کی درمیانی حدود حرم مدینہ کہلاتا ہے۔

۳۔ ادا عانت کرے گا۔ یہاں حدیث میں لفظ حدیث یعنی ہے دین آدمی کی خلاف ورزی کی گئی ہوئی چیز یا پناہ
کے لیے لفظ آدمی آیا ہے یعنی جو شخص خود بدعت کا مرتکب ہوگا یا دوسرے کی بدعت سے راضی ہوگا تو اُس پر لعنت۔
۴۔ یہاں حدیث میں فرض کے لیے لفظ صرف آیا ہے۔ بعض نے صرف کی تفسیر فضاہت سے کی ہے کیونکہ شفاعت
مستحق غلب سے عذاب کو پھیر دیتی ہے۔ صرف کی تفسیر قریب سے بھی کی ہے کیونکہ قریب بند سے کو گناہ سے روک
لیتی ہے۔ بدل کی تفسیر فریے سے بھی کی ہے کیونکہ غریب اسی چیز کے سادہ اور برابر ہوتا ہے جس کے بدلے دیا
جاتا ہے پھر صحیفے میں جو احکام درج تھے اُن میں سے ایک حکم یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کا عہد ایک ہے یعنی جو شخص مسلمانوں
میں سے اگرچہ خیر و ربے کا ہی ہو جیسے غلام اور عورت کسی کافر کو امن دے دے یا اس سے معاہدہ کرے ادا اپنی
پناہ میں لے آئے تو سب پر اُس معاہدے کی رعایت و حفاظت لازم ہے کسی کے لیے بھی ایسے عہد کا توڑنا جائز
نہیں۔ اور عہد کو عربی میں نہم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا توڑنا موجب عداوت ہے۔

۵۔ یعنی عہد اور ذمہ جو مسلمان کے ساتھ کیا ہو جو اسے توڑے اور عہد کرے یا مسلمان کے اس عہد کو توڑ
جو ذمی کے ساتھ کیا ہے جیسا کہ کلام کا انداز اس میں ظاہر کرتا ہے۔

۶۔ واضح ہو کہ ولادہ قسم ہے ایک کو دلائے حوالہ کہتے ہیں۔ عربوں کی عادت تھی کہ ایک دوسرے کے ساتھ
دوستی اور پیوستگی کرتے اور عہد باندھتے تھے۔ اور اس بات کی قسم اٹھاتے تھے کہ نیکی بدی میں ایک دوسرے

کے شریک ممد و معاون ہوں گے اور دوست آپس میں ایک دوسرے کے دوست رہیں گے اور دشمنوں کے دشمن۔
 دور جاہلیت میں باطل و ناحق کے اندر بھی ایک دوسرے کی امداد و معاونت کرتے تھے اور اسلام میں حق کے اندر
 معاونت کرتے تھے اکثر بھی لوگ جو تابعین اور تبع تابعین میں سے تھے عربستان میں آئے اور صحابہ کے ساتھ عقد دوستی
 قائم کیا دوسری دلا دل سے عقائد ہے کہ جو کوئی غلام کو آزاد کرے گا تو آزاد کرنے والے کیلئے اس کا حق ولایت ثابت ہوگا اور
 قریبی وارثوں کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا واسطہ وہ بنے گا۔ یہاں حدیث میں احتمال ہے کہ موالی سے دلا سے
 موالیات دلا سے مراد ہوں اور معنی یہ ہوگا کہ اس کے لیے موالی ہوں تو نہیں چاہیے کہ وہ اپنے موالی کی اجازت کے بغیر
 دوسروں کو موالی بنائے۔ اور ان کے مشورے کے بغیر ایسا کرے کہ اس میں ایک قسم کی بھید بھی پائی جاتی ہے اور اس
 سے ایذا بھی پہنچتی ہے جس کا ترکب نہیں ہونا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کے لیے کافروں سے
 موالیات کرنا مراد ہے جو کہ سنت منورہ ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ دلا سے دلا سے عقائد مراد ہو اس صورت میں معنی یہ
 یہ ہوگا کہ جو شخص اپنی نسبت اپنے آزاد کرنے والے کے سوا کسی دوسرے کی طرف کرے گا وہ متفق لعنت ہے جس طرح
 کوئی شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کرے تو لعنت کا متفق ٹھہرتا ہے۔
 کہ یہ رعایت تائید کرتی ہے کہ ولایت عقائد مراد ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ انادی نسب کے
 رابطے کی طرح ایک رابطہ ہے۔

تنبیہ۔

اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ غیر تو مدینہ منورہ کا ایک پہاڑ ہے مگر جبل ثور تو کے میں ہے وہ کہ میٹے میں
 اور یہ وہ پہاڑ ہے جس کی غار میں ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام چھپے تھے۔ مدینہ منورہ میں کوئی مشور پہاڑ نہیں ہے
 ثور کہتے ہیں اسی بناء پر بخاری شریف کے اکثر راوی اس کو مہم چھوڑ گئے۔ بعض نے علامت کذا لکھ دی۔ بعض نے
 ثور کی جگہ سفید چھوڑ دی۔ فتح الباری میں کہا۔ ظاہر یہ ہے کہ اصل عبارت اس طرح ہوگی کہ غیر احد کے درمیان۔
 امام احمد طبرانی کے نزدیک ایسا ہی مائع ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ غیر کہ میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے اور حدیث کا
 معنی یہ ہے کہ حرم مدینہ کی مقدار مسافت اتنی ہے جتنا کہ مکہ میں غیر و ثور کے درمیان فاصلہ ہے۔

فتح جہالین نے قاموس میں کہا ثور مدینہ میں احد پہاڑ کے سامنے ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ لہذا ثور کا ذکر صحیح
 ہے وہم نہیں ہے جیسا کہ آئمہ کو گمان ہوا ہے۔ شیخ برصوف نے اس کے ثابت کرنے میں اتہائی تحقیق سے کام لیا ہے
 میں نے فروع عربی میں اسے نقل کیا ہے۔

دَعْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ
 حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے رعایت ہے فرماتے
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک

أَحَرَّمُ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةِ أَنْ
يُقَطَعَ عِضَاهَا أَوْ يُقَتَّلَ صَيِّدُهَا
وَقَالَ الْمَدِينَةُ بَعْدُ لَهُمْ كَالْوَأْدِ
يَعْلَمُونَ لَا يَدْعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً
عَنْهَا إِلَّا أَبَدَلَ اللَّهُ رِيفَهَا مَنْ هُوَ
خَيْرٌ مِنْهُ وَلَا يَنْتَبِثُ أَحَدٌ عَلَى
رَأْوَائِهَا وَجُحْدِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ
شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میں حرام قرار دیتا ہوں مدینہ منورہ کے دو لابلہ کے
درمیانی حصہ کو کہ اُس کے درخت کاٹے جائیں یا اُس کے
شکار کو قتل کیا جائے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا مدینہ اُن کے
یہ بے ہترے اگر وہ جان لیتے نہیں چھوڑے گا اسے کوئی
بھی۔ اس سے اعراض کرتے ہوئے مگر اللہ تعالیٰ بدل کرے
اُسے گا اُس میں اُس کو جو اُس سے ہتر ہو گا اور نہیں ثابت
قدم رہے گا کوئی بھی اس کی بھوک اور سختی پر اداس کی
مشقت محنت پر مگر میں اُس کے لیے قیامت کے
دن اُس کی شفاعت کرنے والا اداس کا گواہ ہوں گا۔

(مسلم شریف)

۱۔ با محضف سے وہ پتھر ملی زمین جو مدینہ منورہ کے دونوں طرف واقع ہے اور مدینہ منورہ اُن کے درمیان
ہے۔ لفظ عضاہ عین کی زیر اُس کے بعد اُن میں ہا۔ جمع عضاہ بمعنی بڑے بڑے کانٹے دار درخت۔
۲۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ علاقے اور شہر فتح ہوں گے اور لوگ مدینہ سے باہر نکل کر اُدھر جانا چاہیں گے
حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر وہ اُسے جان لیں۔

۳۔ یعنی اُس کے گناہوں کی شفاعت کرنے والا اور قیامت کے روز اُس کی نیکیوں پر اُس کا گواہ بننے والا ہوں گا
علماء نے کہا ہے کہ لفظ مشقت کے لیے حدیث میں جو لفظ جہدا یا ہے اسے جیم کی پیش سے صحیح قرار دیا گیا ہے مگر
ظاہر یہ ہے کہ یہ جیم کی زبر سے ہے بمعنی مشقت اور اگر جیم کی پیش سے ہو تو اُس کا معنی ہوتا ہے وسعت اور طاقت
بعض نے کہا یہ دونوں لغتیں دونوں معنوں کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں میرے گناہوں کا
مدینہ منورہ کی محنت و مشقت پر میرے امتیوں میں سے
میرا کوئی اتنی مگر یہ کہ میں اُس کے لیے قیامت کے
دن شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(مسلم شریف)

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
يُصِيرُ عَلَى لَأْوَاءِ الْمَدِينَةِ وَشَدَّتْهَا
أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا

رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاوِدًا رَإَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا
أَخَذَهُ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي
ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَوَاسِنَتِنَا وَ
وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا
فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ إِنَّ ابْنَاهُمْ عَبْدُكَ
وَحَبْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَرَأَى عَبْدُكَ
وَنَبِيُّكَ وَ إِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَأَنَا
أَدْعُوكَ لِمَدِينَةٍ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ
لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ يَدْعُو
أَصْغَرَ وَلِيِّهِ لَهُ فِهِطِيهِ ذَالِكَ
الثَّمَرُ -

رَدَّوْا مُسْتَلَمٌ

دلتے ہیں لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے جب
آپ اس میوے کو پکڑ لیتے تو یوں دعا کرتے اسے اللہ
برکت ڈال ہمارے لیے ہمارے پھل میں اور برکت
ڈال ہمارے لیے ہمارے خیر میں اور برکت ڈال
ہمارے لیے ہمارے صاع میں اور برکت ڈال ہمارے
یہ ہمارے گھر میں اسے اللہ بے شک ابراہیم تیرا بندہ
تیرا دوست ہے اور تیرا پیغمبر ہے اور بے شک میں
تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اور بے شک ابراہیم نے تجھ
سے مکہ کے لیے دعا کی اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے
اسی مثل کی دعا کرتا ہوں جتنی کہ حضرت ابراہیم نے کے
کے لیے کی اور اس جتنی اس کے ساتھ اور بھی دعا کرتا
ہوں پھر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی چھوٹے
بچے کو بلاتے تو اسے وہ پھل دے دیتے۔

(مسلم شریف)

اسے برکت دلائی درجے معنی کسی چیز کا زیادہ ہونا اور ثبات و دام کے معنی میں بھی آتا ہے۔
اسے مدیم کی پیش دکی شر سے صاع اور مدد و نل پیمانے ہیں لیکن ہر ایک رطل اور تیرا حصہ رطل کا ہوتا
ہے یعنی اہل عمارت کے نزدیک اور اہل عراق کے نزدیک مدد و رطل کا ہوتا ہے ، صاع چار مد کا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے رطل میں دوست و برکت کی دعا فرمائی۔

اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں اپنے لیے غلت اور دوستی کو ثابت نہ فرمایا باوجودیکہ آپ کی ذات
شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اتم و اکمل غلت پائی جاتی ہے اور نہ غلت اپنے لیے ثابت فرمائی جو کہ غلت
سے بھی اکمل ہے کیونکہ حبیب وہ محبوب ہوتا ہے جو محبوبیت کے مقام پر پہنچ چکا ہوتا ہے۔ یہ محبوبیت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ذات شریف کا خاصہ ہے۔ یہ انما از آپ نے قاضی کی بنا پر اختیار فرمایا اور عبودیت کے ثبوت پر اکتفا فرمایا جو کہ
اکمل صفات اور ارفع مقامات کا خاصہ ہے حقیقتاً عبودیت جو کہ اکمل صفات اور ارفع مقامات میں سے ہے، مقام محمدیت کا
خاصہ ہے جو کوئی بھی آپ کے سوا ہے وہ اس میں آپ سے نیچے ہے جیسا کہ اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اور یہ بھی

احتمال ہے کہ حضور علیہ السلام اس وقت کے بعد ان مقامات سے ملقب ہوئے ہوں۔ معاذ اللہ اعلم۔
۱۵ کہ اُسے حرم بنایا جائے۔

۱۶ یعنی میں مدینے کے لیے مکہ سے دو گنی دھا کرتا ہوں۔

۱۷ چھوٹے بچوں کو دینے کی تخصیص اُن پر زیادہ رحم و شفقت کی بنا پر ہوتی تھی اور اس بنا پر بھی کہ چھوٹے بچوں اور سٹے پھل کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے کیونکہ چھوٹے بچے زیادہ راضی زیادہ مائل اور زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو اُس پھل کے سے دینے میں اُمت کو اس بات کی ہدایت و تعلیم ہے کہ شہوت کی جڑ کاٹنی چاہیے خصوصاً اُس چیز میں جس کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہو۔ جیسے سٹے پھل کی طرف طبیعت زیادہ مائل و راضی ہوتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَبَاهِيْمَ حَرَّمَ مَلَّةً فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَ إِنْ حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَا زِمْنَهَا أَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا تُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلْفٍ - رَدَاةُ مُسْلِمٍ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا بے شک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنا کر کہ الحرام بنایا۔ اور بے شک میں نے مدینہ کو حرام قرار دے کر مدینہ الحرام بنایا ہے یعنی اُس حصے کو جو اس کی دو طرفوں کے درمیان ہے کہ نہ بہایا جائے اس میں خون اور نہ اٹھایا جائے اس میں ہتھیار لڑائی کے لیے اور نہ جھاڑا جائے اس میں کوئی درخت مگر چارے کے لیے۔ (مسلم شریف)

۱۸ یہاں حدیث میں لفظ مازمہ آیا اس کا مفرد مازم ہے بمعنی دو پہاڑوں کے درمیان کی تنگ جگہ اس سے مراد اُس کی دو طرفیں ہیں جیسا کہ حضرت سعد کی حدیث میں گزرا۔

۱۹ یعنی درخت کے پتے بولٹیوں کی خدایک کے لیے یہاں لفظ خبط استعمال ہوا ہے بمعنی درخت کے پتوں کو لٹھی دھیرہ سے جھاڑنا اس لفظ کو اگر خبط پڑھا جائے۔ غا اور با کی زبر سے تو معنی ہوگا درخت کے جھڑے ہونے پتے یعنی مدینہ منورہ کے درختوں کے پتے جھاڑنا بھی جائز نہیں تو کاٹنا بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

حضرت عامر ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک حضرت سعد سوار ہو کر وادی عقیق میں واقع اپنے محل کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے ایک

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهَا بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ

فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ
فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ
عَلَيْهِمْ مِمَّا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ
مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا تَقْلِبِيهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ -
(رَدِّ الْأَمْسِلِ)

غلام کو پایا جو درخت کاٹ رہا اور پتے جھاڑ رہا
ہے تو آپ نے اُس کے کپڑے اور تمبیہ۔ اُس سے چپین
لیے جب حضرت سعد واپس لوٹے تو اُس غلام کے مالک
آئے اور اُن سے اس بارے میں گفتگو کی کہ ہمارے
غلام کو واپس کر دیں یا اُن پر واپس کر دیں حضرت سعد
نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں وہ چیز واپس کروں جو مجھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ملنا فرمائی۔ اور آپ نے انکار کر دیا
کہ اُس کے مالکوں کو اُس کا سامان واپس کریں۔ (مسلم)

۱۔ آپ ثقہ تابعی ہیں اور سعد سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

۲۔ دایۃ یقین مدینہ منورہ کے پاس ایک مشہور و تبرک جگہ کا نام ہے جس کا ذکر اشار میں بھی آیا ہے اس دایۃ کو دایۃ
مقدس بھی کہتے ہیں۔

۳۔ یہ راوی کا شک ہے کہ لفظ علی غلام ہم یا علیہم ہے۔

۴۔ یہاں حدیث میں لفظ نفل آیا ہے دو زبروں کے ساتھ بمعنی غنیمت۔ انفال اس کی جمع ہے۔ تنفیل کا معنی غنیمت
دینا۔

۵۔ یہ اُس غلام کی سزا تھی کہ اُس نے حرمِ مدینہ کو نقصان پہنچایا جیسا کہ شرح ترجمہ میں اُس کی طرف اشارہ گزر
چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
جب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو
حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
بخاراً بنا شروع ہو گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو ان کے بخار کی خبر دی
اس پر حضور علیہ السلام نے دعا کی یا اللہ ہماری طرف
میں سے کو مجرب بنادے جیسا کہ تو نے کئے کو ہمارا مجرب
بنایا یا اُس سے بھی زیادہ مجرب بنائے اور مدینہ کی آب و ہوا
درست کر دے اور ہمارے لیے اُس کے صاع اور مٹر میں

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمَدِينَةَ دُعِيَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ
فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ
حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحَبِّبْنَا مَكَّةَ
أَوْ أَشْأَلًا وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي
صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَاَهَا
فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

برکت ڈال اور اس کے بنجار کو یہاں سے لے جا اور
جھنڈے میں لٹک کر رکھ دے۔ (نخای و سلم)

اے یہاں حدیث میں بنجار کے لیے لفظ و مک استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے بنجار یا بنجار کی تکلیف۔ مزاح میں ہے
کہ و مک بنجار کی تیزی کو کہتے ہیں۔

۲۷ کہ اہل مدینہ کو اس کی آب و ہوا سے تندہتی نصیب ہو۔

۳۷ جھنڈے جم کی پیش ماساکن اُس کے بعد فارسیہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اُس وقت وہاں ہونا مسود
آباد تھے بیان کرتے ہیں کہ حضور سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ و باء بنجار اور بیماری کی جگہ تھی
حضور علیہ السلام نے اُس کے لیے دعا کی کہ یہ چیزیں کفار کی زمین پر بھیج دے اس حدیث میں اس ٹل کی دلیل ہے کہ کفار
کے لیے بیماریوں اور موت ہلاکت اور ان کے شہروں کی بربادی کی بددعا کرنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلاب جہانوں نے مدینہ میں لگائی
کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کالے رنگ کی مہر ہے
جس کا سر ہلکا گندہ ہے وہ مدینہ سے لگ بھگ
کہ شیعہ کے مقام پر ہا اتری ہے تو میں نے اُس کی تعبیر
کی ہے کہ مدینہ کی وبا مہر کی طرف منتقل کر دی گئی ہے۔
میدہ جھنڈے کا نام ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ
رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَدِينَةِ رَأَيْتُ أَمْرًا مَسْدَا
ثَأْثَرًا الرِّاسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ
حَتَّى نَزَلَتْ مَهْيَعَةً فَتَأَوَّلْتُهَا أَنَّ
وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نَقَلَ إِلَى مَهْيَعَةٍ
وَهِيَ الْجُحْفَةُ.

(بہارِ طریقہ)

رَدَاةُ الْبُخَارِ وَحِی

اے میدہ ایک جگہ کا نام ہے۔ بیم کی زبر ماساکن یا کی زبر پھر مہر یا خرمین تا میدہ واصل جھنڈے ہی کا نام ہے جو یہاں کہ
گزشتہ حدیث میں مذکور ہوا۔ یہاں حدیث میں لفظ و با کا ہے جس کا مراد تصور دونوں طرح پڑتا ہوا ہے۔ پہلی نام بیماری
کرا سے فارسی میں مرگامرگی بھی کہتے ہیں۔ قانوس میں فرمایا و بالینی لافون کی بیماری یا ہر بیماری اور حضرت لافون نے فرمایا
دبا ہے۔ مزاح میں فرمایا طاعون موت کی دبا ہے۔

حضرت سفیان بن ابوزہریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرما ہے تم میں سے ہر ایک کو ایک قوم میری کرتے ہوئے
آئے گی اور اگر اپنے اہل و عیال اور ان لوگوں کو لے

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَهِي دُهَيْرٍ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ
مِائَتِي قَوْمًا يَلْبَسُونَ لِبَاسًا يَأْتِيهِمْ

وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَيُفْتَحُ الْغَنَاءُ
فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبْسُونَ فَيَتَعَمَلُونَ
بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةَ
خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
الْغَنَاءُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبْسُونَ فَيَتَعَمَلُونَ
بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةَ
خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائیں گی جو ان کی بات مانیں گے حالانکہ مدینہ ان کے
لیے بہتر ہوگا اگر وہ اس کو جان لیتے اور شام فتح ہوگا تو ایک
قوم آہستہ آہستہ چل کر مدینہ آئے گی اور اپنے بال بچوں اور
جوان کی بات ماننے لگائیں گے کہ مدینہ سے کوچ کر
جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا اگر وہ اس کو
جان لیتے اور عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ آہستہ آہستہ
چل کر آئیں گے تو اپنے اہل و عیال اور جوان کی بات
مانیں گے انہیں ساتھ لے کر مدینہ سے چلے جائیں گے
حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا اگر وہ جان لیتے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ زاکر کی پیش حاکی زبرد اور یا ساکن سے آپ صحابی ہیں اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ یبسون یا کی زبرد باکی پیش سین کی شد سے ہے۔ یعنی حضرت سفیان فرماتے
ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو سنا آپ فرما رہے تھے کہ یمن فتح ہوگا تو وہاں سے ایک گروہ آہستہ آہستہ
آئے گا اپنے مہجروں کو چراتے ہوئے یمن بس سے بنائے یعنی آہستہ چلتا اور مہجروں کو پلائے جیسا کہ قرآن
مید میں واقع ہے ترجمہ (پھاڑوں کو پلایا جائے گا آہستہ آہستہ)

۳۔ یعنی ان کے متبع اور ان سے تعلق رکھنے والے۔

۴۔ یعنی اسلام اسلامی ولایت کے تحت بہت سے علاقے فتح ہوں گے تو لوگ روزی کی وسعت دنیا کے مال و متاع
اور خانی لذتوں کے لیے مدینہ منورہ سے باہر چلے جائیں گے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں و وحی کے اترنے
کی جگہ اور منزل برکات سے منہ پھریں گے، اگر وہ حقیقت حال اور سعادت پیدا ہو مال کو جان لیں تو مدینہ میں ہی رہائش
رکھیں کیونکہ مدینہ میں رہائش رکھنا بہتر ہے درحقیقت اس ارشاد میں لوگوں کے مال کی تعمیر و مذمت بیان کی گئی ہے بعض
نے کہا مراد یہ ہے کہ لوگ مختلف علاقوں اور شہروں سے آئیں گے اور مدینہ میں سکونت اختیار کریں گے اس صحت میں اس
حدیث میں رہائش اختیار کرنے والوں اور اس میں ٹھہرنے والوں کی مدح مقصود ہوگی مگر اصل معنی صحیح تر بہتر اور ظاہر تر ہے۔
واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک

د عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَهُ وَبَشَّتِ الْجِبَالُ بَشًّا ۱۲

أُمُوتُ بِقَدِيَّةٍ تَأْكُلُ الْقُدَى يَقُولُونَ
يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِي النَّاسَ
كَمَا يَنْفِي الْكَيْدُ خَبَثَ الْحَدِيدِ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو کہ تمام بستیوں کو کٹا
جائے گی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ
ہے۔ مدینہ لوگوں کو اپنے اندر سے اس طرح دور کرے گا
جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

(بخاری و مسلم)

اے یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس بستی کی طرف ہجرت کروں جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی یعنی غالب آ جائے گی
اور سب کو اپنے پیچھے کرے گی یعنی جو بھی اُس بستی میں سکونت اختیار کرے گا، اُسے وطن بنائے گا تو وہ دوسروں پر
غالب آ جائے گا اور تمام شہروں کو فتح کرے گا یہ خصوصیت اس بلدہ عظیم الشان یعنی مدینہ منورہ کی ہے کہ جو شخص بھی اس
میں آئے گا وہ باقی شہروں پر غالب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے یہاں عمالقہ آئے تو وہ غالب ہوئے اور انہوں
نے شہروں اور علاقوں کو فتح کیا اُس کے بعد یہاں یہود سکونت پذیر ہوئے تو وہ عمالقہ پر غالب آئے۔ بعد ازاں
یہاں انصار پہنچے تو انہیں یہودیوں پر غلبہ حاصل ہوا اُس کے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور ہاجرین رضی اللہ عنہم
یہاں تشریف لائے تو وہ غالب آئے اور ایسے غالب آئے کہ انہوں نے مشرق سے مغرب تک سارے جہان پر اپنی
فتح کے جھنڈے گاڑ دیے اس جبرک و با عظمت شہر کے باشندوں کے حالات کتاب جذب القلوب الی دیار
المحبوب میں جو مدینہ منورہ کی تاریخ ہے میں نے ذکر کر دیا، میں اس شہر پاک کے اسماء میں سے ایک اسم اکالۃ القریٰ اور
اکالۃ البلدان ہے یعنی بستیوں اور شہروں کو ہٹ کر جانے والی اس لیے کہ اس شہر کو تمام شہروں، علاقوں پر غلبہ اور
تسلط حاصل ہے اور تمام اطراف کے لوگوں پر اس کا حکم نافذ و جاری ہے۔ بعض علماء نے مدینہ منورہ کو فضائل اور
کرامت میں باقی تمام جگہوں پر فضیلت و عزت دی ہے گیا باقی تمام جگہوں کے فضائل اور عزتیں اس کے فضائل کے
آگے مضاعف و پوشیدہ ہیں جیسا کہ مکہ معظمہ کو اس بناء پر ام القریٰ کہتے ہیں کہ یہ تمام بستیوں کی اصل و بنیاد ہے
باقی تمام بستیاں وجود میں آنے میں اس کے تابع ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ لفظ اکالۃ القریٰ کا معنوں ام القریٰ کے معنی
سے زیادہ بلیغ و اکمل ہے کیونکہ امور مت یعنی اصل ہونا مٹنے اور ہلاک کرنے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ وہ اس امر کا تقاضا
کرتا ہے کہ وہ اصل و بنیاد ہے بخلاف اکالۃ القریٰ کے کہ اس میں کھا جانے کا معنی پایا جاتا ہے کہ اس شہر
کے سامنے باقی تمام علاقے اور شہر مضاعف اور چھپے ہوئے ہیں پھر اس شہر کے بہت سے اسماء اور القاب ہیں جو کہ
سو سے بھی زیادہ ہیں میں نے ان میں سے بعض کو کتاب مذکور میں نقل کر دیا ہے۔

اے یعنی لوگ اسے اپنی قدیم زبان میں یثرب کہتے ہیں مگر یہ تو مدینہ ہے احادیث اس مبارک جگہ کا نام مدینہ ہے
ننانہ نبوت سے پہلے اس کا نام یثرب بروزن مسیح تھا حضور علیہ السلام نے اس کا نام مدینہ رکھا جو کہ لوگوں کے تمدن اور

اجتماع کی طرف اشارہ کرتا ہے اور لوگوں کی آپس میں انسیت اور الفت کو ظاہر کرتا ہے، حضور علیہ السلام نے اسے یثرب کہنے سے منع کر دیا۔ یا تو اس لیے کہ یہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لیے کہ یہ لفظ شرب بمعنی فساد و ہلاک سے نکلا ہے تشریب بمعنی ڈالنا اور ملاست کرنا یا اس مناسبت سے اس شہر کا نام یثرب رکھا گیا تھا کہ یثرب ایک بت کا نام تھا یا اس وجہ سے کہ یہ جابر بادشاہوں میں سے کسی جابر بادشاہ کا نام تھا۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی ہے جو شخص ایک بار یثرب کہے اُسے چاہیے کہ دس بار مدینہ کہے تاکہ اُس کا تمناک اور تلافی کر سکے ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ جو شخص یثرب کہے اُسے استغفار کرنا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ یثرب کہنے والے کو سنو دینی چاہیے اور وہ جو قرآن مجید میں آیا یا اہل یثرب کو یہ منافقوں کی زبان سے ہے کیونکہ وہ قصداً امانت کے طور پر یہ نام لیتے تھے بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض اکابر نے بھی اپنا شمار میں یثرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۳ یہاں حدیث میں لفظ کیر آیا ہے کاف کی زبری ساکن بمعنی وہ بھٹی جو بھٹی سے بناتے۔ اور اس میں سو ہے کہ پگھلاتے ہیں یا کیر وہ مشک ہے جس کے ساتھ بھٹی میں ہوا داخل کرتے ہیں بعض نے کہا کہ مٹی سے بنائی ہوئی بھٹی کو کورہ کہتے اور ہوا بھرنے والی مشک کو کیر کہتے ہیں۔ یہ قول زیادہ درست اور زیادہ راجح ہے۔ لوگوں سے مراد اہل کفر و شرک ہیں جو مدینہ منورہ سے اسلام کے قوی ہونے کی بنا پر وہاں سے نکال دیے گئے اور اس مبارک جگہ کو اُن کے دھوسے پاک کر دیا گیا۔

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ
کا طائر رکھا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَخَى
النَّبِيَّةَ طَائِرَةً۔

(مسلم شریف)

(رداۃ المسائل)

۱۔ اسی طرح اس کا نام اپنے جیب کی زبان سے طیبہ رکھا یعنی طاک کی زبرا دی ساکن اور طیبہ بھی رکھائی کی شد سے اس کا نام طائب بھی رکھا۔ اس کے ہر قسم کے شرک سے پاک ہونے کی وجہ سے اس کی آب و ہوا طابع سلیمہ کے موافق ہونے کی بنا پر طیب عیش اور خوشی کی تدگانی جو اُس میں گزرتی ہے۔ اور اس کی اچھی خوشبو کی وجہ سے بھی اسے طیب کہتے ہیں۔ اس کی تمام چیزوں کے عمدہ ہونے کی وجہ سے بھی اس کا نام لیب یا طیبہ آیا ہے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کی خاک اور درود و دیار سے خوشبو دار ہوائیں بہکتی ہیں انہیں ہر وہ شخص محسوس کرتا ہے جس کے باطن کے سونگھنے کی قوت ٹھیک، اور جو کفر و نفاق اور خبیث اعتقاد کے زکام سے محفوظ ہے۔ شاید کہ بعض عارفین

کے سونگھنے کی قوت اُن کے غلوں و شوق کی وجہ سے اُس خوشبو تک پہنچتی ہو اور انہوں نے اُس خوشبو کو ظاہر بھی محسوس کیا ہو بیت۔

دران زمین کہ نیسے وزد زطرہ دوست
چہ جائے دم ندون ناخجائے تاتاریست
ترجمہ۔ اُس زمین میں کہ جہاں دوست کی زلف سے خوشبو پہنچتی ہے تاتاری ہرنوں کے خملہ (خافہ) کے دم ماننے کی وہاں کوئی جگہ نہیں۔

ابو عبد اللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

بطیب رسول اللہ طاب خسیمہا
ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مدینہ کی ہوا خوشبو دار ہو گئی تو کستری، کافور اور اچھی تر و تازہ خوشبو کی اُس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیت کو تاتاری کی مدینہ منورہ میں بننا شروع ہو گیا
وہ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم، میری بیت مجھے آپس کر دیں۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کر دیا پھر وہ
اعوانی آگیا کہنے لگا میری بیت مجھے آپس کر دیں آپ نے
انکار کر دیا اس نے پھر کہا میری بیت مجھے آپس کر دیں
(میری بلکہ کہہ کر) وہ اعوانی مدینہ سے باہر چلا گیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ
بیت کی طرح ہے جاس کی یلی کپل کو دود کہ بیتا ہے
اور اچھی اور خالص چیز کو اپنے اندر رکھتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ
أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ
دَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
أَقْلِنِي بَيْعَتِي كَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ
فَقَالَ أَقْلِنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ
فَقَالَ أَقْلِنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ
الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ
كَالْكَيْسِ تَتَّقِي خَبَثَهَا وَتَتَّقِي طِبَّهَا.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے یعنی پلید لوگوں کو اپنے سے دور کرتا، اور باہر نکال دیتا ہے اور پاک لوگوں کو پلید لوگوں سے پاک کر دیتا ہے
یہاں حدیث میں خالص کرنے کے لیے لفظ تنصیح میں اور عین سے ہے یعنی پاک، اور خالص کرتا ہے یہ لفظ تنصیح سے
بنا ہے یعنی غلوں، ناصح یعنی ہر چیز میں خالص چیز اس صورت میں حدیث میں واقع لفظ طیبہا مرفوع ہو گا۔ بعض نے کہا

کہ یہ لفظ نصح بمعنی خالص کرنے سے بنا ہے۔ اس صورت میں لفظ طیبہا پر زبر ہوگی۔ اور یہ لفظ نصح بھی پڑھا گیا ہے یعنی ست کی پیش دن کی درمیں کی زیر اور شد سے نصح سے مشتق بھی ایک دعایت ہے اسی طرح تبصیح یعنی دن کی جگہ باکی بھی روایت لائے ہیں یہ بصر سے بنا ہے بمعنی جمع کرنا اور نصح سے بھی پڑھا گیا ہے یعنی با امدن بمعنی گوشت کا ٹکڑا جیسا کہ جمع البھار میں ہے تا کی زبرا و سیا ساکن سے اور تا کی زبرا اور یا کی زیر اور شد و دنوں روایتیں ہیں۔ ثانی روایت صحیح ترا و قوی تر ہے۔ علامہ نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کا غلط لوگوں کو دور کرنا اور پاک لوگوں کو پلید لوگوں سے پاک کرنا حضور علیہ السلام کے زمانے میں تھا یا آخر زمانے میں ہوگا جبکہ دجال برآمد ہوگا۔ مدینہ منورہ کو اس وقت تین دفعہ ہلایا اور جھاڑا جائے گا جس سے ہر کافر و منافق مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دجال کی طرف چلا جائے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بات ہر زمانے میں ہوتی ہو۔ حکایت۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بن عبدالملک کی طرف سے ایک مدت تک مدینہ طیبہ کے حاکم ہے جب آپ کو وہاں سے باہر نکالا گیا تو آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ میرا شمار بھی ان لوگوں میں نہ ہو جن کو مدینہ اپنے پاں سے دور کر دے اسی طرح ہر وہ شخص ڈرتا ہے جو اس مکان شریف سے باہر نکلتا ہے یا رب مگر ضرورت کے تحت حکم شرع کے مطابق نکلنے کی اجازت ہے کیونکہ حق شرع کسیے وہاں سے نکل کر کسی دوسری جگہ جانا جائز ہے۔ بیت۔

ضرورت سے دگر نہ خدا نے میرا اند کہ ترک صحبت جاناں نہ اختیار امن ست
دوری و حضرت تو بختم با اختیار ! خود ذرہ راز ہر جدائی چہ در خور ست
ترجمہ (۱) ضرورت کی بنا پر تیری صحبت کو چھوڑتا ہوں دگر نہ خدا جانتا ہے کہ معشوق کی صحبت ترک کرنا میرے اختیار کے تحت نہیں ہے۔

(۲) تیری بارگاہ سے دور ہونا میں نے اپنے اختیار سے قبول نہیں کیا ایک ذرہ سورج کی جدائی کیسے برداشت کر سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور اپنے انجام کی دعا کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مدینہ اپنے اندر سے شریر لوگوں کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لہب سے کیل کھیل کر دور کر دیتی ہے۔ (مسلم)

دَعْنِ اٰیُّ هُرَيْرَةُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَنْقِي الْمَدِيْنَةُ
شَرَّارَهَا كَمَا يَنْقِي الْكَبِيْرُ خَبْفَ الْحَدِيْدِ
(بَعَاثُ مُسْلِم)

لے اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کا نجیث لوگوں کو اپنے اندر سے دور کرنا آخر زمانہ میں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ
کے راستوں پر فرشتے مقرر ہوں گے نہ داخل ہونے کا
اُس میں کلام اور نہ دجال۔

(بخاری و مسلم)

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَابِ الْمَدِينَةِ
مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الظَّالِمُونَ
وَلَا الدَّجَالُ -
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

لے یہاں حدیث میں لفظ القاب آیا ہے جو نقب کی جمع ہے زن کی دبر اور پیش سے اوستاف ساکن بمعنی وہ راستہ
جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو۔ یا وہ سوراخ جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو۔ دجال کا آئبے شک آخر زمانے میں ہوگا۔
اور نگسانی اُس کے آنے تک رہے گی یا ائمہ وقت کے بے ہوگی یا ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی شہر
مگر مغرب اُسے پامال کرے گا دجال مگر کہ اور مدینہ کو کہ
نہیں ہے کوئی راستہ اس کے راستوں سے مگر اس پر
فرشتے مقرر ہیں جنہیں باغی سے ہر شخص جہاں کی حفاظت
کرتا ہے اس میں تو دجال مدینہ سے باہر شہر کا گزر میں
اُسے گامیدہ اپنے باشندوں کے ساتھ تین و چار
جہش میں آئے گا تو دجال کی طرف نکل پڑے گا ہر
کافر منافق۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ
مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَأُهُ الدَّجَالُ إِلَّا
مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لَيْسَ نَقَبٌ مِنْ
أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَائِرِينَ
يَحْرُسُونَهَا فَيَنْزِلُ السَّيِّئَةُ فَتُجِفُّ
الْمَدِينَةَ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَعَاتٍ
فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ مُنَافِقٍ -
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

لے یہاں حدیث میں لفظ سجنہ آیا ہے سین اور ہا اور غ میوں کی زبردوں سے اور ہا ساکن بھی مائی ہے بکنہ یا سجنہ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کو اپنے
پہنائے گا مگر وہ گھیل جائے گا جس طرح نمک پانی میں
گھل جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكْبِدُ
أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ
كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ -
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

لے جس طرح کہ یزید بد بخت کا مال و اقار حرم کے تھوڑے دنوں بعد ہو گیا کہ ہلاک ہوا عذاب الہی میں گرفتار ہوا اور دوق اور سل کی بیماری سے پگھلا اور فانی ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور اگر اونٹ کے سوا کسی اور سواری پر ہوتے تو اسے حرکت دیتے مدینہ منورہ کی محبت کی وجہ سے۔

وَقَدْ أَلَيْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ
مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى حُدُورَاتِ الْمَدِينَةِ
أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى
دَابَّةٍ حَزَنَهَا مِنْ حُبِّهَا۔
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(بخاری شریف)

لے یعنی تیز علانا تھوڑے کے ساتھ خاص ہے اور پاؤں سے حرکت دینا غیر اونٹ کے لیے آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُحد پہاڑ نمودار ہوا تو فرمایا یہ ایک
پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت
کرتے ہیں اے اللہ بے شک بلا ہم نے کے کہ حرم
بنایا اور بے شک میں دو چہرہ ملی زمینوں کے درمیان
دینے کی مادی کو حرم بنانا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

وَقَدْ أَلَيْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أَحَدٌ فَقَالَ
هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللَّهُمَّ
إِنْ أَبْذَاهُمَا حَرَمًا مَكَّةَ وَ رَافِي
أَحَرَمًا مَا بَيْنَ لَا بَيْنَهُمَا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لے یعنی آپ کی نظر شریف اُحد پہاڑ پر پڑی۔ اُحد پہاڑ کی محبت کے متعلق بعض لوگ تاویل کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ
یہ محاذ کے طور پر کلام کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے اہل اور اس میں رہنے والے سے مجھے محبت ہے یعنی اس میں
رہنے والے مومنوں اور اہل توحید سے جو کہ انصار ہیں مجھے اُن سے بڑی محبت ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا۔ غلہ

وَمِنْ مَثَلِهِمْ حُبُّ الدِّيَارِ لَا يَلْهَى

ترجمہ غیرے مذہب میں سے یہ بھی ہے کہ میں گھروں سے محبت رکھتا ہوں اُن کے اہل سے محبت کی بناء پر۔
بعض روایات میں اس کے مقابل یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں کہ جبل میں ایک پہاڑ ہے جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اور ہم اس سے
رکھتے ہیں غیر میں کی مذہب سے ایک پہاڑ ہے جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اور ہم اس سے رکھتے ہیں کیونکہ اُن میں رہنے والے
متافق لوگ ہیں مگر تحقیق بات یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ ظاہر پر محمول ہیں کیونکہ علم و فہم اور لازم محبت اسی طرح عداوت
و دشمنی جمادات میں بھی اُن کے حال کے لائق پائی جاتی ہے۔ خصوصاً انبیاء اور اولیاء کے ساتھ خصوصاً سید الانبیاء اور سلطان
اولیاء کے ساتھ جو کہ محبوب عالمین اور محبوب پروردگار عالمین ہیں۔ اور جسے خدا نے تعالیٰ اپنا دوست بنالیتا ہے۔

ہر چیز اور سب لوگ اُسے دوست بناتے ہیں کیونکہ ہر چیز کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور ہر چیز اُس کے حکم کے تابع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ستون خانہ کا رونا اس کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس ستون کے رونے کی حدیث مشہور ہے جو مدتواتر کو پہنچ چکی ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَحَدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد
ایک پہاڑ ہے جو ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اُس سے
پیار کرتے ہیں۔ (بخاری شریف)

الفصل الثانی

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ
أَخَذَ رَجُلًا يَصِيدُ فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ
الَّذِي حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَسَلَبَهُ ثِيَابَهُ فَبَاءَ مَوَالِيَهُ
فَكَلَّمُوهُ فِيهِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ هَذَا
الْحَرَمَ - قَالَ مَنْ أَخَذَ أَحَدًا
يَصِيدُ فِيهِ فَلْيَسْلُبْهُ فَلَا أَدُّ عَلَيْكَ
طُعْمَةً أَطْعَمْنَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ إِنْ شِئْتُمْ
دَفَعْتُ إِلَيْكُمْ ثَمَنَهُ -
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت سلیمان بن ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو دیکھا
کہ انہوں نے ایک شخص کو پکڑا ہوا تھا جو حرم مدینہ میں
شکار کر رہا تھا اُس حرم مدینہ میں جسے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حرم بنایا تو حضرت سعد نے اُس کے کپڑے
چھین لیے اُس کے مالک اُسے اور انہوں نے
حضرت سعد سے اُس کے بارے میں گفتگو کی کہ
آپ اُس کے کپڑے واپس کر لیے آپ نے فرمایا بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرم کو حرم بنایا۔
اس فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اس میں شکار کرتے ہوئے
آوی کو پکڑے تو وہ اُس کے کپڑے اور سامان چھین
لے لہذا میں اُس رزق کو واپس نہیں کروں گا جو مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا لیکن اگر تم
چاہتے تو میں اُس کی قیمت تمہیں دے دیتا ہوں۔

(ابوداؤد شریف)

اے آپ تابعی ہیں آپ نے بہت سے ہاجرین کا زمانہ پایا، آپ سعد بن ابی وقاص حضرت ابوہریرہ

اور حضرت صہیب سے حدیث روایت کرتے ہیں اور آپ ثقہ راوی ہیں۔

۱۱۔ اور اس کی حدود متعین کی ہیں اور لوگوں کو اس میں شکار وغیرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۲۔ یعنی جو چیز آپ نے مجھے عطا فرمائی۔ یہاں حدیث میں لفظ لعمہ آیا ہے بمعنی غراک آپ کی بات کا مطلب یہ تھا کہ میں اس کا سامان واپس نہیں کروں گا کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کی مجھے عطا کیا اور ہربانی ہے جو حضور کے فرمان سے مجھے موصول ہوئی۔

وَعَنْ صَالِحِ مَوْلَى لِسَعْدٍ أَنَّ
سَعْدًا وَجَدَ عَيْدًا مِنْ عَيْدِ الْمَدِينَةِ
يَقْطَعُونَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِينَةِ فَآخَذَ
مَتَاعَهُمْ وَقَالَ يَغْنَى لِمَوَالِيهِمْ
يَمْعَتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَنْهَى أَنْ يُقْطَعَ مِنْ شَجَرِ
الْمَدِينَةِ شَيْءٌ وَقَالَ مَنْ قَطَعَ مِنْهُ
شَيْئًا فَلَيْسَ أَخَذَهُ سَكْبَةً۔

(رواہ ابو داؤد)

حضرت صالح رضی اللہ عنہ جو حضرت سعد کے آزاد کردہ غلام ہیں اسے روایت ہے کہ بے شک حضرت سعد نے مدینہ کے غلاموں میں سے کچھ غلام دیکھے جو مدینہ منورہ کے درخت کاٹ رہے تھے آپ نے ان کا سامان یعنی کپڑے وغیرہ چھین لیے اور ان کے مالکوں سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے آپ منع فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ کے درختوں میں سے کوئی چیز کاٹی جائے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا جو شخص مدینہ پاک میں سے کوئی چیز کاٹے گا تو جو بھی کاٹنے والے کو پکڑے گا وہ اس کا سامان چھین کر لے جا سکتا ہے۔ (ابو داؤد)

۱۳۔ جبکہ انہوں نے اپنے غلاموں کا سامان واپس طلب کیا۔

وَعَنِ الذَّيْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ صَيْدَ
وَجْهِ وَغَنَاهُ حُرْمٌ مُحَرَّمٌ لِلَّهِ۔
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ مُعْنَى السَّنَةِ
وَجْهِ ذَكَرُوا أَنَّهَا مِنْ تَارِيخَةِ الطَّائِفِ
وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ إِنَّهُ بَدَلُ أَتَمَّا

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک وضع دینے والا کسی شخص کا شکار اللہ تعالیٰ کے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔ ابو داؤد شریف۔ اور محی الحسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وج کے بارے میں علمائے کہا ہے کہ یہ طائف کی ایک جانب کا نام ہے اور خطابی نے کہا کہ یہاں لفظ انہما کی جگہ آتہ ہے۔

۱۴۔ یعنی محی السنہ کی روایت میں جو ضمیر مونث آئی ہے خطابی نے کہا کہ وہ ضمیر مذکر ہے۔ بہر صورت یہ ضمیر وج کی جانب

لڑتی ہے اور مجہول کے ناموں میں مذکور مرنٹ دونوں ضمیر میں لانا درست ہے۔ ضمیر مرنٹ تو بقعہ اور ناجیہ کے اعتبار سے ہوتی ہے اور ضمیر مذکور موضع اور مکان کے اعتبار سے علماء نے کہا ہے کہ موضع و جگہ کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو صدقہ کے اذنوں کے لیے چراگاہ قرار دیا۔ بطریق حرم حرام قرار نہیں دیا۔ اور اگر بطریق حرم حرام قرار دیا تھا تو پھر یہ حرمت کچھ وقت کے لیے تھی۔ بعد میں منسوخ ہو گئی۔ شافعی حضرات کا یہی مسلک ہے۔ خفیہ اسی کی مثل حرم مدینہ کے لیے بھی کہتے ہیں۔ اکثر علماء اس پر ہیں کہ حرم مدینہ اور وچ تعلیم و احترام کے لحاظ سے ہے۔ تحریم اور جرم اور اس کی سزا کے لحاظ سے نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
گناہ کش رکھتا ہو کہ مدینہ میں مرے تو اسے پاسبیہ کہ
مدینے میں ہی مرے۔ کیونکہ میں مدینہ طیبہ میں مرنے
والوں کی شفاعت کروں گا۔ اسے احمد و ترمذی نے
روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اسناد کے
لحاظ سے حسن صحیح غریب ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ قَلِمَتْ
بِهَا ذُنُوبُهُ أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا۔
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ
اِسْتِثْنَاءً (۱)

اسے بعض نسخوں میں اشفع کی جگہ اشفع ناک شفع سے آیا ہے۔ یعنی مدینہ میں مرنے والوں کے لیے میری شفاعت قبول
ہوگی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے تو اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما۔ اور
تیرے رسول کے شہر میں موت نصیب فرما۔ خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی ہم بھی یہ دعا کرتے ہیں کہ اس امید پر کہ انشاء اللہ
اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول ہوگی۔ حضور علیہ السلام ہمارے حق میں دعا کریں گے تمام مسلمان مدینہ منورہ میں موت کی امید رکھتے ہیں
کہ اس طرح حضور کی شفاعت ان سب کے لیے ہوگی۔ یا مدینہ میں مرنے والوں کے لیے حضور علیہ السلام خاص شفاعت فرمائیں گے
جس سے ان کے سب گناہ مٹ جائیں گے اور وہ بلند درجات پر فائز ہوں گے۔ یہاں اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ جو شخص
مدینہ طیبہ میں مرتا ہے وہ ضرور ایمان پر مرتا ہے۔ کیونکہ مومن کے علاوہ حضور علیہ السلام کسی اور کی شفاعت نہیں کریں گے جس طرح
کہ حضور علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے والوں کے لیے بھی ایسی بشارتیں آئی ہیں، وہاں بھی ایسی ہی تو حیثیات کی گئی ہیں۔
ایسی ہی بشارت حرم مکہ میں مرنے والوں کے لیے بھی آئی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی
بیتوں میں سے ویران ہونے کے لحاظ سے سب

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَجْوَدُ قَرْيَةٍ مِنْ قَرَى الْإِسْلَامِ

خَوَابًا الْمَدِينَةِ۔

رَدَاةُ الْبَرْدِ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ

حَسَنٌ غَرِيبٌ

سے آخری بستی مدینہ منورہ ہوگی۔
ترمذی شریف۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن
غریب ہے۔

۱۔ یعنی قیامت کے نزدیک سارا جہان اُجڑ جائے گا۔ اور مدینہ منورہ سب سے آخر میں اُجڑے گا کہ حکم الہی کے
تحت مدینہ منورہ پر سب سے آخر میں ویرانی چھائے گی۔ یہاں بستی کے لیے لفظ قریہ استعمال ہوا ہے بمعنی موضع و جگہ
ترتیب اس طرح ہے کہ قریہ کہتے ہیں بستی کو اُس سے بڑی بستی کو بلد اور بلد سے بھی بڑے شہر کو مدینہ کہتے ہیں اور
سب سے بڑے اور جامع شہر کو مہر کہتے ہیں۔ بعض نے بلد اور مدینہ کو ایک ہی مرتبے میں رکھا ہے۔ اس وقت مدینہ اُس
شہر کا نام ہے جس میں حضرت سید کائنات تشریف فرما ہیں۔ یہ شہر مشرق و مغربیت کے لحاظ سے تمام شہروں سے
اوپر ہے۔

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَوَايَةً
الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنَّ اللَّهَ أَذْنِي إِلَى آخِ هَذِهِ
الْمَدِينَةِ نَزَلَتْ فِيهِ كَادَ هَجْوَتِكَ
الْمَدِينَةِ أَوْ الْبَصَرِ أَوْ الْبَصَرِ
رَدَاةُ الْبَرْدِ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
وہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک
علیہ السلام نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے میری
طرف وحی فرمائی کہ ان تین جگہوں میں سے جس جگہ بھی
تو اترے گا وہی تیرا بھرت کا گھر ہوگا ان تین میں سے
ایک مدینہ ہے۔ دوسرا بحرین ہے۔ اور تیسرا قنسرین
ہے۔ (ترمذی شریف)

۱۔ آپ مشورہ عالی میں بڑے شریف بلند مرتبہ لوگوں کے مخدوم جلیل القدر اور نہایت خوبصورت تھے۔ جیسا کہ
امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جریر سے بڑھ کر امت میں کوئی خوبصورت انسان نہیں دیکھا۔ مگر یہ کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی شہرت سنی گئی ہے۔ ان کی اچھی صفات شمار سے زیادہ ہیں۔

۲۔ یعنی مجھے ہجرت کے لیے ان تینوں جگہوں میں سے کسی جگہ میں اترنے کا اختیار دیا گیا۔
۳۔ بحرین ایک جزیرہ ہے جو بحر عمان کے علاقے میں پایا جاتا ہے۔

۴۔ قی۔ کی زیر لون مشد کی زیر سین ساکن را کی زیر یاد میرے اور لون کی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ شام کے
شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ تاریخ مدینہ میں آگیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو پہلے ان تین جگہوں میں سے کسی بھی جگہ اترنے
کا اختیار دیا گیا مگر بعد میں مدینہ طیبہ کی ہجرت کے لیے متعین کر دیا گیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ
الْمَدِينَةَ رُغْبُ الْمَسِيحِ الدَّعَالِ
لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ
بَابٍ مَلَكَانِ -

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے
فرمایا مدینہ منورہ کے اندر مسیح دجال کا در داخل نہ ہوگا اس وقت
مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر
دو فرشتے کھڑے ہوں گے۔

رَدَّالَا الْبُخَارِيُّ

(بخاری شریف)

اے بکرہ باکی زبرکات ساکن آپ مشہور صحابی ہیں۔ اہل طائف میں سے ہیں جب حضور علیہ السلام نے طائف کا محاصرہ کیا
تو انہوں نے اپنے آپ کو کوزئیں کے راہٹ سے باز رکھا۔ اور اپنے آپ کو نیچے گرا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر میں
پیچھے اور اسلام قبول کر لیا۔ ان کا نام آپ نے ابو بکرہ رکھا۔ بکرہ بمعنی کوزئیں کا راہٹ۔

وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ
مُغْفًى مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ -
(مُغْفًى عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور
علیہ السلام نے یہ دعا کی یا اللہ مدینہ منورہ میں کہ مکہ
سے رگنی برکت رکھ دے۔ (بخاری و مسلم)

اے جیسا کہ فصل اول میں گزرا کہ حضور علیہ السلام نے فصل اول کی حدیث میں یہ دعا کی تھی مثلاً معہ یعنی مکہ کی مثل اس میں
ایک گنا اور برکت رکھ یہ حدیث اور اس قسم کی امامیث دلائل کرتی ہیں کہ مدینہ منورہ کو کہ مکہ پر افضلیت حاصل ہے۔ یہ
مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ جانہین کے دلائل کو میں نے اپنی کتاب جناب القلوب میں ذکر کر دیا ہے وہاں
دیکھ لیا جائے۔

وَعَنْ زُجَيْلٍ مِّنْ آلِ الْخَطَّابِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ ذَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ رَفِيَّ
جَوَارِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ سَكَنَ
الْمَدِينَةَ وَصَبَرَ عَلَى بَلَائِهَا كُنْتُ
لَهُ شَهِيدًا وَ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ

آل خطاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے وہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا جس نے مجھے متعمد کی زیارت کی وہ قیامت کے
دن میرے بڑوں میں ہوگا اور جو شخص مدینہ منورہ میں
سکونت اختیار کرے گا اس کی تکلیفیں پر صبر کرے گا
میں اس کے لیے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی بنوں گا

وَمَنْ ثَمَاتٍ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ
اللَّهُ مِنَ الْأَمْنَيْنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -
اور جو شخص دو حرموں میں سے ایک حرم میں وفات پائے گا
اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن امن و امان کے دو حصوں میں
اٹھائے گا۔

۱۔ یعنی اس طرح زیارت نہیں کرے گا کہ آیا کسی اور کام کے لیے اور اس کام کے طفیل میری بھی زیارت کر لی بلکہ وہ آیا
ہی میری زیارت کے لیے ہو تو ایسا شخص قیامت کے دن میری ہمسائیگی اور میری پناہ میں ہوگا۔ بعض مارتین سے منقول ہے
کہ وہ حج کے لیے گئے مگر حضور کی زیارت کے لیے نہ آئے اور فرمایا میں اس لیے حضور کی زیارت اس وقت نہیں چاہتا کہ
یہ زیارت تو حج کے تابع اور طفیل ہوئی۔ جو مناسب نہیں اُن کی یہ بات حضور علیہ السلام کی جانب غایت شوق و نہایت
ادب کو ظاہر کرتی ہے لیکن درست یہ ہے کہ حج کا ارادہ زیارت کے ارادے سے کوئی ٹکراؤ نہیں رکھتا۔ علمائے وقت
افانے حج کے بعد زیارت کے لیے مدینہ منورہ جاتے ہیں۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ کسی ذمیری غرض اور سیروسیاحت
کے ارادے سے نہ آیا ہو۔ بیت۔

رفت بربے سر زلف تو سچے بچن !!
ترجمہ۔ چن میں آنے سے تیری زلف کی بو کا سونگنا مقصود تھا نہ سحری کی ہوا اُٹھانے سے کوئی غرض نہ تھی۔
حقیقت یہ ہے کہ دونوں مکان یعنی مدینہ و مکہ حضور کے کمال و جلال کی جگہ ہیں۔ مطلوب حضور کی اتباع اور
آپ کے احکام کی بجا آوری ہے۔

ہر دو جہانے تست یا بدر الدجی
ترجمہ۔ اے اندھیروں میں روشنی پھیلانے والے چاند دونوں جگہیں تیری ہی ہیں۔
۲۔ جیسا کہ حضور کے زمانے میں تھا بعض روایات میں لفظ بلا کی جگہ لفظ لاواٹھا آیا ہے یعنی اس کی شدتوں
پر صبر کرے جیسا کہ پیچھے گورا۔ تو میں اُس کی نیکیوں کی شہادت دوں گا اور اُس کے گناہ کی معافی کی شفاعت کروں گا۔
۳۔ یعنی اُسے دو قیامت کے عذاب سے امن میں رکھے گا۔ روایات میں آیا ہے کہ کربلا مدینہ کے قبرستان
مالوں کو بہشت میں بٹھائیں گے اُن سے سوال و جواب نہ ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْلُوهُمَا مَنِ حَجَّ
فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ
زَارَنِي فِي حَيَاتِي -
حضرت ابن عمر سے مرفوع روایت ہے جس نے حج کیا
پھر میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اُس
نے میری زندگی میں میری زیارت کی ان دونوں مدنیوں
کو بھیقی نے خُشب الایمان میں روایت کیا۔
رَدَّاهُمَا الْبَيْهَقِي فِي شُعْبِ الْأَيْمَانِ

۱۔ زیارت شریف کے فائدہ بشارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضور کی زیارت کرنے والے کو آپ کی معافی و صحت

اور اُس کے آثار و لوازمات میں سے حصہ ملتا ہے۔ یہ بات اس پر مبنی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام اپنی قبر انور میں حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ بخلاف شہداء کے کہ وہ حیات منوی کے ساتھ مشرف ہیں۔ میں نے اس مسئلے کو مکمل تر تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب جناب القلوب میں بیان کر دیا ہے۔

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ۖ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ جَالِسًا ذَا قَبْرٍ يُحْفَرُ بِالْمَدِينَةِ
فَاطْلَعَ رَجُلٌ فِي الْقَبْرِ فَقَالَ بِئْسَ
مَضْجَعُ الْمُؤْمِنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا
قُلْتَ قَالَ الرَّجُلُ إِنِّي لَمْ أَرِدْ هَذَا
إِنَّمَا أَرَدْتُ الْقَتْلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا مِثْلَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا عَلَى
الْأَرْضِ بُقْعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَكُونَ
قَبْرِي بِهَا مِنْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ -
رَدَاةُ مَالِكٍ مُوسَلًّا

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے
اس ایک قبر مدینہ میں کھودی جا رہی تھی ایک شخص نے
قبر میں جھانک کر دیکھا تو کہا مومن کے مرنے کی جگہ بری
ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے
برا حمت زبان سے ادا کیا اُس آدمی نے کہا میں
نے یہ ارادہ نہیں کیا ہوائے اس کے نہیں میں نے یہ
ارادہ کیا ہے کہ فی سبیل اللہ قتل ہونا بہت بہتر ہے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: براہِ خدا میں قتل
ہونا بھی مدینہ منورہ میں مرنے سے افضل نہیں ہے۔
زمین پر کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جو مجھے زیادہ پسند ہو کہ میری اس
میں قبر بنے۔ مدینہ منورہ کے سوا آپ نے یہ بات
میں دفعہ ارشاد فرمائی۔ اسے مالک نے مرسل روایت
کیا۔

۱۔ یحییٰ بن سعید دو ہیں۔ ایک یحییٰ بن سعید قطان حاکم براءت حدیث میں سے ہے۔ اور اُن میں ثقہ شخصیت ہیں یہ
مالک شعبہ ثوری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ دوسرے یحییٰ بن سعید انصاری ہیں جو تابعین میں سے ہیں ان سے امام مالک
شعبہ اور ثوری روایت کرتے ہیں۔

۲۔ یعنی اس سے میری مراد موت کی مذمت نہیں، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ براہِ خدا میں شہید ہونا حدِ مسافری میں
بان دینا اپنے بستر پر مرنے سے بہتر ہے۔

۳۔ اس حدیث کی تقریر علامہ طیبی نے اسی طرح کی ہے کہ یہاں سے لازم آتا ہے کہ ذینہ پاک میں مرنا اور اُس میں دفن
ہونا شادست اور دوسری جگہ دفن ہونے سے افضل ہے۔ یہ حدیث مدینہ منورہ کی فضیلت کے بیان کرنے کے واسطے
دفن ہونے میں بہت واضح اور نمایاں ہے۔ لیکن یہ بات پر شہید نہ رہے کہ اس صورت میں ظاہر یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ براہِ خدا

میں قتل ہونا مدینہ منورہ میں موت سے بہتر نہیں ہے حدیث کے الفاظ اس کا احتمال بھی دیتے ہیں کہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہو کہ ہاں سینے میں موت بھی راہ خدا میں شہید ہونے سے افضل نہیں ہے بلکہ شہادت فی سبیل اللہ سب سے افضل و اعظم ہے۔ اور اگر یہ چیز نصیب نہ ہو تو پھر مدینہ منورہ میں موت اور اس میں قبر باقی تمام شہر ہوں اور وہاں کی قبروں سے افضل ہے۔ اس تقریر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں موت دوسری جگہوں میں مرنے سے افضل ہے لیکن راہ خدا میں شہید و قتل ہونے کی افضلیت اپنی جگہ باقی ہے۔ واللہ اعلم بالمراد۔

۱۴۷ یعنی امام مالک نے اس حدیث کو بطریق ارسال روایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یحییٰ بن سعید سے یحییٰ بن سعید انصاری مراد ہیں جو کہ تابعی ہیں۔ امام مالک، عثام بن عروہ شعبہ اور سفیان ثوری ان سے روایت کرتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید بن قحطان مراد نہیں ہیں۔ جو ثقہ اور ائمہ حدیث اور اُن کے اکابر میں سے ہیں کیونکہ یہ امام مالک، عثام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری حضرت شعبہ اور سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں۔ (اس میں غور کرو۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جبکہ آپ وادی حقیق میں تھے آپ فرما رہے تھے آج رات میرے سب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز ادا کر اور کہہ کہ عمرہ حج میں ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یوں کہہ عمرہ اور حج۔

(بخاری ضریف)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِوَادِي
الْحَقِيقِ يَقُولُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ امْرَأَةٌ
مِنْ رَبِّي فَقَالَ صَلِّ فِي هَذَا نَوَاحٍ
الْبَارِكِ وَ قُلْ عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ وَ فِي
رَوَايَةٍ وَ قُلْ عُمْرَةً وَ حَجَّةً

وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

۱۴۸ وادی حقیق مدینہ منورہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام ہے۔ اس وادی کا ذکر شمار و احادیث میں کثرت سے آیا ہے حضرت علیہ السلام اس وادی میں جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

۱۴۹ یعنی میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ آیا۔

۱۵۰ یعنی اس نماز کا اس طرح حساب کر کہ اسے اُس عمرے کے برابر سمجھ جو حج میں ہوتا ہے۔ لفظ قول فعل کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۱۵۱ اس سے مقصود اس بقعہ شریفہ میں نماز کی افضلیت کا بیان ہے کہ یہاں نماز ادا کرنا گویا حج اور عمرہ کے برابر ہے۔

تمت بالخییر

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۵ء - ۱۶ صفر ۱۴۰۶ھ بمطابق ۲۶ مئی ۱۹۸۵ء جماعت

اعتراف

اشعۃ اللمعات اردو جلد دوم کو زیر طبع سے آراستہ ہوئے سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ میری خواہش اور کوشش تھی کہ چھ سات ماہ کے اندر اندر اس کی تیسری جلد (جو اس وقت آپ کے سامنے ہے) بھی شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے مگر میری یہ خواہش شرمندہ تعبیر نہ ہو سکی اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ راقم ۱۹۶۶ء کے اواخر سے مرض شوگر کی گرفت میں ہے۔ مصروفیات کے ساتھ ساتھ مختلف ذہنی صدمات کے باعث یہ مرض روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ مصنف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دلی عقیدت اور تبلیغ و اشاعت اسلام کی لگن کی بناء پر ناپیز کی زبردست خواہش تھی کہ کتاب کے مکمل ترجمہ کی سعادت نصیب ہو مگر افسوس کہ مرض کی شدت نے مجھے بہت حد تک بے بس کر دیا۔ ۱۹۸۵ء کے ماہ اپریل سے شوگر کی تیزی کے نتیجے میں بلڈ پریشر کا مارنہ بھی لاحق ہو گیا جس سے بینائی بھی بہت زیادہ کمزور ہو گئی۔ ماہ جون ۱۹۸۵ء میں بعض غلص دوستوں کی کوشش سے عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت نصیب ہوئی یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بلڈ پریشر کا سخت حملہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں ہی ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ اس صورت حال سے پیشتر اس تیسری جلد کے صفحہ دوم صفحات کچھ پایا تھا کہ مذکورہ امراض نے زور پکڑ لیا اور تالیف و ترجمہ کا یہ کام قریب قریب رک گیا جس سے راقم کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ناپیز اس سرگردانی کے عالم میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یکایک ایک ایسا سالون پیدا فرما دیا جو باخار و بے لوث اللہ کے دست پر گامزن تھا اس نے فراخ دلی سے دست تعاون دراز کیا۔ وہ زود نویس اور صحت نقلی میں بھی بہت حد تک قابل اعتماد تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتظام بعض بزرگوں کے تصرف اور ان کی توجہ کا مرہون ہمت ہے الحمد للہ کہ آج ترجمہ کی تیسری جلد کی تکمیل سے بھی فراغت حاصل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو بھی پہلی دو جلدوں کی طرح قبولیت عام کا درجہ عطا کرے اور مصنف و مترجم کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ فالحمد للہ رب العلمین والصلوة والسلام علی حبیبہ و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	کتاب الزکوٰۃ	۱	۱۳	قیامت کے دن کی درازی کن لوگوں کے لیے ہوگی۔	۶
۲	زکوٰۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی	۱	۱۴	جن جانوروں کی زکوٰۃ نہیں دی ہوگی وہ قیامت کے دن اُس بندے کے اوپر سے چلیں گے۔	۷
۳	زکوٰۃ وغیرہ میں بے شمار حکمتیں پائی جاتی ہیں۔	۱	۱۵	ریا کے طور پر نیک کام کرنے کا انجام۔	۸
۴	زکوٰۃ کس مال سے لی جائے گی	۱	۱۶	گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	۹
۵	زکوٰۃ چار قسم کے مال سے وصول کی جائے گی۔	۱	۱۷	ضمنی طور پر نیک کام کرنے کا بھی ثواب ہے	۹
۶	دفعینہ وغیرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم	۲	۱۸	جس مال کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی وہ مال سانپ بن کر ڈسے گا۔ لفظ شجاع اور لہر تیرتہ کی تفسیر	۱۰
۷	فصل اول	۲	۱۹	حضرت جریر بن عبداللہ بکلی کے حالات	۱۱
۸	حضرت علیہ السلام نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا تاحی بنا کر بھیجا۔	۳	۲۰	صدقات و زکوٰۃ کے بارے میں حضور علیہ السلام کا دستور	۱۲
۹	زکوٰۃ سے پہلے نماز کا ذکر کریں کیا۔	۳	۲۱	ابن جبیل کے حالات	۱۳
۱۰	مظلوم کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔	۳	۲۲	لفظ یتیم کا معنی	۱۳
۱۱	اپنے مال سے زکوٰۃ دانا کرنے والے کا آخرت میں انجام	۳، ۴	۲۳	حضرت خالد بن ولید کے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ	۱۴
۱۲	جہاد کے گھوڑوں کی فضیلت	۵			
۱۳	زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کے جسم کے مین مخصوص حصوں کو کیوں داغا جائے گا۔	۶			

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۴	حضور علیہ السلام حضرت عباس کی طرف سے	۱۴	۲۰	مال زکوٰۃ کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے	۲۷
	زکوٰۃ کے ضامن کیوں بنے		۲۱	کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور کن	۲۸
۲۵	زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کی قیامت	۱۵		چیزوں میں عشر۔	
	کے دن حالت۔		۲۲	کن چیزوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔	۲۸
۲۶	لفظ رُغَا وغیرہ کی تفسیر	۱۶		فصل اقل	۲۹
۲۷	لفظ غُلُول کا معنی	۱۷	۲۳	دست کی تحقیق	۲۹
	دوسری فصل		۲۴	ادنیہ کی تحقیق	۲۹
۲۸	زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد باقی مال جمع کرنے	۱۸	۲۵	زکوٰۃ کے بارے میں حدیث ابو بکر صدیق	۳۰
	کی اجازت ہے۔			رضی اللہ عنہ کا خط	
۲۹	نیک عورت کی نشانی	۱۹	۲۶	گائے، بھینس، اونٹ، بکری کی زکوٰۃ	۳۱
۳۰	حضرت جابر بن عقیق کے حالات	۱۹		کا بیان۔	
۳۱	حضرت بشیر بن خصاصیہ کے حالات	۲۱	۲۷	بنت مخاض و بنت لبرن کی تحقیق	۳۱
۳۲	لفظ حَبْلٌ وَ حَبْلٌ کا معنی	۲۱	۲۸	لفظ عشری کی تحقیق	۳۵
۳۳	سال پورا ہونے سے پہلے پہلے زکوٰۃ	۲۲	۲۹	لفظ جبار کی تحقیق	۳۶
	دینا جائز ہے۔		۵۰	لفظ معدن کی تحقیق	۳۶
۳۴	صباح کے حالات	۲۳	۵۱	لفظ رکاز کی تحقیق	۳۷
	تیسری فصل		۲۳	دوسری فصل	۳۷
۳۵	حضور کے وصال کے بعد لوگوں کا زکوٰۃ	۲۳	۵۲	گھڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے	۳۷
	دینے سے انکار کرنا۔		۵۳	لفظ تبع کی تحقیق	۳۹
۳۶	اُن کے اس انکار کی تفسیر	۲۴	۵۴	زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں	۴۰
۳۷	لفظ عناق کی تفسیر	۲۵		عشر فرض ہے۔	
۳۸	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولیری	۲۵	۵۵	حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ کے	۴۱
۳۹	جس مال میں سے زکوٰۃ نہ دی جائے وہ	۲۶		حالات۔	
	برباد ہو جاتا ہے۔		۵۶	حضرت بن رواحہ کے حالات	۴۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۷	شہد میں زکوٰۃ ہے یا نہیں اس بارے میں ائمہ کا اختلاف	۴۳	۷۷	حضور علیہ السلام کے لیے صدقہ کھانا جائز نہ تھا اس بارے میں ائمہ کی تحقیق	۵۴
۵۸	عدتوں کے زیورات میں زکوٰۃ ہے یا نہیں	۴۳	۷۸	حضرت عبدالملک بن ربیعہ کے حالات	۵۵
۵۹	کھانے پینے اور خدمت و سواری کی چیزوں میں زکوٰۃ نہیں۔	۴۵	۷۹	صدقہ اور ہدیہ میں فرق	۵۶
۶۰	تیسری فصل	۴۶	۸۰	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے	۵۷
۶۱	پھلوں اور سبزیوں میں عشر کے بارے میں ائمہ کی تحقیق۔	۴۷	۸۱	تین شرعی حکم نازل ہوئے۔ ان کی تشریح لفظ کراخ کی تحقیق	۵۸
۶۲	لفظ علیا کی تحقیق	۴۷	۸۲	دوسری فصل	۵۹
۶۳	لفظ وقص کا معنی	۴۸	۸۳	لفظ مرة کی تحقیق	۶۰
۶۴	صدقہ فطر کا باب	۴۸	۸۴	کیا محنت مزدوری کر سکنے والے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔	۶۰
۶۵	کیا صدقہ فطر فرض ہے یا سلت ؟	۴۸	۸۵	صحت مندا دی کو صدقہ نہیں کھانا چاہیے	۶۱
۶۶	صدقہ فطر کے وجوب کی شرط	۴۸	۸۶	کون لوگ زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں اور کون نہیں۔ اس بارے میں ائمہ کی تحقیق۔	۶۲
۶۷	صدقہ فطر کی مقدار	۴۹	۸۷	حضرت زیاد بن حارث صدائی کے حالات	۶۳
۶۸	فصل اول	۴۹	۸۸	تقسیم صدقات کے مصادر	۶۳
۶۹	گندم سے بھی صدقہ فطر دیا جائے	۵۰	۸۹	تیسری فصل	۶۴
۷۰	صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے	۵۰	۹۰	حضرت زید بن اسلم نغمیہ عمری کے حالات	۶۴
۷۱	دوسری فصل	۵۰	۹۱	اُس شخص کا بیان جسے صدقہ لینا مالا نہیں اور جسے لینا جائز ہے۔	۶۵
۷۲	صدقہ فطر واجب ہونے کی حکمت	۵۰	۹۲	فصل اول	۶۶
۷۳	مدن سے کا صدقہ صدقہ فطر ہے۔	۵۰	۹۳	کن لوگوں کو سوال کرنا جائز ہے۔	۶۷
۷۴	لفظ رنث کا معنی	۵۱	۹۴	لفظ سداد کی تشریح	۶۸
۷۵	حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر کے حالات	۵۲	۹۵	گداگری کرنے والے شخص کا قیامت کے دن	۶۹
۷۶	ان لوگوں کا بیان جنہیں صدقہ لینا جائز نہیں۔	۵۳			

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۶	حضرت حکیم بن حزام کے حالات	۷۱	۱۱۶	جاہل سخی، عابد بنخل سے بہتر ہے۔	۹۰
۹۷	دوسری فصل	۷۳	۱۱۷	بنخل اور بدخلقی بیک وقت مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔	۹۱
۹۸	حضرت سمرہ بن جذب کے حالات	۷۴	۱۱۸	تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے	۹۲
۹۹	کتنے پیسے موجود ہوں تو سوال کرنا منع ہے	۷۵	۱۱۹	تیسری فصل	۹۳
۱۰۰	لفظ مدح کی تحقیق	۷۷	۱۲۰	حضور علیہ السلام کی بیویوں میں سب سے زیادہ سخی بیوی کا ذکر۔	۹۴
۱۰۱	حضور علیہ السلام کا ایک شخص کو مانگنے سے منع کرنا اور محنت مزدوری کرنے کی تلقین کرنا۔	۷۸	۱۲۱	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات	۹۴
۱۰۲	لفظ قدم کی تحقیق		۱۲۲	بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر۔	۹۵
۱۰۳	تیسری فصل	۸۰	۱۲۳	لڑہ خدا میں مال خرچ کرنے والے شخص کا واقعہ۔	۹۶
۱۰۴	حضرت ابن السدی کے حالات	۸۱	۱۲۴	بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا واقعہ	۹۸
۱۰۵	لفظ طمع کا معنی	۸۱	۱۲۵	حضرت اٹھو کے حالات	۱۰۰
۱۰۶	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۲	۱۲۶	حضرت ام بجید کے حالات	۱۰۲
۱۰۷	مال خرچ کرنے اور بنخل کے ناپسند ہونے کا باب۔	۸۳	۱۲۷	حضرت ابوذر غفاری کے حالات	۱۰۴
۱۰۸	فصل اول	۸۳	۱۲۸	مقربین کی حالت	۱۰۵
۱۰۹	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حالات	۸۴	۱۲۹	سخامت کی فضیلت	۱۰۷
۱۱۰	بنخل اور صدقہ کرنے والے کی حالت	۸۵	۱۳۰	صدقہ کی فضیلت	۱۰۸
۱۱۱	لفظ ظلم کی تشریح اور اس کا انجام	۸۶	۱۳۱	فصل اول	۱۰۸
۱۱۲	لفظ شح کی تفسیر	۸۷	۱۳۲	لفظ بدل کا معنی	۱۰۸
۱۱۳	حضرت مارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۸	۱۳۳	لفظ غلو کا معنی	۱۰۸
۱۱۴	خسارے میں کون لوگ ہیں۔	۸۹	۱۳۴	صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا	۱۰۹
۱۱۵	دوسری فصل	۹۰	۱۳۵	انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت	۱۰۹
			۱۳۶	اہل جنت کو مختلف دروازوں سے بلایا جائے گا	۱۱۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۳۷	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۱	۱۵۶	مدقہ کی تفصیل	۱۲۲
۱۳۸	عورتوں کو چاہیے کہ معمولی چیز سے بھی اپنی پڑوسن کی دلجوئی کیا کریں۔	۱۱۱	۱۵۷	حضرت سعد بن عبادہ کے حالات	۱۲۳
۱۳۹	ہر نیک کام صدقہ ہے۔	۱۱۲	۱۵۸	ایصال ثبوت کا ثبوت	۱۲۳
۱۴۰	غذہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔	۱۱۲	۱۵۹	حضرت فاطمہ بنت قیس کے حالات	۱۲۴
۱۴۱	ہر نعمت پر خدا کی راہ میں صدقہ کرنا چاہیے	۱۱۳	۱۶۰	زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقہ بھی کرتے رہنا چاہیے	۱۲۴
۱۴۲	راستہ سے تکلیف کی چیز دود کرنا بھی صدقہ ہے۔	۱۱۳	۱۶۱	کن چیزوں میں ہمسائے کے لیے رکاوٹ نہ کرنی چاہیے۔	۱۲۴
۱۴۳	بریت ادا سے حق بجا موت بھی صدقہ ہے	۱۱۴	۱۶۲	حضرت نبیہہ رضی اللہ عنہا کے حالات	۱۲۵
۱۴۴	لفظ لقوہ و منہ کی تحقیق	۱۱۵	۱۶۳	بنجر زمین کو کھیتی باڑی کے قابل بنانا بھی صدقہ ہے۔	۱۲۵
۱۴۵	صدقت لگاتا بھی صدقہ ہے۔	۱۱۶	۱۶۴	راہ بھولے کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔	۱۲۶
۱۴۶	ایک گناہ گار عورت کی بخشش کا فائدہ	۱۱۷	۱۶۵	حضرت علیؓ کا انداز تبلیغ	۱۲۶
۱۴۷	لفظ غفرہ کی تحقیق	۱۱۷	۱۶۶	حضرت جابر بن سلیم کے حالات	۱۲۷
۱۴۸	لفظ کبیر طبعہ کی تحقیق	۱۱۷	۱۶۷	میت کو سلام کرنے کا طریقہ	۱۲۸
۱۴۹	ایک عورت بلی بھوکا رکھنے کے باعث دوزخ میں ڈالی گئی۔	۱۱۸	۱۶۸	کسی بھی شے کو گالی نہ دو۔	۱۲۸
۱۵۰	حضرت عدی بن حاتم کے حالات	۱۱۹	۱۶۹	تہ بند کہاں تک ہونا چاہیے	۱۲۸
۱۵۱	حضرت ابو بکر زہ کے حالات	۱۱۹	۱۷۰	لفظ غیلہ کی تحقیق	۱۲۸
۱۵۲	حضرت علیہ السلام نے مدینہ طیبہ پہنچ کر سب سے پہلے کن امور کی تبلیغ فرمائی۔	۱۲۰	۱۷۱	جو مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا وہی باقی رہنے والا ہے۔	۱۲۹
۱۵۳	ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنے میں بخل نہ کرو۔	۱۲۰	۱۷۲	تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے	۱۳۰
۱۵۴	صدقہ رحمی کی تاکید	۱۲۰	۱۷۳	تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے	۱۳۱
۱۵۵	صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کو بھجاتا ہے	۱۲۱	۱۷۴	سب سے مفید و چیز صدقہ ہے	۱۳۲
			۱۷۵	تیسری فصل	۱۳۳
			۱۷۶	حضرت مرثد بن عبد اللہ کے حالات	۱۳۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۷۷	عاشوراء کے دن اپنے اہل و عیال پر رزق میں وسعت کرنا برکت کا باعث ہے۔	۱۳۵	۱۴۶	تو اس کے لیے کثرت سے دعا کرو۔	۱۴۶
۱۷۸	عاشوراء کے دن کرنے کے نیک اعمال	۱۳۷	۱۴۷	اللہ تعالیٰ کے نام سے جنت مانگنی چاہیے	۱۴۷
۱۷۹	صدقہ کا ثواب	۱۳۸	۱۴۸	تیسری فصل	۱۴۸
۱۸۰	افضل صدقہ کا بیان	۱۳۸	۱۴۹	حضرت ابو طلحہ کے صدقہ کرنے کا واقعہ	۱۴۹
۱۸۰	فصل اول	۱۳۸	۱۵۰	بیر ماد کی تحقیق	۱۵۰
۱۸۱	حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۳۸	۱۵۱	عورت غاوند کے مال میں سے کیا خرچ کر سکتی ہے۔	۱۵۱
۱۸۲	عن ظہر غنی کی تحقیق	۱۳۹	۱۵۲	فصل اول	۱۵۲
۱۸۳	حضرت ابوسلمہ کے حالات	۱۴۰	۱۵۳	لفظ مفسر کی تحقیق	۱۵۳
۱۸۴	حضرت زینب کے حالات	۱۴۰	۱۵۴	لفظ کل کا معنی	۱۵۴
۱۸۵	غریب رشتہ دار کو دینے میں دو ثواب ہیں۔	۱۴۰	۱۵۵	دوسری فصل	۱۵۵
۱۸۶	صدقہ کے افضل مصارف	۱۴۱	۱۵۶	حضرت عمیر کے حالات	۱۵۶
۱۸۷	جس غریب ہمسائے کا دروازہ تمہارے دروازے کے زیادہ قریب ہو، پہلے اس کو صدقہ دینا چاہیے	۱۴۱	۱۵۷	حضرت آبی اللہم کے حالات۔ تیسری فصل	۱۵۷
۱۸۸	سال پکاتے وقت پانی ذرا زیادہ ڈالو اور ہمسائے کو بھی دو۔	۱۴۲	۱۵۸	اس شخص کا بیان جو صدقہ سے کراپس نہ پھرے	۱۵۸
۱۸۹	دوسری فصل	۱۴۲	۱۵۹	فصل اول	۱۵۹
۱۹۰	لفظ جہد المقل کی تفسیر	۱۴۲	۱۶۰	میت کے ایصال ثواب کا ثبوت	۱۶۰
۱۹۱	ام سلمہ اور سلمان کی تحقیق	۱۴۲	۱۶۱	میت کی طرف سے کن امور میں نیابت جاری ہو سکتی ہے اور کن میں نہیں۔	۱۶۱
۱۹۲	بہترین الشان	۱۴۵	۱۶۲	کتاب الصوم (در معنی کا بیان)	۱۶۲
۱۹۳	ظلف کی تحقیق	۱۴۶	۱۶۳	صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۶۳
۱۹۴	اگر تم کسی محسن کے حقوق ادا نہیں کر سکتے	۱۴۶	۱۶۴	کیا افضل اعمال روزہ ہے یا نماز	۱۶۴
			۱۶۵	جنت کے دروازے کھلنا کھلنا ہے لگاتار	۱۶۵
			۱۶۶	نزول رحمت سے۔	۱۶۶

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۷۲	تیسویں فصل	۲۳۵	۱۵۸	روزے کی فضیلت	۲۱۴
۱۷۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے دنوں کی پوری احتیاط سے گنتی کرتے۔	۲۳۶	۱۵۹	روزہ دار کے درجات	۲۱۵
۱۷۴	سحری اور روزے کے مقاصد کا بیان	۲۳۷	۱۶۰	الصوم لی دانا اجزی بہ کی تحقیق	۲۱۶
۱۷۵	روزہ افطار کرنے میں جلدی کی جائے	۲۳۸	۱۶۱	دوسری فصل	۲۱۷
۱۷۶	اس کی تحقیق۔	۲۳۹	۱۶۲	لفظ صفت کی تحقیق	۲۱۸
۱۷۷	روزہ وصال	۲۴۰	۱۶۳	تیسری فصل	۲۱۹
۱۷۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہستی ہیں	۲۴۱	۱۶۴	رمضان شریف کے فضائل	۲۲۰
۱۷۹	لفظہ بمعنی ربی و یسینی کی تحقیق	۲۴۲	۱۶۵	قرآن اور رمضان شفاعت کریں گے	۲۲۱
۱۸۰	تنبیہ	۲۴۳	۱۶۶	لیلۃ القدر کی فضیلت	۲۲۲
۱۸۱	دوسری فصل	۲۴۴	۱۶۷	رمضان کی فضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ۔	۲۲۳
۱۸۲	روزے کی نیت کا وقت	۲۴۵	۱۶۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں قیدی آزاد کرتے تھے۔	۲۲۴
۱۸۳	روزہ بند کرنے میں صبح صادق کا اعتبار	۲۴۶	۱۶۹	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۲۵
۱۸۴	افان کا نہیں۔	۲۴۷	۱۷۰	رمضان کے لیے جنت کو سجایا جاتا ہے	۲۲۶
۱۸۵	اللہ تعالیٰ کا محبوب انسان	۲۴۸	۱۷۱	رمضان شریف کی آخری رات کی فضیلت	۲۲۷
۱۸۶	بکھورے روزہ افطار کرنا برکت کا باعث ہے۔	۲۴۹	۱۷۲	چاند دیکھنے کا باب	۲۲۸
۱۸۷	روزہ افطار کرانے کا ثواب	۲۵۰	۱۷۳	لفظہ ہلال اور قمر میں فرق	۲۲۹
۱۸۸	تیسویں فصل	۲۵۱	۱۷۴	رویت ہلال کے بعض ضروری مسائل	۲۳۰
۱۸۹	روزہ افطار کرنے میں جلدی کی جائے	۲۵۲	۱۷۵	حضرت ابو بکرؓ کے حالات	۲۳۱
۱۹۰	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عزیمت پر عمل کرتے تھے	۲۵۳	۱۷۶	دوسری فصل	۲۳۲
۱۹۱	حضرت عرباض بن ساریہ کے حالات	۲۵۴	۱۷۷	حک کے دن روزہ نہ رکھنے کی تحقیق	۲۳۳
۱۹۲	بہترین سحری کجور ہے	۲۵۵	۱۷۸	ہلال رمضان کی شہادت کے لیے گواہ عادل چاہیے۔	۲۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۵۲	روزے کو پاک رکھنا۔	۱۸۶	۲۷۲	جو جھوٹ غیبت وغیرہ سے نہ بچے اس کے	۲۷۲
۲۵۵	فصل اوّل	۱۸۶	۲۷۳	روزے سے فائدہ نہیں پہنچتا۔	۲۷۳
۲۵۶	لفظ تنزیہ کا معنی	۱۸۶	۲۷۴	تیسری فصل	۲۷۴
۲۵۷	روزے کی تین اقسام	۱۸۷	۲۷۵	حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۷۵
۲۵۸	روزہ دار بوسہ سے بچتا ہے یا نہیں	۱۸۷	۲۷۶	لفظ عک کا معنی	۲۷۶
۲۵۹	جبھی حالت میں روزہ رکھ لینے کی تحقیق	۱۸۸	۲۷۷	مسافر کے روزے کا بیان	۲۷۷
۲۶۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اختلام سے محفوظ تھے۔	۱۸۸	۲۷۸	سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنا دونوں طرح جائز ہے	۲۷۸
۲۶۱	بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۸۹	۲۷۹	فصل اوّل	۲۷۹
۲۶۲	ایک غریب شخص کے کفارے کا واقعہ اور	۱۸۹	۲۸۰	مقام عثمان کی تحقیق	۲۸۰
۲۶۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اختیار	۱۸۹	۲۸۱	جمعہ کے لیے آپ کس دن مدینہ منورہ	۲۸۱
۲۶۴	لفظ انیاب کی تحقیق	۱۹۱	۲۸۲	سے روانہ ہوئے۔	۲۸۲
۲۶۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اختیار	۱۹۱	۲۸۳	حضور سلمہ بن محبت کے حالات	۲۸۳
۲۶۶	تے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں اس کی تحقیق۔	۱۹۲	۲۸۴	آسانی کی صورت میں رمضان کا روزہ رکھ	۲۸۴
۲۶۷	حضرت مدان کے حالات	۱۹۳	۲۸۵	یہنا بہتر ہے۔	۲۸۵
۲۶۸	روزے کی حالت میں مسواک جائز ہے	۱۹۴	۲۸۶	تیسری فصل	۲۸۶
۲۶۹	سیگی لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں اس کی تحقیق۔	۱۹۵	۲۸۷	کراخ غنیم کی تحقیق	۲۸۷
۲۷۰	رمضان کا ایک روزہ بلا عذر چھوڑنے کا نقصان	۱۹۸	۲۸۸	سفر میں روزہ رکھنا گنہگار ہے۔	۲۸۸
۲۷۱	رمضان کا ایک روزہ رکھ کر توڑنے میں قضا ہے۔	۱۹۸	۲۸۹	قضا کا باب	۲۸۹
۲۷۲	رمضان کا ایک روزہ رکھ کر توڑنے میں قضا ہے۔	۱۹۸	۲۹۰	فصل اوّل	۲۹۰
۲۷۳	رمضان کا ایک روزہ رکھ کر توڑنے میں قضا ہے۔	۱۹۸	۲۹۱	نفل روزہ رکھ کر توڑنے میں قضا ہے۔	۲۹۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۹۲	حکم شرعی کی علت و وجہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔	۲۱۱	۲۱۰	حضرت بشیر کے حالات	۲۲۴
۲۹۳	جس کے ذمہ روزے رہتے ہوں وہ مر جائے تو کیا کیا جائے۔ اس کی تحقیق	۲۱۱	۲۱۱	لفظ تشریق کی تحقیق	۲۲۴
۲۹۴	دوسری فصل	۲۱۲	۲۱۲	صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی تحقیق	۲۲۵
۲۹۵	بسا اوقات برتوت حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہوتی ہے۔	۲۱۲	۲۱۳	اپنے آپ کو زیادہ مشقت میں نہ ڈالو	۲۲۷
۲۹۶	تیسری فصل	۲۱۲	۲۱۴	دوسری فصل	۲۲۸
۲۹۷	ایصال ثواب کا ثبوت	۲۱۲	۲۱۵	حنورد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے اس کی وجہ	۲۲۸
۲۹۸	نفل روزوں کا باب	۲۱۳	۲۱۶	ایام بیض کے روزے	۲۲۸
۲۹۹	لفظ تلوع کی تحقیق	۲۱۳	۲۱۷	حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۲۲
۳۰۰	فصل اول	۲۱۳	۲۱۸	تیسری فصل	۲۲۳
۳۰۱	آپ کا دنیا میں رہنا محض تبلیغ رسالت کے لیے تھا۔	۲۱۴	۲۱۹	ایک اشکال کا جواب	۲۲۴
۳۰۲	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۱۵	۲۲۰	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۳۵
۳۰۳	لفظ مسر کے تحقیق	۲۱۵	۲۲۱	آپس میں بخشش روزہ کرنے کی فضیلت	۲۳۷
۳۰۴	ماہ محرم کے روزوں کی فضیلت	۲۱۶	۲۲۲	نفلی روزہ کے تعلقات کا باب	۲۳۸
۳۰۵	مسجد تہجد کی فضیلت	۲۱۶	۲۲۳	فصل اول	۲۳۸
۳۰۶	لفظ عاشوراء کی تحقیق اور اس کی فضیلت	۲۱۷	۲۲۴	لفظ حیض کی تحقیق	۲۳۸
۳۰۷	ماہ محرم کے روزوں کے تین درجے	۲۱۷	۲۲۵	بلا وجہ نفلی روزہ توڑنا جائز نہیں	۲۳۹
۳۰۸	مناسب یہ ہے کہ بندہ ہر ماہ تین روزے لکھے	۲۲۲	۲۲۶	دوسری فصل	۲۴۰
۳۰۹	حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۲۲۳	۲۲۷	بعض وجوہ کے تحت نفلی روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔	۲۴۱
			۲۲۸	حضرت ام ہانی سے مروی ایک حدیث کی تحقیق	۲۴۲
			۲۲۹	حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے حالات	۲۴۴
			۲۳۰	یلۃ القدر کا بیان	۲۴۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۳۱	لیلۃ القدر کی تحقیق	۲۴۶	۲۵۰	تیسری فصل	۲۶۵
۳۳۲	فصل اقل	۲۴۷	۲۵۱	مسنون توبہ کی وضاحت	۲۶۶
۳۳۳	حنور صلی اللہ علیہ وسلم کا لیلۃ القدر کو تلاش کرنا۔	۲۴۸	۲۵۲	فتاویٰ قرآن مجید	۲۶۷
۳۳۴	لفظ عیش کی تحقیق	۲۵۰	۲۵۳	لفظ فضیلت کی تحقیق	۲۶۸
۳۳۵	حضرت رجب بن حبیب رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۵۱	۲۵۴	تعلیم قرآن کی فضیلت	۲۶۹
۳۳۶	لیلۃ القدر کی نشانی	۲۵۱	۲۵۵	حضرت عقبہ بن عامر کے حالات	۲۷۰
۳۳۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لیلۃ القدر کو تلاش کرنا۔	۲۵۱	۲۵۶	لفظ صفہ کا معنی	۲۷۱
۳۳۸	چوسری فصل	۲۵۳	۲۵۷	تلاوت قرآن کی فضیلت	۲۷۲
۳۳۹	اعتکاف کا بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر نہ نکلنے۔	۲۵۵	۲۵۸	حضرت اسید بن حنیر رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۷۳
۳۴۰	تیسری فصل	۲۵۵	۲۵۹	حضرت سعید بن مسلی کے حالات	۲۷۴
۳۴۱	آپس میں نزاع اور جھگڑا برکات سے محرومی کا باعث ہے۔	۲۵۶	۲۶۰	اسبغ الثانی کی تحقیق	۲۷۵
۳۴۲	برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کرنے کا مطلب	۲۵۷	۲۶۱	سورۃ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت	۲۷۶
۳۴۳	اعتکاف کا بیان	۲۵۸	۲۶۲	دجال کا ذکر	۲۷۷
۳۴۴	اعتکاف کی حقیقت اور اس کے بعض ضروری مسائل۔	۲۵۹	۲۶۳	سورۃ اخلاص ثلث قرآن کا ثواب رکھتی ہے	۲۷۸
۳۴۵	فصل اقل	۲۵۹	۲۶۴	سورۃ اخلاص کی فضیلت	۲۷۹
۳۴۶	حنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت	۲۶۰	۲۶۵	قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی فضیلت	۲۸۵
۳۴۷	نذر کے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے	۲۶۲	۲۶۶	قرآن کی سورتیں پڑھ کر دم کرنے کا بیان	۲۸۶
۳۴۸	دوسری فصل	۲۶۳	۲۶۷	لفظ قریل کا معنی	۲۸۷
۳۴۹	اعتکاف مسنون کی ابتداء کا وقت	۲۶۴	۲۶۸	مشائخ کے اذکار کا بیان	۲۹۱
			۲۶۹	قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت	۲۹۱
			۲۷۰	قرآن پاک پڑھنے کی فضیلت	۲۹۲
			۲۷۱	لفظ ہزل و جد کا معنی	۲۹۳

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۳۱۵	حضرت جمیر بن نفیر کے حالات	۲۹۲	حادثہ اور راوی کا حال	۳۷۲
۳۱۶	سورۃ آلم تنزیل کی فضیلت	۲۹۵	حفظ قرآن کی فضیلت	۳۷۳
۳۱۷	حضرت خالد بن معدان کے حالات	۲۹۶	لفظ اصاب کی تحقیق	۳۷۴
۳۱۸	حضرت عطاء بن ابی رباح کے حالات	۲۹۷	قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی فضیلت	۳۷۵
۳۱۹	مرنے والے کے پاس سورۃ یس پڑھی جائے۔	۲۹۸	حضرت نعمان بن بشیر کے حالات	۳۷۶
۳۲۰	عبادت کی ترفیہ کا بیان	۲۹۹	سورۃ کف کی فضیلت	۳۷۷
۳۲۱	سورۃ الناکم احکام کی فضیلت	۲۹۹	قرآن کا دل سورۃ یس شریف ہے۔	۳۷۸
۳۲۲	حضرت سعید بن مسیب	۳۰۰	جو سورہیں حضور علیہ السلام سرتے وقت پڑھتے تھے۔	۳۷۹
۳۲۳	لفظ تنظار کی تحقیق	۳۰۱	سورۃ اذاذلت نصف قرآن کا درجہ رکھتی ہے۔	۳۸۰
۳۲۴	آداب تلاوت کا بیان	۳۰۲	سورۃ جبر کی آخری تین آیتوں کی فضیلت	۳۸۱
۳۲۵	تلاوت اور درس قرآن	۳۰۳	حضرت معقل بن یسار کے حالات	۳۸۲
۳۲۵	فصل اقل	۳۰۴	سورۃ قل ہوا اللہ کی فضیلت	۳۸۳
۳۲۶	حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۰۵	مقام الہاد اور محقق کی تحقیق	۳۸۴
۳۲۷	قرآن پاک ذوق و شوق سے پڑھنا چاہیے	۳۰۶	تیسویں فصل	۳۸۵
۳۲۸	قرآن پاک خوش آواز سے پڑھا جائے	۳۰۷	غرائب قرآن کی تفسیر	۳۸۶
۳۲۹	خوش آواز سے پڑھنے کا مطلب	۳۰۸	تیسویں و تیسرے ذکر الہی مدقہ وغیرہ سے افضل ہے۔	۳۸۷
۳۳۰	قیامت کا ذکر اور انبیاء کی شہادت	۳۰۹	مذہب کی حقیقت و فضیلت	۳۸۸
۳۳۱	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۱۰	قرآن کی تلاوت کا ثواب پڑھنے والے کے مال کے مطابق ملتا ہے۔	۳۸۹
۳۳۲	دوسرے سے قرآن پاک سننے کی فضیلت	۳۱۱	حضرت ایف بن عبد اللہ کلامی کے حالات	۳۹۰
۳۳۳	ایک اشکال اسباب کا جواب	۳۱۲	حضرت بکول کے مختصر حالات	۳۹۱
۳۳۴	دوسری فصل	۳۱۳		

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۱۴	لفظ مصابہ کی تحقیق	۳۳۴	۴۵۰	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف	۳۳۴
۴۱۵	قرآن پاک پڑھنے کی حالت میں سلام	۳۳۵	۴۵۱	جمع قرآن کی تحقیق	۳۳۵
	کہنا مکروہ ہے	۳۳۵	۴۵۱	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس	۳۳۶
۴۱۶	صابر اور شاکر کا ذکر	۳۳۶	۴۵۲	دوسری فصل	۳۳۷
۴۱۷	قرآن پاک کی تلاوت کا درجہ	۳۳۷	۴۵۳	حضرت عمران بن حصین	۳۳۸
۴۱۸	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۳۸	۴۵۵	تیسری فصل	۳۳۹
۴۱۹	پورا قرآن پاک کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہیے	۳۳۸	۴۵۶	حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ	۳۴۰
۴۲۰	حضرت عقبہ بن عامر کے حالات	۳۳۹	۴۵۷	جمع قرآن کی تفصیل	۳۴۱
۴۲۱	حضرت صہیب کے حالات	۳۴۰	۴۵۸	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۳۴۲
۴۲۲	ابن ابی ملیکہ کے حالات	۳۴۰	۴۵۸	قرآن پاک کو کتابی شکل دینے کی ضرورت کیوں	۳۴۲
۴۲۳	حضرت ابن جریج کے حالات	۳۴۱		پیش آئی اور کہاں کہاں سے قرآن کی آیات حاصل کی گئیں۔	۳۴۲
۴۲۴	تیسری فصل	۳۴۱		جمع قرآن کے بارے میں مولف کتاب	۳۴۳
۴۲۵	لفظ اعرابی کی تحقیق	۳۴۲	۴۶۰	حضرت شیخ کی تحقیق بلغ	۳۴۳
۴۲۶	نمائش کی نیت سے قرآن پڑھنے والوں کی مذمت	۳۴۲	۴۶۱	سورتوں کی ترتیب وہی سے ہوئی۔	۳۴۵
۴۲۷	حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۴۳	۴۶۲	قرآن پاک قریش کی لغت و لہجہ میں نازل ہوا۔	۳۴۶
۴۲۸	اہل عشق کے لہجہ میں قرآن نہ پڑھو۔	۳۴۳	۴۶۳	شور یہ ہے کہ حضرت عثمان نے پانچ نسخ تیار کرائے۔	۳۴۷
۴۲۹	حضرت عبیدہ المصعبی کے حالات	۳۴۵	۴۶۵	قرآن حکیم عین بار جمع کیا گیا	۳۴۸
۴۳۰	قرآن پاک جمع کرنے کا باب	۳۴۶	۴۶۹	دعاؤں کا باب	۳۴۹
۴۳۱	فصل اول	۳۴۶		دعا کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں شائع	۳۵۰
۴۳۲	ابن خزام رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۴۷	۴۶۹	داؤد یاد کا طرز عمل	۳۴۹
۴۳۳	لفظ حبیب کا معنی	۳۴۷	۴۷۱	فصل اول	۳۵۱

صفحہ	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
۳۹۲	باب ذکر اللہ تعالیٰ	۳۷۱	۴۷۴	قبولیت دعا کا بیان	۴۵۲
۳۹۲	ذکر کی دو قسمیں اور اس کی تحقیق	۳۷۲	۴۷۵	امت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بانی	۴۵۳
۳۹۳	نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے	۳۷۳	۴۷۶	بندہ مومن اپنی دعا قبول ہونے کا یقین رکھے	۴۵۴
۳۹۵	فصل اقل	۳۷۷	۴۷۷	حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندری شاذلی کی	۴۵۵
۳۹۶	لفظ سبق المفردون کی تحقیق	۳۷۸	۴۷۸	دعا کے بارے میں تحقیق	
۳۹۷	انسان کی زندگی ذکر سے ہے	۳۷۹	۴۷۹	دعا کا فائدہ	۴۵۶
۳۹۸	امام غزالی کی تحقیق	۳۸۰	۴۸۰	دعا قبول نہ ہونے میں بعض حکمتیں	۴۵۷
۴۰۱	اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کا بیان	۳۸۱	۴۸۱	بد دعا کرنے سے ممانعت	۴۵۸
	ادائے فرض و ادائے نفل سے حاصل	۳۸۲	۴۸۲	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حالات	۴۵۹
۴۰۲	ہونے والے قرب کا بیان	۳۸۳	۴۸۳	دعا عبادت ہے۔	۴۶۰
	بندہ مومن کی موت کا حال و حدیث کی	۳۸۴	۴۸۴	دعا بلا وصیت کو طال دیتی ہے۔	۴۶۱
۴۰۳	روشنی میں۔	۳۸۵	۴۸۵	اس بارے میں ایک اشکال اور اس کا	۴۶۲
۴۰۴	حدیث میں واقع لفظ تردد کی تشریح	۳۸۶	۴۸۶	جواب۔	
۴۰۵	اہل ذکر کی شان	۳۸۷	۴۸۷	صفت رحمن و رحیم کے معنی میں فرق	۴۶۳
۴۰۸	اولیاء اللہ کے مقتدین و توسلین کی شان	۳۸۸	۴۸۸	عافیت کا معنی	۴۶۴
	حضرت خنظلہ بن رزیح رضی اللہ عنہ کے	۳۸۹	۴۸۹	دعا کرنے کا طریقہ	۴۶۵
۴۰۹	حالات	۳۹۰	۴۹۰	دعا مانگ کر چہرے پر ہاتھ پیرنے کی وجہ	۴۶۶
۴۱۱	حضور قلب میں کمی بیشی کی وجہ	۳۹۱	۴۹۱	تین شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔	۴۶۷
۴۱۱	دوسری فصل	۳۹۲	۴۹۲	تیسوی فصل	۴۶۸
	سب نیک اعمال سے افضل ذکر الہی	۳۹۳	۴۹۳	معرفت الہی کی نشانی	۴۶۹
۴۱۲	ہے۔	۳۹۴	۴۹۴	حضرت عائشہ بن یزید	۴۷۰
	دنیا میں جنت کی لذت کا نشان نماز	۳۹۵	۴۹۵	لفظ اقبال کا معنی	۴۷۱
۴۱۳	میں ہے۔	۳۹۶	۴۹۶	دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں۔	۴۷۲
۴۱۴	اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت	۳۹۷	۴۹۷	قبولیت دعا کی صورتیں	۴۷۳

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۴۳۲	اسم مبارک المتکبر کی تفسیر	۵۱۶	۴۱۵	بلا ضرریت مباح گفتگو بھی نقصان دہ ہے۔	۴۹۳
"	التالیق الباری المعصور	۵۱۷	۴۱۶	بے مقصد گفتگو سے دل سخت ہو جاتا ہے	۴۹۴
۴۳۳	الغفار	۵۱۸	۴۱۷	تیسری فصل	۴۹۵
۴۳۴	القہار	۵۱۹		اللہ تعالیٰ اہل ذکر سے فرشتوں پر فخر	۴۹۶
۴۳۵	الوصاب	۵۲۰	۴۱۷	کرتا ہے۔	
۴۳۶	الرزاق	۵۲۱	۴۱۸	ذکر اللہ کی ترغیب	۴۹۷
۴۳۷	القہار	۵۲۲	۴۱۹	ذکر الہی جہاد سے بھی افضل ہے۔	۴۹۸
۴۳۸	العلیم	۵۲۳	۴۲۰	لفظ جہم و غش کی تفسیر	۴۹۹
"	القابض الباسط	۵۲۴	۴۲۱	ذکر قلبی کا ثبوت	۵۰۰
۴۳۹	الخالق الرافع	۵۲۵	۴۲۲	ذکر اللہ سبحانہ اُخروی کا ذریعہ ہے۔	۵۰۱
۴۴۰	المعز المذل	۵۲۶	۴۲۳	اسم اللہ تعالیٰ کا بیان	۵۰۲
۴۴۱	حکایت	۵۲۷	۴۲۳	اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک تو قینی ہیں	۵۰۳
۴۴۱	اسم مبارک اسمیع البصیر کی تفسیر	۵۲۸	۴۲۴	فصل اول	۵۰۴
۴۴۲	الحکم	۵۲۹	۴۲۴	ایک اشکال اور اس کا جواب	۵۰۵
۴۴۳	العدل	۵۳۰	۴۲۵	دوسری فصل	۵۰۶
۴۴۴	اللطیف	۵۳۱	۴۲۶	اسم مبارک اللہ کی تفسیر	۵۰۷
۴۴۵	البصیر	۵۳۲	۴۲۷	الرحمن الرحیم	۵۰۸
۴۴۵	العلیم	۵۳۳	"	الملک	۵۰۹
۴۴۶	الغنی	۵۳۴	۴۲۸	القدوس	۵۱۰
۴۴۷	الغفور	۵۳۵	"	السلام	۵۱۱
۴۴۷	الشکور	۵۳۶	۴۲۹	المؤمن	۵۱۲
۴۴۸	المتقی	۵۳۷	۴۳۰	المحیی	۵۱۳
۴۴۹	الخبیر	۵۳۸	۴۳۱	الغنی	۵۱۴
۴۴۹	الخبیر	۵۳۹	"	الخبیر	۵۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۴۰	اسم مبارک المقتیت کی تفسیر	۴۵۱	۵۴۴	اسم مبارک الواحد کی تفسیر	۴۵۷
۵۴۱	الحسب	۴۵۲	۵۴۵	الصمد	۴۵۸
۵۴۲	الجلیل	۴۵۲	۵۴۶	القادر المقدر	۴۵۹
۵۴۳	الکریم	۴۵۳	۵۴۷	المقدم المؤخر	۴۵۹
۵۴۴	الرقیب	۴۵۴	۵۴۸	الاول الآخر	۴۶۰
۵۴۵	المجیب	۴۵۵	۵۴۹	الظاهر الباطن	۴۶۰
۵۴۶	الحاس	۴۵۵	۵۵۰	المولیٰ	۴۶۱
۵۴۷	الحکیم	۴۵۶	۵۵۱	المتعالیٰ	۴۶۱
۵۴۸	الودود	۴۵۷	۵۵۲	البر	۴۶۲
۵۴۹	المجید	۴۵۸	۵۵۳	الغواب	۴۶۲
۵۵۰	الباعث	۴۵۸	۵۵۴	المنقسم	۴۶۳
۵۵۱	الشکور	۴۵۹	۵۵۵	العقود	۴۶۳
۵۵۲	الحق	۴۶۰	۵۵۶	الردف	۴۶۴
۵۵۳	الوکیل	۴۶۱	۵۵۷	مالک الملک	۴۶۴
۵۵۴	القوی القتین	۴۶۲	۵۵۸	دوالجلال والاکرام	۴۶۴
۵۵۵	الولیٰ	۴۶۲	۵۵۹	المنقسط	۴۶۵
۵۵۶	الحمید	۴۶۳	۵۶۰	الجامع	۴۶۵
۵۵۷	المحصی	۴۶۴	۵۶۱	الغنی الغنی	۴۶۶
۵۵۸	المبدی المعبود	۴۶۴	۵۶۲	المعطى المانع	۴۶۶
۵۵۹	الحی المیت	۴۶۵	۵۶۳	الضار النافع	۴۶۷
۵۶۰	الحی	۴۶۶	۵۶۴	النور	۴۶۸
۵۶۱	القیوم	۴۶۶	۵۶۵	المہادی	۴۶۹
۵۶۲	الواجد	۴۶۷	۵۶۶	البدیع	۴۷۰
۵۶۳	الماجد	۴۶۷	۵۶۷	الباقی	۴۷۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۸۸	اسم مبارک الوارث کی تفسیر	۴۸۱	۶۱۲	تیسری فصل	۵۰۵
۵۸۹	الرشید	۴۸۱	۶۱۳	جنت کے خزانے کا بیان	۵۰۶
۵۹۰	الصبور	۴۸۱	۶۱۴	کلمہ لا حول ولا قوۃ کی فضیلت	۵۰۷
۵۹۱	اسم اعظم کی تحقیق	۴۸۳	۶۱۵	ساقی مانگنے اور توبہ کا باب	۵۰۹
۵۹۲	حضرت اسماء بنت یزید کے حالات	۴۸۵	۶۱۶	لفظ استغفار و توبہ کا معنی	۵۰۹
۵۹۳	تیسری فصل	۴۸۶	۶۱۷	فصل اول	۵۰۹
۵۹۴	اسم اعظم کیا ہے۔	۴۸۷	۶۱۸	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کا مطلب۔	۵۱۰
۵۹۵	تسبیح، تحمید، تملیل وغیرہ کے ثواب کا بیان	۴۸۸	۶۱۹	ظلم کی مذمت	۵۱۲
۵۹۶	تسبیح وغیرہ کا معنی	۴۸۸	۶۲۰	اللہ تعالیٰ کٹھان بے نیازی	۵۱۳
۵۹۷	فصل اول	۴۸۹	۶۲۱	توبہ کی فضیلت حدیث سے	۵۱۵
۵۹۸	سبحان اللہ وغیرہ کلمات کا ثواب	۴۸۹	۶۲۲	حضرت جناب صہابی کے حالات	۵۱۹
۵۹۹	صبح و شام کے ذکر کا بیان	۴۹۰	۶۲۳	عجز و انکاری کی فضیلت	۵۲۲
۶۰۰	دعا و اعتراض اور ان کا جواب	۴۹۱	۶۲۴	دوسری فصل	۵۲۲
۶۰۱	کلمہ سبحان اللہ و بحمدہ کا ثواب	۴۹۱	۶۲۵	لفظ عنان کی تفسیر	۵۲۳
۶۰۲	ذکر سے گناہ مٹتے ہیں	۴۹۲	۶۲۶	استغفار کرنے سے شکلیں آسان ہوتی ہیں	۵۲۴
۶۰۳	مختلف اذکار اور ان کے ثواب کا بیان	۴۹۳	۶۲۷	لفظ اصرار کی تحقیق	۵۲۵
۶۰۴	بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔	۴۹۴	۶۲۸	گناہ کا دل پر اثر بد	۵۲۵
۶۰۵	دوسری فصل	۴۹۴	۶۲۹	توبہ قبل ہونے کا وقت	۵۲۶
۶۰۶	تزکیہ نفس کے لیے بہتر وظیفہ	۴۹۷	۶۳۰	حضرت صفوان بن مسال کے حالات	۵۲۷
۶۰۷	کلمہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت	۴۹۹	۶۳۱	سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	۵۲۸
۶۰۸	دیگر اذکار کا بیان	۵۰۰	۶۳۲	حضرت اسماء بنت یزید کے حالات	۵۳۰
۶۰۹	گھٹیلوں پر ذکر کرنا جائز ہے	۵۰۱	۶۳۳	تیسری فصل	۵۳۴
۶۱۰	تسبیح و تحمید کی فضیلت	۵۰۲	۶۳۴	نکاح اور نیک اولاد کا فائدہ	۵۳۵
۶۱۱	حضرت یسیرہ کے حالات	۵۰۴			

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۳۵	حدیث سے ایصالِ ثواب کا ثبوت	۵۳۵	۶۵۵	سونے کے آداب اور اس وقت کی دعائیں۔	۵۵۷
۶۳۶	حضرت عبداللہ بن بسر کے حالات	۵۳۶	۶۵۶	دائیں پیلو پر سونے کی حکمت و فائدہ	۵۵۸
۶۳۷	حضرت عمارت بن سید رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۳۷	۶۵۷	حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا طریقہ اور	
۶۳۸	اللہ تعالیٰ کس بندے سے محبت کرتا ہے۔	۵۳۸	۶۵۸	اس وقت کی دعا۔	۵۵۹
۶۳۹	توبہ کی فضیلت	۵۴۰	۶۵۹	جو ذلیفہ حضور علیہ السلام نے حضرت طاہرہ	
۶۴۰	اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا باب	۵۴۱	۶۶۰	الزہراء کو بتایا اس کا بیان	۵۶۱
۶۴۱	اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر		۶۶۱	دوسری فصل	۵۶۲
	غالب ہے۔	۵۴۲	۶۶۲	حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی چند دعاؤں کا بیان	۵۶۳
۶۴۲	اللہ تعالیٰ کی رحمت و تہر کا بیان	۵۴۲	۶۶۳	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کا آسان طریقہ	۵۶۶
۶۴۳	بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ	۵۴۳	۶۶۴	تیسری فصل	۵۸۰
۶۴۴	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۵۴۴	۶۶۵	حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ	
۶۴۵	بندے کے نیک عمل کا اس کی نجات میں		۶۶۶	کے حالات	۵۸۲
	دخل ہے۔	۵۴۷	۶۶۷	بعض دعاؤں کا ذکر	۵۸۲
۶۴۶	دوسری فصل	۵۴۹	۶۶۸	مقررہ وقت کی دعاؤں کا بیان	۵۸۳
۶۴۷	نیک کام سے کشادگی اور برکت حاصل		۶۶۹	فصل اول	۵۸۳
	ہوتی ہے۔	۵۴۹	۶۷۰	ذکر بھی دعائیں شامل ہے۔	۵۸۴
۶۴۸	حضرت ناصر اللہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۵۱	۶۷۱	حضرت سلیمان بن مرد رضی اللہ عنہ کے	
۶۴۹	تیسری فصل	۵۵۲	۶۷۲	حالات۔	۵۸۵
۶۵۰	اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا بیان	۵۵۲	۶۷۳	لفظ خور اور کر کا معنی	۵۸۸
۶۵۱	لفظ وارد کی تحقیق	۵۵۳	۶۷۴	دین کی تبلیغ و اشاعت کا بیان	۵۹۰
۶۵۲	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۵۴	۶۷۵	سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا	
۶۵۳	صبح شام اور سونے کے وقت کی دعاؤں		۶۷۶	بیان و طریقہ	۵۹۱
	کا بیان۔	۵۵۵	۶۷۷	دوسری فصل	۵۹۲
۶۵۴	فصل اول	۵۵۵	۶۷۸	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۹۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۷۴	حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۹۹	۶۹۶	تیسری فصل	۶۲۵
۶۷۵	لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پڑھنے سے		۶۹۷	بعض اذکار کا بیان	۶۲۵
	شیطان بھاگ جاتا ہے۔	۶۰۳	۶۹۸	جامع الدعاء کا بیان	۶۲۷
۶۷۶	گھر میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہنا		۶۹۹	فصل اول	۶۲۸
	چاہیے چاہیے گھر میں کوئی بھی نہ ہو۔	۶۰۴	۷۰۰	اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا مطلب	۶۲۸
۶۷۷	بعض اذکار کا بیان	۶۰۵	۷۰۱	تمام حسنات و خیرات کی جامع دعا	۶۳۱
۶۷۸	تیسری فصل	۶۰۸	۷۰۲	دوسری فصل	۶۳۱
۶۷۹	حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۰۹	۷۰۳	بعض دعاؤں کے بیان میں	۶۳۱
۶۸۰	بلغت القلوب الخا جہ کی تفسیر	۶۱۱	۷۰۴	حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ کے	
۶۸۱	پناہ طلب کرنے کا باب	۶۱۲		حالات	۶۳۲
۶۸۲	لفظ استعاذہ وغیرہ کا معنی	۶۱۲	۷۰۵	شکر الہی کا بیان	۶۳۷
۶۸۳	فصل اول	۶۱۲	۷۰۶	لفظ دوئی کی تفسیر	۶۳۸
۶۸۴	جہد البلاء و درک الشقاء وغیرہ الفاظ کی تفسیر	۶۱۳	۷۰۷	تیسری فصل	۶۳۸
۶۸۵	حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۱۵	۷۰۸	ایک دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک	
۶۸۶	دوسری فصل	۶۱۷		نامیہ کو سکھائی۔	۶۳۸
۶۸۷	بعض اذکار کے بیان میں	۶۱۷	۷۰۹	دعائیں وسیلہ کا ثبوت	۶۳۹
۶۸۸	لفظ نفاق کا معنی اور اس کی علامات	۶۱۸	۷۱۰	لفظ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا بیان	۶۳۹
۶۸۹	بھوک سے پناہ لینے کا ذبیہ	۶۱۹	۷۱۱	لفظ نصیحت کا معنی	۶۴۲
۶۹۰	لفظ بطلان کا معنی	۶۱۹	۷۱۲	دوسرے قول کا ذکر	۶۴۲
۶۹۱	حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۲۱	۷۱۳	احکام حج کا بیان	۶۴۷
۶۹۲	طبع کی مذمت	۶۲۲	۷۱۴	لفظ مناسک کی تحقیق	۶۴۷
۶۹۳	من شر غاسق کی تفسیر	۶۲۳	۷۱۵	حج کب فرض ہوا، اس کا بیان	۶۴۷
۶۹۴	شیاطین سے پناہ حاصل کرنے کی دعا	۶۲۴	۷۱۶	فصل اول	۶۴۷
۶۹۵	تعوذ لکھ کر گردن میں ڈالنا جائز ہے۔	۶۲۵	۷۱۷	حج میرور کا بیان	۶۴۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۱۸	تنبیہ	۶۴۹	۷۴۰	احرام باندھ کر خوشبو لگانا منع ہے	۶۴۹
۷۱۹	حج بدل کا بیان	۶۵۱	۷۴۱	مسجد ذوالحلیفہ کا بیان	۶۵۰
۷۲۰	سفر حج میں عورت کے ساتھ محرم کا ہونا		۷۴۲	تلبیہ کب شروع کیا جائے	۶۵۰
	ضروری ہے۔	۶۵۳	۷۴۳	حج کی تین قسموں کا بیان	۶۵۲
۷۲۱	محرم کی تشریح	۶۵۳	۷۴۴	دوسری فصل	۶۵۳
۷۲۲	ذوالحلیفہ کا بیان	۶۵۴	۷۴۵	احرام کے لیے غسل کرنا افضل ہے۔	۶۵۳
۷۲۳	میقات حج کا بیان	۶۵۴	۷۴۶	حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۵۴
۷۲۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد	۶۵۷	۷۴۷	تلبیہ کے الفاظ اور ان کا معنی	۶۵۵
۷۲۵	دوسری فصل	۶۵۸	۷۴۸	تیسری فصل	۶۵۶
۷۲۶	حضرت اقرع بن مابس رضی اللہ عنہ کے حالات۔		۷۴۹	موضع بیاد کا بیان	۶۵۶
۷۲۷	تارک حج کو وید وڈانٹ	۶۵۹	۷۵۰	مشرکین کے تلبیہ کے الفاظ	۶۵۶
۷۲۸	حج کرنے میں دیر کرنا ٹھیک نہیں	۶۶۰	۷۵۱	قصہ حجتہ الوداع کا بیان	۶۵۷
۷۲۹	لفظ کیر کی تحقیق	۶۶۱	۷۵۲	حجتہ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد	۶۸۳
۷۳۰	زاد و راعہ کی تفسیر	۶۶۱	۷۵۳	ناقہ قصویٰ جس پر حضور سوار تھے	۶۸۴
۷۳۱	حج بدل کا مسئلہ	۶۶۳	۷۵۴	رمل کا معنی اور رمل کس طواف میں ہے	
۷۳۲	تیسری فصل	۶۶۵	۷۵۵	اور کس میں نہیں۔	۶۸۵
۷۳۳	حج کے لیے لوگوں سے مانگنا منع ہے	۶۶۵	۷۵۶	مقام ابراہیم کی تحقیق	۶۸۵
۷۳۴	لفظ دفعہ کی تشریح	۶۶۶	۷۵۷	مقام ودہ کے درمیان سعی کا آواز	۶۸۷
۷۳۵	وادئ عقیق کا بیان	۶۶۶	۷۵۸	وادئ غمرہ کا بیان	۶۸۸
۷۳۶	ماجی کی دعا قبول ہوتی ہے	۶۶۷	۷۵۹	جبل المشاة کا بیان	۶۹۱
۷۳۷	احرام اور تلبیہ کا باب	۶۶۸	۷۶۰	مزدلفہ کا ذکر	۶۹۱
۷۳۸	احرام اور تلبیہ کا معنی	۶۶۸	۷۶۱	وادئ محسر کا بیان و تشریح	۶۹۳
۷۳۹	فصل اقل	۶۶۸	۷۶۲	لفظ خدوت کی تشریح	۶۹۴
			۷۶۳	موضع نعیم کا بیان	۶۹۷

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۷۱۸	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۹۸	۷۱۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا یا	۷۱۳
۷۲۰	تیسری فصل	۷۹۹	۷۱۴	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۱۴
۷۲۰	عرفات میں کھڑے ہونے کا باب	۸۰۰	۷۱۵	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۱۵
۷۲۰	لفظ عرفات کی وضاحت	۸۰۱	۷۱۶	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۱۶
۷۲۱	فصل اقل	۸۰۲	۷۱۷	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۱۷
۷۲۱	حجرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہنا چاہیے۔	۸۰۳	۷۱۸	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۱۸
۷۲۲	مزدلفہ کا دوسرا نام جمع ہے	۸۰۴	۷۱۹	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۱۹
۷۲۳	نہانہ باہلیت میں دو قوف عرفات کی کیفیت	۸۰۵	۷۲۰	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۰
۷۲۵	قربانی کرنے کی جگہ	۸۰۶	۷۲۱	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۱
۷۲۵	یوم عرفہ کی دعا کی تفصیل	۸۰۷	۷۲۲	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۲
۷۲۵	حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریم کے حالات	۸۰۸	۷۲۳	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۳
۷۲۶	یوم عرفہ کی تفصیل	۸۰۹	۷۲۴	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۴
۷۲۶	تیسری فصل	۸۱۰	۷۲۵	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۵
۷۲۶	لفظ جس کی تفسیر	۸۱۱	۷۲۶	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۶
۷۲۸	مزدلفہ میں قبولیت دعا کا بیان	۸۱۲	۷۲۷	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۷
۷۲۹	حضرت عبداللہ بن مرثد کے حالات	۸۱۳	۷۲۸	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۸
۷۳۰	حقوق العباد کی ساقی کی صورت	۸۱۴	۷۲۹	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۲۹
۷۳۰	عرفہ مزدلفہ سے واپسی کا بیان	۸۱۵	۷۳۰	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۰
۷۳۱	فصل اقل	۸۱۶	۷۳۱	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۱
۷۳۱	لفظ حق کی تفسیر	۸۱۷	۷۳۲	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۲
۷۳۲	سفر میں چند غاروں کے جمع کرنے کا حجاز	۸۱۸	۷۳۳	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۳
۷۳۲	یا عدم جواز کی وضاحت	۸۱۹	۷۳۴	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۴
۷۳۴	مکریاں کہاں سے اٹھائی جائیں	۸۲۰	۷۳۵	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۵
۷۳۵	فصل دوسری	۸۲۱	۷۳۶	حج قرآن اس کی تحقیق۔	۷۳۶

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۷۵۵	حضرت سلمہ بن الأكوع کے حالات	۷۳۶	۸۲۷	۸۰۵
۷۵۶	سرمنٹانے کا باب	۷۳۸	۸۲۸	۸۰۶
۷۵۶	حلق کا معنی	۷۳۹	۸۲۹	۸۰۷
۷۵۷	فصل اقل	۷۴۰	۸۳۰	۸۰۸
۷۵۸	قصر کی نسبت حلق کرنا افضل ہے۔	۷۴۱	۸۳۱	۸۰۹
۷۵۹	حضرت علیؑ کا حلق کرنے والے	۷۴۲	۸۳۲	۸۱۰
۷۶۰	صحابی کا نام اور ان کی شان	۷۴۳	۸۳۳	۸۱۱
۷۶۱	حضرت علیؑ کا نام اور ان کی شان	۷۴۴	۸۳۴	۸۱۲
۷۶۱	بال اور ناخن مبارک صحابہ میں تقسیم فرمائے	۷۴۵	۸۳۵	۸۱۳
۷۶۱	دوسری فصل	۷۴۶	۸۳۶	۸۱۴
۷۶۱	متعلقہ لواحقات کا باب	۷۴۷	۸۳۷	۸۱۵
۷۶۱	فصل اقل	۷۴۸	۸۳۸	۸۱۶
۷۶۳	رمی میں کب تک تاخیر کرنے سے دم لازم آتا ہے۔	۷۴۹	۸۳۹	۸۱۷
۷۶۳	فصل دوسری	۷۵۰	۸۴۰	۸۱۸
۷۶۳	تیسری فصل	۷۵۱	۸۴۱	۸۱۹
۷۶۳	لفظ عرض کی تفسیر	۷۵۲	۸۴۲	۸۲۰
۷۶۳	یوم نحر کا خلیہ	۷۵۳	۸۴۳	۸۲۱
۷۶۳	لفظ خلیہ کا معنی	۷۵۴	۸۴۴	۸۲۲
۷۶۵	لفظ تشریق کا معنی	۷۵۵	۸۴۵	۸۲۳
۷۶۵	فصل اقل	۷۵۶	۸۴۶	۸۲۴
۷۶۶	سال کے بارہ مہینوں کا بیان	۷۵۷	۸۴۷	۸۲۵
۷۶۶	یوم النحر کی تفسیر	۷۵۸	۸۴۸	۸۲۶
۷۶۶	لفظ منفر کی تحقیق	۷۵۹	۸۴۹	

صفحہ	مضامین	صفحہ	نمبر شمار
۷۹۶	دوسری فصل	۷۶۹	۸۴۷
۷۹۷	کڑی سمندری جانور ہے یا عسکی کا اس کی تحقیق۔	۷۷۱	۸۴۸
۷۹۷		۷۷۲	۸۴۹
۷۹۸	بجوں کی حلت و حرمت کی بحث	۸۶۹	۸۵۰
۷۹۹	تیسری فصل	۷۷۴	بیان۔
۷۹۹	حضرت عبدالرحمن بن عثمان کے حالات	۸۷۱	۸۵۱
۸۰۰	حج سے روکے جانے کا باب	۸۷۲	۷۷۶
۸۰۱	فصل اول	۸۷۳	۷۷۷
۸۰۳	حضرت ضباعہ بنت نبیر کے حالات	۸۷۴	۷۷۷
	بیاری بھی حج سے روک دینے کا سبب ہے۔	۸۷۵	۷۷۸
۸۰۳		۷۷۹	۸۵۵
۸۰۴	دوسری فصل	۸۷۶	۷۸۶
۸۰۷	نفل کے لیے فرض چھوڑنے کا مسئلہ	۸۷۷	۷۸۲
۸۰۷	حرم مکہ شریف	۸۷۸	۷۸۲
۸۰۷	فصل اول	۸۷۹	۷۸۵
۸۰۷-۸۰۹	مکہ منظرہ کے فضائل	۸۸۰	
۸۱۳	حرم مکہ کی دیرانی	۸۸۱	۷۸۶
۸۱۵	دوسری فصل	۸۸۲	۷۸۸
۸۱۶	مکہ منظرہ کے فضائل	۸۸۳	۷۹۰
۸۱۸	حرم مدینہ منورہ کے فضائل	۸۸۴	۷۹۱
۸۱۹	فصل اول	۸۸۵	۷۹۲
۸۲۰	لفظ صرف و عدل کی تفسیر	۸۸۶	۷۹۲
۸۲۱	تنبیہ مدینہ منورہ میں جبل ثور کی یقین و تحقیق۔	۸۸۷	۷۹۶
			۸۶۱
			۸۶۲
			۸۶۳
			۸۶۴
			۸۶۵
			۸۶۶

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۸۳۶	کی حضور شفاعت کریں گے		۸۲۳	حضور علیہ السلام کا عجز و انکسار	۸۸۸
۸۳۷	حضرت جریر بن عبداللہ کے حالات	۸۹۸	۸۲۵	دادی عقیق	۸۸۹
۸۳۸	تیسوی فصل	۸۹۹	۸۲۶	موضع جحفہ	۸۹۰
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے	۹۰۰	۸۲۷	مدینہ منورہ میں سکونت کی ترفیہ	۸۹۱
۸۳۹	سے سفر مدینہ بہت ہی مبارک ہے۔		۸۲۸	مدینہ منورہ کے فضائل	۸۹۲
	جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ	۹۰۱		مدینہ منورہ کو شرب کہتا منع ہے اور	۸۹۳
	انور کی زیارت کی گویا اس نے حضور کی زندگی		۸۲۹	لفظ شرب کا معنی	
	میں آپ کی زیارت کی۔		۸۳۱	ایک حکایت	۸۹۴
۸۴۱	دادی عقیق کی فضیلت	۹۰۲		جیل احد سے حضور کی محبت کا معنی و	۸۹۵
	دادی عقیق میں نمنا پڑنا چ و عمر کے	۹۰۳	۸۳۳	مطلب۔	
	ثواب کے برابر ہے۔		۸۳۴	دوسری فصل	۸۹۶
۸۴۲	اعتذار	۹۰۴		مدینہ منورہ میں فوت اور دفن ہونے والوں	۸۹۷



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (المائدہ)
اور جس نے رسول کا حکم مانا تو یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا
(ترجمہ کنز الایمان)

مشکوٰۃ شریف

(عربی، اردو)

قیمت مکمل سیٹ ۳ جلدیں = ۲۱۰ روپے
تصنیف

امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۲۸ھ)

ترجمہ

فاضل شہیر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری
(مترجم: بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف)

فرید بک سٹال - ۴۰ اردو بازار لاہور ۲

